الجامع المسند الصحیح المختصر من امور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ

صحیح البخاری

للإمام أبي عبد الله محمد بن إسمعيل البخاري الجعفي رحمه الله
۱۹۴ھ ——— ۲۵۶ھ

چہارم

ترجمہ وتشریح
مولانا محمد داؤد راز

نظر ثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

مقدمہ
حافظ زبیر علی زئی

تخریج
فضیلة الشیخ **احمد زهوة** فضیلة الشیخ **احمد عنایة**

دار العلم ممبئی

(جلد چہارم)

صحیح بخاری

ابو امیمہ اویس
ABU UMAIMAH OWAIS

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ

صحیح بخاری

للإمام أبی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ

١٩٤ھ ——— ٢٥٦ھ

ترجمہ وتشریح
مولانا محمد داؤد راز

جلد چہارم

نظر ثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

مقدمہ
حافظ زبیر علی زئی

تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ - فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

دار العلم ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات دار العلم نمبر 153

نام کتاب : صحیح البخاری
تالیف : الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری
ترجمہ وتشریح : مولانا محمد داؤد راز
جلد : چہارم
ناشر : دار العلم، ممبئی
طابع : محمد اکرم مختار
تعداد اشاعت (بار اوّل) : ایک ہزار
تاریخ اشاعت : ستمبر ۲۰۱۲ء

دار العلم ممبئی
DARUL ILM
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS
242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel. (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
Fax : (+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in

فہرست

مضمون	صفحہ نمبر
کِتَابُ الشَّهَادَاتِ	21
گواہیوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے	21
اگر ایک شخص دوسرے کی نیک عادات وعمدہ خصائل بیان کرنے کے لیے اگر صرف یہ کہے کہ ہم تو اس کے متعلق اچھا ہی جانتے ہیں	22
جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا ہو اس کی گواہی درست ہے	24
ایک یا کئی گواہ کسی معاملے کے اثبات میں گواہی دیں	26
گواہ عادل معتبر ہونے ضروری ہیں	27
کسی گواہ کو عادل ثابت کرنے کے لیے کتنے آدمیوں کی گواہی ضروری ہے؟	28
نسب اور رضاعت میں جو مشہور ہو اسی طرح پرانی مَوت پر گواہی کا بیان	29
زنا کی تہمت لگانے والے، چور اور زانی کی گواہی کا بیان	31
اگر ظلم کی بات پر لوگ گواہ بنانا چاہیں تو گواہ نہ بنے	34
جھوٹی گواہی کے متعلق کیا حکم ہے؟	36
اندھے آدمی کی گواہی اور اس کے معاملہ کا بیان اور ان تمام امور میں جو آواز سے سمجھے جاسکتے ہوں	37
عورتوں کی گواہی کا بیان	40
باندیوں اور غلاموں کی گواہی کا بیان	40
دودھ کی ماں کی گواہی کا بیان	41
واقعہ افک	42
عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے کی اچھی عادتوں کے بارے میں گواہی دینا	42
جب ایک مرد دوسرے مرد کو اچھا کہے تو یہ کافی ہے	49
کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے	50
بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی گواہی کا بیان	50
مدعی علیہ کو قسم دلانے سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ پوچھنا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟	52
دیوانی اور فوجداری مقدموں میں مدعی علیہ سے قسم لینا	52
کسی نے کوئی دعویٰ کیا یا اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائی	55
عصر کی نماز کے بعد (جھوٹی) قسم کھانا	56
مدعی علیہ کو جہاں قسم کھانے کا کہا جائے وہیں قسم اٹھالے	56
جب چند آدمی ہوں اور ہر ایک قسم کھانے میں جلدی کرے تو پہلے کس سے قسم لی جائے	57
آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ...... کی تفسیر	58
کیونکر قسم لی جائے	59
جس مدعی نے (مدعی علیہ کی) قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کیے	60
جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا	61
مشرکوں کی گواہی قبول نہ ہوگی	63
مشکلات کے وقت قرعہ اندازی کرنا	64
کِتَابُ الصُّلْحِ	68
لوگوں میں صلح کرانے کا بیان	68
لوگوں میں میل ملاپ کرانے کے لیے جھوٹ بولنے والا	70
حاکم لوگوں سے کہے ہم کو لے چلو ہم صلح کرادیں	71
اگر میاں بیوی صلح کرلیں تو صلح ہی بہتر ہے	71
اگر ظلم کی بات پر صلح کریں تو وہ صلح لغو ہے	72
صلح نامہ میں یہ لکھنا کافی ہے یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں ولد فلاں اور فلاں ولد فلاں نے صلح کی	74
مشرکین کے ساتھ صلح کرنے کا بیان	76
دیت پر صلح کرنا	77
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کا سردار ہے۔''	78
کیا امام صلح کے لیے فریقین کو اشارہ کرسکتا ہے؟	80
لوگوں کا آپس میں ملاپ اور انصاف کرانے کا بیان	81

مضمون	صفحہ نمبر
حاکم صلح کرنے کے لیے کہے اور ایک فریق نہ مانے	81
میت کے قرض خواہوں اور وارثوں میں صلح کا بیان	82
کچھ نقد دے کر قرض کے بدلے صلح کرنا	84
كِتَابُ الشُّرُوطِ	85
اسلام میں داخل ہوتے وقت معاملات اور بیع وشرائط میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہے؟	85
پیوند لگانے کے بعد اگر کھجور کا درخت بیچے؟	87
بیع میں شرطیں کرنے کا بیان	87
اگر بیچنے والے نے کسی خاص مقام تک سواری کی شرط لگائی	87
معاملات میں شرطیں لگانے کا بیان	89
نکاح کے وقت مہر کی شرطیں	90
مزارعت کی جائز شرطیں	90
نکاح میں جو شرطیں جائز نہیں ہیں	91
وہ شرطیں جو حدود اللہ میں جائز نہیں ہیں	91
اگر مکاتب اپنی بیع پر اس لیے راضی ہو کہ اسے خرید کر آزاد کر دیا جائے گا	92
طلاق کی شرطیں (جو منع ہیں)	93
لوگوں سے زبانی شرط لگانا	95
ولاء میں شرط لگانا	95
مزارعت میں مالک نے کاشتکار سے یہ شرط لگائی کہ جب میں چاہوں گا، تجھے بے دخل کر سکوں گا	96
جہاد میں شرطیں لگانا اور کافروں کے ساتھ صلح کرنے میں اور لوگوں کے ساتھ زبانی شرطوں کا لکھنا	98
قرض میں شرط لگانا	109
مکاتب اور وہ شرطیں جو ناجائز اور کتاب اللہ کے مخالف ہیں	109
اقرار میں شرط لگانا یا استثناء کرنا جائز ہے	110
وقف میں شرطیں لگانے کا بیان	111
كِتَابُ الْوَصَايَا	113
اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں	115
تہائی مال کی وصیت کرنے کا بیان	116
وصیت کرنے والا اپنے وصی سے کہے کہ میرے بچے کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور وصی کے لیے کس طرح کے دعوے جائز ہیں	118
اگر مریض اپنے سر سے کوئی صاف اشارہ کرے تو اس پر حکم دیا جائے گا؟	118
وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے	119
موت کے وقت صدقہ کرنا	119
اللہ تعالیٰ کا (سورۂ نساء میں) یہ فرمانا: ''وصیت اور قرضے کی ادائیگی کے بعد حصے بٹیں گے''	120
اللہ تعالیٰ کے (سورۂ نساء میں) یہ فرمانے کی تفسیر ''حصوں کی تقسیم وصیت اور دَین کے بعد ہوگی''	122
اگر کسی نے اپنے عزیزوں پر کوئی چیز وقف کی	124
کیا عزیزوں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہوں گے؟	125
کیا وقف کرنے والا اپنے وقف سے خود بھی وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے؟	126
اگر وقف کرنے والا مال وقف کو (اپنے قبضہ میں رکھے) دوسرے کے حوالہ نہ کرے	127
کسی نے یوں کہا کہ میرا گھر اللہ کی راہ میں صدقہ ہے فقراء وغیرہ کے لیے صدقہ ہونے کی کوئی وضاحت نہیں کی	128
کسی نے کہا کہ میری زمین یا میرا باغ میری (مرحومہ) ماں کی طرف سے صدقہ ہے	128
کسی نے اپنی کوئی چیز یا لونڈی، غلام یا جانور صدقہ یا وقف کیا تو جائز ہے	129
اگر صدقہ کے لئے کسی کو وکیل کرے اور وکیل اس کا صدقہ پھیر دے	130
اگر کسی کو اچانک موت آ جائے تو اس کی طرف سے خیرات کرنا مستحب ہے اور میت کی نذروں کو پوری کرنا	132

مضمون	صفحہ نمبر
وقف اور صدقہ پر گواہ بنانا	133
آیت وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا...... کی تفسیر	134
آیت وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا...... کی تفسیر	135
وصی کے لئے یتیم کے مال میں تجارت اور محنت کرنا درست ہے اور پھر محنت کے مطابق اس میں سے کھالینا	136
آیت إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ...... کی تفسیر	138
آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى، قُلْ...... کی تفسیر	138
سفر اور حضر میں یتیم سے کام لینا جس میں اس کی بھلائی ہو اور ماں اور سوتیلے باپ کا یتیم پر نظر ڈالنا	140
اگر کسی نے ایک زمین وقف کی (جو مشہور و معلوم ہے) اس کی حدیں بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہوگا	140
اگر کئی آدمیوں نے اپنی مشترک زمین جو مشاع تھی (تقسیم نہیں ہوئی تھی) وقف کردی تو جائز ہے، اسی طرح ایسی زمین کا صدقہ دین	142
وقف کی سند کیونکر لکھی جائے؟	142
محتاج، مالدار اور مہمان سب کے لیے وقف کرسکتا ہے	143
مسجد کے لیے زمین کا وقف کرنا	144
جانور، گھوڑے، سامان اور سونا چاندی وقف کرنا	144
وقف کی جائیداد کا اہتمام کرنے والا اپنا خرچ اس میں سے لے سکتا ہے	145
کسی نے کوئی کنواں وقف کیا اور اپنے لیے بھی اس میں سے عام مسلمانوں کی طرح پانی لینے کی شرط لگائی	146
اگر وقف کرنے والا یوں کہے کہ اس کی قیمت اللہ ہی سے لیں گے	147
آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ...... کی تفسیر	147
وصی میت کا قرضہ ادا کرسکتا ہے گو دوسرے وارث حاضر نہ بھی ہوں	149
كِتَابُ الْجِهَادِ	151
جہاد کی فضیلت اور رسول کریم ﷺ کے حالات	151
سب لوگوں میں افضل وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے	154
جہاد اور شہادت کے لئے مرد اور عورت دونوں کا دعا کرنا	155
مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجات کا بیان	157
اللہ کے راستے میں صبح وشام چلنے کی اور جنت میں ایک کمان برابر جگہ کی فضیلت	158
بڑی آنکھ والی حوروں کا بیان	159
شہادت کی آرزو کرنا	160
اگر کوئی شخص جہاد میں سواری سے گر کر مر جائے تو اس کا شمار بھی مجاہدین میں ہوگا	161
جس کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچے	162
جو اللہ کے راستے میں زخمی ہوا؟ اس کی فضیلت کا بیان	164
آیت قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا...... کی تفسیر	164
آیت مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا...... کی تفسیر	165
جنگ سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا	167
کسی کو اچانک نامعلوم تیر لگا	168
جس شخص نے اس ارادہ سے جنگ کی کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے، اس کی فضیلت	169
جس کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے	169
اللہ کے راستے میں جن لوگوں پر گرد پڑی ہو ان کی گرد پونچھنا	170
جنگ اور گرد وغبار کے بعد غسل کرنا	171
آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا...... کی تفسیر	171
شہیدوں پر فرشتوں کا سایہ کرنا	173
شہید کا دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرنا	173
جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا	174
جو جہاد کرنے کے لئے اللہ سے اولاد مانگے اس کی فضیلت	175
جنگ کے موقع پر بہادری اور بزدلی کا بیان	175
بزدلی سے اللہ کی پناہ مانگنا	176
جو شخص اپنی لڑائی کے کارنامے بیان کرے	177

مضمون صفحہ نمبر

جہاد کے لئے نکل کھڑا ہونا واجب ہے اور جہاد کی نیت رکھنے کا واجب ہونا 178
کافر اگر کفر کی حالت میں مسلمان کو مارے پھر مسلمان ہو جائے، اسلام پر مضبوط رہے اور اللہ کی راہ میں مارا جائے تو اس کی فضیلت کا بیان 179
جہاد کو (نفلی) روزوں پر مقدم رکھنا 181
اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا شہادت کی اور بھی سات قسمیں ہیں 182
آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ...... کی تفسیر 183
کافروں سے لڑتے وقت صبر کرنا 185
مسلمانوں کو (محارب) کافروں سے لڑنے کی رغبت دلانا 185
خندق کھودنے کا بیان 186
جو شخص کسی معقول عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا 188
جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت 189
اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان 189
جو شخص غازی کا سامان تیار کر دے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے، اس کی فضیلت 190
جنگ کے موقع پر خوشبو ملنا 191
دشمنوں کی خبر لانے والے دستہ کی فضیلت 192
کیا جاسوسی کے لئے کسی ایک شخص کو بھیجا جا سکتا ہے؟ 192
دو آدمیوں کا مل کر سفر کرنا 193
قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت بندھی ہوئی ہے 193
مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا ظالم اس کی قیادت میں جہاد ہمیشہ ہوتا رہے گا 195
جو شخص جہاد کی نیت سے (گھوڑا پالے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ کی تعمیل میں 195
گھوڑوں اور گدھوں کا نام رکھنا 196
اس بیان میں کہ بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں 198

مضمون صفحہ نمبر

گھوڑے کے رکھنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں 199
جہاد میں دوسرے کے جانور کو مارنا 200
سخت سرکش جانور اور نر گھوڑے کی سواری کرنا 201
(غنیمت کے مال سے) گھوڑے کا حصہ کیا ملے گا 202
اگر کوئی لڑائی میں دوسرے کے جانور کو کھینچ کر چلائے 202
جانور پر رکاب یا غرز لگانا 203
گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونا 204
سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا 204
گھڑ دوڑ کا بیان 204
گھڑ دوڑ کے لئے گھوڑوں کو تیار کرنا 205
تیار کئے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ کی حد کہاں تک ہو 206
نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا بیان 206
نبی کریم ﷺ کے سفید خچر کا بیان 207
عورتوں کا جہاد کیا ہے؟ 209
دریا میں سوار ہو کر عورت کا جہاد کرنا 209
آدمی جہاد میں اپنی ایک بیوی کو لے جائے ایک کو نہ لے جائے 210
عورتوں کا جنگ کرنا اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں شرکت کرنا 211
جہاد میں عورتوں کا مردوں کے پاس مشکیزہ اٹھا کر لے جانا 212
جہاد میں عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں 212
زخمیوں اور شہیدوں کو عورتیں لے کر جا سکتی ہیں 212
(مجاہدین کے) جسم سے تیر کھینچ کر نکالنا 213
اللہ کے راستے میں دورانِ جہاد پہرہ دینا کیسا ہے؟ 213
جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت کا بیان 215
جس شخص نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھا دیا 216
اللہ کے راستے میں سرحد پر ایک دن پہرہ دینا کتنا بڑا ثواب ہے 217
اگر کسی بچے کو خدمت کے لئے جہاد میں ساتھ لے جائیں 218

مضمون	صفحہ نمبر
جہاد کے لئے سمندر میں سفر کرنا	219
لڑائی میں کمزور ناتواں (جیسے عورتیں، بچے، اندھے، معذور اور مساکین) اور نیک لوگوں سے مدد چاہنا	220
قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید ہے	222
تیر اندازی کی ترغیب دلانے کے بیان میں	223
برچھے سے (مشق کرنے کے لئے) کھیلنا	224
ڈھال کا بیان اور جو اپنے ساتھی کی ڈھال کو استعمال کرے	225
ڈھال سے متعلق مزید بیان	227
تلواروں کی حمائل اور تلوار کا گلے میں لٹکانا	227
تلوار کی آرائش کرنا	228
جس نے سفر میں دوپہر کے آرام کے وقت اپنی تلوار درخت سے لٹکائی	228
خود پہننا (لوہے کی ٹوپی جو میدان جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے)	229
کسی کی موت پر اس کے ہتھیار وغیرہ توڑنے درست نہیں	230
دوپہر کے وقت درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لیے فوجی لوگ امام سے جدا ہو کر (متفرق درختوں کے سائے تلے) پھیل سکتے ہیں	230
بھالوں (نیزوں) کا بیان	231
نبی اکرم ﷺ کا لڑائی میں زرہ پہننا	232
سفر میں اور لڑائی میں چغہ پہننے کا بیان	234
لڑائی میں حریر یعنی خالص ریشمی کپڑا پہننا	234
چھری کا استعمال کرنا درست ہے	235
نصاریٰ سے لڑنے کی فضیلت کا بیان	236
یہودیوں سے لڑائی ہونے کا بیان	237
ترکوں سے جنگ کا بیان	237
ان لوگوں سے لڑائی کا بیان جو بالوں کی جوتیاں پہنے ہوں گے	239
ہار جانے کے بعد امام کا سواری سے اترنا اور باقی ماندہ لوگوں کی صف باندھ کر اللہ سے مدد مانگنا	239
مشرکین کے لئے شکست اور ان کے پاؤں اکھڑنے کے لیے دعا کرنا	240
مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتلائے یا ان کو قرآن سکھائے	242
مشرکین کا دل ملانے کے لئے ان کی ہدایت کی دعا کرنا	243
یہود اور نصاریٰ کو کیونکر دعوت دی جائے اور کس بات پر ان سے لڑائی کی جائے	243
نبی کریم ﷺ کا غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور اس بات کی دعوت کہ وہ خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں	244
لڑائی کا مقام چھپانا اور جمعرات کے دن سفر کرنا	252
ظہر کی نماز کے بعد سفر کرنا	254
مہینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا	254
رمضان کے مہینے میں سفر کرنا	257
سفر شروع کرتے وقت مسافر کو رخصت کرنا	257
امام (بادشاہ یا حاکم) کی اطاعت کرنا جبکہ وہ (اللہ کے احکام) کی نافرمانی کا حکم نہ دے	258
امام (بادشاہ اسلام) کے ساتھ ہو کر لڑنا اور اس کے زیر سایہ اپنا (دشمن کے حملوں سے) بچاؤ کرنا	259
لڑائی سے نہ بھاگنے پر اور بعضوں نے کہا مرجانے پر بیعت کرنا	259
اسلامی بادشاہ کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے	262
نبی کریم ﷺ دن ہوتے ہی اگر جنگ شروع نہ کرتے تو سورج کے ڈھلنے تک لڑائی ملتوی رکھتے	263
اگر کوئی جہاد میں سے لوٹنا چاہے یا جہاد میں نہ جانا چاہے تو امام سے اجازت لے	264
نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جنہوں نے جہاد کیا	266
شب زفاف کے بعد ہی جس نے فوراً جہاد میں شرکت کو پسند	

مضمون	صفحہ نمبر
کیا	266
خوف اور دہشت کے وقت (حالات معلوم کرنے کے لئے) امام کا آگے بڑھنا	266
خوف کے موقع پر جلدی سے گھوڑے کو ایڑ لگانا	267
خوف کے وقت اکیلے نکلنا	267
کسی کو اجرت دے کر اپنی طرف سے جہاد پر بھیجنا اور اللہ کی راہ میں سواری دینا	267
جو شخص مزدوری لے کر جہاد میں شریک ہو	269
نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے کا بیان	270
نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''ایک مہینے کی راہ سے اللہ نے میرا رعب (کافروں کے دلوں میں) ڈال کر میری مدد کی ہے''	271
سفر جہاد میں توشہ (خرچ وغیرہ) ساتھ رکھنا	273
توشہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر خود لے جانا	275
عورت کا اپنے بھائی کے پیچھے ایک اونٹ پر سوار ہونا	276
جہاد اور حج کے سفر میں دو آدمیوں کا سواری پر بیٹھنا	277
ایک گدھے پر دو آدمیوں کا سوار ہونا	277
جو رکاب پکڑ کر کسی کو سواری پر چڑھا دے یا کچھ ایسی ہی مدد کرے	278
قرآن مجید لے کر دشمن کے ملک میں جانا منع ہے	279
جنگ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا	280
بہت چلا کر تکبیر کہنا منع ہے	281
کسی نشیبی جگہ میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا	281
جب کوئی بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے	282
مسافر کو اس عبادت کا جو وہ گھر میں رہ کر کیا کرتا تھا ثواب ملنا (گو وہ سفر میں نہ کر سکے)	282
اکیلے سفر کرنا	283
سفر میں تیز چلنا	284
اگر اللہ کی راہ میں سواری کے لئے گھوڑا دے پھر اس کو بکتا پائے؟	285
ماں باپ کی اجازت لے کر جہاد میں جانا	286
اونٹوں کی گردن میں گھنٹی وغیرہ جس سے آواز نکلے لٹکانا کیسا ہے؟	287
جو شخص اپنا نام مجاہدین میں لکھوا دے	288
جاسوسی کا بیان	288
قیدیوں کو کپڑے پہنانا	290
اس شخص کی فضیلت جس کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام لائے	290
قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا	292
یہود یا نصاری مسلمان ہو جائیں تو ان کے ثواب کا بیان	292
اگر (لڑنے والے) کافروں پر رات کو چھاپہ ماریں تو بغیر ارادے کے عورتیں، بچے بھی زخمی ہو جائیں تو پھر کچھ قباحت نہیں ہے	293
جنگ میں بچوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟	295
جنگ میں عورتوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟	295
اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ دینا	296
اللہ تعالیٰ کا سورہ محمد میں فرمان کہ ''قیدیوں کو مفت احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے''	297
اگر کوئی مسلمان کافر کی قید میں ہو تو اس کا خون کرنا یا کافروں سے دغا اور فریب کر کے اپنے تئیں چھڑا لینا جائز ہے	297
اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو آگ سے جلا دے تو کیا اسے بھی بدلہ میں جلایا جا سکتا ہے	297
ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تھا	298
(حربی کافروں کے) گھروں اور باغوں کو جلانا	299
(حربی) مشرک سو رہا ہو تو اس کا مار ڈالنا درست ہے	300
دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی آرزو نہ کرنا	302
لڑائی مکر و فریب کا نام ہے	303
جنگ میں جھوٹ بولنا (مصلحت کیلئے) درست ہے	304
جنگ میں حربی کافر کو اچانک دھوکے سے مار ڈالنا	305

مضمون	صفحہ نمبر
اگر کسی سے فساد یا شرارت کا اندیشہ ہو تو اس سے مکر وفریب کر سکتے ہیں	306
جنگ میں شعر پڑھنا اور کھائی کھودتے وقت آواز بلند کرنا	306
جو گھوڑے پر اچھی طرح نہ جم سکتا ہو (اس کے لئے دعا کرنا)	307
بوریا جلا کر زخم کی دوا کرنا اور عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا اور ڈھال میں پانی بھر بھر کر لانا	308
جنگ میں جھگڑا اور اختلاف کرنا مکروہ ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرے، اس کی سزا کا بیان	309
اگر رات کے وقت دشمن کا ڈر پیدا ہو	312
دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے یا صباحاہ پکارنا تاکہ لوگ سن لیں اور مدد کو آئیں	313
حملہ کرتے وقت یوں کہنا اچھا لے میں فلاں کا بیٹا ہوں	314
اگر کافر لوگ ایک مسلمان کے فیصلے پر راضی ہو کر اپنے قلعے سے اتر آئیں؟	315
قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو کھڑا کر کے نشانہ بنانا	315
اپنے تئیں قید کرا دینا اور جو شخص قید نہ کرائے اس کا حکم اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا	316
(مسلمان) قیدیوں کو آزاد کرانا	319
مشرکین سے فدیہ لینا	320
اگر حربی کافر مسلمانوں کے ملک بغیر امان چلا آئے (تو اس کا مار ڈالنا درست ہے)	321
ذمی کافروں کو بچانے کے لئے لڑنا ان کو غلام لونڈی نہ بنانا	321
جو کافر دوسرے ملکوں سے ایلچی بن کر آئیں ان سے اچھا سلوک کرنا	322
ذمیوں کی سفارش اور ان سے کیسا معاملہ کیا جائے	322
وفود سے ملاقات کے لئے اپنے کو آراستہ کرنا	324
بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے	324
رسول کریم ﷺ کا یہود سے یوں فرمانا کہ ''اسلام لاؤ تو (دنیا اور آخرت میں) سلامتی پاؤ گے''	327
اگر کچھ لوگ جو دار الحرب میں مقیم ہیں اسلام لے آئیں اور وہ مال وجائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے مالک ہیں تو وہ ان ہی کی ہوگی	327
خلیفہ اسلام کی طرف سے مردم شماری کرانا	329
اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی مدد ایک فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے	330
جو شخص میدان جنگ میں جبکہ دشمن کا خوف ہو امام کے کسی نئے حکم کے بغیر امیر لشکر بن جائے	331
مدد کے لیے فوج روانہ کرنا	331
جس نے دشمن پر فتح پائی اور پھر تین دن تک ان کے میدان میں ٹھہرا رہا	332
سفر میں اور جہاد میں مال غنیمت کو تقسیم کرنا	332
کسی مسلمان کا مال مشرکین لوٹ کر لے جائیں پھر (مسلمانوں کے غلبہ کے بعد) وہ مال اس مسلمان کو مل گیا	333
فارسی یا اور کسی بھی عجمی زبان میں بولنا	334
مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ چرا لینا	336
مال غنیمت میں سے ذرا سی چوری کر لینا	337
مال غنیمت کے اونٹ بکریوں کو تقسیم سے پہلے ذبح کرنا مکروہ ہے	338
فتح کی خوش خبری دینا	339
(فتح اسلام کی) خوش خبری دینے والے کو انعام دینا	340
فتح مکہ کے بعد وہاں سے ہجرت کی ضرورت نہیں رہی	340
ذمی یا مسلمان عورتوں کے ضرورت کے وقت بال دیکھنا درست ہے اس طرح ان کا ننگا کرنا بھی جب وہ اللہ کی نافرمانی کریں	342
غازیوں کے استقبال کو جانا	343
جہاد سے واپس ہوتے ہوئے کیا کہے	344
سفر سے واپسی پر نفل نماز (بطور نماز شکر ادا کرنا)	346
مسافر جب سفر سے لوٹ کر آئے تو لوگوں کو کھانا کھلائے	

مضمون	صفحہ نمبر
(دعوت کرے)	347
[کِتَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ]	349
خمس کے فرض ہونے کا بیان	349
مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا دین میں داخل ہے	356
نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ کا بیان	357
رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھروں کا بیان اور گھروں میں سے جن کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے	358
نبی کریم ﷺ کی زرہ، عصا مبارک، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا بیان	361
اس بات کی دلیل کہ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضرورتوں (جیسے ضیافت مہمان، سامان جہاد کی تیاری وغیرہ) اور محتاجوں کے لئے ہوتا تھا	365
آیت فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ کی تفسیر	366
نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''تمہارے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے''	369
مال غنیمت اس کو ملے گا جو جنگ میں حاضر ہوگا	373
اگر کوئی غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑے (مگر نیت غلبہ دین بھی ہو) تو کیا اس کا ثواب کم ہوگا؟	373
خلیفۃ المسلمین کے پاس غیر لوگ جو تحائف بھیجیں ان کا بانٹ دینا اور ان میں سے جو لوگ موجود نہ ہوں ان کا حصہ چھپا کر محفوظ رکھنا	— 374
نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائیداد کس طرح تقسیم کی تھی؟ اور اپنی ضرورتوں میں ان کو کیسے خرچ کیا؟	375
مجاہدین جنہوں نے نبی اکرم ﷺ اور خلفاء (اسلام) کے ساتھ مل کر جہاد کیا ان کے مال میں بحالت حیات اور موت برکت کا ثابت ہونا	375
اگر امام کسی شخص کو سفارت پر بھیجے یا کسی خاص جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا بھی حصہ (غنیمت میں) ہوگا؟	379
جس نے یہ کہا کہ پانچواں حصہ مسلمانوں کی ضرورتوں کے لیے ہے	379
نبی ﷺ کا احسان رکھ کر قیدیوں کو مفت چھوڑ دینا اور خمس وغیرہ نہ نکالنا	385
اس کی دلیل کہ خمس امام کے لیے ہے	385
مقتول کے جسم پر جو سامان ہو (کپڑے ہتھیار وغیرہ) وہ سامان تقسیم میں شریک ہوگا نہ اس میں سے خمس لیا جائے گا بلکہ وہ سارا قاتل کو ملے گا	386
تالیف قلوب کے لئے نبی اکرم ﷺ کا بعض کافروں وغیرہ (نومسلموں یا پرانے مسلمانوں) کو خمس میں سے دینا	389
اگر کھانے والی چیزیں کافروں کی زمین میں ہاتھ آ جائیں	396
[کِتَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ]	398
جزیہ کا اور کافروں سے ایک مدت تک لڑائی نہ کرنے کا بیان	398
اگر بستی کے حاکم سے صلح ہو جائے تو بستی والوں سے بھی صلح سمجھی جائے گی	402
رسول اللہ ﷺ نے جن کافروں کو امان دی (اپنے ذمہ میں لیا) ان کے امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا اور ذمہ کے معنی عہد اور آل کے معنی قرابت کے ہیں	403
نبی ﷺ کا بحرین سے (مجاہدین کو کچھ معاش) دینا اور بحرین کی آمدنی اور جزیہ سے کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کرنا مال فے اور جزیہ کن کو تقسیم کیا جائے گا اس کا بیان	405
کسی ذمی کافر کو ناحق مار ڈالنا کیسا گناہ ہے؟	407
یہودیوں کو عرب کے علاقہ سے نکال باہر کرنا	407
اگر کافر مسلمانوں سے دغا کریں تو کیا ان کو معافی دی جا سکتی ہے یا نہیں؟	409
وعدہ توڑنے والوں کے حق میں امام کی بددعا کرنا	410
(مسلمان) عورتیں اگر کسی (غیر مسلم) کو امان اور پناہ دیں؟	411
سب مسلمان برابر ہیں خواہ ایک ادنیٰ مسلمان کسی کافر کو پناہ دے تو سب کے ہاں قبول ہونی چاہیے	412

مضمون	صفحہ نمبر
اگر کافر لڑائی کے وقت گھبرا کر اچھی طرح یوں نہ کہہ سکیں ہم مسلمان ہوئے یوں کہنے لگیں ہم نے دین بدل دیا دین بدل دیا تو کیا حکم ہے؟	412
مشرکوں سے مال وغیرہ پر صلح کرنا، لڑائی چھوڑ دینا اور جو کوئی عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ	413
عہد پورا کرنے کی فضیلت	415
اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا ہو تو کیا اسے معاف کیا جا سکتا ہے؟	415
دغابازی سے بچنا چاہیے؟	416
عہد کیونکر واپس کیا جائے؟	417
معاہدہ کرنے کے بعد دغابازی کرنے والے کا گناہ؟	417
تین دن یا ایک معین مدت کے لئے صلح کرنا	421
نامعلوم مدت کے لئے صلح کرنا	422
مشرکوں کی لاشوں کو کنویں میں پھینکوا دینا اور ان کی لاشوں کی (اگر ان کے ورثا دینا بھی چاہیں تو بھی) قیمت نہ لینا	422
دغابازی کرنے والے کا گناہ خواہ وہ (دغابازی) کسی نیک آدمی کے ساتھ ہو یا بے عمل کے ساتھ	423
كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ	426
آیت وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ...... کی تفسیر	426
سات زمینوں کا بیان	429
ستاروں کا بیان	431
آیت بِحُسْبَانٍ...... کی تفسیر	432
آیت وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ...... کی تفسیر	436
فرشتوں کا بیان	437
اس حدیث کے بیان میں کہ جب ایک تمہارا (جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے ختم پر با آواز بلند) آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان پر (زور سے) آمین کہتے ہیں	448
جنت کا بیان اور یہ کہ جنت پیدا ہو چکی ہے	456
جنت کے دروازوں کا بیان	464

مضمون	صفحہ نمبر
دوزخ کا بیان اور یہ کہ دوزخ بن چکی ہے	464
ابلیس اور اس کی فوج کا بیان	469
جنات ان کے ثواب اور عذاب کا بیان	481
آیت وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ کی تفسیر	482
آیت وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ کی تفسیر	483
مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا ہے	484
پانچ بہت ہی برے (انسان کو تکلیف دینے والے) جانور ہیں جن کو حرم میں بھی مار ڈالنا درست ہے	488
جب مکھی پانی یا کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو دے	491
كِتَابُ [أَحَادِيثِ] الْأَنْبِيَاءِ	493
حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان	494
آیت وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ...... کی تفسیر	494
روحیں (روز ازل سے) جمع شدہ لشکر ہیں	502
نوح علیہ السلام کا بیان	503
الیاس علیہ السلام پیغمبر کا بیان	506
حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان	506
آیت وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا...... کی تفسیر	509
آیت وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ کی تفسیر	510
یاجوج وماجوج کا بیان	511
آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ...... کی تفسیر	512
اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا''	515
سورۂ صافات میں جو لفظ ﴿يَزِفُّونَ﴾ وارد ہوا ہے، اس کے معنی ہیں دوڑ کر چلے	522
زمین پر پہلی مسجد کون سی بنائی گئی؟	532
ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ	536
اسماعیل علیہ السلام کا بیان	537
اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا بیان	537
یعقوب علیہ السلام کا بیان	538

مضمون	صفحہ نمبر
حضرت لوط علیہ السلام کا بیان	538
سورۂ حجر میں آل لوط کا ذکر	539
قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان	540
یعقوب علیہ السلام کا بیان	542
یوسف علیہ السلام کا بیان	543
ایوب علیہ السلام کا بیان	547
حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا بیان	548
آیت وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى...... کی تفسیر	549
سورۂ طٰہٰ میں ذکر موسیٰ علیہ السلام	551
موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ	553
سورۂ اعراف میں طوفان سے مراد سیلاب کا طوفان ہے بکثرت اموات کو بھی طوفان کہتے ہیں	554
حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعات	554
بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوں: یا اللہ! ہم کو بخشش دے	560
فرمانِ الٰہی کہ وہ اپنے بتوں کی پوجا کر رہے تھے	561
آیت وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ...... کی تفسیر	562
موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور مابعد کے حالات کا بیان	563
فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام کا بیان	565
قارون کا بیان	566
شعیب علیہ السلام کا بیان	566
یونس علیہ السلام کا بیان	567
آیت وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي...... کی تفسیر	569
داؤد علیہ السلام کا بیان	570
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے	572
آیت وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ...... کی تفسیر	573
سلیمان علیہ السلام کا بیان	574
لقمان علیہ السلام کا بیان	577
آیت وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ...... کی تفسیر	578
زکریا علیہ السلام کا بیان	579
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بیان	580
آیت وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ...... کی تفسیر	581
آیت وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا...... کی تفسیر	582
آیت يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي...... کی تفسیر	583
آیت وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ...... کی تفسیر	584
عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا آسمان سے اترنا	591
بنی اسرائیل کے واقعات کا بیان	592
بنی اسرائیل کے ایک کوڑھی اور ایک نابینا اور ایک گنجے کا بیان	597
اصحاب کہف کا بیان	600
غار والوں کا قصہ	600

(جلد چہارم)

تشریحی مضامین

تشریحی مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
اسلام اور سیاست پر ایک قابل مطالعہ وضاحت	22	یہود ایک بے وفا قوم	97
حادثۂ افک پر چند اشارے	23	اسماء الحسنیٰ پر ایک اشارہ	111
حدیث ابن صیاد یہودی بچے کے بارے میں	25	وقف کے متعلق کچھ تفصیلات	112
تعدیل اور تزکیہ کے بارے میں	29	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں	116
مدت رضاعت صرف دو سال دودھ پلانا ہے	31	ذکر شہادت حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ	132
شہادت قاذف کے متعلق بعض الناس کی تردید	31	حجاج قاتل کی عبرت انگیز موت پر ایک اشارہ	132
گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ میں	36	عورتوں کی حیثیت پر ایک اہم علمی مقالہ	136
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کا ایک ذکر خیر	40	سات مہلک گناہوں کا بیان	138
فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	49	اصطلاحات حدیث پر ایک تفصیلی تبصرہ	139
عدالت کے لئے اسلامی ہدایات	52	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک وقف نامہ	143
چند اسلامی قضاۃ کا ذکر خیر	53	حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ایک ادائیگی قرضہ کا واقعہ	150
قاضی کا غلط فیصلہ عند اللہ نافذ نہیں	61	اسلامی جہاد کے حقائق کے بارے میں	152
ایک غلط خیال کی تردید	61	لفظ جہاد کی تشریح حافظ ابن حجر کے لفظوں میں	152
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود مجتہد مطلق ہیں	62	اسلام کا اولین بحری بیڑہ عہد عثمانی میں	156
محکمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر	65	لفظ سبیل کی وضاحت	157
پادریوں کا ایک لغو اعتراض اور اس کا جواب	67	بعض ملحدین کا جواب	160
عبداللہ بن ابی منافق کا بیان	70	فضیلت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	161
صلح صفائی کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے	71	ستر قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کا بیان	163
آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ کا مطلب؟	73	ایک قابل صد رشک شہید کا ذکر خیر	166
بدعات مروجہ کی پرزور تردید	73	دو صفیں جو عند اللہ بہت محبوب ہیں	168
مقلدین جامدین کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ کی نصیحت	82	ایک بے حد نفیس وبلیغ کلام نبوی	174
عورت سے بیعت لینے کا طریقہ	86	غزوۂ تبوک پر چند اشارات	179
حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ علم کے دریائے بے پایاں تھے	89	خود ساختہ درود اور وظائف کی تردید	182
اسلامی شرعی اسٹیٹ اور اجرائے حدود اللہ	92	اقسام شہادت کا بیان	182
طلاق کی شرطیں جو منع ہیں	94	شہید کی وجہ تسمیہ امام نووی کے لفظوں میں	182

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
جہاد فرض کفایہ ہے	184	نعرۂ رسالت وغیرہ کی تردید	280
دور حاضر کے آلات جنگ پر ایک اشارہ	186	خصوصیات امت محمدیہ	283
نحوست کے متعلق ایک تفصیلی بیان	198	حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط بنام مشرکین مکہ	290
قابل توجہ علامہ امام و مشائخ عظام	204	ترغیب تبلیغ کا بیان	291
ریس کی دوڑ میں حصہ لینا جائز نہیں ہے	206	فرقہ سبائیہ پر ایک نشاندہی	296
مسلمانوں کی اولین بحری جنگ کا ذکر خیر	210	ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ	302
زندہ قوموں کی مستورات پر ایک اشارہ	211	کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ	305
نیک ضعیف لوگوں سے دعا کرانا سعادت ہے	221	حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے فوائد کا بیان	309
اولاد ابلیس پر ایک تفصیلی اشارہ	221	حادثہ جنگ احد کا بیان	311
آیت شریفہ ﴿وَاَعِدُّوْا اَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی تفسیر	223	حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت	319
اسلام سپاہیانہ زندگی کا معلم ہے	224	شیعوں کی ایک غلط بات کی تردید	320
مساجد کو بطور مرکز ملت قرار دینا	225	مشرکین سے فدیہ کی عمومیت	321
دندان مبارک کو صدمہ پہنچانے والا مردود	226	ذمیوں کے حقوق کا بیان	321
فنون حرب میں مہارت پیدا کرنے کی ترغیب	226	واقعہ قرطاس پر ایک تفصیل	323
ایک دستور جاہلیت کی بیخ کنی	230	ابن صیاد کا ذکر	326
تاتاریوں کا قبول اسلام کیونکر ہوا	237	مکہ شریف میں جائیداد نبوی کا بیان	327
ترک قوم کے بارے میں بشارت نبوی	239	غریبوں کو بہرحال مقدم رکھنا	328
کسریٰ کی تباہی کا بیان	244	مجاہدین کی فہرست تیار کرنا	329
احوال حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	255	ایک مجاہد کا دوزخی ہونا	331
دو مردود ڈاکوؤں کا بیان	258	فارسی کی وجہ تسمیہ	336
مذمت تقلید جامد	258	مال غنیمت کی چوری کی سزا کا بیان	337
حقیقی امام کے اوصاف	259	ہجرت کے مطالب کا بیان	341
لفظ بیعت کی تحقیق	260	بوقت ضرورت خاص عورت کی جامہ تلاشی	343
ایک عظیم اسلامی تاریخی واقعہ	260	صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ	343
تقلید جامد پر ایک تبصرہ	263	بدعت و اہل بدعت سے سخت نفرت کرنا	347
فتوحات اسلامی کے لئے بشارات	272	ایک اہم ترین مقدمہ کا بیان	350
معجزات کا وجود برحق ہے	275	فدک وغیرہ کا بیان	352

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
وارثت نبوی سے متعلق ایک مفصل حدیث	355	جنتی نعمتوں کا وجود برحق ہے	459
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے کی تردید	359	منکرین حدیث کی تردید	466
قرن الشیطان کی تفسیر	360	دوزخ میں ایک بے عمل واعظ کا حال	468
مہر نبوی کا بیان	361	شیطان کا وجود برحق ہے	469
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک فہمائش رسالت	364	جادو برحق ہے	470
کنیت ابوالقاسم کے بارے میں	367	صبح سویرے کھڑا ہونا	471
رائے اور قیاس کی مذمت کا بیان	368	وساوس شیطانی کا بیان	473
کسریٰ وقیصر کے بارے میں پیش گوئی	371	مختلف حرکات شیطان کا بیان	477
پادریوں کا ایک خیال باطل	372	فضیلت کلمہ توحید	480
مجاہدین کو جو برکات حاصل ہوئیں ان کا بیان	375	نیچریوں اور دہریوں کی تردید	482
حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	378	دو حدیثوں میں تطبیق	488
حکمت جہاد کا تفصیلی بیان	403	غلط ترجمے کا نمونہ	491
سب چیزیں حادث اور مخلوق ہیں	428	کتاب الانبیاء کا آغاز	493
انبیائے کرام علیہم السلام کا ایک متفقہ عقیدہ	428	لفظ انبیا علیہم السلام کی تحقیق	493
اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے	429	چند الفاظ قرآنی کی تشریح	495
عربوں کی ایک جہالت کا بیان	431	حضرت آدم علیہ السلام کا حلیہ	496
منکرین حدیث کو جوابات	434	آگ نکلنے کی پیش گوئی	498
ہوا بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے	437	دعوت انبیا علیہم السلام کا بیان	501
فرشتے اجسام لطیفہ ہیں	437	ایک سنگین جرم کا بیان	501
واقعہ معراج کی کچھ تفصیلات	441	روحیں عالم ازل میں	502
قراءت سبعہ پر ایک اشارہ	446	قوم یاجوج ماجوج کے کچھ حالات	512
فرشتوں کا وجود برحق ہے	448	وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کچھ مرتد لوگوں کا بیان	516
جہری نمازوں میں آمین بالجہر کا بیان	449	بزرگان دین کے متعلق جھوٹے قصے	516
تصویر سازی پر ایک حدیث	449	منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب	519
واقعہ طائف کا بیان	453	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ختنہ کرنا	519
شب معراج میں دیدار الٰہی کا بیان	454	کذبات ابراہیم کی تشریح	521
جنت اب موجود ہے معتزلہ کی تردید	456	گرگٹ نامی زہریلے جانور کا بیان	521

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
چشمہ زمزم کا ظہور	523	حالت شیر خوارگی میں بولنے والے بچے	585
حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا کچھ ذکر خیر	531	انجیل میں بشارت محمدی ﷺ کا بیان	588
منکرین حدیث و تعمیر کعبہ و بیت المقدس	532	کچھ مرتدین کا ذکر	590
درود سے کیا مراد ہے	535	عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام امت کا اجماعی عقیدہ ہے	591
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک سوال کی تشریح	536	آج کے جمہوری دور پر ایک اشارہ	594
حضرت لوط علیہ السلام کے ایک قول کی تشریح	539	مسلمانوں کے موجودہ انتشار پر ایک آنسو	594
کچھ الفاظ قرآنی کی تشریح	540	اذان کی خوبیاں	594
محدثین کرام کی ایک خوبی کا بیان	544	مہندی کے خضاب کا بیان	597
حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کچھ تفصیلات	548	فطرت انسانی پر ایک اشارہ	600
فرعونیوں پر عذاب کی تفصیل	554	غار والوں کے متعلق ایک تشریح	600
حضرت خضر علیہ السلام کی تفصیلات	559	مزید وضاحت از فتح الباری	602
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملک الموت کا ایک واقعہ	564	درجہ صدیقین کے بارے میں ایک وضاحت	603
خواتین جن کو کامل کہا گیا ہے	566	حقیقت وسیلہ کا بیان	603
حضرت یونس علیہ السلام کو ذوالنون کیوں کہا گیا؟	568	شیر خوار بچہ کا ہم کلام ہونا	604
فقہاء رحمہم اللہ کی ایک کتاب الحیل کا بیان	569	ذکر خیر حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما	605
حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ	570	ایک مرد خونخوار بخشا گیا	606
حضرت داؤد علیہ السلام کے نام پر ایک جھوٹا قصہ	573	گائے کا کلام کرنا	607
ایک آیت کی تفسیر	574	طاعون کے بارے میں	609
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گاؤں ناصرہ کا بیان	581	حضرت نوح علیہ السلام کا ایک واقعہ	611

SIDDIQUI

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

گواہیوں سے متعلق مسائل کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ

باب: گواہیوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے

تشریح: مدعی وہ شخص جو کسی حق یا شئے کا دوسرے پر دعویٰ کرے۔ مدعیٰ علیہ جس پر دعویٰ کیا جائے۔ بار ثبوت شرعاً بھی مدعی پر ہے اور عقل اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے۔

لِقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا أَوْ ضَعِيْفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْأَمُوْا أَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَنْ لَا تَرْتَابُوْا إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ لَا تَكْتُبُوْهَا وَأَشْهِدُوْا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيْدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوْا فَإِنَّهُ فُسُوْقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوْا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ”اے ایمان والو! جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کسی مدت مقررہ تک کے لیے کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا ٹھیک صحیح لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھایا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ لکھ دے اور چاہئے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہے اور چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ پھر اگر وہ جس کے ذمے حق واجب ہے کم عقل ہو یا یہ کہ کمزور ہو اور اس قابل نہ ہو کہ وہ خود لکھوا سکے تو لازم ہے کہ اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہو، ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہوتا کہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دونوں میں سے بھول جائے اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور اس (معاملے) کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی میعاد تک لکھنے سے اکتا نہ جاؤ، یہ کتابت اللہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ انصاف سے نزدیک ہے اور گواہی کو درست تر رکھنے والی ہے اور زیادہ لائق اس کے کہ تم شبہ میں نہ پڑو، بجز اس کے کہ کوئی سودا ہاتھوں ہاتھ ہو جسے تم باہم لیتے دیتے ہی رہتے ہو۔ سو تم پر اس میں کوئی الزام نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور جب خرید و فروخت کرتے ہو تب بھی گواہ کر لیا

اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [البقرة:٢٨٢] وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾. [النساء: ١٣٥]

کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ دیا جائے اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہارے حق میں ایک گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بہت جاننے والا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ چاہے تمہارے یا (تمہارے) والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ امیر ہو یا مفلس، اللہ (بہر حال) دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ تو خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ (حق سے) ہٹ جاؤ اور اگر تم کجی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے، تو جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اس سے خوب خبر دار ہے۔''

تشریح: اسلامیات کا ادنیٰ ترین طالب علم بھی جان سکتا ہے کہ اسلامی تعلیم کا خلاصہ بنی نوع انسان کو اجتماعی طور پر ایک بہترین تنظیم کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔ ایسی تنظیم جو امور اخروی کے ساتھ ساتھ امور دنیاوی کو بھی احسن طریق پر انجام دینے کی ضامن ہو۔ اسی تنظیم کا دوسرا نام اسلامی شریعت ہے۔ جس میں ایک انسان کو دیوانی، فوجداری، اخلاقی سیاسی، اجتماعی، انفرادی بہت سے مسائل سے سابقہ پڑتا ہے۔ بعض دفعہ اس کو مدعی بننا اور بعض دفعہ مدعیٰ علیہ کی حیثیت سے عدالت کے کٹہرہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے بعض اوقات وہ گواہوں کی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ ان جملہ مراحل زندگی کے پیش نظر ضروری تھا کہ مدنیت کے اور بہت سے مسائل کے ساتھ ساتھ شہادات یعنی گواہیوں کے مسائل بھی کتاب وسنت کی روشنی میں بتلائے جائیں۔ اسی لئے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع الصحیح میں اور بہت سے مدنی (شہری) مسائل کے ساتھ مسائل شہادات کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھا اور کتاب وسنت کی روشنی میں ان کی وہ وضاحت پیش فرمائی جس سے مذہب اسلام کی جامعیت اور سیاست پر بہت کافی روشنی پڑتی ہے اس سلسلہ میں مجتہد مطلق نے اول آیات قرآنی کو نقل فرمایا، جن سے واضح کیا کہ ایک مرد مؤمن کے لئے جس طرح نماز روزہ کی ادائیگی اسلامی مذہبی فرائض ہیں، اسی طرح معاملات میں ہمہ وقت عدل وانصاف کی راہ اختیار کرنا اور امانت ودیانت کو ہاتھ سے نہ جانے دینا بھی اسلامی فرائض ہی میں داخل ہے۔ یوں تو آیات قرآنی میں بہت کچھ بتلایا گیا ہے مگر ان امور پر زیادہ توجہ دلائی گئی ہے کہ باہمی لین دین کے معاملات کو زبانی نہ رکھا کرو بلکہ ان کو بھی کھاتہ پر لانا ضروری ہے اور گواہوں کا ہونا بھی ضروری ہے مردوں میں سے دو گواہ کافی ہوں گے۔ ایک مرد ہے تو دوسرے گواہ کی جگہ دو عورتوں کو بھی گواہ رکھا جا سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ گواہ مقرر کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اب اسی امر کی وہ جملہ تفصیلات ہیں جو آگے مختلف احادیث کی روشنی میں بیان ہوں گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع میں جو آیات قرآنی نقل کی ہیں، ان ہی سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں آیتوں میں گواہی دینے اور گواہ بنانے کا ذکر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گواہ کرنے کی ضرورت اسی شخص کو ہوتی ہے جس کا قول قسم کے ساتھ مقبول نہ ہو تو اس سے یہ نکلا کہ مدعی کو گواہ پیش کرنا ضروری ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس باب میں وہ مشہور حدیث بیان کرنی چاہیے تھی جس میں یہ ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے۔ اور شاید انہوں نے اس حدیث کے لکھنے کا اس باب میں قصد کیا ہوگا مگر موقع نہ ملا یا صرف آیتوں پر اکتفا مناسب سمجھا۔ (وحیدی)

بَابٌ: إِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ أَحَدًا فَقَالَ: لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا أَوْ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

باب: اگر ایک شخص دوسرے کی نیک عادات وعمدہ خصائل بیان کرنے کے لیے اگر صرف یہ کہے کہ ہم تو اس کے متعلق اچھا ہی جانتے ہیں یا یہ کہے کہ میں

اس کے متعلق صرف اچھی ہی بات جانتا ہوں

تشریح: تعدیل اور تزکیہ کے معنی کسی شخص کو نیک اور سچا اور مقبول الشہادہ بتلانا۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ الفاظ تعدیل کے لئے کافی نہیں ہیں۔ جب تک صاف یوں نہ کہے کہ وہ اچھا شخص ہے اور عادل ہے۔

اسلام نے مقدمات میں بنیادی طور پر گواہوں کے عادل اور نیک چلن ہونے پر بہت زور دیا ہے کیونکہ مقدمات میں فیصلے کی بنیاد گواہ ہی ہوتے ہیں۔ گواہوں کی تعدیل کے لئے ایک تو یہی راستہ ہے کہ حاکم کی عدالت میں کوئی معتمد آدمی اس گواہ کی عدالت اور نیک چلنی کی گواہی دے۔ دوسرا یہ کہ حکومت کے خفیہ آدمی اس گواہ کے متعلق پوری معلومات حاصل کر کے حکومت کو مطلع کریں۔ گواہی میں جھوٹ بولنے والوں کی برائیوں میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

٢٦٣٧۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ، وَابْنُ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، حِيْنَ قَالَ: لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَاقَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِيْ فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَقَالَ: أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا)).

[راجع: ٢٥٩٣] [مسلم: ٧٠٢٠، ٧٠٢١]

(٢٦٣٧) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن عمر نمیری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یونس نے بیان کیا (دوسری سند) اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ، ابن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق خبر دی اور ان کی باہم ایک کی بات دوسرے کی بات کی تصدیق کرتی ہے کہ جب ان پر تہمت لانے والوں نے تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو اپنی بیوی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اپنے سے جدا کرنے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے بلایا، کیونکہ آپ پر اب تک (اس سلسلے میں) وحی نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ آپ کی زوجہ مطہرہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) میں ہم سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اور بریرہ رضی اللہ عنہا (ان کی خادمہ) نے کہا کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتی جس سے ان پر عیب لگایا جا سکے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نوعمر لڑکی ہیں کہ آٹا گوندھتی اور پھر جا کے سو رہتی ہے اور بکری آ کر اسے کھا لیتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تہمت کے جھوٹ ثابت ہونے کے بعد) فرمایا کہ ”ایسے شخص کی طرف سے کون عذر خواہی کرے گا جو میری بیوی کے بارے میں بھی مجھے اذیت پہنچاتا ہے۔ قسم اللہ کی! میں نے اپنے گھر میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا اور لوگ ایک ایسے شخص کا نام لیتے ہیں جس کے متعلق بھی مجھے خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔“

تشریح: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک مشہور ترین حادثہ ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بہت سے اکابر صحابہ کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر اس بارے میں سورۂ نور نازل ہوئی اور اللہ پاک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ظاہر کرنے کے سلسلے میں کئی شاندار بیانات دیئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مطلب باب اس سے نکالا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعدیل ان لفظوں میں بیان کی جو مقصد باب ہیں۔

اس الزام کا بانی عبداللہ بن ابی منافق مردود تھا جو اسلام سے دل میں سخت کینہ رکھتا تھا۔ الزام ایک نہایت ہی پاک دامن صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگایا تھا جو نہایت صالح اور مرد عفیف تھا۔ یہ اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ حدیث افک کی اور تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِي

باب: جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا ہو اس کی گواہی درست ہے

وَأَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: السَّمْعُ شَهَادَةٌ. وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: لَمْ يُشْهِدُوْنِي عَلَى شَيْءٍ، وَلٰكِنْ سَمِعْتُ كَذَا وَكَذَا.

اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز کہا ہے اور فرمایا کہ جھوٹے بے ایمان کے ساتھ ایسی صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔ شعبی، ابن سیرین، عطاء اور قتادہ نے کہا کہ جو کوئی کسی سے کوئی بات سنے تو اس پر گواہی دے سکتا ہے گو وہ اس کو گواہ نہ بنائے اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ اگرچہ ان لوگوں نے مجھے گواہ نہیں بنایا لیکن میں نے اس اس طرح سے سنا ہے۔

تشریح: باب ہذا کے ذیل میں شروع میں عمرو بن حریث کا نام آیا ہے یہ کمسن صحابہ میں سے تھے۔ ان کے باپ بھی صحابی تھے۔ بخاری شریف میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے۔ اس اثر کو امام بیہقی نے وصل کیا۔ جملہ ((کذالك یفعل بالکاذب الفاجر)) جو شخص جھوٹا بے ایمان ہو اس کے لئے یہی تدبیر کریں گے یعنی جو جھوٹا بے ایمان آدمی لوگوں کے سامنے کسی کا حق تسلیم کرنے سے ڈرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اس پر گواہ بن جائیں اور تنہائی میں اقرار کرتا ہے تو اس کا اقرار چھپ کر سن سکتے ہیں۔

آگے حدیث میں ابن صیاد کا ذکر آیا ہے۔ جس کا نام صاف تھا۔ وہ یہودی لڑکا تھا اور عوام کو گمراہ کرنے اور اسلام سے بدظن کرنے کے لئے خود جھوٹی باتیں بطور الہام بنا بنا کر لوگوں کو سناتا رہتا تھا۔ اس میں دجال کے بہت سے خصائل تھے۔ نبی کریم ﷺ اس کا مکر و فریب معلوم کرنے کے لئے درختوں کی آڑ میں اسے دیکھنے گئے۔ یہیں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ ایسے موقع پر چھپ کر کسی کی باتیں سننا درست ہے اور جب سننا درست ہوا تو اس پر گواہی دے سکتا ہے۔

٢٦٣٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: سَالِمٌ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، وَابْنُ صَيَّادٍ

(٢٦٣٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے کہ سالم نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر کھجور کے اس باغ کی طرف تشریف لیے گئے جس میں ابن صیاد تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ باغ میں داخل ہوئے تو آپ درختوں کی آڑ میں چھپ کر چلنے لگے۔ آپ چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھنے نہ پائے اور اس سے پہلے آپ اس کی باتیں سن سکیں۔ ابن صیاد ایک روئیں دار چادر میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا۔ ابن صیاد کی ماں نے آنحضرت

مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ -أَوْ زَمْزَمَةٌ- فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ، هَذَا مُحَمَّدٌ. فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ)). [راجع: ١٣٥٥]

کو دیکھ لیا کہ آپ درخت کی آڑ لیے چلے آ رہے ہیں تو وہ کہنے لگی اے صاف! یہ محمد (ﷺ) آ رہے ہیں۔ ابن صیاد ہوشیار ہو گیا۔ رسول اللہ نے فرمایا: ’’اگر اسے اپنے حال پر رہنے دیتی تو بات ظاہر ہو جاتی۔‘‘

تشریح: ابن صیاد مدینہ میں ایک یہودی لڑکا تھا جو بڑ مارا کرتا تھا کہ مجھ پر وحی اترتی ہے۔ حالانکہ اس پر شیطان سوار تھا۔ اکثر نیم بیہوشی میں رہتا تھا اور دیوانگی کی باتیں کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چاہا چھپ کر اس کی بڑ کو سنیں اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔ یہی واقعہ یہاں مذکور ہے۔ اور اسی سے امام بخاری ؒ نے ترجمۃ الباب کو ثابت فرمایا ہے۔

٢٦٣٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيْرِ، إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ. فَقَالَ: ((أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا حَتَّى تَذُوْقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ)). وَأَبُوْ بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ؟ [أطرافه في: ٥٢٦٠، ٥٢٦١، ٥٢٦٥، ٥٣١٧، ٥٧٩٢، ٥٨٢٥، ٦٠٨٤] [مسلم: ٣٥٢٦؛ ترمذي: ١١١٨؛ ابن ماجه: ١٩٣٢]

(٢٦٣٩) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا زہری سے اور ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ ؓ نے کہ رفاعہ قرظی ؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی پھر مجھے انہوں نے طلاق دے دی اور قطعی طلاق دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر ؓ سے شادی کر لی۔ لیکن ان کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا ’’کیا تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے۔ لیکن تو اس وقت تک ان سے اب شادی نہیں کر سکتی جب تک تو عبدالرحمٰن بن زبیر کا مزانہ چکھ لے اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لیں۔‘‘ اس وقت ابو بکر ؓ خدمت نبوی میں موجود تھے اور خالد بن سعید بن عاص ؓ دروازے پر اپنے لیے (اندر آنے کی) اجازت کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابو بکر! کیا اس عورت کو نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کس طرح کی باتیں زور زور سے کہہ رہی ہے۔

تشریح: امام بخاری ؒ نے یہیں سے یہ نکالا کہ چھپ کر گواہ بننا درست ہے۔ کیونکہ خالد دروازے کے باہر تھے۔ عورت کے سامنے نہ تھے۔ باوجود اس کے خالد نے ایک قول کی نسبت اس عورت کی طرف کی اور نبی کریم ﷺ نے خالد پر اعتراض نہیں کیا۔ عبدالرحمٰن بن زبیر صاحب اولاد تھے مگر اس وقت شاید وہ مریض ہوں...... اسی وجہ سے اس عورت نے اس کو کپڑے کی گانٹھ سے تعبیر کیا جس میں کچھ بھی حرکت نہیں ہوتی، وہ جماع نہیں کر سکتے۔ مگر حضرت ابن زبیر نے عورت کے اس بیان کی تردید کی تھی۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ جب تک مطلقہ عورت از خود کسی دوسرے مرد کے نکاح میں جا کر اس سے جماع نہ کرائے اور وہ خود اس

کو طلاق نہ دے دے وہ پہلے خاوند کے نکاح میں دوبارہ نہیں جا سکتی۔ فرضی حلالہ کرانے والوں پر لعنت آئی ہے جیسا کہ فقہائے حنفیہ کے ہاں رواج ہے کہ وہ تین طلاق والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا کرتے ہیں، جو باعث لعنت ہے۔

بَابٌ: إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شُهُودٌ بِشَيْءٍ فَقَالَ آخَرُونَ: مَا عَلِمْنَا ذَلِكَ يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

باب: جب ایک یا کئی گواہ کسی معاملے کے اثبات میں گواہی دیں اور دوسرے لوگ یہ کہہ دیں کہ ہمیں، اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں تو فیصلہ اسی کے قول کے مطابق ہوگا جس نے اثبات میں گواہی دی

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: هَذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ الْفَضْلُ: لَمْ يُصَلِّ. فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ. كَذَلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلَى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ يُقْضَى بِالزِّيَادَةِ.

حمیدی نے کہا کہ یہ ایسا ہے جیسے بلال ؓ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی اور فضل ؓ نے کہا تھا کہ آپ نے (کعبہ کے اندر) نماز نہیں پڑھی۔ تو تمام لوگوں نے بلال ؓ کی گواہی کو تسلیم کر لیا۔ اسی طرح اگر دو گواہوں نے اس کی گواہی دی کہ فلاں شخص کے فلاں پر ایک ہزار درہم ہیں اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ ڈیڑھ ہزار درہم ہیں تو فیصلہ زیادہ کی گواہی دینے والوں کے قول کے مطابق ہوگا۔

تشریح: حضرت فضل ؓ کا کہنا تھا کہ میں نے آپ کو کعبہ میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ان کو اس بارے میں علم نہ تھا۔ حضرت بلال کی شہادت تھی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اکثریت بھی ان کے ساتھ تھی۔ لہٰذا ان ہی کی بات کو مانا گیا۔

٢٦٤٠۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا: مَا عَلِمْنَا أَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا. فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ)). فَفَارَقَهَا، وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. [راجع: ٨٨]

(۲۶۴۰) ہم سے حبان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی اور انہیں عقبہ بن حارث ؓ نے کہ انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ پھر ایک خاتون آئیں اور کہنے لگیں کہ عقبہ کو بھی میں نے دودھ پلایا ہے اور اسے بھی جس سے اس نے شادی کی ہے۔ عقبہ ؓ نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ آپ نے مجھے دودھ پلایا ہے اور آپ نے مجھے پہلے اس سلسلے میں کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔ پھر انہوں نے آل ابو اہاب کے یہاں آدمی بھیجا کہ ان سے اس کے متعلق پوچھے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے دودھ پلایا ہے۔ عقبہ ؓ اب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ''اب کیا ہو سکتا ہے جب کہ کہا جا چکا۔'' آپ نے دونوں میں جدائی کرادی اور اس کا نکاح دوسرے شخص سے کرا دیا۔

تشریح: ترجمہ باب اس طرح ثابت ہوا کہ عقبہ اور اس کی اہلیہ کے عزیز کا بیان نفی میں تھا اور دودھ پلانے والی عورت کا بیان اثبات میں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسی عورت کی گواہی قبول فرمائی۔ معلوم ہوا کہ گواہی میں اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُوْلِ

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنكُمْ﴾ [الطلاق: ٢] وَ ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾. [البقرة: ٢٨٢]

٢٦٤١- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْءٌ، اللَّهُ مُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهِ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَإِنْ قَالَ: إِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ.

باب: گواہ عادل معتبر ہونے ضروری ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق میں فرمایا کہ ”اپنے میں سے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنالو۔“ اور (اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا) ”گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرو۔“

(٢٦٤١) ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، کہا کہ مجھ سے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے بیان کیا، کہ عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعہ مؤاخذہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ہم صرف انہیں امور میں مؤاخذہ کریں گے جو تمہارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔ اس لیے جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے خیر کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اس کا حساب تو اللہ تعالیٰ کرے گا اور جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں برائی کرے گا تو ہم بھی اسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہی کہتا رہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ان بے وقوفوں کا رد ہوا جو ایک بدکار فاسق کو درویش اور ولی سمجھیں۔ اور یہ دعویٰ کریں کہ ظاہری اعمال سے کیا دتا ہے، دل اچھا ہونا چاہیے کہو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا تھا تو تم بیچارے کس باغ کی مولی ہو دل کا حال بجز اللہ کریم کے کوئی نہیں جانتا۔ پیغمبر صاحب کو بھی اس کا علم وحی یعنی اللہ کے بتلانے سے ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاعدہ بیان کیا کہ ظاہر کی رو سے جس کے اعمال شرع کے موافق ہوں اس کو اچھا سمجھو اور جس کے اعمال شرع کے خلاف ہوں ان کو برا سمجھو۔ اب اگر اس کا دل بالفرض اچھا بھی ہوگا جب بھی ہم اس کے برا سمجھنے میں کوئی مؤاخذہ دار نہ ہوں گے کیونکہ ہم نے شریعت کے قاعدے پر عمل کیا۔ البتہ ہم اگر اس کو اچھا سمجھیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ (وحیدی)

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ فاسق بدکار کی بات نہ مانی جائے گی یعنی اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ شاہد کے لئے عدالت ضروری ہے۔ عدالت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، نیک ہو، تو کافر یا غلام یا مجنون یا نابالغ یا فاسق کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (وحیدی) یہ بھی مقصد ہے کہ عادل گواہ کے ظاہری حالات کا درست ہونا ضروری ہے ورنہ اس کو عادل نہ مانا جائے گا۔ اسلام کا فتویٰ ظاہری حالت پر ہے۔ باطن اللہ کے حوالہ ہے۔ اس میں ان نام نہاد صوفیوں کی بھی تردید ہے جن کا ظاہر سراسر خلاف شرع ہوتا ہے اور باطن میں وہ ایماندار عاشق خدا اور رسول بنتے ہیں۔ ایسے مکار نام نہاد صوفیوں نے ایک خلقت کو گمراہ کر رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تو اتنے بے حیا واقع ہوئے ہیں کہ نماز روزہ کی کھلے لفظوں تحقیر کرتے ہیں، علما

کی برائیاں کرتے ہیں، شریعت اور طریقت کو الگ الگ بتلاتے ہیں۔ ایسے لوگ سراسر گمراہ ہیں۔ ہرگز ہرگز قابل قبولیت نہیں ہیں بلکہ وہ خود گمراہ اور مخلوق کے گمراہ کرنے والے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی ؒ کا مشہور قول ہے کہ " كل حقيقة لا يشهد له الشرع فهو زندقة۔" ہر وہ حقیقت جس کی شہادت شریعت سے نہ ملے وہ بددینی اور بے ایمانی اور زندیقیت ہے۔ نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا۔

بَابُ تَعْدِيْلِ كَمْ يَجُوْزُ

باب: کسی گواہ کو عادل ثابت کرنے کے لیے کتنے آدمیوں کی گواہی ضروری ہے؟

٢٦٤٢۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِجَنَازَةٍ، فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا ۔أَوْ قَالَ: غَيْرَ ذَلِكَ۔ فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، قُلْتَ: لِهَذَا وَجَبَتْ، وَلِهَذَا ((وَجَبَتْ)) قَالَ: ((شَهَادَةُ الْقَوْمِ الْمُؤْمِنُوْنَ، شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ)). [راجع:١٣٦٧] [مسلم: ٢٢٠١؛ ابن ماجه: ١٤٩١]

(۲۶۴۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ثابت سے اور ان سے حضرت انس ؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کی تعریف کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی، یا اس کے سوا اور الفاظ (اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے) کہے (راوی کو شبہ ہے) آپ ﷺ نے اس پر بھی فرمایا: ''واجب ہو گئی۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ نے اس جنازہ کے متعلق بھی فرمایا کہ واجب ہوگئی اور پہلے جنازہ پر بھی یہی فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان والی قوم کی گواہی (بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے) یہ لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔''

٢٦٤٣۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، فَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيْعًا، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ فَمَرَّتْ جِنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرٌ، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ خَيْرًا، فَقَالَ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقُلْتُ: مَا وَجَبَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ: كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)). قُلْنَا:

(۲۶۴۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے داؤد بن ابی فرات نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے، بیان کیا ابوالاسود سے کہ میں مدینہ آیا تو یہاں وبا پھیلی ہوئی تھی، لوگ بڑی تیزی سے مر رہے تھے۔ میں حضرت عمر ؓ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ گزرا۔ لوگوں نے اس میت کی تعریف کی تو حضرت عمر ؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ پھر دوسرا گزرا لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی حضرت عمر ؓ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر تیسرا گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی، حضرت عمر ؓ نے اس کے لیے بھی یہی کہا کہ واجب ہوگئی۔ میں نے پوچھا امیر المومنین! کیا چیز واجب ہوگئی۔ انہوں نے کہا میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''جس مسلمان کے لیے چار آدمی اچھائی کی گواہی دے دیں اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرتا ہے۔'' ہم نے آنحضرت ﷺ سے

وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: ((وَثَلَاثَةٌ)). قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)) ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. [راجع: ١٣٦٨]

پوچھا اور اگر تین دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تین پر بھی۔'' ہم نے پوچھا اگر دو آدمی گواہی دیں؟ فرمایا: ''دو پر بھی۔'' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے نہیں پوچھا۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ نکالا کہ تعدیل اور تزکیہ کے لئے کم سے کم دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے۔ امام مالک اور شافعی کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک کی بھی گواہی کافی ہے۔ (قسطلانی)

حدیث کا مطلب یہ کہ جس کی مسلمانوں نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی برائی کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی۔ جس کا مطلب رائے عامہ کی تصویب ہے سچ ہے۔

آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا کہتے ہیں

مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ کا ان روایات کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ تعدیل و تزکیہ میں رائے عامہ کا کافی دخل ہے۔

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ

باب: نسب اور رضاعت میں جو مشہور ہو، اسی طرح پرانی موت پر گواہی کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ)). وَالتَّثَبُّتِ فِيهِ.

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ثوبیہ (ابولہب کی باندی) نے دودھ پلایا تھا۔'' اور رضاعت میں احتیاط کرنا۔

تشریح: یعنی جب تک رضاعت اچھی طرح ثابت نہ ہو سنی سنائی بات پر عمل نہ کرنا۔ مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف جو آگے اس کتاب میں مذکور ہے کہ سوچ سمجھ کر کسی کو اپنا رضاعی بھائی قرار دو۔ منعقدہ باب کے جملہ مضامین سے مطلب امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ ان چیزوں میں صرف بربنائے شہرت شہادت دینا درست ہے گو گواہ نے اپنی آنکھ سے ان واقعات کو نہ دیکھا ہو۔ پرانی موت سے مراد یہ ہے کہ اس کو چالیس یا پچاس برس گزر چکے ہوں۔

٢٦٤٤ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهُ فَقَالَ: أَتَحْتَجِبِينَ مِنِّي وَأَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي بِلَبَنِ أَخِي. فَقَالَتْ: سَأَلْتُ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((صَدَقَ أَفْلَحُ، ائْذَنِي لَهُ)). [أطرافه في: ٤٧٩٦، ٥١٠٣، ٥١١١، ٥٢٣٩، ٦١٥٦] [مسلم: ٣٥٧٩؛ نسائي:

(۲۶۴۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم کو حکم نے بیان کیا، انہیں عراک بن مالک نے انہیں عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) افلح رضی اللہ عنہ نے مجھ سے (گھر میں آنے کی) اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ بولے کہ آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (دودھ کا) چچا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی (وائل) کی عورت نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''افلح نے سچ کہا ہے۔ انہیں (اندر

۳۳۰۱، ۳۳۱۸]

آنے کی) اجازت دے دیا کرو (ان سے پردہ نہیں)۔"

تشریح: رضاعت میں صرف اکیلے افلح کی گواہی کو تسلیم کیا گیا، باب کا یہی مقصد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ گواہ کو پرکھنا بھی ضروری ہے۔

٢٦٤٥ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ: ((لَا تَحِلُّ لِي، يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ)). [طرفه في: ٥١٠٠]

(۲۶۴۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا جابر بن زید سے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے متعلق فرمایا: "یہ میرے لیے حلال نہیں ہوسکتیں، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہی دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ تو میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہیں۔"

[مسلم: ٣٥٨٣، ٣٥٨٤؛ نسائي: ٣٣٠٥، ٣٣٠٦؛ ابن ماجه: ١٩٣٨]

رشتہ میں بھی رضاعت کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

تشریح: حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے چچا تھے۔ ہر دو کی عمروں میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ اس لئے جس وقت نبی کریم ﷺ دودھ پیتے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھی دودھ پینے کا وہی زمانہ تھا۔ اور دونوں حضرات نے ابولہب کی باندی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی جن کا نام امامہ یا عمارہ بتایا جاتا ہے، کے متعلق یہ حدیث آپ نے اسی بنیاد پر بیان کی تھی۔ قسطلانی نے کہا، ان میں سے چار رشتے مستثنیٰ ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، لیکن رضاع سے حرام نہیں ہوتے۔ ان کا ذکر کتاب النکاح میں آئے گا۔ ان شاء الله تعالیٰ۔

٢٦٤٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ. قَالَتْ: عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أُرَاهُ فُلَانًا)) لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَعَمْ، إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ)).

(۲۶۴۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی عبداللہ بن ابی بکر سے، وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المومنین) حفصہ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ آدمی آپ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہتا ہے (حضرت عائشہ) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ کے رضاعی چچا ہیں۔" پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آ سکتے تھے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔"

[طرفاه في: ٣١٠٥، ٥٠٩٩] [مسلم: ٣٥٦٨؛

نسائي: ٣٣١٣]

تشریح: الحمدللہ کہ ۱۸ اپریل ۰۷ء میں حرم نبوی مدینۃ المنورہ میں اس پارے کے متن کی قراءت غور وفکر کے ساتھ یہاں سے شروع کی گئی اور دعا کی گئی کہ اللہ پاک اپنے پیارے نبی ﷺ کے پیارے پیارے ارشادات کے سمجھنے اور ان کا بہترین اردو ترجمہ مع تشریح کرنے کی توفیق بخشے اور اس خدمت حدیث نبوی کو میرے لئے اور میرے جملہ متعلقین ومخلصین کے لئے قبول فرما کر ذریعہ سعادت دارین بنائے اور حاجی مرحوم بلاری پیارو قریشی بنگلوری کو جنت نصیب کرے جن کے حج بدل کے سلسلہ میں مجھ کو مدینہ منورہ کی یہ حاضری نصیب ہوئی۔ اللهم اغفرله وارحمه واكرم نزله ووسع مدخله امين يا رب العالمين۔

٢٦٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ، فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ مَنْ هَذَا؟)) قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ، انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ)). تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ. [طرفه في: ٥١٠٢] [مسلم: ٣٦٠٦؛ ابوداود: ٢٠٥٩؛ نسائي: ٣٣١٢؛ ابن ماجه: ١٩٤٥]

(۲۶۴۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں اشعث بن ابوشعثاء نے، انہیں ان کے والد نے، انہیں مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (گھر میں) تشریف لائے تو میرے یہاں ایک صاحب (ان کے رضاعی بھائی) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''عائشہ! یہ کون ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے آپ نے فرمایا: ''عائشہ ذرا دیکھ بھال کرلو کہ کون تمہارا رضاعی بھائی ہے۔ کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو کم سنی میں ہو۔'' محمد بن کثیر کے ساتھ اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔

تشریح: بچے کا اسی زمانہ میں کسی عورت کے دودھ پینے کا اعتبار ہے جب کہ بچے کی زندگی کے لئے وہ ضروری ہو یعنی مدت رضاعت جو دو سال کی ہے۔ اگر اس کے اندر دو بچے کسی ماں کا دودھ پئیں تو اس کا اعتبار ہوگا اور دونوں میں حرمت ثابت ہوگی ورنہ حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ مدت رضاعت حولین کاملین خود قرآن مجید سے ثابت ہے یعنی پورے دو سال، اس سے زیادہ دودھ پلانا غلط ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ اور زائد تک ہے جواز روئے قرآن مجید صحیح نہیں ہے۔

بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ

باب: زنا کی تہمت لگانے والے، چور اور زانی کی گواہی کا بیان

تشریح: غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باب اور تفصیلات ذیل سے یہ ہے کہ قاذف اگر توبہ کرے تو آئندہ اس کی گواہی مقبول ہوگی۔ آیت سے یہی نکلتا ہے اور جمہور علما کا بھی یہی قول ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے سے وہ فاسق نہیں رہتا، لیکن اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی۔ بعض نے کہا اگر اس کو حد لگ گئی تو گواہی قبول ہوگی حد سے پہلے مقبول نہ ہوگی۔

تفصیلات مذکورہ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم تھے۔ مذکورہ تینوں شخصوں نے ان کی نسبت بیان کیا کہ انہوں نے ام جمیل ایک عورت سے زنا کیا لیکن چوتھے گواہ زیاد نے یہ بیان کیا کہ میں نے دونوں کو ایک چادر میں دیکھا، مغیرہ کی سانس چڑھ رہی تھی، اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو حد قذف لگائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قاذف کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ لیکن نکاح میں قاذف کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نکاح کا معاملہ بھی کچھ غیر اہم نہیں ہے۔ ایک مرد مسلمان کے لئے عمر بھر بلکہ اولاد در اولاد حلال حرام کا سوال ہے۔ لیکن امام صاحب قاذف کی گواہی نکاح میں قبول مانتے ہیں اسی طرح رمضان کے چاند میں بھی قاذف کی شہادت کے قائل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ان کا پہلا قول کہ قاذف کی شہادت قابل قبول نہیں وہ قول غلط ہے۔ جس کی غلطی خود ان ہی کے دیگر اقوال صحیحہ سے ثابت ہو رہی ہے اس باب میں مسلک سلف ہی صحیح اور واجب التسلیم ہے کہ قاذف کی شہادت مقبول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ قاذف جب تک اپنے تئیں جھٹلائے نہیں اس کی توبہ صحیح نہ ہوگی۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ جب وہ نیک کام زیادہ کرنے لگے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اس نے توبہ کی اب اپنے تئیں جھٹلانا ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی روایت غزوہ تبوک میں مذکور ہوگی۔ ان سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ قاذف کو سزا ہو جانا بھی یہی توبہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو اور کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کو سزا دینے کے بعد توبہ کی تکلیف نہیں دی۔

الفاظ ترجمۃ الباب وقال بعض الناس کے تحت حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " هذا منقول عن الحنفية واحتجوا فی رد شهادة المحدود باحاديث قال الحافظ لا يصح منها شیء...... الخ۔" یعنی یہاں حنفیہ مراد ہیں جن سے یہ منقول ہے کہ قاذف کی شہادت جائز نہیں اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو اس بارے میں انہوں نے چند احادیث سے استدلال کیا ہے، مگر حفاظ حدیث کا کہنا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حدیث جو وہ اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ ان میں زیادہ مشہور حدیث "عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده" کی ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں: "لا تجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا محدود فی الاسلام۔" اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کے مثل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے لا يصح یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور ابوزرع نے اسے منکر کہا ہے۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ٥ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ [النور: ٤٠٥] وَجَلَدَ عُمَرُ أَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ: مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ. وَأَجَازَهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُبْنُ قُرَّةَ. وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ إِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهِ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ، قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ أُعْتِقَ، جَازَتْ شَهَادَتُهُ، وَإِذَا اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ. وَقَالَ

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نور میں) فرمایا: "ایسے تہمت لگانے والوں کی گواہی کبھی نہ مانو، یہی لوگ تو بدکار ہیں، مگر جو توبہ کر لیں۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکرہ، شبل بن معبد (ان کے ماں جائے بھائی) اور نافع بن حارث کو حد لگائی مغیرہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے۔ پھر ان سے توبہ کرائی اور کہا جو کوئی توبہ کر لے اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ اور زہری اور محارب بن دثار اور شریح اور معاویہ بن قرہ نے بھی توبہ کے بعد اس کی گواہی کو جائز رکھا ہے اور ابوالزناد نے کہا ہمارے نزدیک مدینہ طیبہ میں تو یہ حکم ہے جب قاذف اپنے قول سے پھر جائے اور استغفار کرے تو اس کی گواہی قبول ہوگی اور شعبی اور قتادہ نے کہا جب وہ اپنے آپ کو جھٹلائے اور اس کو حد لگ جائے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور سفیان ثوری نے کہا جب غلام کو حد قذف لگ جائے پھر اس کے بعد وہ آزاد ہو جائے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور جس کو حد قذف لگی ہو اگر وہ قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اور بعض لوگ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں قاذف کی گواہی قبول نہ ہوگی گو وہ توبہ کر لے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر دو گواہوں کے نکاح درست نہیں

بَعْضُ النَّاسِ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ، وَإِنْ تَابَ، ثُمَّ قَالَ: لَا يَجُوْزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ، فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ، وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ. وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ. وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ، وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ ﷺ الزَّانِيَ سَنَةً. وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

ہوتا اور اگر حد قذف لگے ہوئے گواہوں کی گواہی سے نکاح کیا تو نکاح درست ہوگا۔ اگر دو غلاموں کی گواہی سے کیا تو درست نہ ہوگا اور ان ہی لوگوں نے حد قذف لگے ہوئے لوگوں اور لونڈی غلام کی گواہی رمضان کے چاند کے لیے درست رکھی ہے۔ اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ قاذف کی توبہ کس طرح معلوم ہوگی اور آنحضرت ﷺ نے تو زانی کو ایک سال کے لیے جلا وطن کیا اور آپ نے کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں ساتھیوں سے منع کر دیا کوئی بات نہ کرے۔ پچاس راتیں اسی طرح گزریں۔

تشریح: حالانکہ یہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے تو جب محدود فی القذف کی گواہی حنفیہ نے ناجائز رکھی ہے تو اس کو کیوں جائز رکھتے ہیں۔

٢٦٤٨۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ؛ ح: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ: عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ امْرَأَةً، سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ أَمَرَبِهَا فَقُطِعَتْ يَدُهَا. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [أطرافه في: ٣٤٧٥، ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ٤٣٠٤، ٦٧٨٧، ٦٧٨٨، ٦٨٠٠]

[مسلم: ٤٤١١؛ ابوداود: ٤٣٩٦؛ نسائي: ٤٩١٧، ٤٩١٨]

(۲۶۴۸) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا اور ان سے یونس نے (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کر لی تھی۔ پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور آپ کے حکم کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر انہوں نے اچھی طرح توبہ کر لی اور شادی کر لی۔ اس کے بعد وہ آتی تھیں تو میں ان کی ضرورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

تشریح: یہ عورت مخزومی قریش کے اشراف میں سے تھی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے گھر سے ایک چادر چرالی تھی جیسے کہ ابن ماجہ کی روایت میں اس کی صراحت مذکور ہے اور ابن سعد کی روایت میں زیور چرانا مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ ہر دو چیزیں چرائی ہوں۔ باب کا مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ((فحسنت توبتها)) سے نکلتا ہے طحاوی نے کہا چور کی شہادت بالاجماع مقبول ہے جب وہ توبہ کر لے۔ باب کا مطلب یہ تھا کہ قاذف کی توبہ کیونکر مقبول ہوگی لیکن حدیث میں چور کی توبہ مذکور ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قاذف کو چور پر قیاس کیا۔

٢٦٤٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ

(۲۶۴۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا عقیل سے، وہ ابن شہاب سے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے اور ان سے

ابنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّهُ أَمَرَ فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيبِ عَامٍ. [راجع: ٢٣١٤]

زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے جو شادی شدہ نہ ہوں اور زنا کریں۔ یہ حکم دیا تھا کہ انہیں سو کوڑے لگائیں جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس روایت کے لانے سے یہ ہے کہ جب حدیث میں غیر محصن کی سزا یہی مذکور ہوئی کہ سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرو اور توبہ کا علیحدہ ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا ایک سال تک بے وطن رہنا یہی توبہ ہے۔ اس کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی۔

بَابٌ: لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ

باب: اگر ظلم کی بات پر لوگ گواہ بنانا چاہیں تو گواہ نہ بنے

٢٦٥٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ. أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ: سَأَلَتْ أُمِّيْ أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَالِهِ، ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِي فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ النَّبِيَّ ﷺ. فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ، فَأَتَى بِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهَذَا، فَقَالَ: ((أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟)) قَالَ نَعَمْ. قَالَ: فَأُرَاهُ قَالَ: ((لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ)). وَقَالَ أَبُوْ حَرِيْزٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: ((لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ)). [راجع: ٢٥٨٦]

(٢٦٥٠) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو ابوحیان تیمی (یحییٰ بن سعید) نے، انہیں شعبی نے، اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میری ماں نے میرے باپ سے مجھے ایک چیز ہبہ دینے کے لیے کہا (پہلے تو انہوں نے انکار کیا کیونکہ دوسری بیوی کے بھی اولاد تھی) پھر راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز ہبہ کر دی۔ لیکن ماں نے کہا کہ جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ نہ بنائیں میں اس پر راضی نہ ہوں گی۔ چنانچہ والد میرا ہاتھ پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں ابھی نوعمر تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس لڑکے کی ماں عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ایک چیز اسے ہبہ کرنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”اس کے علاوہ اور بھی تمہارے لڑکے ہیں؟“ انہوں نے کہا کہ ہاں ہیں۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ”تو مجھ کو ظلم کی بات پر گواہ نہ بنا۔“ اور ابوحریز نے شعبی سے یہ نقل کیا کہ آپ نے فرمایا ”میں ظلم کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔“

تشریح: گواہ پر اگر یہ ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس کے حق میں ہرگز گواہی نہ دے ورنہ وہ بھی اس گناہ میں شریک ہو جائے گا۔

٢٦٥١ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ

(٢٦٥١) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوجمرہ نے بیان کیا کہ میں نے زہدم بن مضرب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں پھر وہ

يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)). قَالَ عِمْرَانُ: لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَشْهَدُوْنَ، وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَايَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ)).

[أطرافه في: ٣٦٥٠، ٦٤٢٨، ٦٦٩٥] [مسلم: ٦٤٧٥، ٦٤٧٦]

لوگ جو ان کے بعد آئیں گے (تابعین) پھر وہ لوگ جو اس کے بھی بعد آئیں گے (تبع تابعین)۔“ عمران نے بیان کیا کہ میں نہیں جانتا آنحضرت ﷺ نے دو زمانوں کا (اپنے بعد) ذکر فرمایا یا تین کا پھر آپ نے فرمایا: ”تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو چور ہوں گے، جن میں دیانت کا نام نہ ہوگا۔ ان سے گواہی دینے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ لیکن وہ گواہیاں دیتے پھریں گے۔ نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے، مٹاپا ان میں عام ہوگا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نہ گواہی میں ان کو باک ہوگا نہ قسم کھانے میں، جلدی کے مارے کبھی گواہی پہلے ادا کریں گے پھر قسم کھائیں گے۔ کبھی قسم پہلے کھالیں گے۔ پھر گواہی دیں گے۔ حدیث کے جملہ ((ويشهدون ولا يستشهدون)) پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ويعارضه ما رواه مسلم من حديث زيد بن خالد مرفوعاً الا اخبركم بخير الشهداء الذى يأتى بالشهادة قبل ان يسألها واختلف العلماء فى ترجيحهما فجنح ابن عبدالبر الى ترجيح حديث زيد بن خالد لكونه من رواية اهل المدينة فقدمه على رواية اهل العراق وبالغ فزعم ان حديث عمران هذا لا اصل له وجنح غيره الى ترجيح حديث عمران لاتفاق صاحبى الصحيح عليه وانفراد مسلم باخراج حديث زيد بن خالد وذهب اخرون الى الجمع بينهما الخ۔“ (فتح)

یعنی ((ويشهدون ولا يستشهدون)) سے زید بن خالد کی حدیث مرفوع معارض ہے، جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں؟ وہ وہ لوگ ہوں گے کہ وہ طلبی سے پہلے ہی خود گواہی دے دیں...... ہر دو احادیث کی ترجیح میں علما کا اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر نے حدیث زید بن خالد (مسلم) کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ اہل مدینہ کی روایت ہے۔ اور حدیث مذکور اہل عراق کی روایت سے ہے۔ پس اہل عراق پر اہل مدینہ کو ترجیح حاصل ہے۔ انہوں نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ حدیث عمران مذکورہ کو کہہ دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں (حالانکہ ان کا ایسا کہنا بھی صحیح نہیں ہے) دوسرے علما نے حدیث عمران کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اس پر ہر دو اماموں امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کا اتفاق ہے۔ اور حدیث زید بن خالد کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ تیسرا گروہ علما کا وہ ہے جو ان ہر دو احادیث میں تطبیق دینے کا قائل ہے۔

پہلی تطبیق یہ دی گئی ہے کہ حدیث زید میں ایسے شخص کی گواہی مراد ہے جسے کسی انسان کا حق معلوم ہے اور وہ انسان خود اس سے لاعلم ہے، پس وہ پہلے ہی جا کر اس صاحب حق کے حق میں گواہی دے کر اس کا حق ثابت کر دیتا ہے۔ یا یہ کہ اس شہادت کا کوئی اور عالم زندہ نہ ہو پس وہ اس شہادت کے مستحقین ورثا کو خود مطلع کر دے اور گواہی دے کر ان کو معلوم کرا دے۔ اس جواب کو اکثر علما نے پسند کیا ہے۔ اور بھی کئی توجیہات کی گئی ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ ایسے تعارضات کو مناسب تطبیق سے اٹھایا جائے نہ کہ کسی صحیح حدیث کا انکار کیا جائے۔

٢٦٥٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ

(٢٦٥٢) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی منصور سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہیں عبیدہ نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگوں کا زمانہ آئے گا جو قسم سے پہلے گواہی

أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ)). قَالَ إِبْرَاهِيمُ: وَكَانُوا يَضْرِبُونَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ. [أطرافه في: ٣٦٥١، ٦٤٢٩، ٦٦٥٨] [مسلم: ٦٤٦٩؛ ترمذي: ٣٨٥٩؛ ابن ماجه: ٢٣٦٢]

دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔'' ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہمارے بڑے بزرگ شہادت اور عہد کا لفظ زبان سے نکالنے پر ہمیں مارتے تھے۔

تشریح: مطلب یہ کہ "اشهد بالله يا على عهد الله" ایسی باتوں کو منہ سے نکالنے پر ہمارے بزرگ ہم کو مارا کرتے تھے تاکہ قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے۔ موقع بے موقع قسم کھانے کی عادت بہتر نہیں ہے قسم میں احتیاط لازی ہے۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ

باب: جھوٹی گواہی کے متعلق کیا حکم ہے؟

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرَ﴾ [الفرقان: ٧٢] وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ وَقَوْلِهِ: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٨٣] ﴿تَلْوُوا﴾ [النساء: ١٣٥] أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اللہ تعالیٰ نے (سورۂ فرقان میں) فرمایا: ''جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔'' اسی طرح گواہی کو چھپانا بھی گناہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''گواہی کو نہ چھپاؤ اور جس شخص نے گواہی کو چھپایا تو اس کے دل میں کھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔'' (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ) ''اگر تم پیچ دار بناؤ گے۔'' اپنی زبانوں کو (جھوٹی) گواہی دے کر۔

تشریح: اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: " قال تلوى لسانك بغير الحق وهى اللجلجة فلا تقيم الشهادة على وجهها۔" یعنی مراد یہ ہے کہ تو اپنی زبان کو حق بات سے پھیر کر توڑ موڑ کر بولے کہ جس سے گواہی صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے۔ شارع علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ جہاں حق اور صداقت کی گواہی کا موقع ہو وہاں کھل کر صاف صاف لفظوں میں گواہی کا فرض ادا کرنا چاہیے۔ کنایہ استعارہ اشارہ وغیرہ ایسے مواقع پر درست نہیں ہیں۔

٢٦٥٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيرٍ، وَعَبْدَالْمَلِكِ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ: ((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ)). تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَأَبُو عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ. [مسلم: ٢٦٠، ٢٦١؛ ترمذي: ١٢٠٧، ٣٠١٨؛ نسائي: ٤٠٢١، ٤٨٨٢]

(۲۶۵۳) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، کہا ہم نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن ابی بکر بن انس نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی کی جان لینا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' اس روایت کی متابعت غندر، ابو عامر، بہز اور عبدالصمد نے شعبہ سے کی ہے۔

تشریح: کبیرہ گناہ اور بھی بہت ہیں۔ یہاں روایت کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد جھوٹی گواہی کی مذمت کرنا ہے کہ یہ بھی کبیرہ گناہوں میں داخل ہے جس کی مذمت میں اور بھی بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ جھوٹ بولنے، جھوٹی گواہی دینے کو اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے یعنی بہت ہی بڑا کبیرہ گناہ جھوٹی گواہی دینا ہے۔

٢٦٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ثَلَاثًا. قَالُوْا: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: ((الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ)). وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: ((أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ)). قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ. [أطرافه في: ٥٩٧٦، ٦٢٧٣، ٦٢٧٤، ٦٩١٩] [مسلم: ٢٥٩]

(۲۶۵۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریری نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' تین بار آپ نے اسی طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ''اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا'' آپ اس وقت تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا ''ہاں اور جھوٹی گواہی بھی۔'' انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔ اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریری نے بیان کیا، اور ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا۔

تشریح: آپ کو بار بار یہ فرمانے میں تکلیف ہو رہی تھی، صحابہ نے شفقت کی راہ سے یہ چاہا کہ آپ بار بار فرمانے کی تکلیف نہ اٹھائیں خاموش رہیں جبکہ آپ کئی بار فرما چکے ہیں۔ علما نے گناہوں کو صغیرہ اور کبیرہ دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، جس کے لئے دلائل بہت ہیں۔ کچھ کا ایسا خیال ہے کہ صغیرہ گناہ کوئی نہیں، گناہ سب ہی کبیرہ ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں: "انكار الفرق بين الكبيرة والصغيرة ولا يليق بالفقيه" یعنی دین کی سمجھ رکھنے والوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کے فرق کا انکار کریں۔ آپ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو بار بار اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اور بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہے، آپ کا مقصد تھا کہ مسلمان ہرگز اس کا ارتکاب نہ کریں۔

بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمَى وَأَمْرِهِ وَنِكَاحِهِ وَإِنْكَاحِهِ وَمُبَايَعَتِهِ وَقَبُوْلِهِ فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهِ، وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ

باب: اندھے آدمی کی گواہی اور اس کے معاملہ کا بیان اور اس کا اپنا نکاح کرنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرانا، یا اس کی خرید و فروخت یا اس کی اذان وغیرہ جیسے امامت اور اقامت بھی اندھے کی درست ہے اسی طرح اندھے کی گواہی ان تمام امور میں جو آواز سے سمجھے جا سکتے ہوں

وَأَجَازَ شَهَادَتَهُ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: يَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا. وَقَالَ الْحَكَمُ: رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَرَأَيْتَ ابْنَ

قاسم، حسن بصری، ابن سیرین، زہری اور عطاء نے بھی اندھے کی گواہی جائز رکھی ہے۔ امام شعبی نے کہا کہ اگر وہ ذہین اور سمجھدار ہے تو اس کی گواہی جائز ہے۔ حکم نے کہا کہ بہت سی چیزوں میں اس کی گواہی جائز ہو سکتی ہے۔ زہری نے کہا اچھا بتاؤ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی معاملہ میں گواہی دیں تو تم

عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهُ؟ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلاً إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ، وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيلَ: طَلَعَ. صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي قَالَتْ: سُلَيْمَانُ! ادْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ. وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اسے رد کر سکتے ہو؟ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ (جب نابینا ہو گئے تھے تو) سورج غروب ہونے کے وقت ایک شخص کو بھیجتے (تاکہ آبادی سے باہر جا کر دیکھ آئیں کہ سورج پوری طرح غروب ہو گیا یا نہیں اور جب وہ آ کر غروب ہونے کی خبر دیتے تو) آپ افطار کرتے تھے۔ اسی طرح آپ طلوع فجر پوچھتے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ ہاں فجر طلوع ہو گئی تو دو رکعت (سنت فجر) نماز پڑھتے۔ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری کے لیے میں نے ان سے اجازت چاہی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا سلیمان اندر آ جاؤ، کیونکہ تم غلام ہو، جب تک تم پر (مال کتابت میں سے) کچھ بھی باقی رہ جائے گا۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی جائز قرار دی تھی۔

تشریح: آثار مذکورہ میں سے قاسم کے اثر کو سعید بن منصور نے اور حسن اور ابن سیرین اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے اثر کو اثرم نے وصل کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا مالکیہ کا یہی مذہب ہے کہ اندھے کی گواہی قول میں اور بہرے کی گواہی فعل میں درست ہے۔ اور گواہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ آنکھوں والا اور کانوں والا ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا، اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ اس اثر سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ اندھا اپنے معاملات میں دوسرے آدمی پر اعتماد کر سکتا ہے حالانکہ وہ اس کی صورت نہیں دیکھتا۔ سلیمان بن یسار مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غلام سے پردہ کرنا ضروری نہیں جانتی تھیں خواہ اپنا غلام ہو یا کسی اور کا۔ سلیمان بن یسار مکاتب تھے۔ ان کا بدل کتابت ابھی ادا نہیں ہوا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک بدل کتابت میں سے ایک پیسہ بھی تجھ پر باقی ہے تو غلام ہی سمجھا جائے گا۔ نقاب ڈالنے والی عورت کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وحیدی)

٢٦٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((رَحِمَهُ اللَّهُ، لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً، أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا)). وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ تَهَجَّدَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ، أَصَوْتُ عَبَّادٍ هَذَا؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا)). [أطرافه في: ٥٠٣٧، ٥٠٣٨، ٦٣٣٢]

(٢٦٥٥) ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہی ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا: ''ان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مجھے انہوں نے اس وقت فلاں اور فلاں آیتیں یاد دلا دیں جنہیں میں فلاں فلاں سورتوں میں سے بھول گیا تھا۔'' عباد بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنی روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ زیادتی کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھی۔ اس وقت آپ نے عباد رضی اللہ عنہ کی آواز سنی کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا ''عائشہ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟'' میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا ''اے اللہ! عباد پر رحم فرما۔''

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن یزید یا عباد کی صورت نہیں دیکھی۔ صرف آواز سنی اور اس پر اعتماد کیا، تو معلوم ہوا کہ اندھا آدمی بھی آواز سن کر شہادت دے سکتا ہے۔ اگر اس کی آواز پہچانتا ہو۔ امام زہری ؒ یہی بتلاتے ہیں کہ نابینا کی گواہی قبول ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ہیں۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ نابینا ہونے کی وجہ سے کوئی ان کی گواہی قبول نہ کرے۔

٢٦٥٦۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ)) أَوْ قَالَ: ((حَتَّى تَسْمَعُوْا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ)). وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا أَعْمَى، لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَقُوْلَ لَهُ النَّاسُ: أَصْبَحْتَ. [راجع: ٦١٧]

(٢٦٥٦) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن شہاب نے خبر دی سالم بن عبداللہ سے اور ان سے عبداللہ بن عمر ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بلال ؓ رات میں اذان دیتے ہیں۔ اس لیے تم لوگ سحری کھاپی سکتے ہو یہاں تک کہ (فجر کے لیے) دوسری اذان پکاری جائے۔'' یا (یہ فرمایا) ''یہاں تک کہ عبداللہ ابن ام مکتوم ؓ کی اذان سن لو۔'' عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے اور جب تک ان سے کہا نہ جاتا صبح ہو گئی ہے، وہ اذان نہیں دیتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کی مطابقت باب سے ظاہر ہے کہ لوگ ابن ام مکتوم ؓ کی اذان پر اعتماد کرتے، کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اس سے بھی نابینا کی گواہی کا اثبات مقصود ہے اور ان لوگوں کی تردید جو نابینا کی گواہی قبول نہ کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

٢٦٥٧۔ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا حَاتِمُ ابْنُ وَرْدَانَ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةٌ فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا. فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَتَكَلَّمَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ صَوْتَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((خَبَأْتُ هَذَا لَكَ، خَبَأْتُ هَذَا لَكَ)). [راجع: ٢٥٩٩]

(٢٦٥٧) ہم سے زیاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن وردان نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، عبداللہ بن ابی ملیکہ سے اور ان سے مسور بن مخرمہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں چند قبائیں آئیں تو مجھ سے میرے باپ مخرمہ ؓ نے کہا کہ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلو ممکن ہے آپ ان میں سے کوئی مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ میرے والد (حضور اکرم ﷺ کے گھر پہنچ کر) دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باتیں کرنے لگے۔ آپ نے ان کی آواز پہچان لی اور باہر تشریف لائے آپ کے پاس ایک قبا بھی تھی آپ اس کی خوبیاں بیان کرنے لگے۔ اور فرمایا: ''میں نے یہ تمہارے ہی لیے الگ کر رکھی تھی میں نے یہ تمہارے ہی لیے الگ کر رکھی تھی۔''

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں ''فان فیه انه اعتمد علی صوته قبل ان یری شخصه۔'' یعنی اس حدیث سے مسئلہ یوں ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت مخرمہ ؓ کی صرف آواز سنتے ہی ان پر اعتماد کر لیا اور آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ اندھا آدمی بھی آواز سنے تو شہادت دے سکتا ہے اگر اس کی آواز پہچانتا ہو۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی غربا پروری بھی ظاہر ہے کہ آپ غریبوں کا کس حد تک خیال فرماتے تھے۔ ﷺ۔

بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ﴾. [البقرة: ٢٨٢]

٢٦٥٨ـ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفُ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟)) قُلْنَا: بَلَى. قَالَ: ((فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا)). [راجع: ٣٠٤]

باب: عورتوں کی گواہی کا بیان

اور (سورۂ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی میں پیش کرو)۔

(٢٦٥٨) ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبداللہ نے اور انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے آدھے کے برابر نہیں ہے؟" ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہی تو ان کی عقل کا نقصان ہے۔"

تشریح: جب تو اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا۔ تمام حکما کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کی خلقت بہ نسبت مرد کے ضعیف ہے۔ اس کے قویٰ دماغیہ بھی جسمانی قویٰ کی طرح مرد سے کمزور ہیں۔ اب اگر شاذ و نادر کوئی عورت ایسی نکل آئی کہ جس کی جسمانی یا دماغی طاقت مردوں سے زیادہ ہو تو اس سے اکثری فطری قاعدے میں کوئی خلل نہیں آ سکتا یہ صحیح ہے کہ تعلیم سے مرد اور عورت کے قوائے دماغی میں اس طرح ریاضت اور کسرت سے قوائے جسمانی میں ترقی ہو سکتی ہے مگر کسی حال میں عورت کی فضیلت مرد کی صنف پر ثابت نہیں ہوئی۔ اور جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ تعلیم اور ریاضت سے عورتیں مردوں پر فضیلت حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ بحث نوع ذکور اور نوع نسواں میں ہے نہ کسی خاص شخص مذکر یا مؤنث میں۔ قسطلانی نے کہا کہ رمضان کے چاند کی روایت میں ایک شخص کی شہادت کافی ہے اور اموال کے دعاوی میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ ہو سکتا ہے اسی طرح اموال اور حقوق میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت پر بھی اور حدود، نکاح اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے۔ (وحیدی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی محترمہ والدہ کا واقعہ بیان کیا کہ وہ مکہ شریف کی ایک عدالت میں ایک عورت کے ساتھ پیش ہوئیں۔ تو حاکم نے امتحان کے طور پر ان کو جدا جدا کرنا چاہا۔ فوراً انہوں نے کہا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی﴾ (٢/البقرۃ:٢٨٢) ان دو گواہ عورتوں میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے اور یہ جدائی کی صورت میں ناممکن ہے۔ حاکم نے آپ کے استدلال کو تسلیم کیا۔

بَابُ شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ

وَقَالَ أَنَسٌ: شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلًا وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ، إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ. وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ. وَقَالَ شُرَيْحٌ: كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيْدٍ وَإِمَاءٍ.

باب: باندیوں اور غلاموں کی گواہی کا بیان

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلام اگر عادل ہے تو اس کی گواہی جائز ہے، شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ ابن سیرین نے کہا کہ اس کی گواہی جائز ہے، سوا اس صورت کے جب غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے۔ (کیونکہ اس میں مالک کی طرفداری کا احتمال ہے) حسن اور ابراہیم نے معمولی چیزوں میں غلام کی گواہی کی اجازت دی ہے۔

قاضی شریح نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تم سب اللہ کے لونڈی غلام ہو اور اللہ ہی کے لونڈی غلاموں کی اولاد ہو، اس لئے کسی کو کسی پر فخر کرنا جائز نہیں ہے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے موافق حکم دیا ہے کہ لونڈی غلام کی جب وہ عادل اور ثقہ ہوں، گواہی مقبول ہے۔ مگر ائمہ ثلاثہ نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لونڈی غلاموں کی شہادت جب وہ عادل ثقہ ہوں ثابت فرما رہے ہیں۔ ترجمۃ الباب میں نقل کردہ آثار سے آپ کا مدعا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

٢٦٥٩ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ؛ ح: وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ، أَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ: أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ قَالَ: فَجَاءَتْ أَمَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَعْرَضَ عَنِّيْ، قَالَ: فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ: ((وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ أَنْ قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا)). فَنَهَاهُ عَنْهَا. [راجع: ٨٨]

(٢٦٥٩) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن جریج نے، وہ ابن ابی ملیکہ سے، ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، کہا کہ مجھ سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، یا (یہ کہا کہ) میں نے یہ حدیث ان سے سنی کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر ایک سیاہ رنگ والی باندی آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا پس میں جدا ہو گیا۔ میں نے پھر آپ کے سامنے جا کر اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: ''اب (نکاح) کیسے (باقی رہ سکتا ہے) جبکہ تمہیں اس عورت نے بتا دیا ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔'' چنانچہ آپ نے انہیں ام یحییٰ کو اپنے ساتھ رکھنے سے منع فرما دیا۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک لونڈی کی شہادت نبی کریم ﷺ نے قبول فرمائی اور اس کی بنا پر ایک صحابی عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی عورت میں جدائی کرا دی، معلوم ہوا کہ لونڈی غلاموں کی شہادت قبول کی جا سکتی ہے، جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں ان کا قول درست نہیں۔

بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

باب: دودھ کی ماں کی گواہی کا بیان

٢٦٦٠ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّيْ أَرْضَعْتُكُمَا. فَأَتَيْتُ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ دَعْهَا عَنْكَ)) أَوْ نَحْوَهُ. [راجع: ٨٨]

(٢٦٦٠) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا عمر بن سعید سے، وہ ابن ابی ملیکہ سے، ان سے عقبہ بن حارث نے بیان کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اس لیے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''جب تمہیں بتا دیا گیا (کہ ایک ہی عورت تم دونوں کی دودھ کی ماں ہے) تو پھر اب اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اپنی بیوی کو اپنے سے جدا کر دے۔'' یا اسی طرح کے الفاظ آپ نے فرمائے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ رضاع کے بارے میں ایک ہی عورت مرضعہ کی شہادت کافی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، اس سے مرضعہ کی شہادت کا بھی اثبات ہوا۔

حَدِيْثُ الْإِفْكِ

بَابُ تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

٢٦٦١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ، سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَأَفْهَمَنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، وَعُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ قَالَ: لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ، وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا. زَعَمُوْا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيْهِ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ، وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ

واقعہ افک

باب: عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے کی اچھی عادتوں کے بارے میں گواہی دینا

(۲۶۶۱) ہم سے ابوربیع سلمان بن داؤد نے بیان کیا، امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث کے بعض مطالب مجھ کو امام احمد بن یونس نے سمجھائے۔ کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ قصہ بیان کیا، جب تہمت لگانے والوں نے ان پر تہمت لگائی لیکن اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اس سے بری قرار دیا۔ زہری نے بیان کیا (کہ زہری سے بیان کرنے والے، جن کا سند میں زہری کے بعد ذکر ہے) تمام راویوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ایک ایک حصہ بیان کیا تھا، بعض راویوں کو بعض دوسرے راویوں سے حدیث زیادہ یاد تھی اور وہ بیان بھی زیادہ بہتر طریقہ پر کر سکتے تھے۔ بہر حال ان سب راویوں سے میں نے یہ حدیث پوری طرح محفوظ کر لی تھی جسے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے تھے۔ ان راویوں میں ہر ایک کی روایت سے دوسرے راوی کی تصدیق ہوتی تھی۔ ان کا بیان تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا، سفر میں وہی آپ کے ساتھ جاتی۔ چنانچہ ایک غزوہ کے موقع پر جس میں آپ بھی شرکت کر رہے تھے آپ ﷺ نے قرعہ ڈلوایا اور میرا نام نکلا۔ اب میں آپ کے ساتھ تھی۔ یہ واقعہ پردے کی آیت کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ خیر میں ایک ہودج میں سوار رہتی، اسی میں بیٹھے بیٹھے مجھ کو اتارا جاتا تھا۔ اس طرح ہم چلتے رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے،

الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِي، فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي، فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ، فَأَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ، فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِي فَرَحَلُوْهُ عَلَى بَعِيْرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّيْ فِيهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَإِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا، فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ، فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِي فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِيْ عَيْنَايَ فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِيْ، وَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ، فَوَطِىءَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِي الرَّاحِلَةَ، حَتَّى أَتَانَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ، وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ، وَيَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ ﷺ

تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ میں یہ حکم سنتے ہی اٹھی اور لشکر سے آگے بڑھ گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی تو کجاوے کے پاس آ گئی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو میرا اظفار کے کالے نگینوں کا ہار موجود نہیں تھا۔ اس لیے میں وہاں دوبارہ پہنچی (جہاں قضائے حاجت کے لیے گئی تھی) اس عرصے میں وہ اصحاب جو مجھے سوار کراتے تھے، آئے اور میرا ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا وہ یہی سمجھے کہ میں اس میں بیٹھی ہوں۔ ان دنوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، بھاری بھر کم نہیں۔ گوشت ان میں زیادہ نہیں رہتا تھا کیونکہ بہت معمولی غذا کھاتی تھیں۔ اس لیے ان لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو انہیں اس کے بوجھ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ میں یوں بھی نوعمر لڑکی تھی۔ چنانچہ اصحاب نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی اس کے ساتھ چلنے لگے۔ جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار ملا اور میں پڑاؤ کی جگہ آئی۔ لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس لیے میں اس جگہ گئی جہاں پہلے میرا قیام تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کے آئیں گے۔ (اپنی جگہ پہنچ کر) میں یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی زکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے (جو لشکریوں کی گری پڑی چیزوں کو اٹھا کر انہیں ان کے مالک تک پہنچانے کی خدمت کے لیے مقرر تھے) وہ میری طرف سے گزرے تو ایک سوئے ہوئے انسان کا سایہ نظر پڑا اس لیے اور قریب پہنچے پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے انا للہ پڑھنے سے میں بیدار ہو گئی۔ آخر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا (تاکہ بلا کسی مدد کے میں خود سوار ہو سکوں) چنانچہ میں سوار ہو گئی، اب وہ اونٹ پر مجھے بٹھائے ہوئے خود اس کے آگے آگے چلنے لگے۔ اسی طرح ہم جب لشکر کے قریب پہنچے تو لوگ بھری دوپہر میں آرام کے لیے پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ (اتنی ہی بات تھی جس کی بنیاد پر) جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور تہمت کے معاملہ میں پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) تھا۔ پھر ہم مدینہ آ گئے اور میں ایک مہینے تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ اپنی اس بیماری کے دوران مجھے اس سے بھی بڑا شبہ

اللُّطفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَمْرَضُ، إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((كَيْفَ تِيكُمْ؟)) لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ حَتَّى نَقِهْتُ، فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ مُتَبَرَّزُنَا، لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ قَرِيبًا مِنْ بُيُوْتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ أَوْ فِي التَّنَزُّهِ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ: تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ، أَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ: يَا هَنْتَاهُ أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوْا: فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمَ فَقَالَ: ((كَيْفَ تِيكُمْ؟)) فَقُلْتُ: ائْذَنْ لِي إِلَى أَبَوَيَّ. قَالَتْ: وَأَنَا حِيْنَئِذٍ أُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، فَأَذِنَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ: لِأُمِّي مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ، فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا. فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ: فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ،

ہوتا تھا کہ ان دنوں رسول اللہ کا وہ لطف وکرم بھی میں نہیں دیکھتی تھی جن کا مشاہدہ اپنی پچھلی بیماریوں میں کر چکی تھی۔ پس آپ گھر میں جب آتے تو سلام کرتے اور صرف اتنا دریافت فرما لیتے، مزاج کیسا ہے؟ جو باتیں تہمت لگانے والے پھیلا رہے تھے ان میں سے کوئی بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ جب میری صحت کچھ ٹھیک ہوئی تو (ایک رات) میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ یہ ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی، ہم یہاں صرف رات ہی میں آتے تھے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ابھی ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلا نہیں بنے تھے۔ میدان میں جانے کے سلسلے میں (قضائے حاجت کے لیے) ہمارا طرز عمل قدیم عرب کی طرح تھا، میں اور ام مسطح بنت ابی رہم چل رہی تھیں کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں اور ان کی زبان سے نکل گیا، مسطح برباد ہو۔ میں نے کہا: بری بات آپ نے اپنی زبان سے نکالی، ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں آپ، جو بدر کی لڑائی میں شریک تھا۔ وہ کہنے لگیں، اے بھولی بھالی! جو کچھ ان سب نے کہا ہے وہ آپ نے نہیں سنا، پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی ساری باتیں سنائیں اور ان باتوں کو سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ میں جب اپنے گھر واپس ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ''مزاج کیسا ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے والدین کے یہاں جانے کی اجازت دیجئے۔ اس وقت میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں جب گھر آئی تو میں نے اپنی والدہ (ام رومان) سے ان باتوں کے متعلق پوچھا، جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا: بیٹی! اس طرح کی باتوں کی پروا نہ کر، اللہ کی قسم! شاید ہی ایسا ہو کہ تجھ جیسی حسین وخوبصورت عورت کسی مرد کے گھر میں ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں، پھر بھی اس طرح کی باتیں پھیلائی نہ جایا کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! (سوکنوں کا کیا ذکر) وہ تو دوسرے لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ رات میں نے وہیں گزاری، صبح تک میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند آئی۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو جدا کرنے کے

يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ، قَالَ أُسَامَةُ: أَهْلُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ. فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ: ((يَا بَرِيرَةُ! هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يُرِيبُكِ؟)) فَقَالَتْ بَرِيرَةُ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي)). فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا وَاللّٰهِ أَعْذِرُكَ مِنْهُ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيهِ أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ، لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى ذٰلِكَ، فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ، لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ

سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلوایا۔ کیونکہ وحی (اس سلسلے میں) اب تک نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیویوں سے آپ کی محبت کا علم تھا۔ اس لیے اسی کے مطابق مشورہ دیا اور کہا آپ کی بیوی یا رسول اللہ! واللہ، ہم ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ باندی سے بھی آپ دریافت فرما لیجیے، وہ سچی بات بیان کریں گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا (جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص خادمہ تھی) اور دریافت فرمایا: ''بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شبہ ہوا ہو۔'' بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا عیب میں ان پر لگا سکوں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نو عمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں پھر بکری آتی ہے اور کھا لیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن (منبر پر) کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا: ''ایک ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت اور تکلیف دہی کا سلسلہ اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ کی قسم، اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں۔ پھر نام بھی اس معاملے میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کا لیا ہے جس کے متعلق بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ خود میرے گھر میں جب بھی وہ آئے ہیں تو میرے ساتھ ہی آئے۔'' (یہ سن کر) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! واللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص (جس کے متعلق تہمت لگانے کا آپ نے اشارہ فرمایا ہے) اوس قبیلہ سے ہوگا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے (کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ خود قبیلہ اوس کے سردار تھے) اور اگر وہ خزرج کا آدمی ہوا، تو آپ ہمیں حکم دیں، جو بھی آپ کا حکم ہوگا ہم تعمیل کریں گے۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے اب تک بہت صالح تھے۔ لیکن اس وقت (سعد بن

عَنِ الْمُنَافِقِينَ. فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ، قَالَتْ وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ، وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتِي وَيَوْمِي حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي قَالَتْ: فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ، وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ لِي مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ! فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللَّهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ)). فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً وَقُلْتُ لِأَبِي: أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِيمَا قَالَ. قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ: وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ،

معاذ رضی اللہ عنہ کی بات پر) حمیت سے غصہ ہو گئے تھے اور (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے) کہنے لگے رب کے دوام وبقا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو، نہ تم اسے قتل کر سکتے ہو اور نہ تمہارے اندر اس کی طاقت ہے۔ پھر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی) اور کہا، خدا کی قسم! ہم اسے قتل کر دیں گے (اگر رسول اللہ ﷺ کا حکم ہوا) کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ تم بھی منافق ہو۔ کیونکہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔ اس پر اوس وخزرج دونوں قبیلوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جو ابھی تک منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اترے اور لوگوں کو نرم کیا۔ اب سب لوگ خاموش ہو گئے اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔ میں اس دن بھی روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی۔ پھر میرے پاس میرے ماں باپ آئے۔ میں ایک رات اور ایک دن سے برابر روتی رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرے دل کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری عورت نے اجازت چاہی اور میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ ہم سب اسی طرح تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جس دن سے میرے متعلق وہ باتیں کہی جا رہی تھیں جو کبھی نہیں کہی گئیں تھیں۔ اس دن سے میرے پاس آپ نہیں بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ ایک مہینے تک انتظار کرتے رہے تھے۔ لیکن میرے معاملے میں کوئی وحی آپ پر نازل نہیں ہوئی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ نے تشہد پڑھی اور فرمایا ”عائشہ! تمہارے متعلق مجھے یہ یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر تم اس معاملے میں بری ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری برأت ظاہر کر دے گا اور تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔“ جونہی آپ ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی، میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ اب ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے متعلق

وَلَئِنْ قُلْتُ: لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَبَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي وَاللَّهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾ [يوسف: ١٨] ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللَّهُ، وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيٌ، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي، وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّئُنِي فَوَاللَّهِ! مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي: ((يَا عَائِشَةُ! احْمَدِي اللَّهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللَّهُ)). فَقَالَتْ لِي أُمِّي: قُومِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ، لَا أَقُومُ إِلَيْهِ، وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ الآيَاتِ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ: وَاللَّهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ مَا قَالَ لِعَائِشَةَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا﴾

کہیے۔ لیکن انہوں نے کہا، قسم اللہ کی! مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت ﷺ سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا، اس کے متعلق آنحضور ﷺ سے آپ ہی کچھ کہیے۔ انہوں نے بھی یہی فرمادیا کہ قسم اللہ کی! مجھے معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے کیا کہنا چاہیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نو عمر لڑکی تھی قرآن مجھے زیادہ یاد نہیں تھا۔ میں نے کہا اللہ گواہ ہے، مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگوں نے بھی لوگوں کی افواہ سنی ہیں اور آپ لوگوں کے دلوں میں وہ بات بیٹھ گئی ہے اور اس کی تصدیق بھی آپ لوگ کر چکے ہیں، اس لیے اب اگر میں کہوں کہ میں (اس بہتان سے) بری ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی اس سے بری ہوں تو آپ لوگ میرے اس معاملے میں تصدیق نہیں کریں گے۔ لیکن اگر میں (گناہ کو) اپنے ذمہ لے لوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات کی تصدیق کردیں گے۔ قسم اللہ کی! میں اس وقت اپنی اور آپ لوگوں کی کوئی مثال یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام کے سوا نہیں پاتی کہ انہوں نے بھی فرمایا تھا ”پس صبر جمیل صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس معاملے میں میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔“ اس کے بعد بستر پر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا اور مجھے امید تھی کہ خود اللہ تعالیٰ میری برأت کرے گا۔ لیکن میرا یہ خیال بھی نہ تھا کہ میرے متعلق وحی نازل ہوگی۔ میری اپنی نظر میں حیثیت اس سے بہت معمولی تھی کہ قرآن مجید میں میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو۔ ہاں مجھے اتنی امید ضرور تھی کہ آپ کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری فرمادے گا۔ اللہ گواہ ہے کہ ابھی آپ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور نہ اس وقت گھر میں موجود کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور (شدت وحی سے) آپ جس طرح پسینے پسینے ہوجایا کرتے تھے وہی کیفیت آپ کی اب بھی تھی۔ پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح آپ کے جسم مبارک سے گرنے لگے۔ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ ہنس رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا: ”اے عائشہ! اللہ کی حمد بیان کر کہ اس نے تمہیں

إِلَى قَوْلِهِ: ﴿غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: بَلَى، وَاللَّهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِيْ، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ الَّذِيْ كَانَ يُجْرِيْ عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِيْ، فَقَالَ: ((يَا زَيْنَبُ! مَا عَلِمْتِ مَا رَأَيْتِ؟)) فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، أَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا، قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِيْ [كَانَتْ] تُسَامِيْنِيْ، فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ. حَدَّثَنَا أَبُوالرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِاللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، مِثْلَهُ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ، مِثْلَهُ. [راجع: ٢٥٩٣]

بری قرار دے دیا ہے۔“ میری والدہ نے کہا بیٹی جا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑی ہو جا۔ میں نے کہا، نہیں قسم اللہ کی میں آپ کے پاس جا کر کھڑی نہ ہوں گی اور میں تو صرف اللہ کی حمد و ثنا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی ”جن لوگوں نے تہمت تراشی کی ہے۔ وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔“ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں یہ آیت نازل فرمائی، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے اخراجات قرابت کی وجہ سے خود ہی اٹھاتے تھے کہا کہ قسم اللہ کی اب میں مسطح پر کبھی کوئی خرچ نہیں کروں گا کہ وہ بھی عائشہ پر تہمت لگانے میں شریک تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”تم میں سے صاحب فضل و صاحب مال لوگ قسم نہ کھائیں۔ اللہ کے ارشاد غفور رحیم تک۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! بس میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے۔ چنانچہ مسطح رضی اللہ عنہ کو جو آپ پہلے دیا کرتے تھے وہ پھر دینے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا ام المومنین) سے بھی میرے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم (عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق) کیا جانتی ہو؟ اور کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں (کہ جو چیز میں نے دیکھی ہو یا سنی ہو وہ آپ سے بیان کرنے لگوں) خدا گواہ ہے کہ میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہی میری برابر کی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی وجہ سے بچا لیا۔ ابوالربیع نے بیان کیا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ نے ان سے عائشہ اور عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اسی حدیث کی طرح ابوالربیع نے (دوسری سند میں) بیان کیا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن اور یحییٰ بن سعید نے اور ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اسی حدیث کی طرح۔

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ طویل حدیث مذکورہ عنوان کے تحت اس لئے لائے ہیں کہ اس میں بریرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی کا ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا اور انہوں نے آپ کے خصائل و اخلاق پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اسی طرح حدیث میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی گواہی کا بھی ذکر ہے۔

واقعہ افک اسلامی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے محدثین کرام نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج کیا ہے۔ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور مختلف مسائل اس سے نکالتے ہیں۔ واقعہ کی تفصیلات خود حدیث میں موجود ہیں۔ شروع میں نبی کریم ﷺ کو اس سے

سخت رنج پہنچا کہ آپ کی شان نبوت پر ایک دھبہ لگ رہا تھا۔ مگر تحقیق حق کے بعد آپ نے عبداللہ بن ابی منافق کو اس الزام میں سنگین سزا دینی چاہی کیونکہ اس الزام کا تراشنے والا اور اس کو ہوا دینے والا وہی بد بخت تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس الزام کا ذکر سنا تو روتے روتے ان کا برا حال ہوگیا بلکہ بخار بھی چڑھ آیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان نے آپ کو بہت سمجھایا بجھایا۔ مگر آپ کے رنج میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ آپ کا کھانا پینا، سونا سب ختم ہو رہا تھا۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی اطمینان کے لئے اسامہ بن زید سے مشورہ لیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت پر شہادت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق آپ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا، تو انہوں نے بھی صاف صاف آپ کی معصومیت پر گواہی دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں سورۂ نور نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسے ''بہتان عظیم'' قرار دیا۔

سبحان اللہ! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف کا کیا ٹھکانا کہ آپ کی شان میں قرآن نازل ہوا، جو قیامت تک پڑھا جایا کرے گا آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شرف خاص سے نوازا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی گود میں آپ کے گھر میں انتقال فرمایا، پھر وہی گھر قیامت تک کے لئے اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ میں تبدیل ہوگیا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والغرض منه هنا سؤاله ﷺ بريرة عن حال عائشة وجوابها ببراء تها واعتماد النبی ﷺ علی قولها حتی خطب فاستعذر من عبدالله بن ابی وكذلك سؤاله من زينب بنت جحش عن حال عائشة وجوابها ببراء تها ايضا وقول عائشة فی حق زينب هی التی كانت تسامينی فعصمها الله بالورع ففی مجموع ذلك مراد الترجمة۔" (فتح جلد٥ صفحه ٣٤٢)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنا اور ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی کے متعلق بیان دینا اور ان کے بیان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد کر لینا یہی مقصود باب ہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے بارے میں خطبہ دیا اور اس کے متعلق مسلمانوں سے اپیل فرمائی۔ ایسا ہی حضرت زینب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھنا اور ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں جواب دینا جس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ بھی میری سوکن تھی، مگر اللہ پاک نے اس کی پرہیزگاری کی وجہ سے ان کو غلط بیانی سے بچایا، اسی سے ترجمۃ الباب کا اثبات ہوا۔

حضرت سعد بن عبادہ کی خفگی محض اس غلط فہمی پر تھی کہ سعد بن معاذ قبیلہ اوس سے پرانی عداوت کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نہایت صالح آدمی تھے مگر غلط فہمی نے ان کی حمیت کو جگا دیا تھا۔ (رضی اللہ عنہم)

بَابٌ: إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلاً كَفَاهُ

باب: جب ایک مرد دوسرے مرد کو اچھا کہے تو یہ کافی ہے

وَقَالَ أَبُوْ جَمِيْلَةَ: وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا، فَلَمَّا رَآنِيْ عُمَرُ قَالَ: عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا. كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِيْ قَالَ عَرِيْفِيْ: إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ قَالَ: كَذَلِكَ، اذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

اور ابو جمیلہ نے کہا کہ میں نے ایک لڑکا راستے میں پڑا ہوا پایا۔ جب مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا، ایسا نہ ہو یہ غار آفت کا غار ہو، گویا انہوں نے مجھ پر برا گمان کیا، لیکن میرے قبیلہ کے سردار نے کہا کہ یہ صالح آدمی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسی بات ہے تو پھر اس بچے کو لے جا، اس کا نفقہ ہمارے (بیت المال کے) ذمے رہے گا۔

تشریح: یعنی ایک شخص کا تزکیہ کافی ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک کم سے کم دو شخص تزکیہ کے لئے ضروری ہیں۔

غار کی مثال عرب میں اس موقع پر کہی جاتی ہے جہاں ظاہر میں سلامتی کی امید ہو اور در پردہ اس میں ہلاکت ہو۔ ہوا یہ تھا کہ کچھ لوگ جان

بچانے کو ایک غار میں جا کر چھپے، وہ غار ان پر گر پڑا تھا یا دشمن نے وہیں آ کر ان کو آ لیا۔ جب سے یہ مثل جاری ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ گئے کہ اس نے حرام کاری نہ کی ہو اور یہ لڑکا اس کا نطفہ ہو مگر ایک شخص کی گواہی پر آپ کا دل صاف ہو گیا اور آپ نے اس بچے کا بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا۔

تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ کسی آدمی کی عمدہ عادات و خصائل اور اس کی صداقت اور سنجیدگی پر گواہی دینا، اصطلاح محدثین میں تعدیل کا یہی مطلب ہے کہ کسی راوی کی ثقاہت ثابت کرنا۔

٢٦٦٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ)). مِرَارًا ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللَّهُ حَسِيبُهُ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا، أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ)).

[طرفاه في: ٦٠٦١، ٦١٦٢] [مسلم: ٧٥٠١، ٧٥٠٢؛ ابوداود: ٤٨٠٥؛ ابن ماجه: ٣٧٤٤].

(٢٦٦٢) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کی، تو آپ نے فرمایا: ”افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی“ کئی مرتبہ (آپ نے اسی طرح فرمایا) پھر فرمایا: ”اگر کسی کے لیے اپنے کسی بھائی کی تعریف کرنی ضروری ہو جائے تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا ایسا ہے۔ اگر اس کا حال جانتا ہو۔“

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

باب: کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے جو جانتا ہو بس وہی کہے

٢٦٦٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ، وَيُطْرِيهِ فِي مَدْحِهِ فَقَالَ: ((أَهْلَكْتُمْ ـ أَوْ قَطَعْتُمْ ـ ظَهْرَ الرَّجُلِ)). [مسلم: ٧٥٠٤]

(٢٦٦٣) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے برید بن عبداللہ نے ابو بردہ سے بیان کیا، ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے سنا کہ ایک شخص دوسرے کی تعریف کر رہا تھا اور مبالغہ سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگوں نے اس شخص کو ہلاک کر دیا، اس کی پشت توڑ دی۔“

تشریح: چونکہ گواہ کی تعدیل اور تزکیہ کا بیان ہو رہا ہے لہٰذا یہ بتلا دیا گیا کہ کسی کی تعریف میں حد سے گزر جانا اور کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا شرعاً یہ بھی مذموم ہے کہ اس سے سننے والے کے دل میں عجب و خود پسندی اور کبر پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ لہٰذا تعریف میں مبالغہ ہرگز نہ ہو اور تعریف کسی کے منہ پر نہ کی جائے اور اس کی بابت جس قدر معلومات ہوں بس ان پر اضافہ نہ ہو کہ سلامتی اسی میں ہے۔

بَابُ بُلُوغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

باب: بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی گواہی کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا﴾. [النور: ٥٩] وَقَالَ مُغِيرَةُ: احْتَلَمْتُ وَأَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً. وَبُلُوغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٤] وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ: أَدْرَكْتُ جَارَةً لَنَا جَدَّةً بِنْتَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ سَنَةً.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”جب تمہارے بچے احتلام کی عمر کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں (گھروں میں) داخل ہوتے وقت اجازت لینی چاہیے۔“ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں احتلام کی عمر کو پہنچا تو میں بارہ سال کا تھا اور لڑکیوں کا بلوغ حیض سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں“ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ان یضعن حملھن﴾ تک۔ حسن بن صالح نے کہا کہ میں نے اپنی ایک پڑوسن کو دیکھا کہ وہ اکیس سال کی عمر میں دادی بن چکی تھیں۔

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی عمر پندرہ سال کو پہنچ جائے تو وہ بالغ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی قبول ہوگی۔ یوں بچے بارہ سال کی عمر میں بھی بالغ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ اتفاقی امر ہے۔ عورتوں کے لئے حیض آ جانا بلوغت کی دلیل ہے۔ ”وقد اجمع العلماء علی ان الحیض بلوغ فی حق النساء۔“ (فتح)۔ ”یعنی علما کا اجماع ہے کہ عورتوں کا بلوغ ان کا حائضہ ہونا ہی ہے۔

٢٦٦٤۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمْ يُجِزْنِي، ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِي. قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ خَلِيفَةٌ، فَحَدَّثْتُهُ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ. وَكَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَفْرِضُوا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ. [طرفه في: ٤٠٩٧] [مسلم: ٤٨٣٧؛ ابن ماجه: ٢٥٤٣]

(۲۶۶۴) ہم سے عبیداللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبیداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی کے موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے (جنگ پر جانے کے لیے) پیش ہوئے تو) انہیں اجازت نہیں ملی، اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ پھر غزوۂ خندق کے موقع پر پیش ہوئے تو اجازت مل گئی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ نافع نے بیان کیا کہ جب میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے یہاں ان کی خلافت کے زمانے میں گیا تو میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان (پندرہ سال ہی کی) حد ہے۔ پھر انہوں نے اپنے حاکموں کو لکھا کہ جس بچے کی عمر پندرہ سال کی ہو جائے اس کا (فوجی) وظیفہ بیت المال سے مقرر کر دیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ پندرہ سال کی عمر ہونے پر بچے پر شرعی احکام جاری ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں وہ گواہی کے قابل ہو سکتا ہے۔

٢٦٦٥۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

(۲۶۶۵) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صفوان بن سلیم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔“

وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ)). [راجع: ٨٥٨]

تشریح: یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ شرعی واجبات انسان پر اس کے بالغ ہونے ہی پر نافذ ہوتے ہیں۔ شہادت بھی ایک شرعی امر ہے۔ جس کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ بلوغت کی آخر حد پندرہ سال ہے جیسا کہ پچھلی روایت میں مذکور ہوا۔ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی نکالا کہ احتلام ہونے سے مرد جوان ہو جاتا ہے گو اس کی عمر پندرہ سال کو نہ پہنچی ہو۔

بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَبْلَ الْيَمِينِ

٢٦٦٦، ٢٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)). قَالَ: فَقَالَ الأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ: فِيَّ وَاللَّهِ كَانَ ذَلِكَ، بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟)) قَالَ: قُلْتُ: لاَ. قَالَ: ((احْلِفْ)). قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَنْ يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً﴾ [آل عمران: ٧٧] إِلَى آخِرِ الآيَةِ. [راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

باب: مدعی علیہ کو قسم دلانے سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ پوچھنا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟

(۲۶۶۶، ۶۷) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو ابومعاویہ نے خبر دی اور انہیں اعمش نے، انہیں شقیق نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے کوئی ایسی قسم کھائی، جس میں وہ جھوٹا تھا، کسی مسلمان کا مال چھیننے کے لیے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔“ انہوں نے بیان کیا کہ اس پر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا گواہ ہے، یہ حدیث میرے ہی متعلق آنحضور ﷺ نے فرمائی تھی۔ میرا ایک یہودی سے ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ یہودی میرے حق کا انکار کر رہا تھا۔ اس لیے میں اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا (کیونکہ میں مدعی تھا) کہ ”گواہی پیش کرنا تمہارے ہی ذمہ ہے۔“ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا گواہ تو میرے پاس کوئی بھی نہیں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے یہودی سے فرمایا: ”پھر تم قسم کھاؤ۔“ اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بول پڑا: یا رسول اللہ! پھر تو یہ قسم کھا لے گا اور میرا مال ہضم کر جائے گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اسی واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں سے معمولی پونجی خریدتے ہیں۔“ آخر آیت تک۔

تشریح: عدالت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مدعی سے گواہ طلب کرے۔ اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے قسم لے، اگر مدعی علیہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ سخت گناہگار ہوگا، مگر عدالت میں بہت لوگ جھوٹ سے بچنا ضروری نہیں جانتے حالانکہ جھوٹی گواہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسے ہی جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہڑپ کرنا اکبر الکبائر یعنی بہت ہی بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الأَمْوَالِ وَالْحُدُودِ

باب: دیوانی اور فوجداری دونوں مقدموں میں مدعی علیہ سے قسم لینا

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)). وَقَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ: كَلَّمَنِي أَبُو الزِّنَادِ فِي شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي فَقُلْتُ: قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾. [البقرة: ٢٨٢] قُلْتُ: إِذَا كَانَ يُكْتَفَى بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي، فَمَا يُحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هَذِهِ الْأُخْرَى؟.

اور نبی کریم ﷺ نے (مدعی سے) فرمایا کہ "تم اپنے دو گواہ پیش کرو ورنہ مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔" قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے (کوفہ کے قاضی) ابن شبرمہ نے بیان کیا کہ (مدینہ کے قاضی) ابوالزناد نے مجھ سے مدعی کی قسم کے ساتھ صرف ایک گواہ کی گواہی کے (نافذ ہو جانے کے) بارے میں گفتگو کی تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ کرلیا کرو، پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، جن گواہوں سے کہ تم مطمئن ہو، تاکہ اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔" میں نے کہا کہ اگر مدعی کی قسم کے ساتھ صرف ایک گواہی کافی ہوتی تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ اگر ایک بھول جائے۔ تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ دوسری عورت کے یاد دلانے سے فائدہ ہی کیا ہے؟

تشریح: ابوالزناد جن کا اوپر ذکر ہوا مدینہ کے قاضی اور امام مالک کے استاد ہیں۔ اہل مدینہ اور امام شافعی اور احمد اور اہلحدیث سب اس کے قائل ہیں کہ اگر مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو مدعی سے قسم لے کر ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کر دیں گے۔ مدعی کی قسم دوسرے گواہ کے قائم مقام ہو جائے گی اور یہ امر حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کو امام مسلم نے ابن عباس ؓ سے نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کیا اور اصحاب سنن نے اس کو ابو ہریرہ اور جابر ؓ سے نکالا۔ ابن خزیمہ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن شبرمہ کوفہ کے قاضی تھے۔ اہل کوفہ جیسے امام ابو حنیفہ ؒ اسے جائز نہیں کہتے اور صحیح حدیث کے برخلاف آیت قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت قرآن حدیث کے برخلاف نہیں ہو سکتی اور قرآن کا جاننے والا اور سمجھنے والا نبی کریم ﷺ سے زیادہ کوئی نہ تھا (وحیدی)

آیت سے ابن شبرمہ نے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں معاملہ کرنے والوں کو یہ حکم کر دیا ہے کہ وہ معاملہ کرتے وقت دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کو گواہ کرلیں۔ دو عورتیں اس لئے رکھی ہیں کہ وہ ناقص العقل اور ناقص الحفظ ہوتی ہیں۔ ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی سے جو قسم لی جاتی ہے وہ اسی وقت جب نصاب شہادت کا پورا نہ ہو، اگر ایک مرد اور دو عورتیں یا دو مرد موجود ہوں تب مدعی سے قسم لینے کی ضرورت نہیں۔

امام شافعی ؒ نے فرمایا یمین مع الشاهد کی حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے بلکہ حدیث میں بیان ہے اس امر کا جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کے پیغمبر کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے آپ نے منع فرمایا ہے اس سے باز رہیں۔ میں (مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں قرآن میں تو یہ ذکر ہے کہ اپنے پاؤں وضو میں دھوؤ، پھر حنفیہ موزوں پر مسح کیوں جائز کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں یہ ذکر ہے کہ اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو اور حنفیہ اس کے برخلاف ایک ضعیف حدیث کی رو سے نبیذ تمر سے وضو کیوں جائز سمجھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ نبیذ تمر کی ضعیف اور مجہول حدیث ضعیف قرار دے کر اس سے کتاب اللہ پر زیادت جائز سمجھتے ہیں اور یمین مع الشاهد کی صحیح اور مشہور حدیث کو ردّ کرتے ہیں: "وهل هذا الا ظلم عظيم منه۔" (وحیدی)

حدیث ہذا کے ذیل مرحوم لکھتے ہیں یعنی جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مرفوعا یوں نکالا: "البينة على من ادعى واليمين على من انكر۔" معلوم ہوا کہ مدعیٰ علیہ پر ہر حال میں قسم کھانا لازم ہوگا۔ جب مدعی کے پاس شہادت نہ ہو، خواہ مدعی اور مدعیٰ

علیہ میں اختلاط اور ربط ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی اور اہلحدیث اور جمہور علما کا یہی قول ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدعی علیہ سے اسی وقت قسم لی جائے گی۔ جب اس میں اور مدعی میں ارتباط اور معاملات ہوں۔ ورنہ ہر شخص شریف آدمیوں کو قسم کھلانے کے لئے جھوٹے دعوے ان پر کرے گا (وحیدی)

٢٦٦٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِلَيَّ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ. [راجع: ٢٥١٤]

(۲۶۶۸) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا تھا ”نبی کریم ﷺ نے مدعی علیہ کے لیے قسم کھانے کا فیصلہ کیا تھا۔“

بَابٌ

باب

٢٦٦٩، ٢٦٧٠ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ [آل عمران: ٧٧] ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُوْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ، فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ أُنْزِلَتْ: كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِيْ شَيْءٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ)). فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ إِذَنْ يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِيْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالاً وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)). فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ. [راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

(۲۶۶۹، ۷۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، منصور سے، ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص (جھوٹی) قسم کسی کا مال حاصل کرنے کے لیے کھائے گا تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ اللہ پاک اس پر غضبناک ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (اس حدیث کی) تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ عذاب الیم“ تک۔ پھر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہماری طرف تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ کہ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تم سے کون سی حدیث بیان کر رہے تھے۔ ہم نے ان کی یہی حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے صحیح بیان کی، یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک شخص سے جھگڑا تھا۔ ہم اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو آپ نے فرمایا: ”یا تم دو گواہ لاؤ ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔“ میں نے کہا کہ گواہ میرے پاس نہیں ہیں لیکن اگر فیصلہ اس کی قسم پر ہوا) پھر تو یہ ضرور ہی قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہ کرے گا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”جو شخص بھی کسی کا مال لینے کے لیے (جھوٹی) قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔“ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی تھی، پھر انہوں نے یہی آیت تلاوت کی۔

تشریح: بعض حنفیہ نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ یمین مع الشاہد پر فیصلہ کرنا درست نہیں اور یہ استدلال فاسد ہے کہ یمین مع

الشاھدین کی شق میں داخل ہے تو مطلب یہ ہے کہ دو گواہ لا اس طرح سے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک قسم ورنہ مدعیٰ علیہ سے قسم لے۔ یہ حنفیہ اتنا غور نہیں کرتے کہ اللہ اور پیغمبر کے کلام کو باہم ملانا بہتر ہے یا ان میں مخالفت ڈالنا، ایک پر عمل کرنا، ایک کو ترک کرنا۔ (وحیدی)

الحمد للہ کہ حرم نبوی مدینۃ المنورہ میں ۱۹ اپریل ۱۹۷۰ء کو نبی کریم ﷺ کے مواجہ شریف میں بیٹھ کر یہاں تک متن کو بغور پڑھا گیا۔

بَابٌ: إِذَا ادَّعَى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

باب: اگر کسی نے کوئی دعویٰ کیا یا (اپنی عورت پر) زنا کی تہمت لگائی تو وہ جائے اور اس کے لیے گواہ تلاش کر کے لائے

تشریح: جیسے حساب دیکھنے کے لئے مہلت دی جائے گی۔ اگر مہلت کے بعد ایک گواہ لایا اور دوسرا گواہ حاضر کرنے کے لئے اور مہلت چاہے تو پھر مہلت دی جائے گی۔

٢٦٧١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ، قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلاً يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: ((الْبَيِّنَةَ وَإِلاَّ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ)). فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ. [طرفاه في: ٤٧٤٧، ٥٣٠٧] [ابوداود: ٢٢٥٤؛ ترمذي: ٣١٧٩؛ ابن ماجه: ٢٠٧٦]

(۲۶۷۱) ہم سے **محمد بن بشار** نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے **ابن ابی عدی** نے بیان کیا، ان سے **ہشام** نے، ان سے **عکرمہ** نے بیان کیا اور ان سے **ابن عباس** رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا: ''اس پر گواہ لا ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔'' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اگر اپنی عورت پر کسی دوسرے کو دیکھے گا تو گواہ ڈھونڈنے دوڑے گا؟ آنحضرت ﷺ برابر یہی فرماتے رہے کہ ''گواہ لا ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔'' پھر لعان کی حدیث کا ذکر کیا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دعویٰ کرنے یا کسی پر تہمت لگانے کے بعد اگر مدعی کے پاس فوری طور پر گواہ نہ ہوں تو اتنا اس امر کی مہلت دی جائے گی کہ وہ گواہ تلاش کر کے عدالت میں پیش کرے۔ ہلال بن امیہ کے سامنے اس کا اپنا چشم دید واقعہ تھا اور خود اپنی بیوی کا معاملہ تھا، دوسری طرف ارشاد رسول ﷺ کہ شرعی قانون کے تحت چار گواہ پیش کرو، اس نے حیران و پریشان ہو کر یہ بات کہی جو حدیث میں مذکور ہے۔ آخر اللہ پاک نے اس مشکل کا حل لعان کی صورت میں خود ہی پیش فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے لعان کے متعلق مفصل حدیث ارشاد فرمائی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ احادیث نبوی کا اصل ماخذ قرآن کریم ہی ہے، اس حقیقت کے پیش نظر قرآن مجید متن ہے اور حدیث نبوی اس کی تفسیر و تبیین ہے جو لوگ محض قرآن پر عمل کرنے کا نعرہ بلند کرتے اور احادیث نبوی کی تکذیب کرتے ہیں یہ شیطانی فریب میں گرفتار اور گمراہی کے عمیق غار میں گر چکے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہلاکت، تباہی، گمراہی اور دوزخ ہے۔ اللہ کی مار ان لوگوں پر جو قرآن مجید اور حدیث نبوی میں تضاد ثابت کریں۔ قرآن پر ایمان کا دعویٰ کریں اور حدیث کا انکار کریں۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (۹/التوبہ:۳۰)

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو فتنۂ انکار حدیث کے بانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث نبوی کو ظنیات کے درجہ میں رکھ کر ان کی اہمیت کو گرا

دیا۔ حدیث نبوی جو بسند صحیح ثابت ہو اس کو محض ظن کہہ دینا بہت بڑی جرأت ہے اللہ ان فقہا پر رحم کرے جو اس تخفیف حدیث کے مرتکب ہوئے جنہوں نے فتنۂ انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو صراط مستقیم نصیب کرے۔ آمین

بَابُ الْيَمِينِ بَعْدَ الْعَصْرِ

٢٦٧٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِالْحَمِيدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ، وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهِ كَذَا وَكَذَا، فَأَخَذَهَا)). [راجع: ٢٣٥٨] [مسلم: ٢٩٨؛ ابوداود: ٣٤٧٥؛ نسائي: ٤٤٧٤]

باب: عصر کی نماز کے بعد (جھوٹی) قسم کھانا

(٢٦٧٢) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا اعمش سے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ انہیں سخت دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ شخص جو سفر میں ضرورت سے زیادہ پانی لیے جا رہا ہے اور کسی مسافر کو (جسے پانی کی ضرورت ہو) نہ دے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی (خلیفۃ المسلمین) سے بیعت کرے اور صرف دنیا کے لیے بیعت کرے کہ جس سے اس نے بیعت کی اگر وہ اس کا مقصد پورا کر دے تو یہ بھی وفاداری سے کام لے، ورنہ اس کے ساتھ بیعت وعہد کے خلاف کرے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی سے عصر کے بعد کسی سامان کا بھاؤ کرے اور اللہ کی قسم کھالے کہ اسے اس کا اتنا اتنا روپیہ مل رہا تھا اور خریدار اس سامان کو (اس کی قسم کی وجہ سے) لے لے۔“ حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔

تشریح: تینوں گناہ جو یہاں مذکور ہوئے اخلاقی اعتبار سے بھی بہت ہی برے ہیں کہ ان کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تیسرے شخص کی وجہ سے یہاں اس حدیث کو لائے۔ تجارت میں جھوٹ بول کر مال فروخت کرنا ہر وقت ہی گناہ ہے مگر عصر کے بعد ایسی قسم کھانا اور بھی بدتر گناہ ہے کہ دن کے اس آخری حصہ میں بھی وہ جھوٹ بولنے سے باز نہ رہ سکا۔

بَابٌ: يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِينُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ

قَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِينِ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَحْلِفُ لَهُ مَكَانِي. فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ وَأَبَى أَنْ يَحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

باب: مدعی علیہ کو جہاں قسم کھانے کا کہا جائے وہیں قسم اٹھالے دوسری جگہ جا کر قسم کھانا ضروری نہیں

اور مروان بن حکم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک مقدمے کا فیصلہ منبر پر بیٹھے ہوئے کیا اور (مدعی علیہ ہونے کی وجہ سے) ان سے کہا کہ آپ میری جگہ آ کر قسم کھائیں۔ لیکن زید رضی اللہ عنہ اپنی ہی جگہ سے قسم کھانے لگے اور منبر کے پاس جا کر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ مروان کو اس پر تعجب

((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)). وَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ نے (اشعث بن قیس سے) فرمایا تھا: "دو گواہ لا ورنہ اس (یہودی) کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔" آپ نے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

تشریح: مثلاً مدعی کہے کہ مسجد میں چل کر قسم کھاؤ، تو مدعیٰ علیہ پر ایسا کرنا لازم نہیں۔ حنفیہ کا یہی قول ہے اور حنابلہ بھی اس کے قائل ہیں اور شافعیہ کے نزدیک اگر قاضی مناسب سمجھے تو ایسا حکم دے سکتا ہے گو مدعی اس کی خواہش نہ کرے۔ مروان کے واقعہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں وصل کیا ہے۔ زید بن ثابت اور عبداللہ بن مطیع میں ایک مکان کی بابت جھگڑا تھا۔ مروان اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ اس نے زید کو منبر پر جا کر قسم کھانے کا حکم دیا۔ زید نے انکار کیا اور زید کے قول پر عمل کرنا بہتر ہے۔ مروان کی رائے پر عمل کرنے سے۔ لیکن حضرت عثمان سے بھی مروان کی رائے کے مطابق منقول ہے کہ منبر کے پاس قسم کھائی جائے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مصحف پر قسم دلانے میں قباحت نہیں۔ (وحیدی)

اشعث بن قیس اور یہودی کا مقدمہ گزشتہ سے پیوستہ حدیث میں گزر چکا ہے، یہاں اسی طرف اشارہ ہے اگر کچھ اہمیت ہوتی تو نبی کریم ﷺ یہودی سے تورات ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کا حکم فرماتے یا ان کے گرجا میں قسم کھانے کا حکم دیتے۔ مگر شرعاً ان کی قسم کے بارے میں کوئی ضرورت نہیں۔

٢٦٧٣۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالاً لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)). [راجع: ٢٣٥٦]

(٢٦٧٣) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا اعمش سے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قسم اس لیے کھاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی کا مال (ناجائز طور پر) ہضم کر جائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ پاک اس پر سخت ناراض ہوگا۔"

تشریح: قسم میں تاکید و تغلیظ کسی خاص مکان جیسے مسجد وغیرہ یا کسی خاص وقت جیسے عصر یا جمعہ کے دن وغیرہ سے نہیں پیدا ہوتی۔ جہاں عدالت ہے اور قانون شریعت کے اعتبار سے مدعیٰ علیہ پر قسم واجب ہوئی ہے، اس سے قسم اسی وقت اور وہیں لی جائے۔ قسم لینے کے لئے نہ کسی خاص وقت کا انتظار کیا جائے اور نہ کسی مقدس جگہ اسے لے جایا جائے۔ اس لئے کہ مکان و زمان سے اصل قسم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہی بتلانا چاہتے ہیں۔

بَابٌ: إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ

باب: جب چند آدمی ہوں اور ہر ایک قسم کھانے میں جلدی کرے تو پہلے کس سے قسم لی جائے

٢٦٧٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ. [ابوداود: ٣٦١٧]

(٢٦٧٤) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے چند آدمیوں سے قسم کھانے کے لیے کہا (ایک ایسے مقدمے میں جس کے یہ لوگ مدعی علیہ تھے) قسم کے لیے سب ایک ساتھ آگے بڑھے۔ تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ قسم کھانے کے لیے ان میں باہم قرعہ ڈالا جائے کہ پہلے کون قسم کھائے۔

تشریح: ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا اور کسی کے پاس گواہ نہ تھے۔ آپ نے فرمایا، قرعہ ڈالو اور جس کا نام نکلے وہ قسم کھالے۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کئے۔ آپ نے آدھوں آدھ اونٹ دونوں کو دلا دیا اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے قرعہ کا حکم دیا اور جس کا نام قرعہ میں نکلا اس کو دلا دیا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران: ٧٧]

٢٦٧٥۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ، سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: أَقَامَ رَجُلٌ بِسِلْعَةٍ فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ. [راجع: ٢٠٨٨]

باب: اللہ تعالیٰ کا سورہ آل عمران میں فرمان:

”جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر تھوڑا مول لیتے ہیں۔“ (آخر آیت تک)

(۲۶۷۵) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو یزید بن ہارون نے خبر دی، انہیں عوام نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابراہیم ابواسماعیل سکسکی نے بیان کیا اور انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک شخص نے اپنا سامان دکھا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اسے اس سامان کا اتنا روپیہ مل رہا تھا۔ حالانکہ اتنا نہیں مل رہا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔“ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گاہکوں کو پھانسنے کے لیے قیمت بڑھانے والا سود خور کی طرح خائن ہے۔

تشریح: قاضی کے سامنے عدالت میں جھوٹ بولنے والوں کی مذمت پر جو جھوٹی قسم کھا کر غلط بیانی کریں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص استدلال فرمایا ہے۔ یوں جھوٹ بولنا ہر جگہ ہی منع ہے۔

٢٦٧٦، ٢٦٧٧۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبًا لِيَقْتَطِعَ مَالَ رَجُلٍ أَوْ قَالَ: أَخِيهِ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ))۔ وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ فَلَقِيَنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللَّهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا. قَالَ: فِيَّ نَزَلَتْ. [راجع: ٢٣٥٦، ٢٣٥٧]

(۲۶۷۶،۷۷) ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبہ سے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جھوٹی قسم اس لیے کھائے کہ اس کے ذریعہ کسی کا مال لے سکے، یا انہوں نے یوں بیان کیا کہ اپنے بھائی کا مال لے سکے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔“ اللہ تعالیٰ نے اسی کی تصدیق میں قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی (جھوٹی) قسموں کے ذریعہ معمولی پونجی حاصل کرتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک کہ ”ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“ پھر مجھ سے اشعث رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تم لوگوں سے کیا حدیث بیان کی تھی۔ میں نے ان سے بیان کردی تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت

میرے ہی واقعے کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔

تشریح: عدالت غیب داں نہیں ہوتی۔ کوئی شخص غلط بیانی کر کے جھوٹی قسمیں کھا کر فیصلہ اپنے حق میں کرا لے، حالانکہ وہ ناحق پر ہے تو ایسا شخص عند اللہ ملعون ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ کا انگارہ بھر رہا ہے۔ قیامت کے دن وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگا۔ اس کو یہ حقیقت خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے۔ جو لوگ قاضی کے فیصلہ کو ظاہر و باطن ہر حال میں نافذ کہتے ہیں ان کی غلط بیانی کی طرف بھی یہ اشارہ ہے۔

بَابٌ: كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ؟

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا﴾. [النساء:٦٢] ﴿وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ﴾ [التوبة:٥٦] ﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ﴾ [التوبة:٦٢] ﴿فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ [المائدة:١٠٧] يُقَالُ: بِاللَّهِ وَتَاللَّهِ وَوَاللَّهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللَّهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ)). وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللَّهِ.

باب: کیونکر قسم لی جائے

اور (سورۂ نساء میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر تیرے پاس اللہ کی قسم کھاتے آتے ہیں کہ ہماری نیت تو بھلائی اور ملاپ کی تھی۔" "اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ البتہ تم ہی میں سے ہیں۔" "اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تمہارے لیے تا کہ وہ آپ کو راضی کر لیں۔" "پس وہ اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں البتہ ہماری قسمیں ان کی قسموں سے زیادہ سچی ہیں۔" قسم میں یوں کہا جائے باللہ، تاللہ، واللہ (اللہ کی قسم) اور نبی کریم نے فرمایا "اور وہ شخص جو اللہ کی جھوٹی قسم عصر کے بعد کھاتا ہے" اور اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائیں۔

تشریح: بعض نسخوں میں اور دو آیتیں بھی مذکور ہیں ﴿وَيَحْلِفُونَ بِاللهِ اِنَّهُمْ لَمِنكُمْ﴾ (۹/ التوبہ:۵۲) اور ﴿فَيُقْسِمٰنِ بِاللهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ (۵/ المائدۃ:۱۰۷) اور آیتوں کے لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ قسم میں تغلیظ یعنی سختی ضروری نہیں صرف اللہ کی قسم کافی ہے۔ عرب میں باللہ، تاللہ، واللہ یہ تینوں کلمے قسم میں کہے جاتے ہیں۔ مضمون باب میں آخری جملہ ((ولا يحلف بغير الله)) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔

٢٦٧٨۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِاللَّهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ)). فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)). فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ)). قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)).

(۲۶۷۸) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا ابو سہیل نے، ان سے ان کے والد نے اور انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (ضمام بن ثعلبہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام کے متعلق پوچھنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "دن اور رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا۔" اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ نماز اور ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ تم نفل پڑھو۔" پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا "اور رمضان کے روزے ہیں" اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ (روزے) واجب ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، سوا اس کے جو تم اپنے طور پر نفل رکھو۔" طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الزَّكَاةَ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ)). فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ)). [راجع:٤٦]

کہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا تو انہوں نے پوچھا، کیا (جو فرض زکوٰۃ آپ نے بتائی ہے) اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی خیرات واجب ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، سوا اس کے جو تم خود اپنی طرف سے نفل دو۔“ اس کے بعد وہ صاحب یہ کہتے ہوئے جانے لگے کہ اللہ گواہ ہے نہ میں ان میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کوئی کمی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوا۔“

تشریح: یعنی جنت میں جائے گا۔ باب کا مطلب اس سے نکلا کہ اس نے قسم میں لفظ واللہ استعمال کیا۔ قسم کھانے میں یہی کافی ہے۔ واللہ، باللہ، تاللہ یہ سب قسمیہ الفاظ ہیں۔

٢٦٧٩۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ: ذَكَرَ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ)). [أطرافه في: ٣٨٣٦، ٦١٠٨، ٦٦٤٦]

(٢٦٧٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی کو قسم کھانی ہی ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔“

تشریح: اس میں اشارہ ہے کہ عدالت میں قسم وہی معتبر ہوگی جو اللہ کے نام پر کھائی جائے۔ غیر اللہ کی قسم ناقابل اعتبار بلکہ گناہ ہوگی۔ دوسری روایت میں ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا۔ پس قسم سچی کھانی چاہیے اور وہ صرف اللہ کے نام پاک کی قسم ہو ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے۔

بَابٌ مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ

باب: جس مدعی نے (مدعی علیہ کی) قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کئے

تشریح: تو اس کے گواہ قبول ہوں گے، اہل کوفہ اور شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مدعی کو اپنے گواہوں کا علم نہ تھا اور اس نے مدعی علیہ سے قسم لے لی۔ پھر گواہوں کا علم ہوا تو گواہ قبول ہوں گے اور جو گواہوں کا علم ہوتے ہوئے اس نے گواہ پیش نہیں کئے اور قسم لے لی تو اب گواہ منظور نہ ہوں گے۔ (وحیدی)

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ)). وَقَالَ طَاوُسٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَشُرَيْحٌ: الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ”یہ ممکن ہے کہ (مدعی اور مدعیٰ علیہ میں کوئی) ایک دوسرے سے بہتر طریقہ پر اپنا مقدمہ پیش کرسکتا ہو۔“ طاؤس، ابراہیم اور شریح رحمہم اللہ نے کہا کہ عادل گواہ جھوٹی قسم کے مقابلے میں قبول کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

٢٦٨٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

(٢٦٨٠) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا امام مالک سے، ان سے ہشام بن عروہ نے ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ میرے

((إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْهَا)). [راجع: ٢٤٥٨]

یہاں اپنے مقدمات لاتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک تم میں دوسرے سے دلیل بیان کرنے میں بڑھ کر ہوتا ہے (قوت بیانیہ بڑھ کر رکھتا ہے) پھر میں اس کو اگر اس کے بھائی کا حق (غلطی سے) دلا دوں، تو وہ (حلال نہ سمجھے) اس کو نہ لے، میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔"

تشریح: اس حدیث میں امام مالک اور شافعی اور امام احمد اور جمہور علما کا مذہب ثابت ہوا کہ قاضی کا حکم ظاہراً نافذ ہوتا ہے نہ کہ باطناً، یعنی قاضی اگر غلطی سے کوئی فیصلہ کر دے تو جس کے موافق فیصلہ کرے عنداللہ اس کے لئے وہ شئے درست نہ ہوگی اور حنفیہ کا رد ہوا جن کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہو جاتی ہے۔ حدیث سے بھی یہی نکلا کہ پیغمبر صاحب کو بھی دھوکا ہو جانا ممکن تھا اور آپ کو علم غیب نہ تھا اور جب آپ سے جو سارے جہاں سے افضل تھے غلطی ہو جانا ممکن ہوا تو اور کسی قاضی یا مجتہد یا امام یا عالم کی کیا حقیقت اور کیا ہستی ہے اور بڑا بے وقوف ہے وہ شخص جو کسی مجتہد یا پیر کو خطا سے معصوم سمجھے۔ (وحیدی)

بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ

باب: جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ، وَذَكَرَ إِسْمَاعِيْلُ ﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾. [مريم: ٥٤] وَقَضَى ابْنُ الْأَشْوَعِ بِالْوَعْدِ. وَذَكَرَ ذَلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ. وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ قَالَ: ((وَعَدَنِيْ فَوَفَّانِيْ)). قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: وَرَأَيْتُ إِسْحَاقَ ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ أَشْوَعَ.

اور امام حسن بصری ؓ نے اس کو پورا کر دیا۔ اور حضرت اسماعیل ؑ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس وصف سے کیا ہے کہ "وہ وعدے کے سچے تھے۔" اور سعید بن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کے لیے حکم دیا تھا۔ اور سمرہ بن جندب ؓ سے ایسا ہی نقل کیا، اور مسور بن مخرمہ ؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ اپنے ایک داماد (ابو العاص) کا ذکر فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: "انہوں نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔" ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم کو میں نے دیکھا کہ وہ وعدہ پورا کرنے کے وجوب پر ابن اشوع کی حدیث سے دلیل لیتے تھے۔

تشریح: امام بخاری ؒ اور بعض علما کا یہی قول ہے کہ وعدہ پورا کرنا چاہیے، اگر کوئی نہ کرے تو قاضی پورا کرائے گا۔ لیکن جمہور علما کہتے ہیں کہ وعدہ پورا کرنا مستحب ہے اور اخلاقاً ضروری ہے۔ پر قاضی جبراً اسے پورا نہیں کرا سکتا۔ از روئے درایت امام بخاری ؒ ہی کا قول صحیح ہے کہ عدالت فیصلہ کرتے وقت ایک حکم جاری کرتی ہے گویا مدعیٰ علیہ سے وعدہ لیتی ہے کہ وہ عدالت کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے گویا اس پر عمل درآمد کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔ اب گھر جا کر وہ اس حکم پر عمل نہ کرے اور مدعی کو کورا جواب دے تو عدالت پولیس کے ذریعہ اپنے فیصلہ کا نفاذ کرائے گی۔ امام بخاری ؒ کا یہی منشا ہے اور دنیا کا یہی قانون ہے۔ اسی مقصد سے امام بخاری ؒ نے کئی احادیث اور آثار نقل کر دیئے ہیں۔ اگر عدالتی حکم کو کوئی شخص جاری نہ ہونے دے اور تسلیم کے وعدہ سے پھر جائے اور عدالت کچھ نہ کر سکے تو یہ محض ایک تماشہ بن کر رہ جائے گا۔

٢٦٨١ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّ

(٢٦٨١) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن عباس ؓ نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ انہیں ابو سفیان ؓ نے خبر دی کہ

هِرَقْل قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ. قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ. [راجع: ٧]

ہرقل نے ان سے کہا تھا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ (محمد ﷺ) تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں نماز، سچائی، عفت، عہد کے پورا کرنے اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ نبی کی صفات ہیں۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ خود مجتہد مطلق ہیں۔ جامع الصحیح میں جگہ جگہ آپ نے اپنے خداداد اجتہادی ملکہ سے کام لیا ہے آپ کے سامنے یہ نہیں ہوتا کہ ان کو کس مسلک کی موافقت کرنی ہے اور کس کی تردید۔ ان کے سامنے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہوتی ہے۔ ان ہی کے تحت وہ مسائل واحکام پیش کرتے ہیں۔ وہ کسی مجتہد وامام کے مسلک کے مخالف ہوں یا موافق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو قطعاً یہ پروا نہیں ہوتی۔ پھر موجودہ دیوبندی ناشران بخاری کا کئی جگہ یہ لکھنا کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں فلاں امام کا مسلک اختیار کیا ہے بالکل غلط اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان اجتہاد میں تنقیص ہے۔ اس جگہ بھی صاحب تفہیم البخاری نے ایسا ہی الزام دہرایا ہے وہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وعدہ کرنے کا حکم بھی قضا کے تحت آ سکتا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غالباً اس باب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ (تفہیم البخاری، پ:۱۰/ص:۱۱۷)

سچ ہے "المرء يقيس على نفسه۔" مقلدین کا چونکہ یہی رویہ ہے وہ مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ امام خود مجتہد مطلق ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)۔

٢٦٨٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ، نَافِعِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)). [راجع: ٣٣]

(۲۶۸۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کہی تو جھوٹ کہی، امانت دی گئی تو اس میں خیانت کی اور وعدہ کیا تو اسے پورا نہیں کیا۔''

٢٦٨٣۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ، أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ، فَلْيَأْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ: فَقُلْتُ: وَعَدَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُعْطِيَنِي هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا، فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ جَابِرٌ: فَعَدَّ فِي يَدِي

(۲۶۸۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہمیں ہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں محمد بن علی نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہا نبی کریم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (بحرین کے عامل) علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مال آیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جس کسی کا بھی نبی کریم ﷺ پر کوئی قرض ہو، یا آنحضرت کا اس سے وعدہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ ﷺ اتنا اتنا مال مجھے عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھ بڑھائے اور میرے ہاتھ پر پانچ سو پھر پانچ سو پھر پانچ سو گن دیئے۔

خَمْسَمِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَمِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَمِائَةٍ.

تشریح: گویا حضرت صدیق ؓ نے عہد نبوی کو پورا کر دکھایا، اس سے بھی یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا ہی ہوگا خواہ بذریعہ عدالت ہی ہو۔

٢٦٨٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوسَى قُلْتُ: لَا أَدْرِي حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ فَقَدِمْتُ، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَالَ: فَعَلَ.

(۲۶۸۴) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی، ان سے مروان بن شجاع نے بیان کیا، ان سے سالم افطس نے اور ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ حیرہ کے یہودی نے مجھ سے پوچھا، موسیٰ ؑ نے (اپنے مہر کے ادا کرنے میں) کون سی مدت پوری کی تھی؟ (یعنی آٹھ سال کی یا دس سال کی، جن کا قرآن میں ذکر ہے) میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، ہاں! عرب کے بڑے عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں (تو پھر تمہیں بتا دوں گا) چنانچہ میں نے ابن عباس ؓ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپ نے بڑی مدت پوری کی (دس سال کی) جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی۔ رسول اللہ ﷺ بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری ؒ نے وعدہ پورا کرنے کا وجوب ثابت کیا، خصوصاً جو وعدہ عدالت میں کیا جائے وہ نہ پورا کرے تو اس سے جبراً پورا کرایا جائے گا۔ ورنہ عدالت ایک تماشہ بن کر رہ جائے گی۔

حضرت موسیٰ ؑ کے سامنے آٹھ سال اور دس سال کی مدتیں رکھی گئی تھیں۔ حضرت شعیب ؑ نے ان سے فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو اور اگر دس سال پورے کرو تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ کہ اللہ کے رسول وعدہ خلاف ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہیں سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ سعید نے کہا، پھر وہ یہودی مجھ سے ملا تو میں نے جو ابن عباس ؓ نے فرمایا تھا وہ اسے بتلا دیا۔ وہ کہنے لگا ابن عباس ؓ بے شک عالم ہیں۔ ابن عباس ؓ نے یہ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا اور آپ نے یہ حضرت جرائیل ؑ سے پوچھا تھا۔ جرائیل ؑ نے اللہ پاک سے جس کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا تھا کہ موسیٰ ؑ نے وہ میعاد پوری کی جو زیادہ لمبی اور زیادہ بہتر تھی۔

بَابٌ: لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

باب: مشرکوں کی گواہی قبول نہ ہوگی

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ،

اور شعبی نے کہا کہ دوسرے دین والوں کی گواہی ایک سے دوسرے کے خلاف لینی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”ہم نے ان میں باہم دشمنی اور بغض کو ہوا دے دی ہے۔“ ابو ہریرہ ؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ ”اہل کتاب کی (ان کی مذہبی روایات میں) نہ

وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ)). وَقُولُوا: ﴿آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ [البقرة: ١٣٦] الآيَةَ.

تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ لیا کرو کہ اللہ پر اور جو کچھ اس نے نازل کیا سب پر ہم ایمان لائے۔“

تشریح: مشرکوں کی گواہی مشرکوں پر نہ مسلمانوں پر قبول ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک مشرکوں کی گواہی مشرکوں پر قبول ہوگی۔ اگرچہ ان کے مذہب مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو چار یہودیوں کی شہادت پر رجم کیا تھا۔

٢٦٨٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ؟ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ أَحْدَثُ الأَخْبَارِ بِاللَّهِ، تَقْرَؤُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، فَقَالُوا: هُوَ ﴿مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [البقرة: ٧٩] أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَائَلَتِهِمْ؟ وَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ: [اطرافه في: ٧٣، ٧٥٢٢، ٧٥٢٣]

(٢٦٨٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا یونس سے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اے مسلمانو! اہل کتاب سے تم کیوں سوالات کرتے ہو۔ حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تم اسے پڑھتے ہو اور اس میں کسی قسم کی آمیزش بھی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہے کہ اہل کتاب نے اس کتاب کو بدل دیا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دی تھی اور خود ہی اس میں تغیر کر دیا اور پھر کہنے لگے ”یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان کا مقصد اس سے صرف یہ تھا کہ اس طرح تھوڑی پونجی (دنیا کی) حاصل کر سکیں۔“ پس کیا جو علم (قرآن) تمہارے پاس آیا ہے وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے پوچھنے کو نہیں روکتا۔ اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ان آیات کے متعلق تم سے پوچھتا ہو جو تم پر (تمہارے نبی کے ذریعہ) نازل کی گئی ہیں۔

تشریح: اسلام نے ثقہ عادل گواہ کے لئے جو شرائط رکھی ہیں۔ ایک غیر مسلم کا ان کے معیار پر اترنا ناممکن ہے۔ اس لئے علی العموم اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسی مسلک کے دلائل بیان فرما رہے ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ امام وقت حاکم مجاز اً کسی غیر مسلم کی گواہی اس بنا پر قبول کرے کہ بعض دوسرے مستند قرائن سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہو۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود چار یہودیوں کی گواہی پر ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کو زنا کے جرم میں سنگساری کا حکم دیا تھا۔ بہر حال قاعدہ کلیہ وہی ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ

باب: مشکلات کے وقت قرعہ اندازی کرنا

وَقَوْلِهِ: ﴿إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾. [آل عمران: ٤٤] وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اقْتَرَعُوا فَجَرَتِ الأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ، وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ، فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ. وَقَوْلِهِ: ﴿فَسَاهَمَ﴾ أَقْرَعَ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾ يَعْنِي

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”جب وہ اپنی قلمیں ڈالنے لگے (قرعہ اندازی کے لیے تاکہ) فیصلہ کر سکیں کہ مریم کی کفالت کون کرے۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا) کہ جب سب لوگوں نے (نہر اردن میں) اپنے اپنے قلم ڈالے، تو تمام قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے۔ لیکن زکریا علیہ السلام کا قلم اس بہاؤ میں اوپر آ گیا۔ اس لیے

مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ. [الصافات: ١٤١]
وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: عَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ، فَأَسْرَعُوْا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهِمَ بَيْنَهُمْ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

انہوں نے ہی مریم علیہا السلام کی تربیت اپنے ذمہ لی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "فساهم" کے معنی ہیں "پس انہوں نے قرعہ ڈالا" ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ (میں مُدْحَضِيْنَ کے معنی ہیں) "مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ" (یعنی قرعہ انہیں کے نام پر نکلا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی مقدمہ میں مدعیٰ علیہ ہونے کی بنا پر) کچھ لوگوں سے قسم کھانے کے لیے فرمایا، تو وہ سب (ایک ساتھ) آگے بڑھے۔ اس لیے آپ نے ان میں قرعہ ڈالنے کے لیے حکم فرمایا تاکہ فیصلہ ہو کہ سب سے پہلے قسم کون آدمی کھائے۔

تشریح: جمہور علما کے نزدیک قطع نزاع کے لئے قرعہ ڈالنا جائز اور مشروع ہے۔ ابن منذر نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا جواز نقل کیا ہے۔ پس آیات اور حدیث سے قرعہ اندازی کا ثبوت ہوا۔ اب اگر کوئی قرعہ اندازی کا انکار کرے تو وہ خود غلطی میں مبتلا ہے۔

٢٦٨٦۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً، فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَعْلَاهَا، فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ أَعْلَاهَا، فَتَأَذَّوْا بِهِ، فَأَخَذَ فَأْسًا، فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ، فَأَتَوْهُ فَقَالُوْا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِيْ، وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ)).

(٢٦٨٦) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے، کہا کہ ہم سے شعبی نے بیان کیا، انہوں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی حدود میں سستی برتنے والے اور اس میں مبتلا ہو جانے والے کی مثال ایک ایسی قوم کی سی ہے جس نے ایک کشتی (پر سفر کرنے کے لیے جگہ کے بارے میں) قرعہ اندازی کی۔ پھر نتیجے میں کچھ لوگ نیچے سوار ہوئے اور کچھ لوگ اوپر۔ نیچے کے لوگ پانی لے کر اوپر کی منزل سے گزرتے تھے اور اس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس خیال سے نیچے والا ایک آدمی کلہاڑی سے کشتی کا نیچے کا حصہ کاٹنے لگا۔ (تاکہ نیچے ہی سے سمندر کا پانی لے لیا کرے) اب اوپر والے آئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگوں کو (میرے اوپر آنے جانے سے) تکلیف ہوتی تھی اور میرے لیے بھی پانی ضروری تھا۔ اب اگر انہوں نے نیچے والے کا ہاتھ پکڑ لیا تو انہیں بھی نجات دی اور خود بھی نجات پائی۔ لیکن اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا، تو انہیں بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔"

تشریح: اس سے قرعہ اندازی کا ثبوت ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو یہاں لانے کا یہی مقصد ہے اور اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید شدید بھی ظاہر ہوئی کہ برائی کو روکنا ضروری ہے ورنہ اس کی لپیٹ میں سب ہی آ سکتے ہیں۔ طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکا جائے۔ ورنہ زبان سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں اس سے سخت نفرت کی جائے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ الحمد للہ حکومت عربیہ سعودیہ میں دیکھا کہ محکمہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سرکاری سطح پر قائم ہے اور ساری مملکت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، جو اپنے فرائض انجام دے رہی

ہیں۔ اللہ پاک ہر جگہ کے مسلمانوں کو یہ توفیق بخشے کہ وہ اسی طرح اجتماعی طور پر بنی نوع انسان کی یہ اعلیٰ ترین خدمت انجام دیں اور انسانوں کی بھلائی و فلاح کو اپنی زندگی کا لازمہ بنالیں۔ آمین یا رب العالمین۔

٢٦٨٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنَى حِيْنَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ. قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَاشْتَكَى، فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى إِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ)). فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ وَإِنِّيْ لَأَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ مَا أَدْرِيْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ)). قَالَتْ: فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّيْ أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَأَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ قَالَتْ: فَنِمْتُ فَأُرِيتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِيْ، فَجِئْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((ذٰلِكِ عَمَلُهُ)). [راجع: ١٢٤٣]

(٢٦٨٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، ان سے خارجہ بن زید انصاری نے بیان کیا کہ ان کی رشتہ دار ایک عورت ام علاء نامی نے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، انہیں خبر دی کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لیے قرعے ڈالے تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قیام ہمارے حصے میں آیا۔ ام علاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے گھر ٹھہرے اور کچھ مدت بعد وہ بیمار پڑ گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی مگر کچھ دن بعد ان کی وفات ہوگئی۔ جب ہم انہیں کفن دے چکے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا: ابوالسائب! (عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت) تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، میری گواہی ہے کہ اللہ نے اپنے یہاں تمہاری ضرور عزت اور بڑائی کی ہوگی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت اور بڑائی کی ہوگی۔'' میں نے عرض کیا: میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے یہ بات کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہوئی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عثمان کا جہاں تک معاملہ ہے، تو اللہ گواہ ہے کہ ان کی وفات ہو چکی اور میں ان کے بارے میں اللہ سے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ہونے کے باوجود مجھے بھی یہ علم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔'' ام علاء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اب اس کے بعد میں کسی شخص کی پاکی بیان نہیں کروں گی۔ اس سے مجھے رنج بھی ہوا (کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے میں نے ایک ایسی بات کہی جس کا مجھے حقیقی علم نہیں تھا) انہوں نے کہا (ایک دن) میں سو رہی تھی۔ میں نے خواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بہتا ہوا چشمہ دیکھا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ان کا عمل (نیک) تھا۔''

تشریح: کسی بھی بزرگ کے لئے قطعی جنتی ہونے کا حکم لگانا یہ منصب صرف اللہ اور رسول ﷺ ہی کو حاصل ہے اور کسی کو بھی حق نہیں کہ کسی کو مطلق جنتی کہہ سکے۔ روایت میں قسم کے لئے لفظ واللہ بار بار آیا ہے اسی غرض سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو یہاں لائے ہیں۔ دوسری روایت میں یوں ہے۔ میرا حال کیا ہونا ہے اور عثمان کا حال کیا ہونا ہے۔ یہ موافق ہے اس آیت کے جو سورہ احقاف میں ہے: ﴿وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ﴾ (٤٦/ الاحقاف: ٩)

یعنی ''میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔'' حدیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے، باب کے مطابق یہ بھی ایک توجیہ ہے۔

پادریوں کا یہ اعتراض کہ تمہارے پیغمبر کو جب اپنی نجات کا علم نہ تھا تو دوسروں کی نجات وہ کیسے کرا سکتے ہیں۔ محض لغو اعتراض ہے اس لئے کہ اگر آپ سچے پیغمبر نہ ہوتے تو ضرور اپنی تعلی لئے یوں فرماتے کہ میں ایسا کروں گا ویسا کروں گا، مجھے سب اختیار ہے۔ سچے راست باز ہمیشہ انکساری سامنے رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے ایسا فرمایا۔

٢٦٨٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ ابْنَتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٢٥٩٣]

(٢٦٨٨) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی زہری سے، انہیں عروہ نے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی فرماتے اور جن کا نام نکل آتا، انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی معمول تھا کہ اپنی ہر بیوی کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر کر دی تھی۔ البتہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی عمر کے آخری دور میں اپنی باری آپ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی تا کہ رسول اللہ ﷺ کی ان کو رضا حاصل ہو۔ (اس سے بھی قرعہ اندازی ثابت ہوئی)۔

٢٦٨٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا)).

(٢٦٨٩) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو بکر کے غلام سمی نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور پھر (انہیں اس کے حاصل کرنے کے لیے) قرعہ اندازی کرنی پڑتی، تو وہ قرعہ اندازی بھی کرتے اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ نماز سویرے پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو لوگ ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگیں اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی کتنی فضیلتیں ہیں تو اگر گھٹنوں کے بل آنا پڑتا تو پھر بھی آتے۔''

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرعہ اندازی کا جواز نکالا اور بتلایا کہ بہت سے معاملات ایسے بھی سامنے آ جاتے ہیں کہ ان کے فیصلہ کے لئے بہتر طریقہ قرعہ اندازی ہی ہوتا ہے۔ پس اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ بعض لوگ قرعہ اندازی کو جائز نہیں کہتے، یہ ان کی عقل کا قصور ہے۔

حدیث ہذا سے اذان پکارنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کی بھی انتہائی فضیلت ثابت ہوئی اور نماز سویرے اول وقت پڑھنے کی بھی جیسا کہ جماعت اہلحدیث کا عمل ہے کہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اول وقت ادا کرنا ان کا معمول ہے۔ خاص طور پر عصر و فجر میں تاخیر کرنا عنداللہ محبوب نہیں ہے۔ عصر اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے پر اور فجر غلس میں اول وقت پڑھنا، نبی کریم ﷺ کا یہی طرز عمل تھا۔ جو آج تک حرمین شریفین میں معمول ہے۔

(وباللہ التوفیق)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الصُّلْحِ

صلح کے مسائل کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

باب: لوگوں میں صلح کرانے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾. [النساء: ١١٤] وَخُرُوجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ.

اور سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ "ان کی اکثر کانا پھونسیوں میں خیر نہیں سوا ان (سرگوشیوں) کے جو صدقہ یا اچھی بات کی طرف لوگوں کو ترغیب دلانے کے لیے ہوں یا لوگوں کے درمیان صلح کرائیں اور جو شخص یہ کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو جلد ہی ہم اسے اجر عظیم دیں گے۔" اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ امام خود اپنے اصحاب کے ساتھ مختلف مقامات پر جا کر لوگوں میں صلح کرائے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صلح کی فضیلت میں اسی آیت پر اقتصار کیا، شاید ان کو کوئی حدیث صحیح اس باب میں اپنی شرط پر نہیں ملی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء سے مرفوعاً نکالا کہ میں تم کو وہ بات نہ بتلاؤں جو روزے اور نماز اور صدقے سے افضل ہے، وہ کیا ہے آپس میں ملاپ کر دینا۔ آپس میں فساد نیکیوں کو مٹا دیتا ہے۔ صلح کے مقابلے پر فساد جھگڑا جس کی قرآن مجید نے شدت سے برائی کی ہے اور بار بار بتلایا ہے کہ اللہ پاک جھگڑے فساد کو دوست نہیں رکھتا۔ وہ بہر حال صلح، امن، ملاپ کو دوست رکھتا ہے۔

٢٦٩٠ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ: أَنَّ أُنَاسًا، مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَلَمْ يَأْتِ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ، وَلَمْ يَأْتِ النَّبِيُّ ﷺ فَجَاءَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ

(٢٦٩٠) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوغسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (قباء کے) بنوعمرو بن عوف میں آپس میں کچھ تکرار ہو گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اپنے کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان کے یہاں ان میں صلح کرانے کے لیے گئے اور نماز کا وقت ہو گیا لیکن آپ تشریف نہ لا سکے۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اذان دی، ابھی تک چونکہ آنحضرت ﷺ تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ ہی کی ہدایت کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا

حُبِسَ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ، حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ حَتَّى أَكْثَرُوْا، وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ لَا يَكَادُ يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ، فَالْتَفَتَ فَإِذَا هُوَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَرَآءَهُ فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِيَدِهِ، فَأَمَرَهُ يُصَلِّيْ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَآءَهُ حَتَّى دَخَلَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي صَلَاتِكُمْ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا الْتَفَتَ، يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ لَمْ تُصَلِّ؟)) فَقَالَ: مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٨٦٤]

حضور ﷺ وہیں رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے، کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ اس کے بعد بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی تکبیر کہی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ (نماز کے درمیان) نبی کریم ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آ پہنچے۔ لوگ بار بار ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے (مگر جب بار بار ایسا ہوا تو) آپ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے پیچھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے انہیں حکم دیا کہ جس طرح وہ نماز پڑھا رہے ہیں، اسے جاری رکھیں۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اور الٹے پاؤں پیچھے آ گئے اور صف میں مل گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں ہدایت کی کہ ''لوگو! جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگتے ہو۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لیے ہے۔ (مردوں کو) جس کی نماز میں کوئی بات پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے، کیونکہ یہ لفظ جو بھی سنے گا وہ متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابوبکر! جب میں نے اشارہ بھی کر دیا تھا تو پھر آپ لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟'' انہوں نے عرض کیا، ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ بات مناسب نہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھائے۔

تشریح: یہ حدیث پیچھے بھی گزر چکی ہے۔ یہاں مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں آپ کے بمقام قبا بنو عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ صلح کو اتنی اہمیت ہے کہ اس کے لئے بڑی سے بڑی شخصیت بھی پیش قدمی کر سکتی ہے۔ بھلا رسول کریم ﷺ سے افضل، بہتر اور بڑا کون ہوگا۔ آپ خود اس پاک مقصد کے لئے قبا تشریف لے گئے۔ (ﷺ)

یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں نادانی سے کچھ لغزش ہو جائے تو وہ بہر حال قابل معافی ہے مگر امام کو چاہیے کہ غلطی کرنے والوں کو آیندہ کے لئے ہدایت کر دے۔

٢٦٩١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ أَنَّ أَنَسًا قَالَ: قِيْلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَوْ أَتَيْتَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ. فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ

(٢٦٩١) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہا ک میں نے اپنے باپ سے سنا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا: اگر آپ عبداللہ بن ابی (منافق) کے یہاں

النَّبِيُّ ﷺ وَرَكِبَ حِمَارًا، فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ يَمْشُوْنَ مَعَهُ وَهِيَ أَرْضٌ سَبِخَةٌ فَلَمَّا أَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: إِلَيْكَ عَنِّيْ، وَاللَّهِ لَقَدْ آذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِكَ. فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ: وَاللَّهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَطْيَبُ رِيْحًا مِنْكَ. فَغَضِبَ لِعَبْدِاللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَشَتَمَا، فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصْحَابُهُ، فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِيْدِ وَالْأَيْدِيْ وَالنِّعَالِ، فَبَلَغَنَا أَنَّهَا أُنْزِلَتْ: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾. [الحجرات: ٩] قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ هَذَا مِمَّا انْتَخَبْتُ مِنْ مُسَدَّدٍ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ وَيُحَدِّثَ.

[مسلم: ٤٦٦١]

تشریف لے چلتے تو بہتر تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کے یہاں ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ صحابہ ؓ پیدل آپ کے ہمراہ تھے۔ جدھر سے آپ گزر رہے تھے وہ شور زمین تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اس کے یہاں پہنچے تو وہ کہنے لگا ذرا آپ دور ہی رہئے آپ کے گدھے کی بو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ اس پر ایک انصاری صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ عبداللہ (منافق) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص اس صحابی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ پھر دونوں طرف سے دونوں کی حمایتی مشتعل ہو گئے اور ہاتھا پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت پہنچ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی: ”اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔“ ابو عبداللہ امام بخاری ؒ نے کہا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو میں نے مسدد سے ان کے بیٹھنے اور بیان کرنے سے پہلے انتخاب کیا۔

تشریح: عبداللہ بن ابی خزرج کا سردار تھا، مدینہ والے اس کو بادشاہ بنانے کو تھے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور یہ امر ملتوی رہا۔ لوگوں نے آپ کو رائے دی کہ آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں گے تو اس کی دلجوئی ہوگی اور بہت سے لوگ اسلام قبول کریں گے۔ پیغمبر مغرور نہیں ہوتے، آپ بلا تکلف تشریف لے گئے۔ مگر اس مردود نے جو اپنے آپ کو بہت نفیس مزاج سمجھتا تھا، آپ کے گدھے کو بدبودار سمجھا اور یہ گستاخانہ کلام کی جو اس کے خبث باطنی کی دلیل تھی۔ ایک انصاری صحابی نے اس کو منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر اس منافق کے خاندان کے کچھ لوگ طیش میں آ گئے اور قریب تھا کہ باہم جنگ بپا ہو جائے، نبی کریم ﷺ نے ہر دو فریق میں صلح کرا دی، آیت میں مسلمانوں میں صلح کرانے کا ذکر ہے۔ یہ ہر دو گروہ مسلمان ہی تھے۔ کتاب الصلح میں اس لئے اس حدیث کو امام بخاری ؒ نے درج کیا کہ آپس کی صلح صفائی کے لئے نبی کریم ﷺ کی سخت ترین تاکیدات ہیں اور یہ عمل عنداللہ بہت ہی اجر و ثواب کا موجب ہے آیت مذکورہ فی الباب میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ مگر یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت تو مسلمانوں کے بارے میں ہے اور عبداللہ بن ابی کے ساتھی تو اس وقت تک کافر تھے۔ قسطلانی نے کہا ابن عباس ؓ کی تفسیر میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے ساتھی بھی مسلمان ہو چکے تھے، آیت میں لفظ ”مؤمنین“ خود اس امر پر دلیل ہے۔

اہل اسلام کا باہمی قتل و قتال اتنا برا ہے کہ اس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے: "اللهم الف بين قلوبنا واصلح ذات بيننا" بعض متعصب مقلد علما نے اپنے مسلک کے سوا دوسرے مسلمانوں کے خلاف عوام میں اس قدر تعصب پھیلا رکھا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو بالکل اجنبیت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ایسے علما کو اللہ نیک سمجھ عطا کرے، آمین۔ خاص طور پر اہلحدیث سے بغض و عناد اہل بدعت کی نشانی ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی نے تحریر فرمایا ہے۔

بَابٌ: لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

باب: لوگوں میں میل ملاپ کرانے کے لیے جھوٹ بولنے والا جھوٹا نہیں

٢٦٩٢- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِيْ خَيْرًا، أَوْ يَقُوْلُ: خَيْرًا)). [مسلم: ٦٦٣٣، ٦٦٣٤، ٦٦٣٥؛ ابوداود: ٤٩٢٠؛ ترمذي: ١٩٣٨]

(۲۶۹۲) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا صالح بن کیسان سے، ان سے ابن شہاب نے انہیں حمید بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت عقبہ نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ''جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔''

تشریح: مثلاً دو آدمیوں میں رنج ہو اور یہ ملاپ کرانے کی نیت سے کہے کہ وہ تو آپ کے خیر خواہ ہیں یا آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ قسطلانی نے کہا ایسے جھوٹ کی رخصت ہے جس سے بہت فائدے کی امید ہو۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت ہے ایک تو لڑائی میں، دوسرے مسلمانوں میں آپس میں میل جول کرانے میں، تیسرے اپنی بیوی سے، بعض نے اور مقاموں کو بھی جہاں کوئی مصلحت ہو، انہی پر قیاس کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں جھوٹ بولنا جب منع ہے جب اس سے نقصان پیدا ہو یا اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، بعض نے کہا جھوٹ ہر حال میں منع ہے اور ایسے مقاموں میں توریہ کرنا بہتر ہے۔ مثلاً کوئی ظالم سے یوں کہے میں تو آپ کے لئے دعا کیا کرتا ہوں۔ اور مطلب یہ رکھے: ''اللھم اغفر للمسلمین'' کہا کرتا ہوں، اور ضرورت کے وقت تو جھوٹ بولنا بالاتفاق جائز ہے۔ ضرورت سے مذکورہ صلح صفائی کی ضرورت مراد ہے، یا کسی ظالم کے ظلم سے بچنے یا کسی کو بچانے کے لئے جھوٹ بولنا، حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کا یہ بھی مطلب ہے۔

بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ: اذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ

باب: حاکم لوگوں سے کہے ہم کو لے چلو ہم صلح کرا دیں

٢٦٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ وَإِسْحَاقُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوْا حَتَّى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ، فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذَلِكَ فَقَالَ: ((اذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ)).

(۲۶۹۳) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی اور اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبا کے لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک نے دوسرے پر پتھر پھینکے، آنحضرت ﷺ کو جب اس کی اطلاع دی گئی، تو آپ نے فرمایا: ''چلو ہم ان میں صلح کرائیں گے۔''

تشریح: گویا آپ ﷺ نے صلح کے لئے خود پیش قدمی فرمائی، یہی باب کا مقصد ہے۔ باہمی جھگڑے کا ہونا ہر وقت ممکن ہے، مگر اسلام کا تقاضا بلکہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ حسن تدبیر سے ایسے جھگڑوں کو ختم کر کے باہمی اتفاق کرا دیا جائے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ: ﴿أَنْ يُصْلِحَا

باب: سورۂ نساء میں اللہ کا یہ فرمان کہ ''اگر میاں

بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾

٢٦٩٤ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ [النساء: ١٢٨] قَالَتْ: هُوَ الرَّجُلُ يَرَى مِنِ امْرَأَتِهِ مَا لَا يُعْجِبُهُ، كِبَرًا أَوْ غَيْرَهُ فَيُرِيْدُ فِرَاقَهَا فَتَقُوْلُ: أَمْسِكْنِي، وَاقْسِمْ لِيْ مَا شِئْتَ. قَالَتْ: فَلَا بَأْسَ إِذَا تَرَاضَيَا. [راجع: ٢٤٥٠]

بیوی صلح کرلیں تو صلح ہی بہتر ہے''

(۲۶۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرمایا) ''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بے توجہی دیکھے'' تو اس سے مراد ایسا شوہر ہے جو اپنی بیوی میں ایسی چیزیں پائے جو اسے پسند نہ ہوں، عمر کی زیادتی وغیرہ اس لیے اسے اپنے سے جدا کرنا چاہتا ہو اور عورت کہے کہ مجھے جدا نہ کرو (نفقہ وغیرہ) جس طرح تم چاہو دیتے رہنا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح: پھر اگر مرد قرارداد کے موافق اس کی باری میں دوسری عورت کے پاس رہے یا اس کو خرچ کم دے تو گناہگار نہ ہوگا۔ کیونکہ عورت نے اپنی رضا مندی سے اپنا حق ساقط کر دیا، جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی رضا سے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی اور نبی کریم ﷺ ان کی باری کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہا کرتے تھے۔ میاں بیوی کا باہمی طور پر صلح صفائی سے رہنا اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

بَابُ إِذَا اصْطَلَحُوْا عَلَى صُلْحِ جَوْرٍ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ

باب: اگر ظلم کی بات پر صلح کریں تو وہ صلح لغو ہے

٢٦٩٥، ٢٦٩٦ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَا: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ. فَقَامَ خَصْمُهُ قَالَ: صَدَقَ، اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: إِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلَى هَذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَقَالُوْا: لِيْ عَلَى ابْنِكَ الرَّجْمُ. فَفَدَيْتُ ابْنِيْ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِنَ الْغَنَمِ وَوَلِيْدَةٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَقَالُوْا: إِنَّمَا عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا

(۲۶۹۵،۹۶) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے ابو ہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے۔ دوسرے فریق نے بھی یہی کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ آپ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دیہاتی نے کہا کہ میرا لڑکا اس کے یہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ قوم نے کہا تمہارے لڑکے کو رجم کیا جائے گا، لیکن میں نے اپنے لڑکے کے اس جرم کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دے دی۔ پھر میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے ملک بدر کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تو

بِكِتَابِ اللَّهِ، أَمَّا الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَأَمَّا أَنْتَ يَا أُنَيْسُ لِرَجُلٍ فَاغْدُ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا فَارْجُمْهَا)). فَغَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.

[راجع: ٢٣١٤، ٢٣١٥]

تمہیں کو واپس لوٹا دی جاتی ہیں، البتہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے ملک بدر کیا جائے گا اور انیس تم (یہ قبیلہ اسلم کے ایک صحابی تھے) اس عورت کے گھر جاؤ اور اسے رجم کر دو (اگر وہ زنا کا اقرار کر لے)'' چنانچہ انیس گئے اور (چونکہ اس نے بھی زنا کا اقرار کر لیا تھا اس لیے) اسے رجم کر دیا۔

تشریح: گویا بیوی کے خاوند سے سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر صلح کر لی۔ باب کا مطلب اس سے نکلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تیری بکریاں اور لونڈی تجھ کو واپس ملیں گی، کیونکہ یہ ناجائز اور خلاف شرع صلح تھی۔ ابن دقیق العید نے کہا، اس حدیث سے یہ نکلا کہ معاوضہ ناجائز کے بدل جو چیز لی جائے اس کا پھیر دینا واجب ہے۔ لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔ روایت میں اہل علم سے مراد وہ صحابہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی زندگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جیسے خلفائے اربعہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم)

یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اہل علم سے اس کی تحقیق کر لینا ضروری ہے اور یہ تحقیق کتاب و سنت کی روشنی میں ہونی چاہیے نہ کہ محض تقلید کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھائی جائیں۔ آیت: ﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (١٦/النحل: ٤٣) کا یہی مطلب ہے۔

٢٦٩٧۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)). رَوَاهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِيْ عَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ. [مسلم: ٤٤٩٢، ٤٤٩٣؛ ابوداود: ٤٦٠٦؛ ابن ماجه: ١٤]

(٢٦٩٧) ہم سے یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔'' اس کی روایت عبداللہ بن جعفر مخرمی اور عبدالواحد بن ابی عون نے سعد بن ابراہیم سے کی ہے۔

تشریح: عبداللہ بن جعفر کی روایت کو امام مسلم نے اور عبدالواحد کی روایت کو دار قطنی نے وصل کیا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو صلح برخلاف قواعد شرع ہو وہ لغو اور باطل ہے اور جب معاہدہ صلح باطل ٹھہرا تو جو معاوضہ کسی فریق نے لیا وہ واجب الرد ہوگا۔

یہ حدیث شریعت کی اصل الاصول ہے۔ اس سے ان تمام بدعات کا جو لوگوں نے دین میں نکال رکھی ہیں پورا رد ہو جاتا ہے۔ جیسے تیجہ، فاتحہ، چہلم، شب برات کا حلوہ، محرم کا کھچڑا، تعزیہ، شدہ، مولود، عرس، قبروں پر غلاف و پھول ڈالنا ان پر میلے کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ جملہ امور اس لئے بدعت سیئہ ہیں کہ زمانہ رسالت اور زمانۂ صحابہ و تابعین میں ان کا کوئی وجود نہیں ملتا، جیسا کہ کتب تاریخ و سیر موجود ہیں۔ مگر کسی بھی مستند کتاب میں کسی بھی جگہ ان بدعات سیئہ کا ثبوت نہیں ملے گا۔ اگر سارے اہل بدعت بھی مل کر زور لگائیں تو ناکام رہیں گے۔ بہرحال بدعت سے پرہیز کرنا اور سنت نبوی کو معمول بنانا بے حد ضروری ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

بَابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ هَذَا مَا صَالَحَ، فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَى قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ

باب: صلح نامہ میں یہ لکھنا کافی ہے یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں ولد فلاں اور فلاں ولد فلاں نے صلح کی، خاندان اور نسب نامہ لکھنا ضروری نہیں ہے

٢٦٩٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ: لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ كَتَبَ عَلِيٌّ بَيْنَهُمْ كِتَابًا فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَا تَكْتُبْ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُولاً لَمْ نُقَاتِلْكَ. فَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((امْحُهُ)). قَالَ عَلِيٌّ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ. فَمَحَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ، وَصَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلُوهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، فَسَأَلُوهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ؟ قَالَ: الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ.

[راجع: ١٧٨١] [مسلم: ٤٦٢٩، ٤٦٣٠؛ ابوداود: ١٨٣٢]

(٢٦٩٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے بیان کیا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی صلح (قریش سے) کی تو اس کی دستاویز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی۔ انہوں نے اس میں لکھا محمد اللہ کے رسول (ﷺ) کی طرف سے۔ مشرکین نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھو، اگر آپ رسول ہوتے تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں؟ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''رسول اللہ کا لفظ مٹا دو'' علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں تو اسے نہیں مٹا سکتا، تو آنحضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ لفظ مٹا دیا اور مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ (آئندہ سال) تین دن کے لیے مکہ آئیں اور ہتھیار میان میں رکھ کر داخل ہوں۔ شاگردوں نے پوچھا کہ ''جلبان السلاح'' (جس کا یہاں ذکر ہے) کیا چیز ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میان اور جو چیز اس کے اندر ہوتی ہے (اس کا نام جلبان ہے)۔

تشریح: صلح نامہ میں صرف محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ کسی موقع پر اگر مخالفین کوئی نامناسب مطالبہ کریں جو ضد کی حد تک پہنچ جائے تو مجبوراً اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ آج جبکہ اہل اسلام اقلیت میں ہیں اور معاندین اسلام کی اکثریت ہے تو مجبوراً مسلمانوں کے سامنے ایسے بہت سے مسائل ہیں جن کو بادل ناخواستہ تسلیم کرنے ہی میں سلامتی ہے۔ ایسے امور کے لئے امید ہے کہ عنداللہ مؤاخذہ نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ مستقبل میں اسلام کی فتح مبین دیکھ رہے تھے۔ اسی لئے حدیبیہ کے موقع پر مصلحتاً آپ نے مشرکین کی کئی ایک نامناسب باتوں کو تسلیم کرلیا اور آئندہ خود مشرکین مکہ ہی کو ان کی غلط شرائط کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ سچ ہے۔ "الحق یعلو ولا یعلی علیہ۔"

٢٦٩٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي الْقَعْدَةِ، فَأَبَى أَهْلُ

(٢٦٩٩) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا اسرائیل سے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھا۔ لیکن مکہ والوں نے آپ کو

مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: لَا نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ. قَالَ: ((أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ)). ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ: ((امْحُ: رَسُولُ اللَّهِ)). قَالَ: لَا، وَاللَّهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكِتَابَ، فَكَتَبَ: هَذَا مَا قَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِسِلَاحٍ إِلَّا فِي الْقِرَابِ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ، إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا. فَلَمَّا دَخَلَهَا، وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا، فَقَالُوا: قُلْ لِصَاحِبِكَ: اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَبِعَتْهُمُ ابْنَةُ حَمْزَةَ: يَا عَمِّ يَا عَمِّ. فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ: دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ، حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي. وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي. وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ أَخِي فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَتِهَا. وَقَالَ: ((الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ)). وَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ)). وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: ((أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي)). وَقَالَ لِزَيْدٍ: ((أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا)). [راجع: ١٧٨١]

شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین روز قیام کریں گے۔ جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو اس میں لکھا گیا کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ لیکن مشرکین نے کہا کہ ہم تو اسے نہیں مانتے۔ اگر ہمیں علم ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ روکیں۔ بس آپ صرف محمد بن عبداللہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔'' اس کے بعد آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''رسول اللہ (ﷺ) کا لفظ مٹا دو۔'' انہوں نے عرض کیا، نہیں اللہ کی قسم! میں تو یہ لفظ کبھی نہ مٹاؤں گا۔ آخر آپ نے خود دستاویز لی اور لکھا کہ یہ وہ دستاویز ہے کہ جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار میان میں رکھے بغیر داخل نہ ہوں گے۔ اگر مکہ کا کوئی شخص ان کے ساتھ جانا چاہے گا، تو وہ اسے ساتھ نہ لے جائیں گے۔ لیکن اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے گا تو اسے وہ نہ روکیں گے۔ جب (آئندہ سال) آپ مکہ میں تشریف لے گئے اور (مکہ میں قیام کی) مدت پوری ہو گئی، تو قریش علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے صاحب سے کہئے کہ مدت پوری ہو گئی ہے اور اب وہ ہمارے یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ اس وقت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاتھ پکڑ کر لائے اور فرمایا، اپنی چچا زاد بہن کو بھی ساتھ لے لو، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں، یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں بھی ہیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ ''خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔'' پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔'' جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم صورت اور عادات واخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔'' زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''تم ہمارے بھائی بھی ہو اور مولا بھی۔''

تشریح: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس لئے ان کی صاحبزادی نے آپ کو چچا کہہ کر پکارا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس بچی کو اپنی بھتیجی اس لئے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے لفظ مولانا

سے خطاب فرمایا، مولیٰ اس غلام کو کہتے ہیں جس کو مالک آزاد کر دے۔ آپ نے حضرت زید کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ جب آپ نے یہ لڑکی از روئے انصاف حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دلوائی تو اوروں کا دل خوش کرنے کے لئے یہ حدیث فرمائی۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت نکلی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تیرا ہوں، تو میرا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم تم دونوں ایک ہی دادا کی اولاد ہیں اور خون ملا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مٹانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لکھنے سے انکار عدول حکمی کے طور پر نہیں کیا، بلکہ قوت ایمانیہ کے جوش سے ان سے یہ نہیں ہو سکا کہ آپ کی رسالت جو سراسر برحق اور صحیح تھی، اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کا حکم بطور وجوب کے نہیں ہے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ ترجمہ میں صرف فلاں بن فلاں لکھنے پر اقتصار کیا اور زیادہ نسب نامہ خاندان وغیرہ نہیں لکھوایا۔ روایت ہذا میں جو آپ کے خود لکھنے کا ذکر ہے یہ بطور معجزہ ہوگا، ورنہ درحقیقت آپ نبی امی تھے اور لکھنے پڑھنے سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر اللہ نے آپ کو علوم الاولین والاخرین سے مالا مال فرمایا۔ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، امی ہونا بھی آپ کا معجزہ ہے۔

بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ

باب: مشرکین کے ساتھ صلح کرنے کا بیان

فِيهِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ. وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((ثُمَّ تَكُونُ هُدْنَةٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ)). وَفِيهِ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ: وَأَسْمَاءُ وَالْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ایک دن آئے گا کہ پھر تمہاری رومیوں سے صلح ہو جائے گی۔ اس باب میں سہل بن حنیف اسماء اور مسور رضی اللہ عنہم کی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات ہیں۔

٢٧٠٠۔ وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ عَلَى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ، وَعَلَى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ: السَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ، فَجَاءَ أَبُو جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِي قُيُودِهِ فَرَدَّهُ إِلَيْهِمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ أَبَا جَنْدَلٍ وَقَالَ: إِلَّا بِجُلُبِّ السِّلَاحِ. [راجع: ١٧٨١]

(٢٧٠٠) موسیٰ بن مسعود نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ مشرکین کے ساتھ تین شرائط پر کی تھی، (۱) یہ کہ مشرکین میں سے اگر کوئی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائے تو آپ اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی مشرکین کے یہاں پناہ لے گا تو یہ لوگ ایسے شخص کو واپس نہیں کریں گے۔ (۲) یہ کہ آپ آئندہ سال مکہ آ سکیں گے اور صرف تین دن ٹھہریں گے۔ (۳) یہ کہ ہتھیار، تلوار، تیر وغیرہ نیام اور ترکش میں ڈال کر ہی مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ابوجندل رضی اللہ عنہ (جو مسلمان ہو گئے تھے اور قریش نے ان کو قید کر رکھا تھا) بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے، تو آپ نے انہیں (شرائط معاہدہ کے مطابق) مشرکوں کو واپس کر دیا۔ امام بخاری نے کہا کہ مؤمل نے سفیان سے ابوجندل کا ذکر نہیں کیا ہے اور ("الا بجلبان السلاح" کے بجائے) "الا بجلب السلاح" کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

٢٧٠١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا

(٢٧٠١) ہم سے محمد بن رافع نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن نعمان نے

سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سُيُوْفًا، وَلَا يُقِيْمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحَبُّوْا، فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ، فَلَمَّا أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا أَمَرُوْا أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ. [طرفه في: ٤٢٥٢]

بیان کیا، کہا ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ عمرہ کا احرام باندھ کر نکلے، تو کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا۔ اس لیے آپ نے قربانی کا جانور حدیبیہ میں ہی ذبح کر دیا اور سر بھی وہیں منڈوا لیا اور کفار مکہ سے آپ نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کر سکیں گے۔ تلواروں کے سوا اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں گے۔ (اور وہ بھی نیام میں ہوں گی) اور قریش جتنے دن چاہیں گے اس سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہر سکیں گے۔ (یعنی تین دن) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور شرائط کے مطابق آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے، پھر جب تین دن گزر چکے تو قریش نے مکہ سے چلے جانے کے لیے کہا اور آپ ﷺ وہاں سے واپس چلے آئے۔

تشریح: اگرچہ مشرکین کی یہ شرطیں بالکل نامناسب تھیں، مگر رحمۃ للعالمین ﷺ نے بہت سے مصالح کے پیش نظر ان کو تسلیم فرما لیا۔ پس مصلحتاً دب کر صلح کر لینا بھی بعض مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلام سراسر صلح کا حامی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص فساد کو مٹانے کے لئے اپنا حق چھوڑ کر بھی صلح کر لے، اللہ اس سے بہت ہی بہتر اجر عطا کرتا ہے۔ حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح بھی اسی قسم کی تھی۔

٢٧٠٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ إِلَى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. [أطرافه في: ٣١٧٣، ٦١٤٣] [مسلم: ٤٣٤٢، ٤٣٤٣، ٤٣٤٤؛ ابوداود: ١٥٢٠، ٤٥٢١، ٤٥٢٣؛ ترمذي: ١٤٢٢؛ نسائي: ٤٧٢٤، ٤٧٢٥، ٤٧٣٣؛ ابن ماجه: ٢٦٧٧]

(٢٧٠٢) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے بشیر بن یسار نے اور ان سے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر گئے۔ خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی ان دنوں صلح تھی۔

تشریح: اسی سے کافروں کے ساتھ صلح کرنا ثابت ہوا۔ صلح کے متعلق اسلام نے خاص ہدایات اسی لئے دی ہیں کہ اسلام سراسر امن اور صلح کا علمبردار ہے۔ اسلام نے جنگ و جدال کو کبھی پسند نہیں کیا، قرآن مجید میں صاف ہدایت ہے: ﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ (٨/ الانفال: ٦١) اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو آپ ضرور صلح کے لئے جھک جائیے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی جنگی احکامات ہیں وہ صرف مدافعت کے لئے ہیں، جارحانہ ہدایت کہیں بھی نہیں ہے۔

بَابُ الصُّلْحِ فِي الدِّيَةِ

باب: دیت پر صلح کرنا

٢٧٠٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ

(٢٧٠٣) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے حمید نے

حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ أَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ بِنْتُ النَّضْرِ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الأَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ، فَأَبَوْا فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ. فَقَالَ أَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ: أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا قَالَ: ((يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ)). فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ)). زَادَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ: فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الأَرْشَ. [أطرافه في: ۲۸۰۶، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۶۱۱، ۶۸۹۴]

بیان کیا اور ان سے انس ؓ نے بیان کیا کہ نضر کی بیٹی ربیع ؓ نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیئے۔ اس پر لڑکی والوں نے تاوان مانگا اور ان لوگوں نے معافی چاہی لیکن معاف کرنے سے انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بدلہ لینے کا حکم دیا (یعنی ان کا بھی دانت توڑ دیا جائے) انس بن نضر ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ربیع کا دانت کس طرح توڑا جا سکے گا، نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ”انس! کتاب اللہ کا فیصلہ تو بدلہ لینے (قصاص) ہی کا ہے۔“ چنانچہ یہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی قسم پوری کرتا ہے۔“ فزاری نے (اپنی روایت میں) حمید سے، اور انہوں نے انس ؓ سے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور تاوان لے لیا۔

تشریح: دیت پر صلح کرنا ثابت ہوا۔ حضرت انس بن نضر ؓ نے اللہ کی قسم اس امید پر کھائی کہ وہ ضرور ضرور فریق ثانی کے دل موڑ دے گا اور وہ قصاص کے بدلہ دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی قسم کو پورا کر دیا اور فریق ثانی دیت لینے پر راضی ہو گیا، جس پر نبی کریم ﷺ نے کچھ مقبولان بارگاہ الٰہی کی نشان دہی فرمائی کہ وہ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ پاک سے متعلق اپنے دلوں میں کوئی سچا عزم کر لیں اور اس کو پورے بھروسے پر درمیان میں لے آئیں تو وہ ضرور ضرور ان کا عزم پورا کر دیتا ہے اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ انبیا ؑ اور اولیائے کاملین میں ایسی بہت سی مثالیں تاریخ عالم کے صفحات پر موجود ہیں اور قدرت کا یہ قانون اب بھی جاری ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ: ((ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ))

باب: حضرت حسن بن علی ؓ کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”میرا یہ بیٹا مسلمانوں کا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے“

وَقَوْلُهُ: ﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾. [الحجرات: ۹]

۲۷۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: اسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ

اور اللہ پاک کا سورۂ حجرات میں یہ ارشاد کہ ”پس دونوں میں صلح کرا دو۔“

(۲۷۰۴) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قسم اللہ کی! جب حسن بن علی ؓ (معاویہ ؓ کے مقابلے میں) میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر پہنچے، تو عمرو

الْعَاصِ: إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ: أَيْ عَمْرُو إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ؟ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَالرَّحْمَنِ ابْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرٍ، فَقَالَ: اذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُولَا لَهُ: وَاطْلُبَا إِلَيْهِ، فَأَتَيَاهُ، فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا، وَقَالَا لَهُ: وَطَلَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ: فَمَنْ لِي بِهَذَا قَالَا: نَحْنُ لَكَ بِهِ. فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ. فَصَالَحَهُ، قَالَ: الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ، وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ: ((إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ)). قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: إِنَّمَا صَحَّ عِنْدَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. [أطرافه في: ٣٦٢٩، ٣٧٤٦، ٧١٠٩]

بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے) کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو نیست و نابود کیے بغیر واپس نہ جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اور قسم اللہ کی وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے، کہ اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا، یا اس نے اس کو قتل کر دیا، تو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لوگوں کے امور (کی جواب دہی کے لیے) میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا، لوگوں کی بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ لوگوں کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز، آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے یہاں جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو اور فیصلہ انہیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بنو عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو خلافت کی وجہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ یہ لوگ ہیں یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں، بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں۔ وہ کہنے لگے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا اتنا روپیہ دینے پر راضی ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ سے پوچھا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت حسن نے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ آخر آپ نے صلح کر لی، پھر فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کے پہلو میں تھے، آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔“ امام بخاری نے کہا مجھ سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک

اس حدیث سے حسن بصری کا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہوا ہے۔

تشریح: حدیث میں حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی صلح کا ذکر ہے اور اس سے صلح کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس مقصد کے تحت مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو یہاں لائے۔ اس صلح کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی، جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور اس سے مسلمانوں کی باہمی خون ریزی رک گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عسکری طاقت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی پھر مصالحت کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آمادگی، یہ جملہ حالات امت کے لئے بہت سے اسباق پیش کرتے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ ان اسباق کو بہت کم مدنظر رکھا گیا جس کی سزا امت ابھی تک بھگت رہی ہے۔

راوی کے قول "وکان خیر الرجلین" میں اشارہ حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف ہے کہ حضرت معاویہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے جو جنگ کے خواہاں نہیں تھے۔

بَابٌ: هَلْ يُشِيرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ

باب: کیا امام صلح کے لیے فریقین کو اشارہ کر سکتا ہے؟

٢٧٠٥۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِالرَّحْمَنِ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةٍ أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ، وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللَّهِ لَا أَفْعَلُ. خَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللَّهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ)). فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، فَلَهُ أَيُّ ذَلِكَ أَحَبَّ.

(٢٧٠٥) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن ہلال نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے ابوالرجال محمد بن عبدالرحمٰن نے، ان سے ان کی والدہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازے پر دو جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی جو بلند ہو گئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے قرض میں کچھ کمی کرنے اور تقاضے میں کچھ نرمی برتنے کے لیے کہہ رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ اللہ کی قسم میں یہ نہیں کروں گا۔ آخر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: ''اس بات کی قسم کھانے والے صاحب کہاں ہیں؟ کہ وہ ایک اچھا کام نہیں کریں گے۔'' اس صحابی نے عرض کیا میں ہی ہوں یا رسول اللہ! اب میرا بھائی جو چاہتا ہے وہی مجھ کو بھی پسند ہے۔

[مسلم: ٣٩٨٣]

تشریح: نبی کریم ﷺ نے ہر دو میں صلح کا اشارہ فرمایا، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حافظ نے کہا، ان لوگوں کے نام معلوم نہیں ہوئے ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ نے اس شخص کو پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہے جو اچھی بات نہ کرنے کے لئے قسم کھا رہا تھا۔ گویا آپ نے اس کے فعل کو برا سمجھا اور صلح کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گیا اور آپ کے پوچھتے ہی خود بخود کہنے لگا میرا مقروض جو چاہے وہ مجھ کو منظور ہے اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام میں فوراً ہی آپ کا اشارہ پا کر مقروض کے لئے قرض میں تخفیف کا اعلان کر دیا۔ بڑوں کے احترام میں انسان اپنا کچھ نقصان بھی برداشت کر لے تو بہتر ہے۔

٢٧٠٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ

(٢٧٠٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ

حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ مَالٌ، قَالَ فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ)). فَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: النِّصْفَ. فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا. [راجع:٤٥٧]

بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور ان سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ عبداللہ بن حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر ان کا قرض تھا۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا، (آخر تکرار میں) دونوں کی آواز بلند ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ''اے کعب!'' اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، جیسے آپ کہہ رہے ہوں کہ آدھا (قرض کم کر دے) چنانچہ انہوں نے آدھا قرض چھوڑ دیا اور آدھا لے لیا۔

تشریح: اسلامی تعلیم یہی ہے کہ اگر مقروض نادار ہے تو اس کو ڈھیل دینا یا پھر معاف کر دینا ہی بہتر ہے۔ جو قرض خواہ کے اعمال خیر میں لکھا جائے گا۔ ﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (۲/البقرة:۲۸۰) آیت قرآنی کا یہی مطلب ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

باب: لوگوں میں آپس میں ملاپ کرانے اور انصاف کرنے کی فضیلت کا بیان

٢٧٠٧ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ)). [انظر: ٢٨٩١، ٢٩٨٩] [مسلم: ٢٣٣٥]

(۲۷۰۷) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی ہمام سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑ پر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔''

تشریح: یعنی جو صدقہ واجب تھا وہ لوگوں کے درمیان عدل کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان انصاف کیا جائے یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہی ہے جس کے نتائج بہت دوررس ہوتے ہیں، اسی لئے آپس میں میل ملاپ کرا دینے کو نفل نماز اور نفلی روزہ سے بھی زیادہ اہم عمل بتلایا گیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا أَشَارَ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ فَأَبَى حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

باب: اگر حاکم صلح کرنے کے لیے اشارہ کرے اور ایک فریق نہ مانے تو قاعدے کا حکم دے دے

تشریح: حکم یہی ہے کہ جس کا کھیت اوپر ہو وہ مینڈیریوں تک پانی بھر جانے کے بعد اپنے ہمسایہ کے کھیت میں پانی چھوڑ دے۔

٢٧٠٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ

(۲۷۰۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی

الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ)). فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ)). فَاسْتَوْعَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْلَ ذٰلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيٍ سَعَةٍ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيْحِ الْحُكْمِ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللّٰهِ مَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذٰلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ الْآيَةَ.

[النساء: ٦٥] [راجع: ٢٦٠]

شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے باب میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالے سے (اپنے باغ) سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”زبیر! تم پہلے سیراب کرلو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو۔“ اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور کہا، یارسول اللہ! کیا اس وجہ سے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا: ”اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ دیوار تک چڑھ جائے۔“ اس مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو غصہ دلایا تو آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی ”پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کرلیں۔“

تشریح: قاعدے اور ضابطے کا جہاں تک تعلق ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں بالکل انصاف پر مبنی تھا۔ مگر انصاری صحابی کو اس میں رورعایت کا پہلو نظر آیا جو صحیح نہ تھا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بلاچوں وچراں اطاعت رسول اللہ ﷺ کو ایمان کی بنیاد قرار دیا گیا آیت کریمہ سے ان مقلدین جامدین کا بھی رد ہوتا ہے جو صحیح احادیث پر اپنے ائمہ کے اقوال کو ترجیح دیتے اور مختلف حیلوں بہانوں سے فیصلہ نبوی کو ٹال دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول، ص: ٣٦٥۔ ٣٦٦ پر فرماتے ہیں۔ ”پس اگر ہمیں رسول معصوم کی حدیث بہ سند صحیح پہنچے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے اور مجتہد کا مذہب اس سے مخالف ہو اور اس کے باوجود ہم حدیث صحیح کو چھوڑ کر مجتہد کی تخمین اور ظنی بات کی پیروی کریں تو ہم سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا اور ہم اس وقت کیا عذر پیش کریں گے جب کہ لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر ہوں گے۔“ دوسری جگہ حضرت شاہ صاحب نے ایسی تقلید کو آیت: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (١٢/التوبہ:٣١) کا مصداق قرار دیا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)

بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ الْمِيْرَاثِ وَالْمُجَازَفَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: میت کے قرض خواہوں اور وارثوں میں صلح کا بیان اور قرض کا اندازہ سے ادا کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَخَارَجَ الشَّرِيكَانِ، فَيَأْخُذَ هَذَا دَيْنًا وَهَذَا عَيْنًا، فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر دو شریک آپس میں یہ ٹھہرا لیں کہ ایک (اپنے حصہ کو بدل) قرض وصول کرے اور دوسرا نقد مال لے لے تو کوئی حرج نہیں۔ اب اگر ایک شریک کا حصہ تلف ہو جائے (مثلاً قرضہ ڈوب جائے) تو وہ اپنے شریک سے کچھ نہیں لے سکتا۔

٢٧٠٩ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: تُوُفِّيَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَعَرَضْتُ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَأْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ فِيهِ وَفَاءً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: ((إِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي الْمِرْبَدِ آذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ)). فَجَاءَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرَ فَجَلَسَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ: ((ادْعُ غُرَمَائَكَ، فَأَوْفِهِمْ)). فَمَا تَرَكْتُ أَحَدًا لَهُ عَلَى أَبِي دَيْنٌ إِلَّا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَسْقًا سَبْعَةٌ عَجْوَةٌ، وَسِتَّةٌ لَوْنٌ أَوْ سِتَّةٌ عَجْوَةٌ سَبْعَةٌ لَوْنٌ، فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَغْرِبَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَضَحِكَ فَقَالَ: ((ائْتِ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَخْبِرْهُمَا)). فَقَالَا: لَقَدْ عَلِمْنَا إِذْ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا صَنَعَ أَنْ سَيَكُونُ ذَلِكَ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: صَلَاةَ الْعَصْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا بَكْرٍ وَلَا ضَحِكَ، وَقَالَ وَتَرَكَ أَبِي عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا دَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: صَلَاةَ الظُّهْرِ. [راجع: ٢١٢٧]

(٢٧٠٩) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیسان نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد جب شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ میں نے ان کے قرض خواہوں کے سامنے یہ صورت رکھی کہ قرض کے بدلے میں وہ (اس سال کی کھجور کے) پھل لے لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے قرض پورا نہیں ہو سکے گا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب پھل توڑ کر مربد (وہ جگہ جہاں کھجور خشک کرتے تھے) میں جمع کر دو (تو مجھے خبر دو)'' چنانچہ میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ ساتھ میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ وہاں کھجور کے ڈھیر پر بیٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا: ''اب اپنے قرض خواہوں کو بلا لا اور ان کا قرض ادا کر دے'' چنانچہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس کا میرے باپ پر قرض رہا اور میں نے اسے ادا نہ کر دیا ہو۔ پھر بھی تیرہ وسق کھجور باقی بچ گئی۔ سات وسق عجوہ میں سے اور چھ وسق لون میں سے یا چھ وسق عجوہ میں سے اور سات لون میں سے، بعد میں میں رسول اللہ ﷺ سے مغرب کے وقت جا کر ملا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: ''ابوبکر اور عمر کے یہاں جا کر انہیں بھی یہ واقعہ بتا دو۔'' چنانچہ میں نے انہیں بتلایا، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کرنا تھا آپ نے وہ کیا۔ ہمیں جبھی معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ ہشام نے وہب سے اور انہوں نے جابر سے عصر کے وقت (جابر رضی اللہ عنہ کی حاضری کا) ذکر کیا ہے اور انہوں نے نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور نہ ہنسنے کا، یہ بھی بیان کیا کہ (جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) میرے والد اپنے پر تیس وسق قرض چھوڑ گئے تھے اور ابن اسحاق نے وہب سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے ظہر کی نماز کا ذکر کیا ہے۔

تشریح: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ عجوہ مدینہ کی کھجور میں بہت اعلیٰ قسم ہے اور لون اس سے کمتر ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت جابر ؓ نے اپنا سارا قرض ادا کر دیا، پھر بھی کافی بچت ہو گئی۔ خوش نصیب تھے حضرت جابر ؓ جن کو یہ فیضان نبوی حاصل ہوا۔ مضمون باب کی ہر شق حدیث ہذا سے ثابت ہے۔

بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

٢٧١٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ [بْنُ عُمَرَ] أَخْبَرَنَا يُونُسُ؛ ح وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، فَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ!)) فَقَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. قَالَ: فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ. فَقَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قُمْ فَاقْضِهِ)).

باب: کچھ نقد دے کر قرض کے بدلے صلح کرنا

(۲۷۱۰) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبداللہ بن کعب نے خبر دی اور انہیں کعب بن مالک ؓ نے خبر دی کہ انہوں نے ابن ابی حدرد ؓ سے اپنا قرض طلب کیا، جو ان کے ذمہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کا واقعہ ہے۔ مسجد کے اندر ان دونوں کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سنی۔ آپ اس وقت اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ باہر آئے اور اپنے حجرہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالک ؓ کو آواز دی۔ آپ نے پکارا ''اے کعب!'' انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ آدھا معاف کر دے۔ کعب ؓ نے کہا کہ میں نے کر دیا یا رسول اللہ! آپ نے (ابن ابی حدرد ؓ سے) فرمایا کہ ''اب اٹھو اور قرض ادا کر دو۔''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الشُّرُوْطِ

شرائط کا بیان

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

٢٧١١، ٢٧١٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا، وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذَلِكَ، وَامْتَعَضُوْا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذَلِكَ، فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ذَلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ، وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ ابْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ

باب: اسلام میں داخل ہوتے وقت معاملات اور بیع وشرا میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہے؟

(۲۷۱۱، ۱۲) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے خلیفہ مروان اور مسور بن مخرمہ سے سنا، یہ دونوں حضرات اصحاب رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتے تھے کہ جب سہیل بن عمرو نے (حدیبیہ میں کفار قریش کی طرف سے معاہدہ صلح) لکھوایا تو جو شرائط نبی کریم کے سامنے سہیل نے رکھی تھیں، ان میں یہ شرط بھی تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص اگر آپ کے یہاں (فرار ہو کر) چلا جائے خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو تو آپ کو اسے ہمارے حوالہ کرنا ہوگا۔ مسلمان یہ شرائط پسند نہیں کر رہے تھے اور اس پر انہیں دکھ ہوا تھا۔ لیکن سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح قبول نہ کی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اسی شرط پر صلح نامہ لکھوالیا۔ اتفاق سے اسی دن ابو جندل ؓ کو جو مسلمان ہو کر آیا تھا (معاہدہ کے تحت بادل ناخواستہ) ان کے والد سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح مدت صلح میں جو مرد بھی نبی ﷺ کی خدمت میں (مکہ سے بھاگ کر آیا) آپ نے اسے ان کے حوالے کر دیا۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن چند ایمان والی عورتیں بھی ہجرت کر کے آ گئی تھیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ؓ بھی ان میں شامل تھیں، جو اسی دن (مکہ سے نکل کر) آپ کی خدمت میں آئی تھیں، وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو آپ نے انہیں

يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ لِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِنَّ: ﴿إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾ الْآيَةَ [الممتحنة: ١٠] [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

ان کے حوالے نہیں فرمایا، بلکہ عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ (سورۂ ممتحنہ میں) ارشاد فرما چکا تھا کہ ''جب مسلمان عورتیں تمہارے یہاں ہجرت کر کے پہنچیں تو پہلے تم ان کا امتحان لے لو، یوں تو ان کے ایمان کے متعلق جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک کہ کفار و مشرکین ان کے لیے حلال نہیں ہیں۔''

٢٧١٣ـ قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهَذِهِ الْآيَةِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ﴾ إِلَى ﴿غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ بَايَعْتُكِ)). كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهِ، وَاللَّهِ! مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، وَمَا بَايَعَهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ. [أطرافه في: ٢٧٣٣، ٤١٨٢، ٤٨٩١، ٥٢٨٨، ٧٢١٤]

(۲۷۱۳) عروہ نے کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ہجرت کرنے والی عورتوں کا اس آیت کی وجہ سے امتحان لیا کرتے تھے: ''اے مسلمانو! جب تمہارے یہاں مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لو۔'' غفور رحیم تک عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان عورتوں سے جو اس شرط کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ ''میں نے تم سے بیعت کی۔'' آپ صرف زبان سے بیعت کرتے تھے، قسم اللہ کی! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی بھی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا، بلکہ آپ صرف زبان سے بیعت لیا کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے بیعت لینے میں صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے، ان کو ہاتھ لگانا درست نہیں جیسے ہمارے زمانہ کے بعض جاہل پیر کرتے ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت کرے۔ صلح حدیبیہ شرائط معلومہ کے ساتھ کی گئی، جن میں بعض شرطیں بظاہر مسلمانوں کے لئے ناگوار بھی تھیں، مگر بہر حال ان ہی شرائط پر صلح کا معاہدہ لکھا گیا، اس سے ثابت ہوا کہ ایسے مواقع پر فریقین مناسب شرطیں لگا سکتے ہیں۔

٢٧١٤ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرًا يَقُوْلُ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع: ٥٧]

(۲۷۱۴) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے زیاد بن علاقہ نے بیان کیا کہ میں نے جریر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی شرط پر بیعت کی تھی۔

٢٧١٥ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. [راجع: ٥٧]

(۲۷۱۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، انہوں کہا کہ ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی شرطوں کے ساتھ بیعت کی تھی۔

تشریح: ہر دو احادیث میں بیعت کے شرائط نماز قائم کرنے وغیرہ کے متعلق ذکر ہے، اسی لئے ان کو یہاں لایا گیا۔

بَابٌ: إِذَا بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ

٢٧١٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلاً قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ)). [راجع: ٢٢٠٣]

باب: پیوند لگانے کے بعد اگر کھجور کا درخت بیچے؟

(۲۷۱۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس نے کوئی ایسا کھجور کا باغ بیچا جس کی پیوند کاری ہو چکی تھی تو اس کا پھل (اس سال کے) بیچنے والے ہی کا ہوگا۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے۔“ (تو پھل سمیت بیع سمجھی جائے گی)

تشریح: مطلب یہ کہ بیع وشراء میں ایسی مناسب شرطوں کا لگانا جائز ہے۔ پھر معاملہ شرطوں کے ساتھ ہی طے سمجھا جائے گا۔ پیوند کاری کے بعد اگر خریدنے والا اسی سال کے پھل کی شرط لگا لے، تو پھل اس کا ہوگا، ورنہ مالک ہی کا رہے گا۔

بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْبُيُوعِ

٢٧١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِيْنُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِيْ إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ، وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوْا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُوْنَ لَنَا وَلَاؤُكِ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا: ((ابْتَاعِيْ فَأَعْتِقِيْ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). [راجع: ٤٥٦]

باب: بیع میں شرطیں کرنے کا بیان

(۲۷۱۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے ان سے عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ بریرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اپنے مکاتبت کے بارے میں ان سے مدد لینے کے لیے آئیں، انہوں نے ابھی تک اس معاملے میں (اپنے مالکوں کو) کچھ دیا نہیں تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ اپنے مالکوں کے یہاں جا کر (ان سے دریافت کرو) اگر وہ یہ صورت پسند کریں کہ تمہاری مکاتبت کی ساری رقم میں ادا کر دوں اور تمہاری ولاء میرے لیے ہو جائے تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ نے اس کا تذکرہ جب اپنے مالکوں کے سامنے کیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) اگر چاہیں تو یہ کار ثواب تمہارے ساتھ کر سکتی ہیں لیکن ولاء تو ہماری ہی رہے گی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: ”تم انہیں خرید کر آزاد کر دو، ولاء تو بہرحال اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کر دے۔“

تشریح: بیع میں خلاف شرع شرطیں لگانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسی شرطیں لگائے بھی تو وہ شرطیں باطل ہوں گی، باب اور حدیث کا یہاں یہی مقصد ہے۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ إِلَى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ

٢٧١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ: حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ أَنَّهُ

باب: اگر بیچنے والے نے کسی خاص مقام تک سواری کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے

(۲۷۱۸) ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عامر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے

كَانَ يَسِيْرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ فَضَرَبَهُ، فَدَعَا لَهُ، فَسَارَ بِسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ: ((بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ)). قُلْتُ: لَا. ثُمَّ قَالَ: ((بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ)). فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِيْ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَأَرْسَلَ عَلَى إِثْرِيْ، قَالَ: ((مَا كُنْتُ لِآخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ ذَلِكَ فَهُوَ مَالُكَ)).

وَقَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ: أَفْقَرَنِي رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ. وَقَالَ إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ: فَبِعْتُهُ عَلَى أَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ. وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ: **((وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ))** وَقَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ: شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ. وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ: **((وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتَّى تَرْجِعَ))** وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: **((أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ))** وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: **((تَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلَى أَهْلِكَ))**.

وَقَالَ عُبَيْدُاللَّهِ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَقِيَّةٍ. وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهِ عَنْ جَابِرٍ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ. وَهَذَا يَكُوْنُ أُوْقِيَّةً عَلَى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ. وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: أُوْقِيَّةُ ذَهَبٍ. قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ (ایک غزوہ کے موقع پر) اپنے اونٹ پر سوار آ رہے تھے، اونٹ تھک گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا، تو آپ نے اونٹ کو ایک ضرب لگائی اور اس کے حق میں دعا فرمائی، چنانچہ اونٹ اتنی تیزی سے چلنے لگا کہ کبھی اس طرح نہیں چلا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ ''اسے ایک اوقیہ میں مجھے بیچ دو۔'' میں نے انکار کیا مگر آپ کے اصرار پر پھر میں نے آپ کے ہاتھ پر بیچ دیا، لیکن اپنے گھر تک اس پر سواری کو مستثنیٰ کرا لیا۔ پھر جب ہم (مدینہ) پہنچ گئے۔ تو میں نے اونٹ آپ کو پیش کر دیا اور آپ نے اس کی قیمت بھی ادا کر دی، لیکن جب میں واپس ہونے لگا تو میرے پیچھے ایک صاحب کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا (میں حاضر ہوا تو) آپ نے فرمایا: ''میں تمہارا اونٹ کوئی لے تھوڑا ہی رہا تھا، اپنا اونٹ لے جاؤ، یہ تمہارا ہی مال ہے۔'' (اور قیمت واپس نہیں لی) شعبہ نے مغیرہ کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے مدینہ تک اونٹ پر سوار ہونے کی اجازت دی تھی۔ اسحاق نے جریر سے بیان کیا اور ان سے مغیرہ نے کہ (جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا) پس میں نے اونٹ اس شرط پر بیچ دیا کہ مدینہ پہنچنے تک اس پر میں سوار رہوں گا۔ عطاء وغیرہ نے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا) ''اس پر مدینہ تک کی سواری تمہاری ہے۔'' محمد بن منکدر نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے مدینہ تک سواری کی شرط لگائی تھی۔ زید بن اسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا) ''مدینہ تک اس پر تم ہی رہو گے۔'' ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ مدینہ تک کی سواری کی آنحضور ﷺ نے مجھے اجازت دی تھی۔ اعمش نے سالم سے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''اپنے گھر تک تم اسی پر سوار ہو کے جاؤ۔'' عبید اللہ اور ابن اسحاق نے وہب سے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ اونٹ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔ اس روایت کی متابعت زید بن اسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ ابن جریج نے عطاء وغیرہ سے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے (کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا) میں تمہارا یہ اونٹ چار دینار میں لیتا ہوں، اس حساب کہ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے چار دینار کا ایک اوقیہ ہو گا مغیرہ

عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ. وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ بِطَرِيْقِ تَبُوْكَ، أَحْسِبُهُ قَالَ: بِأَرْبَعِ أَوَاقٍ. وَقَالَ أَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ: اشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا. وَقَوْلُ الشَّعْبِيِّ: بِوَقِيَّةٍ أَكْثَرُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: وَالْإِشْتِرَاطُ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ عِنْدِيْ. [راجع: ٤٤٣] [مسلم: ٣٦٤٢، ٤١٠١، ٤١٠٢؛ نسائي: ٤٦٥٣، ٤٦٥٥؛ ابن ماجه: ٢٢٠٥]

نے شعبی کے واسطہ سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے (ان کی روایت میں اور) اسی طرح ابن المنکدر اور ابوالزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں قیمت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اعمش نے سالم سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں ایک اوقیہ سونے کی وضاحت کی ہے۔ ابواسحاق نے سالم سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں دوسو درہم بیان کئے ہیں اور داؤد بن قیس نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت ﷺ نے اونٹ تبوک کے راستے میں (غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے) خریدا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ چار اوقیہ میں (خریدا تھا) ابونضرہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت میں بیان کیا کہ بیس دینار میں خریدا تھا۔ شعبی کے بیان کے مطابق ایک اوقیہ ہی زیادہ روایتوں میں ہے۔ لیکن ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ روایات جو شرائط پر دلالت کرتی ہیں وہ زیادہ ہیں اور بہت صحیح بھی۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علم یہاں سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایک حدیث کے کتنے کتنے طریق ان کو محفوظ تھے۔ حاصل ان سب روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اکثر روایتوں میں سواری کی شرط کا ذکر ہے، جو ترجمہ باب سے معلوم ہوا کہ بیع میں ایسی شرط لگانا درست ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ہے۔ شاید کوئی کتاب حدیث کی ایسی ہو جو ان کی نظر سے نہ گزری ہو اور صحیح بخاری تو الحمد کی طرح ان کو حفظ یاد تھی۔ یا اللہ! ہم کو عالم برزخ میں امام بخاری اور ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت نصیب کر اور حقیر محمد داؤد راز کو بھی ان بزرگوں کے خادموں میں شمار فرمانا۔ آمین

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُعَامَلَةِ

باب: معاملات میں شرطیں لگانے کا بیان

٢٧١٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ. فَقَالَ: ((لَا)) فَقَالُوْا: تَكْفُوْنَا الْمُؤْنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوْا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا. [راجع: ٢٣٢٥]

(٢٧١٩) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے سامنے (مؤاخات کے بعد) یہ پیش کش کی کہ ہمارے کھجور کے باغات آپ ہم میں اور ہمارے بھائیوں (مہاجرین) میں تقسیم فرما دیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”نہیں۔“ اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے باغوں کے کام کر دیا کریں اور ہمارے ساتھ پھل میں شریک ہو جائیں، مہاجرین نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم ایسا ہی کریں گے۔

٢٧٢٠۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: أَعْطَى

(٢٧٢٠) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. [راجع: ٢٢٨٥]

خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر دی تھی کہ اس میں کام کریں اور اسے بوئیں تو آدھی پیداوار انہیں دی جایا کرے گی۔

تشریح: دو احادیث سے ثابت ہوا کہ معاملات میں مناسب اور جائز شرطیں لگانا اور فریقین کا ان پر معاملہ طے کر لینا درست ہے۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

باب: نکاح کے وقت مہر کی شرطیں

وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ. وَقَالَ الْمِسْوَرُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهِ فَأَحْسَنَ قَالَ: ((حَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفَى لِيْ)).

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقوق کا قطعی ہونا شرائط کے پورا کرنے ہی سے ہوتا ہے اور تمہیں شرط کے مطابق ہی ملے گا۔ مسور نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا کہ آپ نے اپنے ایک داماد کا ذکر فرمایا اور (حقوق) دامادی (کی ادائیگی میں) ان کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ ”انہوں نے مجھ سے جب بھی کوئی بات کہی تو سچ کہی اور وعدہ کیا تو اس میں پورے نکلے۔“

٢٧٢١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ)). [مسلم: ٣٤٧٢؛ ابوداود: ٢١٣٩؛ ترمذي: ١١٢٧؛ نسائي: ٣٢٨١، ٣٢٨٢؛ ابن ماجه: ١٩٥٤]

(۲۷۲۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے ابوالخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”وہ شرطیں جن کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔“

تشریح: جن میں ایجاب و قبول اور مہر کی شرطیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ کوئی شخص مہر بندھواتے وقت دل میں نہ ادا کرنے کا خیال رکھتا ہو تو عنداللہ اس کا نکاح حلال نہ ہوگا۔ قسطلانی نے کہا مراد وہ شرطیں ہیں جو عقد نکاح کے مخالف نہیں ہیں، جیسے مباشرت یا نان نفقہ کے متعلق شرطیں، لیکن اس قسم کی شرطیں کہ دوسرا نکاح نہ کرے گا یا لونڈی نہ رکھے گا، یا سفر میں نہ لے جائے گا، پوری کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ یہ شرطیں لغو ہوں گی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اہلحدیث کا یہ قول ہے کہ ہر قسم کی شرطیں پوری کرنی پڑیں گی، کیونکہ حدیث مطلق ہے۔ مگر وہ شرطیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: مزارعت کی جائز شرطیں

٢٧٢٢۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ

(۲۷۲۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حنظلہ زرقی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان

يَقُوْلُ: كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حقْلاً، فَكُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخرَجَتْ هَذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنُهِينَا عَنْ ذَلِكَ، وَلَمْ نُنْهَ عَنِ الْوَرِقِ.

[راجع: ٢٢٨٦]

کرتے تھے کہ ہم اکثر انصار کاشتکاری کیا کرتے تھے اور ہم زمین بٹائی پر دیتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی کھیت کے ایک ٹکڑے میں پیداوار ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی، اس لیے ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔ لیکن چاندی (روپے وغیرہ) کے لگان سے منع نہیں کیا گیا۔

تشریح: یعنی وہ مزارعت منع ہے جس میں یہ قرارداد ہو کہ اس قطعہ کی پیداوار ہم لیں گے، اس قطعہ کی تم لینا، کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔ شاید اس قطعہ میں کچھ پیدا نہ ہو۔

بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

باب: نکاح میں جو شرطیں جائز نہیں ہیں ان کا بیان

٢٧٢٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوْا، وَلَا يَزِيْدَنَّ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلَى خِطْبَتِهِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَائَهَا)).

[راجع: ٢١٤٠] [مسلم: ٣٤٦٠؛ نسائي: ٤٥١٤، ٤٥١٩]

(۲۷۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت نہ بیچے۔ کوئی شخص نجش نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر بھاؤ بڑھائے۔ نہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے پیغام نکاح کی موجودگی میں اپنا پیغام بھیجے اور نہ کوئی عورت (کسی مرد سے) اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے (جو اس مرد کے نکاح میں ہو) تا کہ اس طرح اس کا حصہ بھی خود لے لے۔''

تشریح: کوئی سوکن اپنی بہن کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے تو یہ شرط درست نہ ہوگی، باب اور حدیث میں اسی سے مطابقت ہے۔

بَابُ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ لَا تَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ

باب: وہ شرطیں جو حدود اللہ میں جائز نہیں ہیں، ان کا بیان

٢٧٢٤، ٢٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا: إِنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللَّهِ! أَنْشُدُكَ اللَّهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِيْ بِكِتَابِ اللَّهِ. فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ وَهُوَ

(۲۷۲۴، ۲۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور ان سے ابو ہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ان دونوں نے کہا کہ ایک دیہاتی صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ سے کر دیں۔ دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، کہا کہ جی ہاں! کتاب اللہ سے ہی ہمارا فیصلہ فرمایئے، اور مجھے

أَفْقَهُ مِنْهُ: نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَائْذَنْ لِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُلْ)). قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ، وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ، فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي مِائَةُ جَلْدَةٍ، وَتَغْرِيبُ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ، أُغْدُ يَا أُنَيْسُ! إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا)). قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهَا وَاعْتَرَفَتْ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَجَمَهَا. [راجع: ٢٣١٤، ٢٣١٥]

(اپنا مقدمہ پیش کرنے کی) اجازت دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیش کر۔'' اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ کہ میرا بیٹا ان صاحب کے یہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے ان کی بیوی سے زنا کر لیا، جب مجھے معلوم ہوا کہ (زنا کی سزا میں) میرا لڑکا رجم کر دیا جائے گا تو میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دی، پھر علم والون سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کو (زنا کی سزا میں کیونکہ وہ غیر شادی تھا) سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ البتہ اس کی بیوی رجم کر دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کی ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تمہیں واپس ملیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا۔ اچھا انیس! تم اس عورت کے یہاں جاؤ، اگر وہ بھی (زنا کا) اقرار کر لے، تو اسے رجم کر دو۔'' (کیونکہ وہ شادی شدہ تھی) بیان کیا کہ انیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے یہاں گئے اور اس نے اقرار کر لیا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ رجم کی گئی۔

تشریح: سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کی طرف سے فدیہ دے کر اس کو چھڑا لیا، ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کیونکہ اس نے زنا کی حد کے بدلے یہ شرط کی سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کی طرف سے دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو باطل اور لغو قرار دیا۔ حدود اللہ کے حقوق میں سے ہیں۔ جو بندوں کی باہمی صلح سے ٹالی نہیں جا سکتی۔ جب بھی کوئی ایسا جرم ثابت ہوگا حد ضرور جاری کی جائے گی۔ البتہ جو سزائیں انسانی حقوق کی وجہ سے دی جاتی ہیں ان میں باہمی صلح کی صورتیں نکالی جا سکتی ہیں۔ زانیہ عورت کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو چشم دید بیان دیں، یا عورت و مرد خود اقرار کر لیں یہ بھی یاد رہے کہ حدود کا قائم کرنا اسلامی شرعی اسٹیٹ کا کام ہے۔ جہاں قوانین اسلامی کا اجرا مسلم ہو۔ اگر کوئی اسٹیٹ اسلامی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ حدود اللہ کو قائم نہیں کرتی تو وہ عند اللہ سخت مجرم ہے۔ یہ زانی مرد غیر شادی شدہ کی حدود ہے جو یہاں مذکور ہوئی، رجم کے لئے آخر میں خلیفہ وقت کا حکم ضروری ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ عَلَى أَنْ يُعْتَقَ

باب: اگر مکاتب اپنی بیع پر اس لیے راضی ہو کہ اسے خرید کر آزاد کر دیا جائے گا تو اس کی جائز شرائط کا بیان

٢٧٢٦- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَتْ

(٢٧٢٦) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن ایمن مکی نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بتلایا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میرے یہاں آئیں،

عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتْ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ اشْتَرِيْنِيْ فَإِنَّ أَهْلِيْ يَبِيْعُوْنِيْ فَأَعْتِقِيْنِيْ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَتْ: إِنَّ أَهْلِيْ لَا يَبِيْعُوْنِّيْ حَتَّى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِيْ. قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ. فَسَمِعَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَلَغَهُ، فَقَالَ: ((مَا شَأْنُ بَرِيْرَةَ؟)) فَقَالَ: ((اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاؤُوْا)). قَالَتْ: فَاشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَائَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ)). [راجع: ٤٥٦]

انہوں نے کتابت کا معاملہ کر لیا تھا۔ مجھ سے کہنے لگیں کہ اے ام المؤمنین! مجھے آپ خرید لیں، کیونکہ میرے مالک مجھے بیچنے پر آمادہ ہیں، پھر آپ مجھے آزاد کر دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں (میں ایسا کر لوں گی) لیکن بریرہ رضی اللہ عنہا نے پھر کہا کہ میرے مالک مجھے اسی وقت بیچیں گے جب وہ ولاء کی شرط اپنے لیے لگا لیں۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر مجھے ضرورت نہیں ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے سنا، یا آپ کو معلوم ہوا (راوی کو شبہ تھا) تو آپ نے فرمایا: ''بریرہ کا کیا معاملہ ہے؟ تم انہیں خرید کر آزاد کر دو، وہ لوگ جو چاہیں شرط لگا لیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس کے مالک نے ولاء کی شرط اپنے لیے محفوظ رکھی۔ آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا: ''ولاء اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ (دوسرے) خواہ سو شرط لگائیں۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ غلط شرطوں کے ساتھ جو معاملہ ہو وہ شرطیں ہرگز قابل تسلیم نہ ہوں گی اور معاملہ منعقد ہو جائے گا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الطَّلَاقِ

باب: طلاق کی شرطیں (جو منع ہیں)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ: إِنْ بَدَأَ بِالطَّلَاقِ أَوْ أَخَّرَ فَهُوَ أَحَقُّ بِشَرْطِهِ.

ابن میسب، حسن اور عطاء نے کہا خواہ طلاق کو مقدم کرے یا مؤخر ہر حال میں شرط کے موافق عمل ہوگا۔

تشریح: یعنی طلاق کو مقدم کرے شرط اس کے بعد کہے۔ مثلاً یوں کہے "انت طالق ان دخلت الدار۔" شرط کو مقدم کر کے طلاق بعد میں رکھے مثلاً یوں کہے "ان دخلت الدار فانت طالق۔" ہر حال میں طلاق جب ہی پڑے گی جب شرط پائی جائے، یعنی وہ عورت گھر میں جائے۔ ان تینوں اثروں کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔ (وحیدی)

٢٧٢٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْعَرَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ، وَنَهَى عَنِ النَّجْشِ، وَعَنِ التَّصْرِيَةِ. تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَعَبْدُالصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ غُنْدَرٌ وَعَبْدُالرَّحْمَنِ: نُهِيَ. وَقَالَ آدَمُ: نُهِيْنَا. وَقَالَ النَّضْرُ وَحَجَّاجُ

(٢٧٢٧) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (تجارتی قافلوں کی) پیشوائی سے منع فرمایا تھا اور اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان تجارت بیچے اور اس سے بھی کہ کوئی عورت اپنی (دینی یا نسبی) بہن کے طلاق کی شرط لگائے اور اس سے کہ کوئی اپنے کسی بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ لگائے، اسی طرح آپ نے نجش اور تصریہ سے بھی منع فرمایا۔ محمد بن عرعرہ کے ساتھ اس حدیث کو معاذ بن معاذ اور عبدالصمد بن عبدالوارث نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے اور غندر اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے یوں کہا کہ ممانعت کی گئی تھی (مجہول کے صیغے کے

ابْنُ مِنْهَالٍ: نَهَى. [راجع: ۲۱٤۰]
[مسلم: ۳۸۱٦، ۳۸۱۷؛ نسائي: ٤٥۰۳]

ساتھ) آدم بن ابی ایاس نے یوں کہا کہ ہمیں منع کیا گیا تھا۔ نضر اور حجاج بن منہال نے یوں کہا کہ منع کیا تھا (رسول اللہ ﷺ نے)۔

تشریح: ترجمہ باب حدیث کے لفظ ((وان تشترط المرأة طلاق اختها)) سے نکلا کیونکہ اگر وہ سوکن کی طلاق کی شرط کر لے اور خاوند شرط کے موافق طلاق دے دے تو طلاق پڑ جائے گی ورنہ شرط لگانے کی ممانعت سے کوئی فائدہ نہیں۔ نجش دھوکا دینے کی نیت سے نرخ بڑھانا تاکہ دوسرا شخص جلد اس کو خرید لے، یا کسی بکتی ہوئی چیز کی برائی بیان کرنا تاکہ خریدار اس کو چھوڑ کر دوسری طرف چلا جائے اور تصریہ خریدار کو دھوکا دینے کے لئے جانور کا دودھ اس کے تھنوں میں روک کر رکھنا۔

معاذ بن معاذ کی روایت اور عبدالصمد اور غندر کی روایتوں کو امام مسلم نے وصل کیا اور عبدالرحمن بن مہدی کی روایت حافظ صاحب کو موصولاً نہیں ملی اور حجاج کی روایت کو امام بیہقی نے وصل کیا اور آدم کی روایت کو انہوں نے اپنے نسخہ میں وصل کیا اور نضر کی روایت کو اسحاق بن راہویہ نے وصل کیا۔
(الحمدللہ کہ پارہ ۱۰ پورا ہوا)

الحمدللہ! آج بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء یوم جمعہ بخاری شریف پارہ ۱۰ کے متن مبارک کی قراءت سے فراغت حاصل ہوئی، جبکہ مسجد نبوی میں گنبد خضرا کے دامن میں نبی کریم ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور دعا کر رہا ہوں کہ پروردگار اس عظیم خدمت حدیث میں مجھ کو خلوص اور کامیابی عطا فرما جبکہ تیرے پیارے حبیب کے ارشادات طیبات کی نشر و اشاعت زندگی کا مقصد وحید قرار دے رہا ہوں۔ مجھ کو اس کے ترجمہ اور تشریحات میں لغزشوں سے بچا، اس خدمت کو احسن طریق پر انجام دینے کے لئے میرے دل و دماغ میں ایمانی و روحانی روشنی عطا فرما کر قدم قدم پر میری رہنمائی فرما۔ میرا ایمان ہے کہ یہ مبارک کتاب تیرے حبیب ﷺ کے ارشادات طیبات کا ایک پیش بہا ذخیرہ ہے۔ جس کی نشر و اشاعت آج کے دور میں جہاد اکبر ہے۔ اے اللہ! میرے جو جو بھائی جہاں جہاں بھی اس پاکیزہ خدمت میں میرے ساتھ ممکن اشتراک و مساعدت فرما رہے ہیں، ان سب کو جزائے خیر عطا فرما اور قیامت کے دن اپنے حبیب ﷺ کی شفاعت سے ان کو سرفراز کر اور ان سب کو جنت نصیب فرمانا، آمین یا رب العالمین۔ (۲ صفر ۱۳۹۰ھ یوم الجمعہ۔ مدینہ طیبہ)

الحمدللہ کہ ترجمہ اور تشریحات کی تکمیل سے آج فراغت حاصل ہوئی، اس سلسلہ میں جو بھی محنت کی گئی ہے اور لفظ لفظ کو جس گہری نظر سے دیکھا گیا ہے وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر بھی غلطیوں کا امکان ہے، اس لئے اہل علم سے بصد ادب درخواست ہے کہ جہاں بھی کوئی لغزش نظر آئے مطلع فرما کر میری دعائیں حاصل کریں۔ " الانسان مرکب من الخطأ والنسيان " مشہور مقولہ ہے۔ سال بھر سے زائد عرصہ اس پارے کے ترجمہ و تشریحات پر صرف کیا گیا ہے اور متن و ترجمہ کو کتنی بار نظروں سے گزارا گیا ہے، اس کی گنتی خود مجھ کو یاد نہیں۔ یہ محنت شاقہ محض اس لئے برداشت کی گئی کہ یہ جناب سرکار دو عالم رسول کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کے پاکیزہ فرامین عالیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں غور و فکر وسیلہ نجات دارین ہے۔ اور اس کی خدمت و اشاعت موجب صد اجر عظیم ہے۔

یا اللہ! یہ حقیر خدمت محض تیری و تیرے محبوب رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لئے انجام دی جا رہی ہے۔ اس میں خلوص اور کامیابی بخشنا تیرا کام ہے۔ جس طرح یہ دسواں جزو تو نے پورا کرایا ہے، اس سے بھی زیادہ بہتر دوسرے بیس پاروں کو بھی پورا کروا اور میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی خدمت حدیث کا یہ مبارک سلسلہ جاری رکھنے کی میرے عزیزوں کو توفیق دیجیے کہ سب کچھ تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ﴿ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾ ہے۔ بے شک ہر چیز پر تو قادر ہے۔

جو ہوا تیرے ہی کرم سے ہوا   جو ہوگا تیرے ہی کرم سے ہوگا

خادم حدیث نبوی: محمد داؤد راز السلفی الدهلوی
راہپواہ، ضلع گوڑگاؤں (ہریانہ بھارت) یکم محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

بَابُ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

٢٧٢٨ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ مُوْسَى رَسُوْلُ اللّٰهِ)) فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ﴿قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ [الكهف:٧٢] كَانَتِ الْأُوْلَى نِسْيَانًا، وَالْوُسْطَى شَرْطًا، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا ﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا﴾ [الكهف: ٧٣]. ﴿لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ﴾ [الكهف: ٧٤] ﴿فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ﴾ [الكهف: ٧٧]. قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ. [راجع:٧٤]

باب: لوگوں سے زبانی شرط لگانا

(۲۷۲۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار نے خبر دی سعید بن جبیر سے اور ان میں ایک دوسرے سے زیادہ بیان کرتا ہے، ابن جریج نے کہا مجھ سے یہ حدیث یعلی اور عمرو کے سوا اوروں نے بھی بیان کی، وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خضر سے جو جا کر ملے تھے ''وہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے۔'' پھر آخر تک حدیث بیان کی کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''کیا میں آپ کو پہلے ہی نہیں بتا چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے'' (موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے) پہلا سوال تو بھول کر ہوا تھا، بیچ کا شرط کے طور پر اور تیسرا جان بوجھ کر ہوا تھا۔ آپ نے خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ ''میں جس کو بھول گیا آپ اس میں مجھ سے مؤاخذہ نہ کیجئے اور نہ میرا کام مشکل بناؤ۔ دونوں کو ایک لڑکا ملا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا پھر وہ آگے بڑھے تو انہیں ایک دیوار ملی جو گرنے والی تھی لیکن خضر نے اسے درست کر دیا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ وَرَآءَ هُمْ مَلِكٌ﴾ کے بجائے ''أَمَامَهُمْ مَلِكٌ'' پڑھا ہے۔

تشریح: کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان زبانی شرطیں ہوئیں، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور کثیر علما کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں)۔ ((واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب))۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَلَاءِ

باب: ولاء میں شرط لگانا

تشریح: ولا ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے لیکن اگر وہ مر جائے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے، عرب لوگ اس حق کو بیچ ڈالتے اور ہبہ کرتے، نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

٢٧٢٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوْقِيَّةٌ، فَأَعِيْنِيْنِي. فَقَالَتْ: إِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ، وَيَكُوْنَ

(۲۷۲۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ پر مکاتبت کر لی ہے، ہر سال ایک اوقیہ دینا ہوگا۔ آپ بھی میری مدد کیجئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تمہارے مالک

وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)).

[راجع: ٤٥٦]

چاہیں تو میں ایک دم انہیں اتنی قیمت ادا کر سکتی ہوں لیکن تمہاری ولاء میری ہوگی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے یہاں گئیں اور ان سے اس صورت کا ذکر کیا لیکن انہوں نے ولاء کے لئے انکار کیا۔ جب وہ ان کے یہاں سے واپس ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے یہ صورت رکھی تھی، لیکن وہ کہتے تھے کہ ولاء انہیں کی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے بھی یہ بات سنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''تو انہیں خرید لے اور انہیں ولاء کی شرط لگانے دے۔ ولاء تو اسی کی ہوگی جو آزاد کرے۔'' چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ میں گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا کوئی ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے، ایسی کوئی بھی شرط جس کا ذکر کتاب اللہ میں نہ ہو باطل ہے خواہ سو شرطیں کیوں نہ لگالی جائیں، اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرطیں ہی پائیدار ہیں اور ولاء تو اسی کو ملے گی جو آزاد کرے گا۔''

تشریح: مقصد باب یہ کہ ولا میں ایسی غلط شرط لگانا منع ہے جس کا کوئی ثبوت کتاب اللہ سے نہ ہو۔ ہاں جائز شرطیں جو فریقین طے کر لیں وہ تسلیم ہوں گی۔ اس روایت میں نو اوقیہ کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں پانچ کا جس کی تطبیق یوں دی گئی ہے کہ شاید نو اوقیہ پر معاملہ ہوا اور پانچ باقی رہ گئے ہوں جن کے لئے بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنا پڑا یا ممکن ہے نو کے لئے راوی کا وہم ہوا اور پانچ ہی صحیح ہو۔ روایات سے پہلے خیال کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ فتح الباری میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

بَابٌ: إِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ إِذَا شِئْتُ أَخْرَجْتُكَ

باب: مزارعت میں مالک نے کاشتکار سے یہ شرط لگائی کہ جب میں چاہوں گا، تجھے بے دخل کر سکوں گا

تشریح: یعنی مزارعت میں کوئی مدت معین نہ کرے بلکہ زمین کا مالک یوں شرط کرے کہ میں جب چاہوں گا تجھ کو بے دخل کر دوں گا، یہ شرط بھی جائز ہے بشرطیکہ ہر دو فریق خوشی سے منظور کریں۔ مقصد یہ ہے کہ تمدنی ومعاشرتی امور میں باہمی طور پر جن شرطوں کے ساتھ معاملات ہوتے ہیں، وہ شرطیں جائز حدود میں ہوں تو ضرور قابل تسلیم ہوں گی جیسا کہ یہاں مزارعت کی ایک شرط مذکور ہے۔

٢٧٣٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُو غَسَّانَ الْكِنَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا فَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَامَ عُمَرُ خَطِيبًا

(۲۷۳۰) ہم سے ابو احمد مرار بن حمویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ ابو غسان کنانی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ان کے ہاتھ پاؤں خیبر والوں نے توڑ ڈالے تو عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا

فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ، وَقَالَ: ((نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللَّهُ)). وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ، وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا، وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَائَهُمْ، فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذَلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الْحُقَيْقِ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ ﷺ وَعَامَلَنَا عَلَى الْأَمْوَالِ، وَشَرَطَ ذَلِكَ لَنَا؟ فَقَالَ عُمَرُ: أَظَنَنْتَ أَنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ، لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ؟)) فَقَالَ: كَانَتْ هَذِهِ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ. فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ! فَأَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَإِبِلًا وَعُرُوضًا، مِنْ أَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ.

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَحْسِبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اخْتَصَرَهُ. [ابوداود: ٣٠٠٧]

کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کے یہودیوں سے ان کی جائیداد کا معاملہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں قائم رکھے ہم بھی قائم رکھیں گے۔'' اور عبداللہ بن عمر وہاں اپنے اموال کے سلسلے میں گئے تو رات میں ان کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ کیا گیا جس سے ان کے پاؤں ٹوٹ گئے۔ خیبر میں ان کے سوا اور کوئی ہمارا دشمن نہیں، وہی ہمارے دشمن ہیں اور انہیں پر ہمیں شبہ ہے اس لئے میں انہیں جلاوطن کر دینا ہی مناسب جانتا ہوں۔ جب عمر ؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنو ابی حقیق (ایک یہودی خاندان) کا ایک شخص تھا، آیا اور کہا یا امیر المؤمنین کیا آپ ہمیں جلاوطن کر دیں گے حالانکہ محمد (ﷺ) نے ہمیں یہاں باقی رکھا تھا اور ہم سے جائیداد کا ایک معاملہ بھی کیا تھا اور اس کی ہمیں خیبر میں رہنے دینے کی شرط بھی آپ نے لگائی تھی۔ عمر ؓ نے اس پر فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھول گیا ہوں۔ جب حضور ﷺ نے کہا تھا کہ ''تمہارا کیا حال ہوگا جب تم خیبر سے نکالے جاؤ گے اور تمہارے اونٹ تمہیں راتوں رات لئے پھریں گے۔'' اس نے کہا یہ تو ابو القاسم (حضور ﷺ) کا ایک مذاق تھا۔ عمر ؓ نے فرمایا خدا کے دشمن! تم نے جھوٹی بات کہی۔ چنانچہ عمر ؓ نے انہیں شہر بدر کر دیا اور ان کے پھلوں کی کچھ نقد قیمت، کچھ مال اور اونٹ اور دوسرے سامان یعنی کجاوے اور رسیوں کی صورت میں ادا کر دی۔

اس کی روایت حماد بن سلمہ نے عبیداللہ سے نقل کی ہے جیسا کہ مجھے یقین ہے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر ؓ سے اور انہوں نے عمر ؓ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مختصر طور پر۔

تشریح: روایت کے شروع سند میں ابو احمد مرار بن حمویہ ہیں۔ جامع الصحیح میں ان سے اور ان کے شیخ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پیداوار وصول کرنے کے لئے خیبر بھیجا تھا۔ وہاں بدعہد یہودیوں نے موقع پا کر حضرت عبداللہ کو ایک چھت سے نیچے دھکیل دیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ دیئے۔ ایسی ہی شرارتوں کی وجہ سے حضرت عمر ؓ نے خیبر سے یہود کو جلاوطن کر دیا۔ خیبر کی فتح کے بعد رسول کریم ﷺ نے مفتوحہ زمینات کا معاملہ خیبر کے یہودیوں سے کر لیا تھا اور کوئی مدت مقرر نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جب اللہ چاہے گا یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔ اسی بنا پر حضرت عمر ؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو بے دخل کر کے دوسری جگہ منتقل کرا دیا۔ اس بدعہد قوم نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی، اس لئے یہ قوم ملعون اور مطرود قرار پائی۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ زمین کا مالک اگر کاشتکار کا کوئی قصور دیکھے تو اس کو بے دخل کر سکتا ہے گو وہ کام شروع کر چکا ہو مگر اس کے کام کا بدل دینا ہوگا جیسے کہ حضرت عمر ؓ نے کیا۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ

٢٧٣١، ٢٧٣٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ، يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيْثَ صَاحِبِهِ قَالَا: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ، حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ بِالْغَمِيْمِ فِيْ خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ طَلِيْعَةً فَخُذُوْا ذَاتَ الْيَمِيْنِ)). فَوَاللّٰهِ! مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتَّى إِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ، فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيْرًا لِقُرَيْشٍ، وَسَارَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِيْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا، بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ. فَأَلَحَّتْ، فَقَالُوْا: خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ)) ثُمَّ قَالَ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَا يَسْأَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا)). ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ، قَالَ: فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ، عَلَى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا، فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتَّى نَزَحُوْهُ،

باب: جہاد میں شرطیں لگانا اور کافروں کے ساتھ صلح کرنے میں اور لوگوں کے ساتھ زبانی شرطوں کا لکھنا

(۲۷۳۱، ۳۲) مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا مجھ کو معمر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زہری نے خبر دی، کہا مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے مسور بن مخرمہ اور مروان نے، دونوں کے بیان سے ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر (مکہ) جارہے تھے، ابھی آپ ﷺ راستے ہی میں تھے، فرمایا ''خالد بن ولید قریش کے (دوسو) سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ لگانے کے لئے مقام غمیم میں مقیم ہے (یہ قریش کا مقدمۃ الجیش ہے) اس لئے تم لوگ داہنی طرف سے جاؤ، پس خدا کی قسم خالد کو ان کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہوسکا اور جب انہوں نے اس لشکر کا غبار اٹھتا ہوا دیکھا تو قریش کو جلدی جلدی خبر دینے گئے۔ ادھر نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی پر پہنچے جس سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ (اونٹنی کو اٹھانے کے لئے) ''حل حل'' کہنے لگے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ قصواء اڑ گئی، آپ نے فرمایا: ''قصواء اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے، اسے تو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو (مکہ میں) داخل ہونے سے روک لیا تھا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کی محرمات کی بڑائی ہو تو میں ان کا مطالبہ منظور کرلوں گا۔'' آخر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ گئی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ صحابہ سے آگے نکل گئے اور حدیبیہ کے آخری کنارے ثمد (ایک چشمہ یا گڑھا) پر جہاں پانی کم تھا، آپ نے پڑاؤ کیا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے، انہوں نے پانی کو ٹھہرنے ہی نہیں

وَشُكِيَ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ الْعَطَشُ، فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوْهُ فِيْهِ، فَوَاللَّهِ! مَا زَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتَّى صَدَرُوْا عَنْهُ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ، وَكَانُوْا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ، فَقَالَ: إِنِّيْ تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوْا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ، وَمَعَهُمُ الْعُوْذُ الْمَطَافِيْلُ، وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ، وَلَكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ، وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ، وَأَضَرَّتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاؤُوْا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً، وَيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرْ فَإِنْ شَاؤُوْا أَنْ يَدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا، وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوْا، وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِيْ هَذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ، وَلَيُنْفِذَنَّ اللَّهُ أَمْرَهُ)). فَقَالَ بُدَيْلٌ: سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُوْلُ. فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى قُرَيْشًا قَالَ: إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ، وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا، فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا، قَالَ سُفَهَاؤُهُمْ: لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ. وَقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ مِنْهُمْ: هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ. قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: كَذَا وَكَذَا، فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ! أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ. قَالُوْا: بَلَى. قَالَ: أَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ؟ قَالُوْا: بَلَى. قَالَ: فَهَلْ

دیا، سب کھینچ ڈالا۔ اب رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی گئی تو آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس گڑھے میں ڈال دیں بخدا تیر گاڑتے ہی پانی انہیں سیراب کرنے کے لئے ابلنے لگا اور وہ پوری طرح سیراب ہو گئے۔ لوگ اسی حال میں تھے کہ بُدیل بن ورقا خزاعی رضی اللہ عنہ اپنی قوم خزاعہ کے کئی آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے محرم راز بڑے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو پیچھے چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیروں پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے، ان کے ساتھ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے نئے بچوں کے ساتھ ہیں۔ وہ آپ سے لڑیں گے اور آپ کے بیت اللہ پہنچنے میں رکاوٹ ہوں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ”ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں صرف عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ (مسلسل) لڑائیوں نے قریش کو بھی کمزور کر دیا ہے اور انہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے، اب اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت ان سے صلح کا معاہدہ کر لوں گا، اس عرصہ میں وہ میرے اور عوام (کفار مشرکین عرب) کے درمیان نہ پڑیں پھر اگر میں کامیاب ہو جاؤں اور (اس کے بعد) وہ چاہیں تو اس دین (اسلام) میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں (جس میں اور تمام داخل ہو چکے ہوں گے) لیکن اگر مجھے کامیابی نہیں ہوئی تو انہیں بھی آرام مل جائے اور اگر انہیں میری پیش کش سے انکار ہے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میرا سر تن سے جدا نہیں ہو جاتا، میں اس دین کے لئے برابر لڑتا رہوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ اسے نافذ ہی فرما دے گا۔“ بدیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش تک آپ کی گفتگو میں پہنچاؤں گا چنانچہ وہ واپس ہوئے اور قریش کے یہاں پہنچے اور کہا کہ ہم تمہارے پاس اس شخص (نبی کریم ﷺ) کے یہاں سے آ رہے ہیں اور ہم نے اسے ایک بات کہتے سنا ہے، اگر تم چاہو تو تمہارے سامنے ہم اسے بیان کر سکتے ہیں۔ قریش کے بے وقوفوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ تم اس شخص کی کوئی بات ہمیں سناؤ۔ جو لوگ صائب الرائے تھے، انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو کچھ تم نے سنا ہے ہم سے بیان کر دو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے (آنحضرت ﷺ کو) یہ کہتے

تَتَّهِمُوْنِّيْ؟ قَالُوْا: لَا .قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّي اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ، فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ أَطَاعَنِيْ قَالُوْا: بَلَى. قَالَ: فَإِنَّ هَذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ، اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِيْ آتِهِ. قَالُوا: ائْتِهِ. فَأَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: نَحْوًا مِنْ قَوْلِهِ لِبُدَيْلٍ، فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذَلِكَ: أَيْ مُحَمَّدُ! أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَصْلَهُ قَبْلَكَ؟ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ! لَأَرَى وُجُوْهًا، وَإِنِّيْ لَأَرَى أَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ. فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بَكْرٍ: امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوْا: أَبُوْ بَكْرٍ. قَالَ: أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ. قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ فَكُلَّمَا كَلِمَةً أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيْرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ. فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ؟ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَتَلَهُمْ، وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ)).

سنا ہے اور پھر جو کچھ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا، سب بیان کر دیا۔ اس پر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کفار کے ساتھ تھے) کھڑے ہوئے اور کہا اے قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں رکھتے۔ سب نے کہا کیوں نہیں ضرور رکھتے ہیں عروہ نے پھر کہا کیا میں بیٹے کی طرح تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں ہے۔ عروہ نے پھر کہا تم لوگ مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لئے کہا تھا اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے گھرانے، اولاد اور ان تمام لوگوں کو تمہارے پاس لا کر کھڑا کر دیا تھا جنہوں نے میرا کہنا مانا تھا؟ قریش نے کہا کیوں نہیں (آپ کی باتیں درست ہیں) اس کے بعد انہوں نے کہا دیکھو اب اس شخص (نبی کریم ﷺ) نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز رکھی ہے، اسے تم قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس (گفتگو) کے لئے جانے دو، سب نے کہا آپ ضرور جایئے۔ چنانچہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے گفتگو شروع کی آپ ﷺ نے ان سے بھی وہی باتیں کہیں جو آپ بدیل سے کہہ چکے تھے، عروہ نے اس وقت کہا۔ اے محمد! بتاؤ اگر آپ نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ ﷺ پر غالب ہوئے) تو میں تو خدا کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف جنسوں کے لوگ (یعنی رومی حبشی، فارسی) یہی کریں گے، اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے "امصص بَظْرَ اللَّاتِ" (ابے جا! لات بت کی شرمگاہ چوس لے) کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ لیا

ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ. قَالَ: فَوَاللَّهِ! مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوْءِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ، فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللَّهِ! لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ! إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ، يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا، وَاللَّهِ! إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوْءِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ، فَاقْبَلُوْهَا. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي كِنَانَةَ: دَعُوْنِي آتِهِ. فَقَالُوا: ائْتِهِ. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: **((هَذَا فُلَانٌ، وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهُ))**. فَبُعِثَتْ لَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ! مَا يَنْبَغِيْ لِهَؤُلَاءِ أَنْ يُصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ قَالَ: رَأَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَأُشْعِرَتْ، فَمَا أَرَى أَنْ يُصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ. فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ: مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ. فَقَالَ: دَعُوْنِي

کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے تھے، تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار کی کوتہی کو ان کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دغاباز! کیا میں نے تیری دغابازی کی سزا سے تجھ کو نہیں بچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا ''تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں، رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔'' (کیونکہ وہ دغابازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا) پھر عروہ رضی اللہ عنہ گھور گھور کر رسول کریم کے اصحاب کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ پھر راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ ﷺ نے بلغم بھی تھوکا تو آپ کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا کسی کام کا اگر آپ نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپ وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپ گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپ کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپ کے ساتھی نظر بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی، میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپ کی کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد ﷺ نے بلغم بھی تھوک دیا تو ان کے اصحاب میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر جا گرا تو انہوں نے اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا۔ آپ نے انہیں اگر کوئی

آتِهِ. فَقَالُوا: ائْتِهِ. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**هَذَا مِكْرَزٌ وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ**)). فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو. قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِي أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلٌ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: . ((**لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ**)) قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهِ: فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ: هَاتِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْكَاتِبَ، فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ**)). فَقَالَ سُهَيْلٌ: أَمَّا الرَّحْمَنُ فَوَاللَّهِ! مَا أَدْرِيْ مَا هُوَ وَلَكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ. كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ. فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: وَاللَّهِ! لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ**)). ثُمَّ قَالَ: ((**هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ**)). فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللَّهِ! لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللَّهِ، مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ، وَلَكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**وَاللَّهِ! إِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللَّهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُوْنِي. اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ**)). قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَذَلِكَ لِقَوْلِهِ: ((**لَا يَسْأَلُوْنِّي خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا**)). فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((**عَلَى أَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفَ بِهِ**)). فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللَّهِ! لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ أَنَّا أُخِذْنَا ضُغْطَةً وَلَكِنْ ذَلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ. فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا

حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپ نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ آپ نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ان کے دلوں میں آپ کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپ کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے تمہارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہئے کہ اسے قبول کرلو۔ اس پر بنو کنانہ کا ایک شخص بولا کہ اچھا مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو، لوگوں نے کہا تم بھی جا سکتے ہو۔ جب یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ فلاں شخص ہے، ایک ایسی قوم کا فرد جو بیت اللہ کی قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس لئے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔“ صحابہ نے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دیئے اور لبیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ سبحان اللہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو کعبہ سے روکا جائے۔ اس کے بعد قریش میں سے ایک دوسرا شخص مکرز بن حفص نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو۔ سب نے کہا کہ تم بھی جا سکتے ہو جب وہ نبی ﷺ اور صحابہ سے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مکرز ہے ایک بدترین شخص۔“ پھر وہ نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ ابھی وہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا۔ معمر نے (سابقہ سند کے ساتھ) بیان کیا کہ مجھے ایوب نے خبر دی اور انہیں عکرمہ نے کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم ﷺ نے (نیک فالی کے طور پر) فرمایا: ”تمہارا معاملہ آسان (سہل) ہو گیا۔“ معمر نے بیان کیا کہ زہری نے اپنی حدیث میں اس طرح بیان کیا تھا کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو کہنے لگا کہ ہمارے اور اپنے درمیان (صلح) کی ایک تحریر لکھ لو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا کہ لکھو ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ سہیل کہنے لگا ”رحمٰن“ کو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے۔ البتہ تم یوں لکھ سکتے ہو ”بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ“ جیسے پہلے لکھا کرتے تھے مسلمانوں نے کہا کہ قسم اللہ کی ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا اور کوئی دوسرا جملہ نہ لکھنا چاہئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ((بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ)) ہی لکھنے دو۔“ پھر آپ نے لکھوایا ”یہ محمد رسول

رَجُلٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دِيْنِكَ، إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا. قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: سُبْحَانَ اللَّهِ! كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا؟ فَبَيْنَمَاهُمْ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ أَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهِ، وَقَدْ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِ مَكَّةَ، حَتَّى رَمَى بِنَفْسِهِ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ. فَقَالَ سُهَيْلٌ: هَذَا يَا مُحَمَّدُ! أَوَّلُ مَنْ أُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ أَنْ تَرُدَّهُ إِلَيَّ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ**)) قَالَ: فَوَاللَّهِ! إِذَنْ لَا أُصَالِحْكَ عَلَى شَيْءٍ أَبَدًا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**فَأَجِزْهُ لِيْ**)). فَقَالَ: مَا أَنَا بِمُجِيْزِهِ ذَلَكَ. قَالَ: ((**بَلَى، فَافْعَلْ**)). قَالَ: مَا أَنَا بِفَاعِلٍ. قَالَ مِكْرَزٌ: بَلْ قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ. قَالَ أَبُوْ جَنْدَلٍ: أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ، أُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا؟ أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللَّهِ. قَالَ: قَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: ((**بَلَى**)). قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: ((**بَلَى**)). قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ قَالَ: ((**إِنِّيْ رَسُوْلُ اللَّهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ**)). قُلْتُ: أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهِ قَالَ: ((**بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيْهِ الْعَامَ**)). قُلْتُ: لَا. قَالَ: ((**فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ**)). قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا

اللہ ﷺ کی طرف سے صلح نامہ کی دستاویز ہے۔'' سہیل نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو نہ ہم آپ کو کعبہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپ تو صرف اتنا لکھئے کہ ''محمد بن عبداللہ'' اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ گواہ ہے کہ میں اس کا سچا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے رہو، لکھو جی محمد بن عبداللہ۔'' زہری نے بیان کیا کہ یہ سب کچھ (نرمی اور رعایت) صرف آپ ﷺ کے اس ارشاد کا نتیجہ تھا (جو پہلے ہی آپ بدیل رضی اللہ عنہ سے کہہ چکے تھے) کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہوگی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے سہیل سے فرمایا لیکن صلح کے لئے پہلی شرط یہ ہوگی کہ ''تم لوگ ہمیں بیت اللہ کے طواف کرنے کے لئے جانے دو گے۔'' سہیل نے کہا قسم اللہ کی ہم (اس سال) ایسا نہیں ہونے دیں گے ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے (اس لئے ہم نے اجازت دے دی) البتہ آیندہ سال کے لئے اجازت ہے۔ چنانچہ یہ بھی لکھ لیا۔ پھر سہیل نے لکھا کہ یہ شرط بھی (لکھ لیجئے) کہ ہماری طرف کا جو شخص بھی آپ کے یہاں جائے گا خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو آپ ﷺ اسے ہمیں واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر کہا) سبحان اللہ! (ایک شخص کو) مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو کر آیا ہو۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے، وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جس کے لئے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیں اسے واپس کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے'' (اس لئے جب صلح نامہ طے پا جائے گا اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہئے) سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر بھی آپ ﷺ سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کر دو۔'' اس نے کہا کہ میں اس سلسلے میں احسان بھی نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: ''نہیں

عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ! إِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ، فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ، فَوَاللّٰهِ! إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ. قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ قَالَ: بَلَى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالاً. قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا، ثُمَّ احْلِقُوْا)). قَالَ: فَوَاللّٰهِ! مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتَّى قَالَ: ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَتُحِبُّ ذَاكَ اخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ. فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ، وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ. فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ، قَامُوْا فَنَحَرُوْا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا، حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا، ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ [الممتحنة: ١٠] حَتَّى بَلَغَ ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ، فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، وَالْأُخْرَى صَفْوَانُ ابْنُ أُمَيَّةَ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِيْنَةِ،

تمہیں احسان کر دینا چاہئے'' لیکن اس نے یہی جواب دیا کہ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ البتہ مکرز نے کہا کہ چلئے ہم اس کا آپ پر احسان کرتے ہیں مگر (اس کی بات نہیں چلی) ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟ کیا میرے ساتھ جو کچھ معاملہ ہوا ہے تم نہیں دیکھتے؟ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستے میں بڑی سخت اذیتیں پہنچائی گئیں تھیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں؟'' میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ''کیوں نہیں؟'' میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔'' میں نے کہا کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں (آپ نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔'' انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابو بکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلاشک وشبہ وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو، خدا گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا آنحضور ﷺ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آنحضرت ﷺ نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت

فَجَاءَهُ أَبُوْ بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَأَرْسَلُوْا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ، فَقَالُوا: الْعَهْدَ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا. فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَنَزَلُوْا يَأْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُوْ بَصِيرٍ: لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ! جَيِّدًا. فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ وَاللَّهِ! إِنَّهُ لَجَيِّدٌ، لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ. فَقَالَ أَبُوْ بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ، فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ، وَفَرَّ الْآخَرُ، حَتَّى أَتَى الْمَدِيْنَةَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حِيْنَ رَآهُ: ((**لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا**)). فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قُتِلَ وَاللَّهِ! صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُوْلٌ، فَجَاءَ أَبُوْ بَصِيرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! قَدْ وَاللَّهِ! أَوْفَى اللَّهُ ذِمَّتَكَ، قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِي اللَّهُ مِنْهُمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((**وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ، لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ**)). فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ، فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيْفَ الْبَحْرِ قَالَ: وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ، فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ، فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ، حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ، فَوَاللَّهِ! مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّأْمِ إِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا، فَقَتَلُوْهُمْ، وَأَخَذُوْا أَمْوَالَهُمْ، فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تُنَاشِدُهُ اللَّهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ، فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ، فَأَرْسَلَ

اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں میں نے اپنی اس عجلت پسندی کی مکافات کے لئے نیک اعمال کئے۔ پھر جب صلح نامہ سے آپ فارغ ہو چکے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''اب اٹھو اور (جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی) قربانی کرلو اور سر بھی منڈوا لو۔'' انہوں نے بیان کیا کہ اللہ گواہ ہے صحابہ میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا اور تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ فرمایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کرلیں اور اپنے حجام کو بلالیں جو آپ کے بال مونڈ دے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے۔ کسی سے کچھ نہیں کہا اور سب کچھ کیا اپنے جانور کی قربانی کر لی اور اپنے حجام کو بلوایا جس نے آپ کے بال مونڈے۔ جب صحابہ نے دیکھا تو وہ بھی ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج وغم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ پھر آنحضور ﷺ کے پاس (مکہ سے) چند مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ''اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو۔'' ﴿**بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ**﴾ تک اِس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی جو اب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو قریش کے ایک فرد ابو بصیر رضی اللہ عنہ (مکہ سے فرار ہو کر) حاضر ہوئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے انہیں واپس لینے کے لئے دو آدمیوں کو بھیجا اور انہوں نے آکر کہا کہ ہمارے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ قریش کے دونوں افراد جب انہیں واپس لے کر لوٹے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو کھجور کھانے کے لئے اترے جو ان کے ساتھ تھی۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان

النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ [الفتح: ٢٤، ٢٦] وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ لَمْ يُقِرُّوْا أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ، وَلَمْ يُقِرُّوْا بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ، وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ. [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

میں سے ایک سے فرمایا قسم اللہ کی تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے، دوسرے ساتھی نے تلوار نیام سے نکال دی۔ اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم نہایت عمدہ تلوار ہے، میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اس پر بولے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اور اس طرح اپنے قبضہ میں کر لیا پھر اس شخص نے تلوار کے مالک کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا، اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد میں دوڑتا ہوا داخل ہوا نبی کریم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا "یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔" جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی مارا جاؤں گا (اگر آپ لوگوں نے ابوبصیر کو نہ روکا) اتنے میں ابوبصیر بھی آ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی، آپ ﷺ مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات دلائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "(تیری ماں کی خرابی) اگر اس کا کوئی ایک بھی مددگار ہوتا تو پھر لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے۔" جب انہوں نے آپ کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ آپ پھر کفار کے حوالے کر دیں گے اس لئے وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے۔ راوی نے بیان کیا کہ اپنے گھر والوں سے (مکہ سے) چھوٹ کر ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور اب یہ حال تھا کہ قریش کا جو شخص بھی اسلام لاتا (بجائے مدینہ آنے کے) ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے یہاں (ساحل سمندر پر) چلا جاتا۔ اس طرح سے ایک جماعت بن گئی اور اللہ گواہ ہے یہ لوگ قریش کے جس قافلے کے متعلق بھی سن لیتے کہ وہ شام جا رہا ہے تو اسے راستے ہی میں روک کر لوٹ لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔ اب قریش نے نبی کریم ﷺ کے یہاں اللہ اور رحم کا واسطہ دے کر درخواست بھیجی کہ آپ کسی کو بھیجیں (ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے یہاں کہ وہ قریش کی ایذا سے رک جائیں) اور اس کے بعد جو شخص بھی آپ کے یہاں جائے گا (مکہ سے) اسے امن ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے یہاں اپنا آدمی بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "اور وہ ذات پروردگار جس نے روک دیا تھا تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے (یعنی جنگ نہیں ہو سکی تھی)

وادی مکہ میں (حدیبیہ میں) بعد میں اس کے کہ تم کو غالب کر دیا تھا ان پر یہاں تک کہ بات جاہلیت کے دور کی بے جا حمایت تک پہنچ گئی تھی۔'' ان کی حمیت (جاہلیت) یہ تھی کہ انہوں نے (معاہدے میں بھی) آپ کے لئے اللہ کے نبی ہونے کا اقرار نہیں کیا اسی طرح انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھنے دیا اور آپ کے بیت اللہ جانے سے مانع بنے۔

٢٧٣٣ـ وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ: قَالَ عُرْوَةُ: فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ، وَبَلَغَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنْ يَرُدُّوْا إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا أَنْفَقُوْا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ، وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، أَنْ لَا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ، أَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ قُرَيْبَةَ بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، وَبِنْتَ جَرْوَلِ الْخُزَاعِيِّ، فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعَاوِيَةُ وَتَزَوَّجَ الْأُخْرَى أَبُوْ جَهْمٍ، فَلَمَّا أَبَى الْكُفَّارُ أَنْ يُقِرُّوْا بِأَدَاءِ مَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَزْوَاجِهِمْ، أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾ [الممتحنه: ١١] وَالْعَقِبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُوْنَ إِلَى مَنْ هَاجَرَتِ امْرَأَتُهُ مِنَ الْكُفَّارِ، فَأَمَرَ أَنْ يُعْطَى مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَا أَنْفَقَ مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِيْ هَاجَرْنَ، وَمَا نَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيْمَانِهَا. وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيْرِ بْنَ أَسِيْدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ، فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ أَبَابَصِيْرٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. [راجع: ٢٧١٣]

(۲۷۳۳) عقیل نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کا (جو مکہ سے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تھیں) امتحان لیتے تھے (زہری نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمان وہ سب کچھ ان مشرکوں کو واپس کر دیں جو انہوں نے اپنی ان بیویوں پر خرچ کیا ہو جو (اب مسلمان ہو کر) ہجرت کر آئی ہیں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں قریبہ بنت ابی امیہ اور ایک جرول خزاعی کی لڑکی کو طلاق دے دی۔ بعد میں قریبہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی تھی (کیونکہ اس وقت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور دوسری بیوی سے ابوجہم نے شادی کر لی تھی لیکن جب کفار نے مسلمانوں کے ان اخراجات کو ادا کرنے سے انکار کیا جو انہوں نے اپنی (کافرہ) بیویوں پر کئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''اور تمہاری بیویوں میں سے کوئی کافروں کے یہاں چلی گئی تو وہ معاوضہ تم خود ہی لے لو'' یہ وہ معاوضہ تھا جو مسلمان کفار میں سے اس شخص کو دیتے جس کی بیوی ہجرت کر کے (مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان کے نکاح میں آ گئی ہو) پس اللہ نے اب یہ حکم دیا کہ جس مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر (کفار کے یہاں) چلی جائے اس کے (مہر و نفقہ کے) اخراجات ان کفار کی عورتوں کے مہر سے ادا کر دیئے جائیں جو ہجرت کر کے آ گئی ہیں (اور کسی مسلمان نے ان سے نکاح کر لیا ہے) اگرچہ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی مہاجرہ بھی ایمان کے بعد مرتد ہوئی ہوں اور ہمیں یہ روایت بھی معلوم ہوئی کہ ابوبصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مؤمن و مہاجر کی حیثیت سے معاہدہ کی مدت کے اندر ہی حاضر ہوئے تو اخنس بن شریق نے نبی کریم ﷺ کو ایک تحریر لکھی جس میں اس

نے (ابوبصیر ؓ کی واپسی کا) مطالبہ آپ سے کیا تھا۔ پھر انہوں نے حدیث پوری بیان کی۔

تشریح: یہ واقعہ ۶ھ کا ہے نبی کریم ﷺ پیر کے دن ذی قعدہ کے آخر میں مدینہ سے عمرہ کا ارادہ کر کے نکلے۔ آپ کے ساتھ سات سو مسلمان تھے اور ستر اونٹ قربانی کے، ہر دس آدمی میں ایک اونٹ۔ ایک روایت میں آپ کے ساتھیوں کی تعداد چودہ سو بتلائی ہے۔ آپ نے بسر بن سفیان کو قریش کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا، اس نے واپس آ کر بتلایا کہ قریش کے لوگ آپ کے آنے کی خبر سن کر ذی طویٰ میں آ گئے ہیں اور خالد بن ولید ان کے سواروں کے ساتھ کراع الغمیم نامی جگہ میں آ ٹھہرے ہیں، یہ جگہ مکہ سے دو میل پر ہے۔ اس روایت میں واقعہ حدیبیہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ روایت میں قصویٰ اونٹنی کا ذکر ہے، اس پر نبی کریم ﷺ سواری کرتے تھے، یہ تمام اونٹوں میں آگے رہتی، آپ نے اس پر سوار ہو کر ہجرت کی تھی۔ روایت میں تہامہ کا ذکر ہے، یہ مکہ اور اس کے اطراف کی بستیوں کو کہتے ہیں۔ تہم گرمی کی شدت کو کہتے ہیں، یہ علاقہ بے حد گرم ہے، اسی لئے تہامہ نام سے موسوم ہوا۔ کعب بن لوی قریش کے جد اعلیٰ ہیں۔ ((عوذ المطافیل)) کا لفظ جو روایت میں آیا ہے اس کے دو معنی ہیں ایک بچہ دار اونٹنیاں جو ابھی بچہ جنی ہوں اور کافی دودھ دے رہی ہوں۔ دوسرے انسانوں کے بال بچے۔ دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ، قریش کے لوگ ان چشموں پر زیادہ دنوں تک رہنے کے لئے اپنے اونٹ اور اونٹنیاں اور بال بچے لے کر آئے ہیں تاکہ وہ عرصہ تک آپ سے جنگ کرتے رہیں۔ عروہ بن مسعود جو قریش کے نمائندہ بن کر آپ سے صلح کی گفتگو کرنے آئے تھے، یہ چھ سال بعد خود مسلمان ہو کر مبلغ اسلام کی حیثیت سے اپنی قوم میں گئے تھے۔ آج یہ نبی کریم ﷺ کو سمجھنے سمجھانے کا خیال لے کر آئے تھے حضرت ابوبکر ؓ نے جب اس کا یہ جملہ سنا کہ یہ متفرق قبائل کے لوگ جو مسلمان ہو کر آپ کے ارد گرد جمع ہیں، درصورت شکست آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، جواباً از راہ غصہ کہا تھا کہ تو واپس جا کر اپنے معبودلات کی شرمگاہ چوس لے، یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مغیرہ بن شعبہ ؓ جس کو عروہ نے غدار قرار دیا تھا کہتے ہیں یہ عروہ کے بھتیجے تھے، ایک ہونے والی جنگ میں جو مغیرہ کی قوم سے متعلق تھی، عروہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا تھا۔ اس احسان کو جتلا رہے تھے۔ بنو کنانہ میں سے آنے والے کا نام حلیس بن علقمہ حارثی تھا۔ وہ حبشیوں کا سردار تھا، آپ نے اس کے بارے میں جو فرمایا وہ بالکل صحیح ثابت ہوا کہ اس نے قربانی کے جانور کو دیکھ کر، مسلمانوں سے لبیک کے نعرے سن کر بڑے اچھے لفظوں میں مسلمانوں کا ذکر خیر کیا اور مسلمانوں کے حق میں سفارش کی صلح حدیبیہ کا متن لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ جن دفعات کے تحت یہ صلح نامہ لکھا گیا ان کا اختصار یہ ہے (۱) دس سال تک باہمی صلح رہے گی، ہر دو طرف کے لوگوں کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہوگی (۲) جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائیں، حلیف قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے (۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہوگی، اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گے گو سفر میں ساتھ ہوں (۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو قریش کے طلب کرنے پر وہ شخص واپس کر دینا ہوگا لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔ آخری شرط سن کر سوائے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے سارے مسلمان گھبرا اٹھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ اس بارے میں زیادہ پر جوش تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرما لیا۔

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس سے ڈر کر آئندہ کوئی شخص مسلمان نہ ہوگا لیکن یہ شرط ابھی لکھی بھی نہ گئی تھی کہ اس مجلس میں ابوجندل ؓ پہنچ گئے جن کو مسلمان ہونے کی وجہ سے قریش نے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر اسلامی لشکر میں پہنچ گئے تھے۔ قریش کے نمائندہ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عہد نامہ کے مکمل ہو جانے پر اس کے خلاف نہ ہوگا ابھی چونکہ یہ نامکمل ہے لہٰذا ابوجندل کو واپس نہیں کیا جا سکتا، اس پر سہیل نے کہا کہ تب ہم صلح نہیں کرتے آخر ابوجندل واپس کر دیا گیا، ان حالات کو دیکھ کر، مسلمان بہت طیش میں آ گئے اور عمر ؓ تو اس قدر بگڑے کہ وہ اس جرأت پر عمر بھر پچھتاتے رہے مگر اس اہم موقع پر حضرت سیدنا ابوبکر ؓ کی اولوالعزمی قابل صد تحسین ہے کہ آپ نے ان حالات کا کوئی اثر نہیں لیا اور نبی کریم ﷺ کے ہر قدم کی آپ ﷺ تعریف ہی کرتے رہے۔ (رضی اللہ عنہم)۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْقَرْضِ

باب: قرض میں شرط لگانا

تشریح: اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر قرض (کی ادائیگی) کے لیے کوئی مدت مقرر کی جائے تو یہ جائز ہے۔

٢٧٣٤۔ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلاً سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَعَطَاءٌ: إِذَا أَجَّلَهُ فِي الْقَرْضِ جَازَ. [راجع: ١٤٩٨]

(۲۷۳۴) اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ہرمز نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جنہوں نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگا اور اس نے ایک مقررہ مدت تک کے لئے دے دیا۔ اور عبداللہ بن عمر اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ اگر قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر کی جائے تو یہ جائز ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ قرض دینے والا ایسی جائز شرطیں لگا سکتا ہے اور ادا کرنے والے پر لازم ہوگا کہ ان ہی شرائط کے تحت وقت مقررہ پر وہ قرض ادا کردے۔ بنی اسرائیل کے ان دو شخصوں کا ذکر پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ

باب: مکاتب اور وہ شرطیں جو ناجائز اور کتاب اللہ کے مخالف ہیں ان کا بیان

تشریح: مکاتب وہ لونڈی یا غلام جو اپنی آزادی کے لئے شرائط مقررہ کے ساتھ اپنے آقا سے تحریری معاہدہ کرلے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فِي الْمُكَاتَبِ: شُرُوْطُهُمْ بَيْنَهُمْ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَوْ عُمَرُ: كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ.

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں کہا کہ ان کی (یعنی مکاتب اور اس کے مالک کی) جو شرطیں ہوں وہ معتبر ہوں گی اور ابن عمر یا عمر رضی اللہ عنہما نے (راوی کو شبہ ہے) کہا کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے خواہ ایسی سو شرطیں بھی لگالی جائیں۔

٢٧٣٥۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ. فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَكَّرْتُهُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)). ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ

(۲۷۳۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، یحییٰ بن سعید انصاری سے، ان سے عمرہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنی مکاتبت کے سلسلے میں ان سے مدد مانگنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہارے مالکوں کو (پوری قیمت) دے دوں اور تمہاری ولاء میرے لیے ہوگی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: ”انہیں تو خرید لے اور آزاد کردے۔ ولاء تو بہر حال اسی کے لیے ہوگی جو آزاد کردے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ”ان لوگوں

شَرْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ)). [راجع: ٤٥٦]

کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا کوئی ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے، جس نے بھی کوئی ایسی شرط لگائی جس کا ذکر کتاب اللہ میں نہ ہو تو خواہ ایسی سو شرطیں لگا لے ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا۔''

تشریح: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے آقا آزادی کے بعد ان کی ولا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے اور اسی شرط پر وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش کے مطابق آزاد کرنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ شرط باطل تھی کیونکہ ایسے لونڈی غلاموں کی ولا ان کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو اپنا روپیہ خرچ کر کے ان کے آزاد کرانے والے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کوئی غلط شرط لگائے تو لگاتا رہے شرعاً وہ شرط باطل ہوگی اور قانون اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْإِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْإِقْرَارِ،

باب: اقرار میں شرط لگانا یا استثناء کرنا جائز ہے

وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ بَيْنَهُمْ، وَإِذَا قَالَ: مِائَةٌ إِلَّا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ.

جو معاملات میں عموماً لوگوں میں رائج ہیں اور اگر کوئی یوں کہے مجھ پر فلاں کے سو درہم نکلتے ہیں مگر ایک یا دو۔

تشریح: تو ننانوے یا اٹھانوے درہم دینے ہوں گے یعنی اوپر یوں کہا سو نکلتے ہیں مگر ایک، تو ننانوے دینے ہوں گے اور اگر دو کا استثنا کیا تو اٹھانوے دینے ہوں گے اور قلیل کا کثیر سے استثنا بالاتفاق درست ہے۔ اختلاف اس استثنا میں ہے جو کثیر کا قلیل سے ہو۔ جمہور نے اس کو بھی جائز رکھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ رَجُلٌ لِكَرِيِّهِ: ارْحَلْ رِكَابَكَ، فَإِنْ لَمْ أَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ. فَلَمْ يَخْرُجْ، فَقَالَ شُرَيْحٌ: مَنْ شَرَطَ عَلَى نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: إِنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَقَالَ: إِنْ لَمْ آتِكَ الْأَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ. فَلَمْ يَجِئْ، فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ: أَنْتَ أَخْلَفْتَ. فَقَضَى عَلَيْهِ.

اور ابن عون نے ابن سیرین سے نقل کیا کہ کسی نے اونٹ والے سے کہا تو اپنے اونٹ اندر لا کر باندھ دے اگر میں تمہارے ساتھ فلاں دن تک نہ جا سکا تو تم سو درہم مجھ سے وصول کر لینا۔ پھر وہ اس دن تک نہ جا سکا تو قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنی خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی اور اس پر کوئی جبر بھی نہیں کیا گیا تھا تو وہ شرط اس کو پوری کرنی ہوگی۔ ایوب نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ کسی شخص نے غلہ بیچا اور خریدار نے کہا کہ اگر تمہارے پاس بدھ کے دن تک نہ آ سکا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی۔ پھر وہ اس دن تک نہیں آیا تو شریح نے خریدار سے کہا کہ تو نے وعدہ خلافی کی ہے، آپ نے فیصلہ اس کے خلاف کیا۔

٢٧٣٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). [طرفاه في: ٦٤١٠، ٧٣٩٢] [ترمذي: ٣٥٠٧]

(٢٧٣٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جو شخص ان سب کو محفوظ رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

تشریح: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے سو میں سے ایک استثنا کیا۔ معلوم ہوا کثیر میں سے قلیل کا استثنا درست ہے۔ اللہ پاک کے یہ ننانوے نام اسماء الحسنیٰ کہلاتے ہیں۔ ان میں صرف ایک نام یعنی اللہ اسم ذاتی ہے اور باقی سب صفاتی نام ہیں۔ ان میں سے اکثر قرآن مجید میں بھی مذکور ہوئے ہیں، باقی احادیث میں۔ سب کو یکجا شمار کیا گیا ہے۔ ہم نے اپنی مشہور کتاب مقدس مجموعہ کے آخر میں اسماء الحسنیٰ کو مع ترجمہ کے ذکر کر دیا ہے۔

بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْوَقْفِ

٢٧٣٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، أَنْبَأَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُ بِهِ؟ قَالَ: ((**إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا**)). قَالَ: فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا تُبَاعُ وَلَا تُوْهَبُ وَلَا تُوْرَثُ، وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى، وَفِي الرِّقَابِ، وَفِي سَبِيْلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَالضَّيْفِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ، وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ. قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيْرِيْنَ فَقَالَ: غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالاً. [راجع: ٢٣١٣] [مسلم: ٤٢٢٤؛ ابوداود: ٢٨٧٨؛ ترمذي: ١٣٧٥؛ نسائي: ٣٦٠١، ٣٦٠٢، ٣٦٠٣؛ ابن ماجه: ٢٣٩٦]

باب: وقف میں شرطیں لگانے کا بیان

(۲۷۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا تھا، آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ”اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ اور پیداوار صدقہ کردے۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کردیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ اس کو ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے محتاجوں کے لئے، رشتہ داروں کے لئے اور غلام آزاد کرانے کے لئے، اللہ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے اور مہمانوں کے لئے صدقہ (وقف) کردیا اور یہ کہ اس کا متولی اگر دستور کے مطابق اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق وصول کرلے یا کسی محتاج کو دے دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن عون نے بیان کیا کہ جب میں نے اس حدیث کا ذکر ابن سیرین سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (متولی) اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے، واقف اپنی وقف کو جس جس طور چاہے مشروط کرسکتا ہے، جیسا کہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرطوں کی تفصیلات موجود ہیں، اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ واقف اپنی تجویز کردہ شرطوں کے تحت اپنے وقف پر اپنی ذاتی ملکیت بھی باقی رکھ سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وقف کا متولی نیک نیتی کے ساتھ دستور کے مطابق اس میں سے اپنا خرچ بھی وصول کرسکتا ہے۔ اس وقف نامہ میں مصارف کی ایک مد فی سبیل اللہ بھی مذکور ہے جس سے مجاہدین کی امداد مراد ہے اور وہ جملہ کام جن سے اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہو جیسے اسلامی مدارس اور تبلیغی ادارے وغیرہ وغیرہ۔ وقف کی تعریف میں امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هو فی اللغة الحبس يقال وقفت كذا بدون الف على اللغة الفصحى ای حبسته وفى الشريعة حَبْس الملك فى سبيل الله تعالى للفقراء وابناء السبيل يصرف عليهم منافعه ويبقى اصله على ملك الواقف والفاظه وقفت وحبست

وسبلت وابدت هذه صرائح الفاظه واما كنايته فقوله تصدقت واختلف فى حرمت فقيل صريح وقبل غير صريح۔“

(نیل الاوطار جلد ٦ صفحہ٢٢)

یعنی وقف کا لغوی معنی روکنا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے اس طرح اس کو وقف کر دیا یعنی روک دیا، ٹھہرا دیا اور شریعت میں اپنی کسی ملکیت کو اللہ کے راستے میں روک دینا، وقف کر دینا کہ اس کے منافع کو فقرا اور مسافروں پر خرچ کیا جائے اور اس کی اصل واقف کی ملکیت میں باقی رہے وقف کی صحت کے لئے الفاظ: میں نے وقف کیا، میں نے اسے روک دیا وغیرہ وغیرہ صریح الفاظ ہیں۔ بطور کنایہ یہ بھی درست ہے کہ میں نے اسے صدقہ کر دیا لفظ حرمت میں نے اس کے منافع کا استعمال اپنے لئے حرام قرار دے لیا، اس کو بعض نے وقف کے لئے لفظ صریح قرار دیا اور بعض نے غیر صریح قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفى الحديث فوائد منها ثبوت صحة اصل الوقف قال النووى وهذا مذهبنا يعنى ائمة الشافعية و مذهب الجماهير ويدل عليه ايضا اجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات ومنها فضيلة الانفاق مما يحب ومنها ذكر فضيلة ظاهرة لعمر ومنها مشاورة اهل الفضل والصلاح فى الامور وطرق الخير ومنها فضيلة صلة الار حام والوقف عليهم والله اعلم۔“ (نيل الاوطار جلد٦ صفحه٢٣)

یعنی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں جن میں سے اصل وقف کی صحت کا ثبوت بھی ہے۔ بقول علامہ نووی ائمہ شافعیہ اور جماہیر کا یہی مذہب ہے اور اس پر عام مسلمانوں کا اجماع بھی دلیل ہے جو مساجد اور کنویں وغیرہ کے وقف کی صحت پر ہو چکا ہے اور اس حدیث سے خرچ کرنے کی بھی فضیلت ثابت ہوئی جو اپنے محبوب ترین مال میں سے کیا جاتا ہے اور اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور اس سے اہل علم و فضل سے صلاح و مشورہ کرنا بھی ثابت ہوا اور صلہ رحمی کی فضیلت اور رشتہ ناطہ والوں کے لئے وقف کرنے کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

لفظ ''وقف'' مختلف احادیث میں مختلف معانی پر بولا گیا ہے جس کی تفصیل کے لئے کتاب لغات الحدیث بذیل لفظ ''واؤ'' کا مطالعہ کیا جائے۔

الحمدللہ کہ کتاب الشروط ختم ہو کر آگے کتاب الوصایا شروع ہو رہی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْوَصَايَا

وصیتوں کے مسائل کا بیان

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾. [البقرة: ٨٠، ٨١، ٨٢] جَنَفًا مَيْلًا، مُتَجَانِفٌ مَائِلٌ.

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ ''تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی معلوم ہو اور کچھ مال بھی چھوڑ رہا ہو تو وہ والدین اور عزیزوں کے حق میں دستور کے موافق وصیت کر جائے۔ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر۔ پھر جو کوئی اسے اس کے سننے کے بعد بدل ڈالے سو اس کا گناہ اسی پر ہوگا جو اسے بدلے گا، بے شک اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔ البتہ جس کسی کو وصیت کرنے والے سے متعلق کسی کی طرفداری یا حق تلفی کا علم ہو جائے پھر وہ موصی لہ اور وارثوں میں (وصیت میں کچھ کمی کر کے) میل کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشش کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (آیت میں) جنفا کے معنی ایک طرف جھک جانے کے ہیں متجانف کے معنی جھکنے والے کے ہیں۔

تشریح: وصیت کہتے ہیں مرتے وقت آدمی کا کچھ کہہ جانا کہ میرے بعد ایسا ایسا کرنا، فلاں کو یہ دینا فلاں کو یہ۔ وصیت کرنے والے کو موصی اور جس کے لئے وصیت کی ہو اس کو موصی لہ کہتے ہیں۔ آیت میراث نازل ہونے کے بعد صرف تہائی مال میں وصیت کرنا جائز قرار دیا گیا، باقی مال حصہ داروں میں تقسیم ہوگا۔

٢٧٣٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ، يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [مسلم: ٤٢٠٤، ٤٢٠٨؛ ابوداود: ٢٨٦٢؛ ترمذي: ٩٧٤، ٢١١٨؛ نسائي: ٣٦١٨؛ ابن ماجه: ٢٧٠٢]

(٢٧٣٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لئے جن کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے بغیر گزارے۔'' امام مالک کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن مسلم نے عمرو بن دینار سے کی ہے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

تشریح: آیت مبارکہ: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا الْوَصِيَّةُ﴾ (۲/البقرۃ:۱۸۰) آیت میراث سے پہلے نازل ہوئی اس وقت وصیت کرنا فرض تھا۔ جب میراث کی آیت اتری تو وصیت کی فرضیت جاتی رہی اور وارث کے لئے وصیت کرنا منع ہوگیا جیسا کہ عمرو بن خارجہ کی روایت میں ہے: "ان اللہ اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث۔" (اخرجه اصحاب السنن) اور غیر وارث کے لئے وصیت جائز رہ گئی۔ آیت مبارکہ: ﴿ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ ﴾ (۲/البقرۃ:۱۸۱) کا مطلب یہ ہے کہ وصیت بدل دینا گناہ ہے مگر جس صورت میں موصی نے خلاف شریعت وصیت کی ہو اور ثلث سے زائد کسی کو دلا کر وارثوں کا حق تلف کیا ہو تو ایسی غلط وصیت کو بدل ڈالنا منع نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ موصی لہ اور دیگر وارثوں میں صلح صفائی کرادے اور مطابق شریعت فیصلہ کر کے وصیت کی اصلاح کردے۔ وصیة الرجل مکتوب عندہ یہ مضمون خود باب کی حدیث میں آگے آرہا ہے مگر اس میں مرء کا لفظ ہے اور لفظ رجل کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی۔ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بالمعنی روایت کیا ہو کیونکہ مرء: رجل ہی کو کہتے ہیں اور رجل کی قید اعتبار اکثر کے ہے ورنہ عورت اور مرد دونوں کی وصیت صحیح ہونے میں کوئی فرق نہیں، اسی طرح نابالغ کی وصیت بھی صحیح ہے، جب وہ عقل اور ہوش رکھتا ہو۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا یہی قول ہے لیکن حنفیہ اور شافعیہ نے اس کو جائز کہاں رکھا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لڑکے کی عمر کا اندازہ سات برس یا دس برس کا کیا ہے۔ وصیت کا ہر وقت لکھا ہوا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے نہ معلوم کب اللہ پاک کا حکم ہو اور انسان کا اخروی سفر شروع ہو جائے، لہٰذا لازم ہے کہ اس سفر کے لئے ہر وقت تیار رہے اور اپنے بعد کے لئے ضروری معاملات کے واسطے اسے جو بہتر معلوم ہو وہ لکھا ہوا اپنے پاس تیار رکھے۔ حدیث: "کن فی الدنیا کانك غریب۔" کا بھی یہی مطلب ہے کہ دنیا میں ہر وقت مسافرانہ زندگی گزارو نہ معلوم کب کوچ کا وقت آجائے۔

۲۷۳۹۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ الْحَارِثِ، خَتَنِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا، إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [أطرافه في: ۲۸۷۳، ۲۹۱۲، ۳۰۹۸، ٤٤٦١] [نسائي: ۳۵۹٦، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸]

(۲۷۳۹) ہم سے ابراہیم بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن ابی بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسحاق عمرو بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے نسبتی بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے جو جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کے بھائی ہیں، بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت سوائے اپنے سفید خچر، اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپ ﷺ وقف کر گئے تھے نہ کوئی درہم چھوڑا تھا نہ دینار نہ غلام نہ باندی اور نہ ہی کوئی اور چیز۔

تشریح: یعنی اپنی صحت کی حالت میں آپ نے یہ زمین وقف فرمادی تھی پھر وفات کے وقت بھی اس کی تاکید فرمادی۔ بعض نے کہا: ((وجعلها صدقة)) کی ضمیر تینوں کی طرف پھرتی ہے یعنی خچر اور ہتھیار اور زمین سب کو وقف کر دیا تھا۔

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ وقف کا اثر مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہوا۔

۲۷٤۰۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَاللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ كَانَ

(۲۷٤۰) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک بن مغول نے بیان کیا، کہا ہم سے طلحہ بن مصرف نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی

النَّبِيُّ ﷺ أَوْصَى فَقَالَ: لَا. فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللّٰهِ. [طرفاه في: ٤٤٦٠، ٥٠٢٢] [مسلم: ٤٢٢٧؛ ترمذي: ٢١١٩؛ نسائي: ٣٦٢٢؛ ابن ماجه: ٢٦٩٦]

وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ پھر وصیت کس طرح لوگوں پر فرض ہوئی؟ یا (راوی نے اس طرح بیان کیا) کہ لوگوں کو وصیت کا حکم کیوں کر دیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔ (اور کتاب اللہ میں وصیت کرنے کے لئے حکم موجود ہے)۔

تشریح: باب کا مطلب اس سے نکلا کہ لوگوں پر وصیت کیسے فرض ہوئی۔ اللہ کی کتاب پر چلنے کا حکم ایک جامع وصیت ہے جو شریعت کے سارے احکام کو شامل ہے، جب تک مسلمان اس وصیت پہ قائم رہے اور قرآن وحدیث پر چلتے رہے ان کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی اور جب سے قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیا اور ہر ایک نے اپنی رائے اور قیاس کو اصل بنایا، پھوٹ پڑ گئی، الگ الگ مذاہب بن گئے اور ہر جگہ مسلمان متفرق ہو کر مغلوب ہو گئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ جزیرۂ عرب کو یہودیوں سے پاک کر دینا، ذمی کافروں کی ہر ممکن خاطر مدارات کرنا جیسے کہ میں کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصی ہونے کی کوئی صحیح حدیث کسی بھی مستند کتاب میں منقول نہیں ہے۔

٢٧٤١۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ذَكَرُوْا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا. فَقَالَتْ: مَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهُ إِلَى صَدْرِيْ أَوْ قَالَتْ: حَجْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ، فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِيْ حَجْرِيْ، فَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَمَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ. [طرفه في: ٤٤٥٩] [مسلم: ٤٢٣١؛ نسائي: ٣٦٢٤، ٣٦٢٥؛ ابن ماجه: ١٦٢٦]

(۲۷۴۱) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم کو اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا عبداللہ بن عون سے، انہیں ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود بن یزید نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ علی رضی اللہ عنہ (نبی اکرم ﷺ کے) وصی تھے تو آپ نے کہا کہ کب انہیں وصی بنایا۔ میں تو آپ کے وصال کے وقت سر مبارک اپنے سینے پر یا انہوں نے (بجائے سینے کے) کہا کہ اپنی گود میں رکھے ہوئے تھی پھر آپ نے (پانی کا) طشت منگوایا تھا کہ اتنے میں (سر مبارک) میری گود میں جھک گیا اور میں سمجھ نہ سکی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے تو آپ نے علی کو وصی کب بنایا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ بیماری سے لے کر وفات تک تو نبی کریم ﷺ میرے ہی پاس رہے، میری ہی گود میں انتقال فرمایا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی بناتے یعنی اپنا خلیفہ مقرر کرتے جیسے شیعہ گمان کرتے ہیں تو مجھ کو تو ضرور خبر ہوتی پس شیعوں کا یہ دعویٰ بالکل بلا دلیل ہے۔

بَابُ أَنْ يَتْرُكَ وَرَثَتَهُ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَكَفَّفُوا النَّاسَ

باب: اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں

٢٧٤٢۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ

(۲۷۴۲) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا سعد بن ابراہیم سے، ان سے عامر بن سعد نے اور ان سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (حجۃ الوداع میں) میری عیادت

يَعُوْدُنِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُوْتَ بِالْأَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرَ مِنْهَا فَقَالَ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ)). قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهِ قَالَ: ((لَا)). قُلْتُ فَالشَّطْرُ قَالَ: ((لَا)). قُلْتُ: فَالثُّلُثُ. قَالَ: ((الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَإِنَّكَ مَهْمَا أَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ، حَتَّى اللُّقْمَةِ الَّتِيْ تَرْفَعُهَا إِلَى فِيْ امْرَأَتِكَ، وَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ النَّاسُ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ)). وَلَمْ يَكُنْ لَهُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا ابْنَةٌ. [راجع: ٥٦] [مسلم: ٤٢١١؛ نسائي: ٣٦٢٩، ٣٦٣٠]

کو تشریف لائے، میں اس وقت مکہ میں تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ابن عفراء (سعد بن خولہ ؓ) پر رحم فرمائے۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سارے مال و دولت کی وصیت کر دوں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے پوچھا پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ نے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ''نہیں۔'' میں نے پوچھا پھر تہائی کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''تہائی کی کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ دو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تم اپنی کوئی چیز (اللہ کے لئے خرچ کرو گے) تو وہ خیرات ہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (وہ بھی خیرات ہے) اور (ابھی وصیت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔'' اس وقت حضرت سعد ؓ کی صرف ایک بیٹی تھیں۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد ؓ اس بیماری میں ناامیدی کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے سارے مال کے وقف کر دینے کا خیال ظاہر کیا مگر نبی کریم ﷺ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور آپ کی صحت کی بشارت دی چنانچہ آپ بعد میں تقریباً پچاس سال زندہ رہے اور تاریخ اسلام میں آپ نے بڑے عظیم کارنامے انجام دیئے (ؓ) مؤرخین نے ان کے دس بیٹے اور بارہ بیٹیاں بتلائی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ

باب: تہائی مال کی وصیت کرنے کا بیان

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا يَجُوْزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا بِالثُّلُثِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾. [المائدة: ٤٩]

اور امام حسن بصری ؒ نے کہا کہ ذمی کافر کے لئے بھی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہ ہوگی۔ ابن عباس نے کہا کہ نبی اکرم حکم دیئے گئے کہ ان (ذمیوں) کے درمیان ویسے ہی فیصلہ کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے (سورۂ مائدہ) میں فرمایا: ''آپ ان میں غیر مسلموں میں بھی اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔''

تشریح: ذمی اور مسلمانوں کا ایک ہی حکم ہے کسی کی وصیت تہائی مال سے زیادہ نافذ نہ ہوگی۔ امام مالک اور شافعی اور امام احمد ؒ کا یہی قول ہے کہ وصیت تہائی مال سے زیادہ میں نافذ نہ ہوگی، اگر میت کے وارث نہ ہوں تو باقی مال بیت المال میں رکھا جائے گا اور حنفیہ کا یہ قول ہے کہا اگر وارث نہ

ہوں یا وارث ہوں اور وہ اجازت دیں تو ثلث سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔ ابن بطال نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام حسن بصری کا قول لا کر حنفیہ پر رد کیا اور اسی لئے قرآن کی یہ آیت لائے: ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (۵/ المائدۃ: ۴۹) کیونکہ نبی کریم ﷺ کا حکم بھی ﴿بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ میں داخل ہے (وحیدی)

”قال ابن بطال اراد البخاری بهذا الرد علی من قال كالحنفية لجواز الوصية بالزيادة علی الثلث لمن لا وارث له ولذلك احتج بقوله ﴿وان احكم بينهم بما انزل الله﴾ والذی حكم به النبی ﷺ من الثلث وهو الحكم بما انزل الله فمن تجاوز ما حده فقد اتی ما نهی عنه وقال ابن المنير لم يرد البخاری هذا وانما اراد الاستشهاد بالاية علی ان الذمی اذا تحاكم الينا ورثته لا ينفذ من وصيته الا الثلث لانا لا نحكم فيهم الا بحكم الاسلام لقوله تعالیٰ ﴿وان احكم بينهم بما انزل الله﴾ الاية۔“ (فتح الباری جلد٥ صفحه ٤٦٥)

عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو مذکور ہوا۔

٢٧٤٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرُّبْعِ، لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ)). [مسلم: ٤٦١٨؛ نسائي: ٣٦٣٦؛ ابن ماجه: ٢٧١١]

(۲۷۴۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کاش! لوگ (وصیت کو) چوتھائی تک کم کر دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”تم تہائی (کی وصیت کر سکتے ہو) اور تہائی بھی بہت ہے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) یہ بہت زیادہ رقم ہے۔“

٢٧٤٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَا يَرُدَّنِيْ عَلَى عَقِبِيْ. قَالَ: ((لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا)). قُلْتُ: أُرِيْدُ أَنْ أُوْصِيَ، وَإِنَّمَا لِيْ ابْنَةٌ فَقُلْتُ: أُوْصِيْ بِالنِّصْفِ قَالَ: ((النِّصْفُ كَثِيْرٌ)). قُلْتُ: فَالثُّلُثِ. قَالَ: ((الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ أَوْ كَبِيْرٌ)). قَالَ: فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ، وَجَازَ ذَلِكَ لَهُمْ. [راجع: ٥٦]

(۲۷۴۴) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن عدی نے بیان کیا، ان سے مروان بن معاویہ نے، ان سے ہاشم بن ہاشم نے، ان سے عامر بن سعد نے اور ان سے ان کے باپ سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں مکہ میں بیمار پڑا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے الٹے پاؤں واپس نہ کرے (یعنی مکہ میں میری موت نہ ہو) آپ نے فرمایا ”ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے اور تم سے بہت سے لوگ نفع اٹھائیں۔“ میں نے عرض کیا میرا ارادہ وصیت کرنے کا ہے۔ ایک لڑکی کے سوا اور میرے کوئی (اولاد) نہیں۔ میں نے پوچھا کیا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ”آدھا تو بہت ہے۔“ پھر میں نے پوچھا تو تہائی کی کر دوں؟ فرمایا: ”تہائی کی کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی بہت ہے یا (یہ فرمایا کہ) بڑی رقم ہے۔“ چنانچہ لوگ بھی تہائی کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کے لئے جائز ہوگئی۔

تشریح: اس حدیث سے بھی تہائی تک کی وصیت کرنا جائز ثابت ہوا، ساتھ یہ بھی کہ شارع کا منشا وارثوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مال چھوڑنا ہے تا کہ وہ پیچھے محتاج نہ ہوں، وصیت کرتے وقت وصیت کرنے والوں کو یہ امر ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہے۔

بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِي لِوَصِيِّهِ تَعَاهَدْ وَلَدِي وَمَا يَجُوزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوَى

باب: وصیت کرنے والا اپنے وصی سے کہے کہ میرے بچے کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور وصی کے لئے کس طرح کے دعوے جائز ہیں؟

٢٧٤٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي، فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ. فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ: ابْنُ أَخِي، قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي، وَابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ابْنُ أَخِي، كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ)). ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ ((احْتَجِبِي مِنْهُ)). لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ. [راجع: ٢٠٥٣]

(۲۷۴۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابن شہاب سے، وہ عروہ بن زبیر سے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے، اس لئے تم اسے لے لینا، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور کہا کہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ انہوں نے اس بارے میں مجھے اس کی وصیت کی تھی۔ پھر عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ تو میرا بھائی ہے، میرے باپ کی لونڈی نے اس کو جنا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پھر یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے، مجھے اس نے وصیت کی تھی۔ لیکن عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ میرا بھائی اور میرے والد کی باندی کا لڑکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ ”لڑکا تمہارا ہی ہے عبد بن زمعہ! بچہ فراش کے تحت ہوتا ہے اور زانی کے حصے میں پتھر ہیں۔“ لیکن آپ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اس لڑکے سے پردہ کر“ کیونکہ آپ نے عتبہ کی مشابہت اس لڑکے میں صاف پائی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ دیکھا تا آنکہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ عتبہ نے کہا میرے لڑکے کا خیال رکھو، اس کو لے لینا اور سعد نے جو اپنے بھائی کے وصی تھے اس کا دعویٰ کیا۔ اس بچے کا نام عبدالرحمٰن تھا حالانکہ آپ نے فیصلہ کر دیا کہ وہ زمعہ کا بیٹا ہے تو سودہ کا بھائی ہوا مگر چونکہ اُس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی اس لئے احتیاطاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

بَابٌ: إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيْضُ بِرَأْسِهِ

باب: اگر مریض اپنے سر سے کوئی صاف اشارہ

إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

کرے تو اس پر حکم دیا جائے گا؟

٢٧٤٦ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ يَهُودِيًّا، رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ؟ أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا، فَجِيءَ بِهِ، فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى اعْتَرَفَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ. [راجع: ٢٤١٢] [مسلم: ٤٣٦٥؛ ابوداود: ٤٥٢٧، ٤٥٣٥؛ ترمذي: ١٣٩٤؛ نسائي: ٤٧٥٦؛ ابن ماجه: ٢٦٦٥]

(۲۷۴۶) ہم سے حسان بن ابی عباد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی نے ایک (انصاری) لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان میں رکھ کر کچل دیا تھا۔ لڑکی سے پوچھا گیا کہ تمہارا سر اس طرح کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے کیا؟ فلاں نے کیا؟ آخر یہودی کا بھی نام لیا گیا (جس نے اس کا سر کچل دیا تھا) تو لڑکی نے سر کے اشارے سے ہاں میں جواب دیا۔ پھر وہ یہودی بلایا گیا اور آخر اس نے بھی اقرار کر لیا اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کا بھی پتھر سے سر کچل دیا گیا۔

تشریح: آپ ﷺ نے اس لڑکی کا بیان جو سر کے اشارے سے تھا، شہادت میں قبول کیا اور یہودی کی گرفتاری کا حکم دیا گو قصاص کا حکم صرف شہادت کی بنا پر نہیں دیا گیا بلکہ یہودی کے اقبال جرم پر لہٰذا ایسے مظلوم کے سر کے اشارے سے بھی اہل قانون نے موت کے وقت کی شہادت کو معتبر قرار دیا ہے کیونکہ آدمی مرتے وقت اکثر سچ ہی کہتا ہے اور جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔

بَابٌ: لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

باب: وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے

تشریح: یہ مضمون صراحتاً ایک حدیث میں وارد ہے جس کو اصحاب سنن وغیرہ نے ابوامامہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں کلام ہے، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو نہ لا سکے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو متواتر کہا ہے اور فخر الدین رازی نے اس کا انکار کیا ہے۔

٢٧٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. [طرفاه في: ٤٥٧٨، ٦٧٣٩]

(۲۷۴۷) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا ورقاء سے، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ان سے عطاء نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ شروع اسلام میں (میراث کا) مال اولاد کو ملتا تھا اور والدین کے لئے وصیت ضروری تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس حکم کو منسوخ کر دیا پھر لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر قرار دیا اور والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور بیوی کا (اولاد کی موجودگی میں) آٹھواں حصہ اور (اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں) چوتھا حصہ قرار دیا۔ اسی طرح شوہر کا (اولاد نہ ہونے کی صورت میں) آدھا اور (اولاد ہونے کی صورت میں) چوتھائی حصہ قرار دیا۔

بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: موت کے وقت صدقہ کرنا

٢٧٤٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ حَرِيْصٌ. تَأْمُلُ الْغِنَى، وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)).

[راجع: ١٤١٩]

(۲۷۴۸) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا سفیان ثوری سے، وہ عمارہ سے، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ ”صدقہ تندرستی کی حالت میں کر کہ (تجھ کو اس مال کو باقی رکھنے کی) خواہش بھی ہو جس سے کچھ سرمایہ جمع ہو جانے کی تمہیں امید ہو اور (اسے خرچ کرنے کی صورت میں) محتاجی کا ڈر ہو اور اس میں تاخیر نہ کر کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو کہنے بیٹھ جائے کہ اتنا مال فلاں کے لئے، فلانے کو اتنا دینا، اب تو فلانے کا ہو ہی گیا (تو تو دنیا سے چلا)۔“

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾

[النساء: ١١]

باب: اللہ تعالیٰ کا (سورہ نساء میں) یہ فرمانا: ”وصیت اور قرضے کی ادائیگی کے بعد حصے بٹیں گے“

وَيُذْكَرُ أَنَّ شُرَيْحًا وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاوُسًا وَعَطَاءً وَابْنَ أُذَيْنَةَ أَجَازُوْا إِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَحَقُّ مَا يُصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ آخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ: إِذَا أَبْرَأَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ. وَأَوْصَى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ أَنْ لَا تُكْشَفَ امْرَأَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا أُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا. وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا قَالَ لِمَمْلُوْكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ، جَازَ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا إِنَّ زَوْجِيْ قَضَانِيْ وَقَبَضْتُ مِنْهُ، جَازَ. وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ لِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ: يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ بِالْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ.

اور منقول ہے کہ قاضی شریح اور عمر بن عبدالعزیز اور طاؤس اور عطاء اور عبدالرحمٰن بن اذینہ ان لوگوں نے بیماری میں قرض کا اقرار درست رکھا ہے اور امام حسن بصری نے کہا سب سے زیادہ آدمی کو اس وقت سچا سمجھنا چاہئے جب دنیا میں اس کا آخری دن اور آخرت میں پہلا دن ہو اور ابراہیم نخعی اور حکم بن عتبہ نے کہا اگر بیمار وارث سے یوں کہے کہ میرا اس پر کچھ قرضہ نہیں تو یہ ابراء صحیح ہوگا اور رافع بن خدیج (صحابی) نے یہ وصیت کی کہ ان کی بیوی فزاریہ کے دروازے میں جو مال بند ہے وہ نہ کھولا جائے اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی مرتے وقت اپنے غلام سے کہے میں تجھ کو آزاد کر چکا تو جائز ہے۔ اور شعبی نے کہا کہ اگر عورت مرتے وقت یوں کہے میرا خاوند مجھ کو مہر دے چکا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہوگا اور بعضے لوگ (حنفیہ) کہتے ہیں بیمار کا اقرار کسی وارث کے لئے دوسرے وارثوں کی بدگمانی کی وجہ سے صحیح نہ ہوگا۔ پھر یہی لوگ کہتے ہیں کہ امانت اور بضاعت اور مضاربت کا اگر بیمار اقرار کرے تو صحیح ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”تم بدگمانی سے بچے رہو، بدگمانی بڑا جھوٹ ہے“ اور مسلمانوں (دوسرے وارثوں) کا

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ)). وَلَا يَحِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ)). وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨] فَلَمْ يَخُصَّ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ.

فِيْهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حق مار لینا درست نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ”منافق کی نشانی یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہے، اس کو پہنچادو۔“ اس میں وارث یا غیر وارث کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اسی مضمون میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے۔

تشریح: اس باب کے ذیل حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں: "اراد المصنف والله اعلم بهذه الترجمة الاحتجاج بما اختاره من جواز اقرار المريض بالدين مطلقا سواء كان المقرله وارثا او اجنبيا ووجه الدلالة انه سبحانه وتعالى سوى بين الوصية والدين فى تقديمهما على الميراث ولم يفصل فخرجت الوصية للوارث بالدليل الذى تقدم وبقى الاقرار بالدين على حاله...... الخ۔" (فتح جلد٥ صفحه ٤٧١) یعنی اس باب کے منعقد کرنے سے مصنف کا ارادہ اس امر پر حجت پکڑنا ہے کہ انہوں نے مریض کا قرض کے بارے میں مطلقاً اقرار کر لینا جائز قرار دیا ہے جس کے لئے مریض اقرار کر رہا ہے وہ اس کا وارث ہو یا کوئی اجنبی انسان ہو، اس لئے کہ آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے میراث کے اوپر وصیت اور قرض ہر دو کو برابری کے ساتھ مقدم کیا ہے۔ ان ہر دو میں کوئی فاصلہ نہیں فرمایا پس وصیت دلیل مقدم کی بنا پر وارث کے لئے منسوخ ہوگئی اور قرض کا اقرار کر لینا اپنی حالت پر قائم رہا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خیال کی تائید میں مختلف ائمہ کرام و محدثین عظام کے اقوال استشہاد کے طور پر نقل فرمائے ہیں۔ شارحین لکھتے ہیں:

"قال بعض الناس اى الحنفية يقولون لا يجوز اقرار المريض لبعض الورثة لانه مظنة انه يريد به الا ساء ة فى آخر الامر ثم ناقضوا حيث جوزوه اقراره للورثة بالوديعة ونحوه بمجرد والاستحسان من غير دليل يدل على امتناع ذالك وجواز هذه ثم رد عليهم بانه سوء ظن به وبانه لا يحل مال المسلمين اى المقرله لحديث اذا ائتمن خان كذا فى مجمع البحار۔"

یعنی حنفیہ نے کہا کہ بعض وارثوں کے لئے مریض کا اقرار جائز نہیں اس گمان پر کہ ممکن ہے مریض وارث کے حق میں برائی کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس پر پھر مناقضہ پیش کیا ہے بایں طور پر کہ احناف حضرات نے مریض کا ودیعت کے بارے میں کسی وارث کے لئے اقرار کرنا جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہ خیال محض استحسان کی بنا پر ہے جس کی کوئی دلیل نہیں جسے اس کے امتناع یا جواز پر پیش کیا جاسکے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ان پر بایں طور رد فرمایا کہ یہ مریض کے ساتھ سوئے ظن ہے اور بایں طور کہ جس کے لئے مریض اقرار کر رہا ہے، اس مسلمان کا مال ہڑپ کرنا اس حدیث سے جائز نہیں کہ امانت کا مال نہ ادا کرنا خیانت ہے۔ مریض نے جس وارث وغیرہ کے لئے اقرار کیا ہے وہ مال اس وارث وغیرہ کی امانت ہوگیا جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

علامہ عینی نے کہا امانت اور مضاربت کا اقرار اس لئے صحیح ہے کہ قرض میں لزوم ہوتا ہے، ان چیزوں میں لزوم نہیں۔ میں کہتا ہوں گو لزوم نہ ہو مگر وارثوں کا نقصان تو ان میں بھی محتمل ہے جیسے قرض میں اور جب علت موجود ہے تو حکم بھی وہی ہونا چاہیے۔ اس لئے اعتراض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح ہے۔ حدیث ((ایاکم والظن)) کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں وصل کیا۔ یہ حدیث لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کا رد کیا جو بدگمانی ناجوازی کی علت قرار دیتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا ہم بدگمانی کو تو علت ہی قرار نہیں دیتے پھر یہ استدلال بے کار ہے اور اگر مان لیں تب بھی حدیث سے بدگمانی منع ہے اور یہ گمان بدگمانی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک مسلمان کو مرتے وقت جھوٹا سمجھا تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدگمانی ہوگی۔ حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا ہے کہ مریض پر جب کسی کا قرض ہو تو اس کا اقرار کرنا چاہیے۔ ورنہ وہ خیانت کا مرتکب ہوگا اور جب اقرار کرنا واجب

ہوا تو اس کا اقرار معتبر بھی ہوگا ورنہ اقرار کے واجب کرنے سے فائدہ ہی کیا ہے اور آیت سے یہ نکلا کہ قرض بھی دوسرے کی گویا امانت ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔ پس وارث کے لئے اقرار صحیح ہوگا۔ عینی کا یہ اعتراض کہ قرض کو امانت نہیں کہہ سکتے اور آیت میں امانت کی ادائیگی کا حکم ہے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امانت سے یہاں لغوی امانت مراد ہے یعنی دوسرے کا حق نہ کہ شرعی امانت اور قرض لغوی امانت میں داخل ہے۔ اس آیت کا شان نزول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے عثمان بن طلحہ شیبی رضی اللہ عنہ سے کعبے کی کنجی لی اور اندر گئے۔ اس کنجی کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مانگا اس وقت یہ آیت اتری، آپ نے وہ کنجی پھر شیبی کو دے دی جو آج تک ان کے خاندان میں چلی آتی ہے۔ یہی وہ خاندان ہے جو عمل اسلام سے آج تک کعبہ شریف کی کنجی کا محافظ چلا آ رہا ہے۔ اسلامی دور میں بھی اسی خاندان کو اس خدمت پر بحال رکھا گیا اور آج سعودی حکومت کے دور میں بھی یہی خاندان ہے جو کعبہ شریف کی کنجی کا محافظ ہے۔ اگر امیر حکومت سعودی بھی کعبہ میں داخل ہونا چاہیں تو اسی خاندان سے ان کو یہ کنجی حاصل کرنا ضروری ہے اور واپسی کے بعد واپس کر دینا بھی ضروری ہے۔ اس دور میں حجاز میں کتنے سیاسی انقلابات آئے مگر اس نظام میں کسی دور میں بھی فرق نہیں آیا۔ (اللہ تعالیٰ اس نظام کو ہمیشہ قائم دائم رکھے آمین)

حدیث ((لا صدقة الا...... الخ)) اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزکاۃ میں وصل کیا۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ دین (قرض) کا ادا کرنا وصیت پر مقدم ہے، اس لئے کہ وصیت مثل صدقہ کے ہے اور جو شخص مدیون (مقروض) ہو وہ مالدار نہیں ہے۔ (تفسیر وحیدی)

٢٧٤٩۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)). [راجع: ٣٣]

(۲۷۴۹) ہم سے سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے، انہوں نے کہا ہم سے نافع بن مالک بن ابی عامر ابو سہیل نے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا ”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کہے تو جھوٹ کہے اور جب اس کے پاس امانت رکھیں تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔“

بَابُ تَأْوِيلِ قَوْلِهِ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾

وَيُذْكَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ. وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ [النساء: ٥٨] فَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ أَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِيَّةِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى)). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يُوصِي الْعَبْدُ إِلَّا بِإِذْنِ أَهْلِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ)).

باب: اللہ تعالیٰ کے (سورۂ نساء میں) یہ فرمانے کی تفسیر ”حصوں کی تقسیم وصیت اور دَین کے بعد ہوگی“

اور منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کا حکم دیا اور (اس سورت میں) یہ فرمان کہ ”اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ۔“ تو امانت (قرض) کا ادا کرنا نفل وصیت کے پورا کرنے سے زیادہ ضروری ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صدقہ وہی عمدہ ہے جس کے بعد آدمی مالدار رہے“ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا غلام بغیر اپنے مالک کی اجازت کے وصیت نہیں کر سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے۔“

٢٧٥٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

(۲۷۵۰) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، انہوں نے سعید بن مسیب اور عروہ بن

الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيْمَ ابْنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ: ((يَا حَكِيْمُ! إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدْعُوْ حَكِيْمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! إِنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللَّهُ لَهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى تُوُفِّيَ [رَحِمَهُ اللَّهُ]. [راجع: ١٤٧٢]

٢٧٥١۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ أَبِيْهِ)). [راجع: ٨٩٣]

زبیر سے کہ حکیم بن حزام (مشہور صحابی) نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا آپ نے مجھ کو دیا، پھر مانگا پھر آپ نے دیا، پھر فرمانے لگے ”حکیم! یہ دنیا کا روپیہ پیسہ دیکھنے میں خوشنما اور مزے میں شیریں ہے لیکن جو کوئی اس کو سیر چشمی سے لے اس کو برکت ہوتی ہے اور جو کوئی جان لڑا کر حرص کے ساتھ اس کو لے اس کو برکت نہ ہوگی۔ اس کی مثال ایسی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔“ حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر کر کے بھیجا میں تو آج سے آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز کبھی نہیں لوں گا مرنے تک، پھر (حکیم کا یہ حال رہا) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا سالانہ وظیفہ دینے کے لئے ان کو بلاتے، وہ اس کے لینے سے انکار کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ان کو بلایا ان کا وظیفہ دینے کے لئے لیکن انہوں نے انکار کیا۔ حضرت عمر کہنے لگے مسلمانو! تم گواہ رہنا حکیم کو اس کا حق جو لوٹ کے مال میں اللہ نے رکھا ہے دیتا ہوں وہ نہیں لیتا۔ غرض حکیم نے نبی اکرم ﷺ کے بعد پھر کسی شخص سے کوئی چیز قبول نہیں کی (اپنا وظیفہ بھی بیت المال میں سے نہ لیا) یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، اللہ ان پر رحم کرے۔

(۲۷۵۱) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی کہا ہم کو یونس نے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا مجھ کو سالم نے خبر دی، انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا حاکم بھی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھی جائے گی اور غلام اپنے صاحب کے مال کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں سمجھتا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا: ”مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

تشریح: یہ حدیث کتاب العتق میں گزر چکی ہے۔ اس کی مناسبت ترجمہ سے مشکل ہے۔ بعض نے کہا ہے غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہوا حالانکہ وہ غلام ہی کا کمایا ہوا ہے تو اس میں مالک اور غلام دونوں کے حق متعلق ہوئے، لیکن مالک کا حق مقدم کیا گیا کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی طرح قرض اور وصیت میں قرض کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ قرض کی ادائیگی فرض ہے اور وصیت ایک قسم کا تبرع یعنی نفل ہے۔ شافعیہ نے کہا کہ ان میں وارث داخل نہ ہوں گے۔ بعض نے کہا داخل ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا عزیزوں سے محرم ناطہ دار مراد ہوں گے، باپ کی طرف کے ہوں یا ماں کی طرف کے۔

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصَى لِأَقَارِبِهِ وَمَنِ الْأَقَارِبُ؟

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِكَ)). فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ.

وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ، بِمِثْلِ حَدِيثِ ثَابِتٍ قَالَ: ((اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ)). قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَكَانَا أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنِّي، وَكَانَ قَرَابَةُ حَسَّانَ وَأُبَيٍّ مِنْ أَبِي طَلْحَةَ وَاسْمُهُ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو ابْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتِ ابْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ فَيَجْتَمِعَانِ إِلَى حَرَامٍ، وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ، وَحَرَامُ بْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْدَ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَّانَ أَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيًّا إِلَى سِتَّةِ آبَاءٍ إِلَى عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، وَهُوَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ،

باب: اگر کسی نے اپنے عزیزوں پر کوئی چیز وقف کی یا ان کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے اور عزیزوں سے کون لوگ مراد ہوں گے

اور ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ابوطلحہ سے فرمایا ”تو یہ باغ اپنے ضرورت مند عزیزوں کو دے ڈال۔“ انہوں نے حسان اور ابی بن کعب کو دے دیا (جو ابوطلحہ کے چچا کی اولاد تھے)۔

اور محمد بن عبداللہ انصاری نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے ثمامہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے ثابت کی طرح روایت کی، اس میں یوں ہے کہ ”اپنے قرابت دار محتاجوں کو دے۔“ انس رضی اللہ عنہ نے کہا تو ابو طلحہ نے وہ باغ حسان اور ابی بن کعب کو دے دیا، وہ مجھ سے زیادہ ابوطلحہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور حسان اور ابی بن کعب کی قرابت ابوطلحہ سے یوں تھی کہ ابوطلحہ کا نام زید ہے وہ سہیل کے بیٹے، وہ اسود کے، وہ حرام کے، وہ عمرو بن زید، مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کے اور حسان ثابت کے بیٹے، وہ منذر کے، وہ حرام کے تو دونوں حرام میں جا کر مل جاتے ہیں جو پردادا ہے تو حرام بن عمرو بن زید، مناۃ بن عمرو بن مالک بن نجار، حسان اور ابوطلحہ کو ملا دیتا ہے اور ابی بن کعب چھٹی پشت میں یعنی عمرو بن مالک میں ابو طلحہ سے ملتے ہیں، ابی کعب کے بیٹے، وہ قیس کے، وہ عبید کے، وہ زید کے، وہ معاویہ کے، وہ عمرو بن مالک بن نجار کے تو عمرو بن مالک حسان اور ابوطلحہ اور ابی تینوں کو ملا دیتا ہے اور بعضوں نے (امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے شاگرد نے) کہا عزیزوں کے لئے وصیت کرے تو جتنے مسلمان باپ دادا گزرے ہیں وہ سب داخل ہوں گے۔

فَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ يَجْمَعُ حَسَّانَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأُبَيًّا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَوْصَى لِقَرَابَتِهِ فَهُوَ إِلَى آبَائِهِ فِي الْإِسْلَامِ.

٢٧٥٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُنَادِي: ((يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ)). لِبُطُونِ قُرَيْشٍ. وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ)).

[راجع: ١٤٦١] [مسلم: ٣٣١٦]

(۲۷۵۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ نے ابوطلحہ سے فرمایا (جب انہوں نے اپنا باغ بیرحاء اللہ کی راہ میں دینا چاہا) ”میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تو یہ باغ اپنے عزیزوں کو دے دے۔“ ابوطلحہ نے کہا بہت خوب ایسا ہی کروں گا۔ پھر ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے عزیزوں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب (سورۂ شعراء کی) یہ آیت اتری: ”اور اپنے قریب کے ناطے والوں کو (رب کے عذاب سے) ڈرا۔“ تو آنحضرت ﷺ قریش کے خاندانوں بنی فہر بنی عدی کو پکارنے لگے (ان کو ڈرایا) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت اتری ﴿وانذر عشیرتك الاقربین﴾ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے قریش کے لوگو!“ (اللہ سے ڈرو)۔

بَابٌ: هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ؟

باب: کیا عزیزوں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہوں گے؟

٢٧٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [الشعراء: ٢١٤] قَالَ: ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أُغْنِي

(۲۷۵۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، کہا مجھ کو سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب (سورۂ شعراء کی) یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری: ”اور اپنے نزدیک کے ناطے والوں کو عذاب سے ڈرا۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قریش کے لوگو! (یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ) تم لوگ اپنی اپنی جانوں کو (نیک اعمال کے بدل) مول لے لو (بچالو) میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (یعنی اس کی مرضی کے خلاف میں کچھ نہیں کرسکوں گا) عبد مناف کے بیٹو! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا عباس عبدالمطلب کے بیٹے! میں اللہ کے سامنے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ صفیہ میری پھوپھی! اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں

عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)). تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. [طرفاه في: ٣٥٢٧، ٤٧٧١] [مسلم: ٥٠٤؛ نسائي: ٣٦٤٨]

آنے کا۔ فاطمہ میری بیٹی! تو چاہے میرا مال مانگ لے لیکن اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔'' ابوالیمان کے ساتھ حدیث کو اصبغ نے بھی عبداللہ بن وہب سے، انہوں نے یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کیا۔

تشریح: پچھلی حدیث میں پہلے آپ نے قریش کے کل لوگوں کو مخاطب کیا جو خاص آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ پھر عبد مناف اپنے چوتھے دادا کی اولاد کو۔ پھر خاص اپنے چچا اور پھوپھی یعنی دادا کی اولاد کو پھر خاص اپنی اولاد کو اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ قرابت والوں میں عورتیں داخل ہیں۔ کیونکہ حضرت صفیہ اپنی پھوپھی کو بھی آپ نے مخاطب کیا اور بچے بھی اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب یہ آیت اتری کم سن بچی تھیں، آپ نے ان کو بھی مخاطب فرمایا۔

بَابٌ: هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ

باب: کیا وقف کرنے والا اپنے وقف سے خود بھی وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

وَقَدِ اشْتَرَطَ عُمَرُ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا وَقَدْ يَلِي الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ. وَكَذَلِكَ مَنْ جَعَلَ بَدَنَةً أَوْ شَيْئًا لِلّٰهِ، فَلَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا كَمَا يَنْتَفِعُ غَيْرُهُ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی (اپنے وقف کے لئے) کہ جو شخص اس کا متولی ہو اس کے لئے اس وقف میں سے کھا لینے سے کوئی حرج نہ ہوگا۔ (دستور کے مطابق) واقف خود بھی وقف کا مہتمم ہو سکتا ہے اور دوسرا شخص بھی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اونٹ یا کوئی اور چیز اللہ کے راستے میں وقف کی تو جس طرح دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں خود وقف کرنے والا بھی اٹھا سکتا ہے اگرچہ (وقف کرتے وقت) اس کی شرط نہ لگائی ہو۔

تشریح: واقف اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جب اس چیز کو خود اپنے اوپر اور نیز دوسروں پر وقف کر دیا ہو یا وقف میں ایسی شرط کر لی ہو یا اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے خاص کر لیا ہو یا متولی کو کچھ دلایا ہو اور خود ہی متولی ہو۔ قسطلانی نے کہا شافعیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اپنی ذات پر وقف کرنا باطل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر کتاب الشروط میں موصولاً گزر چکا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے یہ نکالا کہ جب وقف کے متولی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کھانے کی اجازت دی تو خود وقف کرنے والے کو بھی اس میں سے کھانا یا کچھ فائدہ لینا درست ہوگا۔ اس لئے کہ کبھی وقف کرنے والا خود اس جائیداد کا متولی ہوتا ہے۔ آخری مضمون میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اگر کوئی چیز فقیروں پر وقف کی اور وقف کرنے والا فقیر نہیں ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ البتہ اگر وہ فقیر ہو جائے یا اس کی اولاد میں سے کوئی فقیر ہو جائے تو فائدہ اٹھا سکتا ہے یہی مختار ہے۔

٢٧٥٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ لَهُ: ((ارْكَبْهَا)).

(۲۷۵۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے

فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: ((ارْكَبْهَا، وَيْلَكَ! أَوْ وَيْحَكَ)). [راجع: ١٦٩٠]

اس سے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا'' اس صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا ''افسوس! سوار بھی ہو جا'' (یا آپ نے وَیْلَكَ کی بجائے وَیْحَكَ فرمایا جس کے معنی بھی وہی ہیں)۔

٢٧٥٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ((ارْكَبْهَا)). قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهَا بَدَنَةٌ. قَالَ: ((ارْكَبْهَا، وَيْلَكَ)). فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ. [راجع: ١٦٨٩]

(٢٧٥٥) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک صاحب قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس پر سوار ہو جا'' لیکن انہوں نے معذرت کی کہ یا رسول اللہ! یہ تو قربانی کا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''سوار بھی ہو جا۔ افسوس!'' یہ کلمہ آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ وقفی چیز سے خود وقف کرنے والا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، جانور پر مکان کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مکان وقف کرے تو اس میں خود بھی رہ سکتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ قربانی کے جانور پر بوقت ضرورت سواری کی جا سکتی ہے، اگر وہ دودھ دینے والا جانور ہے تو اس کا دودھ بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ وہ جانور برائے قربانی متعین کرنے کے بعد عضو معطل نہیں بن جاتا۔ عام طور پر مشرکین اپنے شرکیہ افعال کے لئے موسوم کردہ جانوروں کو بالکل آزاد سمجھنے لگ جاتے ہیں جو ان کی نادانی کی دلیل ہے، غیر اللہ کے ناموں پر اس طرح جانور چھوڑنا ہی شرک ہے۔

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ إِلَى غَيْرِهِ فَهُوَ جَائِزٌ

باب: اگر وقف کرنے والا مال وقف کو (اپنے قبضہ میں رکھے) دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے

لِأَنَّ عُمَرَ أَوْقَفَ وَقَالَ: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ، وَلَمْ يَخُصَّ إِنْ وَلِيَهُ عُمَرُ أَوْ غَيْرُهُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِيْ طَلْحَةَ: ((أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ)). فَقَالَ: أَفْعَلُ فَقَسَمَهَا فِيْ أَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ. [راجع: ٢٧٥٢]

اس لئے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے (خیبر کی اپنی زمین) وقف کی اور فرمایا کہ اگر اس میں سے اس کا متولی بھی کھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں آپ نے اس کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی کہ خود آپ ہی اس کے متولی ہوں گے یا کوئی دوسرا۔ نبی کریم ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ''میرا خیال ہے کہ تم اپنی زمین (باغ بیرحاء صدقہ کرنا چاہتے ہو تو) اپنے عزیزوں کو دے دو'' انہوں نے عرض کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عزیزوں اور چچا کے لڑکوں میں بانٹ دیا۔

تشریح: تو معلوم ہوا کہ وقف کرنے والا اپنے وقف کو اپنے قبضہ میں بھی رکھ سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے۔ جمہور علما کا یہی قول ہے اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک وقف اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک مال وقف کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کے قبضے میں نہ دے۔ جمہور کی دلیل حضرت عمر حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے افعال ہیں۔ ان سب نے اپنے اوقاف کو اپنے ہی قبضہ میں رکھا تھا۔ اس کا نفع خیرات کے کاموں میں صرف کرتے۔ باب کے تحت ذکر کردہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی متولی رہ سکتے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ

نے اس سے منع نہیں فرمایا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ متولی ہو سکے تو ان کو اس میں سے کھانا بھی درست ہوگا، باب کا یہی مطلب ہے۔ اس لئے وقف کو عام اور خاص دو قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے جس سے مراد وہ اوقاف ہوتے ہیں جن کا اصل مقصد کچھ تو امور دینی اور کارہائے خیر میں امداد کرنا ہوتا ہے اور کچھ خاص اشخاص یا خاص کسی جماعت کی نفع رسانی کے لیے ہے۔ خاص جن کا مقصود اصلی واقف کے عیال واطفال یا اقربا کے لئے آزقہ مہیا کرنا ہو، لغوی معنی وقف کے باندھ دینا، حبس کر دینا ہے اور اصل میں یہ لفظ گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کے باندھنے میں استعمال کیا جاتا ہے اور علمائے اسلام کی اصطلاح میں وقف سے مراد کسی کار خیر کے لئے اپنا مال دے دینا۔ وقف کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ کسی جائیداد مثل اراضی و مکانات وغیرہ کے حق ملکیت سے دست بردار ہو کر اللہ کی راہ میں اس کو اس طرح سے دے دینا کہ بندگان الٰہی کو اس سے فائدہ ہو بشرطیکہ مال موقوف وقف کرنے کے وقت واقف کا اپنا ہو۔ واقف اپنے قبض وملک کی شرط بھی لگا سکتا ہے۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ: دَارِيْ صَدَقَةٌ لِلَّهِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لِلْفُقَرَاءِ أَوْ غَيْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ

وَيَضَعُهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ أَوْ حَيْثُ أَرَادَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِيْ طَلْحَةَ حِيْنَ قَالَ: أَحَبُّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ، فَأَجَازَ النَّبِيُّ ﷺ ذَلِكَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوْزُ حَتَّى يُبَيِّنَ لِمَنْ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ.

باب: اگر کسی نے یوں کہا کہ میرا گھر اللہ کی راہ میں صدقہ ہے فقراء وغیرہ کے لئے صدقہ ہونے کی کوئی وضاحت نہیں کی تو وقف جائز ہوا

اب اس کو اختیار ہے اسے وہ اپنے عزیزوں کو بھی دے سکتا ہے اور دوسروں کو بھی، کیونکہ صدقہ کرتے ہوئے کسی کی تخصیص نہیں کی تھی۔ جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ بیرحاء کا باغ ہے اور وہ اللہ کے راستے میں صدقہ ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے جائز قرار دیا تھا (حالانکہ انہوں نے کوئی تعیین نہیں کی تھی کہ وہ یہ کسے دیں گے) لیکن بعض لوگ شافعیہ نے کہا کہ جب تک یہ نہ بیان کر دے کہ صدقہ کس لئے ہے، جائز نہیں ہوگا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجمل طور پر اپنا باغ نبی کریم ﷺ کے حوالہ کر دیا اور آپ نے واپس فرماتے ہوئے اسے ان کے قرابتداروں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، کسی قرابت دار کی تخصیص نہیں کی۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ: أَرْضِيْ أَوْ بُسْتَانِيْ صَدَقَةٌ لِلَّهِ عَنْ أُمِّيْ فَهُوَ جَائِزٌ وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ لِمَنْ ذَلِكَ.

باب: کسی نے کہا کہ میری زمین یا میرا باغ میری (مرحومہ) ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ بھی جائز ہے خواہ اس میں بھی اس کی وضاحت نہ کی ہو کہ کس کے لئے صدقہ ہے

٢٧٥٦ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، أَخْبَرَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِيْ يَعْلَى، أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ، يَقُوْلُ: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ

(٢٧٥٦) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مخلد بن زید نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلیٰ بن مسلم نے خبر دی، انہوں نے عکرمہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [طرفاه في: ٢٧٦٢، ٢٧٧٠]

سعد بن عبادہ ؓ کی ماں عمرہ بنت مسعود کا انتقال ہوا وہ ان کی خدمت میں موجود نہیں تھے۔ انہوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! میری والدہ کا جب انتقال ہوا تو میں ان کی خدمت میں حاضر نہیں تھا۔ کیا اگر میں، کوئی چیز صدقہ کروں تو اس سے انہیں فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

تشریح: حضرت سعد بن عبادہ غزوہ دومتہ الجندل میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئے ہوئے تھے، پیچھے سے ان کی محترمہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ((مخراف)) اس باغ کا نام تھا یا اس کے معنی بہت میوہ دار کے ہیں۔

بَابٌ: إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ أَوْقَفَ بَعْضَ مَالِهِ أَوْ بَعْضَ رَقِيقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ، فَهُوَ جَائِزٌ

باب: کسی نے اپنی کوئی چیز یا لونڈی، غلام یا جانور صدقہ یا وقف کیا تو جائز ہے (مطلب یہ کہ مال مشترک مال منقولہ کا بھی وقف درست ہے)

٢٧٥٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ ﷺ. قَالَ: **((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ))**. قُلْتُ: فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ. [أطرافه في: ٢٩٤٧، ٢٩٥٠، ٣٠٨٨، ٣٥٥٦، ٣٨٨٩، ٣٩٥١، ٤٤١٨، ٤٦٧٣، ٤٦٧٦، ٤٦٧٨، ٦٢٥٥، ٦٦٩٠، ٧٢٢٥] [مسلم: ٧٠١٦، ٧٠١٧؛ ابوداود: ٢٢٠٢؛ نسائي: ٢٤٣٢]

(٢٧٥٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن کعب نے بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالک ؓ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ (غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی) قبول ہونے کا شکرانہ یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں دے دوں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس ہی باقی رکھو تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھتا ہوں۔

تشریح: یہ کعب بن مالک ؓ وہ صحابی ہیں جو اپنے دو ساتھیوں سمیت جنگ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے تھے۔ آپ ایک مدت تک زیر عتاب رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ اس کا مفصل ذکر کتاب المغازی میں آئے گا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا کہ سارا مال خیرات کر دینا مکروہ ہے اور یہ بھی نکلا کہ مال منقولہ کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔

بَابٌ: مَنْ تَصَدَّقَ إِلَى وَكِيلِهِ ثُمَّ رَدَّ الْوَكِيلُ إِلَيْهِ

٢٧٥٨ـ وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُالْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [آل عمران: ٩٢] جَاءَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَيْ رَسُوْلَ اللَّهِ! يَقُوْلُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ قَالَ: وَكَانَتْ حَدِيْقَةً كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَسْتَظِلُّ بِهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا فَهِيَ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ أَرْجُوْ بِرَّهُ وَذُخْرَهُ، فَضَعْهَا أَيْ رَسُوْلَ اللَّهِ! حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((**بَخْ يَا أَبَا طَلْحَةَ! ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، قَدْ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ وَرَدَدْنَاهُ عَلَيْكَ، فَاجْعَلْهُ فِي الْأَقْرَبِيْنَ**)). فَتَصَدَّقَ بِهِ أَبُوْ طَلْحَةَ عَلَى ذَوِي رَحِمِهِ، قَالَ: وَكَانَ مِنْهُمْ أُبَيٌّ وَحَسَّانُ، قَالَ: فَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهُ مِنْهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَقِيْلَ لَهُ تَبِيْعُ صَدَقَةَ أَبِي طَلْحَةَ فَقَالَ: أَلَا أَبِيْعُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِنْ دَرَاهِمَ قَالَ: وَكَانَتْ تِلْكَ الْحَدِيْقَةُ فِي مَوْضِعِ قَصْرِ بَنِي حُدَيْلَةَ الَّتِي بَنَاهُ مُعَاوِيَةُ.

[راجع: ١٤٦١]

باب: اگر صدقہ کے لئے کسی کو وکیل کرے اور وکیل اس کا صدقہ پھیر دے

(٢٧٥٨) اور اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا کہ مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ) میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا (جب سورۂ آل عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ "تم نیکی ہرگز نہیں پاسکتے جب تک اس مال میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو زیادہ پسند ہے" تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ "تم نیکی ہرگز نہیں پاسکتے جب تک اس مال میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو زیادہ پسند ہے" اور میرے اموال میں سب سے پسند مجھے بیرحاء ہے۔ بیان کیا کہ بیرحاء ایک باغ تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس میں تشریف لے جایا کرتے، اس کے سائے میں بیٹھتے اور اس کا پانی پیتے (ابوطلحہ نے کہا کہ) اس لئے وہ اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ پس یارسول اللہ! جس طرح اللہ آپ کو بتائے اسے خرچ کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "واہ واہ شاباش ابوطلحہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، ہم تم سے اسے قبول کرکے پھر تمہارے ہی حوالے کر دیتے ہیں اور اب تم اسے اپنے عزیزوں کو دے دو۔" چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے عزیزوں کو دے دیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جن لوگوں کو باغ آپ نے دیا تھا ان میں ابی اور حسان رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا تو کسی نے ان سے کہا کہ کیا آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا مال بیچ رہے ہیں؟ حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کھجور کا ایک صاع روپوں کے ایک صاع کے بدل کیوں نہ بیچوں۔ انس نے کہا یہ باغ بنی حدیلہ کے محلّہ کے قریب تھا جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے (بطور قلعہ کے) تعمیر کیا تھا۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو وکیل کیا تھا، آپ نے ان کا صدقہ قبول فرما کر پھر ان ہی کو واپس کر دیا اور فرمایا

کہ اسے اپنے اقربا میں تقسیم کردو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا جب لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کھجور کا ایک صاع روپوں کے ایک صاع کے بدل کیوں نہ بیچوں یعنی ایسی قیمت پھر کہاں ملے گی گویا کھجور چاندی کے ہم وزن بک رہی ہے۔ کہتے ہیں صرف حسان رضی اللہ عنہ کا حصہ اس باغ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم کو خریدا چونکہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ باغ معین لوگوں پر وقف کیا تھا لہٰذا ان کو اپنا حصہ بیچنا درست ہوا۔ بعض نے کہا ابوطلحہ نے ان لوگوں پر وقف کرتے وقت یہ شرط لگادی تھی کہ اگر ان کو حاجت ہو تو بیچ سکتے ہیں ورنہ مال وقف کی بیع درست نہیں۔ قصر بنی حدیلہ کی تفصیل حافظ صاحب یوں فرماتے ہیں:

”واما قصر بنی حدیلة وهو بالمهملة مصغر ووهم من قاله بالجیم فنسب الیهم القصر بسبب المجاورة والا فالذی بناه هو معاویة بن ابی سفیان وبنو حدیلة بالمهملة مصغر بطن من الانصار وهم بنو معاویة بن عمرو بن مالك النجار وكانوا بتلك البقعة فعرفت بهم فلما اشتری معاویة حصة حسان بنی فیها هذا القصر فعرف بقصر بنی حدیلة ذكر ذلك عمرو بن شبیة وغیره فی اخبار المدینة ملكهم الحدیقة المذكورة ولم یقفها علیهم اذ لو وقفها ما ساغ لحسان ان یبیعها ووقع فی اخبار المدینة لمحمد بن الحسن المخزومی من طریق ابی بكر بن حزم ان ثمن حصة حسان مائة الف درهم قبضها من معاویة بن ابی سفیان۔“ (خلاصه فتح الباری جلد۵ صفحه ٤٨٧)

اور لیکن قصر بنی حدیلہ حائے مہملہ کے ساتھ اور جس نے اسے جیم کے ساتھ نقل کیا یہ اس کا وہم ہے۔ یہ پڑوس کی وجہ سے بنوحدیلہ کی طرف منسوب ہوگیا تھا ورنہ اس کے بنانے والے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں اور بنوحدیلہ انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ بنومعاویہ بن عمرو بن مالک نجار ہیں جو یہاں رہا کرتے تھے پس ان ہی سے یہ منسوب ہوگیا۔ پس جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ والا حصہ خرید لیا تو وہاں یہ قلعہ بنایا جو قصر بنوحدیلہ کے نام سے موسوم ہوگیا۔ اسے عمرو بن شیبہ وغیرہ نے اخبار المدینہ میں ذکر کیا ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر اس کو ان پر وقف کرتے تو اسے حسان رضی اللہ عنہ فروخت نہیں کر سکتے تھے اور اخبار مدینہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ان کے حصہ کی قیمت ایک لاکھ درہم ادا کی تھی۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ”واجاب آخر بان ابا طلحة حین وقفها شرط جواز بیعهم عند الاحتیاج فان الشرط بهذا الشرط قال بعضهم لجوازه والله اعلم۔“ یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے وقف کیا تو حاجت کے وقت ان لوگوں کو بیچنے کی اجازت دے دی تھی اور اس شرط کے ساتھ وقف جائز ہے۔ لفظ حدیلہ کو بعض نے جیم کے ساتھ جدیلہ نقل کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ صحیح حاء مضمومہ کے ساتھ ”حدیلہ“ ہے۔ (والله اعلم)

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ﴾. [النساء: ٨]

باب:

(سورۂ نساء میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”جب (میراث کی تقسیم) کے وقت رشتہ دار (جو وارث نہ ہوں) اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو ان کو بھی ترکے میں سے کچھ کچھ کھلا دو (اور اگر کھلا نا نہ ہو سکے تو) اچھی بات کہہ کر نرمی سے ٹال دو۔“

تشریح: جو لوگ خود وارث ہوں، ان کو تو یتیم اور مسکین اور دور کے ناطے والوں کو جو وارث نہیں ہیں تقسیم کے وقت کچھ دینا واجب تھا اور جو خود وارث نہ ہوں جیسے وارث اولیٰ اس کو یہ حکم تھا کہ نرمی سے جواب دے دو۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر اس صدقے کا وجوب جاتا رہا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی، اب بعض نے کہا اب بھی یہ حکم باقی ہے آیت منسوخ نہیں ہے۔

٢٧٥٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ

(٢٧٥٩) ہم سے ابونعمان محمد بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا ابو بشر جعفر سے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن

ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ، وَلَا وَاللّٰهِ! مَا نُسِخَتْ، وَلَكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ، هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَرِثُ، وَذَاكَ الَّذِيْ يَرْزُقُ، وَوَالٍ لَا يَرِثُ، وَقَالَ: فَذَاكَ الَّذِيْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ، يَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ. [طرفه في: ٤٥٧٦]

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کچھ لوگ گمان کرنے لگے ہیں کہ یہ آیت (جس کا ذکر عنوان میں ہوا) میراث کی آیت سے منسوخ ہوگئی ہے، نہیں قسم اللہ کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ لوگ اس پر عمل کرنے میں سست ہوگئے ہیں۔ ترکے کے لینے والے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو وارث ہوں ان کو ان کا حصہ دیا جائے گا دوسرے وہ جو وارث نہ ہوں، ان کو نرمی سے جواب دینے کا حکم ہے، وہ یوں کہے میاں میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

تشریح: سند میں مذکور حضرت سعید بن جبیر اسدی کوفی ہیں، جلیل القدر تابعین میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ انہوں نے ابو مسعود، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور انس رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا اور ان سے بہت سے لوگوں نے۔ ماہ شعبان ۹۵ھ میں جبکہ ان کی عمر انچاس سال کی تھی، حجاج بن یوسف نے ان کو قتل کرایا اور خود حجاج رمضان میں مرا اور بعض کے نزدیک اسی سال شوال میں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ان کی شہادت کے چھ ماہ بعد مرا۔ اس کے بعد حجاج کسی کے قتل پر قادر نہ ہوا۔ کیونکہ سعید نے اس کے لئے دعا کی تھی جب کہ حجاج ان سے مخاطب ہو کر بولا کہ بتاؤ تم کو کس طرح قتل کیا جائے میں تم کو اسی طرح قتل کروں گا۔ سعید بولے کہ اے حجاج! تو اپنا قتل ہونا جس طرح چاہے وہ بتلا، اس لئے کہ اللہ کی قسم جس طرح تو مجھ کو قتل کرے گا اسی طرح میں آخرت میں تجھ کو قتل کروں گا۔ حجاج بولا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کردوں۔ بولے کہ اگر عفو واقع ہوا تو وہ اللہ کی طرف سے ہوگا اور تیرے لئے اس میں کوئی براءت و عذر نہیں۔ حجاج یہ سن کر بولا کہ ان کو لے جاؤ اور قتل کر ڈالو۔ پس جب ان کو دروازہ سے باہر نکالا تو یہ ہنس پڑے۔ اس کی اطلاع حجاج کو پہنچائی گئی تو حکم دیا کہ ان کو واپس لاؤ۔ لہٰذا واپس لایا گیا تو ان سے پوچھا کہ اب ہنسنے کا کیا سبب تھا۔ بولے کہ مجھ کو اللہ کے مقابلے میں تیری بے باکی اور اللہ تعالیٰ کی تیرے مقابل میں حلم و بردباری پر تعجب ہوتا ہے۔ حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ کھال بچھائی جائے تو بچھائی گئی پھر حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے بعد سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ......﴾ الخ (٦/ الانعام: ٧٩) یعنی میں نے اپنا رخ سب سے موڑ کر اس اللہ کی طرف کر لیا ہے کہ جو خالق آسمان و زمین ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔ حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ ان کو قبلہ کی مخالف سمت کر کے مضبوط باندھ دیا جائے۔ سعید نے فرمایا: ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (٢/ البقرة: ١١٥) جس طرف بھی تم رخ کرو گے اسی طرف اللہ ہے۔ اب حجاج نے حکم دیا کہ سر کے بل اوندھا کر دیا جائے۔ سعید نے فرمایا: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى﴾ (٢٠/ طٰہ: ٥٥) حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس کو ذبح کر ڈالو۔ سعید نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا اور حجت پیش کرتا ہوں، اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود برحق نہیں وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ حجت ایمانی میری طرف سے سنبھال یہاں تک کہ تو مجھ سے قیامت کے دن ملے۔

پھر سعید نے دعا کی اے اللہ! حجاج کو میرے بعد کسی کے قتل پر قادر نہ کر۔ اس کے بعد کھال پر ان کو ذبح کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اس کے قتل کے بعد پندرہ راتیں اور جیا، اس کے بعد حجاج کے پیٹ میں کیڑوں کی بیماری پیدا ہوگئی۔ حجاج نے حکیم کو بلوایا تا کہ معائنہ کر لے۔ حکیم نے ایک گوشت کا سڑا ہوا ٹکڑا منگوایا اور اس کو دھاگے میں پرو کر اس کے گلے سے اتارا اور کچھ دیر تک چھوڑے رکھا، اس کے بعد حکیم نے اس کو نکالا تو دیکھا کہ خون سے بھرا ہوا ہے۔ حکیم سمجھ گیا کہ اب یہ بچنے والا نہیں۔ حجاج اپنی بقیہ زندگی میں چیختا چلاتا رہتا تھا کہ مجھے اور سعید کو کیا ہوا کہ جب میں سوتا ہوں تو میرا پاؤں پکڑ کر ہلا دیتا ہے۔ سعید بن جبیر عراق کی کھلی آبادی میں دفن کئے گئے۔ غفر اللہ لہ (اکمال)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاءَةً أَنْ يَتَصَدَّقُوْا عَنْهُ وَقَضَاءِ

باب: اگر کسی کو اچانک موت آجائے تو اس کی طرف سے خیرات کرنا مستحب ہے اور میت کی

النُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ

٢٧٦٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلاً، قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا، وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ: ((نَعَمْ، تَصَدَّقْ عَنْهَا)).

[راجع: ١٣٨٨] [نسائي: ٣٦٥١]

نذروں کو پوری کرنا

(۲۷۶۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک صحابی (سعد بن عبادہ) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری والدہ کی موت اچانک واقع ہوگئی، میرا خیال ہے کہ اگر انہیں گفتگو کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتیں تو کیا میں ان کی طرف سے خیرات کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں ان کی طرف سے خیرات کر۔“

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثا کی طرف سے میت کو خیرات اور صدقے کا ثواب پہنچتا ہے۔ اہلحدیث کا اس پر اتفاق ہے لیکن معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے سعد نے پوچھا کونسی خیرات افضل ہے، آپ نے فرمایا پانی پلانا۔ اس کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

٢٧٦١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ. فَقَالَ: ((اقْضِهِ عَنْهَا)).

[طرفاه في: ٦٦٩٨، ٦٩٥٩] [مسلم: ٤٢٣٥، ٤٢٣٦؛ ابوداود: ٣٣٠٧؛ ترمذي: ١٥٤٦؛ نسائي: ٣٦٦١، ٣٦٦٢، ٣٦٦٤، ٣٦٦٥، ٣٨٢٦، ٣٨٢٧، ٣٨٢٨؛ ابن ماجه: ٢١٣٢]

(۲۷۶۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی ابن شہاب سے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا، انہوں نے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کے ذمہ ایک نذر تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کی طرف سے نذر پوری کر دے۔“

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ماں کی نذر پورا کرنے کا حکم فرمایا، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے اس قسم کے فرائض کی ادائیگی اولاد پر لازم ہے۔

بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ

٢٧٦٢ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى، أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ: أَنْبَأَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ:

باب: وقف اور صدقہ پر گواہ بنانا

(۲۷۶۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی کہا کہ مجھے یعلی بن مسلم نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عکرمہ سے سنا اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ قبیلہ بنی ساعدہ کے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہوا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر نہیں تھے (بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ دومۃ الجندل میں شریک تھے) اس لئے وہ نبی

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [راجع: ٢٧٥٦]

اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اس وقت موجود نہیں تھا تو اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں!'' سعد رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے خیرات ہے۔

تشریح: لفظ ((مخراف)) کے بارے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: '' قوله المخراف بكسر اوله وسكون المعجمة وآخره فاء اى المكان المثمر سمى بذلك لما يخرف منه اى يجنى من الثمرة تقول شجرة مخراف و مثمار قاله الخطابى ووقع فى رواية عبدالرزاق المخرف بغير الف وهو اسم الحائط المذكور والحائط البستان۔'' (فتح) یعنی مخراف پھل دار درخت کو کہتے ہیں، اس باغ کا نام ہی مخراف ہو گیا تھا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾. [النساء: ٢، ٣]

''اور یتیموں کو ان کا مال پہنچا دو اور ستھرے مال کے عوض گندہ مال مت لو۔ اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ گڈمڈ کر کے نہ کھاؤ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں جو تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو۔''

تشریح: یعنی اپنی خراب چیز تم نے یتیم کے مال میں شریک کر دی اور اچھی چیز لے لی، ایسا نہ کرو کیونکہ یتیم کا مال تمہارے لئے حرام اور گندہ ہے اور تمہاری چیز گو خراب ہو مگر حلال اور ستھری ہے۔

٢٧٦٣- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء:٣] قَالَتْ: عَائِشَةُ هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا، فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا، وَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَدْنَى مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا، فَنُهُوا عَنْ نِكَاحِهِنَّ، إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأُمِرُوا بِنِكَاحِ مَنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ

(٢٧٦٣) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، کہا کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان سے حدیث بیان کرتے تھے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيُتْمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (ترجمہ اوپر گزر چکا) کا مطلب پوچھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی زیر پرورش ہو، پھر ولی کے دل میں اس کا حسن اور اس کے مال کی طرف سے رغبت نکاح پیدا ہو جائے مگر اس کم مہر پر جو ویسی لڑکیوں کا ہونا چاہئے۔ تو اس طرح نکاح کرنے سے روکا گیا لیکن یہ کہ ولی ان کے ساتھ پورے مہر کی ادائیگی میں انصاف سے کام لیں (تو نکاح کر سکتے ہیں) اور انہیں لڑکیوں کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا

اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ [النساء: ١٢٧] قَالَتْ: فَبَيَّنَ اللَّهُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا، وَلَمْ يُلْحِقُوهَا بِسُنَّتِهَا بِإِكْمَالِ الصَّدَاقِ، فَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبًا عَنْهَا فِي قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكُوهَا وَالْتَمَسُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ: فَكَمَا يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَرْغَبُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا.

[راجع: ٢٤٩٤]

نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں ہدایت کرتا ہے“ حضرت عائشہ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کردیا کہ یتیم لڑکی اگر جمال اور مال والی ہو اور (ان کے ولی) ان سے نکاح کرنے کے خواہش مند ہوں لیکن پورا مہر دینے میں ان کے (خاندان کے) طریقوں کی پابندی نہ کرسکیں تو (وہ ان سے نکاح مت کریں) جبکہ مال اور حسن کی کمی کی وجہ سے ان کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی ہو تو انہیں وہ چھوڑ دیتے اور ان کے سوا کسی دوسری عورت کو تلاش کرتے۔ راوی نے کہا جس طرح ایسے لوگ رغبت نہ ہونے کی صورت میں ان یتیم لڑکیوں کو چھوڑ دیتے، اسی طرح ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان لڑکیوں کی طرف انہیں رغبت ہو تو ان کے پورے مہر کے معاملے میں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں انصاف سے کام لئے بغیر ان سے نکاح کریں۔

تشریح: تاریخ و روایات میں مذکور ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اس ولی کے مال وغیرہ میں بوجہ قرابت کے شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتی تھیں، کبھی تو یہ صورت پیش آتی کہ وہ لڑکی خوبصورت ہوتی اور ولی کو اس کے مال و جمال ہر دو کی رغبت کی وجہ سے اس سے نکاح کی خواہش ہوتی اور وہ تھوڑے سے مہر پر اس سے نکاح کرلیتا کیونکہ کوئی دوسرا شخص اس لڑکی کا دعوے دار نہیں ہوتا تھا اور کبھی یہ صورت پیش آتی کہ یتیم لڑکی صورت شکل میں حسین نہ ہوتی مگر اس کا وہ ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے کسی سے اس کا نکاح کردوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضے سے نکل جائے گا۔ اس مصلحت سے وہ نکاح تو اس لڑکی سے طوعاً و کرہاً کرلیتا مگر ویسے اس سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا اور اولیا کو ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم ایسی یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم ان سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں ان سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے۔ قاعدہ شرعیہ کے مطابق ان سے نکاح کرلو تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم ان کے حقوق کے حامی رہو گے اور تم بھی کسی گناہ میں نہ پڑو گے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ بہر حال اولیا کا فرض ہے کہ یتیم بچوں اور بچیوں کے مال کی خدا ترسی کے ساتھ حفاظت کریں اور ان کے بالغ ہونے پر جیسے ان کے حق میں بہتر جانیں وہ مال ان کو ادا کردیں۔ (واللہ اعلم)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ

باب: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

”اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں تو اگر تم ان میں صلاحیت دیکھ لو تو ان کے حوالے ان کا مال کردو اور ان کے مال کو جلد جلد اسراف سے اور اس خیال سے کہ یہ بڑے ہوجائیں گے مت کھا ڈالو، بلکہ جو شخص مالدار ہو تو یتیم کے مال سے بچا رہے اور جو شخص نادار ہو وہ

بِالْمَعْرُوْفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا۝ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا﴾. [النساء: ٦، ٧] حَسِيبًا يَعْنِي كَافِيًا.

دستور کے موافق اس میں سے کھا سکتا ہے اور جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو اور اللہ حساب کرنے والا کافی ہے۔ مردوں کے لئے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جس کو والدین اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جس کو والدین اور نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں۔ اس (متروکہ) میں سے تھوڑا یا زیادہ ضرور ایک حصہ مقرر ہے'' آیت میں ''حَسِيبًا'' کے معنی کافی کے ہیں۔

تشریح: جاہلیت کے زمانہ میں عرب لوگ ترکہ میں صرف مردوں کا حق سمجھتے تھے، عورتوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ اللہ نے یہ بری رسم باطل کر دی اور عورت مرد سب کا حصہ مقرر کر دیا، اب بھی بہت سی جاہل قوموں میں جو مسلمان ہیں مگر لڑکی کو حصہ دینے کا رواج نہیں ہے۔ یہ سراسر ظلم اور باطل رسم ہے، لڑکی کو بھی اسلام نے حصہ دار ٹھہرایا ہے، اس کا بھی حصہ ادا کرنا ضروری ہے، اسلام اور ادیان سابقہ میں عورتوں کی حیثیت پر ایک پر از معلومات مقالہ آنریبل مولوی سید امیر علی ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا نے اپنی قانونی کتاب "جامع الاحکام فی فقه الاسلام" میں حوالہ قلم کیا ہے جس کا اختصار درج ذیل ہے۔

''جو اصلاحیں شارع اسلام ﷺ نے فرمائیں ان سے عورتوں کی حالت میں نمایاں ترقی واقع ہوئی، عرب میں بھی اور ان یہودیوں میں جو جزیرہ نمائے عرب میں سکونت پذیر تھے۔ عورتوں کی حالت بہت ہی ابتر تھی۔ عورت اپنے باپ کے گھر میں کنیز کی حالت میں رہتی تھی اور اگر وہ نابالغ ہوتی تو اس کے باپ کو اس کے بیچ ڈالنے کا اختیار ہوتا تھا۔ اس کا باپ اور باپ کی وفات کے بعد اس کا بھائی جو چاہتا تھا اس کے ساتھ سلوک کرتا تھا بجز کسی خاص صورت کے بیٹی بالکل محجوب الارث تھی۔ مشرکین عرب میں عورت صرف ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اپنے باپ یا شوہر کی ملکیت کا ایک جزو اعظم تصور کی جاتی تھی اور ہر شخص کی بیوی مثل اور متروکہ کے اس کی بیٹی اور بیٹیوں کو بطور ترکہ پدری کے ملتی تھیں، اسی وجہ سے سوتیلی ماؤں کی شادیاں اکثر سوتیلے بیٹوں کے ساتھ ہو جاتی تھیں، اس قبیح رسم کو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔

شرع محمدی کے بموجب عورت کی حیثیت انگلستان کی عورتوں کی حالت سے بہتر و برتر ہے جب تک وہ اپنے باپ کے گھر میں رہتی ہے اور جب تک نابالغ رہتی ہے کسی قدر اپنے باپ کے یا اس کے قائم مقام کے اختیار رہتی ہے، بالغ ہو جانے پر اس کو وہ تمام حقوق شرعی حاصل ہو جاتے ہیں جو بالغ اور رشید انسان کو ملنے چاہییں وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ماں باپ کے ترکہ میں حصہ پاتی دار ہیں اور اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصہ میں فرق ہے مگر یہ فرق بھائی اور بہن کے حالات کا منصفانہ لحاظ کر کے رکھا گیا ہے۔ شادی کے بعد بھی اس کے تشخص میں کچھ فرق نہیں آتا اور وہ ایک جداگانہ ممبر یعنی شریک سوسائٹی کی حیثیت میں باقی رہتی ہے اور اس کا وجود اس کے شوہر کے وجود کے ساتھ نہیں ہو جاتا، اس کا مال اس کے شوہر کا مال نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا مال اسی کا رہتا ہے اور وہ ایک ذاتی حق اپنی ملکیت میں رکھتی ہے، وہ اپنے قرضداروں پر علانیہ عدالت میں نالش کر سکتی ہے اور کسی ولی کو شریک کرنے یا اپنے شوہر کے نام سے نالش کرنے کی ضرورت نہیں رکھتی۔ جب وہ اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے مکان میں جا چکے تب بھی اس کو سب حقوق شرعی وہی حاصل رہتے ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں تمام واجب اور حقوق جو ایک عورت اور زوجہ کو حاصل ہونے چاہییں اس کو صرف مروت اور اخلاق کی رو سے حاصل نہیں ہیں جس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ نص قرآنی کے بموجب حاصل ہیں۔ وہ اپنی جائیداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کر سکتی ہے اور وہ وصیت کر سکتی ہے، وہ اوروں کی جائیداد کی وصیہ اور منتظمہ مقرر ہو سکتی ہے اور اوقاف کی متولیہ بھی مقرر ہو سکتی ہے۔

[بَابٌ:] وَمَا لِلْوَصِيِّ أَنْ يَعْمَلَ

باب: وصی کے لئے یتیم کے مال میں تجارت اور

فِي مَالِ الْيَتِيمِ، وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ

محنت کرنا درست ہے اور پھر محنت کے مطابق اس میں سے کھالینا درست ہے

٢٧٦٤ـ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ، مَوْلَى بَنِيْ هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ، تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ ثَمْغٌ، وَكَانَ نَخْلاً، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالاً وَهُوَ عِنْدِيْ نَفِيْسٌ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: **((تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ، وَلٰكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ))**. فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ، فَصَدَقَتُهُ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلِذِي الْقُرْبَى، وَلَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ، أَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهِ. [راجع: ٢٣١٣]

(۲۷۶۴) ہم سے ہارون بن اشعث نے بیان کیا، کہا ہم سے بنو ہاشم کے غلام ابو سعید نے بیان کیا، ان سے صخر بن جویریہ نے بیان کیا نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جائیداد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں وقف کردی، اس جائداد کا نام ثمغ تھا اور یہ کھجور کا ایک باغ تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول مجھے ایک جائیداد ملی ہے اور میرے خیال میں نہایت عمدہ ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ اسے صدقہ کردوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اصل مال کو صدقہ کر کہ نہ بیچا جا سکے نہ ہبہ کیا جا سکے اور نہ اس کا کوئی وارث نہ بن سکے، صرف اس کا پھل (اللہ کی راہ میں) صرف ہو۔'' چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا، ان کا یہ صدقہ غازیوں کے لئے، غلام آزاد کرانے کے لئے، محتاجوں اور کمزوروں کے لئے، مسافروں کے لئے، رشتہ داروں کے لئے تھا اور یہ کہ اس کے نگران کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ وہ دستور کے موافق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے بشرطیکہ اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقف کا متولی اپنی محنت کے عوض دستور کے موافق اس میں سے کھا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ وقف فرماتے وقت طے کر دیا تھا۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں: "ومطابقة الحديث للترجمة من جهة ان المقصود جواز اخذ الاجرة من مال اليتيم لقول عمرو لا جناح على من وليه ان يأكل منه بالمعروف۔" (قسطلانی)، مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

٢٧٦٥ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: **﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾** [النساء: ٦] قَالَتْ: أُنْزِلَتْ فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ أَنْ يُصِيْبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ.

[راجع: ٢٢١٢] [مسلم: ٧٥٣٤]

(۲۷۶۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی اس آیت) ''اور جو شخص مالدار ہو وہ اپنے کو یتیم کے مال سے بالکل روکے رکھے، البتہ جو شخص نادار ہو تو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے'' کے بارے میں فرمایا کہ یتیموں کے ولیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ یتیم کے مال میں سے اگر ولی نادار ہو تو دستور کے مطابق اس کے مال میں سے لے سکتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے باب کا پہلا حصہ یعنی یتیموں کے مال میں نیک نیتی سے تجارت کرنا، پھر اپنی محنت کے مطابق اس میں سے کھانا درست ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾. [النساء: ١٠]

باب: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان

”بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھا جاتے ہیں“ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، وہ ضرور دہکتی ہوئی آگ ہی میں جھونک دیئے جائیں گے۔“

تشریح: ابن ابی حاتم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج میں منقول ہے کہ آپ نے دوزخ میں ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ اونٹوں کے پیٹ جیسے ہیں۔ جن میں دوزخ کا دہکتا ہوا پتھر ڈالا جا رہا ہے اور وہ نیچے سے نکل جاتا ہے۔ آپ کو بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھا جایا کرتے تھے۔

٢٧٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: ((الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)). [طرفاه في: ٥٧٦٤، ٦٨٢٥]

(٢٧٦٦) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید مدنی نے بیان کیا، ان سے ابوغیث نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔“ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔“

[مسلم: ٢٦٢؛ ابوداود: ٢٨٧٤؛ نسائي: ٣٦٧٣]

تشریح: کبیرہ گناہوں کی تعداد ان سات پر ختم نہیں ہے اور بھی بہت سے گناہ اس ذیل میں بیان کئے گئے ہیں۔ بعض علما نے ان کی تفصیلات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، بہرحال یہ گناہ ہیں جن کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا یعنی جہنم رسید ہوا۔ باب کی مطابقت یتیم کا مال کھانے سے ہے، جن کی مذمت آیت مذکورہ فی الباب میں کی گئی ہے۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کتاب الطب و المحاربین میں بھی نکالا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى، قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٢٠] ﴿لَأَعْنَتَكُمْ﴾ لَأَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ، وَعَنَتْ: خَضَعَتْ.

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمان:

”آپ سے لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ جہاں تک ہو سکے ان کے مالوں میں بہتری کا خیال رکھنا ہی بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ (ان کے اموال میں) ساتھ مل جل کر رہو تو (بہرحال) وہ بھی تمہارے ہی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ سنوارنے والے اور فساد پیدا کرنے والے کو خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں تنگی میں مبتلا کر دیتا،

بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے'' (قرآن کی اس آیت میں) لَاَعْنَتَكُمْ کے معنی ہیں کہ تمہیں حرج اور تنگی میں مبتلا کر دیتا اور (سورۂ طٰہ میں لفظ) عَنَت کے معنی منہ جھک گئے، اس اللہ کے لیے جو زندہ ہے اور سب کا سنبھالنے والا۔

٢٧٦٧ - وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلَى أَحَدٍ وَصِيَّةً. وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْهِ فِي مَالِ الْيَتِيمِ أَنْ يَجْتَمِعَ إِلَيْهِ نُصَحَاؤُهُ وَأَوْلِيَاؤُهُ فَيَنْظُرُوا الَّذِي هُوَ خَيْرٌ لَهُ. وَكَانَ طَاوُسٌ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْيَتَامَى قَرَأَ: ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾. وَقَالَ عَطَاءٌ فِي يَتَامَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ: يُنْفِقُ الْوَلِيُّ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ بِقَدْرِهِ مِنْ حِصَّتِهِ.

(٢٧٦٧) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کوئی وصی بناتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتے۔ ابن سیرین تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ یتیم کے مال و جائیداد کے سلسلے میں ان کے خیر خواہوں اور ولیوں کو جمع کرتے تاکہ ان کے لئے کوئی اچھی صورت پیدا کرنے کے لئے غور کریں۔ طاؤس تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یتیموں کے بارے میں کوئی سوال کیا جاتا تو آپ یہ آیت پڑھتے کہ ''اور اللہ فساد پیدا کرنے والے اور سنوارنے والے کو خوب جانتا ہے۔'' عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے یتیموں کے بارے میں کہا خواہ وہ معمولی قسم کے لوگوں میں ہوں یا بڑے درجے کے، اس کا ولی اس کے حصہ میں سے جیسے اس کے لائق ہو، ویسا اس پر خرچ کرے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول "وقال لنا سلیمان حدثنا حماد...... الخ" یہ حدیث موصول ہے معلق نہیں ہے کیونکہ سلیمان بن حرب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں اور تعجب ہے عینی سے کہ انہوں نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض جمایا کہ اس حدیث کا موصول ہونا کسی لفظ سے نہیں پایا جاتا حالانکہ اس میں صاف " قال لنا " کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان سے سنا اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال احتیاط ہے کہ انہوں نے ایسے مقامات پر "حدثنا یا اخبرنا" کا لفظ استعمال نہیں فرمایا کیونکہ سلیمان نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایت بطور تحدیث کے نہ سنائی ہوگی بلکہ وہ کسی اور سے مخاطب ہوں گے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سن لیا ہوگا۔ (وحیدی) حدیث موصول یا متصل و معلق کی تعریف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لفظوں میں یہ ہے:

"فان لم یسقط راو من الرواة من البین فالحدیث متصل ویسمی عدم السقوط اتصالا وان سقط واحد او اکثر فالحدیث منقطع وهذا السقوط انقطاع والسقوط اما ان یکون من اول السند ویسمی معلقاً وهذا الاسقاط تعلیقا والساقط قد یکون واحد او قد یکون اکثر وقد یحذف تمام السند کما هو عادة المصنفین یقولون قال رسول الله ﷺ والتعلیقات کثیرة فی تراجم صحیح البخاری ولها حکم الاتصال لانه التزم فی هذا الکتاب ان لا یاتی الا بالصحیح۔"
(مقدمة مشکوٰة)

یعنی سند کے راویوں میں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو، اس حدیث کو متصل (یا موصول) کہیں گے اور اس عدم سقوط کو دوسرا نام اتصال کا دیا گیا ہے اور اگر کوئی ایک راوی یا زیادہ ساقط ہوں پس وہ حدیث منقطع ہے، اس سقوط کو انقطاع کہتے ہیں۔ کبھی سقوط راوی سند میں سے ہوتا ہے، ایسی حدیث کو معلق کہتے ہیں اور اس اسقاط کو تعلیق کہتے ہیں، ساقط کبھی ایک راوی ہوتا ہے، کبھی زیادہ جیسا کہ مصنفین کی عادت ہے کہ وہ بغیر سند بیان کئے قال

رسول اللہ ﷺ کہہ دیتے ہیں اور اس قسم کی تعلیقات صحیح بخاری کے ابواب میں بکثرت ہیں اور ان سب کے لئے اتصال ہی کا حکم ہے کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے التزام کیا ہوا ہے کہ وہ اس کتاب میں صرف صحیح احادیث و آثار ہی کو نقل کریں گے۔

ترجمۃ الباب میں مذکورہ آیت مبارکہ: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى﴾ الآیۃ (۲/ البقرۃ: ۲۲۰) کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ﴾ الآیۃ (۶/ الانعام: ۱۵۲) نازل ہوئی تو لوگوں نے خوف کے مارے یتیموں کا کھانا پینا سب بالکل الگ کر دیا پس جو کچھ بچ جاتا تو خراب ہو جاتا، یہ امر بہت مشکل ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اس مشکل کا ذکر کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ ان کو اپنے ساتھ ہی کھلاؤ پلاؤ، ان کے مال کی حفاظت کرو، اگر تمہاری نیت درست ہوگی تو اللہ خوب جانتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (۲/ البقرۃ: ۲۲۰)

بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ إِذَا كَانَ لَهُ صَلَاحًا وَنَظَرِ الْأُمِّ وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

باب: سفر اور حضر میں یتیم سے کام لینا جس میں اس کی بھلائی ہو اور ماں اور سوتیلے باپ کا یتیم پر نظر ڈالنا

۲۷۶۸۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَأَخَذَ أَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ، فَانْطَلَقَ بِيْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ، فَلْيَخْدُمْكَ. فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰكَذَا؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا؟

[طرفاه في: ٦٠٣٨، ٦٩١١] [مسلم: ٦٠١٣]

(۲۷۶۸) ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ کوئی خادم نہیں تھا۔ اس لئے ابوطلحہ (جو میرے سوتیلے باپ تھے) میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت لے گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! انس سمجھ دار بچہ ہے۔ یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی سفر اور حضر میں خدمت کی، آپ نے مجھ سے کبھی کسی کام کے بارے میں جسے میں نے کر دیا ہو، یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے اس طرح کیوں کیا؟ اسی طرح کسی ایسے کام کے متعلق جسے میں نہ کر سکا ہوں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا؟

تشریح: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ تھے، ان کو نبی کریم ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جب کہ آپ ایک جنگ کے لئے نکل رہے تھے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ قابل صد مبارک باد ہیں کہ ان کو سفر و حضر میں پورے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کا موقع حاصل ہوا اور نبی کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا بہت قریب سے انہوں نے معائنہ کیا اور قیامت تک کے لئے وہ خادم رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے دنیا میں یادگار رہ گئے (رضی اللہ عنہ وارضاہ) یہ ابوطلحہ زید بن سہل انصاری شوہر ام سلیم (والدہ انس) کے ہیں اور اس حدیث کے جملہ راوی بصری ہیں جس طرح کہ قسطلانی نے بیان کیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنِ

باب: اگر کسی نے ایک زمین وقف کی (جو مشہور و

الْحُدُودَ فَهُوَ جَائِزٌ، وَكَذَلِكَ الصَّدَقَةُ

٢٧٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعْهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. فَقَالَ: ((بَخْ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ـ أَوْ رَايِحٌ ـ شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ ـ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَفِي بَنِي عَمِّهِ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَعَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ: ((رَايِحٌ)). [راجع: ١٤٦١]

[مسلم: ٢٣١٥؛ نسائي: ٣٦٠٤]

معلوم ہے) اس کی حدیں بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح ایسی زمین کا صدقہ دینا

(۲۷۶۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے، انہوں نے انس بن مالک ؓ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابوطلحہ ؓ کھجور کے باغات کے اعتبار سے مدینہ کے انصار میں سب سے بڑے مالدار تھے اور انہیں اپنے تمام مالوں میں مسجد نبوی کے سامنے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پسند تھا۔ خود نبی کریم ﷺ بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔ انس ؓ نے بیان کیا کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: ”نیکی تم ہرگز نہیں حاصل کرو گے جب تک اپنے اس مال سے نہ خرچ کرو جو تمہیں پسند ہوں“ تو ابوطلحہ ؓ اٹھے اور آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکو گے جب تک اپنے ان مالوں میں سے نہ خرچ کرو جو تمہیں پسند ہوں“ اور میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ پسند بیرحاء ہے اور یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے، میں اللہ کی بارگاہ سے اس کی نیکی اور ذخیرۂ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں، آپ کو جہاں اللہ تعالیٰ بتائے اسے خرچ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”شاباش یہ تو بڑا فائدہ بخش مال ہے یا (آپ نے بجائے رابح کے) رَایِحْ کہا، یہ شک عبداللہ بن مسلمہ راوی کو ہوا تھا۔ اور جو کچھ تم نے کہا میں نے سب سن لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اسے اپنے ناطے والوں کو دے دو۔“ ابوطلحہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عزیزوں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ اسماعیل، عبداللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے مالک کے واسطہ سے رابح کے بجائے رَایِحْ بیان کیا ہے۔

تشریح: ترجمہ باب کی مطابقت صاف ظاہر ہے کہ ابوطلحہ نے بیرحاء کو صدقہ کر دیا۔ اس کے حدود بیان نہیں کئے کیونکہ بیرحاء باغ مشہور و معروف تھا، ہر کوئی اس کو جانتا تھا اگر کوئی ایسی زمین وقف کرے کہ وہ معروف و مشہور نہ ہو تب تو اس کی حدود بیان کرنی ضروری ہیں۔

لفظ بیرحاء دو کلموں سے مرکب ہے پہلا کلمہ بئر ہے جس کے معنی کنویں کے ہیں دوسرا حاء ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کسی مرد یا عورت کا نام ہے یا کسی جگہ کا نام جس کی طرف یہ کنواں منسوب کیا گیا ہے یا یہ کلمہ اونٹوں کے ڈانٹنے کے لئے بولا جاتا تھا اور اس جگہ اونٹ بکثرت چرائے

جاتے تھے، لوگ ان کو ڈانٹنے کے لئے لفظ حاء استعمال کرتے۔ اسی سے یہ لفظ بیر حاء مل کر ایک کلمہ بن گیا پھر حضرت ابوطلحہ ؓ کا سارا باغ ہی اس نام سے موسوم ہوگیا کیونکہ یہ کنواں اس کے اندر تھا لفظ "بخ بخ" واہ واہ کی جگہ بولا جاتا تھا۔

٢٧٧٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيمِ، أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ أَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَإِنَّ لِي مِخْرَافًا فَأَنَا أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا. [راجع: ٢٧٥٦] [ابوداود: ٢٨٨٢؛ ترمذي: ٦٦٩؛ نسائي: ٣٦٥٦، ٣٦٥٧]

(۲۷۷۰) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو روح بن عبادہ نے خبر دی، کہا ہم کو زکریا بن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے بیان کیا عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس ؓ سے کہ ایک صحابی سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کی ماں کا انتقال ہوگیا ہے۔ کیا اگر وہ ان کی طرف سے خیرات کریں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ "ہاں۔" اس پر ان صحابی نے کہا کہ میرا ایک پُر میوہ باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

تشریح: یہاں بھی اس باغ کی حدود کو بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کے لئے کنواں یا کوئی باغ وقف کر دینا بہترین صدقہ جاریہ ہے کہ مخلوق اس سے فائدہ حاصل کرتی رہے گی اور جس کے لئے بنایا گیا اس کو ثواب ملتا رہے گا۔

بَابٌ: إِذَا أَوْقَفَ جَمَاعَةٌ أَرْضًا مُشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

باب: اگر کئی آدمیوں نے اپنی مشترک زمین جو مشاع تھی (تقسیم نہیں ہوئی تھی) وقف کر دی تو جائز ہے

٢٧٧١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا)). قَالُوا: لَا وَاللَّهِ! لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ. [راجع: ٢٣٤]

(۲۷۷۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح یزید بن حمید نے اور ان سے انس ؓ نے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے (مدینہ میں) مسجد بنانے کا حکم دیا اور بنی نجار سے فرمایا "تم اپنے اس باغ کا مجھ سے مول کر لو۔" انہوں نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! ہم تو اللہ سے اس کا مول لیں گے۔

تشریح: گویا بنی نجار نے اپنی مشترکہ زمین مسجد کے لئے وقف کر دی تو باب کا مطلب نکل آیا لیکن ابن سعد نے طبقات میں واقدی سے یوں روایت کی ہے کہ آپ نے یہ زمین دس دینار میں خریدی اور ابوبکر صدیق ؓ نے قیمت ادا کی۔ اس صورت میں بھی باب کا مقصد نکل آئے گا اس طرح سے کہ پہلے بنی نجار نے اس کو وقف کرنا چاہا اور آپ نے اس پر انکار نہ کیا۔ واقدی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے قیمت اس لئے دی کہ دو یتیم بچوں کا بھی اس میں حصہ تھا (وحیدی) یہ حدیث ابواب الجنائز میں بھی گزر چکی ہے۔

بَابُ الْوَقْفِ وَكَيْفَ يُكْتَبُ؟

باب: وقف کی سند کیونکر لکھی جائے؟

٢٧٧٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:

(۲۷۷۲) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور

أَصَابَ عُمَرُ بِخَيْبَرَ أَرْضًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ أَنْفَسَ مِنْهُ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا، وَتَصَدَّقْتَ بِهَا)). فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ، فِي الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيلِ، لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ. [راجع: ٢٣١٣]

ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی (جس کا نام ثمغ تھا) تو آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا تھا، آپ اس کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر چاہے تو اصل جائیداد اپنے قبضے میں روک رکھ اور اس کے منافع کو خیرات کر دے۔“ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ ہبہ کی جائے، اور نہ وراثت میں کسی کو ملے اور فقراء، رشتہ دار، غلام آزاد کرانے، اللہ کے راستے (کے مجاہدوں) مہمانوں اور مسافروں کے لیے (وقف ہے) جو شخص بھی اس کا متولی ہو اگر دستور کے مطابق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مال جمع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

تشریح: اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کی یہ شرطیں لکھوا دیں مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو ابوداؤد نے نکالا۔ اس میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرطیں معیقیب کے قلم سے لکھوا دیں جس میں یہ تھا کہ اصل جائیداد کو کوئی بیع یا ہبہ نہ کر سکے، اسی کو وقف کہتے ہیں۔ ناطے والوں میں مالدار اور نادار سب آ گئے تو باب کا مقصد نکل آیا (وحیدی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ۷ھ سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے شروع میں اس کا متولی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کو بنایا تھا اور وقف نامہ کا متن لکھنے والے معیقیب تھے اور گواہ عبداللہ بن ارقم۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں یہ زبانی وقف تھا، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں اسے باضابطہ تحریر کرا دیا۔ (فتح الباری)

بَابُ الْوَقْفِ لِلْفَقِيرِ وَالْغَنِيِّ وَالضَّيْفِ

باب: محتاج، مالدار اور مہمان سب کے لیے وقف کرسکتا ہے

٢٧٧٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ وَجَدَ مَالاً بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: ((إِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا)). فَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَذِي الْقُرْبَى وَالضَّيْفِ. [راجع: ٢٣١٣]

(۲۷۷۳) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک جائیداد ملی تو آپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق خبر دی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اگر چاہو تو اسے صدقہ کر دو۔“ چنانچہ آپ نے فقراء، مساکین، رشتہ داروں اور مہمانوں کے لیے اسے صدقہ کر دیا۔

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فيه جواز الوقف على الاغنياء لان ذوى القربى والضيف لم يقيد بالحاجة وهو الاصح عند الشافعية۔“ (فتح) یعنی اس سے اغنیا پر وقف کرنے کا جواز نکلا، اس لیے کہ قرابتداروں اور مہمانوں کے لیے حاجت مند ہونے کی قید

نہیں لگائی اور شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح مسلک ہے۔

بَابُ وَقْفِ الْأَرْضِ لِلْمَسْجِدِ

باب: مسجد کے لیے زمین کا وقف کرنا

٢٧٧٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالصَّمَدِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا)). فَقَالُوْا: لَا وَاللَّهِ! لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. [راجع: ٣٣٤]

(۲۷۷۴) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے والد (عبدالوارث) سے سنا، ان سے ابوالتیاح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد بنانے کے لیے حکم دیا اور فرمایا ''اے بنونجار! اپنے باغ کی مجھ سے قیمت لے لو۔'' انہوں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔

تشریح: "لعل البخاری اراد الرد علی من خص جواز الوقف بالمسجد وکأنه قال قد نفذ وقف الارض المذکورة ان تکون مسجدا فدل علی ان صحة الوقف لا تختص بالمسجد ووجه اخذه من حدیث الباب ان الذین قالوا لا نطلب ثمنها الا الی الله کانهم تصدقوا بالارض المذکورة فتمّ انعقاد الوقف قبل البناء فیؤخذ منه ان من وقف ارضا علی ان یبنیها مسجدا انعقد الوقف قبل البناء۔" (فتح جلد۵ صفحه ۵۰۸)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ مسجد کے نام پر تعمیر سے پہلے ہی کسی زمین کا وقف کرنا درست ہے کچھ لوگ اس کو جائز نہیں کہتے، ان کی تردید کرنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہے بنونجار نے پہلے زمین کو وقف کر دیا تھا بعد میں مسجد نبوی وہاں تعمیر کی گئی۔

بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ

باب: جانور، گھوڑے، سامان اور سونا چاندی وقف کرنا

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ جَعَلَ أَلْفَ دِيْنَارٍ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ، وَدَفَعَهَا إِلَى غُلَامٍ لَهُ تَاجِرٍ يَتَّجِرُ بِهَا، وَجَعَلَ رِبْحَهُ صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ، هَلْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ تِلْكَ الْأَلْفِ شَيْئًا؟ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ قَالَ: لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا تھا جس نے ہزار دینار اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے اور انہیں اپنے ایک تاجر غلام کو دے دیا تا کہ اس سے کاروبار کرے اور اس کے نفع کو وہ شخص محتاجوں اور رشتہ داروں کے لئے صدقہ کرے۔ کیا وہ شخص ان اشرفیوں کے نفع میں سے کچھ کھا سکتا ہے، جبکہ اس نے نفع کو محتاج پر صدقہ نہ کیا ہو تو کہا کہ اس کے لیے لائق نہیں کہ اس سے کچھ کھائے۔

تشریح: ترجمۃ الباب کا مقصد جائیداد منقولہ کا وقف کرنا ہے۔ کراع کاف کے ضمہ کے ساتھ گھوڑوں کو کہا جاتا ہے۔ لفظ عروض نقدی کے علاوہ دیگر اسباب پر بولا جاتا ہے اور صامت سونے چاندی پر مستعمل ہے (فتح) خلاصہ یہ کہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ بشرائط معلومہ سب کا وقف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ اشرفیاں اللہ کی راہ میں نکالیں تو گویا صدقہ کر دیں، اب صدقے کا مال اپنے خرچ میں کیونکر لا سکتا ہے، اس اثر کو ابن وہب نے اپنے مؤطا میں وصل کیا ہے۔ (وحیدی)

٢٧٧٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ، حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ لَهُ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ أَعْطَاهَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا فَحَمَلَ عَلَيْهَا رَجُلًا، فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيْعُهَا، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَهَا فَقَالَ: ((**لَا تَبْتَعْهَا، وَلَا تَرْجِعَنَّ فِي صَدَقَتِكَ**)).

[راجع: ١٤٨٩] [مسلم: ٤١٦٨]

(۲۷۷۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں (جہاد کرنے کے لئے) ایک آدمی کو دے دیا۔ یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، اس لئے کہ آپ جہاد میں کسی کو اس پر سوار کریں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ جس شخص کو یہ گھوڑا ملا تھا، وہ اس گھوڑے کو بازار میں بیچ رہا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اسے خرید سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ''ہرگز اسے نہ خرید اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لے۔''

تشریح: گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گھوڑا صدقہ دیا تھا مگر وقف کا حکم بھی صدقہ پر قیاس کیا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وقف میں تو اصل جائیداد روک لی جاتی ہے اور صدقہ میں اصل جائیداد کی ملکیت منتقل کی جاتی ہے، اس لئے یہ قیاس صحیح نہیں۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گھوڑا وقف کیا تھا، اس لئے صحیح نہیں ہوسکتا کہ اگر وقف کیا ہوتا تو وہ شخص جس کو گھوڑا ملا تھا، اس کو بیچنے کے لئے بازار میں کیونکر کھڑا کرسکتا۔

بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

باب: وقف کی جائیداد کا اہتمام کرنے والا اپنا خرچ اس میں سے لے سکتا ہے

٢٧٧٦- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((**لَا تَقْتَسِمْ وَرَثَتِي دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ**)).

[طرفاه في: ٣٠٩٦، ٦٧٢٩] [مسلم: ٤٥٨٣؛ ابوداود: ٢٩٧٤]

(۲۷۷۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی میرے وارث ہیں، وہ روپیہ اشرفی اگر میں چھوڑ جاؤں تو وہ تقسیم نہ کریں، وہ میری بیویوں کا خرچ اور جائیداد کا اہتمام کرنے والے کا خرچ نکالنے کے بعد صدقہ ہے۔''

تشریح: معلوم ہوا کہ جو کوئی وقفی جائیداد کا انتظام کرے، اس کا وہ متولی ہو وہ اپنی محنت کا واجبی معاوضہ جائیداد میں سے دلانے کا مستحق ہوگا۔ (وحیدی)

٢٧٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ، اشْتَرَطَ فِي وَقْفِهِ أَنْ يَأْكُلَ مَنْ وَلِيَهُ وَيُوْكِلَ صَدِيْقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا. [راجع: ١٣، ٢٣]

(۲۷۷۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں یہ شرط لگائی تھی کہ اس کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور اپنے دوست کو کھلا سکتا ہے پر وہ دولت نہ جوڑے۔

بَابٌ: إِذَا وَقَفَ أَرْضًا أَوْ بِئْرًا أَوِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهِ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ

باب: کسی نے کوئی کنواں وقف کیا اور اپنے لیے بھی اس میں سے عام مسلمانوں کی طرح پانی لینے کی شرط لگائی یا زمین وقف کی اور دوسروں کی طرح خود بھی اس سے فائدہ لینے کی شرط کرلی تو یہ بھی درست ہے

وَأَوْقَفَ أَنَسٌ دَارًا فَكَانَ إِذَا قَدِمَ نَزَلَهَا. وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهِ، وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهِ: أَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا، فَإِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ. وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهُ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنَى لِذَوِي الْحَاجَةِ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ.

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک گھر وقف کیا تھا (مدینہ میں) جب کبھی مدینہ آتے، اس گھر میں قیام کیا کرتے تھے اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے گھروں کو وقف کردیا تھا اور اپنی ایک مطلقہ لڑکی سے فرمایا تھا کہ وہ اس میں قیام کریں لیکن اس گھر کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ اس میں کوئی دوسرا نقصان کرے اور جو خاوند والی بیٹی ہوتی اس کو وہاں رہنے کا حق نہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (وقف کردہ) گھر میں رہنے کا حصہ اپنی محتاج اولاد کو دے دیا تھا۔

٢٧٧٨- وَقَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ عُثْمَانَ حَيْثُ حُوْصِرَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمُ اللَّهَ وَلَا أَنْشُدُ إِلَّا أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَفَرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ)). فَحَفَرْتُهَا؟ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ)). فَجَهَّزْتُهُمْ؟ قَالَ: فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ، وَقَالَ عُمَرُ فِيْ وَقْفِهِ: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ. وَقَدْ يَلِيْهِ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ فَهُوَ وَاسِعٌ لِكُلٍّ. [ترمذي: ٣٦٩٩؛ نسائي: ٣٦١٢]

(٢٧٧٨) عبدان نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں ابو اسحاق نے، انہیں ابو عبدالرحمٰن نے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محاصرے میں لئے گئے تو (اپنے گھر کے) اوپر چڑھ کر آپ نے باغیوں سے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص بئر رومہ کو کھودے گا اور اسے مسلمانوں کے لئے وقف کردے گا تو اسے جنت کی بشارت ہے۔'' تو میں نے ہی اس کنویں کو کھودا تھا۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا تھا کہ ''جیش عسرت (غزوۂ تبوک پر جانے والے لشکر) کو جو شخص ساز و سامان سے لیس کردے گا تو اسے جنت کی بشارت ہے'' تو میں نے ہی اسے مسلح کیا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ کی ان باتوں کی سب نے تصدیق کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف کے متعلق فرمایا تھا کہ اس کا منتظم اگر اس میں سے کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ منتظم خود واقف بھی ہوسکتا ہے اور کبھی دوسرے بھی ہوسکتے

ہیں اور ہر ایک کے لئے یہ جائز ہے۔

تشریح: یعنی کسی نے اپنے وقف سے خود بھی فائدہ اٹھانے کی شرط لگائی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن بطال نے کہا کہ اس مسئلے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ اگر کسی نے کوئی چیز وقف کرتے ہوئے اس کے منافع سے خود یا اپنے رشتہ داروں کے نفع (اٹھانے کی بھی شرط لگائی تو جائز ہے مثلاً کسی نے کوئی کنواں وقف کیا اور شرط لگالی کہ عام مسلمانوں کی طرح میں بھی اس میں سے پانی پیا کروں گا تو وہ پانی بھی لے سکتا ہے اور اس کی یہ شرط جائز ہوگی۔

حضرت زبیر بن عوام کے اثر کو دارمی نے اپنی مسند میں وصل کیا ہے۔ آپ خاوند والی بیٹی کو اس میں رہنے کی اس لئے اجازت نہ دیتے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہ سکتی ہے یہ اثر ترجمہ باب سے اس طرح مطابق ہوتا ہے کہ کوئی بیٹی ان کی کنواری بھی ہوگی اور صحبت سے پہلے اس کو طلاق دی گئی ہوگی تو اس کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے اس کا رہنا گویا خود باپ کا وہاں رہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابن سعد نے وصل کیا ہے، یہ وہ گھر تھا جس کو عمر رضی اللہ عنہ وقف کر گئے تھے تو اثر ترجمہ باب کے مطابق ہو گیا۔ عبدان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے تو یہ تعلیق نہ ہوگی اور دار قطنی اور اسماعیل نے اس کو وصل بھی کیا ہے۔ دوسری روایتوں میں یوں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں خرید کر کے وقف کیا تھا، کھدوانا مذکور نہیں ہے لیکن شاید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو کچھ وسیع کرنے کے لئے کھدوایا بھی ہو۔ یہ روایت لا کر امام بخاری نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو ترمذی نے نکالا۔ اس میں یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی رومہ کا کنواں خرید لے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اپنا ڈول بھی اس میں ڈالے اس کو بہشت میں اس سے بھی عمدہ کنواں ملے گا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا مذکور جیش عسرہ یعنی تنگی کا لشکر جس سے مراد وہ لشکر ہے جو جنگ تبوک میں آپ کے ساتھ گیا تھا، اس جنگ کا سامان مسلمانوں کے پاس بالکل نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر سامان اپنی ذات سے فراہم کر دیا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی زیادہ اظہار مسرت فرماتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے زندہ جنتی ہونے کی بشارت پیش فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب اپنی آزمائش کے دنوں میں صحابہ کرام کو اس طرح مخاطب فرمایا جو اثر میں مذکور ہے تو بیشتر صحابہ نے آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی جن میں حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے۔ اس حدیث کے ذیل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب سے متعلق حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک احادیث کو نقل کیا ہے: "الاحتياج الى ذلك لدفع مضرة او تحصل منفعة وانما يكره ذلك عند المفاخرة والكاثرة والعجب۔" (فتح) یعنی اس سے اس امر کا جواز ثابت ہوا کہ کسی نقصان کو دفع کرنے یا کوئی نفع حاصل کرنے کے لئے آدمی خود اپنے مناقب بیان کر سکتا ہے، لیکن فخر اور خود پسندی کے طور پر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ الْوَاقِفُ: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

٢٧٧٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ! ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ)). قَالُوْا: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ. [راجع: ٤٢٣]

باب: اگر وقف کرنے والا یوں کہے کہ اس کی قیمت اللہ ہی سے لیں گے تو وقف درست ہو جائے گا

(۲۷۷۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابوالتیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ''اے بنو نجار! تم اپنے باغ کی قیمت مجھ سے وصول کر لو'' تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا

باب: (سورۂ مائدہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:

''اے ایمان والو! جب تم میں سے کوئی مرنے لگے تو آپس کی گواہی وصیت

حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَمِنَ الْآثِمِينَ ○ فَإِنْ عُثِرَ عَلَى أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ○ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾. [المائدة: ١٠٦، ١٠٧، ١٠٨]

کے وقت تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے یا عزیزوں میں سے) دو معتبر شخصوں کی ہونی چاہئے یا اگر تم سفر میں ہو اور وہاں تم موت کی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو غیر ہی یعنی کافر یا جن سے قرابت نہ ہو دو شخص سہی (میت کے وارثو) ان دونوں گواہوں کو عصر کی نماز کے بعد تم روک لو اگر تم کو (ان کے سچے ہونے میں شبہ ہو) تو وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس گواہی کے عوض دنیا کمانا نہیں چاہتے گو جس کے لئے گواہی دیں وہ اپنا رشتہ دار ہو اور نہ ہم خدا واسطے گواہی چھپائیں گے، ایسا کریں تو ہم اللہ کے قصور وار ہیں، پھر اگر معلوم ہو واقعی یہ گواہ جھوٹے تھے تو دوسرے وہ دو گواہ کھڑے ہوں جو میت کے نزدیک کے رشتہ دار ہوں (یا جن کو میت کے دو نزدیک کے رشتہ داروں نے گواہی کے لائق سمجھا ہو) وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی ناحق بات نہیں کہی، ایسا کیا ہو تو بے شک ہم گنہگار ہوں گے۔ یہ تدبیر ایسی ہے جس سے ٹھیک ٹھیک گواہی دینے کی زیادہ امید پڑتی ہے یا اتنا تو ضرور ہوگا کہ وصی یا گواہوں کو ڈر رہے گا ایسا نہ ہو ان کے قسم کھانے کے بعد پھر وارثوں کو قسم دی جائے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا حکم سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو (راہ پر) نہیں لگاتا۔"

٢٧٨٠ - وَقَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ مَعَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِنْ ذَهَبٍ، فَأَحْلَفَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ وَجَدُوا الْجَامَ بِمَكَّةَ فَقَالُوا: ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَعَدِيٍّ. فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ

(٢٧٨٠) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے، کہا ہم سے ابن ابی زائدہ نے انہوں نے محمد بن ابی القاسم سے، انہوں نے عبدالملک بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، کہا ہم سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے کہا بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر کو نکلا، وہ ایسے ملک میں جا کر مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ دونوں شخص اس کا متروکہ مال لے کر مدینہ واپس آئے۔ اس کے اسباب میں چاندی کا ایک گلاس گم تھا جس میں سونے سے کھجور کے پتوں کی طرح نقش و نگار کیا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو قسم کھانے کا حکم فرمایا (انہوں نے قسم کھالی) پھر ایسا ہوا کہ وہ گلاس مکہ میں ملا، انہوں نے کہا ہم نے یہ گلاس تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس وقت میت کے دو عزیز (عمرو بن عاص اور مطلب) کھڑے ہوئے اور

مِنْ شَهَادَتِهِمَا، وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ. قَالَ: وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ [المائدة: ١٠٦] [ابوداود: ٣٦٠٦؛ ترمذي: ٣٠٦٠]

انہوں نے قسم کھائی کہ یہ ہماری گواہی تمیم اور عدی کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے، یہ گلاس میت ہی کا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (جو اوپر گزری) ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ آخر آیت تک۔

بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دُيُونَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنَ الْوَرَثَةِ

باب: وصی میت کا قرضہ ادا کر سکتا ہے گو دوسرے وارث حاضر نہ بھی ہوں

٢٧٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، أَوِ الْفَضْلُ ابْنُ يَعْقُوبَ عَنْهُ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، قَالَ: قَالَ الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَنِي جَابِرُ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ أَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ، وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا، فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِي اسْتُشْهِدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا كَثِيرًا، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ قَالَ: ((اذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلَى نَاحِيَتِهِ)). فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ، فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ أُغْرُوا بِي تِلْكَ السَّاعَةَ، فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ طَافَ حَوْلَ أَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((ادْعُ أَصْحَابَكَ)). فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى اللَّهُ أَمَانَةَ وَالِدِي، وَأَنَا وَاللَّهِ! رَاضٍ أَنْ يُؤَدِّيَ اللَّهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعَ إِلَى أَخَوَاتِي تَمْرَةً، فَسَلِمَ وَاللَّهِ! الْبَيَادِرُ كُلُّهَا حَتَّى أَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً. قَالَ أَبُوعَبْدِاللَّهِ: أُغْرُوا

(۲۷۸۱) ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا یا فضل بن یعقوب نے محمد بن سابق سے (یہ شک خود حضرت امام بخاری کو ہے) کہا ہم سے شیبان بن عبدالرحمٰن ابو معاویہ نے بیان کیا، ان سے فراس بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبی نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اپنے پیچھے چھ لڑکیاں چھوڑی تھیں اور قرض بھی۔ جب کھجور کے پھل توڑنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو یہ معلوم ہی ہے کہ میرے والد ماجد اُحد کی لڑائی میں شہید ہو چکے ہیں اور بہت زیادہ قرض چھوڑ گئے ہیں، میں چاہتا تھا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (تا کہ قرض میں کچھ رعایت کر دیں) لیکن وہ یہودی تھے اور وہ نہیں مانے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جاؤ اور کھلیان میں ہر قسم کی کھجور الگ الگ کر لو۔“ جب میں نے ایسا ہی کر لیا تو آنحضرت ﷺ کو بلایا۔ قرض خواہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اور زیادہ سختی شروع کر دی تھی۔ نبی ﷺ نے جب یہ طرز عمل ملاحظہ فرمایا تو سب سے بڑے کھجور کے ڈھیر کے گرد آپ نے تین چکر لگائے اور وہیں بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ ”اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔“ آپ نے ناپ ناپ کر دینا شروع کیا اور واللہ میرے والد کی تمام امانت ادا کر دی، اللہ گواہ ہے کہ میں اتنے پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا تمام قرض ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے لئے ایک کھجور بھی اس میں سے نہ لے جاؤں لیکن ہوا یہ کہ ڈھیر کے ڈھیر بچ رہے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جس ڈھیر پر

بِي هَيَّجُوا بِي ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾. [راجع: ٢١٢٧]

بیٹھے ہوئے تھے اس میں سے تو ایک کھجور بھی نہیں دی گئی تھی۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ أُغْرُوْا بِی (حدیث میں الفاظ) کے معنی ہیں کہ مجھ پر بھڑ کنے اور سختی کرنے لگے۔ اس معنی میں قرآن مجید کی آیت ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ میں فاغرینا ہے۔

تشریح: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان عداوت اور بغض کو بھڑ کا دیا۔ حدیث کا لفظ اغر وابی، اغرینا ہی کے معنی میں ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے لے گئے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قرض خواہ نرمی کریں گے مگر ہوا یہ کہ وہ قرض خواہ اور زیادہ پیچھے پڑ گئے کہ ہمارا سب قرض ادا کرو انہوں نے یہ خیال کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے ہیں تو اگر جابر رضی اللہ عنہ سے کل قرضہ ادا نہ ہو سکے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادا کردیں گے یا ذمہ داری لے لیں گے۔ اس غلط خیال کی بنا پر انہوں نے قرض وصول کرنے کے سلسلے میں اور زیادہ سخت رویہ اختیار کیا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں دعا فرمائی اور جو بھی ظاہر ہوا وہ آپ کا کھلا معجزہ تھا۔ یہ حدیث اوپر کئی بار گزر چکی ہے۔ اور حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کئی ایک مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔ یہاں باب کا مطلب یوں نکلا کہ جابر رضی اللہ عنہ جو اپنے باپ کے وصی تھے، انہوں نے اپنے باپ کا قرض ادا کیا، اس وقت دوسرے وارث ان کی بہنیں موجود تھیں ان قرض خواہوں نے اپنا نقصان آپ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کئی بار سمجھایا کہ تم اپنے قرض کے بدل یہ ساری کھجوریں لے لو، انہوں نے کھجوروں کو کم سمجھ کر قبول نہ کیا۔

الحمدللہ کہ کتاب الوصایا ختم ہو کر آگے کتاب الجہاد شروع ہو رہی ہے۔ جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ جہاد کے اوپر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ اللہ پاک خیریت کے ساتھ کتاب الجہاد کو ختم کرائے۔ آمین

والسلام علی المرسلین والحمدلله رب العالمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

باب: جہاد کی فضیلت اور رسول کریم ﷺ کے حالات کے بیان میں

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبه: ١١١، ١١٢] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْحُدُوْدُ: الطَّاعَةُ.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لیے ہیں کہ انہیں جنت ملے گی، وہ مسلمان اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح (محارب کفار کو) یہ مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ (کہ مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کے نتیجے میں جنت ملے گی) سچا ہے، تورات میں، انجیل میں، اور قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ پس خوش ہو جاؤ تم اپنے اس سودا کی وجہ سے جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔" آخر آیت ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی حدوں سے مراد اس کے احکام کی اطاعت ہے۔

تشریح: انجیل میں جہاد کا حکم نہیں ہے مگر انجیل میں تورات کا صحیح اور سچی کتاب ہونا مذکور ہے تو تورات کے سب احکام گویا انجیل میں بھی موجود ہیں۔ آیت مذکورہ میں آگے ﴿وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ﴾ (۹/ التوبہ: ۱۱۲) کے الفاظ بھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کر دی ہے، اس کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں نکالا ہے، آیت کا شان نزول لیلۃ العقبہ میں انصار کے بیعت کرنے سے متعلق ہے اور حکم قیامت تک کے لئے عام ہے۔ اس بیعت کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے ہم سے جو چاہیں عہد لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے لئے عہد لیتا ہوں کہ صرف اسی ایک کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور اپنے لئے یہ کہ نفع و نقصان میں اپنے نفسوں کے ساتھ مجھ کو شریک کر لو۔ انہوں نے کہا کہ اس کا بدلہ ہم کو کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ملے گی، اس پر وہ بولے کہ یہ تو بہت ہی نفع بخش سودا ہے۔ (فتح الباری)

٢٧٨٢۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ

(۲۷۸۲) ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک بن مغول نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ولید بن

قَالَ: سَمِعْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ الْعَيْزَارِ ذَكَرَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِي قَالَ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((**الصَّلَاةُ عَلَى مِيْقَاتِهَا**)) قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((**ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ**)) قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((**الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ**)) فَسَكَتُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي. [راجع: ٥٢٧]

عیزار سے سنا، ان سے سعید بن ایاس ابوعمرو شیبانی نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ دین کے کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا'' میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا'' پھر میں نے آپ سے زیادہ سوالات نہیں کیے ورنہ آپ اسی طرح ان کے جوابات عنایت فرماتے۔

٢٧٨٣۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا**)). [راجع: ١٣٤٩]

(٢٧٨٣) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے بیان کیا مجاہد سے، انہوں نے طاؤس سے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد اب ہجرت (فرض) نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت بخیر کرنا اب بھی باقی ہیں اور جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔''

تشریح: یعنی اب فتح مکہ ہونے کے بعد وہ خود دار الاسلام ہوگیا، اس لئے یہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہجرت کا سلسلہ سرے سے ہی ختم ہوگیا ہے جہاں تک ہجرت کا عام تعلق ہے یعنی دنیا کے کسی بھی دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت، تو اس کا حکم اب بھی باقی ہے مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

یعنی قیامت تک جہاد فرض رہے گا، دوسری حدیث میں ہے کہ جب سے مجھ کو اللہ نے بھیجا قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اخیر میں میری امت دجال سے مقابلہ کرے گی۔ جہاد اسلام کا ایک رکن اعظم ہے اور فرض کفایہ ہے لیکن جب ایک جگہ ایک ملک کے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے عاجز ہو جائیں تو ان کے پاس والوں پر، اس طرح تمام دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اس کے ترک سے سب گناہگار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھ آئیں تو ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں پر بھی۔ ہمارے زمانہ میں چند دنیادار خوشامد خورے جھوٹے دغاباز مولویوں نے کافروں کی خاطر سے عام مسلمانوں کو بہکا دیا ہے کہ اب جہاد فرض نہیں رہا، ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور توبہ کرنا بھی ضروری ہے، جہاد کی فرضیت قیامت تک باقی رہے گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک امام عادل سے پہلے بیعت کی جائے اور (محارب) کافروں کو حسب وعدہ نوٹس دیا جائے اگر وہ اسلام یا جزیہ قبول نہ کریں۔ اس وقت اللہ پر بھروسہ کر کے ان سے جنگ کی جائے اور فتنہ اور فساد اور عورتوں اور بچوں کی خونریزی کسی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ (وحیدی) لفظ جہاد کی تشریح حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں:

''والجهاد بكسر الجيم اصله لغة المشقة يقال جهدت جهادا بلغت المشقة وشرعًا بذل الجهد فى قتال الكفار ويطلق ايضا على مجاهدة النفس والشيطان والفساق فاما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين ثم على العمل بها ثم على تعليمها واما مجاهدة الشيطان فعلى دفع مايأتى من الشبهات وما يزينه من الشهوات واما مجاهدة الكفار فتقع باليد

والمال واللسان والقلب واما مجاهدة الفساق فباليد ثم اللسان ثم القلب۔" (فتح الباری جلد٦ صفحہ ٣)

یعنی لفظ جہاد جیم کے کسرہ کے ساتھ لغت میں مشقت پر بولا جاتا ہے اور شریعت میں (محارب) کافروں سے لڑنے پر اور یہ لفظ نفس اور شیطان اور فساق کے مجاہدات پر بھی بولا جاتا ہے پس نفس کے ساتھ جہاد دینی علوم کا حاصل کرنا، پھر ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو انہیں سکھانا ہے اور شیطان کے ساتھ جہاد یہ کہ اس کے لائے ہوئے شبہات کو دفع کیا جائے اور ان کو جو وہ شہوات کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، ان سب کو دفع کرنا شیطان کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور محارب کافروں سے جہاد ہاتھ اور مال اور زبان اور دل کے ساتھ ہوتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ جہاد یہ کہ ہاتھ سے ان کو افعال بد سے روکا جائے پھر زبان سے، پھر دل سے۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ مجاہد جب جہاد کے لئے نکلتا ہے تو اس کا سونا بیٹھنا، چلنا گھوڑے کا دانہ پانی کرنا، سب عبادت ہی عبادت ہوتا ہے تو جہاد کے برابر دوسری کون سی عبادت ہو سکتی ہے البتہ کوئی برابر عبادت میں مصروف رہے ذرا دم نہ لے تو شاید جہاد کے برابر ہو مگر ایسا کس سے ہو سکتا ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی جہاد سے بھی افضل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ایام عشر میں عبادت کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، ان حدیثوں میں تناقض نہیں ہے بلکہ سب اپنے محل اور موقع پر دوسرے تمام اعمال سے افضل ہیں مثلاً جب کافروں کا زور بڑھ رہا ہو تو جہاد سب عملوں سے افضل ہوگا اور جب جہاد کی ضرورت نہ ہو تو ذکر الٰہی سب سے افضل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر" یعنی نفس کشی اور ریاضت کو آپ نے بڑا جہاد فرمایا۔ (وحیدی)

٢٧٨٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ: ((لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)).

[راجع: ١٥٢٠]

(٢٧٨٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حبیب بن ابی عمرہ نے بیان کیا عائشہ بنت طلحہ سے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد افضل اعمال میں سے ہے پھر ہم (عورتیں) بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ نے فرمایا: "لیکن سب سے افضل جہاد مقبول حج ہے جس میں گناہ نہ ہوں۔"

تشریح: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کو سب سے افضل کہا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

٢٧٨٥۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ حَصِيْنٍ أَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: دُلَّنِيْ عَلَى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ: ((لَا أَجِدُهُ)) قَالَ: ((هَلْ تَسْتَطِيْعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ)) قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ

(٢٧٨٥) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے ہمام نے، کہا ہم سے محمد بن جحادہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابوحصین نے خبر دی، ان سے ذکوان نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (نام نامعلوم) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایسا کوئی عمل میں نہیں پاتا۔" پھر آپ نے فرمایا: "کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد (جہاد کے لئے) نکلے تو تم اپنی مسجد میں آ کر برابر نماز پڑھنی شروع کر دو اور (نماز پڑھتے رہو اور درمیان میں) کوئی سستی اور کاہلی تمہیں محسوس نہ ہو، اسی طرح روزے رکھنے لگو اور

الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهِ فَيُكْتَبُ لَهُ حَسَنَاتٌ. [نسائي: ٣١٢٨]

(کوئی دن) بغیر روزے کے نہ گزرے۔" ان صاحب نے عرض کیا بھلا ایسا کون کر سکتا ہے؟ ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا جب رسی میں باندھا ہوا زمین (پر پاؤں) مارتا ہے تو اس پر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

بَابٌ: أَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ

باب: سب لوگوں میں افضل وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے

وَقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾. [الصف: ١٠، ١٢]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ صف میں) فرمایا: "اے ایمان والو! کیا میں تم کو بتاؤں ایک ایسی تجارت جو تم کو نجات دلائے دکھ دینے والے عذاب سے، وہ یہ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو، اگر تم نے یہ کام انجام دیئے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور بہترین مکانات تم کو عطا کیے جائیں گے، جنات عدن میں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔"

٢٧٨٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ)) قَالُوْا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((مُؤْمِنٌ فِيْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ)).

[طرفه في: ٦٤٩٤]

(٢٧٨٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عطاء بن یزید لیثی نے کہا اور ان سے ابو سعید خدری ؓ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔" صحابہ ؓ نے پوچھا اور اس کے بعد کون؟ فرمایا: "وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔"

تشریح: جب آدمی لوگوں میں رہتا ہے تو ضرور کسی نہ کسی کی غیبت کرتا یا غیبت سنتا ہے یا کسی پر غصہ کرتا ہے، اس کو ایذا دیتا ہے۔ تنہائی اور عزلت میں اس کے شر سے سب لوگ بچے رہتے ہیں۔ اس حدیث سے اس نے دلیل لی جو عزلت اور گوشہ نشینی کو اختلاط سے بہتر جانتا ہے۔ جمہور کا مذہب ہے کہ اختلاط افضل ہے اور حق یہ ہے کہ یہ مختلف ہے باختلاف اشخاص اور احوال اور زمانہ اور موقع کے۔ جس شخص سے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی فائدے پہنچتے ہوں اور وہ لوگوں کی برائیوں پر صبر کر سکے اس کے لیے اختلاط افضل ہے اور جس شخص سے اختلاط سے گناہ سرزد ہوتے ہوں اور اس کی صحبت سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو، اس کے لئے عزلت افضل ہے۔ اوپر حدیث میں ((ای الناس افضل)) کونسا آدمی بہتر ہے جواب میں جو کچھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حقیقت میں ایسا مسلمان دوسرے سب مسلمانوں سے افضل ہوگا کیونکہ جان اور مال دنیا کی سب چیزوں میں آدمی کو بہت محبوب ہیں تو ان کا اللہ کی راہ

میں خرچ کرنے والا سب سے بڑھ کر ہوگا بعض نے کہا لوگوں سے عام مسلمان مراد ہیں ورنہ علما اور صدیقین مجاہدین سے بھی افضل ہیں۔ میں (مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں کفار اور ملحدین اور مخالفینِ دین سے بحث مباحثہ کرنا اور ان کے اعتراضات کا جو وہ اسلام پر کریں جواب دینا اور ایسی کتابوں کا چھاپنا اور چھپوانا یہ بھی جہاد ہے (وحیدی) اس نازک دور میں جبکہ عام لوگ قرآن وحدیث سے بے رغبتی کر رہے ہیں اور دن بدن جہالت وضلالت کے غار میں گرتے چلے جا رہے ہیں، بخاری شریف جیسی اہم پاکیزہ کتاب کا باترجمہ وتشریح شائع کرنا بھی جہاد سے کم نہیں ہے اور میں اپنے انشراح صدر کے مطابق یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ جو حضرات اس کار خیر میں حصہ لے کر اس کی تکمیل کا شرف حاصل کرنے والے ہیں یقیناً وہ اللہ کے دفتر میں اپنے مالوں سے مجاہدین فی سبیل اللہ کے دفتر میں لکھے جا رہے ہیں۔ (راز)

٢٧٨٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ ـ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ ـ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِهِ بِأَنْ يَتَوَفَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ)).

[راجع: ٣٦][نسائي: ٣١٢٤]

(۲۷۸۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیّب نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لیے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو اسے بے حساب وکتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ وسلامت (گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔"

تشریح: یعنی نیت کا حال اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ مخلص ہے یا نہیں، اگر مخلص ہے تو وہ مجاہد ہوگا ورنہ کوئی دنیا کے مال وجاہ اور ناموری کے لئے لڑے وہ مجاہد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ مثال میں نماز پڑھنے سے نماز نفل اسی طرح روزہ رکھنے سے نفل روزہ مراد ہے کہ کوئی شخص دن بھر نفل روزے رکھتا ہو اور رات بھر نفل نماز پڑھتا ہو، مجاہد کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

باب: جہاد اور شہادت کے لئے مرد اور عورت دونوں کا دعا کرنا

وَقَالَ عُمَرُ: اللَّهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ.

اور حضرت عمر ؓ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر (مدینہ طیبہ) میں شہادت کی موت عطا فرمانا۔

٢٧٨٨، ٢٧٨٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ:

(۲۷۸۸، ۸۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے انس بن مالک سے سنا، آپ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام ؓ کے یہاں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ)) -شَكَّ إِسْحَاقُ- قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ؟ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) كَمَا قَالَ فِي الْأُوْلَى، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ، قَالَ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ)) فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

[مسلم: ٤٩٣٤؛ ابوداود: ٢٤٩١؛ ترمذي: ١٦٤٥؛ نسائي: ٣١٧١]

تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں جو عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں) ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں، اس عرصے میں آپ سو گئے، جب بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لئے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں۔'' یہ شک اسحاق راوی کو تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی پھر آپ ﷺ اپنا سر رکھ کر سو گئے، اس مرتبہ بھی آپ جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لئے جا رہے ہیں۔'' پہلے کی طرح، اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ''تو سب سے پہلی فوج میں شامل ہوگی (جو بحری راستے سے جہاد کرے گی)'' چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرا دیا اور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

تشریح: معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مصر کے گورنر تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا، جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے روم پر لشکر کی اجازت مانگی اور اجازت مل جانے پر مسلمانوں کا سب سے پہلا بحری بیڑا تیار ہوا جس نے روم کے خلاف جنگ کی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کے ساتھ اس لڑائی میں شریک تھیں۔ اور اس طرح نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ میں شریک ہو کر شہید ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔ شہادت کا وقوع اس وقت ہوا جب مسلمان جہاد سے لوٹ کر آ رہے تھے، گو ام حرام رضی اللہ عنہا نہیں لڑیں مگر اللہ کی راہ میں نکلی اور نص قرآن وحدیث کی رو سے جو کوئی جہاد کے لئے نکلے اور راہ میں اپنی موت سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ پس ام حرام رضی اللہ عنہا کو شہادت نصیب ہوئی اور اس طرح دعائے نبوی کا ظہور ہوا۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کی دودھ کی خالہ ہیں، اسی لئے آپ ان کے ہاں آیا جایا کرتے تھے، وہ بھی آپ کے لئے ماں سے بھی زیادہ شفیق تھیں، روایت سے عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا ثابت ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے مرد یہ دعا کرسکتا ہے یا اللہ مجھ کو تو مجاہدین میں کر، مجھ کو شہادت نصیب کر، ایسے ہی عورت بھی یہ دعا کرسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانوں میں بھی عورتیں مجاہدین کے ہمراہ رہی ہیں۔ ان کے کھانے پینے، زخم پٹی کرنے کی خدمات عورتوں نے انجام دی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ مدینہ میں ابولولؤ مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ (رضی الله عنه وارضاه)

بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

باب: مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجات کا بیان

يُقَالُ: هَذِهِ سَبِيلِي وَهَذَا سَبِيلِي. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ ﴿غُزًّى﴾ [آل عمران: ١٥٦] وَاحِدُهَا غَازٍ، ﴿هُمْ دَرَجَاتٌ﴾ [آل عمران: ١٦٣] لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

سبیل کا لفظ عربی زبان میں "هٰذِهِ سَبِيلِي وَهٰذَا سَبِيلِي" مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ غُزًّى کی واحد غازٍ ہے۔ اور ھم درجات کا معنی لھم درجات ہے۔

تشریح: چونکہ حدیث میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا تھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناسبت سے سبیل کی تحقیق بیان کردی کہ یہ لفظ عربی زبان میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے "هذه سبيلى" اور "هذا سبيلى" دونوں طرح کہتے ہیں بعض نسخوں میں اس کے بعد اتنی عبارت اور ہے "وقال ابو عبد الله غزى واحدها غازى درجات لهم درجات" یعنی سورہ آل عمران رکوع ١٦ میں جو غزی کا لفظ آیا ہے تو غزی غازی کی جمع ہے اور هم درجات کا معنی لهم درجات ہے یعنی ان کے لئے درجے ہیں۔ (وحیدی)

٢٧٩٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ ـ أُرَاهُ قَالَ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ

(٢٧٩٠) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا: "جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی حصہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔" یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یوں کہا کہ

الرَّحْمَنِ۔ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ)). وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ: ((وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ)). [طرفه في: ٧٤٢٣]

''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے "وفوقه عرش الرحمن" ہی کی روایت کی ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو جہاد نصیب نہ ہو لیکن دوسرے فرائض ادا کرتا ہے اور اسی حال میں مرجائے تو آخرت میں اس کو بہشت ملے گی گو اس کا درجہ مجاہدین سے کم ہوگا۔ محمد بن فلیح کے روایت کردہ اضافہ میں شک نہیں ہے جیسے یحییٰ بن سلیمان کی روایت میں اراہ الخ وارد ہے کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہا بہشت کی نہروں سے وہ چار نہریں پانی اور دودھ اور شہد اور شراب کی مراد ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔

٢٧٩١۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا: أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ)). [راجع: ٨٤٥]

(۲۷۹۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے، کہا ہم سے ابورجاء نے، ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رات میں دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے پھر وہ مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھے اور اس کے بعد مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بڑا پاکیزہ تھا، ایسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے۔''

تشریح: مفصل طور پر یہ حدیث کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔ دو شخصوں سے مراد حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل ہیں جو پہلے آپ کو بیت المقدس لے گئے تھے، بعد میں آسمانوں کی سیر کرائی اور جنت و دوزخ کے بہت سے مناظر آپ کو دکھلائے۔ جسمانی معراج کا واقعہ الگ ہے جو بالکل حق اور حقیقت ہے۔

بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَابِ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ

باب: اللہ کے راستے میں صبح و شام چلنے کی اور جنت میں ایک کمان برابر جگہ کی فضیلت

٢٧٩٢۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا)). [طرفاه في: ٢٧٩٦، ٦٥٦٨]

(۲۷۹۲) ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے (فضل جہاد میں) بیان کیا، کہا ہم سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔''

٢٧٩٣۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ

(۲۷۹۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ہلال بن علی سے، ان سے عبدالرحمن بن ابی نمرہ نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ)) وَقَالَ: ((لَغَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ)). [طرفه في: ٣٢٥٣]

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک (کمان) ہاتھ جگہ دنیا کی ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام چلنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔''

٢٧٩٤ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [مسلم: ٤٨٧٤؛ نسائي: ٣١١٨]

(۲۷۹۴) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا انہوں نے ابو حازم سے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح وشام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بڑھ کر ہے۔''

تشریح: جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل میں بہت سی آیات قرآنی اور احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں ان ہی میں سے یہ احادیث بھی ہیں جو فضائل جہاد کو واضح لفظوں میں ظاہر کر رہی ہیں۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگی شاہد ہے کہ انہوں نے اسلام کو اور اس کے مقاصد عالیہ کو کماحقہ سمجھا تھا اور وہ اسی بنا پر سر پر کفن باندھے ہوئے پوری دنیا میں سرگرداں اور کوشاں ہوئے اور ایک ایسی تاریخ بنا گئے جو قیامت تک آنے والے اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

بَابُ الْحُورِ الْعِينِ وَصِفَتِهِنَّ،

باب: بڑی آنکھ والی حوروں کا بیان، ان کی صفات

يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ شَدِيدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ ﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾ [الدخان: ٥٤]: أَنْكَحْنَاهُمْ.

جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی جن کی آنکھوں کی پتلی خوب سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی اور (سورۂ دخان میں) زَوَّجْنَاهُمْ کے معنی أَنْكَحْنَاهُمْ کے ہیں۔

٢٧٩٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَأَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا إِلَّا الشَّهِيدَ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَإِنَّهُ يَسُرُّهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرَى)). [طرفه في: ٢٨١٧]

(۲۷۹۵) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی اللہ کا بندہ جو مر جائے اور اللہ کے پاس اس کی کچھ بھی نیکی جمع ہو وہ پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا گو اس کو ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ مل جائے مگر شہید پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے کہ جب وہ (اللہ تعالیٰ کے) یہاں شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا تو چاہے گا کہ دنیا میں دوبارہ آئے اور پھر قتل ہو (اللہ تعالیٰ کے راستے میں)۔''

٢٧٩٦ـ قَالَ: وَسَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ

(۲۷۹۶) اور میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی کریم ﷺ کے

النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعُ قِيدِهِ يَعْنِي سَوْطَهُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [راجع: ٢٧٩٢]

حوالے سے بیان کرتے تھے کہ ”اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام بھی گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے اور کسی کے لئے جنت میں ایک ہاتھ جگہ بھی یا (راوی کو شبہ ہے) ایک قید جگہ، قید سے مراد کوڑا ہے، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین وآسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں۔ اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

تشریح: بعض ملحدین بے دین حوروں کے نور اور خوشبو پر استبعاد پیش کرتے ہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ بہشت کا قیاس دنیا پر نہیں ہوسکتا نہ بہشت کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح ہے۔ بہت سی چیزیں ہم دنیا میں دیکھ نہیں سکتے مگر آخرت میں ان کو دیکھیں گے، دوزخ کا ہلکے سے ہلکا عذاب آدمی کبھی نہیں اٹھا سکتا پر آخرت میں آدمی کو ایسی طاقت دی جائے گی کہ وہ دوزخ کے عذابوں کا تحمل کرے گا اور پھر زندہ رہے گا۔ الغرض اخروی امور کو دنیاوی حالات پر قیاس کرنے والے خود فہم وفراست سے محروم ہیں۔

بَابُ تَمَنِّي الشَّهَادَةِ

باب: شہادت کی آرزو کرنا

٢٧٩٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ)).

[راجع: ٣٦] [نسائي: ٣١٥٢]

(۲۷۹۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سعید بن مسیب نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لئے جا رہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔“

تشریح: معلوم ہوا کہ شہادت کی آرزو کرنا اس نیت سے کہ اس سے شجر اسلام کی آبیاری ہوگی اور آخرت میں بلند درجات حاصل ہوں گے۔ یہ جائز بلکہ سنت ہے اور ضروری ہے۔

٢٧٩٨ـ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ

(۲۷۹۸) ہم سے یوسف بن یعقوب نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس

حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ)) وَقَالَ: ((مَا يَسُرُّنَا أَنَّهُمْ عِنْدَنَا)) قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ: ((مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا)) وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

[راجع: ١٢٤٦]

بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا آپ نے فرمایا: ''فوج کا جھنڈا اب زید نے اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے لے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور اب کسی ہدایت کا انتظام کئے بغیر خالد بن ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ان کے ہاتھ پر اسلامی لشکر کو فتح ہوئی۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں کوئی اس کی خوشی بھی نہیں تھی کہ یہ لوگ جو شہید ہو گئے ہیں ہمارے پاس زندہ رہتے کیونکہ وہ بہت عیش و آرام میں چلے گئے ہیں۔'' ایوب نے بیان کیا یا آپ نے یہ فرمایا کہ ''انہیں کوئی اس کی خوشی بھی نہیں تھی کہ ہمارے ساتھ زندہ رہتے۔'' اس وقت آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تشریح: ہوا یہ تھا کہ ۸ھ میں آپ نے غزوہ موتہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ زید بن حارثہ کو اس کا سردار مقرر کیا، فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر کو سردار بنانا، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو۔ اتفاق سے یکے بعد دیگرے یہ تینوں سردار شہید ہو گئے اور خالد بن ولید نے آخر میں افسری جھنڈا اٹھا لیا تاکہ مسلمان ہمت نہ ہاریں کیونکہ لڑائی سخت ہو رہی تھی۔ گو ان کے لئے نبی کریم ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا تھا۔ آپ کافروں سے یہاں تک لڑے کہ اللہ نے آپ کے ذریعہ اسلام کے لشکر کو فتح نصیب فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے خوش ہو کر خالد کے حق میں فرمایا کہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ مزید تفصیلات جنگ موتہ کے ذکر میں آئیں گی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

باب: اگر کوئی شخص جہاد میں سواری سے گر کر مر جائے تو اس کا شمار بھی مجاہدین میں ہوگا، اس کی فضیلت

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ﴾ [النساء: ١٠٠] وَقَعَ: وَجَبَ.

اور سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی نیت کر کے نکلے اور پھر راستے ہی میں اس کی وفات ہو جائے تو اللہ پر اس کا اجر (ہجرت کا) واجب ہو گیا (آیت میں) وقع کے معنی وجب کے ہیں۔

تشریح: کہتے ہیں ایک شخص ضمرہ نامی جو مسلمان تھا، مکہ میں رہ گیا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ (۴/النساء:۹۸) ''کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں ہے کہ تم اس میں ہجرت کر جاؤ۔'' یہ آیت سن کر انہوں نے بیماری میں مدینہ کا سفر شروع کر دیا مگر راستے ہی میں ان کو موت آ گئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جہاد بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص جہاد کو نکلے مگر راستہ میں اپنی موت سے مر جائے تو اس کو بھی مجاہدین کا ثواب ملے گا اور وہ عنداللہ شہیدوں سے لکھا جائے گا۔ مشہور حدیث: ''انما لکل امرئ ما نوی۔'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ہجرت اپنا دین ایمان بچانے کے لئے دارالحرب سے دارالاسلام میں چلے جانے کو کہتے ہیں اور یہ قیامت تک کے لئے باقی ہے۔

٢٧٩٩، ٢٨٠٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، (۲۷۹۹، ۲۸۰۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے

حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّيْ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: ((أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ يَرْكَبُوْنَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ)) قَالَتْ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ فَفَعَلَ مِثْلَهَا فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا فَقَالَتِ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ)) فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوَتِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوا الشَّأْمَ فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

[راجع: ٢٧٨٨، ٢٧٨٩] [مسلم: ٤٩٣٢، ٤٩٣٦؛ نسائي: ٣١٧٢]

لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے اور ان سے ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان ؓ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے قریب ہی سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لئے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔'' میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لئے بھی دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہی میں سے بنا دے۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ سو گئے اور پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام ؓ نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ نے وہی جواب دیا۔ ام حرام ؓ نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی۔'' چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت ؓ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں۔ معاویہ کے زمانہ میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام ؓ کے قریب ایک سواری لائی گئی تا کہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

تشریح: انبیا کے خواب بھی وحی اور الہام ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ بڑی شان اور شوکت کے ساتھ بادشاہوں کی طرح سمندر پر سوار ہو رہے ہیں۔ آخر آپ کا یہ خواب پورا ہوا اور مسلمانوں نے عہد معاویہ ؓ میں بحری بیڑہ تیار کر کے شام پر حملہ کیا، ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ ام حرام ؓ جانور سے اگرچہ گر کر مریں مگر نبی کریم ﷺ نے ان کو مجاہدین میں شامل فرمایا اور ((انت من الاولین)) سے آپ نے پیش گوئی فرمائی۔

بَابُ مَنْ يُنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ

باب: جس کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچے (یعنی اس کے کسی عضو کو صدمہ ہو)

٢٨٠١۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْوَامًا مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ إِلَى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ

(۲۸۰۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، ان سے اسحاق نے اور ان سے انس ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو سلیم کے ستر آدمی (جو قاری تھے) بنو عامر کے یہاں بھیجے۔ جب یہ سب

فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ: أَتَقَدَّمُكُمْ فَإِنْ أَمَّنُوْنِيْ حَتَّى أُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَإِلَّا كُنْتُمْ مِنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَأَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَوْمَئُوْا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَأَنْفَذَهُ فَقَالَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! ثُمَّ مَالُوْا عَلَى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ إِلَّا رَجُلًا أَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ: فَأُرَاهُ آخَرَ مَعَهُ فَأَخْبَرَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَأُ أَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ وَبَنِيْ عُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ. [راجع: ۱۰۰۱]

حضرات (بئر معونہ پر) پہنچے تو میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے کہا میں (بنوسلیم کے یہاں) آگے جاتا ہوں اگر مجھے انہوں نے اس بات کا امن دے دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی باتیں ان تک پہنچاؤں تو بہتر ورنہ تم لوگ میرے قریب تو ہو ہی۔ چنانچہ وہ ان کے یہاں گئے اور انہوں نے امن بھی دے دیا۔ ابھی وہ قبیلہ کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنا ہی رہے تھے کہ قبیلہ والوں نے اپنے ایک آدمی (عامر بن طفیل) کو اشارہ کیا اور اس نے آپ کے جسم پر برچھا پیوست کر دیا جو آر پار ہو گیا۔ اس وقت ان کی زبان سے نکلا اللہ اکبر میں کامیاب ہو گیا کعبہ کے رب کی قسم! اس کے بعد قبیلہ والے حرام رضی اللہ عنہ کے دوسرے ساتھیوں کی طرف (جو ستر کی تعداد میں تھے) بڑھے اور سب کو قتل کر دیا۔ البتہ ایک صاحب جو لنگڑے تھے، پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ہمام (راوی حدیث) نے بیان کیا میں سمجھتا ہوں کہ ایک صاحب اور ان کے ساتھی (پہاڑ پر چڑھے تھے، عمرو بن امیہ ضمری) اس کے بعد جبرئیل نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ آپ کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے جا ملے ہیں پس اللہ خود بھی ان سے خوش ہے اور انہیں بھی خوش کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہم (قرآن کی دوسری آیتوں کے ساتھ یہ آیت بھی) پڑھتے تھے (ترجمہ) ہماری قوم کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے ہیں، پس ہمارا رب خود بھی خوش ہے اور ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی، نبی کریم ﷺ نے چالیس دن تک صبح کی نماز میں قبیلہ رعل، ذکوان، بنی لحیان اور بنی عصیہ کے لئے بددعا کی تھی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

تشریح: حافظ نے کہا اس میں حفص بن عمر امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ سے سہو ہو گیا ہے اور صحیح یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام سلیم کے ایک بھائی یعنی حرام بن ملحان کو ستر آدمیوں کے ساتھ بنی عامر کی طرف بھیجا تھا۔ یہ ستر آدمی انصار کے قاری تھے اور آپ نے دین کی تعلیم پھیلانے کے لئے قبیلہ بنی عامر کے ہاں بھیجے تھے جن کے لئے خود اس قبیلہ نے درخواست کی لیکن راستے میں بنوسلیم نے دغا بازی کی اور ان غریب قاریوں کو ناحق قتل کر دیا۔ بنوسلیم کا سردار عامر بن طفیل تھا۔ لعنت کے سلسلہ میں جن قبائل کا ذکر روایت میں آیا ہے یہ سب بنوسلیم کی شاخیں ہیں۔ آیت جس کا ذکر روایت میں آیا ہے ان آیتوں میں سے ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

۲۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ -هُوَ ابْنُ قَيْسٍ- عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ

(۲۸۰۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے اور ان سے جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کسی لڑائی کے موقع پر موجود تھے اور آپ کی انگلی زخمی ہو گئی

فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ إِصْبَعُهُ فَقَالَ: ((هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتِ))

[طرفه في: ٦١٤٦] [مسلم: ٤٦٥٤، ٤٦٥٥؛ ترمذي: ٣٣٤٥]

تھی۔ آپ ﷺ نے انگلی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ’’تیری حقیقت ایک زخمی انگلی کے سوا کیا ہے اور جو کچھ ملا ہے اللہ کے راستے میں ملا ہے۔‘‘ (مولانا وحید الزمان مرحوم نے ترجمہ یوں کیا ہے)

ایک انگلی ہے تیری ہستی یہی
تو خدا کی راہ میں زخمی ہوئی

بَابُ مَنْ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

باب: جو اللہ کے راستے میں زخمی ہوا؟ اس کی فضیلت کا بیان

٢٨٠٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ)). [راجع: ٢٣٧]

(۲۸۰۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابو ہریرہ ؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو شخص بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہوا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس میں خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

تشریح: یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے کون لڑتا ہے اور اس میں ریا اور ناموری کا شائبہ ہے یا نہیں۔ امام نووی ؒ نے کہا ہے کہ جو شخص باغیوں یا رہزنوں کے ہاتھ سے زخمی ہو یا دین کی تعلیم کے دوران میں مرجائے اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے، آج کل جو مسلمان دشمنوں کے ہاتھ سے مظلومانہ قتل ہو رہے ہیں وہ بھی اسی ذیل میں ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾. [التوبة: ٥٢] وَالْحَرْبُ سِجَالٌ.

’’اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو تم ہمارے لئے کیا انتظار کرتے ہو، ہمارے لئے تو دونوں میں سے (شہادت یا فتح) کوئی بھی ہوا اچھا ہی ہے۔‘‘ اور لڑائی ڈول ہے، کبھی ادھر کبھی ادھر۔

٢٨٠٤ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ فَزَعَمْتَ:

(۲۸۰۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے انہیں عبداللہ بن عباس ؓ نے خبر دی اور انہیں ابوسفیان ؓ نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا تھا میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ان کے یعنی (نبی کریم ﷺ) کے ساتھ تمہاری لڑائیوں کا کیا انجام رہتا ہے تو تم

أَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ فَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ. [راجع: ٧]

نے بتایا کہ لڑائی ڈولوں کی طرح ہے، کبھی ادھر کبھی ادھر یعنی کبھی لڑائی کا انجام ہمارے حق میں ہوتا ہے اور کبھی ان کے حق میں، انبیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آزمائش ہوتی رہتی ہے (کبھی فتح اور کبھی ہار سے) لیکن انجام انہیں کے حق میں اچھا ہوتا ہے۔

تشریح: یعنی یا تو مسلمان لڑتے لڑتے اپنی جان دے دے گا یا پھر فتح حاصل ہوگی۔ ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کے لئے دونوں انجام نیک اور اچھے ہیں۔ فتح کی صورت کو تو سب اچھی سمجھتے ہیں لیکن لڑائی میں موت اور شہادت ایک مؤمن کا آخری مقصود ہے، اللہ کے راستے میں لڑتا ہے اور اپنی جان دے دیتا ہے، جب اللہ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو اس کی نوازشیں اور ضیافتیں اسے خوب حاصل ہوتی ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب: ٢٣]

''مؤمنوں میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، پس ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو (اللہ کے راستے میں شہید ہو کر) اپنا عہد پورا کر چکے اور کچھ ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور اپنے عہد سے وہ پھرے نہیں ہیں۔''

تشریح: آیت میں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے احد کے دن کیا تھا یا لیلۃ العقبہ میں کہ نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیں گے اور کسی حال میں منہ نہ موڑیں گے۔ بعض تو اپنا فرض ادا کر چکے جیسے انس بن نضر، عبداللہ انصاری، حمزہ، طلحہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ بعض شہادت کے منتظر ہیں جیسے حضرات خلفائے اربعہ اور دوسرے صحابہ جو بعد میں شہید ہوئے اور عموم کے لحاظ سے قیامت تک آنے والے وہ جملہ مسلمان جو دلوں میں ایسی تمنا رکھتے ہیں۔ "جعلنا الله منهم امين۔"

٢٨٠٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا؛ ح: وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ، حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ لَئِنِ اللَّهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيَنَّ اللَّهُ مَا أَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ

(۲۸۰۵) ہم سے محمد بن سعید خزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا (دوسری سند) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زیاد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے، اس لئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے

هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ أَصْحَابَهُ وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ! إِنِّيْ أَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ أُحُدٍ فَقَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا صَنَعَ. قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بِضْعًا وَثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتُهُ بِبَنَانِهِ قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُرَى أَوْ نَظُنُّ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ أَشْبَاهِهِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

[طرفاه في: ٤٠٤٨، ٤٧٨٣]

معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے (مشرکین کی طرف) تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد بن معاذ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی (۸۰) زخم ان کی جسم پر تھے، وہ شہید ہو چکے تھے مشرکوں نے ان کے اعضا کاٹ دیئے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا، صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے بجائے نَرَی کے نَظُنُّ کہا) مطلب ایک ہی ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ”مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا“ آخر آیت تک۔

٢٨٠٦- وَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ وَهِيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَرَضُوْا بِالْأَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ)). [راجع: ٢٧٠٣]

(۲۸۰۶) انہوں نے بیان کیا کہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی ایک بہن ربیع نامی رضی اللہ عنہا نے کسی خاتون کے آگے کے دانت توڑ دیئے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنایا ہے (قصاص میں) ان کے دانت نہ ٹوٹیں گے۔ چنانچہ مدعی تاوان لینے پر راضی ہو گئے اور قصاص کا خیال چھوڑ دیا، اس پر رسول اللہ نے فرمایا: ”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھا لیں تو اللہ خود ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔“

تشریح: حضرت انس بن نضر نے جو کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ میں دونوں کاموں سے ناراض ہوں، مشرک تو کم بخت ناپاک ہیں جو ناحق پر لڑ رہے ہیں۔ ان سے قطعاً بیزار ہوں اور مسلمان جن کو حق پر جم کر لڑنا چاہیے تھا وہ بھاگ نکلے ہیں، ان کی حرکت کو بھی ناپسند کرتا ہوں اور تیری درگاہ میں معذرت کرتا ہوں کہ میں ان بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے کفار پر حملہ کیا اور کتنوں کو جہنم رسید کرتے ہوئے آخر جام شہادت پی لیا۔ بھاگنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو جنگ احد میں ایک درے کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا اور بتاکید کہہ دیا گیا تھا کہ تا اذن ہرگز درہ نہ چھوڑیں مگر انہوں نے شروع میں مسلمانوں کی فتح دیکھی تو درہ خالی چھوڑ دیا اور جس میں سے کفار قریش نے دوبارہ وار کیا اور میدان احد کا نقشہ ہی بدل گیا، جنگ احد

اسلامی تاریخ کا ایک بہت ہی دردناک معرکہ ہے جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور اسلام کو بڑا زبردست نقصان پہنچا۔ میدان احد میں گنج شہیدان ہی شہدائے احد کا یادگاری قبرستان ہے۔ جزاهم الله جزاء حسنا۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ☆ یہ سب پوداسی کی لگائی ہوئی ہے

٢٨٠٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ أُرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ ابْنِ زَيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [الاحزاب: ٢٣] [أطرافه في: ٤٠٤٩، ٤٦٧٩، ٤٧٨٤، ٤٩٨٦، ٤٩٨٨، ٤٩٨٩، ٧١٩١، ٧٤٢٥]

(۲۸۰۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، دوسری سند اور مجھ سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، میرا خیال ہے کہ محمد بن عتیق کے واسطہ سے، ان سے ابن شہاب (زہری) نے اور ان سے خارجہ بن زید نے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب قرآن مجید کو ایک مصحف کی (کتابی) صورت میں جمع کیا جانے لگا تو میں نے سورۂ احزاب کی ایک آیت نہیں پائی جس کی رسول اللہ ﷺ سے برابر آپ کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا رہا تھا (جب میں نے اسے تلاش کیا تو) صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں وہ آیت مجھے ملی۔ یہ خزیمہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (ترجمہ باب کے ذیل میں گزر چکا ہے)۔

تشریح: اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن شریف ایک شخص کی روایت پر جمع ہوا ہے کیونکہ یہ آیت سنی تو بہت سے آدمیوں نے تھی جیسے حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ہلال بن امیہ اور زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مگر اتفاق لکھی ہوئی کسی کے پاس نہ ملی۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا، یہ خاص خزیمہ کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ہوا یہ کہ آپ نے ایک شخص سے کوئی بات فرمائی، اس نے انکار کیا۔ خزیمہ نے کہا میں اس کا گواہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ سے گواہی طلب نہیں کی گئی پھر تو گواہی دیتا ہے۔ خزیمہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم آسمان سے جو حکم اترتے ہیں ان پر آپ کی تصدیق کرتے ہیں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ آپ نے خزیمہ کی شہادت پر فیصلہ کر دیا اور ان کی شہادت دوسرے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر رکھی۔ (وحیدی)

بَابٌ: عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ

باب: جنگ سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: إِنَّمَا تُقَاتِلُونَ بِأَعْمَالِكُمْ وَقَوْلُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا

اور ابو درداء نے کہا کہ تم لوگ اپنے (نیک) اعمال کی بدولت جنگ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا (سورۂ صف میں یہ) ارشاد کہ "اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑے

تَفْعَلُوْنَ○ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوْصٌ﴾ [الصف: ٢، ٤]

غصے کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو، بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بنا کر ایسے جم کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی ٹھوس دیوار ہوں۔''

تشریح: مسلمانوں کی دو صفیں اللہ کو بہت ہی محبوب ہیں۔ ایک صف تو وہ جو نماز میں قائم کرتے ہیں کہ پیر سے پیر، کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسری صف وہ جو دشمن کے مقابلہ پر سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی شکل میں قائم کر کے جہاد کرتے ہیں، یہ ہر دو صفیں اللہ کو بہت محبوب ہیں اور صد افسوس کہ اس دور نازک میں یہ ہر قسم کی حقیقی صف بندی مسلمانوں میں سے مفقود ہو چکی ہے۔ جہاد کی صف بندی تو خواب و خیال میں بھی نہیں مگر نمازوں کی صف بندی کا بھی بہت برا حال ہے کسی بھی مسجد میں جا کر دیکھو صفوں میں ہر نمازی دوسرے نمازی سے اس طرح دور دور ہٹا نظر آئے گا گویا وہ دوسرا نمازی اور اس کے قدم چھونے سے کوئی گناہ کبیرہ لازم آ جائے گا۔

صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق   کہ انداز جنوں باقی نہیں ہے

٢٨٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟ قَالَ: ((أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ)) فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((عَمِلَ قَلِيْلًا وَأُجِرَ كَثِيْرًا)).

(۲۸۰۸) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شبابہ بن سوار فزاری نے بیان کیا، ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔'' چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔''

تشریح: بعض نے کہا یہ شخص عمرو بن ثابت انصاری تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ بھلا بتاؤ وہ کون شخص ہے جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں چلا گیا، پھر کہتے یہ عمرو بن ثابت ہے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر نیک کام کی قبولیت کے لئے پہلے مسلمان ہونا شرط ہے۔ غیر مسلم جو نیکی کرے دنیا میں اس کا بدلہ اسے ملے گا اور آخرت میں اس کے لئے کچھ نہیں۔

بَابُ مَنْ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ

باب: کسی کو اچانک نامعلوم تیر لگا اور اس تیر نے اسے مار دیا، اس کی فضیلت کا بیان

٢٨٠٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُوْ أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! أَلَا

(۲۸۰۹) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسین بن محمد ابو احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا قتادہ سے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! حارثہ کے بارے میں بھی آپ

تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ؟ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ: ((يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى)). [أطرافه في: ٣٩٨٢، ٦٥٥٠، ٦٥٦٧]

مجھے کچھ بتائیں ۔ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے، انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا ۔ کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لئے روؤں دھوؤں آپ نے فرمایا: ''اے ام حارثہ! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔''

تشریح: روایت میں ام ربیع کو براء کی بیٹی بتلانا راوی کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ ام ربیع نضر کی بیٹی ہیں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا بیٹا حارثہ نامی بدر کی لڑائی میں ایک نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تھا، ان ہی کے بارے میں انہوں نے یہ تحقیق فرمائی۔ یہ سن کر ام حارثہ ہنستی ہوئی گئی اور کہنے لگیں حارثہ مبارک ہو! مبارک ہو! پہلے یہ سمجھیں کہ حارثہ دشمن کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا شاید اسے جنت نہ ملے مگر بشارت نبوی ﷺ سن کر ان کو اطمینان ہو گیا۔ سبحان اللہ! عہد نبوی کی مسلمان عورتوں کا بھی کیا ایمان اور یقین تھا کہ وہ اسلام کے لئے مرجانا موجب شہادت و دخول جنت جانتی تھیں۔ آج کل کے مسلمان ہیں جو اسلام کے نام پر ہر ہر قدم پیچھے ہی ہٹتے جا رہے ہیں پھر بھلا ترقی اور کامیابی کیونکر نصیب ہو۔ اقبال نے سچ کہا ہے۔

آ تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر ام کیا ہے ☆ شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا

باب: جس شخص نے اس ارادہ سے جنگ کی کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے، اس کی فضیلت

٢٨١٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [راجع: ١٢٣]

(۲۸۱۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمیرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لئے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لئے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رہے، صرف وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔''

تشریح: مقصد یہ کہ اصل چیز خلوص ہے اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ قیامت کے دن کتنے سخی، کتنے قاری، کتنے مجاہدین دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ وہ ہوں گے جن کا مقصد صرف ریا اور نمود تھا، ناموری اور شہرت طلبی کے لئے انہوں نے یہ کام کئے، اس لئے ان کو سیدھا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہا۔

بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي

باب: جس کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود

سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہوئے اس کا ثواب

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾. [التوبة: ١٢٠]

اور سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ تک

٢٨١١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنِي عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُوْ عَبْسٍ- إِسْمُهُ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ جَبْرٍ- أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ)). [راجع: ٩٠٧]

(۲۸۱۱) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہیں عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج نے خبر دی، کہا کہ مجھے ابو عبس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، آپ کا نام عبدالرحمٰن بن جبر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟“ (یہ ناممکن ہے)

تشریح: پوری آیات باب کا ترجمہ یہ ہے: ”مدینہ والوں کو اور جو ان کے آس پاس گنوار رہتے ہیں، یہ مناسب نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر کے پیچھے بیٹھ رہیں اور اس کی جان کی فکر نہ کر کے اپنی جان بچانے کی فکر میں رہیں۔ اس لئے کہ لوگوں کو یعنی جہاد کرنے والوں کو اللہ کی راہ میں پیاس ہو، بھوک ہو، اس مقام پر چلیں جس سے کافر خفا ہوں، دشمن کو کچھ بھی نقصان پہنچائیں، ہر ہر کے بدل ان پانچوں کاموں میں ان کا نیک عمل اللہ کے پاس لکھ لیا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکوں کی محنت برباد نہیں کرتا۔“ اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب نکالا کہ اللہ کی راہ میں اگر آدمی ذرا بھی چلے اور پاؤں پر گرد پڑے تو بھی ثواب ملے گا، جب اللہ کی راہ میں پاؤں گرد آلود ہونے سے یہ اثر ہو کہ دوزخ کی آگ چھوئے بھی نہیں تو وہ لوگ کیسے دوزخ میں جائیں گے جنہوں نے اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کی ہوگی۔ اگر ان سے کچھ قصور بھی ہو گئے ہیں تو اللہ جل جلالہ سے امید معافی ہے۔ اس حدیث سے مجاہدین کو خوش ہونا چاہیے کہ وہ دوزخ سے محفوظ رہیں گے۔ (وحیدی)

بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

باب: اللہ کے راستے میں جن لوگوں پر گرد پڑی ہو ان کی گرد پونچھنا

٢٨١٢ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: ائْتِيَا أَبَا سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَأَخُوْهُ فِي حَائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ فَلَمَّا رَآنَا

(۲۸۱۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا عکرمہ سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور (اپنے صاحبزادے) علی بن عبداللہ سے فرمایا تم دونوں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے احادیث نبوی سنو۔ چنانچہ ہم حاضر ہوئے، اس وقت ابو سعید رضی اللہ عنہ اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ باغ

جَاءَ فَاحْتَبَى وَجَلَسَ فَقَالَ: كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ: ((وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ)). [راجع: ٤٤٧]

میں تھے اور باغ کو پانی دے رہے تھے، جب آپ نے ہمیں دیکھا تو (ہمارے پاس) تشریف لائے اور (چادر اوڑھ کر) گوٹ مار کر بیٹھ گئے، اس کے بعد بیان فرمایا ہم مسجد نبوی کی اینٹیں (ہجرت نبوی کے بعد تعمیر مسجد کے لئے) ایک ایک کر کے ڈھو رہے تھے لیکن عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لا رہے تھے، اتنے میں نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا پھر فرمایا: ''افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت مارے گی، یہ تو انہیں اللہ کی (اطاعت کی) طرف دعوت دے رہا ہو گا لیکن وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔''

تشریح: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل و حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں مراد جنگ صفین سے ہے جس میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں تھے اور ۳۵ھ میں یہ وہاں ہی ۹۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے از راہ شفقت و محبت ان کا سر گرد و غبار سے صاف کیا، اس سے ان کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور باب کا مقصد بھی ثابت ہوا۔

بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

باب: جنگ اور گرد و غبار کے بعد غسل کرنا

٢٨١٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ وَقَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ: وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ! مَا وَضَعْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَأَيْنَ؟)) قَالَ: هَاهُنَا وَأَوْمَأَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. [راجع: ٤٦٣]

(۲۸۱۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے بیان کیا ہشام بن عروہ سے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ خندق سے (فارغ ہو کر) واپس ہوئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کرنا چاہا تو جبرئیل علیہ السلام آئے، ان کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے، اللہ کی قسم میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تو پھر اب کہاں کا ارادہ ہے؟'' انہوں نے فرمایا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے خلاف لشکر کشی کی۔

تشریح: بنو قریظہ کے یہود نے جنگ خندق میں مسلمانوں سے معاہدہ کے خلاف مشرکین مکہ کا ساتھ دیا تھا اور یہ اندرونی سازشوں میں تیزی کے ساتھ مصروف رہے تھے، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کی سازشوں سے بھی مدینہ کو پاک کیا جائے چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا اور یہ سب مدینہ سے نکال دیئے گئے، باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ:

باب: ان شہیدوں کی فضیلت جن کے بارے میں ان آیات کا نزول ہوا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾. [آل عمران: ١٨١، ١٦٩]

”وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے گئے انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں (وہ جنت میں) رزق پاتے رہتے ہیں، ان (نعمتوں) سے بے حد خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہیں اور جو لوگ ان کے بعد والوں میں سے ابھی ان سے نہیں جا ملے ان کی خوشیاں منا رہے ہیں کہ وہ بھی (شہید ہوتے ہی) بے ڈر اور بے غم ہو جائیں گے۔ وہ لوگ خوش ہو رہے ہیں اللہ کے انعام اور فضل پر اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

٢٨١٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ أَنَسٌ: أُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْآنٌ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ: بَلِّغُوْا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

[راجع: ١٠٠١] [مسلم: ١٥٤٥]

(٢٨١٤) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ اصحاب بئر معونہ (ؓ) کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا ان پر رسول اللہ ﷺ نے تیس دن تک صبح کی نماز میں بددعا کی تھی۔ یہ رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل کے لوگ تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔ انس ؓ نے بیان کیا کہ جو (٧٠ قاری) صحابہ بئر معونہ کے موقع پر شہید کر دیئے گئے تھے، ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تھی جسے ہم مدت تک پڑھتے رہے تھے بعد میں آیت منسوخ ہو گئی تھی (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے) ”ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے ہیں، ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔“

٢٨١٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: اصْطَبَحَ نَاسٌ الْخَمْرَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ.

[طرفاه في: ٤٠٤٤، ٤٦١٨]

(٢٨١٥) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا عمرو سے، انہوں نے جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ کچھ صحابہ نے جنگ احد کے دن صبح کے وقت شراب پی (ابھی تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی) پھر وہ شہید ہو گئے۔ سفیان ؓ (راوی حدیث) سے پوچھا گیا کیا اسی دن کے آخری حصے میں (ان کی شہادت ہوئی) تھی جس دن انہوں نے شراب پی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

تشریح: یعنی اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اسی دن شام کو شراب پی تھی بلکہ صبح کو پینے کا ذکر ہے، جنگ احد جب ہوئی اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ شہید کی فضیلت اس حدیث سے یوں نکلی کہ اللہ نے جابر ؓ کے باپ سے کلام کیا جنہوں نے یہ آرزو کی کہ میں پھر دنیا میں بھیج دیا

جاؤں پھر انہوں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ میرا حال میرے ساتھیوں کو پہنچا دے۔ اس پر یہ آیت اتری: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ (۳/ آل عمران: ۱۶۹) اس روایت کو ترمذی نے نکالا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس روایت میں ان شہداء سے متعلق شراب نوشی کا ذکر ضمناً آ گیا ہے، بعد میں شراب کی حرمت نازل ہونے پر جملہ اصحاب نبوی نے شراب کے برتن تک توڑ کر اپنے گھروں سے باہر پھینک دیئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مطابقته للترجمة فيه عسر الا ان يكون مراده ان الخمر التي شربوها يومئذ لم تضرهم لان الله عزوجل اثنى عليهم بعد موتهم ورفع عنهم الخوف والحزن وانما كان ذالك لان كانت يومئذ مباحة۔" (فتح) یعنی حدیث اور باب میں مطابقت مشکل ہے مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ اس دن ان شہیدوں نے شراب پی تھی جس سے ان کی شہادت میں کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ اللہ نے موت کے بعد ان کی تعریف کی اور ان سے خوف و غم کو دور کر دیا۔ یہ اس لئے کہ اس دن تک شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ مباح تھی۔ بعد میں حرمت نازل ہو کر وہ قیامت تک کے لئے حرام کر دی گئی۔

بَابُ ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

٢٨١٦۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: جِيْءَ بِأَبِيْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ: فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقِيْلَ: ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو فَقَالَ: ((لِمَ تَبْكِيْ؟ أَوْ لَا تَبْكِيْ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا)) قُلْتُ لِصَدَقَةَ: أَفِيْهِ حَتَّى رُفِعَ؟ قَالَ: رُبَّمَا قَالَهُ.

[راجع: ١٢٤٤]

باب: شہیدوں پر فرشتوں کا سایہ کرنا

(۲۸۱۶) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے محمد بن منکدر سے سنا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد رسول اللہ ﷺ کے سامنے لائے گئے (احد کے موقع پر) اور کافروں نے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے تھے، ان کی نعش نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی گئی تو میں نے آگے بڑھ کر ان کا چہرہ کھولنا چاہا لیکن میری قوم کے لوگوں نے مجھے منع کر دیا پھر نبی کریم ﷺ نے رونے پیٹنے کی آواز سنی (تو دریافت فرمایا کہ کس کی آواز ہے؟) لوگوں نے بتایا کہ عمرو کی لڑکی ہیں (شہید کی بہن) یا عمرو کی بہن ہیں (شہید کی چچی شک راوی کو تھا) آپ نے فرمایا: "کیوں رو رہی ہیں یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) روئیں نہیں ملائکہ برابر ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔" امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے صدقہ سے پوچھا کیا حدیث میں یہ بھی ہے کہ (جنازہ) اٹھائے جانے تک تو انہوں نے بتایا کہ سفیان نے بعض اوقات یہ الفاظ بھی حدیث میں بیان کئے تھے۔

بَابُ تَمَنِّي الْمُجَاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا

٢٨١٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ،

باب: شہید کا دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرنا

(۲۸۱۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، کہا کہ میں نے انس

سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ)). [راجع: ٢٧٩٥] [مسلم: ٤٨٦٨؛ ترمذي: ١٦٦٢]

بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے، خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔ اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور قتل ہو (اللہ کے راستے میں) کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔''

بَابٌ: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ

باب: جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا

تشریح: اس باب کے ذیل حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: "قال ابن المنير كان البخاری اراد ان السيوف لما كانت لها بارقة كان لها ايضا ظل قال القرطبی وهو من الكلام النفيس الجامع الموجز المشتمل على ضروب من البلاغة مع الوجازة وعذوبة اللفظ فانه افاد الحض على الجهاد والاخبار بالثواب عليه والحض على مقاربة العدو واستعمال السيوف كالاجتماع حين الزحف حتى تصير السيوف تظل المتقاتلين وقال ابن الجوزی المراد ان الجنة تحصل بالجهاد والظلال جمع ظل واذا تدانى الخصمان صار كل منهما تحت ظل سيف صاحبه لحرصه على رفعه عليه ولا يكون ذالك الا عند التحام القتال۔" (فتح البارى جلد ٦ صفحه ٤١)

خلاصہ عبارت کا یہ کہ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مراد لی ہے کہ جب تلواروں کی چمک ہوتی ہے تو ان کا سایہ بھی ہوتا ہے۔ قرطبی نے کہا کہ یہ بہت ہی نفیس کلام ہے جامع مختصر جو فصاحت و بلاغت کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے جو بہت ہی حلاوت اور عذوبت اپنے اندر رکھتا ہے اور دشمن سے قریب ہونے اور تلواروں کے استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور لڑائی کے وقت اجتماع کی بھی، یہاں تک کہ فریقین کی تلواریں جمع ہو کر سایہ افگن ہونے لگتی ہیں۔ ابن جوزی نے کہا مراد یہ ہے کہ جنت جہاد سے حاصل ہوتی ہے اور ظلال ظل کی جمع ہے اور جب دو دشمن تلواریں لے کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہر ایک پر تلواروں کا سایہ پڑتا ہے، اور وہ مدافعت کی کوشش کرتا ہے اور یہ لڑائی کے گرم ہونے پر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی وہ عمل ہیں جو اسلام کی سربلندی کا واحد ذریعہ ہیں مگر جہاد کے لئے شریعت نے کچھ اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں اور یہ جہاد محض مدافعت اعداء کے لئے ہوتا ہے۔ اسلام نے جارحانہ جنگ کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔ آیت قرآنی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ (۲۲/الحج:۳۹) اس پر کھلی دلیل ہے کہ اہل اسلام کو جب وہ مظلوم ہوں مدافعانہ جہاد کی اجازت ہے۔

وَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا ﷺ: ((مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ)) وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: ((بَلَى)).

اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے یہ پیغام دیا ہے کہ ''ہم میں سے جو بھی (اللہ کے راستے میں) قتل کیا جائے، وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔'' اور عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تھا کیا ہمارے مقتول جنتی اور ان کے (کفار کے) مقتول دوزخی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تھا: ''کیوں نہیں۔''

٢٨١٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ

(۲۸۱۸) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا موسیٰ بن

مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَكَانَ كَاتِبَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ. [أطرافه في: ٢٨٣٣، ٢٩٦٦، ٣٠٢٤، ٧٢٣٧]

عقبہ سے، ان سے عمر بن عبید اللہ کے مولیٰ سالم ابوالنضر نے، سالم عمر بن عبید اللہ کے کاتب بھی تھے، بیان کیا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبید اللہ کو لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''یقین جانو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔'' اس روایت کی متابعت اویسی نے ابن ابی الزناد کے واسطہ سے کی اور ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

باب: جو جہاد کرنے کے لئے اللہ سے اولاد مانگے اس کی فضیلت

٢٨١٩۔ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ أَوْ تِسْعٍ وَتِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ يَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ جَاءَ تْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَاهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُوْنَ)). [أطرافه في: ٣٤٢٤، ٥٢٤٢، ٦٦٣٩، ٦٧٢٠، ٧٤٦٩]

(۲۸۱۹) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ہرمز نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج رات اپنی سو یا (راوی کو شک تھا) ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک ایک شہسوار جنے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاء اللہ بھی کہہ لیجئے لیکن انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ چنانچہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان کے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت ان شاء اللہ کہہ لیتے تو (تمام بیویاں حاملہ ہوتیں اور) سب کے یہاں ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔''

تشریح: مزید تفصیلات حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

بَابُ الشُّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

باب: جنگ کے موقع پر بہادری اور بزدلی کا بیان

٢٨٢٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ

(۲۸۲۰) ہم سے احمد بن عبد الملک بن واقد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد

وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ سَبَقَهُمْ عَلَى فَرَسٍ قَالَ: ((وَجَدْنَاهُ بَحْرًا)). [راجع: ٢٦٢٧] [مسلم: ٦٠٠٦؛ ترمذي: ١٦٨٧؛ ابن ماجه: ٢٧٧٢]

بن زید نے بیان کیا ثابت بنانی سے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ حسین (خوبصورت) سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ فیاض تھے، مدینہ طیبہ کے تمام لوگ (ایک رات) خوف زدہ تھے (آواز سنائی دی تھی اور سب لوگ اس کی طرف بڑھ رہے تھے) لیکن نبی کریم ﷺ اس وقت ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے (جب واپس ہوئے تو) فرمایا: ”اس گھوڑے کو (دوڑنے میں) ہم نے سمندر پایا۔“

تشریح: یعنی بے تکان چلا ہی جاتا ہے، کہیں رکتا یا اڑتا نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ رات کے وقت بنفس نفیس یکہ وتنہا آواز کی طرف تشریف لے گئے اور دشمن کا کچھ بھی ڈر نہ کیا۔ سبحان اللہ! شجاعت ایسی، سخاوت ایسی، حسن و جمال ظاہری ایسا، کمالات باطنی ایسے، قوت ایسی، رحم وکرم ایسا کہ کبھی سائل کو محروم نہیں کیا، کبھی کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہا، جس نے معافی چاہی معاف کر دیا۔ عبادت اور خدا ترسی ایسی کہ رات بھر نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں ورم کر گئے، تدبیر اور رائے ایسی کہ چند روز ہی میں عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی، بڑے بڑے بہادروں اور اکڑوں کو نیچا دکھا دیا، ایسے عظیم پیغمبر پر لاکھوں بار درود وسلام۔

٢٨٢١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَتِ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى شَجَرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَعْطُونِي رِدَائِي لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا)). [طرفه في: ٣١٤٨]

(٢٨٢١) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، انہیں محمد بن جبیر نے خبر دی کہا کہ مجھے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ وادی حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ سے لپٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تاکہ جب آپ انہیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”میری چادر مجھے دے دو، اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل پاؤ گے۔“

تشریح: یہ اس لئے فرمایا کہ بخیلی کے نتائج میں جھوٹ اور بزدلی اور سخاوت کے نتائج میں صداقت اور بہادری لازم ہیں، یہ جنگ حنین سے واپسی کا واقعہ ہے۔ مزید تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔

بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

باب: بزدلی سے اللہ کی پناہ مانگنا

٢٨٢٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا

(٢٨٢٢) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے

أَبُوْعَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنِ الْأَوْدِيَّ قَالَ: كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ: ((أَللَّهُمَّ! إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهُ. [أطرافه في: ٦٣٦٥، ٦٣٧٠، ٦٣٧٤، ٦٣٩٠]

[ترمذي: ٣٥٦٧؛ نسائي: ٥٤٦٢]

بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن میمون اودی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات دعائیہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعہ اللہ کی پناہ مانگتے تھے (دعا کا ترجمہ یہ ہے) ''اے اللہ! بزدلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے'' پھر میں نے یہ حدیث جب مصعب بن سعد سے بیان کی تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

٢٨٢٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، سَمِعْتُ أَبِيْ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). [أطرافه في: ٤٧٠٧، ٦٣٦٧، ٦٣٧١] [مسلم: ٦٨٧٣، ٦٨٧٥؛ ابوداود: ١٥٤٠؛ نسائي: ٥٤٦٧]

(۲۸۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بڑھاپے کی ذلیل حدود میں پہنچ جانے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔''

تشریح: بڑھاپے کی ذلیل حدود جس میں انسان کا دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور وہ بچوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ ہوش وحواس اور عقل وشعور غائب ہو جاتے ہیں ایسی عمر میں پہنچنے سے بھی پناہ مانگنی چاہیے، ایسے ہی عاجزی، کاہلی، بزدلی، زندگی اور موت کے فتنے اور قبر کا عذاب یہ سب ایسی ہیں کہ ہر مسلمان کو ان سے پناہ مانگنی ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي الْحَرْبِ

باب: جو شخص اپنی لڑائی کے کارنامے بیان کرے، اس کا بیان

قَالَهُ أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ.

اس باب میں ابو عثمان نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: یہ دوسرے مسلمانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے جائز ہے نہ کہ ریا اور ناموری کے لئے۔

٢٨٢٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ،

(۲۸۲۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِاللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا أَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ. [طرفه في: ٤٠٦٢]

نے بیان کیا محمد بن یوسف سے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا کہ میں طلحہ بن عبیداللہ، سعد بن ابی وقاص، مقداد بن اسود اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی صحبت میں بیٹھا ہوں لیکن میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے نہیں سنا۔ البتہ طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ احد کی جنگ کے متعلق بیان کیا کرتے تھے۔

تشریح: دوسرے صحابہ بطور احتیاط کثرت روایت سے پرہیز کرتے تا کہ کہیں غلط بیانی ہو کر باعث گناہ عظیم نہ ہو پھر بھی ان جملہ حضرات کی مرویات موجود ہیں جو بہت ہی ذمہ داری کے ساتھ انہوں نے روایت کی ہیں۔ جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کے پاس صرف طلحہ اور سعد رہ گئے تھے اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا، انہوں نے مشرکوں کے وار اپنے ہاتھ پر لئے اور نبی کریم ﷺ کو بچایا۔ سعد رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں جن کو کافروں کا تیر سب سے پہلے آ کر لگا جیسا کہ کتاب المغازی میں آئے گا۔

بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

باب: جہاد کے لئے نکل کھڑا ہونا واجب ہے اور جہاد کی نیت رکھنے کا واجب ہونا

وَقَوْلِهِ: ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ﴾ الْآيَةَ [التوبة: ٤١، ٤٢] وَقَوْلِهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَا لَكُمْ إِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [التوبة: ٣٨، ٣٩] وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: ﴿فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾: سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ وَيُقَالُ: وَاحِدُ الثُّبَاتِ، ثُبَةٌ.

اور سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''نکل پڑو ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مال سے اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم جانو، اگر کچھ مال آسانی سے مل جانے والا ہوتا، اور سفر بھی معمولی ہوتا تو یہ لوگ (منافقین) اے پیغمبر! ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو (تبوک) کا سفر ہی دور دراز معلوم ہوا اور یہ لوگ اب اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔'' اور اللہ کا ارشاد ''اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو، کیا تم دنیا کی زندگی پر آخرت کے مقابلہ میں راضی ہو گئے ہو؟ سو دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کی زندگی کے سامنے بہت ہی تھوڑا ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے (پہلی آیت کی تفسیر میں) منقول ہے کہ جدا جدا ٹکڑیاں بنا کر جہاد کے لئے نکلو، کہا جاتا ہے کہ ثبات (جمع) کا مفرد ''ثُبَة'' ہے۔

٢٨٢٥ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا

(٢٨٢٥) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے

يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ: ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا)). [راجع: ١٣٤٩]

بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے منصور نے بیان کیا مجاہد سے، انہوں نے طاؤس سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ”مکہ فتح ہونے کے بعد (اب مکہ سے مدینہ کے لئے) ہجرت باقی نہیں ہے، لیکن خلوص نیت کے ساتھ جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہو۔“

تشریح: یہ آیتیں غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئیں۔ تبوک مکہ سے شہر مدینہ کے شمال کی سرحد پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے تبوک کی مسافت بارہ منزلوں کی ہے۔ شام پر اس وقت عیسائیوں کی حکومت تھی، نبی کریم ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ کو خبر ملی کہ عیسائی فوجیں مقام تبوک میں جمع ہو رہی ہیں اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہیں، جن کی آپ نے خود ہی بڑھ کر مدافعت کرنی چاہی۔ چنانچہ تیس ہزار فوج آپ کے ساتھ ہو گئی، لیکن موسم سخت گرمی کا تھا، کھجوروں کی فصل پکنے اور کٹنے کا زمانہ تھا جس پر اہل مدینہ کی گزران بڑی حد تک موقوف تھی، مقابلہ بھی ایک باقاعدہ فوج سے تھا اور وہ بھی اپنے وقت کی بڑی سلطنت کی فوج اور سفر بھی دور دراز، اس لئے بعض کی ہمتیں جواب دے گئیں اور منافقین نے تو خوب ہی بہانے لگائے پھر بھی جب عیسائیوں کو حالات کی ناموافقت کے باوجود مسلمانوں کی اس تیاری کا علم ہوا تو خود ہی ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہیں فوج کشی کی ہمت نہ ہوئی۔ لشکر اسلام ایک مدت تک انتظار کے بعد واپس چلا آیا (سورہ توبہ میں) آیات مبارکہ: ﴿يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ﴾ (۹/ التوبہ/۹۴) میں اس جنگ سے متعلقین منافقین کا ذکر ہے دنیا کارگاہ عمل ہے، وقت آنے پر جی چرانے والوں کو اسلامی اصطلاح میں لفظ منافق سے یاد کیا گیا ہے کیونکہ اسلام سراسر عملی زندگی کا نام ہے، سچ ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ

باب: کافر اگر کفر کی حالت میں مسلمان کو مارے پھر مسلمان ہو جائے، اسلام پر مضبوط رہے اور اللہ کی راہ میں مارا جائے تو اس کی فضیلت کا بیان

٢٨٢٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ)). [مسلم: ٣١٦٦]

(۲۸۲۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ایسے دو آدمیوں پر ہنس دے گا کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا اور پھر بھی دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ پہلا وہ جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ شہید ہو گیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قاتل کو توبہ کی توفیق دی اور وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہوا اس طرح دونوں قاتل و مقتول بالآخر جنت میں داخل ہو گئے۔“

تشریح: یعنی قاعدہ تو یہ ہے کہ قاتل اور مقتول ایک ساتھ جنت یا جہنم میں جمع نہ ہوں، اگر مقتول اور شہید (اللہ کے راستے کا) جنتی ہے تو یقیناً ایسے انسان کا قاتل جہنم میں جائے گا لیکن اللہ پاک خود اپنی قدرت کے عجائبات ملاحظہ فرماتا ہے تو اسے ہنسی آجاتی ہے کہ ایک شخص نے کافروں کی طرف سے لڑتے ہوئے ایک مسلمان مجاہد کو شہید کر دیا پھر اللہ کی قدرت کہ اسے بھی یہ ایمان کی حالت نصیب ہوئی اور اس کے بعد وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا اور اس طرح قاتل اور مقتول دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ اللہ پاک جب اپنی قدرت کا یہ عجوبہ دیکھتا ہے تو ہنسی آجاتی ہے جیسے اللہ کی اور صفات حق ہیں اس طرح اس کا ہنسنا بھی حق ہے جس کی کیفیت میں کرید کرنا بدعت ہے، سلف کا یہی مسلک ہے۔

"قال ابن الجوزی اکثر السلف یمتنعون من تاویل مثل هذا ویمرونه کما جاء وینبغی ان یراعی فی مثل هذا الامرار اعتقاد انه لاتشبه صفات الله صفات الخلق ومعنی ألامرار عدم العلم بالمراد منه مع اعتقاد التنزیه۔"

(فتح الباری جلد٦ صفحه ٥٠)

یعنی ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اکثر سلف صالحین اس قسم کی صفات الٰہی کی تاویل منع جانتے ہیں بلکہ جس طرح یہ وارد ہوتی ہیں اسی طرح تسلیم کرتے ہیں، اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ تسلیم کرنے کا مطلب یہ کہ ہم کو ان کے معانی معلوم ہیں، کیفیت معلوم نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام لانے سے اور جہاد کرنے سے کفر کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، امام احمد اور ہمام کی روایت سے یہ صراحت نکلتی ہے کہ ان دو شخصوں میں ایک مؤمن تھا ایک کافر پس اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو عمداً یعنی جان بوجھ کر کسی شرعی وجہ کے بغیر قتل کر کے توبہ کرے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو تو اس کا گناہ معاف نہ ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے کہ قاتل مؤمن کی توبہ قبول نہیں اور جمہور علما کہتے ہیں کہ اس کی توبہ صحیح ہے اور آیت: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (۴/ النساء: ۹۳) بطریق تغلیظ ہے کہ لوگ اس سے باز رہیں، خلود سے مراد بہت مدت تک رہنا ہے۔ (خلاصہ وحیدی)

آج عید الاضحیٰ ۱۳۹۱ھ کو جبکہ جماعت کی دعوت پر بمبئی عید الاضحیٰ پڑھانے آیا ہوا تھا، یہ تشریحی بیان حوالہ قلم کیا گیا۔ اللہ پاک آج کے مبارک دن میں یہ دعا قبول کرے کہ اس مبارک کتاب کی تکمیل کا شرف حاصل ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

٢٨٢٧۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحُوْهَا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِي سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: لَا تُسْهِمْ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ: وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَأْنٍ يَنْعَى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللَّهُ عَلَى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلَى يَدَيْهِ قَالَ: فَلَا أَدْرِيْ أَسْهَمَ لَهُ أَمْ لَمْ يُسْهِمْ

(۲۸۲۷) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ خیبر میں ٹھہرے ہوئے تھے اور خیبر فتح ہو چکا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھی (مال غنیمت میں) حصہ لگائیے۔ سعید بن عاص کے ایک لڑکے (ابان بن سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ! ان کا حصہ نہ لگائیے۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ یہ شخص تو ابن قوقل (نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ) کا قاتل ہے۔ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کتنی عجیب بات ہے کہ یہ جانور (یعنی ابو ہریرہ) ابھی تو پہاڑ کی چوٹی سے بکریاں چراتے چراتے یہاں آ گیا ہے اور ایک مسلمان کے قتل کا مجھ پر الزام لگاتا ہے۔ اس کو یہ خبر نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے (شہادت) عزت

لَهُ: قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنِيهِ السَّعِيدِيُّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: السَّعِيدِيُّ هُوَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ . [أطرافه في: ٤٢٣٧، ٤٢٣٨، ٤٢٣٩] [ابو داود: ٢٧٢٣، ٢٧٢٤]

دی اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچالیا (اگر اس وقت میں مارا جاتا) تو دوزخی ہوتا، عنبسہ نے بیان کیا کہ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ آپ نے ان کا بھی حصہ لگایا یا نہیں۔ سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعیدی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ سعیدی سے مراد عمرو بن یحیٰی بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص ہیں۔

تشریح: روایت میں ابن قوقل سے مراد نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن احرم بن فہر بن غنم صحابی ہیں، قوقل ان کے دادا ثعلبہ کا لقب تھا، وہ احد کے دن ابان کے ہاتھ شہید ہوئے تھے، کہتے ہیں انہوں نے اس دن یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ! سورج ڈوبنے سے پہلے میں جنت کی سیر کروں، اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی شہید ہوگئے۔ وبر عرب میں بلی سے چھوٹا ایک جانور، جس کی دم اور کان چھوٹے ہوتے ہیں۔ ((قدوم)) اور ((ضان)) جو لفظ آیا ہے بعض نے کہا یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو قبیلہ دوس کے قریب تھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ادھر ہی کے باشندے تھے گویا ابان بن سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کیا، ان کے پستہ قد ہونے کو وبر سے تشبیہ دی، اور بکریوں کا گڈریا قرار دیتے ہوئے اپنے جرم کا اقرار بھی کیا مگر یہ کہ اس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں اللہ نے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"والمراد منه ههنا قول ابان ((اكرمه الله على يدى ولم يهنى على يديه)) واراد بذلك ان النعمان استشهد بيد ابان فاكرمه الله بالشهادة ولم يقتل ابان على كفره فيدخل النار وهو المراد بالاهانة بل عاش ابان حتى تاب واسلم وكان اسلامه قبل خيبر بعد الحديبية وقال ذالك الكلام بحضرة النبى ﷺ واقره عليه وهو موافق لما تضمنته الترجمة۔"

(فتح الباری جلد٦ صفحه٥١)

قول ابان سے یہاں مراد یہ کہ اللہ نے میرے ہاتھ پر ان کو عزت شہادت دی اور ان کے ہاتھوں سے قتل کرا کر مجھ کو ذلیل نہیں کیا، جس سے مراد لیا کہ نعمان ابان کے ہاتھ شہید ہوئے پس اللہ نے ان کا اکرام فرمایا اور ابان کفر پر نہیں مرا ورنہ دوزخ میں جاتا۔ اللہ نے ان کو حدیبیہ کے بعد اسلام نصیب فرمایا۔ ابان نے یہ باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیں آپ خاموش رہے، اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا آپ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حصہ نہیں لگایا۔ اس پر حافظ صاحب فرماتے ہیں: "واحتج به من قال ان من حضر بعد فراغ الواقعة ولو كان خرج مددا لهم ان لا يشارك من حضرها وهو قول الجمهور۔" (فتح الباری) یعنی اس سے دلیل لی اس نے جس نے کہا کہ جو شخص جنگ ہونے کے بعد حاضر ہوا اگرچہ وہ مدد کرنے کے ہی لئے آیا ہو، اس کو حاضر ہونے والوں کے ساتھ حصوں میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ جمہور کا یہی قول ہے۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ

باب: جہاد کو (نفلی) روزوں پر مقدم رکھنا

٢٨٢٨۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ لَا يَصُومُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ

(٢٨٢٨) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت بنانی نے، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابوطلحہ زید بن سہیل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جہاد میں شرکت کے خیال سے (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے

النَّبِيِّ ﷺ لَمْ أَرَهُ مُفْطِرًا إِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى.

لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر میں نے انہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا روزے کے بغیر نہیں دیکھا۔

تشریح: جہاد ایک ایسا عمل ہے جس میں فرض نماز بھی کم ہو جاتی ہے پھر نفلی نماز اور روزوں کا ذکر ہی کیا ہے کیونکہ جہاد ان سب پر مقدم ہے مگر عام طور پر مسلمان اس فریضہ سے غافل ہو گئے اور نفلی بلکہ خود ساختہ نمازوں، وظیفوں نے ان کو میدان جہاد سے قطعاً غافل کر دیا۔ الا ماشاء اللہ پیچھے بتلایا جا چکا ہے کہ اسلام میں جہاد یعنی قتال محض مدافعانہ طور پر ہے جارحانہ جنگ کو اسلام نے ہرگز جائز نہیں رکھا۔

بَابٌ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

باب: اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا شہادت کی اور بھی سات قسمیں ہیں

٢٨٢٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [راجع: ٦٥٣]

(۲۸۲۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سمی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مر جانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا۔''

تشریح: بعض احادیث میں شہادت کی سات قسموں کا صاف ذکر آیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان انہیں احادیث کے پیش نظر لگایا ہے لیکن چونکہ یہ احادیث ان کی شرائط پر نہیں تھیں، اس لئے انہیں باب کے تحت نہیں لائے۔ مقصد یہ ہے کہ شہادت صرف جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جانے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پانے کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ (دوسری روایتوں میں ہے کہ جو جل کر یا نمونیہ میں مر جائے یا عورت زچگی میں یا آدمی اپنے مال و جان کی حفاظت میں یا سفر میں یا سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے یا درندے کے پھاڑنے سے مر جائے، وہ شہید ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المراد بشهادة هؤلاء كلهم غير المقتول فى سبيل الله انهم يكون لهم ثواب الشهداء واما فى الدنيا فيغسلون ويصلىٰ عليهم وقد سبق فى كتاب الايمان بيان هذا وان الشهداء ثلاثة اقسام شهيد فى الدنيا والاخرة وهو المقتول فى حرب الكفار وشهيد فى الاخرة دون احكام الدنيا وهم هؤلاء المذكورون هنا وشهيد فى الدنيا دون الاخرة وهو من غل فى الغنيمة او قتل مدبرا۔" (نووى، ج: ٢/ ص: ١٤٣)

یعنی مقتول کے علاوہ ان جملہ شہادتوں سے مراد یہ کہ آخرت میں ان کو شہدا کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں وہ شہدا کی طرح نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دیئے جائیں گے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ شہدا تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں شہید ہی ہیں، جو جہاد میں کفار کے ہاتھوں سے مارے جائیں۔ دوسری قسم کے شہید وہ جو آخرت میں شہید ہوئے مگر آخرت میں شہید نہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مال غنیمت وغیرہ میں خیانت کی۔ تیسری قسم کے شہید وہ جو دنیا میں شہید ہیں مگر دنیا میں ان پر احکام شہدا جاری نہ ہوں گے، ایسے ہی شہدا یہاں مذکور ہیں۔

لفظ شہید کی حقیقت بتلانے کے لئے امام نووی رحمہ اللہ شارح مسلم لکھتے ہیں:

"واما سبب تسميته شهيدا فقال النضر بن شميل لانه حي فان ارواحهم شهدت وحضرت دارالسلام وارواح

غیرهم انما تشهدها یوم القیامة وقال ابن الانباری لان الله تعالی وملا ئکته علیهم الصلوة والسلام یشهدون له بالجنة وقیل لانه شهد عند خروج روحه ما اعده الله تعالی له من الثواب والکرامة وقیل لان ملائکة الرحمة یشهدونه فیأخذون روحه وقیل لانه شهدله بالایمان وخاتمة الخیر بظاهر حاله وقیل لان علیه شاهدا بکونه شهیدا وهو الدم وقیل لانه ممن یشهد علی الامم یوم القیامة بابلاغ الرسل الرسالة الیهم وعلی هذا القول یشارکهم غیرهم فی هذا الوصف۔"

(نووی، ج: ۲ ص: ۱۳۴)

یعنی شہید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں پس نضر بن شمیل نے کہا کہ وہ زندہ ہے یعنی ان کی روح دارالسلام میں زندہ اور حاضر رہتی ہے جبکہ ان کے غیر کی روحیں قیامت کے دن وہاں حاضر ہوں گی۔ ابن انباری نے کہا اس لئے کہ اللہ پاک اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور کہا گیا کہ اس لئے کہ جب بھی اس کی روح نکلی اس نے ثواب اور کرامت سے متعلق اللہ کے وعدوں کا مشاہدہ کیا اور کہا گیا کہ اس لئے کہ رحمت کے فرشتے اس کی شہادت کے وقت حاضر ہوتے اور اس کی روح کو لے لیتے ہیں اور کہا گیا کہ اس لئے کہ ظاہری شہادت کی بنا پر اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی شہادت دی گئی اور کہا گیا کہ اس پر اس کا خون شاہد ہوگا جو اس کے شہید ہونے کی شہادت دے گا اور کہا گیا کہ اس لئے کہ وہ قیامت کے دن دوسری امتوں پر شہادت دے گا کہ ان کے رسولوں نے ان کو اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے اور اس قول پر ان کے غیر بھی اس میں ان کے شریک ہوں گے۔

۲۸۳۰۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

(۲۸۳۰) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو عاصم نے خبر دی حفصہ بنت سیرین سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "طاعون کی موت ہر مسلمان کے لئے شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔"

[طرفه في: ۵۷۳۲] [مسلم: ۴۹۴۴، ۴۹۴۵]

تشریح: اس لئے طاعون زدہ علاقوں سے بھاگنا یا ان میں داخل ہونا منع ہے، اس بیماری میں آدمی کے گلے یا بغل میں گلٹی ہوتی ہے اور شدید بخار کے ساتھ دو دن میں آدمی ختم ہوتا ہے، اسی کو پلیگ بھی کہتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾. [النساء: ۹۵، ۹۶]

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"مسلمانوں میں جو لوگ معذور نہیں ہیں اور جہاد سے بیٹھ رہیں وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ نے ان لوگوں کو جو اپنے مال اور جان سے جہاد کریں، بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ سب کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑی فضیلت دی ہے" اللہ کے فرمان ﴿غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ تک۔

تشریح: پہلے یہ آیت یوں اتری تھی: ﴿لَايَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ﴾ (۴/ النساء: ۹۰) آخر تک۔ اس میں ﴿غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ﴾ کے الفاظ نہ تھے پھر اللہ نے یہ لفظ نازل فرما کر لولے لنگڑے، اندھے، اپاہج لوگوں کو نکال دیا کیونکہ وہ معذور ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

”فيه دليل لسقوط الجهاد عن المعذورين ولكن لا يكون ثوابهم ثواب المجاهدين بل لهم ثواب نياتهم ان كان لهم نية صالحة كما قال النبی ﷺ ولكن جهاد ونية وفيه ان الجهاد فرض كفاية ليس بفرض عين وفيه رد على من يقول انه كان فی زمن النبی ﷺ فرض عين وبعده فرض كفاية والصحيح انه لم يزل فرض كفاية من حين شرع وهذه الاية ظاهرة فی ذالك لقوله تعالىٰ ﴿وكلا وعد الله الحسنىٰ وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما﴾۔

یعنی یہ دلیل ہے کہ معذور لوگوں سے جہاد معاف ہے مگر ان کو مجاہدین کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ ان کی نیک نیتی کا ثواب ملے گا بشرطیکہ وہ نیت صالحہ رکھتے ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد اور نیت جہاد قیامت تک کے لئے باقی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ صرف فرض کفایہ ہے اور اس میں اس شخص کا بھی رد ہے جو کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جہاد فرض عین تھا بعد میں فرض کفایہ ہو گیا، صحیح یہ ہے کہ جہاد ہمیشہ سے فرض کفایہ ہی چلا آ رہا ہے۔ آیت باب کا ظاہر مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ نے سب سے نیک وعدہ فرمایا ہے اور قاعدین پر مجاہدین کو بڑی فضیلت ہے۔ قاعدین یعنی جہاد سے بیٹھ رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

٢٨٣١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْدًا فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ضَرَارَتَهُ فَنَزَلَتْ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾. [اطرافه في: ٤٥٩٣، ٤٥٩٤، ٤٩٩٠] [مسلم: ٤٩١١]

(٢٨٣١) ہم سے ابو ولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو اسحاق سے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا آپ کہتے تھے کہ جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (جو کاتب وحی تھے) کو بلایا، آپ ایک چوڑی ہڈی ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور اس آیت کو لکھا اور ابن ام مکتوم نے جب اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو آیت یوں نازل ہوئی: ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ﴾

تشریح: اس زمانہ میں چونکہ کاغذ زیادہ نہیں تھا، اس لئے ہڈی یا اور بہت سی دوسری چیزوں پر بھی خاص طریقے استعمال کرنے کے بعد اس طرح لکھا جاتا کہ صاف پڑھا جا سکتا تھا اور کتابت بھی ایک طویل زمانہ تک باقی رہتی تھی۔ یہاں ایسی ہی ایک ہڈی پر آیت لکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ اس آیت نے نابینا وغیرہ معذورین کو فرضیت جہاد سے مستثنیٰ کر دیا۔ جس دور میں جیسا کہ آج کل ہے شرائط جہاد پورے طور پر موجود نہ ہوں اس دور کے اہل اسلام بھی معذورین ہی میں شمار ہوں گے مگر ایسے دور کو ضعف اسلام کا دور کہا جائے گا جیسا کہ بدا الاسلام غريبا وسيعود كما بدا سے ظاہر ہے۔

٢٨٣٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ

(٢٨٣٢) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے سہل بن سعد زہری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مروان بن حکم (خلیفہ اور اس وقت کے امیر مدینہ) کو مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کے قریب گیا اور پہلو میں بیٹھ گیا اور پھر انہوں نے ہمیں خبر دی کہ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی تھی

زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَمْلَى عَلَيْهِ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ﴾ قَالَ: فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! لَوْ أَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى رَسُوْلِهِ ﷺ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾.

[طرفه في: ٤٥٩٢] [ترمذي: ٣٠٣٣؛ نسائي: ٣٠٩٩، ٣١٠٠]

کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے آیت لکھائی ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ انہوں نے بیان کیا پھر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، آپ اس وقت مجھ سے آیت مذکورہ لکھوا رہے تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر مجھ میں جہاد کی طاقت ہوتی تو میں بھی جہاد میں شریک ہوتا۔ وہ نابینا تھے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل کی۔ اس وقت آپ کی ران میری ران پر تھی میں نے آپ ﷺ پر وحی کی شدت کی وجہ سے آپ کی ران کا اتنا بوجھ محسوس کیا کہ مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں میری ران پھٹ نہ جائے۔ اس کے بعد وہ کیفیت آپ سے ختم ہو گئی اور اللہ عزوجل نے ﴿غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ﴾ نازل فرمائے۔

تشریح: رسول کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کی حالت دگرگوں ہو جاتی، سخت سردی میں پسینہ پسینہ ہو جاتے اور جسم مبارک بوجھل ہو جاتا۔ اسی کیفیت کو راوی نے یہاں بیان کیا ہے۔ آیت میں ان الفاظ سے نابینا بیمار اپاہج لوگ فرضیت جہاد سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ سچ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۲/البقرۃ:۲۸۶) احکام الٰہی صرف انسانی وسعت وطاقت کی حد تک بجا لانے ضروری ہیں۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب: کافروں سے لڑتے وقت صبر کرنا

٢٨٣٣۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا)).

[راجع: ٢٨١٨]

(۲۸۳۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی النضر نے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے (عمر بن عبیداللہ کو) لکھا تو میں نے وہ تحریر پڑھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”جب تمہاری کفار سے مڈبھیڑ ہو تو صبر سے کام لو۔“

تشریح: یعنی مستقل مزاجی کے ساتھ جمے رہو اور حالات جیسے بھی ہوں بددل ہرگز نہ ہو، بزدلی یا فرار مؤمن کی شان نہیں۔ اگر موت مقدر نہیں ہے تو یقیناً سلامتی کے ساتھ واپسی ہوگی اور موت مقدر ہے تو کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔ یہی ایمان اور یقین ہے جو مرد مؤمن کو غازی یا شہید کے معزز القاب سے ملقب کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۵۳) ”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الْقِتَالِ

باب: مسلمانوں کو (محارب) کافروں سے لڑنے کی رغبت دلانا

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾. [الانفال: ٦٥]

(اور سورۂ انفال میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اے رسول! مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا شوق دلاؤ۔“

تشریح: کافروں سے مراد وہ جو اسلامی ریاست پر حملہ کریں۔ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ امن وصلح کے ساتھ رہیں ان کے ساتھ جنگ و جہاد و غداری ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ (٨/ الانفال: ٦١) اگر وہ غیر مسلم صلح صفائی کے لئے جھکیں تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ، امن وامان وصلح کے ساتھ رہو کہ اللہ کو یہی پسند ہے: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٠٥) اللہ فساد کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

٢٨٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ:

((اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الآخِرَهْ.
فَاغْفِرْ لِلأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ))

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهُ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

[أطرافه في: ٢٨٣٥، ٢٩٦١، ٣٧٩٥، ٣٧٩٦، ٤٠٩٩، ٤١٠٠، ٦٤١٣، ٧٢٠١]

(٢٨٣٤) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ (غزوۂ خندق کے شروع ہونے سے کچھ پہلے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی) میدان خندق کی طرف تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں، ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔ آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔“ یعنی

درحقیقت جو مزہ ہے آخرت کا ہے مزہ
بخش دے انصار اور پردیسیوں کو اے خدا

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے جواب میں کہا ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔ یعنی

اپنے پیغمبر محمد (ﷺ) سے یہ بیعت ہم نے کی
جب تلک ہے زندگی لڑتے رہیں گے ہم سدا

بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

باب: خندق کھودنے کا بیان

تشریح: پہلے زمانوں میں دشمنوں سے محفوظ رہنے کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی تھی کہ قلعے یا شہر کے چاروں طرف گہری خندق کھود کر اس کو پانی سے لبریز کر دیا جاتا، اسی طرح وہ قلعہ یا شہر دشمن سے محفوظ ہو جایا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو بھی ایک دفعہ مدینہ کی حفاظت کے لئے ایسا ہی کرنا پڑا دور حاضرہ میں جنگ کے پرانے حالات سب دوسری صورتوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، اب جنگ زمین سے زیادہ فضا میں لڑی جاتی ہے۔

٢٨٣٥۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلَى مُتُوْنِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدَا

وَالنَّبِيُّ ﷺ يُجِيْبُهُمْ وَيَقُوْلُ: ((اللّٰهُمَّ إِنَّهُ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ)).

[راجع: ٢٨٣٤]

(۲۸۳۵) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (جب تمام عرب کے مدینہ منورہ پر حملہ کا خطرہ ہوا تو) مدینہ کے اردگرد مہاجرین وانصار خندق کھودنے میں مشغول ہوگئے، مٹی اپنی پشت پر لادلادکر اٹھاتے اور (یہ رجز) پڑھتے جاتے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کے لئے بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔

نبی کریم ﷺ ان کے پاس رجز کے جواب میں یہ دعا فرماتے:

''اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں، پس آپ انصار اور مہاجرین کو برکت عطا فرما۔''

تشریح: حدیث میں مدینہ شریف کے اردگرد خندق کھودنے کا ذکر ہے۔ یہی ترجمۃ الباب ہے۔

٢٨٣٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ وَ هُوَ يَقُوْلُ: ((لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا)).

[أطرافه في: ٢٨٣٧، ٣٠٣٤، ٤١٠٤، ٤١٠٦، ٦٦٢٠، ٧٢٣٦] [مسلم: ٤٦٧٠، ٤٦٧١]

(۲۸۳۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ (خندق کھودتے ہوئے مٹی) اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی'' یعنی تو ہدایت گر نہ ہوتا تو نہ ملتی ہم کو راہ۔

تشریح: یہ جنگ شوال ۵ھ میں ہوئی تھی، جس میں جملہ اقوام عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یلغار کی تھی مگر اللہ نے ان کو ذلیل کر کے لوٹا دیا۔ سورۂ احزاب میں اس جنگ کے کچھ لرزہ خیز کوائف مذکور ہوئے ہیں۔

٢٨٣٧۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ:

((لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

(۲۸۳۷) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ احزاب (خندق) کے موقع پر دیکھا کہ آپ ﷺ مٹی (خندق کھودنے کی وجہ سے جو نکلتی تھی) خود ڈھو رہے تھے، مٹی سے آپ کے پیٹ کی سفیدی چھپ گئی تھی اور آپ یہ شعر کہہ رہے تھے

تو ہدایت گر نہ ہوتا تو کہاں ملتی نجات
کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوۃ
اب اتار ہم پر تسلی اے شہ عالی صفات

وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا))

[راجع: ٢٨٣٦]

پاؤں جموا دے ہمارے ، دے لڑائی میں ثبات
بے سبب ہم پر یہ کافر ظلم سے چڑھ آتے ہیں
جب وہ بہکائیں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

تشریح: حدیث میں ذکر کردہ آخری الفاظ ((ان الالی قد بغوا علینا)) کا مطلب یہ کہ یا اللہ! دشمنوں نے خواہ مخواہ ہمارے خلاف قدم اٹھایا اور ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے، اس لئے مجبوراً ہم کو ان کے جواب میں میدان میں آنا پڑا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جنگ مدافعانہ ہوتی ہے جس کا مقصد عظیم فتنہ فساد کو فرو کر کے امن وامان کی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام پر قتل وغارت گری کا الزام لگاتے ہیں وہ حق سے سراسر ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔

بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ

باب: جو شخص کسی معقول عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا

٢٨٣٨ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفاه في: ٢٨٣٩، ٤٤٢٣]

(٢٨٣٨) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے۔

٢٨٣٩ـ ح: وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ـ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ـ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ: ((إِنَّ أَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ)). وَقَالَ مُوْسَى: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: الْأَوَّلُ عِنْدِيْ أَصَحُّ. [راجع: ٢٨٣٨] [ابو داود: ٢٥٠٨]

(٢٨٣٩) (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی دوسری سند بیان کرتے ہیں کہ) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، یہ زید کے بیٹے ہیں، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ (تبوک) پر تھے تو آپ نے فرمایا: ”کچھ لوگ مدینہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ہم کسی بھی گھاٹی یا وادی میں (جہاد کے لئے) چلیں وہ ثواب میں ہمارے ساتھ ہیں کہ وہ صرف عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں آ سکے۔“ اور موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے حمید نے، ان سے موسیٰ بن انس نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی سند زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: پہلی سند وہ جس میں حمید اور انس کے درمیان موسیٰ بن انس کا واسطہ نہیں ہے یہی زیادہ صحیح ہے جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں کچھ واقعی ایسے مخلص تھے جن کے عذرات صحیح تھے، وہ دل سے شرکت چاہتے تھے مگر مجبوراً پیچھے رہ گئے، ان ہی کے بارے میں آپ نے یہ بشارت پیش فرمائی۔ ترجمہ اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

باب: جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت

٢٨٤٠ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَسُهَيْلُ بْنُ أَبِيْ صَالِحٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ بَعَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا)). [مسلم: ٢٧١١؛ ترمذي: ١٦٢٣؛ نسائي: ٢٢٤٧، ٢٢٥٢؛ ابن ماجه: ١٧١٧]

(۲۸۴۰) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح نے خبر دی، ان دونوں حضرات نے نعمان بن ابی عیاش سے سنا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، آپ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن بھی روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کی دوری تک دور کر دے گا۔“

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں لفظ فی سبیل اللہ زیادہ تر جہاد ہی کے لئے بولا گیا ہے۔ حدیث مذکور میں بھی جہاد کرتے ہوئے روزہ رکھنا مراد ہے جس سے نفلی روزہ مراد ہے اور اسی کی یہ فضیلت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد مجاہد کا روزہ اور مرد مجاہد کی نماز بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

باب: اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

٢٨٤١ـ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ أَيْ فُلُ! هَلُمَّ)) قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوَى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ)). [راجع: ١٨٩٧] [مسلم: ٢٣٧٣]

(۲۸۴۱) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا یحییٰ سے، وہ ابو سلمہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائے گا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ۔“ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ! پھر اس شخص کو کوئی خوف نہیں رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو گے۔“

تشریح: اس حدیث میں بھی لفظ فی سبیل اللہ سے جہاد ہی مراد ہے جوڑا خرچ کرنے سے مراد ہے کہ جو چیز بھی دی وہ کم از کم دو دو کی تعداد میں دی اس پر یہ فضیلت ہے۔

٢٨٤٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا

(۲۸۴۲) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلیح نے بیان کیا،

فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ)) ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا فَبَدَأَ بِإِحْدَاهُمَا وَثَنَّى بِالْأُخْرَى فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ قُلْنَا: يُوحَى إِلَيْهِ وَسَكَتَ النَّاسُ كَأَنَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرَ ثُمَّ إِنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ: ((أَيْنَ السَّائِلُ آنِفًا أَوَخَيْرٌ هُوَ؟ ثَلَاثًا۔ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِالْخَيْرِ وَإِنَّهُ كُلَّمَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْهُ بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالْآكِلِ لَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [راجع: ٩٢١]

ان سے ہلال نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ”میرے بعد تم پر دنیا کی جو برکتیں کھول دی جائیں گی، میں تمہارے بارے میں ان سے ڈر رہا ہوں کہ (کہیں تم ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ)“ اس کے بعد آپ نے دنیا کی رنگینیوں کا ذکر فرمایا۔ پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا پھر اس کی رنگینیوں کو بیان فرمایا، اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بھلائی برائی پیدا کر دے گی۔ آپ اس پر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ سب لوگ خاموش ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ اس کے بعد آپ نے چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور دریافت فرمایا: ”سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی (مال اور دنیا کی برکات) خیر ہے؟ تین مرتبہ آپ نے یہی جملہ دہرایا پھر فرمایا: دیکھو بہار کے موسم میں جب ہری گھاس پیدا ہوتی ہے، وہ جانور کو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے مگر وہ جانور بچ جاتا ہے جو ہری ہری دوب چرتا ہے، کوکھیں بھرتے ہی سورج کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے۔ لید، گوبر پیشاب کرتا ہے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد اور چرتا ہے، اسی طرح یہ مال بھی ہرا ابھرا اور شیریں ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جسے اس نے حلال طریقوں سے جمع کیا ہو اور پھر اسے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے وقف کر دیا ہو لیکن جو شخص ناجائز طریقوں سے جمع کرتا ہے تو وہ ایک ایسا کھانے والا ہے جو کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ بن کر آئے گا۔“

بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ

باب: جو شخص غازی کا سامان تیار کر دے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے، اس کی فضیلت

٢٨٤٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ،

(٢٨٤٣) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا،

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللَّهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا)). [مسلم: ٩٠٠٢، ٩٠٠٣؛ ابوداود: ٢٥٠٩؛ ترمذي: ١٦٢٨، ١٦٣١؛ نسائي: ٣١٨٠، ٣١٨١]

ہم سے حسین نے بیان کیا، کہا مجھ سے یحیٰی نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے بسر بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن خالد ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والے کو سازوسامان دیا تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا۔“

٢٨٤٤۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ فَقِيْلَ لَهُ فَقَالَ: ((إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوْهَا مَعِي)). [مسلم: ٦٣١٩]

(٢٨٤٤) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں اپنی بیویوں کے سوا اور کسی کے گھر نہیں جایا کرتے تھے مگر ام سلیم کے پاس جاتے۔ آنحضرت ﷺ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”مجھے اس پر رحم آتا ہے، اس کا بھائی (حرام بن ملحان ؓ) میرے کام میں شہید کر دیا گیا۔“

تشریح: وہ ستر قاری مبلغین صحابہ قبائل رعل وذکوان وغیرہ نے جن کو دھوکا سے شہید کر دیا تھا، ان میں اولین شہید یہی حرام بن ملحان ؓ تھے۔ علما نے ام سلیم کو آپ کی رضاعی خالہ بھی بتلایا ہے۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں:

”على انها كانت محرما له ﷺ واختلفوا فى كيفية ذلك فقال ابن عبدالبر وغيره كانت احدى خالاته ﷺ من الرضاعة وقال اخرون بل كانت خاله لابيه او لجده لان عبدالمطلب كانت امه من بنى النجار۔“ (نووی)

یعنی ام سلیم آپ کے لئے محرم تھی بعض لوگوں نے ان کو آپ کی خالہ بتلایا ہے اور رضاعی بھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد یا آپ کے دادا کی خالہ تھیں، اس لئے کہ عبدالمطلب کی والدہ ماجدہ بنو نجار سے تھیں۔

بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

باب: جنگ کے موقع پر خوشبو ملنا

٢٨٤٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ أَنَسٍ قَالَ: وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ: أَتَى أَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ فَقَالَ: يَا عَمِّ! مَا يَحْبِسُكَ أَنْ لَا تَجِيْءَ؟ قَالَ: الْآنَ يَا ابْنَ أَخِي

(٢٨٤٥) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن انس نے بیان کیا جنگ یمامہ کا وہ ذکر کر رہے تھے، بیان کیا کہ انس بن مالک ؓ ثابت بن قیس ؓ کے یہاں گئے، انہوں نے اپنی ران کھول رکھی تھی اور خوشبو لگا رہے تھے۔ انس ؓ نے کہا چچا اب تک آپ جنگ میں کیوں تشریف نہیں لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹے ابھی آتا ہوں

وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِي مِنَ الْحَنُوطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ انْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ: هَكَذَا عَنْ وُجُوهِنَا حَتَّى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هَكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ.

اور وہ پھر خوشبو لگانے لگے پھر (کفن پہن کر) تشریف لائے اور بیٹھ گئے (مراد صف میں شرکت سے ہے) انس رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے کچھ کمزوری کے آثار کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم کافروں سے دست بدست لڑیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایسا کبھی نہیں کرتے تھے۔ (یعنی پہلی صف کے لوگ ڈٹ کر لڑتے تھے کمزوری کا ہرگز مظاہرہ نہیں ہونے دیتے تھے) تم نے اپنے دشمنوں کو بہت بری چیز کا عادی بنا دیا ہے (تم جنگ کے موقع پر پیچھے ہٹ گئے) وہ حملہ کرنے لگے۔ اس حدیث کو حماد نے ثابت سے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

تشریح: جنگ یمامہ بزمانہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۲ھ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت سے لڑی گئی تھی۔ تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ

باب: دشمنوں کی خبر لانے والے دستہ کی فضیلت

تشریح: لفظ طلیعة کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں: "ای من یبعث الی العدو لیطلع علی احوالھم وھو اسم جنس لیشمل الواحد فما فوقه۔" (فتح الباری) یعنی جو شخص دشمنوں کے حالات کی اطلاع حاصل کرنے کے لئے بھیجا جائے اور یہ اسم جنس ہے جو واحد اور جمع سب پر مشتمل ہے۔

٢٨٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ)) فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ)) فَقَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)). [أطرافه في: ٢٨٤٧، ٢٩٩٧، ٣٧١٩، ٤١١٣، ٧٢٦١] [مسلم: ٦٢٤٤؛ ترمذي: ٣٧٤٥؛ ابن ماجه: ١٢٢]

(۲۸۴۶) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق کے دن فرمایا: "دشمن کے لشکر کی خبر میرے پاس کون لا سکتا ہے؟" (دشمن سے مراد یہاں بنوقریظہ تھے) زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ آپ نے دوبارہ پھر پوچھا: "دشمن کے لشکر کی خبریں کون لا سکے گا؟" اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کے حواری (سچے مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔"

بَابٌ: هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ؟

باب: کیا جاسوسی کے لئے کسی ایک شخص کو بھیجا جا سکتا ہے؟

٢٨٤٧۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: نَدَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ قَالَ صَدَقَةُ: أَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ)). [راجع: ٢٨٤٦] [مسلم: ٦٢٤٣]

(۲۸۴۷) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، کہا ہم سے ابن منکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو (بنی قریظہ کی خبر لانے کے لئے) دعوت دی۔ صدقہ (امام بخاری کے استاذ) نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر لبیک کہا پھر آپ نے بلایا اور زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا پھر تیسری بار آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام (رضی اللہ عنہ) ہیں۔''

بَابُ سَفَرِ الْإِثْنَيْنِ

باب: دو آدمیوں کا مل کر سفر کرنا

٢٨٤٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ: انْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَنَا أَنَا وَصَاحِبٍ لِي: ((أَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا)). [راجع: ٦٢٨]

(۲۸۴۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوشہاب نے بیان کیا، ان سے خالد حذا نے ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے یہاں سے وطن کے لئے واپس لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: ایک میں تھا اور دوسرے میرے ساتھی ''(ہر نماز کے وقت) اذان پکارنا اور اقامت کہنا اور تم دونوں میں جو بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔''

تشریح: یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ اس کو اس لئے لائے کہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے اور دو شخص سفر کرنے والے دو شیطان ہیں اور تین شخص جماعت۔ اس حدیث کی رو سے بعض نے دو شخصوں کا سفر مکروہ رکھا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی حدیث سے اس کا جواز نکالا معلوم ہوا کہ ضرورت سے دو آدمی بھی سفر کر سکتے ہیں۔

بَابٌ: اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

باب: قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت بندھی ہوئی ہے

تشریح: سواری کے جانوروں میں گھوڑے کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، یہ جانور اپنی وفاشعاری و فرمانبرداری کے لحاظ سے انسانوں کے لئے ہمیشہ سے ایک محبوب جانور رہا ہے۔ جنگ میں گھوڑے سے سواری کی خدمت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آج بھی جبکہ آج کے مشینی دور میں بہتر سے بہتر سواریاں ایجاد میں آ چکی ہیں، قدم قدم پر موٹر و ہوائی جہاز موجود ہیں مگر گھوڑے کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔ لشکروں کی زینت جو گھوڑے کے ساتھ وابستہ ہے دوسری سواریوں کے ساتھ نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی حکومت ایسی نہیں جس میں گھوڑ سوار فوج کا دستہ نہ ہو۔ اسلام نے نہ صرف جنگ و جہاد بلکہ رفاہ عامہ کے لئے بھی گھوڑا پالنے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ بہت سے ایسے مقامات جہاں مشینی سواریوں کی پہنچ نہیں ہوتی گھوڑا وہاں تک رسائی پا لینے میں مشہور ہے۔ ان جملہ احادیث میں گھوڑے کی فضیلت ان ہی خوبیوں کی بنا پر وارد ہوئی ہے۔ خاص طور پر جبکہ پہلے زمانوں میں یہی جانور جنگ

میں بہادروں کا مونس جان ہوتا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر سے مجاہدین کے گھوڑے بڑی فضیلت رکھتے ہیں اور ان ہی پر ان جملہ سواریوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے جو آج مشینی سواریاں، بحری و بری و فضائی مقابلوں میں استعمال میں آتی ہیں۔ آج کے مشینی دور میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ جو قومیں اپنے آلات جنگ میں زیادہ تعداد ایسے ہی آلات کی مہیا کرتی ہیں، وہی قومیں آج فتح یاب ہوتی ہیں اور جن کے پاس یہ آلات نہیں ہوتے وہ بے حد کمزور تصور کی جاتی ہیں۔ آج کی دنیا میں امریکہ اور روس کا نام اس لئے روشن ہے کہ وہ اس قسم کے آلات مہیا کرنے میں دنیا کی سب قوموں سے آگے ہیں۔ الفاظ باب میں خیر سے مراد ہر بھلائی اور مال بھی مراد ہے۔ عموماً اہل عرب خیر کا لفظ مال پر بولتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں لفظ ﴿اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ﴾ (۲/البقرۃ:۱۸۰) میں خیر سے مال ہی مراد ہے۔

٢٨٤٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)). [طرفه في: ٣٦٤٤] [مسلم: ٤٨٤٥]

(۲۸۴۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت وابستہ رہے گی۔'' (کیونکہ اس سے جہاد میں کام لیا جاتا رہے گا)۔

٢٨٥٠۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ. وَتَابَعَهُ مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ. [أطرافه في: ٢٨٥٢، ٣١١٩، ٣٦٤٣] [مسلم: ٤٨٤٩، ٤٨٥٠؛ نسائي: ٣٥٧٦، ٣٥٧٩؛ ابن ماجه: ٢٧٨٦]

(۲۸۵۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حصین اور ابن ابی السفر نے، ان سے شعبی نے اور ان سے عروہ بن جعد رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت بندھی رہے گی۔'' سلیمان نے شعبہ کے واسطہ سے بیان کیا کہ ان سے عروہ بن ابی الجعد نے۔ اس روایت کی متابعت (جس میں بجائے ابن الجعد کے ابن ابی الجعد ہے) مسدد نے ہشیم سے کی، ان سے حصین نے، ان سے شعبی نے اور ان سے عروہ بن ابی الجعد نے۔

تشریح: سعد نے بھی ابی الجعد کہا۔ ابن مدینی نے بھی اسی کو ٹھیک کہا ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابو الجعد کا نام سعد تھا۔ سلیمان کی روایت ابو نعیم کے مستخرج میں اور مسدد کی روایت ان کے مسند میں موصول ہے۔

٢٨٥١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ)). [طرفه في: ٣٦٤٥] [مسلم: ٤٨٥٤؛

(۲۸۵۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے ان سے ابو التیاح نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گھوڑے کی پیشانی میں برکت بندھی ہوئی ہے۔''

نسائي: ٣٥٧٣]

بَابٌ: اَلْجِهَادُ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)).

باب: مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا ظالم اس کی قیادت میں جہاد ہمیشہ ہوتا رہے گا

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر و برکت قائم رہے گی۔“

تشریح: اور گھوڑا اسی لئے متبرک ہے کہ وہ آلہ جہاد ہے تو معلوم ہوا کہ جہاد بھی قیامت تک ہوتا رہے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوداؤد کی یہ حدیث نہ لا سکے کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر ایک بادشاہ اسلام کے ساتھ خواہ وہ نیک ہو یا بد گو کبیرہ گناہ کرتا ہو اور انس کی یہ حدیث کہ جہاد جب سے اللہ نے مجھ کو بھیجا قیامت تک قائم رہے گا۔ اخیر میری امت دجال سے لڑے گی، کسی ظالم کے ظلم یا عادل کے عدل سے جہاد باطل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دونوں حدیثیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے موافق نہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ جہاد امام عادل ہو یا فاسق ہر دو کے ساتھ درست ہے۔

٢٨٥٢- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ)). [راجع: ٢٨٥٠]

(۲۸۵۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا ہم سے عامر نے، کہا ہم سے عروہ بارقی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **”خیر و برکت قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ بندھی رہے گی یعنی آخرت میں ثواب اور دنیا میں مال غنیمت ملتا رہے گا۔“**

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گھوڑے میں خیر و برکت کے متعلق حدیث آئی ہے وہ اس کے آلہ جہاد ہونے کی وجہ سے ہے اور جب قیامت تک اس میں خیر و برکت قائم رہے گی تو اس سے نکلا کہ جہاد کا حکم بھی قیامت تک باقی رہے گا اور چونکہ قیامت تک آنے والا دور ہر اچھا اور برا دونوں ہو گا اس لئے مسلمانوں کے امرا بھی اسلامی شریعت کے پوری طرح پابند ہوں گے اور کبھی ایسے نہیں ہوں گے لیکن جہاد کا سلسلہ کبھی بند نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دنیا و آخرت میں سربلندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اسلامی مفاد کے پیش نظر ظالم حکمرانوں کی قیادت میں جہاد کیا جاتا رہے گا۔

بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِقَوْلِهِ: ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾

باب: جو شخص جہاد کی نیت سے (گھوڑا پالے) اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ کی تعمیل میں

٢٨٥٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِيمَانًا بِاللَّهِ

(۲۸۵۳) ہم سے علی بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے امام عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، کہا مجھ کو طلحہ بن ابی سعید نے خبر دی، کہا کہ میں نے سعید مقبری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **”جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں**

وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). [نسائي: ٣٥٨٤]

(جہاد کے لئے) گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہوگا اور سب پر اس کو ثواب ملے گا۔"

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں: "فی هذا الحديث جواز وقف الخيل للمدافعة عن المسلمين وليستنبط منه جواز وقف غير الخيل من المنقولات ومن غير المنقولات من باب اولى۔" (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دشمنوں کی مدافعت کے لئے گھوڑے کو وقف کرنا جائز ہے، اسی سے گھوڑے کے سوا اور بھی جائیداد منقولہ کا وقف کرنا ثابت ہوا، جائیداد غیر منقولہ کا وقف تو بہر صورت بہتر ہے۔ دورہ حاضر میں مشینی آلات حرب و ضرب بہت سی قسموں کے وجود میں آچکے ہیں جن کے بغیر آج میدان میں کامیابی مشکل ہے، اسی لئے اقوام عالم ان آلات کی فراہمی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جب بھی کبھی کسی بھی جگہ اسلامی قواعد کے تحت جہاد کا موقع ہوگا، ان آلات کی ضرورت ہوگی اور ان کی فراہمی سب پر مقدم ہوگی۔ اس لحاظ سے ایسے مواقع پر ان سب کی فراہمی بھی دور رسالت میں گھوڑوں کی فراہمی جیسے ثواب کا موجب ہوگی۔ ان شاء الله تعالیٰ۔

بَابُ اسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ

٢٨٥٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَخَلَّفَ أَبُو قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ أَصْحَابِهِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوهُ حَتَّى رَآهُ أَبُو قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ يُقَالُ لَهَا: الْجَرَادَةُ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَتَنَاوَلَهُ فَحَمَلَ فَعَقَرَهُ ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوا فَنَدِمُوا فَلَمَّا أَدْرَكُوهُ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ)) قَالَ: مَعَنَا رِجْلُهُ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَأَكَلَهَا. [راجع: ١٨٢١]

باب: گھوڑوں اور گدھوں کا نام رکھنا

(۲۸۵۴) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا ہم سے فضیل بن سلیمان بیان کیا، ان سے ابو حازم نے، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (صلح حدیبیہ کے موقع) پر نکلے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے ان کے دوسرے تمام ساتھی تو محرم تھے لیکن انہوں نے خود احرام نہیں باندھا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے اس پر نظر پڑنے سے پہلے ان حضرات کی نظر اگرچہ اس پر پڑی تھی لیکن انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، ان کے گھوڑے کا نام جرادہ تھا، اس کے بعد انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی ان کا کوڑا اٹھا کر انہیں دے دے (جسے لئے بغیر وہ سوار ہو گئے تھے) ان لوگوں نے اس سے انکار کیا (محرم ہونے کی وجہ سے) اس لئے انہوں نے خود ہی لے لیا اور گورخر پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں انہوں نے خود بھی اس کا گوشت کھایا اور دوسرے ساتھیوں نے بھی کھایا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب یہ لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے آپ نے پوچھا: "کیا اس کا گوشت تمہارے پاس بچا ہوا باقی ہے؟" اور قتادہ نے کہا کہ ہاں اس کی ایک ران ہمارے ساتھ باقی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی وہ گوشت کھایا۔

تشریح: گھوڑے کا نام جرادہ تھا، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

٢٨٥٥۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ: اللُّحَيْفُ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اللُّخَيْفُ بِالْخَاءِ.

(۲۸۵۵) ہم سے علی بن عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابی بن عباس بن سہل نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے ان کے دادا (سہل بن سعد ساعدی ؓ) سے بیان کیا کہ ہمارے باغ میں نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا رہتا تھا جس کا نام لُحَیف تھا۔ امام بخاری ؒ فرماتے ہیں کہ بعض نے اللُّخَیف بتایا ہے۔

٢٨٥٦۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ: عُفَيْرٌ فَقَالَ: ((يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ؟ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟)) قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ: ((فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)) فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ: ((لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا)). [أطرافه في: ٥٩٦٧، ٦٢٦٧، ٦٥٠٠، ٧٣٧٣] [مسلم: ١٤٤].

(۲۸۵۶) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن آدم سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالاحوص نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے، ان سے عمرو بن میمون نے اور ان سے معاذ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جس گدھے پر سوار تھے، میں اس پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس گدھے کا نام عُفَیر تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ اسے عذاب نہ دے۔'' میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو ورنہ وہ خالی اعتماد کر بیٹھیں گے۔'' (اور نیک اعمال سے غافل ہو جائیں گے)۔

تشریح: یہاں گدھے کا نام عفیر مذکور ہے، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حدیث ہذا سے شرک کی انتہائی مذمت اور توحید کی انتہائی خوبی بھی ثابت ہوئی۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مذکور ہے کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے جو شخص بحالت شرک دنیا سے چلا گیا، اس کے لئے جنت قطعاً حرام ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے نار دوزخ میں جلتا رہے گا۔ صد افسوس کہ کتنے نام نہاد مسلمان ہیں جو قرآن مجید پڑھنے کے باوجود اندھے ہو کر شرکیہ کاموں میں گرفتار ہیں بلکہ بت پرستوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو قبروں میں دفن شدہ بزرگوں سے حاجات طلب کرتے، دور دراز سے ان کی دہائی دیتے اور ان کے ناموں کی نذر نیاز کرتے ہیں اور ایسے ایسے غلط اعتقاد بزرگوں کے بارے میں رکھتے ہیں جو اعتقاد کھلے ہوئے شرکیہ اعتقاد ہیں اور جو بت پرستوں کو ہی زیب دیتے ہیں مگر نام نہاد مسلمانوں نے اسلام کو برباد کر دیا ہے "هداهم الله الى صراط مستقيم" توحید و شرک کی تفصیلات کے لئے تقویۃ الایمان کا مطالعہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

٢٨٥٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ،

(۲۸۵۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ لَهُ: مَنْدُوبٌ فَقَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)). [راجع: ٢٦٢٧]

ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے قتادہ سے سنا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا (ایک رات) مدینہ میں کچھ خطرہ سا محسوس ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ہمارا (ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا جو آپ کے عزیز تھے) گھوڑا منگوایا، گھوڑے کا نام مندوب تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”خطرہ تو ہم نے کوئی نہیں دیکھا البتہ اس گھوڑے کو ہم نے سمندر پایا ہے۔“

تشریح: ایک دفعہ مدینہ میں رات کو ایسا خیال لوگوں کو ہوا کہ اچانک کسی دشمن نے شہر پر حملہ کر دیا ہے، نبی کریم ﷺ خود بنفس نفیس مندوب گھوڑے پر سوار ہو کر اندھیری رات میں اس کی تحقیق کے لئے نکلے مگر اس افواہ کو آپ نے غلط پایا، یہی واقعہ یہاں مذکور ہے۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ

باب: اس بیان میں کہ بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں

٢٨٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ)). [راجع: ٢٠٩٩]

(٢٨٥٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تھا کہ ”نحوست صرف تین ہی چیزوں میں ہوتی ہے، گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔“

[مسلم: ٥٨٠٦، ٥٨٠٩]

تشریح: یعنی اگر نحوست کوئی چیز ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی جیسے آگے کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بدفالی کوئی چیز نہیں اگر ہو تو گھر اور گھوڑے اور عورت میں ہوگی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے نکالا کہ دو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے گھوڑے اور عورت اور گھر میں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت غصے ہوئیں اور کہنے لگیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپ نے جاہلیت والوں کا یہ خیال بیان فرمایا تھا کہ وہ ان چیزوں میں نحوست کے قائل تھے۔ علما نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ واقعی ان چیزوں میں نحوست کوئی شے ہے یا نہیں، اکثر نے انکار کیا ہے کیونکہ دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے نہ چھوت کوئی چیز نہ تیرہ تیزی اور بعض نے کہا کہ نحوست سے یہ مراد ہے کہ گھوڑا بدذات، کاہل شریر، بسیار خور ہو یا عورت بدزبان بدرو یہ ہو یا گھر تنگ اور بے ہوا اور گندہ ہو۔ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے آپ سے ایک شخص نے بیان کیا یا رسول اللہ! ہم ایک گھر میں جا کر رہے تو ہمارا شمار کم ہو گیا، مال گھٹ گیا۔ آپ نے فرمایا ایسے برے گھر کو چھوڑ دو۔ (وحیدی) حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"باب ما یذکر من شؤم الفرس ای هل هو علی عمومه او مخصوص ببعض الخیل وهل هو علی ظاهره او مأول؟ وقد اشار بایراد حدیث سهل بعد حدیث ابن عمر الی ان الحصر الذی فی حدیث ابن عمر لیس علی ظاهره و بترجمة الباب الذی بعده وهی الخیل لثلاثة الی ان الشؤم مخصوص ببعض الخیل دون بعض وکل ذلك من لطیف نظره ودقیق فکره قال الکرمانی فان قلت الشؤم قد یکون فی غیرها فما معنی الحصر قال الخطابی الیمن والشؤم علامتان لما یصیب الانسان من الخیر والشر ولا یکون شیء من ذلك الا بقضاء الله الی آخره۔" (فتح جلد٦ صفحه ٧٥)

یعنی باب جس میں گھوڑے کی نحوست کا ذکر ہے وہ اپنے عموم پر ہے یا اس سے بعض گھوڑے مراد ہیں اور کہا وہ ظاہر پر ہے یا اس کی تاویل کی گئی ہے اور امام بخاری ؒ نے حدیث ابن عمر ؓ کے بعد حدیث سہل لا کر اشارہ فرمایا ہے کہ حدیث ابن عمر ؓ کا حصر اپنے ظاہر پر نہیں ہے اور ترجمۃ الباب جو بعد میں ہے جس میں ہے کہ گھوڑا تین قسم کے آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نحوست عام نہیں ہے بلکہ بعض گھوڑوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے اور یہ امام بخاری ؒ کی باریک نظری ہے اور آپ ؒ کی گہری فکر ہے (جو ایک مجتہد مطلق کی شان کے عین لائق ہے) اگر کوئی کہے کہ نحوست اس کے غیر میں حصر کے معنی میں آتی ہے تو اس کے جواب میں خطابی نے کہا ہے کہ برکت اور نحوست دو ایسی علامتیں ہیں جو خیر اور شر سے انسان کو پہنچتی ہیں اور ان میں سے بغیر اللہ کے فیصلہ کے کوئی بھی چیز لاحق نہیں ہو سکتی اور مذکورہ تینوں چیزیں محل اور ظروف ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی طبعاً برکت یا نحوست نہیں رکھتی ہاں اگر ان کو استعمال کرتے وقت ایسی چیز پیش آ جائے تو وہ چیز ان کی طرف منسوب ہو جاتی ہے، مکان میں سکونت کرنی پڑتی ہے، عورت کے ساتھ گزران کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور کبھی ضرورت کے لئے گھوڑا پالنا پڑتا ہے تو ان کے ساتھ بعض مواقع پر برکت یا نحوست اضافی چیزیں ہیں ورنہ جو کچھ ہوتا ہے صرف اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورت کی نحوست سے یہ مراد ہے کہ وہ بانجھ رہ جائے اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ کبھی اس پر چڑھ کر جہاد کا موقع نصیب نہ ہو اور گھر کی یہ کہ کوئی پڑوسی برا مل جائے اور یہ بھی سب کچھ اللہ کے قضا و قدر کے تحت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے اس بحث کا خاتمہ اس آیت پر فرمایا تھا: ﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ﴾ (۵۷/ الحدید: ۲۲) یعنی زمین میں یا تمہارے نفسوں میں تم پر کوئی بھی مصیبت آئے وہ سب آنے سے پہلے ہی اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں درج شدہ ہیں، اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

٢٨٥٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ)). [طرفه في: ٥٠٩٥] [مسلم: ٥٨١٠؛ ابن ماجه: ١٩٩٤]

(۲۸۵۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے روایت کیا، انہوں نے ابو حازم بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد ساعدی ؓ سے روایت کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نحوست اگر ہوتی تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہوتی۔“

بَابٌ: اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ

باب: گھوڑے کے رکھنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ٨]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”اور گھوڑے، خچر اور گدھے (اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے) تا کہ تم ان پر سوار بھی ہوا کرو اور زینت بھی رہے۔“

تشریح: امام بخاری ؒ نے یہ آیت لا کر اس طرف اشارہ کیا کہ اگر زیب و زینت کے لئے کوئی گھوڑا رکھے تو جائز ہے بشرطیکہ تکبر اور غرور نہ کرے اور گناہ کا کام ان سے نہ لے۔

٢٨٦٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ

(۲۸۶۰) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ابو صالح سمان نے اور ان سے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَطَالَ فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ أَرْوَاثُهَا وَآثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ عَلَى ذَلِكَ)) وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ؟ فَقَالَ: ((مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾)). [الزلزلة: ۷، ۸] [راجع: ۲۳۷۱]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑے کے مالک تین طرح کے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے وہ باعث اجر وثواب ہیں، بعضوں کے لئے وہ صرف پردہ ہیں اور بعضوں کے لئے وبال جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر وثواب کا باعث ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کی نیت سے اسے پالتا ہے پھر جہاں خوب چری ہوتی ہے یا (یہ فرمایا کہ) کسی شاداب جگہ اس کی رسی کو خوب لمبی کر کے باندھتا ہے (تاکہ چاروں طرف سے چر سکے) تو گھوڑا اس کی چری کی جگہ سے یا اس شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی تڑا کر ایک زغن یا دو زغن لگائے تو اس کی لید اور اس کے قدموں کے نشانوں میں بھی مالک کے لئے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا نہر سے گزرے اور اس میں سے پانی پی لے تو اگرچہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر بھی اس سے اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال جان ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”مجھ پر اس جامع اور منفرد آیت کے سوا ان کے متعلق اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ”جو کوئی ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔“

تشریح: اس روایت میں اس کا ذکر چھوڑ دیا جس کے لئے ثواب ہے نہ عذاب۔ دوسری روایت میں اس کا بیان ہے۔ وہ شخص ہے جو اپنی تونگری کی وجہ سے اور اس لئے کہ کسی سے سواری مانگنا نہ پڑے باندھے پھر اللہ کا حق فراموش نہ کرے یعنی تھکے ماندے محتاج کو ضرورت کے وقت سوار کرا دے، کوئی مسلمان عاریتاً مانگے تو اس کو دے دے۔ آیت مذکورہ کو بیان فرما کر آپ نے لوگوں کو استنباط احکام کا طریقہ بتلایا کہ تم لوگ آیت اور احادیث سے استدلال کر سکتے ہو۔

بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْغَزْوِ

باب: جہاد میں دوسرے کے جانور کو مارنا

۲۸۶۱۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ:

(۲۸۶۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عقیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوالمتوکل ناجی (علی بن داؤد)

أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ الأَنْصَارِيَّ فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ أَبُوْ عَقِيْلٍ: لَا أَدْرِيْ غَزْوَةً أَوْ عُمْرَةً فَلَمَّا أَنْ أَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَعَجَّلَ إِلَى أَهْلِهِ فَلْيَتَعَجَّلْ)) قَالَ جَابِرٌ: فَأَقْبَلْنَا وَأَنَا عَلَى جَمَلٍ لِيْ أَرْمَكَ لَيْسَ فِيْهَا شِيَةٌ وَالنَّاسُ خَلْفِيْ فَبَيْنَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ قَامَ عَلَيَّ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا جَابِرُ! اسْتَمْسِكْ)) فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِيْرُ مَكَانَهُ فَقَالَ: ((أَتَبِيْعُ الْجَمَلَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَسْجِدَ فِيْ طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ لَهُ: هَذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُوْلُ: ((الْجَمَلُ جَمَلُنَا)) فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ أَوَاقِيَ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ: ((أَعْطُوْهَا جَابِرًا)) ثُمَّ قَالَ: ((اسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: ((الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ)). [راجع: ٤٤٣]

نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے، ان میں سے مجھ سے بھی کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں حضور اکرم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھا۔ ابوعقیل راوی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں (یہ سفر) جہاد کے لئے تھا یا عمرہ کے لئے (واپس ہوتے ہوئے) جب (مدینہ منورہ) دکھائی دینے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر میں جلدی جانا چاہے وہ جا سکتا ہے۔'' جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ہم آگے بڑھے۔ میں اپنے ایک سیاہی مائل سرخ بے داغ اونٹ پر سوار تھا دوسرے لوگ میرے پیچھے رہ گئے، میں اسی طرح چل رہا تھا کہ اونٹ رک گیا (تھک کر) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جابر! اپنا اونٹ تھام لے۔'' آپ نے اپنے گھوڑے سے اونٹ کو مارا، اونٹ کود کر چل نکلا پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ اونٹ بیچو گے؟'' میں نے کہا ہاں! جب مدینہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ کی خدمت میں پہنچا اور ''بلاط'' کے ایک کونے میں میں نے اونٹ کو باندھ دیا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یہ آپ کا اونٹ ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور اونٹ کو گھمانے لگے اور فرمایا: ''اونٹ تو ہمارا ہی ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے چند اوقیہ سونا مجھے دلوایا اور دریافت فرمایا: ''تم کو قیمت پوری مل گئی۔'' میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اب قیمت اور اونٹ (دونوں ہی تمہارے) ہیں۔''

تشریح: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یوں ہے آپ نے فرمایا ذرا اس کو بٹھا، میں نے بٹھایا پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ لکڑی تو مجھ کو دے، میں نے دی، آپ نے اس لکڑی سے اس کو کئی ٹھونسے دیئے، اس کے بعد فرمایا کہ سوار ہو جا۔ میں سوار ہو گیا۔ ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ آپ نے پرائے اونٹ یعنی جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کو مارا۔ بلاط وہ پتھر کا فرش مسجد کے سامنے تھا۔ یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا۔ ابن اسحاق نے غزوہ ذات الرقاع بتلایا ہے۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلَى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ

باب: سخت سرکش جانور اور نر گھوڑے کی سواری کرنا

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ: كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ

اور راشد بن سعد تابعی نے بیان کیا کہ صحابہ نر گھوڑے کی سواری پسند کیا

الْفُحُولَةَ لِأَنَّهَا أَجْرَى وَأَجْسَرُ.

کرتے تھے کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور بہادر بھی بہت ہوتا ہے۔

تشریح: عینی اور حافظ اور قسطلانی کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے وصل کیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ صحابہ حالت خوف میں مادیان کو بہتر سمجھتے تھے اور صفوف اور قلعوں پر حملہ کرنے میں نر گھوڑے کو۔ عینی نے کہا نبی کریم ﷺ سے ہمیشہ نر گھوڑے پر سواری منقول ہے۔ اسی طرح صحابہ میں صرف سعید سے یہ منقول ہے کہ وہ مادیان پر سوار ہوئے تھے۔

٢٨٦٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ: مَنْدُوبٌ فَرَكِبَهُ وَقَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)). [راجع: ٢٦٢٧]

(٢٨٦٢) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک ؓ نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے اور انہوں نے انس بن مالک ؓ سے سنا کہ مدینہ میں (ایک رات) کچھ خوف اور گھبراہٹ ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے ابوطلحہ کا ایک گھوڑا مانگ لیا۔ اس گھوڑے کا نام ''مندوب'' تھا آپ اس پر سوار ہوئے اور واپس آ کر فرمایا: ''خوف کی کوئی بات ہم نے نہیں دیکھی البتہ یہ گھوڑا کیا ہے دریا ہے!''

تشریح: اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے کیونکہ فرس تو عربی زبان میں نر اور مادہ دونوں کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ((ان وجدنا)) میں جو ضمیر مذکور ہے اس سے امام بخاری ؒ نے یہ نکالا کہ وہ گھوڑا تھا۔ اب باب کا یہ مطلب کہ شریر جانور پر سوار ہونا اس سے نکالا کہ نر اکثر مادیان کی بہ نسبت تیز اور شریر ہوتا ہے، اگرچہ کبھی مادہ نر سے بھی زیادہ شریر اور سخت ہوتی ہے۔ (وحیدی)

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ

باب: (غنیمت کے مال سے) گھوڑے کا حصہ کیا ملے گا

وَقَالَ مَالِكٌ: يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِينِ مِنْهَا لِقَوْلِهِ: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا﴾ وَلَا يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

امام مالک ؒ نے فرمایا کہ عربی اور ترکی گھوڑے سب برابر ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ''اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو سواری کے لئے بنایا۔'' اور ہر سوار کو ایک ہی گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا۔ (گو اس کے پاس کئی گھوڑے ہوں)۔

٢٨٦٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِاللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا. [طرفه في: ٤٢٢٨]

(٢٨٦٣) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابواسامہ سے، انہوں نے عبیداللہ عمری سے، انہوں نے نافع سے اور ان سے ابن عمر ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مال غنیمت سے) گھوڑے کے دو حصے لگائے تھے اور اس کے مالک کا ایک حصہ۔

تشریح: تو اللہ تعالیٰ نے عربی گھوڑے کی تخصیص نہیں کی۔ عربی اور ترکی سب گھوڑوں کو برابر حصہ ملے گا یعنی سوار کو تین حصے ملیں گے، پیدل کو ایک حصہ۔ اکثر اماموں اور اہلحدیث کا یہی قول ہے۔

بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي

باب: اگر کوئی لڑائی میں دوسرے کے جانور کو کھینچ

الْحَرْبِ

٢٨٦٤ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ: لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ إِنَّ هَوَازِنَ كَانُوا قَوْمًا رُمَاةً وَإِنَّا لَمَّا لَقِينَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوا فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُونَا بِالسِّهَامِ فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ))

کر چلائے

(۲۸۶۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سہل بن یوسف نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابو اسحاق نے کہ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا حنین کی لڑائی میں آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ براء رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں لیکن رسول اللہ ﷺ فرار نہیں ہوئے تھے۔ ہوازن کے لوگ (جن سے اس لڑائی میں مقابلہ تھا) بڑے تیر انداز تھے، جب ہمارا ان سے سامنا ہوا تو شروع میں ہم نے حملہ کر کے (انہیں شکست دے دی، پھر مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور دشمن نے تیروں کی بارش ہم پر شروع کر دی پھر بھی رسول کریم ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ میں نے دیکھا آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور آپ ﷺ یہ شعر فرما رہے تھے کہ ''میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔''

[أطرافه في: ٢٨٧٤، ٢٩٣٠، ٣٠٤٢، ٤٣١٥، ٤٣١٦، ٤٣١٧] [مسلم: ٤٦١٧]

تشریح: یعنی اللہ کا سچا رسول ہوں اور اللہ نے جو مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا وہ برحق ہے، اس لئے میں بھاگ جاؤں؟ یہ نہیں ہو سکتا مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ شعر میں یوں کیا ہے۔

ہوں میں پیغمبر بلا شک و خطر ☆ اور عبد المطلب کا ہوں پسر

مزید تفصیل جنگ حنین کے حالات میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بَابُ الرِّكَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ

٢٨٦٥ـ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [راجع: ١٦٦]

باب: جانور پر رکاب یا غرز لگانا

(۲۸۶۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنا پائے مبارک غرز (رکاب) میں ڈالا اور اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی اٹھ گئی تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس لبیک کہا (احرام باندھا)۔

تشریح: غرز بھی رکاب ہی کو کہتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ رکاب اگر لوہے کا ہو یا لکڑی کا تو اسے رکاب کہتے ہیں لیکن اگر چمڑے کا ہو تو اسے غرز کہتے ہیں۔ بعض نے کہا رکاب گھوڑے میں ہوتی ہے اور غرز اونٹ میں۔

بَابُ رُكُوبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ

باب: گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونا

٢٨٦٦ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: اسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ. [راجع: ٢٦٢٧]

(٢٨٦٦) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر، جس پر زین نہیں تھی، سوار ہو کر صحابہ سے آگے نکل گئے تھے۔ آنحضور ﷺ کی گردن مبارک میں تلوار لٹک رہی تھی۔

تشریح: سبحان اللہ! یہ حسن و جمال اور یہ شجاعت اور بہادری ننگی پیٹھ گھوڑے پر سواری کرنا بڑے ہی شہسواروں کا کام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس فن میں نبی کریم ﷺ یکتائے روزگار تھے۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ آپ نے بہترین شہسواری کا ثبوت پیش فرمایا۔ صد افسوس کہ آج کل عوام تو درکنار خواص یعنی علماو مشائخ نے ایسی اہم سنتوں کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ خاص کر علمائے کرام میں بہت ہی کم ایسے ملیں گے جو ایسے فنون مسنونہ سے الفت رکھتے ہوں حالانکہ یہ فنون قرآن وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کے عوام وخواص میں بہت زیادہ ترویج کے قابل ہیں۔ آج کل نشانہ بازی جو بندوق سے سکھائی جاتی ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور فن حرب سے متعلق جو نئی ایجادات ہیں، ان سب کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوفِ

باب: سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا

٢٨٦٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَزِعُوا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ أَوْ كَانَ فِيهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: ((وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هَذَا بَحْرًا)) فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يُجَارَى. [راجع: ٢٦٢٧]

(٢٨٦٧) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ ؓ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے کہ ایک مرتبہ (رات میں) اہل مدینہ کو دشمن کا خطرہ ہوا تو نبی کریم ﷺ ابوطلحہ ؓ کے ایک گھوڑے (مندوب) پر سوار ہوئے، گھوڑا سست رفتار تھا یا (راوی نے یوں کہا کہ) اس کی رفتار میں سستی تھی، پھر جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو فرمایا: ''ہم نے تو تمہارے اس گھوڑے کو دریا پایا (یہ بڑا ہی تیز رفتار ہے)'' چنانچہ اس کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

تشریح: یہ گھوڑا بے حد سست رفتار تھا لیکن نبی کریم ﷺ کی سواری کی برکت سے ایسا تیز اور چالاک ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کے برابر نہیں چل سکتا تھا۔ آپ اس سست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے، اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ اقدام فرما کر آیندہ آنے والے خلفائے اسلام کے لئے ایک مثال قائم فرمائی تاکہ وہ ست الوجود بن کر نہ رہ جائیں بلکہ ہر موقع پر بہادری وجرأت ومقابلہ میں عوام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہیں۔

بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ

باب: گھڑ دوڑ کا بیان

٢٨٦٨ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَجْرَى النَّبِيُّ ﷺ مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ

(٢٨٦٨) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے تیار کیے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ مقام حفیاء سے

الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَجْرَى مَا لَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكُنْتُ فِيمَنْ أَجْرَى. وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ. قَالَ سُفْيَانُ: بَيْنَ الْحَفْيَاءِ إِلَى الثَّنِيَّةِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ أَوْ سِتَّةٌ، وَبَيْنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ مِيلٌ. [راجع: ٤٢٠]

ثنیۃ الوداع تک کرائی تھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجد زریق تک کرائی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ گھڑ دوڑ میں شریک ہونے والوں میں میں بھی تھا۔ عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا کہ حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک پانچ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیۃ الودع سے مسجد بنی زریق صرف ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

تشریح: حفیا اور ثنیۃ الوداع دونوں مقاموں کے نام ہیں، مدینہ سے باہر تیار کئے گئے یعنی ان کا اضمار کیا گیا۔ اضمار اس کو کہتے ہیں کہ پہلے گھوڑے کو خوب کھلا پلا کر موٹا کیا جائے پھر اس کا دانہ چارہ کم کر دیا جائے اور کوٹھڑی میں جھول ڈال کر بند رہنے دیں تاکہ پسینہ خوب کرے اور اس کا گوشت کم ہو جائے اور شرط میں دوڑنے کے لائق ہو جائے۔ گھوڑ دوڑ کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں:

”وقد اجمع العلماء على جواز المسابقة بغير عوض لكن قصرها مالك والشافعي على الخف والحافر والنصل وخصه بعض العلماء بالخيل واجازه عطاء في كل شيء...... الخ۔“ (فتح الباری)

یعنی علمائے اسلام نے دوڑ کرانے کے جواز پر اتفاق کیا ہے جس میں بطور شرط کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو لیکن امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے اس دوڑ کو اونٹ اور گھوڑے اور تیر اندازی کے ساتھ خاص کیا ہے اور بعض علما نے اسے صرف گھوڑے کے ساتھ خاص کیا ہے اور عطاء نے اس مسابقت کو ہر چیز میں جائز رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے ”لا سبق الا فی خف او حافر او نصل۔“ یعنی آگے بڑھنے کی شرط تین چیزوں میں درست ہے، اونٹ اور گھوڑے اور تیر اندازی میں اور ایک روایت میں یوں ہے: ”من ادخل فرسا بین فرسین فان کان یومن ان یسبق فلا خیر فیہ۔“ (لغات الحدیث: حرف س، ص: ۳۰) جس شخص نے ایک گھوڑا شرط کے دو گھوڑوں میں شریک کیا اگر اس کو یہ یقین ہے کہ یہ گھوڑا ان دونوں سے آگے بڑھ جائے گا تب تو بہتر نہیں اگر یہ یقین نہیں تو شرط جائز ہے۔ اس تیسرے شخص کو محلل کہتے ہیں یعنی شرط کو حلال کر دینے والا مزید تفصیل کے لئے دیکھو (لغات الحدیث حرف س، صفحہ: ۳۰)۔

بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

باب: گھڑ دوڑ کے لئے گھوڑوں کو تیار کرنا

تشریح: بعض نے ترجمہ باب کا یہ مطلب رکھا ہے کہ شرط کے لئے اضمار کا ضروری نہ ہونا۔ اس صورت میں باب کی حدیث باب سے مطابق ہو جائے گی۔

٢٨٦٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ، وَكَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ. وَأَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا. [راجع: ٤٢٠] قَالَ أَبُوعَبْدِاللّٰهِ: أَمَدًا: غَايَةً

(۲۸۶۹) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا اور دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک رکھی تھی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس میں شرکت کی تھی۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ أَمَدًا (حدیث میں) حد اور انتہا کے معنی میں ہے (قرآن مجید میں ہے) ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ﴾ جو

﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ﴾. [الحديد: ١٦] [مسلم: ٤٨٤٤؛ نسائي: ٣٥٨٥]

اسی معنی میں ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ باب میں تو اضمار شدہ گھوڑوں کی شرط مذکور ہے اور حدیث میں ان گھوڑوں کا ذکر ہے جن کا اضمار نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ حدیث کا ایک لفظ لا کر اس کے دوسرے لفظ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، اس حدیث میں دوسرا لفظ ہے کہ جن گھوڑوں کا اضمار ہوا تھا آپ نے ان کی شرط کرائی، حفیاء سے ثنیہ تک جیسے اوپر گزرا۔

بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

باب: تیار کئے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ کی حد کہاں تک ہو

٢٨٧٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ قَدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ. فَقُلْتُ لِمُوْسَى: وَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ. وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ، فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِيْ زُرَيْقٍ، قُلْتُ: فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: مِيْلٌ أَوْ نَحْوُهُ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيْهَا.

[راجع: ٤٢٠]

(٢٨٧٠) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جنہیں تیار کیا گیا تھا۔ یہ دوڑ مقام حفیاء سے شروع کرائی اور ثنیۃ الوداع اس کی آخری حد تھی (ابواسحاق راوی نے بیان کیا کہ) میں نے ابوموسیٰ سے پوچھا اس کا فاصلہ کتنا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ چھ یا سات میل اور نبی کریم ﷺ نے ان گھوڑوں کی بھی دوڑ کرائی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا۔ ایسے گھوڑوں کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے شروع ہوئی اور حد مسجد بنی زریق تھی۔ میں نے پوچھا اس میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ تقریباً ایک میل۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی دوڑ میں شرکت کرنے والوں میں تھے۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد باب یہ ہے کہ اضمار شدہ گھوڑوں کی دوڑ کی حد چھ یا سات میل ہے جیسا کہ مقام حفیاء اور ثنیۃ الوداع کا فاصلہ ہے اور غیر اضمار شدہ کی حد تقریباً ایک میل جو ثنیۃ الوداع اور مسجد بنو زریق کی حد تھی۔ ایک متمدن حکومت کے لئے اس مشینی دور میں بھی گھوڑے کی بڑی اہمیت ہے۔ عربی نسل کے گھوڑے جو فوقیت رکھتے ہیں وہ محتاج تشریح نہیں۔ زمانہ رسالت میں گھوڑوں کو سدھانے کے لئے یہ مقابلہ کی دوڑ ہوا کرتی تھی مگر آج کل ریس کی دوڑ جو آج عام طور پر شہروں میں کرائی جاتی ہے اور گھوڑوں پر بڑی بڑی رقوم بطور جوئے بازی کے لگائی جاتی ہیں یہ کھلا ہوا جوا ہے جو شرعاً قطعاً حرام ہے اور کسی پر مخفی نہیں۔ صد افسوس کہ عام مسلمانوں نے آج کل حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی ہے اور کتنے ہی مسلمان ان میں حصہ لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آج کل ریس کی گھوڑ دوڑ میں شرکت کرنا بالکل حرام ہے، اللہ ہر مسلمان کو اس تباہی سے بچائے۔ آمین

بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا بیان

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ أُسَامَةَ

ہم سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو

عَلَى الْقَصْوَاءِ. وَقَالَ الْمِسْوَرُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ)).

قصواء (نامی اونٹنی) پر اپنے پیچھے بٹھایا تھا۔ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''قصواء نے سرکشی نہیں کی ہے۔''

تشریح: یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ ثنیۃ الوداع پر آپ پہنچے تھے اور آپ کی یہ اونٹنی قصواء نامی بیٹھ گئی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ اس اونٹنی کی بیٹھنے کی عادت نہیں ہے لیکن آج اسے اس اللہ نے بٹھادیا ہے جس نے کسی زمانہ میں ہاتھی والوں کو مکہ پر چڑھائی کرنے سے ہاتھی کو بٹھادیا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ مکہ والے حرم کی تعظیم سے متعلق جو بھی شرط پیش کریں گے تو میں اسے منظور کرلوں گا۔ پھر آپ نے اس اونٹنی کو ڈانٹا اور وہ اٹھ کر چلنے لگی۔

یہ حدیث باب الشروط فی الجہاد میں گزر چکی ہے، ہجرت نبوی کے وقت بھی یہی اونٹنی آپ کی سواری میں تھی، جوہری نے کہا کہ قصواء وہ اونٹنی ہے جس کے کان کٹے ہوئے ہوں اور عضباء جس کے کان چیر دیئے گئے ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی میں یہ ہر دو عیب نہیں تھے۔ صرف ان لقبوں سے اس کو ملقب کردیا گیا تھا۔ (کرمانی)

٢٨٧١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا كَانَ نَاقَةُ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهَا: الْعَضْبَاءُ مِنْ هَاهُنَا طَوَّلَهُ مُوْسَى عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ. [طرفه في:٢٨٧٢] [ابوداود: ٤٨٠٢]

(۲۸۷۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق ابراہیم نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا نام عضباء تھا۔ یہاں سے اس حدیث کو موسیٰ نے لمبا کیا ہے انہوں نے حماد سے بیان کیا ان سے ثابت نے ان سے انس رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح: مؤرخین اسلام اس بارے میں متفق نہیں ہیں کہ قصواء، جدعاء اور عضباء یہ نبی کریم ﷺ کی تین اونٹنیوں کے نام تھے یا اونٹنی صرف ایک تھی اور نام اس کے تین تھے۔ مسور بن مخرمہ والی تعلیق کو ابوداؤد نے وصل کیا ہے۔ کہتے ہیں قصواء اور عضباء ایک ہی اونٹنی کے نام تھے اور اسی کا نام جدعاء بھی تھا اور شہباء بھی۔ وحی اترنے کے وقت آپ کو یہی اونٹنی سنبھالتی اور کوئی اونٹنی نہ اٹھا سکتی تھی، اس کے سوا آپ کی اور بھی کئی اونٹنیاں تھیں۔

٢٨٧٢۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ: أَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، حَتَّى عَرَفَهُ فَقَالَ: ((حَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ)). [راجع: ٢٨٧١]

(۲۸۷۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا۔ کوئی اونٹنی اس سے آگے نہیں بڑھتی تھی حمید نے یوں کہا کہ وہ پیچھے رہ جانے کے قریب نہ ہوتی پھر ایک دیہاتی نوجوان قوی اونٹ پر سوار ہوکر آیا اور آنحضرت ﷺ کی اونٹنی سے ان کا اونٹ آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ بڑا شاق گزرا لیکن جب نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوتی ہے (کبھی کبھی) اسے وہ گراتا بھی ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اونٹ گھوڑے کا نام رکھنا، ان میں دوڑ کرانا اور بطور قاعدہ کلیہ یہ کہ دنیا میں بڑھنے والی اور مغرور ہونے والی طاقتوں کو اللہ ضرور ایک نہ ایک دن نیچا دکھاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ساری باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

بَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ ﷺ الْبَيْضَاءِ

باب: نبی کریم ﷺ کے سفید خچر کا بیان

تشریح: بعض نسخوں میں یہ باب مذکور نہیں۔ البتہ شیخ فؤاد عبدالباقی والے نسخے میں یہ باب ہے۔

قَالَهُ أَنَسٌ وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ.

اس کا ذکر انس نے اپنی حدیث میں کیا اور ابوحمید ساعدی نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک سفید خچر تحفہ میں بھجوایا تھا۔

٢٨٧٣ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

(۲۸۷۳) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (وفات کے بعد) سوا اپنے سفید خچر کے اور اپنے ہتھیار اور اس زمین کے جو آپ ﷺ نے خیرات کردی تھی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

تشریح: یہی خچر ہے جو دلدل کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی یہ خچر زندہ رہا تھا۔ زمین کیا تھی فدک کا آدھا حصہ اور وادی القریٰ کا تہائی حصہ اور خیبر کی خمس میں سے آپ کا حصہ اور بنی نضیر میں سے جو آپ ﷺ نے چن لی تھی۔ ان ہی چیزوں کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں مانگا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں ہمارے بعد وہ خیرات ہے۔ آپ کا حقیقی ورثہ علوم کتاب و سنت کا لافانی خزانہ ہے جس کے حاصل کرنے کی عام اجازت ہی نہیں بلکہ تاکید شدید ہے۔ اسی لئے علمائے اسلام کو مجازی طور پر آپ کے خلفا سے موسوم کیا گیا ہے جن کے لئے آپ نے دعائیں بھی پیش فرمائی ہیں۔ اللہ پاک ہم سب اس مقدس کتاب بخاری شریف پڑھنے پڑھانے والوں کا شمار اسی جماعت میں کرلے۔ آمین

٢٨٧٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عُمَارَةَ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ: لَا، وَاللَّهِ! مَا وَلَّى النَّبِيُّ ﷺ وَلَكِنْ وَلَّى سَرَعَانُ النَّاسِ، فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ))

(۲۸۷۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگوں نے (مسلمانوں کے لشکر نے) حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں خدا گواہ ہے نبی کریم ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری تھی البتہ جلد باز لوگ (میدان سے) بھاگ پڑے تھے (اور وہ لوٹ میں لگ گئے تھے) قبیلہ ہوازن نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے لیکن نبی کریم ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے کہ ”میں نبی ہوں جس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔“

[راجع: ٢٨٦٤][مسلم: ٤٦١٨؛ ترمذي: ١٦٨٨]

تشریح: اس میں نبی کریم ﷺ کے سفید خچر کا ذکر ہے، اسی لئے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو یہاں لائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد میں مناسب طور پر آباء واجداد کی بہادری کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ جنگ حنین ماہ شوال ۸ھ میں قبائل ہوازن وثقیف کے جارحانہ حملوں کی

مدافعت کے لئے لڑی گئی تھی۔ دشمنوں کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی اور اسلامی لشکر بارہ ہزار پر مشتمل تھا اور اسی کثرت تعداد کے گھمنڈ میں لشکر اسلام مراحل حزم واحتیاط سے غافل ہو گیا تھا جس کی پاداش فرار کی صورت میں بھگتنی پڑی بعد میں جلد ہی مسلمان سنبھل گئے اور آخر میں مسلمانوں کی ہی فتح ہوئی۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

٢٨٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتِ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْجِهَادِ. فَقَالَ: ((جِهَادُ كُنَّ الْحَجُّ)). وَقَالَ عَبْدُاللَّهِ ابْنُ الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهَذَا.

[راجع: ١٥٢٠]

باب: عورتوں کا جہاد کیا ہے؟

(۲۸۷۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں معاویہ بن اسحاق نے، انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور ان سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ”تمہارا جہاد حج ہے۔“

اور عبداللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اور ان سے معاویہ نے یہی حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: یہ امام وقت کی بصیرت پر موقوف ہے کہ وہ جنگی کوائف کی بنا پر عورتوں کی شرکت ضروری سمجھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلمان عورت جہاد میں نہ شریک ہو سکے بلکہ وہ حج ہی کر سکتی ہے تو اس سفر میں اس کے لئے بھی اس کو جہاد کا ثواب ملے گا۔

٢٨٧٦- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، بِهَذَا. وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلَهُ نِسَاؤُهُ عَنِ الْجِهَادِ؟ فَقَالَ: ((نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ)).

[راجع: ١٥٢٠]

(۲۸۷۶) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اور ان سے معاویہ نے یہی حدیث اور ابوسفیان نے حبیب بن ابی عمرہ سے یہی روایت کی جو عائشہ بنت طلحہ سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے ہے (اس میں ہے کہ) نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: ”حج بہت ہی عمدہ جہاد ہے۔“

تشریح: سفر حج بس عورتوں کے لئے جہاد سے کم نہیں ہے مگر خود جہاد میں بھی عورتوں کی شرکت ثابت ہے بلکہ بحری جہاز کے لئے ایک اسلامی خاتون کے لئے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی موجود ہے جس کے پیش نظر مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے نیچے عورتوں کا بحری جہاد میں شریک ہونے کا باب منعقد فرمایا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْمَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ

٢٨٧٧، ٢٨٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: دَخَلَ

باب: دریا میں سوار ہو کر عورت کا جہاد کرنا

(۲۸۷۷، ۲۸۷۸) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے، ہم سے ابواسحاق نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى بِنْتِ مِلْحَانَ فَاتَّكَأَ عِنْدَهَا، ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ: لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ)). فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ)). ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ، فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ أَوْ مِمَّ ذَلِكَ فَقَالَ: لَهَا مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَتِ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَلَسْتِ مِنَ الْآخِرِينَ)). قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ ابْنَ الصَّامِتِ، فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ، فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا، فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ.

[راجع: ٢٧٨٨، ٢٧٨٩]

یہاں تکیہ لگا کر سو گئے پھر آپ ﷺ (اٹھے تو) مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ ”میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) سبز سمندر پر سوار ہو رہے ہیں ان کی مثال (دنیا یا آخرت میں) تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی سی ہے۔“ انہوں نے عرض کیا یا رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی ”اے اللہ! انہیں بھی ان لوگوں میں سے کر دے“ پھر دوبارہ آپ ﷺ لیٹے اور (اٹھے) تو مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے اس مرتبہ بھی آپ سے وہی سوال کیا اور آپ ﷺ نے بھی پہلی ہی وجہ بتائی۔ انہوں نے پھر عرض کیا آپ ﷺ دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا: ”تم سب سے پہلے لشکر میں شریک ہوگی اور یہ کہ بعد والوں میں تمہاری شرکت نہیں ہے۔“ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر آپ نے (ام حرام نے) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لیا اور بنت قرظ (معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی) کے ساتھ انہوں نے دریا کا سفر کیا۔ پھر جب واپس ہوئیں اور اپنی سواری پر چڑھیں تو اس نے ان کی گردن توڑ ڈالی۔ وہ اس سواری سے گر گئیں اور (اسی میں) ان کی وفات ہوئی۔

تشریح: یہ نکاح کا معاملہ دوسری روایت کے خلاف پڑتا ہے، جس میں یہ ہے کہ اس وقت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ شاید انہوں نے طلاق دے دی ہوگی بعد میں ان سے نکاح ثانی کیا ہوگا۔ یہ اس جنگ کا ذکر ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رجب ٢٨ھ میں سب سے پہلا سمندری بیڑہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی اجازت سے تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کی۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ تھی جس میں ام حرام رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی عزیزہ تھیں، شریک ہوئیں اور شہادت بھی پائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام فاختہ تھا اور وہ بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک تھیں۔

بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي الْغَزْوِ دُونَ بَعْضِ نِسَائِهِ

باب: آدمی جہاد میں اپنی ایک بیوی کو لے جائے ایک کو نہ لے جائے (یہ درست ہے)

٢٨٧٩۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ

(٢٨٧٩) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن عمر نمیری نے، انہوں نے کہا ہم سے یونس بن یزید ایلی نے بیان کیا، کہا میں نے ابن شہاب زہری سے سنا، کہا کہ میں نے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی

ابْنَ وَقَّاصٍ، وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً، مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ. [راجع: ٢٥٩٣]

حدیث سنی، ان چاروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مجھ سے تھوڑی تھوڑی بیان کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے جانا چاہتے (جہاد کے لئے) تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکل آتا انہیں آپ ﷺ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک غزوہ کے موقع پر آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس مرتبہ میرا نام آیا اور میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ گئی، یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ پردے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت گھر کے باہر نہ نکلے جیسے بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ شرعی پردے کے ساتھ عورت ضروریات کے لئے گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے، خاص طور پر جہادوں میں شرکت کر سکتی ہے جیسا کہ متعدد روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

باب: عورتوں کا جنگ کرنا اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں شرکت کرنا

٢٨٨٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهُ: تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ. [أطرافه في: ٢٩٠٢، ٣٨١١، ٤٠٦٤] [مسلم: ٤٦٨٣]

(۲۸۸۰) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی کے موقع پر مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس سے جدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم رضی اللہ عنہما (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) کو دیکھا کہ یہ اپنے ازار سمیٹے ہوئے تھیں اور (تیز چلنے کی وجہ سے) میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دیکھ سکتا تھا۔ انتہائی جلدی کے ساتھ پانی کے مشکیزے چھلکاتی ہوئی لیے جا رہی تھیں۔ اور ابو معمر کے علاوہ جعفر بن مہران نے بیان کیا کہ مشکیزے کو اپنی پشت پر ادھر سے ادھر جلدی جلدی لئے پھرتی تھیں اور قوم کو اس میں سے پانی پلاتی تھیں، پھر واپس آتی تھیں اور مشکیزوں کو بھر کر لے جاتی تھیں اور قوم کو پلاتی تھیں۔

تشریح: زندہ قوموں کی عورتوں میں بھی جذبہ آزادی بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے جس کے سہارے وہ بعض دفعہ میدان جنگ میں ایسے کارہائے نمایاں کر گزرتی ہیں کہ ان کو دیکھ کر ساری دنیا حیرت زدہ ہو جاتی ہے جیسا کہ آج کل یہودیوں کے خلاف مجاہدین فلسطین بہت سے مسلمانوں کے مجاہدانہ کارناموں کی شہرت ہے۔ حضرت ام سلیم مشہور صحابیہ ملحان کی بیٹی ہیں جو مالک بن نضر کے نکاح میں تھیں۔ ان ہی کے بطن سے مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ مالک بن نضر حالت کفر ہی میں وفات پا گئے تھے۔ بعد میں ان کا نکاح ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے بہت سے صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

٢٨٨١ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ ابْنُ أَبِي مَالِكٍ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِيْنَةِ، فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعْطِ هَذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ عِنْدَكَ. يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ. فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ. وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: تَزْفِرُ: تَخِيْطُ. [طرفه في: ٤٠٧١]

باب: جہاد میں عورتوں کا مردوں کے پاس مشکیزہ اٹھا کر لے جانا

(۲۸۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، ان سے ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی خواتین میں کچھ چادریں تقسیم کیں۔ ایک نئی چادر بچ گئی تو بعض حضرات نے جو آپ کے پاس ہی تھے کہا یا امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی نواسی کو دے دیجئے، جو آپ کے گھر میں ہیں۔ ان کی مراد (آپ کی بیوی) ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ یہ ام سلیط رضی اللہ عنہا ان انصاری خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ احد کی لڑائی کے موقع پر ہمارے لئے مشکیزے (پانی کے) اٹھا کر لاتی تھیں۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا (حدیث میں) لفظ تَزْفِر کا معنی یہ ہے کہ سیتی تھی۔

تشریح: ((تزفر)) کا معنی سینے سے کرنا صحیح نہیں ہے صحیح معنی یہ ہے کہ اٹھا کر لاتی تھی۔ قسطلانی نے کہا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی ابو صالح کاتب لیث کی تقلید سے نقل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف یہاں سے معلوم کرنا چاہیے۔ یہ چادر آپ اپنی بیوی ام کلثوم کو دے دیتے مگر صرف اس خیال سے نہ دی کہ وہ ان کی بیوی تھیں اور غیر کو جس کا حق زیادہ مقدم کیا۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحَى فِي الْغَزْوِ

٢٨٨٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي الْمَاءَ وَنُدَاوِي الْجَرْحَى، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى. [طرفاه في: ٢٨٨١، ٥٦٧٩]

باب: جہاد میں عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں

(۲۸۸۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (غزوہ میں) شریک ہوتی تھیں، مسلمان فوجیوں کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے انہیں مدینہ اٹھا کر لاتیں تھیں۔

تشریح: خلاصہ یہ کہ جہاد کے مواقع پر عورتیں گھر کا ٹاٹ بن کر بیٹھی نہیں رہتی تھیں بلکہ سرفروشانہ خدمات انجام دیتی تھیں۔

بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحَى

باب: زخمیوں اور شہیدوں کو عورتیں لے کر جا سکتی

وَالْقَتْلٰى

ہیں

٢٨٨٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ الْجَرْحَى وَالْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ٢٨٨٢]

(۲۸۸۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے اور ان سے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتیں تھیں، مجاہد مسلمانوں کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت کرتیں اور زخمیوں اور شہیدوں کو اٹھا کر مدینہ لے جاتیں تھیں۔

تشریح: اس سے بھی عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ

باب: (مجاہدین کے) جسم سے تیر کھینچ کر نکالنا

٢٨٨٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: رُمِيَ أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: انْزِعْ هَذَا السَّهْمَ. فَنَزَعْتُهُ، فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ)). [طرفاه في: ٤٣٢٣، ٦٣٨٣]

[مسلم: ٦٤٠٦]

(۲۸۸۴) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبداللہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوعامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگا تو میں ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو کھینچ کر نکال لو میں نے کھینچ لیا تو اس سے خون بہنے لگا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس حادثہ کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے (ان کے لئے) دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! عبید ابوعامر کی مغفرت فرما۔''

تشریح: آلات جراحی جو آج کل وجود میں آچکے ہیں، اس وقت نہ تھے۔ اس لئے زخمیوں کے جسموں میں پیوستہ تیر ہاتھوں ہی سے نکالے جاتے تھے۔ ابوعامر رضی اللہ عنہ ایسے ہی مجاہد ہیں جو تیر سے گھائل ہو کر جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بطور اظہار افسوس ان کا نام لیا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ابوعامر ابوموسیٰ اشعری کے چچا تھے۔ جنگ اوطاس میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ

باب: اللہ کے راستے میں دوران جہاد پہرہ دینا کیسا ہے؟

٢٨٨٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ سَهِرَ

(۲۸۸۵) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی، کہا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کہا ہم کو عبداللہ بن ربیعہ بن عامر نے خبر دی، کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ بیان کرتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک رات) بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد

فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ: ((لَيْتَ رَجُلاً صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ)). إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) فَقَالَ: أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ. وَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ. [طرفه في: ٧٢٣١] [مسلم: ٦٢٣٠، ٦٢٣٢؛ ترمذي: ٣٧٥٦]

آپ نے فرمایا ''کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد ایسا ہوتا جو رات بھر ہمارا پہرہ دیتا!'' ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم نے ہتھیار کی جھنکار سنی۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا ''یہ کون صاحب ہیں؟'' (آنے والے نے) کہا میں ہوں سعد بن ابی وقاص، آپ کا پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ (پھر نبی کریم ﷺ خوش ہوئے۔ ان کے لئے دعا فرمائی) اور آپ سو گئے۔

تشریح: دوسری روایت میں ہے یہاں تک کہ آپ کے خراٹے کی آواز سنی۔ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکالا نبی اکرم ﷺ چوکی پہرہ رکھتے تھے، جب یہ آیت اتری: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۵/ المائدۃ:٦٧) ''اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔'' تو آپ نے چوکی پہرہ اٹھا دیا۔ حاکم اور ابن ماجہ نے مرفوعاً نکالا۔ جہاد میں ایک رات چوکی پہرہ دینا ہزار راتوں کی عبادت اور ہزار دنوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

٢٨٨٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ)). لَمْ يَرْفَعْهُ إِسْرَائِيْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ. [طرفاه في: ٢٨٨٧، ٦٤٣٥]

(۲۸۸۶) ہم سے یحییٰ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو ابوبکر نے خبر دی، انہیں ابوحصین نے، انہیں ابوصالح نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اشرفی کا بندہ، روپے کا بندہ، چادر کا بندہ، کمبل کا بندہ ہلاک ہوا کہ اگر اسے کچھ دے دیا جائے تب تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' اس حدیث کو اسرائیل اور محمد بن جحادہ نے ابوحصین سے مرفوع نہیں کیا۔

٢٨٨٧۔ وَزَادَ لَنَا عَمْرٌو قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ، طُوْبَى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ)). فَتَعْسًا. كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: فَأَتْعَسَهُمُ اللَّهُ

(۲۸۸۷) اور عمرو بن مرزوق نے ہم سے بڑھا کر بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، آپ نے فرمایا: ''اشرفی، روپے اور کمبل کا بندہ تباہ ہوا، اگر اس کو کچھ دیا جائے تب تو خوش جب نہ دیا جائے تو غصے ہو جائے، ایسا شخص تباہ سرنگوں ہوا۔ اس کو کانٹا لگے تو خدا کرے پھر نہ نکلے۔ مبارک کا مستحق ہے وہ بندہ جو اللہ کے راستے میں (غزوہ کے موقع پر) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کے سر کے بال پراگندہ ہیں اور اس کے قدم گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں، اگر اسے چوکی پہرے پر لگا دیا جائے تو وہ اپنے اس کام میں پوری تندہی سے لگا رہے اور اگر لشکر کے پیچھے (دیکھ بھال کے لئے) لگا دیا جائے تو اس میں بھی پوری تندہی اور فرض شناسی سے لگا رہے (اگرچہ زندگی میں غربت کی وجہ سے اس کی کوئی اہمیت بھی نہ ہو کہ)

خَيَّبَهُمُ اللَّهُ. طُوبَى: فُعْلَى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ، وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ إِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيبُ. [راجع: ٢٨٨٦] [ابن ماجه: ٤١٣٦]

اگر وہ کسی سے ملاقات کی اجازت چاہے تو اسے اجازت بھی نہ ملے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش بھی قبول نہ کی جائے۔'' اور کہا کہ قرآن مجید میں جو لفظ ''تَعْسًا'' آیا ہے گویا یوں کہنا چاہیے کہ ''فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰہُ'' (اللہ انہیں گرائے ہلاک کرے) طوبیٰ ''فعلی '' کے وزن پر ہے ہر اچھی اور طیب چیز کے لئے۔ واو اصل میں یا تھا (طیبی) پھر یا کو واو سے بدل دیا گیا اور یہ طیب سے نکلا ہے۔

تشریح: حدیث ہذا میں ایک غریب مخلص مرد مجاہد کے چوکی پہرہ دینے کا ذکر ہے، یہی باب سے وجہ مطابقت ہے، اللہ والے بزرگ ایسے ہی پوشیدہ غریب نامعلوم غیر مشہور بزرگ ہوتے ہیں جن کی دعائیں اللہ قبول کرتا ہے مگر یہ مقام ہر کسی کو نصیب نہیں ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ

باب: جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت کا بیان

٢٨٨٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: صَحِبْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، فَكَانَ يَخْدُمُنِي. وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ جَرِيرٌ: إِنِّي رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُونَ شَيْئًا لَا أَجِدُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ. [مسلم: ٦٤٢٨]

(۲۸۸۸) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے یونس بن عبید نے، ان سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ میں جریر بن عبداللہ بجلی ؓ کے ساتھ تھا تو وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے، جریر ؓ نے بیان کیا کہ میں نے ہر وقت انصار کو ایسا کام کرتے دیکھا (رسول اللہ ﷺ کی خدمت) کہ جب ان میں سے کوئی مجھے ملتا ہے تو میں اس کی تعظیم واکرام کرتا ہوں۔

تشریح: وہ بات یہ تھی کہ انصاری جناب رسول کریم ﷺ سے بہت محبت رکھتے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے، معلوم ہوا جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھے اس کی خدمت کرنا عین سعادت ہے۔ بظاہر اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے، عینی نے کہا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ صحبت سفر میں ہوئی اور سفر عام ہے جو جہاد کے سفر کو بھی شامل ہے پس باب سے مطابقت ہوگئی۔

٢٨٨٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ أَخْدُمُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ رَاجِعًا، وَبَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)). ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((اَللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

(۲۸۸۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے مطلب بن حنطب کے مولیٰ عمرو بن ابی عمرو نے اور انہوں نے انس بن مالک ؓ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر (غزوہ کے موقع پر) گیا، میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، پھر جب آپ واپس ہوئے اور احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا کہ ''یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔'' اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے

كَتَحْرِيْمِ إِبْرَاهِيْمَ مَكَّةَ، أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا)). [راجع: ٣٧١] [مسلم: ٣٣٢١؛ ترمذي: ٣٩٢٢]

خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا، اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔''

تشریح: اس سے مدینہ شریف کی حرمت بھی ثابت ہوئی جیسا کہ مکہ شریف کی حرمت ہے، مدینہ کے لئے بھی حدود حرم متعین ہیں جن کے اندر وہ سارے کام ناجائز ہیں جو حرم مکہ میں ناجائز ہیں۔ اہلحدیث کا یہی مسلک ہے کہ مدینہ بھی مکہ ہی کی طرح حرام ہے۔ (وللتفصيل مقام اخر) خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام ہے۔ یہ یہودیوں کی آبادی تھی۔ نبی کریم ﷺ کو حدیبیہ سے آئے ہوئے ایک ماہ سے کم ہی عرصہ ہوا تھا کہ آپ نے خیبر کے یہودیوں کی سازش کا حال سنا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں، ان کی مدافعت کے لئے آپ نے پیش قدمی فرمائی اور اہل اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

٢٨٩٠ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِيْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهِ، وَأَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا، وَأَمَّا الَّذِيْنَ أَفْطَرُوْا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ)). [مسلم: ٢٦٢٢؛ نسائي: ٢٢٨٢]

(۲۸۹۰) ہم سے سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے، ان سے عاصم بن سلیمان نے، ان سے مورق عجلی نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (ایک سفر میں) تھے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزے سے تھے اور کچھ نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ موسم گرمی کا تھا، ہم میں زیادہ بہتر سایہ جو کوئی کرتا، اپنا کمبل تان لیتا۔ خیر جو لوگ روزے سے تھے وہ کوئی کام نہ کر سکے تھے اور جن حضرات نے روزہ نہیں رکھا تھا تو انہوں نے ہی اونٹوں کو اٹھایا (پانی پلایا) اور روزہ داروں کی خوب خوب خدمت بھی کی اور (دوسرے تمام) کام کئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''آج اجر وثواب کو روزہ نہ رکھنے والے لوٹ کر لے گئے۔''

تشریح: یعنی روزہ داروں سے زیادہ ان کو ثواب ملا، معلوم ہوا کہ جہاد میں مجاہدین کی خدمت کرنا روزے سے زیادہ اجر رکھتا ہے۔ روزہ ایک انفرادی نیکی ہے مگر مجاہدین کی خدمت پوری ملت کی خدمت ہے، اس لئے اس کو بہر حال فوقیت حاصل ہے حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے کہ روزہ اگرچہ خیر محض ہے اور مخصوص ومقبول عبادت ہے پھر بھی سفر وغیرہ میں ایسے مواقع پر جبکہ اس کی وجہ سے دوسرے اہم کام رک جانے کا خطرہ ہو تو روزہ رکھنا افضل نہیں۔ جو واقعہ حدیث میں ہے اس میں بھی یہی صورت پیش آئی تھی کہ جو لوگ روزے سے تھے وہ کوئی کام تھکن وغیرہ کی وجہ سے نہ کر سکے لیکن بے روزہ داروں نے پوری توجہ سے تمام خدمات انجام دیں، اس لئے ان کا ثواب روزہ رکھنے والوں سے بھی بڑھ گیا۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ

باب: اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھا دیا

٢٨٩١ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كُلُّ

(۲۸۹۱) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''روزانہ انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہے

سُلَامَى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ، يُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبُ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَدَلُّ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ٢٧٠٧]

اور اگر کوئی شخص کسی کی سواری میں مدد کرے کہ اس کو سہارا دے کر اس کی سواری پر سوار کر دے یا اس کا سامان اس پر اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھا اور پاک لفظ بھی (زبان سے) نکالنا صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور (کسی مسافر کو) راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔''

تشریح: حدیث عام ہے مگر سفر جہاد کے مسافر خصوصیت سے یہاں مراد ہیں، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اس کو کتاب الجہاد میں لائے ہیں۔ کوئی بھائی اگر اس مبارک سفر میں تھک رہا ہے یا اس پر بوجھ زیادہ ہے تو اس کی امداد بڑا ہی درجہ رکھتی ہے۔ یوں ہر مسافر کی مدد بہت بڑا کار خیر ہے مسافر کوئی بھی ہو۔ اسی طرح زبان سے ایسا لفظ نکالنا کہ سننے والے خوش ہو جائیں اور وہ کلمہ خیر ہی سے متعلق ہو تو ایسے الفاظ بھی صدقہ کی مد میں لکھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے الفاظ کو اس صدقہ سے بہت بہتر قرار دیا ہے جس صدقہ کی وجہ سے جس پر وہ صدقہ کیا گیا ہے اس کو سن کر تکلیف ہو، اسی لئے ہر مسلمان مؤمن کا فرض ہے کہ یا تو کلمہ خیر زبان سے نکالے یا خاموش رہے۔ ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھے وہ بھی صدقہ ہے اور کسی راہ گم کئے ہوئے مسافر کو راستہ بتلا دینا بھی بہت ہی بڑا صدقہ ہے۔ یہی اسلام کی وہ اخلاقی پاکیزہ تعلیم ہے جس نے اپنے سچے پیروکاروں کو آسمانوں اور زمینوں میں قبول عام بخشا۔ اللھم اجعلنا منھم۔ آمین

بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

باب: اللہ کے راستے میں سرحد پر ایک دن پہرہ دینا کتنا بڑا ثواب ہے

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا﴾ الْآيَةَ. [آل عمران: ٢٠٠]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ''اے ایمان والو صبر سے کام لو اور دشمنوں سے صبر میں زیادہ رہو اور مورچے پر جمے رہو'' آخر آیت تک۔

تشریح: صبر ایک بہت بڑی انسانی قوت کا نام ہے جس کے نتیجہ میں بہت سے انسانوں نے بڑی بڑی تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اظہر من الشمس ہے۔

٢٨٩٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا)). [راجع: ٢٧٩٤]

(٢٨٩٢) ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ابو النضر ہاشم بن قاسم سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم (سلمہ بن دینار) نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا پہرہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے، جنت میں کسی کے لئے ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں شام کو چلے یا صبح کو تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

تشریح: اسلامی شرعی ریاست میں سرحد پر چوکی پہرے کی خدمت جس کو سونپی جائے اور وہ اسے بخوبی انجام دے تو اس کا نام بھی مجاہدین میں ہی لکھا جاتا ہے اور اس کو وہ ثواب ملتا ہے جس کے سامنے دنیا کی ساری دولت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ دنیا بہر حال فانی اور اس کا ثواب بہر حال باقی ہے:

"الرباط بكسر الراء وبالموحدة الخفيفة ملازمة المكان الذى بين المسلمين والكفار لحراسة المسلمين منهم واستدل المصنف بالآية اختيار لاشهر التفاسير فعن الحسن البصرى وقتادة ﴿اصبروا﴾ على طاعة الله ﴿وصابروا﴾ اعداء الله فى الجهاد ﴿ورابطوا﴾ فى سبيل الله وعن محمد بن الكعب ﴿اصبروا﴾ على الطاعة ﴿وصابروا﴾ لانتظار الوعد ﴿ورابطوا﴾ لعدو ﴿واتقوا الله﴾ فيما بينكم۔" (فتح جلد٦ صفحه ١٠٧)

بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ

باب: اگر کسی بچے کو خدمت کے لئے جہاد میں ساتھ لے جائیں

تشریح: اس میں اشارہ ہے کہ بچہ جہاد کے لئے مخاطب نہیں ہے لیکن خدمت کے لئے بچوں کو جہاد میں ہمراہ لگایا جا سکتا ہے۔

٢٨٩٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرَ)). فَخَرَجَ بِي وَ طَلْحَةَ مُرْدِفِيَّ، وَأَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيْرًا يَقُوْلُ: ((اللَّهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ)). ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ، فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ)). فَكَانَتْ

(٢٨٩٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے کہا، ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے ساتھ کر دو جو خیبر کے غزوے میں میرے کام کر دیا کرے، جبکہ میں خیبر کا سفر کروں۔'' ابو طلحہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر مجھے (انس رضی اللہ عنہ کو) لے گئے، میں اس وقت ابھی لڑکا تھا بالغ ہونے کے قریب۔ جب بھی آنحضرت ﷺ کہیں قیام فرماتے تو میں آپ ﷺ کی خدمت کرتا۔ اکثر میں سنتا کہ آپ یہ دعا کرتے ''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور عاجزی، سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور ظالم کے اپنے اوپر غلبہ سے۔'' آخر ہم خیبر پہنچے اور جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعہ پر آپ کو فتح دی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے جمال (ظاہری و باطنی) کا ذکر کیا گیا ان کا شوہر (یہودی) لڑائی میں کام آ گیا تھا اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں (اور چونکہ قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھیں) اس لئے رسول کریم ﷺ نے (ان کا اکرام کرنے کے لئے) انہیں اپنے لئے پسند فرما لیا۔ پھر آپ ﷺ انہیں ساتھ لے کر وہاں سے چلے۔ جب ہم سد الصہباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو آپ نے ان سے خلوت کی۔ اس کے بعد آپ نے حیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کیا ہوا ایک کھانا) تیار کرا کر

تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ إِلَى أُحُدٍ فَقَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)). ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ: ((أَللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ، أَللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ)).[راجع: ۳۷۱]

ایک چھوٹے سے دستر خوان پر رکھوایا اور مجھ سے فرمایا: ''اپنے آس پاس کے لوگوں کو دعوت دے دو'' اور یہی آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا۔ آخر ہم مدینہ کی طرف چلے، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آنحضور ﷺ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اپنے پیچھے (اونٹ کے کوہان کے اردگرد) اپنی عباء سے پردہ کئے ہوئے تھے (سواری پر جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سوار ہوتیں) تو آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں حضور اکرم ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ اس طرح ہم چلتے رہے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا اور فرمایا: ''یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔'' اس کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: ''اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا اے اللہ! مدینہ کے لوگوں کو ان کے مد اور صاع میں برکت دیجیے۔''

تشریح: رسول کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خدمت کے لئے ساتھ رکھا جو ابھی نابالغ تھے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ اسی لڑائی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے حرم میں داخل ہوئیں جو ایک خاندانی خاتون تھیں اس رشتہ سے اہل اسلام کو بہت سے علمی فوائد حاصل ہوئے۔ روایت ہذا میں ایک دعائے مسنونہ بھی مذکور ہوئی ہے جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے جس کا یاد کرنا اور دعاؤں میں اسے پڑھتے رہنا بہت سے امور دینی اور دنیاوی کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے تفصیلی حالات پیچھے مذکور ہو چکے ہیں اسی حدیث سے مدینہ منورہ کا بھی مثل مکہ شریف حرم ہونا ثابت ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے آپ کی خدمت میں تھے مگر سفر میں ان کا پہلا موقع تھا کہ خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ دعائے مسنونہ میں لفظ "ھم "اور" حزن "ہم معنی ہی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ "ھم "وہ فکر جو واقع نہیں ہوا لیکن وقوع کا خطرہ ہے حزن وہ غم وفکر جو واقع ہو چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں پہلے ہی تھے مگر اس موقع پر بھی ان کو ہمراہ لیا گیا ان کی مدت خدمت نو سال ہے، احد پہاڑ کے لئے جو آپ نے فرمایا وہ حقیقت پر مبنی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۲/البقرة:۲۰)

بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ

باب: جہاد کے لئے سمندر میں سفر کرنا

۲۸۹۴، ۲۸۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يَوْمًا فِيْ بَيْتِهَا، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ،

(۲۸۹۴،۹۵) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن ان کے گھر تشریف لا کر قیلولہ فرمایا تھا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے انہوں نے

قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا يُضْحِكُكَ؟ قَالَ: ((عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ، كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ)). فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ: ((أَنْتِ مِنْهُمْ)). ثُمَّ نَامَ، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. فَيَقُوْلُ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ)) فَتَزَوَّجَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ، فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا. [راجع: ٢٧٨٨، ٢٧٨٩]

پوچھا یارسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: ”مجھے اپنی امت میں سے ایک ایسی قوم کو (خواب میں دیکھ کر) خوشی ہوئی جو سمندر میں (غزوہ کے لئے) اس طرح جارہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔“ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا: ”تم بھی ان میں سے ہو۔“ اس کے بعد پھر آپ سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو پھر ہنس رہے تھے۔ آپ نے اس مرتبہ بھی وہی بات بتائی۔ ایسا دو یا تین دفعہ ہوا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کردے۔ آپ نے فرمایا: ”تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہوگی۔“ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور وہ ان کو (اسلام کے سب سے پہلے بحری بیڑے کے ساتھ) غزوہ میں لے گئے، واپسی میں سوار ہونے کے لئے اپنی سواری سے قریب ہوئیں (سوار ہوتے ہوئے یا سوار ہونے کے بعد) گر پڑیں جس سے آپ کی گردن ٹوٹ گئی اور شہادت کی موت پائی۔

تشریح: یہ حدیث اور اس پر نوٹ پیچھے لکھا جا چکا ہے یہاں مرحوم اقبال کا یہ شعر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے، گھوڑے ہم نے

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

باب: لڑائی میں کمزور ناتواں (جیسے عورتیں، بچے اندھے، معذور اور مساکین) اور نیک لوگوں سے مدد چاہنا (ان سے دعا کرانا)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ قَالَ: قَالَ لِي قَيْصَرُ: سَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ: ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ مجھ سے قیصر (ملک روم) نے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا کہ امیر لوگوں نے ان (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی ہے یا کمزور غریب طبقہ والوں نے؟ تم نے بتایا کہ کمزور غریب طبقے نے (ان کی اتباع کی ہے) اور انبیا کا پیروکار یہی طبقہ ہوتا ہے۔

٢٨٩٦۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا

(٢٨٩٦) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا، ان سے مصعب بن سعد نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں دوسرے بہت سے صحابہ پر (اپنی مالداری اور بہادری کی

عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ؟)) [نسائي: ٣١٧٨]

وجہ سے) فضیلت حاصل ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے کمزور معذور لوگوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے مدد پہنچائے جاتے ہو اور ان ہی کی دعاؤں سے رزق دیئے جاتے ہو۔''

تشریح: ''قال ابن بطال تاويله ان الضعفاء اشد اخلاصا فى الدعاء و اكثر خشوعا فى العبادة لخلاء قلوبهم عن التعلق بزخرف الدنيا۔'' (فتح) یعنی ضعفا دعا کرتے وقت اخلاص میں بہت سخت ہوتے ہیں اور عبادت میں ان کا خشوع زیادہ ہوتا ہے اور ان کے دل دنیاوی زیب و زینت سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لئے ضعیف لوگوں سے دعا کرانا بہت ہی موجب برکت ہے۔

٢٨٩٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِيهِ فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ)).

[طرفاه في: ٣٥٩٤، ٣٦٤٩]

[مسلم: ٦٤٦٧، ٦٤٦٨]

(٢٨٩٧) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمان فوج در فوج جہاد کریں گے۔ جن سے پوچھا جائے گا کہ کیا فوج میں کوئی ایسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو، کہا جائے گا کہ ہاں تو ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس وقت اس کی تلاش ہوگی کہ کوئی ایسے بزرگ مل جائیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت اٹھائی ہو، (یعنی تابعی) ایسے بھی بزرگ مل جائیں گے اور ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا بزرگ ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے شاگردوں کی صحبت اٹھائی ہو کہا جائے گا کہ ہاں اور ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی۔''

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ والے نیک لوگوں کی دعاؤں کا نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا زمانہ پھر میرے صحابہ کا زمانہ اور پھر تابعین کا زمانہ یہ بہترین زمانے ہیں۔ ان خیر و برکت کے زمانوں میں مسلمان صحیح معنوں میں خدارسیدہ مسلمان تھے، ان کی دعاؤں کو قبول عام حاصل تھا۔ بہرحال ہر زمانے میں ایسے خدارسیدہ لوگوں کا وجود ضروری ہے۔ ان کی صحبت میں رہنا، ان سے دعائیں کرانا اور روحانی فیوض حاصل کرنا عین خوش نصیبی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید میں اولیائے اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے جن کی شان میں ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (١٠/ يونس: ٦٣) کہا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنے ایمان میں پختہ اور تقویٰ میں کامل ہوتے ہیں۔ جن میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں ان کو اولیائے اللہ جاننا انتہائی حماقت ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل بیشتر نام نہاد مسلمان اس حماقت میں مبتلا ہیں کہ وہ بہت سے چرسی افیونی حرام خور نکھٹو لوگوں کو محض ان کے بالوں اور جبوں قبوں کو دیکھ کر خدارسیدہ جانتے ہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کے بھیس میں ابلیس کی اولاد ہے جو ایسے بہت سے کم عقلوں کو گمراہ کر کے دوزخی بنانے کا فرض ادا کر رہی ہے۔ اللهم انا نعوذبك من شرور انفسنا۔ حدیث سے میدان جہاد میں نیک ترین لوگوں سے دعا کرانے کا ثبوت ہوا الدعاء سلاح المؤمن مؤمن کا بہترین ہتھیار دعا ہے۔ سچ ہے: ''بلا کو ٹال دیتی ہے دعا اللہ والوں کی۔''

بَابٌ: لَا يَقُوْلُ: فُلَانٌ شَهِيْدٌ

باب: قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید ہے (کیونکہ نیت اور خاتمہ کا حال معلوم نہیں ہے)

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهِ)).

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ''اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوتا ہے۔''

تشریح: جب تک حدیث سے ثابت نہ ہو جیسے قطعی طور پر کسی کو بہشتی نہیں کہہ سکتے مگر صرف ان لوگوں کو جن کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ بہشتی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نکالا کہ تم اپنی جنگوں میں کہتے ہو کہ فلاں شہید ہوا، ایسا نہ کہو۔ یوں کہو جو اللہ کی راہ میں مرے وہ شہید ہے۔ دوسری روایت میں ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ ان کو دشمن کا تیر لگتا ہے اور وہ مر جاتے ہیں مگر وہ عنداللہ حقیقی شہید نہیں ہیں۔ جو دنیا میں ریا و نمود کے لئے لڑے اور مارے گئے، جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت موجود ہے۔

٢٨٩٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا، فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ، وَمَالَ الْآخَرُوْنَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ، وَفِيْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ)). فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ. فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ: فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِيْ

(٢٨٩٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی (اپنے اصحاب کے ہمراہ احد یا خیبر کی لڑائی میں) مشرکین سے مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ چھڑ گئی، پھر جب آپ ﷺ (اس دن لڑائی سے فارغ ہو کر) اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنے پڑاؤ کی طرف، جبکہ آپ ﷺ کی فوج کے ساتھ ایک شخص تھا، لڑائی لڑنے میں ان کا یہ حال تھا کہ مشرکین کا کوئی آدمی بھی اگر کسی طرف نظر آ جاتا تو اس کا پیچھا کر کے وہ شخص اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔ سہل رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کہا کہ آج جتنی سرگرمی کے ساتھ فلاں شخص لڑا ہے، ہم میں سے کوئی بھی اس طرح نہ لڑ سکا۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ ''لیکن وہ شخص دوزخی ہے۔'' مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (اپنے دل میں کہا) اچھا میں اس کا پیچھا کروں گا (دیکھوں حضور ﷺ نے اسے کیوں دوزخی فرمایا ہے) بیان کیا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دن لڑائی میں موجود رہا، جب بھی وہ کھڑا ہو جاتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور جب وہ تیز چلتا، تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلتا۔ بیان کیا کہ آخر وہ شخص زخمی ہو گیا زخم بڑا گہرا تھا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ موت جلدی آ جائے اور اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو سینے کے مقابلے میں کر لیا اور تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی۔ اب وہ صاحب رسول

ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ. فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ. فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا، فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). [أطرافه في: ٤٢٠٢، ٤٢٠٧، ٦٤٩٣، ٦٦٠٧] [مسلم: ٣٠٦]

اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا ”کیا بات ہوئی؟“ انہوں نے بیان کیا کہ وہی شخص جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آپ کا فرمان بڑا شاق گزرا تھا میں نے ان سے کہا کہ تم سب لوگوں کی طرف سے میں اس کے متعلق تحقیق کرتا ہوں چنانچہ میں اس کے پیچھے ہولیا۔ اس کے بعد وہ شخص سخت زخمی ہوا اور چاہا کہ جلدی موت آ جائے۔ اس لئے اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو اپنے سینے کے مقابل کرلیا اور اس پر گر کر خود جان دے دی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ”ایک آدمی زندگی بھر بظاہر اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہل دوزخ کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔“

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ ظاہر میں وہ شخص میدان جہاد میں بہت بڑا مجاہد معلوم ہو رہا تھا مگر قسمت میں دوزخ لکھی ہوئی تھی، جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے وحی اور الہام کے ذریعہ معلوم کر کے فرما دیا تھا۔ آخر وہی ہوا کہ خودکشی کر کے حرام موت کا شکار ہوا اور دوزخ میں داخل ہوا۔ انجام کا فکر ہر وقت ضروری ہے۔ اللہ پاک راقم الحروف اور جملہ قارئین کرام کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین

بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾. [الانفال: ٦٠]

باب: تیر اندازی کی ترغیب دلانے کے بیان میں

اور (سورۂ انفال میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”اور ان (کافروں) کے مقابلے کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان تیار رکھو، قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر۔“

تشریح: آیت مبارکہ میں لفظ ﴿من قوة﴾ میں تنوین تنکیر کے لئے ہے جس سے میدان جنگ میں کام آنے والی ہر قسم کی قوت مراد ہے، جسمانی، فنی اور آلات کی قوت جس میں وہ سارے آلات جنگ شامل ہیں جو اب تک وجود میں آ چکے ہیں اور قیامت تک وجود میں آئیں گے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جملہ آلات مہیا کریں، ان سے پوری واقفیت پیدا کریں، ان کو خود بنائیں ان کا استعمال سیکھیں۔ آیت میں تنکیر سب کو شامل ہے اس ایٹمی دور کی بھی جملہ جنگی قوتیں اس آیت کی تفسیر ہو سکتی ہیں اور آئندہ دور میں جو ہوں، سب کو یہ آیت شامل ہوگی۔ آیت میں اگلا ٹکڑا ﴿ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ (۸/ الانفال: ٦٠) اور بھی زیادہ توجہ طلب ہے کہ آلات جنگ کا استعمال محض ملک گیری کے لئے نہ ہو بلکہ ان کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کے دین کے دشمنوں کو دبا کر خلق اللہ کے لئے زمین کو گہوارہ امن و عافیت بنایا جائے کیونکہ اللہ کے دین کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں اس کی مخلوق چین و سکون کی زندگی بسر کر سکے، ظلم و عدوان کو مٹانا یہی اسلامی جہاد کا منشا ہے اور بس۔

٢٨٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي

(۲۸۹۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، انہوں نے سلمہ بن

عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْمُوْا بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ارْمُوْا وَأَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ)) . قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيْهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَا لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ)) . قَالُوْا: كَيْفَ نَرْمِيْ وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْمُوْا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ)). [طرفاه في: ٣٥٠٧، ٣٣٧٣]

اکوع رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا قبیلہ بنو اسلم کے چند صحابہ پر گزر ہوا جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو کہ تمہارے بزرگ دادا اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔ ہاں! تیر اندازی کرو، میں بنی فلاں (ابن الاورع رضی اللہ عنہ) کی طرف ہوں۔'' بیان کیا کہ جب آپ ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو (مقابلے میں حصہ لینے والے) دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات پیش آئی تم لوگوں نے تیر اندازی بند کیوں کر دی؟'' دوسرے فریق نے عرض کیا جب آپ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو بھلا ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تیر اندازی جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔''

تشریح: سیرت طیبہ کے مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے کہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ سپاہی بنانے کی کوشش فرمائی اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کے لئے شب و روز تلقین فرماتے رہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ عربوں کے جد امجد اسماعیل علیہ السلام بھی بڑے زبردست سپاہی تھے اور نیزہ بازی ہی ان کا مشغلہ تھا۔ آج کل بندوق، توپ ہوائی جہاز اور جتنے بھی آلات حرب وجود میں آ چکے ہیں وہ سب اسی ذیل میں ہیں۔ ان سب میں مہارت پیدا کرنا سب کو اپنانا یہ اللہ پرستی کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان پر ان کا سیکھنا فرض ہے۔

٢٩٠٠۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ ابْنُ الْغَسِيْلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِيْ أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا: ((إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ)).قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: أَكْثَبُوْكُمْ. يَعْنِيْ: أَكْثَرُوْكُمْ. [طرفاه في: ٣٩٨٤، ٣٩٨٥]

(٢٩٠٠) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن غسیل نے، ان سے حمزہ بن ابی اسید نے، اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کی لڑائی کے موقع پر جب ہم قریش کے مقابلے میں صف باندھے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے اور وہ ہمارے مقابلہ میں تیار تھے، فرمایا: ''اگر (حملہ کرتے ہوئے) قریش تمہارے قریب آ جائیں تو تم لوگ تیر اندازی شروع کر دینا تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوں۔'' ابو عبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اکثبوکم یعنی اکثروکم۔

تشریح: اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے میدان بدر میں مجاہدین اسلام کو جنگی تربیت بھی فرمائی اور جنگ و جہاد کے قواعد بھی تعلیم فرمائے۔ درحقیقت امیر لشکر کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ قوم کو ہر طرح سے کنٹرول کر سکے۔ (ﷺ)

بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا

باب: برچھے سے (مشق کرنے کے لئے) کھیلنا

٢٩٠١۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَا الْحَبَشَةُ

(٢٩٠١) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں ابن المسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حبشہ کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے سامنے

يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ، فَأَهْوَى إِلَى الْحَصْبَاءِ فَحَصَبَهُمْ بِهَا. فَقَالَ: ((دَعْهُمْ يَا عُمَرُ!)) وَزَادَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ: فِي الْمَسْجِدِ [مسلم: ٢٠٦٩]

حراب (چھوٹے نیزے) کا کھیل دکھلا رہے تھے کہ عمر ؓ آ گئے اور کنکریاں اٹھا کر انہیں ان سے مارا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "عمر! انہیں کھیلنے دو۔" علی بن مدینی نے یہ زیادہ کیا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی کہ مسجد میں (یہ صحابہ ؓ) اپنے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

تشریح: یہ جنگی کرتبوں کی مشق تھی۔ دور نبوی میں حضرت عمر ؓ نے اسے خلاف ادب سمجھا مگر نبی کریم ﷺ نے حبشی مجاہدین کی ہمت افزائی فرمائی اور ان کی اس مشق کو جاری رہنے دیا۔ عہد رسالت میں نشر و اشاعت بلکہ جملہ امور نظم و نسق ملت کے لئے دفتر کا کام بھی مسجد ہی سے لیا جاتا تھا۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا، آج جیسی آسانیاں مہیا نہ تھیں اس لئے ملی امور کے لئے مسجد ہی کو بطور مرکز ملت استعمال کیا گیا۔ آج بھی مساجد کو اسلامی ملی امور کے لئے بایں طور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وفیه كفاية لمن له دراية۔

بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ

باب: ڈھال کا بیان اور جو اپنے ساتھی کی ڈھال کو استعمال کرے اس کا بیان

٢٩٠٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ، وَكَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ، فَكَانَ إِذَا رَمَى تَشْرُفُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْضِعِ نَبْلِهِ. [راجع: ٢٨٨٠]

(٢٩٠٢) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ ابوطلحہ ؓ اپنی اور نبی کریم ﷺ کی آڑ ایک ہی ڈھال سے کر رہے تھے اور ابوطلحہ ؓ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر مارتے تو نبی اکرم ﷺ سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے۔

تشریح: ایک ہی ڈھال سے دو مجاہدین کے بچاؤ کرنے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ حضرت ابوطلحہ ؓ کا عمل ہوا۔ نبی کریم ﷺ ان کی نشانہ بازی کی کامیابی معلوم کرنے کے لئے نظر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے ان کی ہمت افزائی کے لئے بھی۔

٢٩٠٣۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ، وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ

(٢٩٠٣) ہم سے سعید بن عُفیر نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی ؓ نے بیان کیا کہ جب احد کی لڑائی میں آنحضور ﷺ کا خود آپ کے سر مبارک پر توڑا گیا اور چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا اور آپ کے آگے کے دانت شہید ہو گئے تو علی ؓ ڈھال میں بھر بھر کر پانی لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ ؓ زخم کو دھو رہی تھیں جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے اور زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو

إِلَى حَصِيْرٍ، فَأَحْرَقْتُهَا وَأَلْصَقْتُهَا عَلَى جُرْحِهِ، فَرَقَأَ الدَّمُ. [راجع: ٢٤٣]

آپ کے زخموں پر لگادیا، جس سے خون آنا بند ہوگیا۔

تشریح: دندان مبارک کو صدمہ پہنچانے والا عتبہ بن ابی وقاص مردود تھا، اس نے آپ کے قریب جا کر ایک پتھر مارا مگر فوراً ہی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب سے اس کی گردن اڑا دی۔ اور عبداللہ بن قمیہ مردود نے پتھر مارے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے تباہ کرے ایسا ہی ہوا کہ ایک پہاڑی بکری نے نکل کر اس کو سینگوں سے ایسا مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سچ ہے وہ لوگ کس طرح فلاح پا سکتے ہیں جن کے ہاتھوں نے اپنے زمانہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو زخمی کر دیا ہو۔

٢٩٠٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً، وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ، عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. [أطرافه في: ٣٠٩٤، ٤٠٣٣، ٤٨٨٥، ٥٣٥٧، ٥٣٥٨، ٦٧٢٨، ٧٣٠٥]

(٢٩٠٤) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے زہری نے، ان سے مالک بن اوس بن حدثان نے اور ان سے عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو نضیر کے باغات وغیرہ اموال ان میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر لڑے دے دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کے حاصل کرنے کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تو یہ اموال خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تھے جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو سالانہ نفقہ کے طور پر بھی دے دیتے تھے اور باقی ہتھیار اور گھوڑوں پر خرچ کرتے تھے تاکہ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) ہر وقت تیاری رہے۔

تشریح: ہتھیار گھوڑے یہ ساری فوج کے استعمال کے واسطے مہیا کئے جاتے ہیں۔

بَابٌ

باب

٢٩٠٥۔ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُفَدِّيْ رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((ارْمِ فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ)). [أطرافه في: ٤٠٥٨، ٤٠٥٩، ٦١٨٤] [مسلم: ٦٢٣٣، ٦٢٣٤؛ ترمذي: ٣٧٥٤؛ ابن ماجه: ١٢٩]

(٢٩٠٥) ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن شداد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے کسی کے متعلق نبی کریم سے نہیں سنا کہ آپ نے خود کو ان پر فدا کیا ہو۔ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: ''تیر برساؤ (سعد!) تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

تشریح: اس حدیث سے تیر اندازی کی فضیلت ثابت ہوئی اس طور پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تیر اندازی پر ان کو شاباش پیش فرمائی۔ معلوم ہوا کہ فنون حرب جن میں مہارت پیدا کرنے سے اللہ پاک کی رضا مطلوب ہو بڑی فضیلت اور درجات رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے جملہ آلات حرب میں مہارت کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے صد افسوس کہ مسلمانوں نے ان نیک کاموں کو قطعاً بھلا دیا جس کی سزا وہ مختلف عذابوں کی

شکل میں بھگت رہے ہیں۔

بَابُ الدَّرَقِ

باب: ڈھال کا بیان

٢٩٠٦ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ، فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعْهُمَا)). فَلَمَّا عَمِلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا. [راجع: ٩٤٩]

(٢٩٠٦) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو دو لڑکیاں میرے پاس جنگ بعاث کے گیت گا رہی تھیں۔ آپ بستر پر لیٹ گئے اور چہرہ مبارک دوسری طرف کر لیا اور اس کے بعد ابوبکر آ گئے اور آپ نے مجھے ڈانٹا کہ یہ شیطانی گانا اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں! لیکن آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''انہیں گانے دو۔'' پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری طرف متوجہ ہو گئے تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔

٢٩٠٧ـ قَالَتْ: وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ وَإِمَّا قَالَ: ((أَتَشْتَهِيْنَ أَنْ تَنْظُرِيْ)). فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَأَقَامَنِيْ وَرَاءَهُ خَدِّيْ عَلَى خَدِّهِ وَيَقُوْلُ: ((دُوْنَكُمْ بَنِيْ أَرْفِدَةَ)). حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ: ((حَسْبُكِ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاذْهَبِيْ)). وَقَالَ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ: فَلَمَّا غَفَلَ. [راجع: ٤٥٤]

(٢٩٠٧) ہم سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عید کے دن سوڈان کے کچھ صحابہ ڈھال اور حراب کا کھیل کھیل رہے تھے، اب یا میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے کہا یا آپ نے ہی فرمایا: ''تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟'' میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا، میرا چہرہ آپ کے چہرہ پر تھا (اس طرح میں پیچھے پردے سے کھیل کو بخوبی دیکھ سکتی تھی) اور آپ فرما رہے تھے ''خوب بنو ارفدہ!'' جب میں تھک گئی تو آپ نے فرمایا ''بس؟'' میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا ''تو پھر جاؤ۔'' احمد نے بیان کیا اور ان سے ابن وہب نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد دوسری طرف متوجہ ہو جانے کے لئے لفظ عمل کے بجائے) فَلَمَّا غَفَلَ نقل کیا ہے یعنی جب وہ ذرا غافل ہو گئے۔

تشریح: روایت میں کچھ صحابہ کے ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی کرتب دکھلانے کا ذکر ہے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تاریخی اور جنگی کرتبوں کا نظارہ دیکھنا جائز ہے، پردہ کے ساتھ عورتیں ایسے کھیل دیکھ سکتی ہیں۔

بَابُ الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيْقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

باب: تلواروں کی حمائل اور تلوار کا گلے میں لٹکانا

٢٩٠٨ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ:

(٢٩٠٨) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ، وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ وَفِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((لَمْ تُرَاعُوْا)). ثُمَّ قَالَ: ((وَجَدْنَاهُ بَحْرًا)). أَوْ قَالَ: ((إِنَّهُ لَبَحْرٌ)). [راجع:۲۶۲۷]

کریم ﷺ سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ پر (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا تھا، سب لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن نبی کریم ﷺ سب سے آگے تھے اور آپ نے ہی واقعہ کی تحقیق کی۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کی پشت ننگی تھی، آپ کی گردن سے تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ ”ڈرو مت۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم نے تو گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا ہے یا (یہ فرمایا کہ) گھوڑا جیسے سمندر ہے۔“

تشریح: مدینہ میں ایک دفعہ رات کو دشمن کے حملے کی افواہ پھیل گئی تھی۔ اسی کی تحقیق کے لئے آپ ﷺ خود بنفس نفیس نکلے اور چاروں طرف دور دور تک ملاحظہ فرما کر واپس ہوئے اور لوگوں کو بتلایا کہ کچھ خطرہ نہیں ہے۔ جس گھوڑے پر آپ سوار تھے اس کی تیز رفتاری سے بہت خوش ہوئے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ حِلْيَةِ السُّيُوْفِ

باب: تلوار کی آرائش کرنا

۲۹۰۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ ابْنَ حَبِيْبٍ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ: لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَا كَانَتْ حِلْيَةُ سُيُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ، إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالْآنُكَ وَالْحَدِيْدَ.

[ابن ماجه: ۲۸۰۷]

(۲۹۰۹) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن حبیب سے سنا، کہا میں نے ابوامامہ باہلی سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک قوم (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے بہت سی فتوحات کیں اور ان کی تلواروں کی آرائش سونے چاندی سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اونٹ کی پشت کا چمڑہ، سیسہ اور لوہا ان کی تلواروں کے زیور تھے۔

تشریح: عہد جاہلیت میں تلواروں کی زیبائش سونے چاندی سے کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ظاہری زیبائش سے قطع نظر کر کے تلواروں کی زیبائش اور مصنوعی عمدگی سیسے اور لوہے سے کی کہ درحقیقت یہی ان کی زیبائش تھی۔ آلات حرب کو بہتر سے بہتر شکل میں رکھنا آج بھی جملہ متمدن اقوام عالم کا دستور ہے۔

بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

باب: جس نے سفر میں دوپہر کے آرام کے وقت اپنی تلوار درخت سے لٹکائی

۲۹۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ سِنَانُ بْنُ أَبِيْ سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ، وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ، غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ

(۲۹۱۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے سنان بن ابی سنان الدؤلی اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کے اطراف میں ایک غزوہ میں شریک تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ جہاد سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس

اللَّهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ، فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُوْنَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: ((إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا. فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ فَقُلْتُ: اللَّهُ، اللَّهُ)). ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. وَرَوَى مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ. [أطرافه في: ٢٩١٣، ٤١٣٤، ٤١٣٥، ٤١٣٦، ٤١٣٩]

ہوئے۔ راستے میں قیلولہ کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بکثرت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وادی میں پڑاؤ کیا اور صحابہ پوری وادی میں (درخت کے سائے کے لئے) پھیل گئے۔ آپ نے بھی ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی ہم سب سو گئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کی آواز سنائی دی، دیکھا گیا تو ایک بدوی آپ کے پاس تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس نے غفلت میں میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! اللہ!'' تین مرتبہ (میں نے اسی طرح کہا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی) حضور اکرم ﷺ نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ آپ بیٹھ گئے۔ اور موسیٰ بن اسماعیل نے ابراہیم بن سعد سے ان سے زہری نے بیان کیا کہا کہ اس نے تلوار نیام میں کر لی اب وہ بیٹھا ہوا ہے پھر آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

[مسلم: ٥٩٥٠، ٥٩٥١]

تشریح: ابن اسحاق رحمہ اللہ نے مغازی میں یوں روایت کیا ہے کہ کافروں سے اس گنوار جس کا نام دعثور تھا، یہ کہا کہ اس وقت محمد ﷺ اکیلے ہیں اور موقع اچھا ہے۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی تلوار لے کر آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب آپ کو کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا میرا بچانے والا اللہ ہے۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ فوراً حضرت جبرائیل تشریف لائے اور اس گنوار کے سینے پر ایک گھونسا مارا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، جو آپ نے اٹھا لی اور فرمایا کہ اب تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں۔

بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ

باب: خود پہننا (لوہے کی ٹوپی جو میدان جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے)

٢٩١١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ. فَقَالَ: جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ، فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيْدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ

(٢٩١١) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے، ان سے احد کی لڑائی میں نبی کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آئے اور آپ کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔ (جس سے سر پر زخم آئے تھے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا

حَصِيْرًا فَأَحْرَقَتْهُ حَتَّى صَارَ رَمَادًا ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ. [راجع: ٢٤٣]

کہ خون برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ کے زخموں پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

تشریح: جنگ احد میں سب سے زیادہ المناک حادثہ یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ کو چوٹیں آئیں اور آپ زخمی ہو گئے۔ چہرہ کا زخم ابن قمیہ کے ہاتھوں سے ہوا اور دانتوں کا صدمہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھوں سے پہنچا اور خود کو آپ کے سر مبارک پر توڑنے والا عبداللہ بن ہشام تھا، خود، لوہے کا ٹوپ جو سر کی حفاظت کے لئے سر ہی پر پہنا جاتا ہے۔ حدیث سے اس کا پہننا ثابت ہوا جنگ احد کے تفصیلی حالات کتاب المغازی میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: کسی کی موت پر اس کے ہتھیار وغیرہ توڑنے درست نہیں

٢٩١٢ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

(۲۹۱۲) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے عمرو بن حارث ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (وفات کے بعد) اپنے ہتھیار ایک سفید خچر اور ایک قطعہ اراضی جسے آپ پہلے ہی صدقہ کر چکے تھے کے سوا اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

تشریح: عرب جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب کسی قبیلہ کا سردار یا قبیلہ کا کوئی بہادر مر جاتا تو اس کے ہتھیار توڑ دیئے جاتے، یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ اب ان ہتھیاروں کا حقیقی معنوں میں کوئی اٹھانے والا باقی نہیں رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں ایسا عمل ہرگز جائز نہیں۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے ہتھیار وغیرہ سب باقی رکھے گئے۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا امام بخاری ؒ نے یہ باب لا کر اشارہ کیا کہ شریعت اسلامی میں یہ کام منع ہے کیونکہ اس میں عمل کا ضائع کرنا ہے۔

بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ، عِنْدَ الْقَائِلَةِ، وَالْإِسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

باب: دوپہر کے وقت درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لئے فوجی لوگ امام سے جدا ہو کر (متفرق درختوں کے سائے تلے) پھیل سکتے ہیں

٢٩١٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ، وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا، أَخْبَرَهُمَا ح: وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

(۲۹۱۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے سنان بن ابی سنان اور ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان دونوں حضرات کو جابر ؓ نے خبر دی۔ اور ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے خبر دی، انہیں سنان بن ابی سنان الدؤلی نے اور انہیں جابر بن عبداللہ ؓ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی میں شریک تھے۔ ایک ایسے جنگل میں جہاں ببول کے درخت بکثرت تھے۔ قیلولہ کا وقت ہو گیا، تمام

فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ، فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي. فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُ! فَشَامَ السَّيْفَ وَهَاهُوَ ذَا جَالِسٌ)) ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ. [راجع: ٢٩١٠]

صحابہ سائے کی تلاش میں (پوری وادی میں متفرق درختوں کے نیچے) پھیل گئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ آپ نے تلوار (درخت کے تنے سے لٹکا دی تھی اور سو گئے تھے جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے پاس ایک اجنبی موجود تھا اس اجنبی نے کہا تھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ پھر آنحضرت ﷺ نے آواز دی اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''اس شخص نے میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور مجھ سے کہنے لگا کہ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! (اس پر وہ شخص خود ہی دہشت زدہ ہو گیا) اور تلوار نیام میں کر لی، اب یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' آپ ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی تھی۔

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو یہ امر ثابت کرنے کے لئے لائے کہ فوجی لوگ دوپہر میں کہیں چلتے ہوئے جنگل میں قیلولہ کریں تو اپنی پسند کے مطابق سایہ دار درخت تلاش کر سکتے ہیں اور اپنے قائد سے آرام کرنے کے لئے الگ ہو سکتے ہیں اور یہ آداب جنگ کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي الرِّمَاحِ

باب: بھالوں (نیزوں) کا بیان

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي)).

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری روزی میرے نیزے کے سائے تلے رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے اس کے لئے ذلت اور خواری کو مقدر کیا گیا ہے۔''

تشریح: اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے وصل کیا۔ مطلب یہ کہ میرا پیشہ سپاہ گری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میری امت کی سوداگری جہاد ہے۔

٢٩١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ، فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا، فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى

(۲۹۱۴) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابوالنضر نے اور انہیں ابوقتادہ انصاری کے مولیٰ نافع نے اور انہیں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے راستے میں آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھے، لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ خود قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر انہوں نے ایک گورخر دیکھا اور اپنے گھوڑے پر (شکار کرنے کی نیت سے) سوار ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے (جو احرام باندھے ہوئے تھے) کہا کہ کوڑا اٹھا دیں انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر انہوں نے اپنا نیزہ مانگا اس کے دینے سے انہوں

الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ، وَأَبَى بَعْضٌ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: ((إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ)). وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلُ حَدِيْثِ أَبِي النَّضْرِ وَقَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟)) [راجع: ١٨٢١]

نے انکار، آخر انہوں نے خود اسے اٹھایا اور گورخر پر جھپٹ پڑے اور اسے مار لیا۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے تو اس گورخر کا گوشت کھایا اور بعض نے اس کے کھانے سے (احرام کے عذر کی بنا پر) انکار کیا۔ پھر جب یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو اس کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو ایک کھانے کی چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی۔'' اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے گورخر کے (شکار سے) متعلق ابو النضر ہی کی حدیث کی طرح (البتہ اس روایت میں یہ زائد ہے کہ) نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس کا کچھ بچا ہوا گوشت ابھی تمہارے پاس موجود ہے؟''

تشریح: اس حدیث میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا نیزوں سے مسلح ہونا مذکور ہوا ہے، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا مقصد یہ کہ مسلمان کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا سپاہی ہے ہر حال میں سپاہیانہ زندگی گزارنا یہی اس کا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔ صد افسوس کہ عام اہل اسلام بلکہ خواص تک ان حقائق اسلام سے حد درجہ غافل ہو گئے ہیں۔ علمائے ظواہر صرف فروعی مسائل میں الجھ کر رہ گئے اور حقائق اسلام نظروں سے بالکل اوجھل ہو گئے جس کی سزا سارے مسلمان عام طور پر غلامانہ زندگی کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ الا من شاء الله۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

باب: نبی اکرم ﷺ کا لڑائی میں زرہ پہننا اسی طرح (لوہے کا) کرتہ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)).

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''خالد بن ولید نے تو اپنی زرہیں اللہ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔'' (پھر اس سے زکوٰۃ مانگنا بے جا ہے)۔

٢٩١٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ: ((اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ)). فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ، وَهُوَ فِي الدِّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

(٢٩١٥) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ بدر کے دن دعا فرما رہے تھے، اس وقت آپ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، کہ ''اے اللہ! میں تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دے کر فریاد کرتا ہوں اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔'' اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا بس کیجئے اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے رب کے حضور میں دعا کی حد کر دی ہے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے تو زبان مبارک پر

وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ﴾. [القمر: ٤٥] وَقَالَ وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ: يَوْمَ بَدْرٍ. [أطرافه في: ٣٩٥٣، ٤٨٧٥، ٤٨٧٧]

یہ آیت تھی: ''جماعت (مشرکین) جلد ہی شکست کھا کر بھاگ جائے گی اور پیٹھ دکھانا اختیار کرے گی اور قیامت کے دن کا ان سے وعدہ ہے اور قیامت کا دن بڑا ہی بھیانک اور تلخ ہوگا۔'' اور وہیب نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا کہ بدر کے دن کا (یہ واقعہ ہے)۔

تشریح: یعنی اے اللہ! آج تو اپنا وعدہ اپنے فضل وکرم سے پورا کر دے وعدہ یہ تھا کہ یا تو قافلہ آئے گا یا کافروں پر فتح ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کے وعدوں پر کامل بھروسہ تھا۔ مگر مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قلت اور کافروں کی کثرت کو دیکھ کر بہ مقتضائے بشریت آپ نے فرمایا۔ ((لم تعبد بعد الیوم)) کا مطلب یہ کہ دنیا میں آج تیرے خالص پوجنے والے یہی تین سو تیرہ آدمی ہیں، اگر تو ان کو بھی ہلاک کر دے گا تو تیری مرضی چونکہ میرے بعد پھر کوئی پیغمبر آنے والا نہیں تو قیامت تک شرک ہی شرک رہے گا اور تجھے کوئی نہ پوجے گا۔ اللہ نے اپنے پیارے نبی کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور بدر میں کافروں کو وہ شکست دی کہ آئندہ کے لئے ان کی کمر ٹوٹ گئی اور اہل اسلام کی ترقی کے راستے کھل گئے۔ حدیث ہذا سے میدان جنگ میں زرہ پہننا ثابت ہوا۔ آج کل مشینی دور ہے لہٰذا میدان جنگ کے بھی قدیم اطوار بدل گئے ہیں۔

٢٩١٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ. حَدَّثَنَا مُعَلًّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ وَقَالَ: رَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ. وَقَالَ يَعْلَى: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: دِرْعٌ مِنْ حَدِيدٍ. [راجع: ٢٠٦٨]

(۲۹۱۶) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو سفیان ثوری نے بیان کیا، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے اور ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی اور معلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے لوہے کی ایک زرہ رہن رکھی تھی۔ اور یعلی نے بیان کیا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ لوہے کی زرہ (تھی)۔

تشریح: اس حدیث سے زرہ رکھنے کا ثبوت ہوا۔ زرہ لوہے کا کرتہ جس سے جنگ میں سارا جسم چھپ جاتا ہے اور اس پر کسی نیزے یا برچھے کا اثر نہ ہوتا تھا۔ قدیم زمانے میں تقریباً ساری ہی دنیا میں میدان جنگ میں زرہ پہننے کا رواج تھا۔

٢٩١٧۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ، قَدِ اضْطَرَّتْ أَيْدِيَهُمَا إِلَى تَرَاقِيهِمَا، فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَةٍ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتَّى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ، وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلَى صَاحِبَتِهَا وَتَقَلَّصَتْ

(۲۹۱۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بخیل (جو زکوٰۃ نہیں دیتا) اور زکوٰۃ دینے والے (سخی) کی مثال دو آدمیوں جیسی ہے، دونوں لوہے کے کرتے (زرہ) پہنے ہوئے ہیں، دونوں کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں زکوٰۃ دینے والا (سخی) جب بھی زکوٰۃ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کرتہ اتنا کشادہ ہو جاتا ہے کہ زمین پر چلتے میں گھسٹتا جاتا ہے لیکن جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ایک ایک حلقہ

عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلَى تَرَاقِيْهِ)). فَسَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ)). [راجع: ١٤٤٣]

اس کے بدن پر تنگ ہو جاتا ہے اور اس طرح سکڑ جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے جڑ جاتے ہیں۔'' ابو ہریرہ ؓ نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''پھر بخیل اسے ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔''

تشریح: یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخی کا دل تو زکوٰۃ اور صدقہ دینے سے خوش اور کشادہ ہو جاتا ہے اور بخیل اول تو زکوٰۃ دیتا نہیں دوسرے جبراً قہراً کچھ دے بھی دے تو دل تنگ اور رنجیدہ ہو جاتا ہے، اس کی زرہ کے حلقے سکڑنے کی یہی تعبیر ہے۔ بخل کی مذمت میں بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں، مرد مؤمن زکوٰۃ نکالنے اور اللہ کے لئے خرچ کرنے سے اس قدر خوش ہوتا ہے گویا اس کی زرہ نے کشادہ ہو کر اس کے سارے جسم کو ڈھانپ لیا، اس کی زرہ کی کشادگی سے بھی زیادہ اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ خوبی عطا کرے آمین۔ چونکہ اس حدیث میں زرہ کا ذکر تھا، اس لئے امام بخاری ؒ یہاں اس کو لائے اور زرہ کا اثبات فرمایا۔

بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

باب: سفر میں اور لڑائی میں جبہ پہننے کا بیان

٢٩١٨۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ حَدَّثَنِي الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ، فَلَقِيْتُهُ بِمَاءٍ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَّيْهِ.

[راجع: ١٨٢]

(٢٩١٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ مسلم نے، جو صبیح کے صاحبزادے ہیں، ان سے مسروق نے بیان کیا اور ان سے مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپ واپس ہوئے تو میں پانی لے کر خدمت میں حاضر ہوا، آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے، پھر آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرۂ مبارک کو دھویا۔ اس کے بعد (ہاتھ دھونے کے لئے) آستین چڑھانے کی کوشش کی لیکن آستین تنگ تھی اس لئے ہاتھوں کو نیچے سے نکالا پھر انہیں دھویا اور سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں کا بھی مسح کیا۔

بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ

باب: لڑائی میں حریر یعنی خالص ریشمی کپڑا پہننا

تشریح: اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ ؒ نے مطلقاً اس کا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں رکھا اور امام شافعی اور امام ابو یوسف ؒ نے کہا ضرورت کے لئے جائز ہے جیسے خارش یا جوؤں میں اور اہلحدیث کے نزدیک لڑائی میں بھی جائز ہے بلکہ ابن ماجشون نے کہا مستحب ہے دشمن کو ڈرانے کے لئے۔

٢٩١٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِنْ حَرِيْرٍ،

(٢٩١٩) ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام ؓ کو خارش کے مرض کی وجہ سے ریشمی کرتہ پہننے

مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [أطرافه في: ٢٩٢٠، ٢٩٢١، ٢٩٢٢، ٥٨٣٩] [مسلم: ٥٤٢٩، ٥٤٣٠]

کی اجازت دے دی تھی، جو ان دونوں کو لاحق ہوگئی تھی (جو اس مرض میں مفید ہے)۔

تشریح: یہ حدیث لا کر امام بخاری ؒ نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جو آگے بیان کیا کہ یہ اجازت جہاد میں ہوئی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ اجازت سفر میں دی۔ اب دوسری روایت میں اجازت کی علت جوئیں مذکور ہیں اس روایت میں کھجلی۔ دونوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے جوئیں پڑی ہوں گی پھر جوؤں کی وجہ سے کھجلی پیدا ہوگئی ہوگی۔ کہتے ہیں ریشمی کپڑا خارش کو کھو دیتا ہے اور جوؤں کو مار ڈالتا ہے۔ (وحیدی)

٢٩٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَعْنِي الْقَمْلَ فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ. [راجع: ٢٩١٩] [مسلم: ٥٤٣٣؛ ترمذي: ١٧٢٢]

(۲۹۲۰) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس ؓ نے (دوسری سند) اور ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس ؓ نے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام ؓ نے نبی کریم ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ریشمی کپڑے کے استعمال کی اجازت دے دی، پھر میں نے جہاد میں انہیں ریشمی کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

٢٩٢١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسًا، حَدَّثَهُمْ رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي حَرِيرٍ. [راجع: ٢٩١٩] [مسلم: ٥٤٣١]

(۲۹۲۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہیں قتادہ نے خبر دی اور ان سے انس ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام ؓ کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی تھی۔

٢٩٢٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَخَّصَ أَوْ رُخِّصَ لَهُمَا لِحِكَّةٍ بِهِمَا. [راجع: ٢٩١٩]

(۲۹۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے سنا اور انہوں نے انس ؓ سے کہ (نبی کریم ﷺ) نے رخصت دی تھی یا (یہ بیان کیا کہ) رخصت دی گئی تھی، ان دونوں حضرات کو خارش کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہوگئی تھی۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي السِّكِّينِ

باب: چھری کا استعمال کرنا درست ہے

٢٩٢٣۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا، ثُمَّ دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى

(۲۹۲۳) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے جعفر بن عمرو بن امیہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ شانے کا گوشت (چھری سے) کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر نماز کے لئے اذان ہوئی تو آپ نے نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔ ہم سے

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ: فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ. [راجع: ٢٠٨]

ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے بیان کیا اور انہیں زہری نے (اس روایت میں) یہ زیادتی بھی موجود ہے کہ (جب آپ نماز کے لئے بلائے گئے تو) آپ نے چھری ڈال دی۔

تشریح: یہ حدیث کتاب الوضوء مین گزر چکی ہے اور یہاں امام بخاری ؒ اس کو اس لئے لائے کہ جب چھری کا استعمال درست ہوا تو جہاد میں بھی اس کو رکھ سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک ہتھیار ہے مجاہدین کو بہت سی ضروریات میں چھری بھی کام آ سکتی ہے، اس لئے اس کا بھی سفر میں ساتھ رکھنا جائز ہے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِي قِتَالِ الرُّوْمِ

باب: نصاریٰ سے لڑنے کی فضیلت کا بیان

٢٩٢٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ: أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحِلِ حِمْصَ، وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا)). قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ: ((أَنْتِ فِيْهِمْ)). قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَهُمْ)). فَقُلْتُ: أَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((لَا)). [راجع: ٢٧٨٩]

(٢٩٢٤) ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود عنسی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام ؓ بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام ؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا تھا: ”میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لئے جائے گا، اس نے (اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔“ ام حرام ؓ نے بیان کیا کہ میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔“ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا، ان کی مغفرت ہو گی۔“ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ”نہیں۔“

تشریح: پہلا جہاد حضرت عثمان ؓ کے زمانہ میں (حضرت معاویہ ؓ کی قیادت میں) ٢٨ھ میں ہوا جس پر جزیرہ قبرص کے نصاریٰ پر چڑھائی کی گئی، اس میں حضرت ام حرام ؓ شریک تھیں، واپسی میں یہ راستہ پر سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔ دوسرا جہاد ٥٥ھ میں بزمانہ حضرت معاویہ ؓ ہوا جس میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاری ؓ نے اسی میں شہادت پائی اور قسطنطنیہ ہی میں دفن کئے گئے۔ یہ لشکر یزید بن معاویہ کے زیر قیادت تھا۔ مگر خلافت حضرت معاویہ ؓ ہی کی تھی اس لئے اس سے یزید کی خلافت کی صحت پر دلیل پکڑنا غلط ہوا اور لشکر والوں کی بخشش کی جو بشارت دی گئی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لشکر کا ہر ہر فرد بخشا جائے۔ خود نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک آدمی خوب بہادری سے لڑا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے پس بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ (وحیدی)

نوٹ: یہاں علامہ وحید الزماں ؒ کو ایک زبردست غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ کی پیشین گوئی کی بے جا تاویل کر ڈالی ہے۔ حالانکہ نبی ﷺ کی کہی بات حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کے ساتھ جو لشکر لڑ رہا تھا، ان سب کے جنتی ہونے کی پیشین گوئی آپ نے نہیں فرمائی تھی اور اس کے

برعکس قسطنطنیہ کے سارے لشکریوں کے جنتی ہونے کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو محدود کرنے کا اختیار کسی انسان کے پاس نہیں ہے۔ (محمود الحسن اسد)

بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ

باب: یہودیوں سے لڑائی ہونے کا بیان

٢٩٢٥۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتَّى يَخْتَبِيَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ: يَا عَبْدَاللّٰهِ! هَذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ)). [طرفه في: ٣٥٩٣]

(٢٩٢٥) ہم سے اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "(ایک دور آئے گا جب) تم یہودیوں سے جنگ کرو گے (اور وہ شکست کھا کر بھاگتے پھریں گے) کوئی یہودی اگر پتھر کے پیچھے چھپ جائے گا تو پتھر بھی بول اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر ڈال۔"

٢٩٢٦۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتَّى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ: يَا مُسْلِمُ! هَذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ)).

(٢٩٢٦) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر نے خبر دی عمارہ بن قعقاع سے، انہیں ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہودیوں سے تمہاری جنگ نہ ہو لے گی اور وہ پتھر بھی اس وقت (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بول اٹھیں گے جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہوگا کہ اے مسلمان! یہ یہودی میری آڑ لے کر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر ڈالو۔"

تشریح: یہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔

بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ

باب: ترکوں سے جنگ کا بیان

تشریح: ترک سے مراد یہاں وہ قوم ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے ان کو قوم تاتار کہا گیا ہے۔ یہ لوگ خلفا کے عہد تک کافر تھے یہاں تک کہ ہلاکو خان ترک نے عربوں پر چڑھائی کی اور خلافت بنو عباسیہ کا کام تمام کیا۔ اس کے کچھ بعد ترک مشرف بالاسلام ہوئے جن کے اسلام کی مختصر کہانی یہ ہے۔

تاتاری دولت: ایل خانیہ کا وہ پہلا بادشاہ جس نے اسلام قبول کیا تکودار تھا، یہ بادشاہ ہلاکو خاں کا چھوٹا لڑکا تھا، جو اباقاخاں کے بعد مغل تخت وتاج کا مالک ہوا۔ ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں اس دور کے عیسائی مؤرخ کے حوالہ سے تکودار خاں کا ایک مکتوب نقل کیا ہے جو اس نے سلطان مصر کے نام ارسال کیا تھا مکتوب نقل کرنے سے پہلے وہ عیسائی مورخ تکودار کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔ تکودار کی تعلیم وتربیت عیسوی مذہب کے مطابق ہوئی تھی۔ بچپن میں اسے اصطباغ ملا تھا اور اس کا نام نکولس رکھا گیا تھا لیکن نکولس جب جوان ہوا تو اسے مسلمانوں کی صحبت نصیب ہوگئی، مسلمانوں کی صحبت نے نکولس پر بہت اثر ڈالا وہ اس تعلق اور میل جول کو بہت عزیز رکھنے لگا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نکولس کے میل جول کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنا نام سلطان محمد رکھا۔ اسلامی نظریات قبول کر کے نکولس یعنی سلطان محمد نے اس امر کی کوشش کی کہ اس کی پوری قوم تاتاری اسلام کی روشنی سے منور ہو جائے۔ وہ ایک باسطوت شہنشاہ تھا۔ اس نے اسلامی توحید اور اسلامی اخلاق قبول کرنے والوں کے لئے انعام واکرام مقرر کیا اور انہیں اختیار اور عزت کے عہدوں پر مامور کیا۔ شہنشاہ کے اس اعزاز واکرام کا تاتاری عوام پر بڑا اثر پڑا اور تاتاریوں کی بڑی تعداد نے

توحید وآخرت کا اسلامی تصور قبول کرلیا۔

اس تعارف وتمہید کے بعد اس دور کا عیسائی مؤرخ سلطان محمد (نکولس) کا وہ تاریخی مکتوب نقل کرتا ہے جو اس نے مصری فرمانروا کے نام بھیجا تھا۔ وہ مکتوب یہ ہے:

سلطان محمد کا فرمان شاہ مصر کے نام۔ بعد تمہید کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں ہدایت کی روشنی عطا فرمائی۔ جوانی کے آغاز ہی میں ہم کو اپنی الوہیت ووحدانیت کا اقرار کرنے اور حضرت محمد ﷺ کی پیغمبرانہ صداقت کو تسلیم کرنے اور اللہ کے نیک بندوں کے بارے میں اچھی رائے رکھنے کی توفیق بخشی: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ﴾ (٦/ الانعام آیت ١٢٥) ''خداوند تعالیٰ جس کو زندگی کے بہترین راستہ پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔'' ہم اس وقت سے آج تک دین حق کو سربلند کرنے اور مسلمانوں کے معاملات کو سدھارنے پر توجہ کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ والد بزرگوار ہلاکو خان اور برادر بزرگ (اباقا خاں) کی طرف سے حکمرانی کی ذمہ داری ہم پر آپڑی اور اللہ تعالیٰ نے ہماری آرزوؤں کو پورا کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ایک وقت تھا کہ مقدس کورلتائی (مجلس امراء) میں یہ فیصلہ ہوا کہ ہمارے برادر بزرگ کے حکم سے فوج کشی مہم کو جاری رکھا جائے اور ہماری ان افواج کو ہر طرف روانہ کیا جائے جن کی کثرت سے اللہ کی زمین باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہو چکی تھی اور جن افواج کی صولت وہیبت سے دنیا کا دل کانپتا اور تھرتھراتا تھا اور افواج کشی کا فیصلہ ہمارے ایوان امرا کے شہزادگان اور سپہ سالاران ایسے مستحکم عزم وارادہ سے کرتے کہ جس کے سامنے پہاڑ جھک جائیں اور سنگ خارا کی چٹانیں موم ہو جائیں۔ لیکن آج وہ وقت ہے کہ ہماری مجلس شہزادگان وامرا میں یہ مشورہ ہوتا ہے کہ اسلام کے کلمہ کو سربلند کیا جائے، خونریزی کا سلسلہ بند کیا جائے، چاروں طرف امن وامان کا دور دورہ ہو، ہماری مملکت کے حکام ہماری شفقت سے آرام پائیں کیونکہ ہم اللہ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور بندگان خدا پر مہربان ہیں۔ ہمارے اس فیصلہ کو شیخ الاسلام قدوۃ العارفین کے نیک مشوروں نے تقویت دی ہے۔ ہم نے قاضی القضاۃ قطب الدین شیرازی اور اتابک بہاء الدین کو اطراف ملک میں بھیجا ہے تاکہ وہ عوام کو ہمارے اس طریقہ کار سے آگاہ کریں، اسلام تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اب اللہ نے ہم کو حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

ہلاکو خاں کے لڑکے تکودار خاں کے اس مکتوب کے بعد سرتھامس لکھتا ہے مغل تاریخ کے جاننے والے کو اس مکتوب کے مطالعہ سے راحت اور سکون حاصل ہوا ہوگا۔

٢٩٢٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ ابْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعْرِ وَإِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَّقَةُ)). [طرفه في: ٣٥٩٢] [ابن ماجه: ٤٠٩٨]

(٢٩٢٧) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا میں نے حسن سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن تغلب ؓ نے بیان کیا، کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں کی جوتیاں پہنے ہوں (یا ان کے بال بہت لمبے ہوں) گے (اور قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان لوگوں سے لڑو گے جن کے منہ چوڑے چوڑے ہوں گے گویا ڈھالیں ہیں چمڑا جمی ہوئی (یعنی بہت موٹے منہ والے ہوں گے)۔''

حدیث میں مُطْرَقَہ یا مُطَرَّقَہ ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں، اقوام تاتار مراد ہیں جو بعد میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔

تشریح: ترک سے مراد یہاں وہ قوم ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں ہے۔ علی العموم تاتار کے لوگ نبی کریم ﷺ اور خلفائے اسلام کے زمانوں تک کافر رہے۔ یہاں تک کہ ہلاکو خان ترک نے عربوں پر چڑھائی کر کے خلافت عباسیہ کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد کچھ ترک مشرف بالاسلام ہوئے۔ وہب بن منبہ نے کہا ترک یاجوج ماجوج کے چچیرے بھائی ہیں۔ جب سد بنائی گئی تو یہ لوگ غائب تھے وہ دیوار کے اسی طرف رہ گئے۔ اسی لئے ان کا نام ترک یعنی متروک ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٢٩٢٨ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ الأَعْرَجِ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْأَعْيُنِ، حُمْرَ الْوُجُوْهِ، ذُلْفَ الْأُنُوْفِ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ)). [أطرافه في: ٢٩٢٩، ٣٥٨٧، ٣٥٩٠، ٣٥٩١]

(۲۹۲۸) ہم سے سعید بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے، جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی، چہرے سرخ ہوں گے، ناک موٹی پھیلی ہوئی ہوگی، ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہ بند چمڑا لگی ہوئی ڈھال ہوتی ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو گے جن کے جوتے بال کے بنے ہوئے ہوں گے۔''

بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ

باب: ان لوگوں سے لڑائی کا بیان جو بالوں کی جوتیاں پہنے ہوں گے

٢٩٢٩ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ)). قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ فِيْهِ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، رِوَايَةً: ((صِغَارَ الْأَعْيُنِ، ذُلْفَ الْأُنُوْفِ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ)). [راجع: ٢٩٢٨] [مسلم: ٧٣١٠، ٧٧١٢؛ ابوداود: ٣٠٤؛ ترمذي: ٢٢١٥]

(۲۹۲۹) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن میتب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے لڑائی نہ کرلو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو گے جن کے چہرے تہ شدہ ڈھالوں جیسے ہوں گے۔'' سفیان نے بیان کیا کہ اس میں ابوالزناد نے اعرج سے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ زیادہ نقل کیا کہ ''ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی، ناک موٹی، چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہ بتہ چمڑہ لگی ڈھال ہوتی ہے۔''

تشریح: اس حدیث میں بھی قوم ترک کا بیان ہے اور یہ ان کے قبول اسلام سے پہلے کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں تین قومیں ایسی ہیں کہ انہوں نے خاص طور پر ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا، عرب ترک اور افغان یہ جب اسلام میں داخل ہوئے تو روئے زمین پر سب ہی مسلمان ہوگئے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

بَابُ مَنْ صَفَّ أَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِيْمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ،

باب: ہار جانے کے بعد امام کا سواری سے اترنا اور باقی ماندہ لوگوں کی صف باندھ کر اللہ سے مدد مانگنا

وَاسْتَنْصَرَ

٢٩٣٠ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ أَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ يَا أَبَا عُمَارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! مَا وَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَلَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَأَخِفَّافُهُمْ حُسَّرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً، جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَصْرٍ، مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُوْنَ يُخْطِئُوْنَ، فَأَقْبَلُوْا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَابْنُ عَمِّهِ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُوْدُ بِهِ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ))

ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ. [راجع:٢٨٦٤][مسلم:٤٦١٥]

(٢٩٣٠) ہم سے عمرو بن خالد حرانی نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ ابوعمارہ! کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں راہِ فرار اختیار کی تھی؟ براء رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ ﷺ کے اصحاب میں جو نوجوان تھے بے سروسامان جن کے پاس نہ زرہ تھی، نہ خود اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیز انداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر برسائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضور نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: ''میں نبی ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

باب: مشرکین کے لئے شکست اور ان کے پاؤں اکھڑنے کے لیے دعا کرنا

٢٩٣١ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عِيْسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى)) حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ. [أطرافه في: ٤١١١، ٤٥٣٣، ٦٣٩٦][مسلم: ١٤٢٠، ١٤٢٢؛

(٢٩٣١) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ نے خبر دی، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے محمد نے، ان سے عبیدہ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ احزاب (خندق) کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے (مشرکین کو) یہ بددعا دی کہ ''اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انہوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ (عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی'' (یہ آپ نے اس وقت فرمایا) جب سورج غروب ہو چکا تھا (اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی)

ابوداود: ٤٠٩؛ ترمذي: ٢٩٨٤؛ نسائي: ٤٧٢]

٢٩٣٢- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُوْ فِي الْقُنُوْتِ: **((أَللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، أَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ، أَللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ، أَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، أَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ))**. [راجع: ٧٩٧]

(۲۹۳۲) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ذکوان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (صبح کی) دعائے قنوت میں (دوسری رکعت کے رکوع کے بعد) یہ دعا پڑھتے تھے: ”اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! تمام کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ (جو مکہ میں مشرکین کی سختیاں جھیل رہے تھے) اے اللہ مضر پر اپنا سخت عذاب نازل کر، اے اللہ! ایسا قحط نازل کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔“

٢٩٣٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُوْلُ: دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: **((أَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ، أَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، أَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ))**. [راجع: ٢٨١٨] [مسلم: ٤٥٤٣، ٤٥٤٥؛ ترمذي: ١٦٧٨؛ ابن ماجه: ٢٧٩٦]

(۲۹۳۳) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی اور انہوں نے عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی تھی ”اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے (قیامت کے دن) حساب بڑی سرعت سے لینے والے، اے اللہ! مشرکوں اور کفار کی جماعتوں کو (جو مسلمانوں کا استیصال کرنے آئی ہیں) شکست دے، اے اللہ! انہیں شکست دے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“

٢٩٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ، وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ، فَأَرْسَلُوْا فَجَاءُوْا مِنْ سَلَاهَا، وَطَرَحُوْهُ عَلَيْهِ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ، وَقَالَ: **((أَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، أَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، أَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، لِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ،**

(۲۹۳۴) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے ابواسحاق نے، ان سے عمرو بن میمون نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور قریش کے بعض دوسرے لوگوں نے کہا کہ اونٹ کی اوجھڑی لا کر کون ان پر ڈالے گا؟ مکہ کے کنارے ایک اونٹ ذبح ہوا تھا (اور اسی کی اوجھڑی لانے کے واسطے) انہوں نے اپنے آدمی بھیجے اور وہ اس اونٹ کی اوجھڑی اٹھا لائے اور اسے نبی کریم ﷺ کے اوپر (نماز پڑھتے ہوئے) ڈال دیا۔ اس کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے آپ ﷺ کے اوپر سے اس گندگی کو ہٹایا آنحضرت ﷺ نے اس وقت یہ بددعا کی کہ ”اے اللہ! قریش کو پکڑ اے

وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ)). قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِي قَلِيبِ بَدْرٍ قَتْلَى. قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ: وَنَسِيتُ السَّابِعَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ. وَقَالَ شُعْبَةُ: أُمَيَّةُ أَوْ أُبَيٌّ. وَالصَّحِيحُ أُمَيَّةُ.

[راجع: ٢٤٠]

اللہ! قریش کو پکڑ، اے اللہ! قریش کو پکڑ، ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط سب کو پکڑ لے۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا چنانچہ میں نے ان سب کو جنگ بدر میں بدر کے کنویں میں دیکھا کہ ان سب کو قتل کر کے اس میں ڈال دیا گیا تھا۔ ابواسحاق نے کہا کہ میں ساتویں شخص کا (جس کے حق میں آپ نے بددعا کی تھی نام) بھول گیا اور یوسف بن ابی اسحاق نے کہا کہ ان سے ابواسحاق نے (سفیان کی روایت میں ابی بن خلف کی بجائے) امیہ بن خلف بیان کیا اور شعبہ نے کہا کہ امیہ یا ابی (شک کے ساتھ ہے) لیکن صحیح امیہ ہے۔

٢٩٣٥۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ الْيَهُوْدَ، دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ. فَلَعَنْتُهُمْ. فَقَالَ: ((مَالَكِ؟)) قَالَتْ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا: فَقَالَ: ((فَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ؟ عَلَيْكُمْ)).

[أطرافه في: ٦٠٢٤، ٦٠٣٠، ٦٢٥٦، ٦٣٩٥، ٦٤٠١، ٦٩٢٨]

(٢٩٣٥) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ بعض یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا السام علیکم (تم پر موت آئے) میں نے ان پر لعنت بھیجی۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہوئی؟'' میں نے کہا: کیا انہوں نے بھی جو کہا تھا آپ نے نہیں سنا؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے نہیں سنا میں نے اس کا کیا جواب دیا ہے: ''وعلیکم'' یعنی تم پر بھی وہی آئے۔'' (یعنی میں نے کوئی برا لفظ زبان سے نہیں نکالا صرف ان کی بات ان ہی پر لوٹا دی)۔

تشریح: اسی لئے نامعقول اور بے ہودی حرکتوں کا جواب یونہی ہونا چاہیے۔ آیت قرآنی: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (۴۱/فصلت:۳۴) کا تقاضا ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ یہودی کی فطرت ہمیشہ سے شرپسند رہی ہے۔ خود اپنے انبیا کے ساتھ ان کا برتاؤ اچھا نہیں رہا تو اور کسی کی کیا حقیقت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، یہاں تک کہ ملاقات کے وقت زبان کو توڑ مروڑ کر السلام علیکم کی جگہ السام علیکم کہہ ڈالتے کہ تم پر موت آئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس حرکت پر اطلاع پا کر اتنا ہی کافی سمجھا ''وعلیکم'' یعنی تم پر بھی وہی آئے جو میرے لئے منہ سے نکال رہے ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ نے یہود کی اس حرکت کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لعن طعن والے جواب کو پسند نہیں فرمایا بلکہ جو جواب آپ نے دیا اسی کو کافی سمجھا۔ یہ آپ کے کمال اخلاق حسنہ کی دلیل ہے۔ (ﷺ)

بَابٌ: هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

باب: مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتلائے یا ان کو قرآن سکھائے

٢٩٣٦۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ

(٢٩٣٦) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا مجھے میرے بھتیجے ابن شہاب نے خبر دی، ان سے ان کے چچا نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے

ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ، وَقَالَ: ((فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ)).

(روم کے بادشاہ) قیصر کو (خط) لکھا جس میں آپ نے یہ بھی لکھا تھا: "اگر تم نے (اسلام کی دعوت سے) منہ موڑا تو (اپنے گناہ کے ساتھ) ان کاشتکاروں کا بھی گناہ تم پر پڑے گا (جن پر تم حکمرانی کر رہے ہو)۔"

[طرفه في: ٢٩٤٠ وراجع: ٧]

تشریح: یہ حدیث تفصیل کے ساتھ شروع کتاب میں گزر چکی ہے۔ اس خط میں آپ نے قرآن مجید کی آیت بھی لکھی تھی تو باب کا ترجمہ ثابت ہو گیا یعنی اہل کتاب کو قرآن سکھانا مگر یہ جب ہے کہ ان سے خیر کی امید ہو۔ اگر ان سے گستاخی اور بے ادبی کا خطرہ ہے تو ان کو قرآن شریف ہرگز ہرگز نہیں سکھانا چاہیے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدَى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

باب: مشرکین کا دل ملانے کے لئے ان کی ہدایت کی دعا کرنا

٢٩٣٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ، فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا. فَقِيْلَ: هَلَكَتْ دَوْسٌ. فَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ)). [طرفاه في: ٤٣٩٢، ٦٣٩٧]

(۲۹۳۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! قبیلہ دوس کے لوگ سرکشی پر اتر آئے ہیں اور اللہ کا کلام سننے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ ان پر بددعا کیجئے! بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اب دوس برباد ہو جائیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! دوس کے لوگوں کو ہدایت دے اور انہیں (دائرہ اسلام میں) کھینچ لا۔"

تشریح: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی قبیلہ دوس کے تھے۔ لوگوں نے بددعا کی درخواست کی تھی مگر آپ نے ان کی ہدایت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور بعد میں اس قبیلہ کے لوگ خوشی خوشی مسلمان ہو گئے۔

بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى وَعَلَى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ؟

باب: یہود اور نصاریٰ کو کیونکر دعوت دی جائے اور کس بات پر ان سے لڑائی کی جائے

وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ، وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ.

اور ایران اور روم کے بادشاہوں کو نبی کریم ﷺ کا خطوط لکھنا اور لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دینا۔

٢٩٣٨ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى

(۲۹۳۸) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے بیان کیا قتادہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ بیان کرتے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ نے شاہ روم کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا

الرُّوْمِ، قِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُ وْنَ كِتَابًا إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَخْتُوْمًا. فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ. [راجع: ٦٥]

کہ وہ لوگ کوئی خط اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ سربمہر نہ ہو، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ گویا دست مبارک پر اس کی سفیدی میری نظروں کے سامنے ہے اس انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کھدا ہوا تھا۔

تشریح: مقصد یہ ہے کہ اسلام کی دعوت باضابطہ تحریری طور پر سربراہ کی مہر سے مزین ہونی چاہیے۔ یہ جب ہے کہ شاہان عالم کو دعوتی خطوط لکھے جائیں اس سے تحریری تبلیغ کا بھی مسنون ہونا ثابت ہوا۔

٢٩٣٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى، فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ، فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى، فَلَمَّا قَرَأَهُ كِسْرَى خَرَّقَهُ، فَحَسِبْتُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ. [راجع: ٦٤]

(٢٩٣٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا خط کسریٰ کے پاس بھیجا۔ آپ نے (ایلچی سے) یہ فرمایا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے خط کو بحرین کے گورنر کو دے دیں، بحرین کا گورنر اسے کسریٰ کے دربار میں پہنچا دے گا۔ جب کسریٰ نے مکتوب مبارک پڑھا تو اسے اس نے پھاڑ ڈالا۔ مجھے یاد ہے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا تھا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اس پر بددعا کی تھی کہ وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے (چنانچہ ایسا ہی ہوا)۔

تشریح: تواریخ میں مذکور ہے کہ فرزند کسریٰ جو ایک نوجوان عیاش قسم کا آدمی تھا اور وہ موقع کا انتظار کر رہا تھا کہ اپنے والد کسریٰ کو ختم کر کے جلد سے جلد تخت اور خزانوں کا مالک بن جائے۔ چنانچہ جب کسریٰ نے یہ حرکت کی اس کے بعد جلد ہی ایک رات کو اس کے لڑکے نے کسریٰ کے پیٹ پر چڑھ کر اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا اور اسے ختم کر دیا۔ بعد میں وہ تخت و تاج کا مالک بنا تو اس نے خزانوں کا جائزہ لیتے ہوئے خزانے میں ایک دوا کی شیشی پائی جس پر قوت باہ کی دوا لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ والد صاحب اسی دوا کو کھا کھا کر آخر تک داد عیش دیتے رہے مجھ کو بھی دوا کھا لینی چاہیے۔ درحقیقت اس شیشی میں سم الفار تھا اس نے اس کو کھایا اور فوراً ہی وہ بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور عہد فاروقی میں سارا ملک اسلامی قلم رو میں شامل ہو گیا اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کی دعا نے پورا پورا اثر دکھلایا۔ کرمانی وغیرہ میں ہے کہ اس کے لڑکے کا نام خیرویہ تھا جس نے اپنے باپ پرویز نامی کا پیٹ چاک کیا اور چھ ماہ بعد خود بھی وہ مذکور زہر کھا کر ہلاک ہو گیا۔ عہد فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ ملک فتح ہوا۔ یہاں روایت میں یہی خسرو پرویز مراد ہے جو لقب کسریٰ سے یاد کیا گیا۔ (حاشیہ بخاری شریف، جلد اول/ص: ١٥)

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَأَنْ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللَّهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا (غیر مسلموں کو) اسلام کی طرف دعوت دینا اور اس بات کی دعوت کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾. الْآيَةَ [آل عمران: ٧٩]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”کسی بندے کے لئے یہ لائق نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے کتاب و حکمت عطا فرمائے تو پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔“

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلامی جہاد کا مقصد عظیم محض ملک گیری ہرگز نہیں بلکہ اس کا مقصد عظیم محض اللہ پاک کے دین برحق اسلام کو ہر ملک میں پھیلانا ہے تاکہ دنیا میں ہر جگہ اللہ کی حکومت کا تصور اشاعت پائے اور دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے اور کوئی انسان دوسرے لوگوں پر ایسی برتری اپنے لئے نہ اختیار کرے کہ لوگ اسے خدائی درجہ میں سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔ اسلامی جہاد کا مقصد عبادت الٰہی اور مساوات انسان کو فروغ دینا ہے اور اس ملوکیت کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جس میں ایک انسان تخت پر بیٹھ کر اپنے دوسرے ہم جنس انسانوں سے اپنی خدائی تسلیم کرائے حتیٰ کہ انبیاء و رسول جو مقبولان بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں، ان کو بھی یہ لائق نہیں کہ وہ خدائی کے کچھ حصہ دار بننے کا دعویٰ کر سکیں۔ اسلام کے اسی انسانیت نواز پہلو کا اثر تھا کہ نوع انسان نے ملک اور مذہب کے نام پر ہونے والے مظالم کا احساس کیا اور دنیاوی بادشاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو اصل حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ وہ انسان ہونے کے ناطے پوری بنی نوع انسان کے خادم ہیں۔ اگر وہ اپنی حدود سے آگے بڑھیں گے تو ان کا مقام رفعت ذلت سے تبدیل ہوگا۔ آج جمہوریت اور مساوات کی جو لہریں دنیا میں موج زن ہیں، ان کو پیدا کرنے میں اسلام نے ایک زبردست کردار ادا کیا ہے۔ سچ ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پود اسی کی لگائی ہوئی ہے

٢٩٤٠ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، وَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ بُصْرَى لِيَدْفَعَهُ إِلَى قَيْصَرَ، وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشَى مِنْ حِمْصَ إِلَى إِيْلِيَاءَ، شُكْرًا لِمَا أَبْلَاهُ اللّٰهُ، فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حِيْنَ قَرَأَهُ: الْتَمِسُوْا لِيْ هَاهُنَا أَحَدًا مِنْ قَوْمِهِ لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. [راجع: ٢٩٣٦]

(۲۹۴۰) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو آپ نے مکتوب دے کر بھیجا اور انہیں حکم دیا تھا کہ مکتوب بصریٰ کے گورنر کے حوالہ کر دیں وہ اسے قیصر تک پہنچا دے گا۔ جب فارس کی فوج (اس کے مقابلے میں) شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئی تھی (اور اس کے ملک کے مقبوضہ علاقے واپس مل گئے تھے) تو اس انعام کے شکرانہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ نے (اس کا ملک اسے واپس دے کر) اس پر کیا تھا۔ ابھی قیصر حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) تک پیدل چل کر آیا تھا۔ جب اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا اور اس کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے کہا کہ اگر ان کی (نبی اکرم ﷺ کی) قوم کا کوئی شخص یہاں ہو تو اسے تلاش کر کے لاؤ تاکہ میں اس رسول ﷺ کے متعلق اس سے کچھ سوالات کروں۔

٢٩٤١ـ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ، أَنَّهُ كَانَ بِالشَّأْمِ فِيْ رِجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ، قَدِمُوْا تُجَّارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَوَجَدَنَا رَسُوْلُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّأْمِ فَانْطَلَقَ بِيْ وَبِأَصْحَابِي حَتَّى قَدِمْنَا إِيْلِيَاءَ، فَأُدْخِلْنَا عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسِ مُلْكِهِ وَعَلَيْهِ التَّاجُ، وَإِذَا حَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: سَلْهُمْ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: فَقُلْتُ: أَنَا أَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ نَسَبًا. قَالَ: مَا قَرَابَةُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ؟ فَقُلْتُ: هُوَ ابْنُ عَمِّيْ، وَلَيْسَ فِي الرَّكْبِ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ غَيْرِيْ. فَقَالَ قَيْصَرُ: أَدْنُوْهُ. وَأَمَرَ بِأَصْحَابِيْ فَجُعِلُوْا خَلْفَ ظَهْرِيْ عِنْدَ كَتِفِيْ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لِأَصْحَابِهِ: إِنِّيْ سَائِلٌ هَذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِيْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَإِنْ كَذَبَ فَكَذِّبُوْهُ وَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَاللّٰهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ يَوْمَئِذٍ مِنْ أَنْ يَأْثُرَ أَصْحَابِيْ عَنِّي الْكَذِبَ لَحَدَّثْتُهُ عَنْهُ حِيْنَ سَأَلَنِيْ عَنْهُ، وَلَكِنِ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ يَأْثُرُوا الْكَذِبَ عَنِّيْ فَصَدَقْتُ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ: قُلْ لَهُ: كَيْفَ نَسَبُ هَذَا الرَّجُلِ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ: هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ عَلَى الْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ. قُلْتُ:

(۲۹۴۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ وہ ان دنوں شام میں مقیم تھے۔ یہ قافلہ اس دور میں یہاں تجارت کی غرض سے آیا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش میں باہم صلح ہو چکی تھی (صلح حدیبیہ)۔ ابوسفیان نے کہا کہ قیصر کے آدمی کی ہم سے شام کے ایک مقام پر ملاقات ہوئی اور وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنے ساتھ (قیصر کے دربار میں بیت المقدس) لے کر چلا پھر جب ہم ایلیاء (بیت المقدس) پہنچے تو قیصر کے دربار میں ہماری باریابی ہوئی اس وقت قیصر دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا اور روم کے امراء اس کے اردگرد تھے، اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ جنہوں نے ان کے یہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے نسب کے اعتبار سے ان کے قریب میں سے کون شخص ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کہا میں نسب کے اعتبار سے ان کے زیادہ قریب ہوں۔ قیصر نے پوچھا تمہاری اور ان کی قرابت کیا ہے؟ میں نے کہا (رشتے میں) وہ میرے چچا زاد بھائی ہوتے ہیں، اتفاق تھا کہ اس مرتبہ قافلے میں میرے سوا بنی عبد مناف کا اور آدمی موجود نہیں تھا۔ قیصر نے کہا کہ اس شخص (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کو مجھ سے قریب کر دو اور جو لوگ میرے ساتھ تھے اس کے حکم سے میرے پیچھے قریب میں کھڑے کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس شخص (ابوسفیان) کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ اس سے میں ان صاحب کے بارے میں پوچھوں گا جو نبی ہونے کے مدعی ہیں، اگر یہ ان کے بارے میں کوئی جھوٹ بات کہے تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دو۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! اگر اس دن اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر بیٹھیں تو میں ان سوالات کے جوابات میں ضرور جھوٹ بول جاتا جو اس نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں کئے تھے لیکن مجھے تو اس کا خطرہ لگا رہا کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے سچائی سے کام لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے پوچھو کہ تم لوگوں میں ان صاحب کا نسب کیسا سمجھا جاتا ہے؟ میں نے بتایا کہ ہم میں ان کا نسب بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اچھا یہ

لَا . قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَوْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قُلْتُ: بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ . قَالَ: فَيَزِيْدُوْنَ أَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ: بَلْ يَزِيْدُوْنَ. قَالَ: فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ؟ قُلْتُ: لَا . قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا ، وَنَحْنُ الْآنَ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ، نَحْنُ نَخَافُ أَنْ يَغْدِرَ . قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَلَمْ تُمْكِنِّي كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا أَنْتَقِصُهُ بِهِ لَا أَخَافُ أَنْ تُؤْثَرَ عَنِّيْ غَيْرُهَا . قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ أَوْ قَاتَلَكُمْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ . قَالَ: فَكَيْفَ كَانَ حَرْبُهُ وَحَرْبُكُمْ؟ قُلْتُ: كَانَتْ دُوَلًا وَسِجَالًا ، يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةَ وَنُدَالُ عَلَيْهِ الْأُخْرَى . قَالَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ؟ قُلْتُ: يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ . فَقَالَ لِتُرْجُمَانِهِ حِيْنَ قُلْتُ ذَلِكَ لَهُ: قُلْ لَهُ إِنِّيْ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فِيْكُمْ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُ ذُوْنَسَبٍ، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَاالْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ قُلْتُ: رَجُلٌ يَأْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيْلَ قَبْلَهُ. وَسَأَلْتُكَ: هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ: فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ

نبوت کا دعویٰ اس سے پہلے بھی تمہارے یہاں کسی نے کیا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس دعویٰ سے پہلے ان پر کوئی جھوٹ کا الزام تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے پوچھا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا تو اب بڑے امیر لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور اور کم حیثیت کے لوگ؟ میں نے کہا کہ کمزور اور معمولی حیثیت کے لوگ ہی ان کے (زیادہ تر ماننے والے ہیں) اس نے پوچھا کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے یا گھٹتی جا رہی ہے؟ میں نے کہا جی نہیں تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نے پوچھا کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر اسلام لانے کے بعد پھر بھی گیا ہے کیا؟ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے پوچھا انہوں نے کبھی وعدہ خلافی بھی کی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں لیکن آج کل ہمارا ان سے ایک معاہدہ ہو رہا ہے اور ہمیں ان کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کا خطرہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ پوری گفتگو میں سوا اس کے اور کوئی ایسا موقعہ نہیں ملا جس میں کوئی ایسی بات (جھوٹی) ملا سکوں جس سے آنحضرت ﷺ کی توہین ہو۔ اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی جھٹلانے کا ڈر نہ ہو۔ اس نے پھر پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے لڑائی کی ہے یا انہوں نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، اس نے پوچھا تمہاری لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ میں نے کہا لڑائی میں ہمیشہ کسی ایک گروہ نے فتح نہیں حاصل کی۔ کبھی وہ ہمیں مغلوب کر لیتے ہیں اور کبھی ہم انہیں، اس نے پوچھا وہ تمہیں کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ کہا ہمیں وہ اس کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں، ہمیں ان بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، نماز، صدقہ، پاک بازی ومروت، وفائے عہد اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب میں اسے یہ تمام باتیں بتا چکا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا، ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تمہارے یہاں صاحب نسب اور شریف سمجھے جاتے ہیں اور انبیا بھی یوں ہی اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا

لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، فَقُلْتُ: لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ: يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ؟ أَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّ ضُعَفَائَهُمُ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ الْإِيْمَانُ حَتَّى يَتِمَّ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، فَكَذَلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ، وَسَأَلْتُكَ: هَلْ يَغْدِرُ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُونَ. وَسَأَلْتُكَ: هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنْ قَدْ فَعَلَ، وَأَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُونُ دُوَلًا، يُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُونَ عَلَيْهِ الْأُخْرَى، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى، وَتَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ، وَسَأَلْتُكَ: بِمَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ، قَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَكِنْ لَمْ أَظُنَّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، وَإِنْ يَكُ مَا قُلْتَ حَقًّا، فَيُوشِكُ أَنْ يَمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ، وَلَوْ أَرْجُو أَنْ أَخْلُصَ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَيَّهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ

نبوت کا دعویٰ تمہارے یہاں اس سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا تم نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا دعویٰ پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اس سے میں یہ سمجھتا کہ اگر اس سے پہلے تمہارے یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ صاحب بھی اسی دعویٰ کی نقل کر رہے ہیں جو اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا۔ تم نے بتایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص جو لوگوں کے متعلق کبھی جھوٹ نہ بول سکا ہو وہ خدا کے متعلق جھوٹ بول دے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا، تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے اس سے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ (نبوت کا دعویٰ کر کے) وہ اپنے باپ دادوں کی سلطنت حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کی اتباع قوم کے بڑے کرتے ہیں یا کمزور اور بے حیثیت لوگ، تم نے بتایا کہ کمزور غریب قسم کے لوگ ان کی تابعداری کرتے ہیں اور یہی گروہ انبیا کی (ہر دور میں) اطاعت کرنے والا رہا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان تابعداروں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے یا گھٹتی بھی ہے؟ تم نے بتایا کہ وہ لوگ برابر بڑھ ہی رہے ہیں، ایمان کا بھی یہی حال ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے، میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کبھی اس سے پھر بھی گیا ہے؟ تم نے کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، ایمان کا بھی یہی حال ہے جب وہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے تو پھر کوئی چیز اس سے مؤمن کو ہٹا نہیں سکتی۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے وعدہ خلافی بھی کی ہے؟ تم نے اس کا بھی جواب دیا کہ نہیں، انبیا کی یہی شان ہے کہ وہ وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی ان سے یا انہوں نے تم سے جنگ بھی کی ہے؟ تم نے بتایا کہ ایسا ہوا ہے اور تمہاری لڑائیوں کا نتیجہ ہمیشہ کسی ایک ہی کے حق میں نہیں گیا۔ بلکہ کبھی تم مغلوب ہوتے ہو اور کبھی وہ۔ انبیا کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے وہ امتحان میں ڈالے جاتے ہیں لیکن انجام انہیں کا بہتر ہوتا ہے۔ میں نے تم

قَدَمَيْهِ. قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُرِئَ فَإِذَا فِيهِ.

سے دریافت کیا کہ وہ تم کو کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ تم نے بتایا کہ وہ ہمیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور تمہیں تمہارے ان معبودوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ تمہیں وہ نماز، صدقہ، پاکبازی، وعدہ وفائی اور امانت داری کا حکم دیتے ہیں، اس نے کہا کہ ایک نبی کی یہی صفت ہے میرے بھی علم میں یہ بات تھی کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ تم میں سے وہ مبعوث ہوں گے، جو باتیں تم نے بتائیں اگر وہ صحیح ہیں تو وہ دن بہت قریب ہے جب وہ اس جگہ پر حکمران ہوں گے جہاں اس وقت میرے دونوں قدم موجود ہیں، اگر مجھے ان تک پہنچ سکنے کی توقع ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی پوری کوشش کرتا اور اگر میں ان کی خدمت میں موجود ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ اس کے بعد قیصر نے رسول اللہ کا نامہ مبارک طلب کیا اور وہ اس کے سامنے پڑھا گیا اس میں لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْأَرِيسِيِّينَ. وَ: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾. [آل عمران: ٦٤]

(ترجمہ) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط ہے "محمد" اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت قبول کرلے۔ امابعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو، تمہیں بھی سلامتی وامن حاصل ہوگی اور اسلام قبول کرو اللہ تمہیں دُہرا اجر دے گا (ایک تمہارے اپنے اسلام کا اور دوسرا تمہاری قوم کے اسلام کا جو تمہاری وجہ سے اسلام میں داخل ہوگی) لیکن اگر تم نے اس دعوت سے منہ موڑ لیا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔" اور اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمہ پر آ کر ہم سے مل جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ہی ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو پروردگار بنائے اب بھی اگر تم منہ موڑتے ہو تو اس کا اقرار کرلو کہ (اللہ تعالیٰ کے واقعی) فرمان بردار ہم ہی ہیں۔" ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب ہرقل اپنی بات پوری کر چکا تو روم کے سردار اس کے اردگرد جمع تھے، سب ایک

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: فَلَمَّا أَنْ قَضَى مَقَالَتَهُ، عَلَتْ أَصْوَاتُ الَّذِينَ حَوْلَهُ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّومِ، وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ، فَلَا أَدْرِي مَاذَا قَالُوا،

وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا، فَلَمَّا أَنْ خَرَجْتُ مَعَ أَصْحَابِي وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ: لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، هَذَا مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ يَخَافُهُ، قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: وَاللّٰهِ! مَا زِلْتُ ذَلِيْلاً مُسْتَيْقِنًا بِأَنَّ أَمْرَهُ سَيَظْهَرُ، حَتَّى أَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِي الْإِسْلَامَ وَأَنَا كَارِهٌ.

ساتھ چیخنے لگے اور شور وغل بہت بڑھ گیا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ پھر ہمیں حکم دیا گیا اور ہم وہاں سے نکال دیئے گئے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا آیا اور ان کے ساتھ تنہائی ہوئی تو میں نے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد حضور اکرم ﷺ سے ہے) کا معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، بنو الاصفر (رومیوں) کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے، ابوسفیان نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم مجھے اسی دن سے اپنی ذلت کا یقین ہو گیا تھا اور برابر اس بات کا بھی یقین رہا کہ آنحضرت ﷺ ضرور غالب ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام داخل کر دیا۔ حالانکہ (پہلے) میں اسلام کو برا جانتا تھا۔

تشریح: اس طویل حدیث کو مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی جگہ لائے ہیں، اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے یہاں اس غرض سے لائے کہ اس سے یہاں غیر مسلموں کو دعوت اسلام پیش کرنے کے طریقوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس میں ہرقل کی طرف دعوت اسلامی کا ذکر ہے جس کا لقب قیصر تھا ہرقل عجمہ اور علم ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ کسریٰ بھی اس کو کہتے تھے اس نے اکتیس سال تک حکومت کی تھی۔ نبی کریم ﷺ کا اسی دوران انتقال ہو چکا تھا۔ لفظ ایلیا سے بیت المقدس مراد ہے یہاں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے چچا کا بیٹا بتلایا تھا حالانکہ آپ ان کے دادا کے چچا کے بیٹے ہیں ابوسفیان کا نسب یہ ہے ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور رسول کریم ﷺ کا نسب نامہ یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ کو یہاں ابوسفیان نے ابن ابی کبشہ سے تشبیہ دی جو بنو خزاعہ کا ایک آدمی تھا اور سارے عرب کے خلاف وہ ستارہ شعریٰ کا پجاری تھا اور اسی مخالفت عرب کی وجہ سے لوگ نبی کریم ﷺ کو بھی ابن ابی کبشہ سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔

٢٩٤٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلاً يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ)). فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ لِذَلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطَى، فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُوْ أَنْ يُعْطَى فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيٌّ؟)) فَقِيْلَ: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ، فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ، فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ فَقَالَ: نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا؟ فَقَالَ: ((عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ

(٢٩٤٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا تھا کہ ”اسلامی جھنڈا میں ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔“ اب سب اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے جھنڈا کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو سب سرکردہ لوگ اسی امید میں رہے کہ کاش! انہیں کو مل جائے لیکن آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا ”علی کہاں ہیں؟“ عرض کیا گیا کہ وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا ہیں، آخر آپ کے حکم سے انہیں بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور فوراً ہی وہ اچھے ہو گئے۔ جیسے پہلے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان (یہودیوں سے) اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک یہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں۔

يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ)). [أطرافه في: ٣٠٠٩، ٣٧٠١، ٤٢١٠] [مسلم: ٦٢٢٣]

لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ابھی ٹھہرو پہلے ان کے میدان میں اتر کر انہیں تم اسلام کی دعوت دے لو اور ان کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں ان کی خبر کر دو (پھر وہ نہ مانیں تو لڑنا) اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

تشریح: اس حدیث کی باب سے مطابقت یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے فریق مقابل کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت پیش کرنے کا حکم فرمایا ساتھ ہی یوں ارشاد ہوا کہ پہلے مخالفین کو راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کرو اور یاد رکھو اگر ایک آدمی بھی تمہاری تبلیغی کوشش سے نیک راستے پر آ گیا تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ عرب میں کالے اونٹوں کے مقابلے پر سرخ اونٹوں کی بڑی قیمت تھی۔ اس لئے مثال کے طور پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اسلام کسی سے جنگ جہاد لڑائی کا خواہاں ہرگز نہیں ہے۔ وہ صرف صلح صفائی امن وامان چاہتا ہے مگر جب مدافعت ناگزیر ہو تو پھر بھرپور مقابلہ کا حکم بھی دیتا ہے۔

٢٩٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ حُمَيْدٍ، سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ، فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلاً. [راجع: ٣٧١]

(۲۹۴۳) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا، ان سے حمید نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک کوئی اقدام نہ فرماتے جب تک صبح نہ ہو جاتی، جب صبح ہو جاتی اور اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو صبح ہونے کی بعد حملہ کرتے۔ چنانچہ خیبر میں بھی ہم رات میں پہنچے تھے۔

٢٩٤٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا. [راجع: ٣٧١]

(۲۹۴۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب ہمارے ساتھ (مل کر) غزوہ کرتے تھے۔

٢٩٤٥- ح: وَحَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهَا لَيْلاً، وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ! مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)).

(۲۹۴۵) (دوسری سند) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ رات میں خیبر تشریف لے گئے اور آپ کی عادت تھی کہ جب کسی قوم تک رات کے وقت پہنچتے تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے جب صبح ہوئی تو یہودی اپنے پھاوڑے اور ٹوکرے لے کر باہر (کھیتوں میں کام کرنے کے لئے) نکلے جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو چیخ پڑے محمد واللہ! محمد لشکر سمیت آ گئے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے۔ اب خیبر تو خراب ہو گیا کہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں مجاہدانہ اتر آتے ہیں تو (کفر سے) ڈرائے ہوئے لوگوں کی

[راجع: ۳۷۱] صبح منحوس ہو جاتی ہے۔“

تشریح: جنگ خیبر کا پس منظر یہودیوں کی مسلسل غداری اور طبعی فساد انگیزی تھی۔ تفصیلی حالات اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ حدیث میں لفظ مساحیھم مسحاۃ کی جمع ہے جس سے مراد پھاوڑہ ہے اور مکاتل مکتل کی جمع ہے، وہ ٹوکری جو پندرہ صاع وزن کی وسعت رکھتی ہو۔ خمیس سے مراد جو پانچ حصوں پر تقسیم ہوتا ہے ”میمنہ، میسرہ، قلب، ساقہ اور مقدمہ“ اسی نسبت سے لشکر کو خمیس کہا گیا ہے اور ساحۃ سے مراد الان ہے واصلھا الفضاء بین المنازل کذا فی المجمع والعینی والکرمانی۔

٢٩٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمَالَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ)). رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [مسلم: ١٢٥؛ نسائي: ٣٩٨٤]

(۲۹۴۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی انہیں زہری نے، کہا ہم سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ ؓ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس کا اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، پس جس نے اقرار کرلیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں تو اس کی جان اور مال ہم سے محفوظ ہے سوا اس حق کے جس کی بنا پر قانوناً اس کی جان و مال زد میں آئے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔“ اس کی روایت عمر اور ابن عمر نے بھی نبی کریم ﷺ سے کی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کا مقصد عظیم بیان فرمایا کہ ملک عرب میں مجھ کو اپنی حیات میں اصول اسلامی یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نفاذ کر دینا ہے جو لوگ خوشی سے اس دعوت کو قبول کرلیں گے وہ ہماری اسلامی برادری کے ایک ممبر بن کر ان سارے حقوق کے مستحق ہو جائیں گے جو اسلام نے مسلمانوں کے لئے مقرر کئے ہیں اور جو لوگ اس دعوت کے مدمقابل بن کر لڑائی ہی چاہیں گے ان سے میں برابر لڑتا بھی رہوں گا یہاں تک کہ اللہ پاک حق و باطل کا فیصلہ کرے۔ ویسے جو لوگ نہ مسلمان ہوں اور نہ لڑائی جھگڑا کریں ان کے لئے اسلام کا اصول لااکراہ فی الدین کا ہے یعنی دین اسلام کی اشاعت میں کسی پر زبردستی جائز نہیں ہے۔ یہ سب کی مرضی پر ہے، آزادی کے ساتھ جو چاہے قبول کرے جو نہ چاہے وہ قبول نہ کرے، اسلام نے مذہب کے بارے میں کسی بھی زبردستی کو روا نہیں رکھا۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ غَزْوَةً فَوَرَّى بِغَيْرِهَا وَمَنْ أَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

باب: لڑائی کا مقام چھپانا (دوسرا مقام بیان کرنا) اور جمعرات کے دن سفر کرنا

٢٩٤٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ

(۲۹۴۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن کعب ؓ نے، کعب ؓ (جب نابینا ہو گئے تھے) کے ساتھ ان کے دوسرے صاحبزادوں میں یہی عبداللہ انہیں لے کر راستے میں ان کے آگے

مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَكُنْ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا. [راجع: ۲۷۵۷]

آگے چلتے تھے، رسول اللہ ﷺ کا اصول یہ تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو (مصلحت کے لئے) دوسرا مقام بیان کرتے (تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو)۔

تشریح: لفظ توریہ کے معنی یہ کہ کسی بات کو اشارے کنائے سے کہہ دینا کہ صاف طور سے کوئی نہ سمجھ سکے۔ ایسا توریہ جنگی مصالح کے لئے جائز ہے۔

"لعل الحكمة فيه ماروى عن قوله ﷺ بورك لامتى فى بكورها يوم الخميس وكونه ﷺ كان يحب الخروج يوم الخميس لا يستلزم المواظبة عليه والقيام مانع منه وسيأتى بعد باب انه خرج فى بعض اسفاره يوم السبت ثم اورد المصنف طرفا من حديث كعب بن مالك الطويل وهو ظاهر فيما ترجم له قال الكرمانى كعب هو ابن مالك الانصارى احد الثالثة الذين خلفوا وصار اعمى وكان له ابناء وكان عبدالله يقوده من بين سائر بنيه۔" (حاشیہ بخاری)

یعنی اس میں حکمت یہ کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ میری امت کے لئے جمعرات کے روز صبح سفر کرنے میں برکت رکھی گئی ہے مگر اس سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ بعض سفر آپ نے ہفتے کو بھی شروع فرمائے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں کعب بن مالک کی طویل حدیث لائے ہیں۔ جس سے ترجمۃ الباب ظاہر ہے۔ کعب بن مالک وہی انصاری صحابی ہیں جو تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ کے کئی لڑکے تھے جن میں سے عبداللہ نامی آپ کا ہاتھ پکڑ کے چلا کرتا تھا۔

۲۹۴۸۔ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا، حَتَّى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ، فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيْدٍ، وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا، وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِيْنَ أَمْرَهُمْ، لِيَتَأَهَّبُوْا أُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ، وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيْدُ. [راجع: ۲۷۵۷]

(۲۹۴۸) اور مجھ سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ ایسا کم اتفاق ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کسی جگہ جہاد کا قصد کریں اور وہ مقام بیان کریں مگر الٹ سمت کی طرف اشارہ فرمائے۔ جب آپ غزوۂ تبوک کو جانے لگے تو چونکہ یہ غزوہ بڑی سخت گرمی میں ہونا تھا، لمبا سفر تھا اور جنگلوں کو طے کرنا تھا اور مقابلہ بھی بہت بڑی فوج سے تھا، اس لئے آپ نے مسلمانوں سے صاف صاف فرما دیا تھا تاکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے پوری تیاری کر لیں چنانچہ (غزوہ کیلئے) جہاں آپ کو جانا تھا (یعنی تبوک) اس کا آپ نے صاف اعلان کر دیا تھا۔

۲۹۴۹۔ وَعَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُوْلُ: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ فِي سَفَرٍ

(۲۹۴۹) یونس سے روایت ہے، ان سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی سفر میں جمعرات کے سوا اور کسی دن نکلیں۔

إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ. [راجع: ٢٧٥٧]

٢٩٥٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. [راجع: ٢٧٥٧]

(۲۹۵۰) مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے انہیں عبدالرحمن بن کعب بن مالک نے اور انہیں ان کے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے تھے۔ آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

تشریح: غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے توریہ نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف لفظوں میں اس جنگ کا اعلان فرما دیا تھا کیونکہ ہر لحاظ سے یہ مقابلہ بہت ہی سخت تھا اور مسلمانوں کو اس کے لئے پورے پورے طور پر تیار ہونا تھا۔ مقصد باب یہ ہے کہ امام حالات کے تحت مختار ہے کہ وہ حسب موقع توریہ سے کام لے یا نہ لے جیسا موقع محل دیکھے ویسا ہی کر لے۔

بَابُ الْخُرُوجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز کے بعد سفر کرنا

تشریح: بعض دفعہ ظہر کے بعد میں سفر میں نکلنا آپ سے ثابت ہے۔ حدیث گزشتہ میں صبح کی قید صرف اس لئے مذکور ہوئی کہ وہ وقت خوشی کا ہوتا ہے صبح کی خصوصیت نہیں ہے۔

٢٩٥١ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا. [راجع: ١٠٨٩]

(۲۹۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی پھر عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور میں نے سنا کہ صحابہ حج اور عمرہ دونوں کا لبیک ایک ساتھ پکار رہے تھے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کا یہ سفر حج کے لئے تھا مگر سفر جہاد کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بہتر ہے ظہر کی نماز پڑھ کر اطمینان سے یہ سفر شروع کیا جائے۔

بَابُ الْخُرُوجِ آخِرَ الشَّهْرِ

باب: مہینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

اور کریب نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ (حجۃ الوداع کے لئے) مدینہ سے اس وقت نکلے جب ذی قعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ اور چار ذی الحجہ کو مکہ پہنچ گئے تھے۔

تشریح: یعنی مہینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا جائز ہے کچھ برا نہیں جیسے بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ چاند کے عروج میں سفر کرنا چاہیے نہ نزول میں۔ حدیث باب میں مذکورہ سفر کا تعلق حج سے ہے مگر جہاد کے سفر کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب آخر ماہ میں سفر جہاد پر نکلنا پڑے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

١٩٥٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسٍ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَلَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَحِلَّ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: نَحَرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى: فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ: أَتَتْكَ وَاللَّهِ! بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ. [راجع: ٢٩٤، ١٧٠٩]

(٢٩٥٢) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا امام مالک سے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مدینہ سے (حجۃ الوداع کے لئے) رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم اس وقت نکلے جب ذی قعدہ کے پانچ دن باقی تھے، ہفتہ کے دن ہمارا مقصد حج کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔ جب ہم مکہ سے قریب ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو جب وہ بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مروہ کی سعی سے فارغ ہو جائے تو احرام کھول دے۔ (پھر حج کے لئے بعد میں احرام باندھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ دسویں ذی الحجہ کو ہمارے یہاں گائے کا گوشت آیا، میں نے پوچھا کہ گوشت کیسا ہے؟ تو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے جو گائے کی قربانی کی ہے یہ اسی کا گوشت ہے۔ یحییٰ نے بیان کیا کہ میں نے اس کے بعد اس حدیث کا ذکر قاسم بن محمد سے کیا تو انہوں نے بتایا کہ قسم اللہ کی! عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے تم سے یہ حدیث ٹھیک بیان کی ہے۔

تشریح: یہاں بھی نبی کریم ﷺ کے سفر حج مبارک کا ذکر ہے کہ آپ آخر ماہ میں اس کے لئے نکلے اور یہ موقع بھی ایسا ہی تھا۔ پس جہاد کے لئے بھی امام جیسا موقع دیکھے سفر شروع کرے۔ اگر مہینہ کے آخری دنوں میں نکلنے کا موقع مل سکے تو یہ اور بہتر ہوگا کہ سنت نبوی پر عمل ہو سکے گا۔ بہرحال یہ امام کی صواب دید پر ہے۔

روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا ہے، جن کا نام مالک بن انس بن مالک بن عامر اصبحی ہے۔ ابوعبداللہ کنیت ہے، امام دارالہجرہ وامیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں ان کے دادا عامر اصبحی صحابی ہیں جو بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ امام صاحب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے ہیں۔

اگرچہ مدینہ مولد ومسکن تھا مگر کسی صحابی کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے۔ یہ شرف کیا کم ہے کہ امام دارالہجرہ تھے۔ حرم محترم نبی ﷺ کے مدرس ومفتی نافع، ربیعہ رائے، امام جعفر صادق اور ابوحازم وغیرہ بہت شیوخ سے علم حاصل کیا جن کی تعداد نوسو بیان کی گئی ہے۔ نافع نے وفات پائی تو امام صاحب ان کے جانشین ہوئے، اس وقت آپ کی سترہ سال کی عمر تھی۔ امام صاحب کی جائے سکونت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکان اور نشست گاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ امام صاحب کی مجلس درس نہایت آراستہ وپیراستہ ہوتی تھی۔ سب لوگ مؤدب بیٹھتے تھے، امام صاحب غسل کرکے خوشبو لگا کر عمدہ لباس پہن کر نہایت وقار ومتانت سے بیٹھتے تھے، خلیفہ ہارون الرشید خود حاضر درس ہوتا تھا، عالم شرق سے غرب تک امام صاحب کے آوازہ شہرت سے گونج اٹھا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھ کر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں۔ امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں ان کا انتخاب مؤطا ہے (مقدمہ شرح مؤطا) امام صاحب سخی وعابد ومرتاض تھے۔ اہل علم کی بہت مدد کرتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو گیارہ ہزار دیتے تھے، امام صاحب کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے تھے مگر کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں نہ نکلتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جو زمین رسول کریم ﷺ کے قدم مبارک سے مشرف ہوئی ہے اس کو میں جانوروں کے سموں سے روندوں۔ امام صاحب کے

تلامذہ کی تعداد تیرہ سو ہے، ان میں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین اور امراء شامل ہیں۔ مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے عرب اور شمالی افریقہ میں ہیں۔ امام مالک کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور موطا ہے۔ کتاب المسائل ہیں۔ خلیفہ ابوالعباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے جن کے متعلق خلیفہ نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے۔ (تزئین المالک) جس حدیث کا سلسلہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر ہوگا، اس کو سلسلة الذهب کہتے ہیں۔ جعفر گورنر مدینہ نے امام صاحب کو حکم دیا کہ آیندہ طلاق (جبری) کا فتویٰ نہ دیا کریں، امام صاحب کو کتمان حق گوارا نہ ہوا۔ تعمیل حکم نہ کی، جعفر نے غضب ناک ہو کر ستر کوڑے لگوائے۔ تمام پیٹھ خون آلود ہوگئی، دونوں ہاتھ کندھوں سے اتر گئے۔ خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے عذر کیا اور کہا مجھ کو آپ کی تعزیر کا علم نہیں۔ میں جعفر کو سزا دوں گا۔ امام صاحب نے فرمایا میں نے معاف کیا، ۱۷۹ھ میں وفات پائی، ابن مبارک ویحییٰ قطان ان کے شاگرد تھے۔ امام صاحب اپنے اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے تھے جس میں انہوں نے ایک حدیث کے مضمون کو لیا ہے۔

خير الامور الدين ماكان سنته ☆ وشر الامور المحدثات البدايع

خاتمہ پارہ نمبر گیارہ: عرصہ دراز کی مسلسل جدوجہد کے بعد محض اللہ ذوالجلال والاکرام کی توفیق واعانت سے آج بخاری شریف کے پارہ ۱۱ کے ترجمہ اور مختصر تشریحات کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی۔ کام جس قدر اہم اور مرحلہ جتنا کٹھن تھا وہ اہل فن ہی جانتے ہیں، خاص طور پر یہ پارہ جس کا کتاب الوصایا کے بعد سارا حصہ کتاب الجہاد پر مشتمل ہے ظاہر ہے کہ لفظ جہاد پر بعض متعصب غیر مسلم حضرات نے خواہ مخواہ بے جا مہمل اعتراضات کئے ہیں جن کی مدافعت بھی ضروری تھی، اس لئے کتاب میں حتی الامکان اس امر پر خاص توجہ دی گئی ہے جیسا کہ قارئین کرام خود اندازہ لگا سکیں گے ہر ممکن کوشش کے باوجود یہ بھی عین ممکن ہے کہ علمائے فن کو ترجمہ اور تشریحات میں کچھ خامیاں نظر آئیں، ایسے معزز حضرات سے مؤدبانہ التماس کروں گا کہ جہاں بھی واقعی کچھ خامی نظر آئے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

میں اس مبارک مقدس کتاب کا ایک ادنیٰ ترین طالب علم ہوں اس کی گہرائیوں تک کلیۃً پہنچنا مجھ جیسے خام طبع کم علم انسان کا کام نہیں ہے۔ اس حقیقت کے باوجود محض جذبہ خدمت نبوی کے تحت جو بھی مجھ سے ہو سکا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اختصار وایجاز بھی ضروری تھا کہ آج کل شائقین کرام اگر اس قدر بھی مطالعہ فرما کر حدیث نبوی سے اپنے ایمان روشن کر سکیں تو یہ بھی بہت کچھ ہے ورنہ طوالت کا میدان بے حد وسیع ہے کہ الفاظ حدیث نبوی وسند درجال وتراجم پر تفصیلاً قلم اٹھایا جاتا تو ہر پارہ ایک مستقل دفتر بن جاتا جس کا طبع کرنا، پھر شائقین کرام کا حاصل کرنا پھر مطالعہ کرنا بہت ہی گراں بار ہو جاتا اگرچہ فنی حیثیت سے اکابر فن شاید اس خامی کو محسوس فرمائیں مگر باادب عرض کروں گا کہ ایسے ہی مواقع کے لئے خير الكلام ما قل ودل کہا گیا ہے۔

آخر میں تہ دل سے بارگاہ احادیت میں دست دعا دراز کرتا ہوں کہ اے پروردگار! ساری کائنات کے پالنہار ناچیز کی اس حقیر خدمت اسلام کو قبول فرما کر قبول عام عطا کر دے اور نہ صرف میرے لئے بلکہ میرے جملہ معاونین کرام کے لئے، میرے والدین مرحومین کے لئے، میری آل اولاد کے لئے، اساتذہ عظام کے لئے اور جملہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس کتاب کو ذریعہ ترقی دارین بنا دے اور اس سے ایمان میں ترقی عطا فرما اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت سے ہم سب کے قلوب بھرپور کر کے خاتمہ بالخیر نصیب فرما۔ آمین

یا اللہ! جس طرح اس اہم خدمت کو تو نے اس منزل تک پہنچایا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ احسن طریق پر باقی منازل کو طے کرنے کی توفیق عطا فرمائیو۔

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واغفرلی خطئی وجهلی (آمین) وصلی الله علی خیر الخلائق سید الانبیاء محمد المصطفی واله المجتبی واصحابه مصابیح الهدیٰ الی یوم الدین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

خادم حدیث نبوی: محمد داؤد راز بن عبدالله السلفی الدهلوی
مقیم مسجد اہلحدیث نمبر ۴۱۲۱
اجمیری گیٹ دہلی ۶ بھارت
اوائل محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے مہینے میں سفر کرنا

٢٩٥٣۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ. قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: هَذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ [راجع: ١٩٤]

(۲۹۵۳) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے اور ان سے ابن عباس ؓ نے کہ نبی کریم (فتح مکہ کے لئے مدینہ سے) رمضان میں نکلے اور روزے سے تھے۔ جب آپ مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے افطار کیا۔ سفیان نے کہا کہ زہری نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ نے خبر دی اور انہیں ابن عباس ؓ نے پھر یہی حدیث بیان کی۔ ابو عبداللہ امام بخاری ؒ نے کہا: یہ زہری کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری فعل ہی قابل حجت ہوگا۔

تشریح: اس آخری سند کے بیان کرنے سے امام بخاری ؒ کی غرض یہ ہے کہ عبیداللہ سے سماع کی اس میں زہری نے تصریح کی ہے اور پہلی روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے، بعض نسخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے۔ امام بخاری ؒ نے کہا، زہری اور ان کے ہم خیالوں کا یہی قول ہے کہ اثنائے رمضان میں سفر در پیش ہونے سے افطار درست نہیں اور چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے آخری فعل کو لیا جائے۔ یعنی آخری فعل آپ کا یہ ہے کہ آپ نے کدید میں پہنچ کر افطار کر لیا۔

تو معلوم ہوا کہ اگر رمضان میں سفر پیش آئے تو افطار کرنا درست ہے اور یہ مسئلہ آیت قرآنی: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (۲/ البقرۃ: ۱۸۵) سے ثابت ہے۔ یہاں اس حدیث کو لانے سے مجتہد مطلق امام بخاری ؒ کی غرض یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان میں سفر مکروہ بتایا، اس کا قول صحیح نہیں۔

آج ۲۶ محرم ۹۱ھ کو دانا پور پٹنہ میں مخلصی ومحبی حضرت حاجی عبدالغفار نیلر کے دولت کدہ پر نظر ثانی شروع کر رہا ہوں۔ اللہ پاک تمام کی توفیق بخشے۔ اور میرے محترم بھائی کو برکات دارین سے مزید در مزید نوازے۔ اور ان کے حسنات جاریہ کو قبول فرمائے آمین۔ ۱۸ مارچ ۱۹۷۱ء۔

بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ

باب: سفر شروع کرتے وقت مسافر کو رخصت کرنا

٢٩٥٤۔ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْثٍ، وَقَالَ لَنَا: ((إِنْ لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ)). قَالَ: ثُمَّ أَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِيْنَ أَرَدْنَا الْخُرُوْجَ فَقَالَ: ((إِنِّيْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لَا

(۲۹۵۴) اور عبداللہ بن وہب نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک فوج میں بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اگر فلاں دو قریشی جن کا آپ نے نام لیا تم کو مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا۔'' ابو ہریرہ ؓ نے کہا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں آپ سے رخصت ہونے کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت آپ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں پہلے ہدایت کی تھی کہ فلاں فلاں قریشی اگر تمہیں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا لیکن یہ حقیقت ہے کہ آگ کی سزا دینا اللہ

يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا)). [طرفه في: ٣٠١٦] [ابوداود: ٢٦٧٤؛ ترمذي: ١٥٧١]

تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر دینا۔" (آگ میں نہ جلانا)۔

تشریح: ان ہر دو مردودوں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو راستے میں بحالت حمل ایسا برچھا مارا تھا کہ آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس لئے آپ نے پہلے ان کو ملنے پر آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ پھر بعد میں قتل کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ آگ میں جلانا حرام ہے، پہلے آپ نے رائے سے حکم دیا تھا۔ پھر وحی الٰہی سے اس کو منسوخ فرما دیا۔ قسطلانی نے کہا پسو اور کھٹمل وغیرہ کا بھی آگ میں جلانا مکروہ ہے۔ اور بعض ڈاکوؤں کے لئے جو آپ نے آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالنے کا حکم دیا تھا وہ قصاصاً تھا، کیونکہ ان ظالموں نے اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ یہی حرکت کی تھی۔ ارشاد باری ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ (۲/ البقرۃ: ۱۷۸) یعنی قصاص میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت قتل کی جائے گی بلکہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت توڑے جائیں گے اسی قانون الٰہی کے تحت ان ڈاکوؤں کو یہ سنگین سزا دی گئی تھی۔

بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ مَالَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَةٍ

باب: امام (بادشاہ یا حاکم) کی اطاعت کرنا جبکہ وہ (اللہ کے احکام) کی نافرمانی کا حکم نہ دے

٢٩٥٥ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ؛ ح: قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)). [طرفه في: ٧١٤٤] [مسلم: ٤٧٦٤؛ ابوداود: ٢٦٢٦]

(۲۹۵۵) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "(خلیفہ وقت کے احکام) سننا اور انہیں بجالانا (ہر مسلمان کے لئے) واجب ہے، جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ اسے سننا چاہئے اور نہ اس پر عمل کرنا چاہئے۔"

تشریح: کیونکہ دوسری حدیث میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق بڑا بادشاہ حق تعالیٰ ہے، اس کے حکم کے خلاف میں کسی کا حکم نہ سننا چاہیے۔ اگر کوئی بادشاہ خلاف شرع حکم دے تو اس کو سمجھانا چاہیے۔ ورنہ سب لوگ مل کر ایسے بادشاہ کو معزول کر دیں۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا بھی رد ہوا جو آیات قرآنی و احادیث نبویہ کے ہوتے ہوئے اپنے اماموں کے قول پر جمے رہتے ہیں۔ اور آیات و احادیث کی غلط تاویلات کر کے ان کو ٹال دیتے ہیں۔ جن کی بہت سی مثالیں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اعلام الموقعین میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ بقول حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے لوگ کیا جواب دیں گے جس دن اللہ کی عدالت عالیہ میں کھڑے ہونا ہوگا۔ قرآن مجید میں جہاں اطاعت والدین کا حکم ہے وہاں صاف موجود ہے کہ اگر ماں باپ شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے۔ اس حدیث سے تقلید جامد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے:

فاهرب عن التقليد فهو ضلالة   ان المقلد فی سبيل الهالك

یعنی تقلید جامد سے دور رہو یہ بربادی کا راستہ ہے۔۔۔ یہ نقطہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لئے معیار الحق حضرت شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کیا جائے۔

بَابٌ: يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ

باب: امام (بادشاہ اسلام) کے ساتھ ہو کر لڑنا اور اس کے زیر سایہ اپنا (دشمن کے حملوں سے) بچاؤ کرنا

٢٩٥٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، أَنَّ الْأَعْرَجَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ)). [راجع: ٢٣٨]

(٢٩٥٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ "ہم لوگ گو دنیا میں سب سے پیچھے آئے ہیں لیکن (آخرت میں) جنت میں سب سے آگے ہوں گے۔"

٢٩٥٧۔ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ: ((مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ، وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَآئِهِ وَيُتَّقَى بِهِ، فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ، فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ)). [طرفه في: ٧١٣٧] [نسائي: ٤٢٠٧]

(٢٩٥٧) اور اسی سند کے ساتھ روایت ہے: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ مل کر) جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔"

تشریح: یعنی امام کی ذات لوگوں کا بچاؤ ہوتی ہے۔ کوئی کسی پر ظلم کرنے نہیں پاتا۔ دشمنوں کے حملہ سے اسی کی وجہ سے حفاظت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہمہ وقت مدافعت کے لئے تیار رہتا ہے۔ ان احادیث سے امام وقت کی شخصیت اور اس کی طاقت پر روشنی پڑتی ہے اور سیاست اسلامی وحکومت شرعی کا مقام ظاہر ہوتا ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج ہر جگہ اسلام غریب ہے اور مسلمان غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان احادیث پر ان حضرات کو بھی غور کرنا چاہیے جو اپنے کسی مولوی صاحب کو امام وقت کا نام دے کر اس کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور حالت یہ کہ مولوی صاحب کو حکومت کے معمولی چپڑاسی جتنی طاقت وسیاست حاصل نہیں ہے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ أَنْ لَا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَى الْمَوْتِ

باب: لڑائی سے نہ بھاگنے پر اور بعضوں نے کہا مر جانے پر بیعت کرنا

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہو چکا ہے

﴿الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ١٨]

جب وہ درخت (شجرۃ رضوان) کے نیچے تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔“

تشریح: لفظ بیعت باع یبیع کا مصدر ہے۔ جس کے معنی بیچ ڈالنے کے ہیں۔ ایک مسلمان خلیفہ وقت کے ہاتھ پر جنت کے عوض اپنے آپ کو بیچ ڈالنے کا اقرار کرتا ہے، اس اقرار کا نام بیعت ہے۔ عہد نبوی میں یہ بیعت اسلام کے لئے اور جہاد کے لئے کی جاتی تھی۔ عہد خلافت میں خلیفہ وقت کی اطاعت فرمانبرداری کرنے کے لئے بیعت ہوتی تھی۔ اسلام لانے کے لئے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ اب بھی جاری ہے۔

٢٩٥٨۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ. فَسَأَلْتُ نَافِعًا عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ؟ قَالَ: لَا، بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

(٢٩٥٨) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) جب ہم دوسرے سال پھر آئے، تو ہم میں سے (جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی) دو شخص بھی اس درخت کی نشان دہی پر متفق نہیں ہو سکے۔ جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور یہ صرف اللہ کی رحمت تھی۔ جویریہ نے کہا میں نے نافع سے پوچھا، آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے کس بات پر بیعت کی تھی، کیا موت پر لی تھی؟ فرمایا کہ نہیں بلکہ صبر واستقامت پر بیعت لی تھی۔

تشریح: صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ سے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ آئی، تو نبی کریم ﷺ نے اس ناحق خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی کہ اس ناحق خون کے بدلے کے لئے آخری دم تک کفار سے لڑیں گے۔ اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اظہار قرآن میں فرمایا تھا۔ اور یہ اس بیعت میں شریک ہونے والے تمام صحابہ کے لئے فخر اور دین و دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہو سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر بعد میں جب ہم صلح کے سال عمرہ کی قضا کرنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئے تو ہم اس جگہ کی نشان دہی نہ کر سکے جہاں بیٹھ کر آپ نے ہم سے عہد لیا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ اسلام کی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوا جہاں بیٹھ کر نبی کریم ﷺ نے اپنے تمام صحابہ سے اللہ کے دین کے لئے اتنی اہم بیعت لی تھی۔ اس لئے ممکن تھا کہ اگر وہ جگہ ہمیں معلوم ہوتی تو امت کے کچھ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جاتے اور ممکن تھا کہ جاہل اور خوش عقیدہ قسم کے مسلمان اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے۔ اس لئے یہ بھی اللہ کی بہت بڑی رحمت تھی کہ اس جگہ کے آثار ونشانات ہمارے ذہنوں سے بھلا دیئے۔ اور امت کے ایک طبقہ کو اللہ نے شرک میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔ شرک کے اکثر مراکز کا آغاز ایسے ہی توہمات کی بنا پر شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں لوگ کچھ یادگاریں بناتے ہیں۔ بعد میں وہاں پوجا پاٹ شروع ہو جاتی ہے۔

٢٩٥٩۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ أَتَاهُ آتٍ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ. فَقَالَ: لَا

(٢٩٥٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباد بن تمیم نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حرہ کی لڑائی کے زمانہ میں ایک صاحب ان کے پاس آئے اور کہا کہ عبداللہ بن حنظلہ لوگوں سے (یزید کے خلاف) موت پر بیعت لے رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے

أُبَايِعُ عَلَى هَذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. بعد اب میں موت پر کسی سے بیعت نہیں کروں گا۔

[طرفه في: ٤١٦٧] [مسلم: ٤٨٢٤]

تشریح: حرہ کی لڑائی کی تفصیل یہ ہے کہ ۶۳ھ میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور کئی مدینہ والے یزید کو دیکھنے گئے۔ جبکہ وہ لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ مدینہ کے اس وفد نے جائزہ لیا تو یزید کو خلافت کا نااہل پایا۔ اور اس کی حرکات ناشائستہ سے بیزار ہو کر واپس مدینہ لوٹے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی۔ یزید کو جب خبر ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو سردار بنا کر ایک بڑا لشکر مدینہ روانہ کردیا۔ جس نے اہل مدینہ پر بہت سے ظلم ڈھائے، سینکڑوں ہزاروں صحابہ وتابعین اور عوام وخواص، مردوں اور عورتوں اور بچوں تک کو قتل کیا۔ یہ حادثہ حرہ نامی ایک میدان متصل مدینہ میں ہوا۔ اسی لئے اس کی طرف منسوب ہوا عبداللہ بن زید کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو خود رسول کریم ﷺ کے دست حق پرست پر موت کی بیعت کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ کسی اور کے ہاتھ پر اس کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ موت پر بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جس سے استقامت اور صبر مراد ہے۔

٢٩٦٠ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ: ((يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ، أَلَا تُبَايِعُ؟)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((وَأَيْضًا)) . فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ. [أطرافه في: ٤١٦٩، ٧٢٠٦، ٧٢٠٨][مسلم: ٤٨٢٢، ٤٨٢٣؛ ترمذي: ١٥٩٢؛ نسائي: ٤١٧٠]

(۲۹۶۰) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، اور ان سے سلمہ بن الاکوع نے بیان کیا کہ (حدیبیہ کے موقع پر) میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ پھر ایک درخت کے سائے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا: ''ابن الاکوع! کیا بیعت نہیں کرو گے؟'' انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں تو بیعت کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''دوبارہ اور بھی!'' چنانچہ میں نے دوبارہ بیعت کی (یزید بن ابی عبید اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے سلمہ بن الاکوع ؓ سے پوچھا، ابومسلم اس دن آپ حضرات نے کس بات پر بیعت کی تھی، کہا کہ موت پر۔

تشریح: یہاں بھی حدیبیہ میں بیعت الرضوان مراد ہے۔ جو ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ سورۂ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ان جملہ مجاہدین کے لئے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ (رضی الله عنه ورضوا عنه) آیت مبارکہ: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾ (۴۸/الفتح:۱۸) میں اسی کا بیان ہے۔

٢٩٦١ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ:

(۲۹۶۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور انہوں نے انس بن مالک ؓ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ انصار خندق کھودتے ہوئے (غزوۂ خندق کے موقع پر) کہتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا
عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَدَا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد (ﷺ) سے جہاد پر بیعت کی ہے ہمیشہ کے لئے، جب تک ہمارے جسم میں جان ہے۔''

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ
فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

[راجع: ٢٨٣٤]

نبی اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں یوں فرمایا:

''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس تو (آخرت میں) انصار اور مہاجرین کا اکرام فرمانا۔''

تشریح: غزوہ خندق کے بارے میں سورہ احزاب نازل ہوئی جس میں کفار مکہ جملہ مذاہب عرب کی ایک بڑی جمعیت ہمراہ لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ سردی مدینہ میں شباب پر تھی۔ اور مسلمان ہر طرح سے تنگ دست تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد شہر کے اندر رہ کر ہی مدافعت کا فیصلہ صادر فرمایا۔ شہر کی حفاظت کے لئے اطراف میں ایک عظیم خندق کھود کر اسے پانی سے بھر دیا گیا۔ یہ تدبیر بڑی کارگر ہوئی اور کفار کو اندر داخل ہونے کا موقعہ نہ مل سکا۔ آخر ایک دن سخت آندھی سے ڈر کر یہ لوگ میدان چھوڑ گئے۔ دیگر تفصیلات آگے آئیں گی۔

٢٩٦٢، ٢٩٦٣- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ مُجَاشِعٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِابْنِ أَخِي فَقُلْتُ: بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ. فَقَالَ: ((مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا)). قُلْتُ: عَلَى مَا تُبَايِعُنَا؟ قَالَ: ((عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ)). [أطرافه في: ٣٠٧٨، ٤٣٠٥، ٤٣٠٧، ٣٠٧٩، ٤٣٠٦، ٤٣٠٨] [مسلم: ٤٧٢٦]

(۲۹۶۲، ۶۳) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا، انہوں نے عاصم سے، انہوں نے ابوعثمان نہدی سے، اور ان سے مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ (فتح مکہ کے بعد) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے عرض فرمایا کہ ''ہجرت تو (مکہ کے فتح ہونے کے بعد، وہاں سے) ہجرت کر کے آنے والوں پر ختم ہوگئی۔'' میں نے عرض کیا، پھر آپ ہم سے کس بات پر بیعت لیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اسلام اور جہاد پر۔''

تشریح: عہد رسالت میں ہجرت کا جو نشانہ تھا وہ فتح مکہ پر ختم ہوگیا۔ کیونکہ سارا عرب دارالاسلام بن گیا، بعد کے زمانوں میں مکی زندگی کا نقشہ سامنے آنے پر ہجرت کا سلسلہ جاری ہے۔ نیز اسلام اور جہاد بھی باقی ہے۔ لہٰذا ان سب پر بیعت لی جاسکتی ہے۔ بیعت سے مراد حلف اور اقرار ہے کہ اس پر ضرور قائم رہا جائے گا۔ خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ بیعت کی بہت سے قسمیں ہیں جو بیان ہوں گی۔

بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيمَا يُطِيقُونَ

باب: اسلامی بادشاہ کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے جہاں تک وہ طاقت رکھیں

٢٩٦٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَقَدْ أَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَأَلَنِي عَنْ أَمْرٍ مَا دَرَيْتُ مَا أَرُدُّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيطًا، يَخْرُجُ مَعَ أُمَرَاءِ نَا فِي

(۲۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک شخص آیا، اور ایسی بات پوچھی کہ میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا جواب کیا دوں اس نے پوچھا، مجھے یہ مسئلہ بتائیے کہ ایک شخص بہت ہی خوش اور ہتھیار بند ہو کر ہمارے امیروں

الْمَغَازِيْ، فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِيْ أَشْيَاءَ لَا يُحْصِيْهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: وَاللّٰهِ! مَا أَدْرِيْ مَا أَقُوْلُ لَكَ إِلَّا أَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَعَسَى أَنْ لَا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِيْ أَمْرٍ إِلَّا مَرَّةً حَتَّى نَفْعَلَهُ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَنْ يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللّٰهَ، وَإِذَا شَكَّ فِيْ نَفْسِهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ، وَأَوْشَكَ أَنْ لَا تَجِدُوْهُ، وَالَّذِيْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ! مَا أَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهُ وَبَقِيَ كَدَرُهُ.

کے ساتھ جہاد کے لئے جاتا ہے۔ پھر وہ امیر ہمیں ایسی چیزوں کا مکلف قرار دیتے ہیں کہ ہم ان کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری بات کا جواب کیا دوں، البتہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (آپ کی حیات مبارکہ میں) تھے تو آپ کو کسی بھی معاملہ میں صرف ایک مرتبہ حکم کی ضرورت پیش آتی تھی اور ہم فوراً ہی اسے بجا لاتے تھے، یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تم لوگوں میں اس وقت تک خیر رہے گی جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے، اور اگر تمہارے دل میں کسی معاملہ میں شبہ پیدا ہو جائے (کہ کیا جائے یا نہیں) تو کسی عالم سے اس کے متعلق پوچھ لو تا کہ تشفی ہو جائے، اور قریب ہے (یعنی وہ دور بھی آنے والا ہے) کہ کوئی ایسا آدمی بھی (جو صحیح صحیح مسئلہ بتا دے) تمہیں نہیں ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے وہ وادی کے اس پانی کی طرح ہے جس کا صاف اور اچھا حصہ تو پیا جا چکا ہے اور گدلا حصہ باقی رہ گیا ہے۔

تشریح: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گول مول جواب دیا۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ افسر کا حکم جب شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کی اطاعت لازم اور ضروری ہے۔ آپ نے قرآن کی آیت ﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (١٦/ النحل: ٤٣) کے موافق حکم دیا اور یہ تخصیص نہیں کی کہ فلاں عالم سے پوچھے۔ بلکہ عامی کا کام یہ ہے کہ جس کسی عالم کو دیندار اور پرہیزگار اور خداترس سمجھے اس سے دین کا مسئلہ پوچھ لے۔

اس سے تقلید شخصی کا بھی رد ہوا کہ یہ غلط ہے کہ عام آدمی ایک عالم ہی کے ساتھ چمٹ جائے۔ بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھ لے۔ یہ حکم ان عالموں کے لئے ہے جو زندہ موجود ہوں۔ پھر جن کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں، ان ہی کی تقلید کئے جانا بلکہ ان کے نام پر ایک مستقل شریعت گھڑ لینا یہ وہ مرض ہے جس میں عام مقلدین گرفتار ہیں۔ جنہوں نے دین حق کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ صد افسوس! کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

دین حق را چار مذہب ساختند رخنه در دین نبی انداختند

حدیث میں لفظ ((غبر)) سے مراد گدلا پانی لیں تو نتھرے پانی سے تشبیہ ہوگی اور جو باقی رہنے کے معنی لیں تو گندے سے تشبیہ ہوگی مطلب یہ کہ اچھے لوگ چلے گئے اور برے رہ گئے۔

بَابٌ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

باب: نبی کریم ﷺ دن ہوتے ہی اگر جنگ شروع نہ کرتے تو سورج کے ڈھلنے تک لڑائی ملتوی رکھتے

تشریح: "ای لان الریاح تهب غالباً بعد الزوال فیحصل بها تبرید حدة السلاح والحرب وزیادة فی النشاط۔" (فتح جلد٦ صفحه ١٤٩) یعنی یہ اس لئے کہ اکثر زوال کے بعد ہوائیں چلنی شروع ہو جاتی ہیں پس اس سے ہتھیاروں کی حدت برودت سے بدل جاتی ہے اور لڑائی میں بھی ٹھنڈک سے طاقت ملتی اور فرحت میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔

٢٩٦٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَقَرَأْتُهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِيْ لَقِيَ فِيْهَا انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ. [راجع: ٢٨١٨]

(٢٩٦٥) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابواسحاق فزاری نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے عمر بن عبیداللہ کے غلام سالم بن ابی النضر نے، (سالم ان کے منشی تھے) بیان کیا کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے انہیں خط لکھا اور میں نے اسے پڑھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض دنوں میں جن میں آپ جنگ کرتے تھے آپ انتظار کرتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا (پھر آپ لڑائی شروع کرتے)۔

٢٩٦٦ـ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) ثُمَّ قَالَ: ((اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ)). [راجع: ٢٨١٨]

(٢٩٦٦) اس کے بعد آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”لوگو! دشمن کے ساتھ جنگ کی خواہش اور تمنا دل میں نہ رکھا کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو، البتہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو ہی جائے تو پھر صبر و استقامت کا ثبوت دو۔ یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے“ اس کے بعد آپ نے یوں دعا کی: ”اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بادل بھیجنے والے، احزاب (دشمن کے دستوں) کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔“

تشریح: معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو لڑائی کا ٹالنا اچھا ہے۔ اگر کوئی صلح کی عمدہ صورت نکل سکے۔ کیونکہ اسلام فتنہ و فساد کے سخت خلاف ہے۔ ہاں جب کوئی صورت نہ بنے اور دشمن مقابلہ ہی پر آمادہ ہو تو جم کر اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور ایسے موقعہ پر اس دعائے مسنون کو پڑھنا ضروری ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے۔ یعنی: "اللهم منزل الكتاب ومجرى السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم۔" جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جنت کے لئے مالی و جانی قربانی کی ضرورت ہے جنت کا سودا کوئی سستا سودا نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت قرآن: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط﴾ (٩/التوبہ:١١١) میں مذکور ہے۔

بَابُ اسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الْإِمَامَ

باب: اگر کوئی جہاد میں سے لوٹنا چاہے یا جہاد میں نہ جانا چاہے تو امام سے اجازت لے

وَقَوْلِهِ: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَإِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوْهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ﴾ [النور:٦٢]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں کہ ”بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اللہ کے رسول کے ساتھ کسی جہاد کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو ان سے اجازت لئے بغیر ان کے یہاں سے چلے نہیں جاتے۔ بے شک وہ لوگ جو آپ سے اجازت لیتے ہیں“ آخر آیت تک۔

٢٩٦٧ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، أَخْبَرَنَا

(٢٩٦٧) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے

جَرِيْرٌ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَتَلَاحَقَ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا عَلَى نَاضِحٍ لَنَا قَدْ أَعْيَا فَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ فَقَالَ: لِيْ: ((مَا لِبَعِيْرِكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: أَعيَى. قَالَ: فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَزَجَرَهُ وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ. فَقَالَ لِيْ: ((كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ. قَالَ: ((أَفَتَبِيْعُنِيْهِ؟)) قَالَ: فَاسْتَحْيَيْتُ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَبِعْنِيْ)). قَالَ: فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ. قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنِّيْ عَرُوْسٌ، فَاسْتَأْذَنْتُهُ فَأَذِنَ لِيْ، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ، فَلَقِيَنِيْ خَالِيْ فَسَأَلَنِيْ عَنِ الْبَعِيْرِ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيْهِ فَلَامَنِيْ، قَالَ: وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِيْ حِيْنَ اسْتَأْذَنْتُهُ: ((هَلْ تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا)). فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا. فَقَالَ: ((هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! تُوُفِّيَ وَالِدِيْ أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِيْ أَخَوَاتٌ صِغَارٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ، فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ، وَلَا تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُوْمَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ. قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ، فَأَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ، وَرَدَّهُ عَلَيَّ. قَالَ الْمُغِيْرَةُ:

خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (جنگ تبوک) میں شریک تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے آ کر میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے پانی لادنے والے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا۔ اس لئے دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ”جابر! تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟“ میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا پھر آپ پیچھے گئے اور اسے ڈانٹا اور اس کے لئے دعا کی۔ پھر تو وہ برابر دوسرے اونٹوں کے آگے آگے چلتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟“ میں نے کہا کہ اب اچھا ہے آپ کی برکت سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر کیا اسے بیچو گے؟“ انہوں نے بیان کیا کہ میں شرمندہ ہو گیا، کیونکہ ہمارے پاس پانی لانے کو اس کے سوا اور کوئی اونٹ نہیں رہا تھا۔ مگر میں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر بیچ دے۔“ چنانچہ میں نے وہ اونٹ آپ کو بیچ دیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ تک میں اسی پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری شادی ابھی نئی نئی ہوئی ہے۔ میں نے آپ ﷺ سے (آگے بڑھ کر اپنے گھر جانے کی) اجازت چاہی۔ تو آپ نے اجازت عنایت فرما دی۔ اس لئے میں سب سے پہلے مدینہ پہنچ آیا۔ جب ماموں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق پوچھا۔ جو معاملہ میں کر چکا تھا اس کی انہیں اطلاع دی۔ تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا۔ (ایک اونٹ تھا تیرے پاس وہ بھی بیچ ڈالا اور اب پانی کس پر لائے گا) جب میں نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا: ”کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟“ میں نے عرض کیا تھا بیوہ سے، اس پر آپ نے فرمایا تھا: ”باکرہ سے کیوں نہ کی، وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے؟“ (کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ابھی کنوارے تھے) میں نے کہا یارسول اللہ! میرے باپ کی وفات ہو گئی ہے یا (یہ کہا کہ) وہ (احد میں) شہید ہو چکے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں۔ اس لئے مجھے اچھا نہیں

هٰذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَا نَرَى بِهِ بَأْسًا. [راجع: ٤٤٣]

معلوم ہوا کہ انہیں جیسی کسی لڑکی کو بیاہ کے لاؤں جو نہ انہیں ادب سکھا سکے نہ ان کی نگرانی کر سکے۔ اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی تا کہ وہ ان کی نگرانی کرے اور انہیں ادب سکھائے۔ انہوں نے بیان کیا، کہ پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ پہنچے تو صبح کے وقت میں اسی اونٹ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا فرمائی اور پھر وہ اونٹ بھی واپس کر دیا۔ مغیرہ راوی نے کہا کہ ہمارے نزدیک بیع میں یہ شرط لگانا اچھا ہے کچھ برا نہیں۔

تشریح: ترجمہ باب یہاں سے نکلا کہ حضرت جابر ؓ اجازت لے کر آپ ﷺ سے جدا ہوئے۔ یہ حدیث کئی جگہ گزر چکی ہے اور امام بخاری ؒ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔

بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

باب: نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جنہوں نے جہاد کیا

فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٤٤٣]

اس باب میں جابر ؓ کی روایت نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے (جو مذکور ہوئی)۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ

باب: شب زفاف کے بعد ہی جس نے فوراً جہاد میں شرکت کو پسند کیا

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس بارے میں ابو ہریرہ ؓ کی روایت نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے موجود ہے۔

تشریح: جو آگے آئے گی کہ ایک پیغمبر جہاد کو گئے اور فرمایا میرے ساتھ ایسا کوئی شخص نہ نکلے جس نے نکاح تو کر لیا ہو مگر ابھی اس نے اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو۔

بَابُ مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ

باب: خوف اور دہشت کے وقت (حالات معلوم کرنے کے لئے) امام کا آگے بڑھنا

٢٩٦٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: ((مَا

(٢٩٦٨) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ مدینہ میں ایک دفعہ کچھ دہشت پھیل گئی تو رسول اللہ ﷺ ابو طلحہ ؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر (حالات معلوم کرنے کے لئے سب

رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)). [راجع: ٢٦٢٧]

سے آگے تھے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تو کوئی بات نہیں دیکھی۔ البتہ اس گھوڑے کو ہم نے دوڑنے میں دریا کی روانی جیسا تیز پایا ہے۔''

بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ

باب: خوف کے موقع پر جلدی سے گھوڑے کو ایڑ لگانا

٢٩٦٩ـ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ بَطِيْئًا، ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهُ، فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهُ، فَقَالَ: ((لَمْ تُرَاعُوْا، إِنَّهُ لَبَحْرٌ)). فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ. [راجع: ٢٦٢٧]

(۲۹۶۹) ہم سے فضل بن سہل نے بیان کیا، کہا ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (مدینہ میں) لوگوں میں دہشت پھیل گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر جو بہت سست تھا، سوار ہوئے اور تنہا ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے پیچھے سوار ہو کر نکلے۔ اس کے بعد واپسی پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، البتہ یہ گھوڑا دریا ہے۔'' اس دن کے بعد پھر وہ گھوڑا (دوڑ وغیرہ کے موقع پر) کبھی پیچھے نہیں رہا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر فوراً ہی معلومات کے لئے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر ایڑ لگائی اور مدینہ کے دور دور اطراف میں گھوم پھر کر آپ واپس تشریف لائے اور وہ فرمایا جو روایت میں مذکور ہے۔ اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

بَابُ الْخُرُوْجِ فِي الْفَزَعِ وَحْدَهُ

باب: خوف کے وقت اکیلے نکلنا

تشریح: مذکورہ بالا باب ہندوستانی نسخوں میں نہیں۔ البتہ شیخ فؤاد عبدالباقی کی تحقیق والے نسخے میں ہے۔

بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي السَّبِيْلِ

باب: کسی کو اجرت دے کر اپنی طرف سے جہاد پر بھیجنا اور اللہ کی راہ میں سواری دینا

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: الْغَزْوَ. قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُعِيْنَكَ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِي. قُلْتُ: أَوْسَعَ اللَّهُ عَلَيَّ. قَالَ: إِنَّ غِنَاكَ لَكَ، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ مِنْ مَالِي فِي هَذَا الْوَجْهِ، وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُوْنَ مِنْ هَذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا، ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ، فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ، حَتَّى نَأْخُذَ

مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے جہاد میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اس مد میں اپنا کچھ مال خرچ کر کے تمہاری مدد کروں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دیا ہوا میرے پاس کافی ہے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ تمہاری سرمایہ داری تمہارے لئے ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس طرح میرا مال بھی اللہ کے راستے میں خرچ ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ بہت سے لوگ اس مال کو (بیت المال سے) اس شرط پر لے لیتے ہیں کہ وہ

مِنْهُ مَا أَخَذَ. وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ: إِذَا دُفِعَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ، وَضَعْهُ عِنْدَ أَهْلِكَ.

جہاد میں شریک ہوں گے لیکن پھر وہ جہاد نہیں کرتے۔ اس لئے جو شخص یہ حرکت کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں اور ہم اس سے وہ مال جو اس نے (بیت المال سے) لیا ہے واپس وصول کر لیں گے۔ طاؤس اور مجاہد نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی چیز اس شرط کے ساتھ دی جائے کہ اس کے بدلے میں تم جہاد کے لئے نکلو گے۔ تو تم اسے جہاں جی چاہے خرچ کر سکتے ہو۔ اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات میں بھی لا سکتے ہو (مگر شرط کے مطابق جہاد میں شرکت ضروری ہے)۔

تشریح: شافعیہ نے اس کو جائز رکھا ہے کہ اجرت لے کر کسی کی طرف سے جہاد کرے۔ لیکن مالکیہ اور حنفیہ نے مکروہ رکھا ہے۔ مگر جب بیت المال میں روپیہ نہ ہو اور مسلمان ناتواں ہوں تو جائز ہے۔ البتہ غازی کی اعانت اور مدد گو وہ مالدار ہو سب کے نزدیک درست ہے۔ (وحیدی)

لفظ جعائل جعیلة کی جمع ہے، وھی ما یجعله القاعد من الاجرة لمن یغزو عنه یعنی یہ وہ چیز ہے جو بطور اجرت بیٹھنے والا اپنی طرف سے غزوہ کرنے والے کے لیے مقرر کرے۔ اور حملان بضم الحاء حمل یحمل کا مصدر ہے جس سے مراد مجاہد کو بطور امداد سواری دینا ہے۔

٢٩٧٠ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، فَقَالَ زَيْدٌ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ آشْتَرِيْهِ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ١٤٩٠]

(۲۹۷۰) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے مالک بن انس سے سنا، انہوں نے زید بن اسلم سے پوچھا تھا اور زید نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اللہ کے راستے میں (جہاد کیلئے) اپنا ایک گھوڑا ایک شخص کو سواری کیلئے دے دیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ (بازار میں) وہی گھوڑا بک رہا ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں اسے خرید سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس گھوڑے کو تم نہ خریدو اور اپنا صدقہ (خواہ خرید کر ہی ہو) واپس نہ لو۔''

تشریح: ترجمۃ الباب میں وہ اجرت مراد ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے والا کوئی شخص اپنی طرف سے کسی آدمی کو اجرت دے کر جہاد پر بھیجتا ہے۔ جہاں تک جہاد پر اجرت کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اجرت لینی جائز ہے۔ یوں تو جہاد کا حکم سب کے لئے برابر ہے اس لئے کسی معقول عذر کے بغیر اس میں شرکت سے پہلو تہی کرنا مناسب نہیں۔ البتہ یہ صورت اس سے الگ ہے کہ کسی پر جہاد فرض یا واجب نہ ہو اور وہ جہاد میں جانے والے کی مدد کر کے ثواب میں شریک ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ ہاں جہاد میں شرکت سے بچنے کے لئے اگر ایسا کرتا ہے تو بہتر نہیں ہے۔

٢٩٧١ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ

(۲۹۷۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں اپنا ایک گھوڑا سواری کے لئے دے دیا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہی گھوڑا بک رہا ہے۔ اپنے گھوڑے کو انہوں نے خریدنا چاہا اور رسول کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا، تو آنحضرت ﷺ

فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ١٤٨٩] [مسلم: ٤١٦٧؛ ابوداود: ١٥٩٣]

نے فرمایا: ''تم اسے نہ خریدو۔ اور اس طرح اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔''

تشریح: حضرت عمر ؓ نے وہ گھوڑا ایک شخص کو جہاد کے خیال سے بطور امداد دے دیا تھا۔ اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ بعد میں وہ شخص اس کو بازار میں بیچنے لگا جس کا ذکر روایت میں ہے۔

٢٩٧٢ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ صَالِحٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِيْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ، وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ حَمُوْلَةً، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، وَيَشُقُّ عَلَيَّ أَنْ يَتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ، وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيْتُ ثُمَّ قُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيْتُ)). [راجع: ٣٦] [مسلم: ٤٨٤٢؛ نسائي: ٣١٥١]

(۲۹۷۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو صالح نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو ہریرہ ؓ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر میری امت پر یہ امر مشکل نہ گزرتا تو میں کسی سریہ (یعنی مجاہد کا ایک چھوٹا دستہ جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چالیس ہو) کی شرکت بھی نہ چھوڑتا۔ لیکن میرے پاس سواری کے اتنے اونٹ نہیں ہیں کہ میں ان کو سوار کر کے ساتھ لے چلوں اور یہ مجھ پر بہت مشکل ہے کہ میرے ساتھی مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ میری تو یہ خوشی ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں، اور شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔''

بَابُ الْأَجِيْرِ

باب: جو شخص مزدوری لے کر جہاد میں شریک ہو

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ: يُقْسَمُ لِلْأَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ. وَأَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ، فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ أَرْبَعَمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَأَخَذَ مِائَتَيْنِ وَأَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

امام حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا کہ مال غنیمت میں سے مزدور کو بھی حصہ دیا جائے گا۔ عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا (مال غنیمت کے حصے کے) نصف کی شرط پر لیا۔ گھوڑے کے حصہ میں (فتح کے بعد مال غنیمت سے) چار سو دینار آئے۔ عطیہ نے دو سو دینار خود رکھ لئے اور دو سو گھوڑے کے مالک کو دے دیئے۔

٢٩٧٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَزْوَةَ تَبُوْكَ، فَحَمَلْتُ عَلَى بَكْرٍ، فَهُوَ أَوْثَقُ أَعْمَالِيْ فِيْ نَفْسِيْ، فَاسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا، فَقَاتَلَ رَجُلًا، فَعَضَّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ فِيْهِ،

(۲۹۷۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، ان سے صفوان بن یعلی نے اور ان سے ان کے والد (یعلی بن امیہ ؓ) نے بیان کیا کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھا اور ایک جوان اونٹ میں نے سواری کے لیے دیا تھا، میرے خیال میں میرا یہ عمل، تمام دوسرے اعمال کے مقابلے میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ تھا۔ (کہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگا) میں نے ایک مزدور بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ پھر وہ مزدور

وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَهْدَرَهَا وَقَالَ: ((أَيَدْفَعُ يَدَهُ إِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ)). [راجع: ١٨٤٨]

ایک شخص (خود یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ) سے لڑ پڑا اور ان میں ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت سے کاٹ لیا۔ دوسرے نے جھٹ اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے آگے کا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں فریادی ہوا لیکن آنحضرت ﷺ نے ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی تاوان نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: ”کیا تمہارے منہ میں وہ اپنا ہاتھ یوں ہی رہنے دیتا تاکہ تم اسے چبا جاؤ جیسے اونٹ چباتا ہے۔“

تشریح: یعنی اگر کسی مجاہد نے جہاد کے لئے جاتے وقت اگر کچھ مزدور، مزدوری پر اپنی ضروریات کے لئے اپنے ساتھ لے لئے تو کیا یہ مزدور اپنی مزدوری پالینے کے بعد مال غنیمت کے بھی مستحق ہوں گے یا نہیں؟ اس کا جواب اس باب میں دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق اور اوزاعی رحمہم اللہ کے نزدیک حصہ نہیں ملے گا۔ دوسرے علما کہتے ہیں کہ حصہ ملے گا۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ میں بوڑھا آدمی تھا۔ میرے ساتھ کوئی خدمت گار بھی نہ تھا تو میں نے ایک شخص کو مزدوری پر ٹھہرایا۔ اور اس کے لئے دو حصے مقرر کئے۔ مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوا۔ تو اس کی مزدوری تین دینار مقرر کی۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ یعلی نے کاٹا اور مزدور نے اپنا ہاتھ کھینچا تو یعلی کا دانت نکل پڑا۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي لِوَاءِ النَّبِيِّ ﷺ

باب: نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے کا بیان

تشریح: حدیث میں لواء کا لفظ ہے۔ لواء اور رایہ دونوں ایک ہیں۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ کا رایہ سیاہ تھا۔ اور لواء سفید۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔ بعض نے کہا لواء جو نیزے پر ایک کپڑا لگا دیا جاتا اور گرہ نہیں دی جاتی۔ رایہ وہ جو گرہ دے کر باندھا جاتا ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں یہ جھنڈا لشکر کا جو سردار ہوتا وہ تھامے رکھتا۔ اور آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔

روایت میں قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ جنہوں نے سر کے ایک طرف کنگھی کی تھی کہ ان کا ایک غلام کھڑا ہوا اور اس نے ہدی کے جانور کو ہار پہنا دیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ہدی کی تقلید ہوگئی تو حج کی لبیک پکاری اور سر کی دوسری طرف کنگھی نہ کی۔ یہ قیس سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے جو خزرج قبیلہ کے سردار تھے۔ حضرت قیس معزز اصحاب میں تھے۔ جنگی معاملات میں صاحب تدبیر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ مدینہ میں ٦٠ھ میں انتقال فرمایا۔ (رضی الله عنه وارضاه)۔

٢٩٧٤۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ، أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ.

(٢٩٧٤) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عقیل نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں ثعلبہ بن ابی مالک قُرظی نے خبر دی کہ قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے، جو جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے علمبردار تھے، جب حج کا ارادہ کیا تو (احرام باندھنے سے پہلے) کنگھی کی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جہاد میں علم نبوی اٹھایا جاتا تھا۔ اور اس کے اٹھانے والے قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ ہوا کرتے۔ جنگ خیبر میں یہ جھنڈا اٹھانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ آگے ذکر ہے۔

٢٩٧٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ

(٢٩٧٥) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل

ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ، وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا فِي صَبَاحِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ:- يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ)). فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ، وَمَا نَرْجُوهُ، فَقَالُوا: هَذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ.

[طرفاه في: ٣٧٠٢، ٤٢٠٩] [مسلم: ٦٢٢٤]

نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع ؓ نے بیان کیا کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ کیا میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں گا؟ چنانچہ وہ نکلے اور نبی کریم ﷺ سے جا ملے۔ اس رات کی شام کو جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اسلامی پرچم اس شخص کو دوں گا یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) کل اسلامی پرچم اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا جسے اللہ اور اس کے رسول اپنا محبوب رکھتے ہیں۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اس شخص کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا۔'' پھر حضرت علی ؓ بھی آ گئے۔ حالانکہ ان کی آنے کی ہمیں کوئی امید نہ تھی۔ (کیونکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے) لوگوں نے کہا کہ یہ علی ؓ بھی آ گئے اور آپ ﷺ نے جھنڈا انہیں کو دیا اور اللہ نے انہیں کے ہاتھ پر فتح فرمائی۔

تشریح: حضرت علی ؓ کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ فاتح خیبر ہیں اور اس موقع پر فاتح کا جھنڈا آپ کے ہی دست مبارک سے لہرایا گیا۔ اس سے بھی علم نبوی کا اثبات ہوا۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری ؒ اس واقعہ کو یہاں لائے۔

٢٩٧٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ، يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ هَاهُنَا أَمَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكُزَ الرَّأْيَةَ.

(۲۹۷۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے نافع بن جبیر نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ حضرت عباس ؓ حضرت زبیر ؓ سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہاں پر نبی کریم ﷺ نے آپ کو پرچم نصب کرنے کا حکم فرمایا تھا؟

تشریح: ان جملہ احادیث میں کسی نہ کسی طرح نبی کریم ﷺ کے جھنڈے کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاری ؒ ان احادیث کو یہاں لائے۔ احادیث سے اور بھی بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں جن کو امام بخاری ؒ نے موقع بہ موقع بیان فرمایا ہے۔ (ﷺ)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ))

باب: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''ایک مہینے کی راہ سے اللہ نے میرا رعب (کافروں کے دلوں میں) ڈال کر میری مدد کی ہے''

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ﴾.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''عنقریب ہم ان لوگوں کے دلوں کو مرعوب کر دیں گے جنہوں نے کفر کیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا

قَالَهُ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

٢٩٧٧ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَتْ فِي يَدِي)). قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا. [أطرافه في: ٦٩٩٨، ٧٠١٣، ٧٢٧٣]

ہے!'' جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

(۲۹۷۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جامع کلام (جس کی عبارت مختصر اور فصیح و بلیغ ہو اور معنی بہت وسیع ہوں) دیکر بھیجا گیا ہے اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو (اپنے رب کے پاس) جا چکے اور (جن خزانوں کی وہ کنجیاں تھیں) انہیں اب تم نکال رہے ہو۔

تشریح: اس خواب میں نبی کریم ﷺ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ آپ ﷺ کی امت کے ہاتھوں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں فتح ہوں گی اور ان کے خزانوں کے وہ مالک ہوں گے۔ چنانچہ بعد میں اس خواب کی مکمل تعبیر مسلمانوں نے دیکھی کہ دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتیں ایران و روم مسلمانوں نے فتح کیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کام کو پورا کر کے اللہ پاک سے جا ملے لیکن وہ خزانے اب تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ روایت مذکورہ میں ایک مہینے کی راہ سے یہ مذکور نہیں ہے۔ لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت جو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التیمم میں نکالی ہے اس میں اس کی صراحت موجود ہے۔

٢٩٧٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ وَهُوَ بِإِيلِيَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ، وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ، وَأُخْرِجْنَا، فَقُلْتُ: لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ. [راجع: ٧]

(۲۹۷۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ (نبی اکرم ﷺ کا نامہ مبارک جب شاہ روم ہرقل کو ملا تو) اس نے اپنا آدمی انہیں تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ اس وقت ایلیا میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آخر (طویل گفتگو کے بعد) اس نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک منگوایا۔ جب وہ پڑھا جا چکا تو اس کے دربار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ (چاروں طرف سے) آواز بلند ہونے لگی۔ اور ہمیں باہر نکال دیا گیا۔ جب ہم باہر کر دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد رسول اللہ ﷺ سے ہے) کا معاملہ تو اب بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ یہ ملک بنی اصفر (قیصر روم) بھی ان سے ڈرنے لگا ہے۔

تشریح: شام کا ملک جہاں اس وقت ہرقل تھا مدینہ سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے، تو باب کا مطلب نکل آیا کہ نبی کریم ﷺ کا رعب ایک مہینے کی راہ سے ہرقل پر پڑا۔ آپ کے بے شمار معجزات میں سے یہ بھی آپ کا اہم معجزہ تھا۔ آپ کے دشمن جو آپ سے صدہا میلوں کے فاصلے پر رہتے تھے وہ وہاں

سے ہی بیٹھے ہوئے آپ کے رعب سے مرعوب رہا کرتے تھے۔ (ﷺ)

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ

باب: سفر جہاد میں توشہ (خرچ وغیرہ) ساتھ رکھنا

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾. [البقرة:١٩٧]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اپنے ساتھ توشہ لے جایا کرو، پس بے شک عمدہ ترین توشہ تقویٰ ہے۔“

تشریح: "اشار بهذه الترجمة الى ان حمل الزاد فى السفر ليس منافيا للتوكل كذا فى الفتح۔" یعنی اس ترجمہ میں اشارہ فرمایا کہ سفر میں توشہ ساتھ لے جانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

یعنی سفر میں جاتے وقت اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لے لیا کرو، تا کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ یہی بہترین توشہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں سے مانگنے سے بچ جاؤ گے اور تقویٰ حاصل ہو سکے گا۔

٢٩٧٩۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ هِشَامٌ: وَحَدَّثَتْنِي أَيْضًا فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ: صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ أَرَادَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، قَالَتْ: فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهِ وَلَا لِسِقَائِهِ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهِ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: وَاللَّهِ! مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ إِلَّا نِطَاقِي. قَالَ: فَشُقِّيهِ بِاثْنَيْنِ، فَارْبِطِي بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ. فَفَعَلْتُ، فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ. [طرفاه في: ٣٩٠٧، ٥٣٨٨]

(٢٩٧٩) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، ہشام نے کہا کہ نیز مجھ سے فاطمہ نے بھی بیان کیا، اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ہجرت کا ارادہ کیا، تو میں نے (والد ماجد حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آپ کے لیے سفر کا ناشتہ تیار کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ کے ناشتے اور پانی کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی، تو میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بجز میرے کمر بند کے اور کوئی چیز اسے باندھنے کے لئے نہیں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پھر اسی کے دو ٹکڑے کر لو۔ ایک سے ناشتہ باندھ دینا اور دوسرے سے پانی، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اور اسی وجہ سے میرا نام ”ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ“ (دو کمر بندوں والی) پڑ گیا۔

تشریح: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا نام اسماء رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔ مکہ ہی میں اسلام لائیں۔ اس وقت تک صرف سترہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس برس بڑی تھیں۔ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۷۳ھ میں بعمر ایک سو سال آپ نے مکہ ہی میں انتقال فرمایا۔ باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے لئے اس نیک خاتون نے ہجرت کے سفر کے وقت ناشتہ تیار کیا۔ اسی سے ہر سفر میں خواہ حج کا سفر ہو یا جہاد کا راشن ساتھ لے جانے کا اثبات ہوا۔ خاص طور پر فوجوں کے لئے راشن کا پورا انتظام کرنا ہر متمدن حکومت کے لئے ضروری ہے۔

٢٩٨٠۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ

(٢٩٨٠) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، ان سے عمرو نے بیان کیا، کہا مجھ کو عطاء نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے

الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ. [راجع: ١٧١٩] [مسلم: ٥١٠٧]

زمانہ میں قربانی کا گوشت (بطور توشہ) مدینہ لے جایا کرتے تھے۔ (یہ لے جانا بطور توشہ ہوا کرتا تھا۔ اس سے آپ کا مطلب ثابت ہوا)

٢٩٨١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ فَصَلَّوُا الْعَصْرَ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بِسَوِيقٍ، فَلُكْنَا فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا، وَصَلَّيْنَا. [راجع: ٢٠٩]

(۲۹۸۱) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی اور انہیں سوید بن نعمان نے خبر دی کہ خیبر کی جنگ کے موقع پر وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ جب لشکر مقام صہباء پر پہنچا جو خیبر کا نشیبی علاقہ ہے تو لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے کھانا منگوایا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ستو کے سوا کوئی چیز نہیں لائی گئی اور ہم نے وہی ستو کھایا اور پیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے کلی کی، ہم نے بھی کلی کی اور نماز پڑھی۔

تشریح: یہ ستو بطور راشن رکھا گیا تھا۔ اس سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

٢٩٨٢۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُومٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ النَّاسِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ)) فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ)). [راجع: ٢٤٨٤]

(۲۹۸۲) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ ؓ نے بیان کیا کہ جب لوگوں کے پاس زاد راہ ختم ہونے لگا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لوگ اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لینے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ اتنے میں حضرت عمر ؓ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس اجازت کی اطلاع انہیں بھی ان لوگوں نے دی۔ عمر ؓ نے سن کر کہا، ان اونٹوں کے بعد پھر تمہارے پاس باقی کیا رہ جائے گا (کیونکہ انہیں پر سوار ہو کر اتنی دور دراز کی مسافت بھی تو طے کرنی تھی) اس کے بعد عمر ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! لوگ اگر اپنے اونٹ بھی ذبح کر دیں گے۔ تو پھر اس کے بعد ان کے پاس باقی کیا رہ جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر لوگوں میں اعلان کر دو کہ (اونٹوں کو ذبح کرنے کے بجائے) اپنا بچا کھچا توشہ لے کر یہاں آ جائیں۔'' (سب لوگوں نے جو کچھ بھی ان کے پاس کھانے کی چیز باقی بچ گئی تھی، نبی کریم ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دی)

آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اس میں برکت ہوئی پھر سب کو ان کے برتنوں کے ساتھ آپ نے بلایا۔ سب نے بھر بھر کر اس میں سے لیا۔ اور جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔“

تشریح: یہ معجزہ دیکھ کر خود آپ ﷺ نے اپنی رسالت پر گواہی دی، معجزہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے جسے وہ اپنے رسولوں کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں سے دکھلایا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اونٹ تمام ذبح کر دیئے جاتے تو پھر فوجی مسلمان سواری کس پر کرتے اور سارا سفر پیدل کرنا بے حد مشکل تھا۔ یہ مشورہ صحیح تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور بعد میں سارے فوجیوں کے راشن کو جو باقی رہ گیا تھا آپ ﷺ نے اکٹھا کرا کر برکت کی دعا فرمائی اور اللہ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سارے فوجیوں کو کافی ہو گیا۔

معجزے کا وجود برحق ہے۔ مگر یہ اللہ کی مرضی پر ہے وہ جب چاہے اپنے مقبول بندوں کے ہاتھوں یہ دکھلائے۔ خود رسولوں کو اپنے طور پر اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ﴿ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وفی الحديث حسن خلق رسول الله ﷺ واجابته الي ما يلتمس منه اصحابه واجراؤهم على العادة البشرية فی الاحتياج الى الزاد فی السفر ومنقبة ظاهرة لعمر دالة على قوة يقينه باجابة دعاء رسول الله ﷺ وعلى حسن نظره للمسلمين على انه ليس فی اجابة النبی ﷺ لهم على نحرابلهم ما ينحتم انهم يبقون بلاظهر لاحتمال ان يبعث الله لهم ما يحملهم من غنيمة ونحوها لكن اجاب عمر الى ما اشاربه لتعجيل المعجزة بالبركة التی حصلت فی الطعام وقد وقع لعمر شبيه بهذه القصة فی الماء وذلك فيما اخرجه ابن ابی خزيمة وغيره وستأتی الاشارة اليه فی علامات النبوة...... الخ۔“ (فتح الباری)

یعنی اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق فاضلہ پر روشنی پڑتی ہے اور اس پر بھی کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی بھی بارے میں التماس کرنے پر فوراً توجہ فرماتے اور سفر میں توشہ راشن وغیرہ حاجات انسانی کا ان کے لئے پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت پر کس قدر یقین کامل تھا اور مسلمانوں کے متعلق ان کی کتنی اچھی نظر تھی۔ وہ جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے جو اونٹوں کو ذبح کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ اس احتمال پر ہے کہ ان کو ذبح کرنے کے بعد بھی اللہ پاک ان کے لئے غنیمت وغیرہ سے سواریوں کا انتظام کرا ہی دے گا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی برکت کی دعاؤں کے لئے عجلت فرمائی تاکہ بطور معجزہ کھانے میں برکت حاصل ہو اور اونٹوں کو ذبح کرنے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ ایک دفعہ پانی کے قصہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی کے مشابہ معاملہ پیش آیا تھا۔ جس کا اشارہ علامات النبوۃ میں آئے گا۔

بعض فقہا نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ گرانی کے وقت امام لوگوں کے فالتو غلہ کے ذخیروں کو بازار میں فروخت کے لئے حکماً نکلوا سکتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کے لئے اس میں خیر ہے نہ کہ غلہ کے پوشیدہ رکھنے میں۔

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ **باب:** توشہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر خود لے جانا

تشریح: سفر میں خاص طور پر جہاد کے سفر میں ہر سپاہی بقدر ضرورت راشن اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا جواز ثابت فرمایا ہے۔

٢٩٨٣ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ

(٢٩٨٣) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں وہب بن کیسان نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے

كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا، فَفَنِيَ زَادُنَا، حَتَّى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَأْكُلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً. قَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِاللَّهِ! وَأَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا، حَتَّى أَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا حُوتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا. [راجع: ٢٤٨٣]

بیان کیا کہ ہم (ایک غزوہ پر) نکلے۔ ہماری تعداد تین سو تھی، ہم اپنا راشن اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر ہمارا توشہ جب (تقریباً) ختم ہو گیا، تو ایک شخص کو روزانہ صرف ایک کھجور کھانے کو ملنے لگی۔ ایک شاگرد نے پوچھا، اے ابو عبداللہ! (جابر رضی اللہ عنہ) ایک کھجور سے بھلا ایک آدمی کا کیا بنتا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کی قدر ہمیں اس وقت معلوم ہوئی جب ایک کھجور بھی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے بعد ہم دریا پر آئے تو ایک ایسی مچھلی ملی جسے دریا نے باہر پھینک دیا تھا۔ اور ہم اٹھارہ دن تک خوب جی بھر کر اسی کو کھاتے رہے۔

تشریح: غالباً وہیل مچھلی ہوگی جو بعض دفعہ اسی فٹ سے سو فٹ تک طویل ہوتی ہے اور جو آیات الٰہی میں سے ایک عجیب مخلوق ہے۔ اٹھارہ دن تک صرف اسی مچھلی پر گزارہ کرنا یہ محض اللہ کی طرف سے تائید غیبی تھی۔ یہ رجب ۸ھ کا واقعہ ہے۔ باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ یہ تین سو مجاہدین اپنا اپنا راشن اپنے اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ زمانہ بھی ایسی تنگیوں کا تھا۔ نہ آج جیسا کہ ہر قسم کی سہولتیں میسر ہو گئی ہیں پھر بھی بعض مواقع پر سپاہی کو اپنا راشن خود اٹھانا پڑ جاتا ہے۔

بَابُ إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ أَخِيهَا

باب: عورت کا اپنے بھائی کے پیچھے ایک اونٹ پر سوار ہونا

٢٩٨٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَرْجِعُ أَصْحَابُكَ بِأَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى الْحَجِّ. فَقَالَ لَهَا: ((اذْهَبِي وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُالرَّحْمَنِ)). فَأَمَرَ عَبْدَالرَّحْمَنِ أَنْ يُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ، فَانْتَظَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَعْلَى مَكَّةَ حَتَّى جَاءَتْ. [راجع: ٢٩٤]

(۲۹۸۴) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن اسود نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر پائی ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "پھر جاؤ (عمرہ کر آؤ) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) تمہیں اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیں گے۔" چنانچہ آپ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تنعیم سے (احرام باندھ کر) عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ کرا لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عرصہ میں مکہ کے بالائی علاقہ پر ان کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ وہ آ گئیں۔

٢٩٨٥- حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو -هُوَ ابْنُ دِينَارٍ- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

(۲۹۸۵) مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عمرو بن اوس نے اور ان سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے

قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُرْدِفَ عَائِشَةَ فَأُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ. [راجع: ١٧٨٤]

حکم دیا تھا کہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بٹھا کر لے جاؤں، اور تنعیم سے (احرام باندھ کر) عمرہ کرالاؤں۔

تشریح: اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی محترمہ بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر پیچھے بٹھایا۔ اس سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔ پہلی حدیث میں مزید تفصیل بھی مذکور ہوئی۔

بَابُ الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

باب: جہاد اور حج کے سفر میں دو آدمیوں کا سواری پر بیٹھنا

٢٩٨٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كُنْتُ رَدِيْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. [راجع: ١٠٨٩]

(٢٩٨٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حج اور عمرہ دونوں ہی کے لئے ایک ساتھ لبیک کہہ رہے تھے۔

بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

باب: ایک گدھے پر دو آدمیوں کا سوار ہونا

٢٩٨٧ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ صَفْوَانَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ، عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ. [أطرافه في: ٤٥٦٦، ٥٦٦٣، ٥٩٦٤، ٦٢٠٧] [مسلم: ٤٦٥٩]

(٢٩٨٧) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوصفوان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر اس کی پالان رکھ کر سوار ہوئے۔ جس پر ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ایک گدھے پر دو آدمی سوار ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ طاقتور ہو لفظ اکاف گدھے کے پالان کے لئے اسی طرح مستعمل ہے۔ جس طرح گھوڑے کے لئے لفظ سرج مستعمل ہے۔

٢٩٨٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ، حَتَّى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ،

(٢٩٨٨) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیاں کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی علاقے سے اپنی سواری پر تشریف لائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا دیا تھا اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی جو کعبہ کے کلید بردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ، فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ، فَمَكَثَ فِيهَا نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ، فَاسْتَبَقَ النَّاسُ، فَكَانَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ، فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا، فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلَّى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلَّى فِيهِ، قَالَ عَبْدُاللَّهِ: فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى مِنْ سَجْدَةٍ. [راجع: ۳۹۷]

مسجد الحرام میں اپنی سواری بٹھادی اور عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بیت اللہ الحرام کی کنجی لائیں۔ انہوں نے کعبہ کا دروازہ کھول دیا اور رسول کریم ﷺ اندر داخل ہو گئے۔ آپ کے ساتھ اسامہ، بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ کافی دیر تک اندر ٹھہرے رہے اور جب باہر تشریف لائے تو صحابہ نے (اندر جانے کے لئے) ایک دوسرے سے آگے ہونے کی کوشش کی، سب سے پہلے اندر داخل ہونے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑا پایا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ انہوں نے ان کو اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے یہ پوچھنا یاد نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ رسول کریم ﷺ نے اونٹنی پر اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی بٹھا رکھا تھا۔ اونٹنی بھی ایک جانور ہے جب اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا ثابت ہوا تو گدھے کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقام پر بیان ہوا ہے۔ یہی آپ کے مجتہد مطلق ہونے کی اہم دلیل ہے اور یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ ایک مجتہد مطلق کے لیے جن شرائط کا ہونا ضروری ہے وہ سب آپ کی ذات گرامی میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اللہ سارے مجتہدین کرام کو جزائے خیر دے جنہوں نے خدمت اسلام کے لئے اپنے آپ کو کلیۃً وقف کر دیا تھا۔ (رضی الله عنهم ورضوا عنه) حدیث میں لفظ حجبة حاجب کی جمع ہے جو دربان کے لئے بولا جاتا ہے۔ کعبہ شریف کے کلید بردار اور دربان یہی خاندان چلا آ رہا ہے۔

علاقہ بھوج کچھ کے تاریخی دورہ از ۲۰ مئی تا ۸ جون ۷۱ء کے دوران اس پارے کی حدیث ۲۹۴۸ اور ۲۹۸۸ تک تسوید و تبییض کی گئی، اللہ پاک خدمت حدیث کو جملہ برادران شائقین بخاری شریف کے حق میں بطور صدقہ جاریہ قبول فرمائے۔ آمین

بَابُ مَنْ أَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهِ

باب: جو رکاب پکڑ کر کسی کو سواری پر چڑھا دے یا کچھ ایسی ہی مدد کرے، اس کا ثواب

۲۹۸۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ، فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا، أَوْ يَرْفَعُ

(۲۹۸۹) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہوتا ہے۔ ہر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اگر وہ انسانوں کے درمیان انصاف کر دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور کسی کو سواری کے معاملے میں اگر مدد پہنچائے، اس طرح پر کہ اسے اس پر سوار

عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ٢٧٠٧]

کرائے یا اس کا سامان اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے اور اچھی بات منہ سے نکالنا بھی ایک صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور اگر کوئی راستے سے کسی تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے۔"

تشریح: چونکہ اس حدیث میں بذیل بیان صدقات کسی انسان کی بہ سلسلہ سواری کوئی ممکن مدد کرنا بھی مذکور ہوا ہے اس لئے اس روایت کو اس باب کے ذیل میں لایا گیا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ روزانہ اپنے ہر جوڑ کی سلامتی کے شکریہ میں کچھ نہ کچھ کار خیر ضرور کرتا رہے۔ لفظ سلامیٰ سے آدمی کا ہر جوڑ اور انگلی کے پور مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہر جوف دار ہڈی کو سلامی کہا جاتا ہے واحد اور جمع کے لئے یہی لفظ ہے۔ بعض نے اسے لفظ سلامیہ کی جمع کہا ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: مصحف یعنی لکھا ہوا قرآن مجید لے کر دشمن کے ملک میں جانا منع ہے

تشریح: دشمن سے مراد وہ ملک ہے جس کی حکومت اسلامی حکومت سے اسلام کے خلاف برسر پیکار ہو جسے دار الحرب کہا جاتا ہے۔

وَكَذَلِكَ يُرْوَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ الْقُرْآنَ.

اور محمد بن بشر سے اسی طرح مروی ہے۔ وہ عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبید اللہ کے ساتھ اس حدیث کو محمد بن اسحاق نے بھی نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ دشمنوں کے علاقے میں سفر کیا، حالانکہ وہ سب حضرات قرآن مجید کے عالم تھے۔

تشریح: اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غرض نہیں ہے کہ مصحف کا دشمن کے ملک میں لے جانا جائز ہے کیونکہ مصحف کی بات اور ہے اور حافظ قرآن کا دشمن کے ملک میں جانا تو کسی نے منع نہیں رکھا ہے۔ پس ایسا استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان سے بعید ہے۔ بلکہ غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ باب کی حدیث میں جس قرآن کو لے کر دشمن کے ملک میں سفر کرنے میں منع کیا ہے اس سے مراد مصحف ہے یعنی لکھا ہوا قرآن نہ وہ قرآن جو حافظوں کے سینے میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)

آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کسی نہ کسی صورت میں قرآن مجید نہ پہنچ چکا ہو اور یہ قرآن مجید کے لئے فتح مبین ہے جو بفضلہ تعالیٰ حاصل شدہ ہے۔

٢٩٩٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ. [مسلم: ٤٨٣٩؛ ابوداود: ٢٦١٠؛ ابن ماجه: ٢٨٧٩]

(٢٩٩٠) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے سے منع فرمایا تھا۔

تشریح: دشمن کے علاقوں میں قرآن پاک لے کر جانے سے اس لئے روکا تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو، کیونکہ جنگ وغیرہ کے مواقع پر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی توہین کریں۔ بعض دشمنان اسلام کی طرف سے ایسے واقعات اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ کہ اگر قرآن مجید ان کے ہاتھ لگ جائے تو وہ بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ حرکت اخلاق و شرافت سے بہت ہی بعید ہے۔ جس کتاب کو دنیا کے کروڑوں لوگ اپنی مذہبی مقدس کتاب مانتے ہیں، اس کی اس طور بے حرمتی کرنا گویا دنیا کے کروڑوں انسانوں کا دل دکھانا ہے۔ ایسے گستاخ لوگ کسی نہ کسی شکل میں اپنی حرکتوں کی سزا بھگتتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیم یہ ہے کہ کسی بھی آسمانی مذہبی کتاب کا احترام ضروری ہے جو اس کی حد کے اندر ہی ہونا چاہیے بشرطیکہ وہ کتاب آسمانی کتاب ہو۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

٢٩٩١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَبَّحَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا: هَذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ. فَلَجَأُوْا إِلَى الْحِصْنِ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ: ((اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)) . وَأَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ، فَأُكْفِيَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا. تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ: رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ.

[راجع: ٣٧١] [نسائي: ٦٩، ٤٣٥٢]

باب: جنگ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا

(۲۹۹۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے انس ؓ نے بیان کیا کہ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ خیبر میں داخل تھے۔ اتنے میں وہاں کے رہنے والے (یہودی) پھاوڑے اپنی گردنوں پر لئے ہوئے نکلے۔ جب آنحضرت ﷺ کو (آپ کے لشکر سمیت) دیکھا تو چلا اٹھے کہ یہ محمد لشکر کے ساتھ (آ گئے)، محمد لشکر کے ساتھ! (ﷺ) چنانچہ وہ سب بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور نعرۂ تکبیر بلند فرمایا، ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ ''خیبر تو تباہ ہو چکا۔ کہ جب کسی قوم کے آنگن میں ہم اتر آتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔'' اور انس ؓ نے بیان کیا کہ ہم کو گدھے مل گئے، اور ہم نے انہیں ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کے منادی نے پکارا اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں گدھے کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ ہانڈیوں میں جو کچھ تھا، سب الٹ دیا گیا۔ اس روایت کی متابعت علی نے سفیان سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تھے۔

تشریح: رسول کریم ﷺ نے خیبر میں داخل ہوتے وقت نعرہ تکبیر بلند فرمایا، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ ہر مناسب موقع پر شوکت اسلام کے اظہار کے لئے نعرہ تکبیر بلند کرنا اسلامی شعار ہے۔ مگر صد افسوس کہ آج کل کے بیشتر نام نہاد مسلمانوں نے اس پاک نعرہ کی اہمیت گھٹانے کے لئے ''نعرہ رسالت یا رسول اللہ''۔ ''نعرہ غوثیہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی'' جیسے شرکیہ نعرے ایجاد کر کے شرک و بدعت کا ایسا دروازہ کھول دیا ہے جو تعلیمات اسلام کے سراسر برعکس ہے۔ اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

ایسے نعرے لگانا شرک کا ارتکاب کرنا ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اولیا کی بھی نافرمانی ہوتی ہے۔ مگر مسلمان نما مشرکوں نے ان کو محبت رسول ﷺ اور محبت اولیا سے تعبیر کیا ہے جو سراسر شیطانی دھوکا اور ان کے نفس امارہ کا فریب ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

باب: بہت چلا کر تکبیر کہنا منع ہے

٢٩٩٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ)). [اطرافه في: ٤٢٠٥، ٦٤٠٩، ٦٦١٠، ٧٣٨٦] [ابوداود: ١٥٢٦، ١٥٢٧؛ ترمذي: ٣٤٦١؛ ابن ماجه: ٣٨٢٤]

(۲۹۹۲) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عاصم نے، ان سے ابوعثمان نے، ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی میں اترتے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آواز بلند ہوجاتی اس لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب خدا کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے، بے شک وہ سننے والا اور تم سے بہت قریب ہے۔''

تشریح: قسطلانی نے طبری سے نقل کیا کہ اس حدیث سے ذکر بالجہر کی کراہیت ثابت ہوئی اور اکثر سلف صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ میں (مولانا وحیدالزماں) کہتا ہوں تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرنا چاہیے جہاں جہر نبی کریم ﷺ سے منقول ہے وہاں جہر کرنا بہتر ہے۔ جیسے اذان میں اور باقی مقاموں میں آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے۔ بعض نے کہا اس حدیث میں جس جہر سے آپ ﷺ نے منع فرمایا وہ بہت زور کا جہر ہے جس سے لوگ پریشان ہوں، نہ جہر متوسط، بالجملہ بہت زور سے نعرے مارنا اور ضربیں لگانا جیسا کہ بعض درویشوں کا معمول ہے، سنت کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ کی پیروی ان پیروں کی پیروی پر مقدم ہے۔ (وحیدی)

مگر اسلامی شان وشوکت کے اظہار کے لئے جنگ جہاد وغیرہ مواقع پر نعرہ تکبیر بلند کرنا یہ امر دیگر ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ روایت میں اللہ کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر وقت تمہاری ہر بلند اور آہستہ آواز کو سنتا ہے اور تم کو ہر وقت وہ دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی ذات والا صفات سے عرش عظیم پر مستوی ہے۔ مگر اپنے علم اور سمع کے لحاظ سے ہر انسان کے ساتھ ہے۔

بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا

باب: کسی نشیبی جگہ میں اترتے وقت سبحان اللہ کہنا

٢٩٩٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. [طرفه في: ٢٩٩٤]

(۲۹۹۳) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمن نے ان سے سالم بن ابی الجعد نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم (کسی بلندی پر) چڑھتے، تو اللہ اکبر کہتے اور جب (کسی نشیب میں) اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

تشریح: کوئی بھی سفر ہو، راستے میں نشیب وفراز اکثر آتے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا اس ہدایت پاک کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یہاں سفر جہاد کے لئے اس امر کا مشروع ہونا مقصود ہے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا

باب: جب کوئی بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے

٢٩٩٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا. [راجع: ٢٩٩٣]

(۲۹۹۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمن نے، ان سے سالم نے اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

٢٩٩٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ كَيْسَانَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: الْغَزْوِ يَقُوْلُ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)). قَالَ صَالِحٌ: فَقُلْتُ لَهُ: أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ قَالَ: لَا. [راجع:١٧٩٧]

(۲۹۹۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ حج یا عمرہ سے واپس ہوتے، جہاں تک میں سمجھتا ہوں یوں کہا جب آپ جہاد سے لوٹتے، تو جب بھی آپ کسی بلندی پر چڑھتے یا (نشیب سے) کنکریلے میدان میں آتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ فرماتے ”اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اس کا ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔ ہم واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے، اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے اور اس کی حمد پڑھتے ہوئے، اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا (کفار کی) تمام جماعتوں کو شکست دے دی۔“ صالح نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لفظ آیبون کے بعد ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔

تشریح: رسول کریم ﷺ نے حمد مذکورہ میں صدق الله وعده الخ کے الفاظ غزوہ خندق کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے، اور حجۃ الوداع سے واپسی پر بھی جب کہ اسلام کو فتح کامل ہو چکی تھی اب بھی ان پاک ایام کی یاد تازہ کرنے کے لئے ان جملہ کلمات طیبات کو ایسے مبارک مواقع پر پڑھا جا سکتا ہے۔ لفظ مبارک ان شاء اللہ کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے نہ کہ ماضی کے، اسی لئے اس موقع پر جو ماضی سے متعلق تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لفظ ان شاء اللہ نہیں کہا۔

بَابٌ: يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا

باب: مسافر کو اس عبادت کا جو وہ گھر میں رہ کر کیا

كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

٢٩٩٦ـ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُوْ إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ، وَاصْطَحَبَا، هُوَ وَيَزِيْدُ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ، فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوْسَى مِرَارًا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيْحًا)). [ابوداود: ٣٠٩١]

کرتا تھا ثواب ملنا (گو وہ سفر میں نہ کر سکے)

(٢٩٩٦) ہم سے مطر بن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عوام بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم ابواسماعیل سکسکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوبردہ بن ابی موسیٰ سے سنا، وہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ تھے اور یزید سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ ابوبردہ نے کہا کہ میں نے (اپنے والد) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بارہا سنا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے ان تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنہیں اقامت یا صحت کے وقت یہ کیا کرتا تھا۔“

تشریح: باب میں مسافر سے سفر جہاد کا مسافر مراد ہے۔ اس کے بعد ہر نیک سفر کا مسافر جس سے مجبوری کی وجہ سے بہت سے نوافل، ورد، وظائف، نماز تہجد وغیرہ ترک ہو جاتی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ایسے مسافر کے لیے ان جملہ اعمال صالحہ نافلہ کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جو وہ حالت حضر میں کرتا رہتا تھا اور اب حالت سفر میں وہ عمل ان سے ترک ہو گئے۔ مسلمان مریض کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ اللہ کا محض فضل ہے کہ سفر و حضر ہر جگہ مجھ ناچیز کا عمل تسوید بخاری شریف جاری رہتا ہے۔ جسے میں نفلی عبادات کی جگہ ادا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ قبول کرے اور خلوص عطا کرے۔ آمین

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهُ

٢٩٩٧ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ: نَدَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثَلَاثًا، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)). قَالَ سُفْيَانُ الْحَوَارِيُّ: النَّاصِرُ. [راجع: ٢٨٤٦]

باب: اکیلے سفر کرنا

(٢٩٩٧) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا کہ ہم سے محمد بن منکدر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک کام کیلئے) غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کو پکارا، تو زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کو پکارا، اور اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا، آپ ﷺ نے پھر پکارا، اور پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا، رسول ﷺ نے آخر فرمایا کہ ”ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیر ہیں۔“ سفیان نے کہا کہ حواری کے معنی معاون مددگار کے ہیں (یا وفادار محرم راز کو حواری کہا گیا ہے)۔

تشریح: بعض نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو حواری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ سفید پوشاک پہنتے تھے۔ قتادہ نے کہا حواری وہ جو خلافت کے لائق ہو یا وزیر باتدبیر ہو۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب اس طرح ثابت کیا کہ حضرت زبیر اکیلے کافروں کی خبر لانے

گئے۔ یہ جنگ خندق سے متعلق ہے جسے جنگ احزاب بھی کہا گیا ہے۔ سورہ احزاب میں اس کی کچھ تفصیلات مذکور ہیں اور کتاب المغازی میں ذکر آئے گا۔

٢٩٩٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنِي أَبِيْ مُحَمَّدٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: **((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ))**. [ترمذي: ١٦٧٣؛ ابن ماجه: ٣٧٦٨]

(٢٩٩٨) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ محمد نے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (دوسری سند) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جتنا میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو بھی اکیلے سفر (کی برائیوں) کے متعلق اتنا علم ہوتا تو کوئی رات میں اکیلا سفر نہ کرتا۔“

تشریح: اکثر علما نے اکیلے سفر کرنے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے اکیلا مسافر شیطان ہے، اور دو، دو شیطان ہیں اور تین جماعت ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب کے لانے سے یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جیسے جاجوسی وغیرہ کے لئے اکیلے سفر کرنا درست ہے۔ بعض نے کہا اگر راہ میں کچھ ڈر نہ ہو تو اکیلے سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں اور ممانعت کی حدیث اس پر محمول ہے جب ڈر ہو۔ (وحیدی) آج کل ریل موٹر ہوائی جہاز کے سفر بھی اگر بصورت جماعت ہی کئے جائیں تو اس کے بہت سے فوائد ہیں جو تنہائی کی حالت میں نہیں ہیں۔ سفر میں اکیلے ہونا فی الواقع بے حد تکلیف کا موجب ہے خواہ وہ سفر ریل، موٹر، ہوائی جہاز کا بھی کیوں نہ ہو۔

بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ

باب: سفر میں تیز چلنا

وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((إِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيْ فَلْيَتَعَجَّلْ))**. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ. الْحَدِيْثَ.

ابوحمید نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں مدینہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی شخص میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے تو چلے۔“ یہ اس وقت ہوتا جب آپ ﷺ مدینہ کی آبادی کو اپنے سامنے دیکھ لیتے۔

تشریح: مقصد باب یہ ہے کہ کسی خاص ضرورت کے تحت سفر جہاد یا سفر حج یا عام سفر میں ساتھیوں سے کہہ کر تیزی کے ساتھ سفر کرنا اور ساتھیوں سے آگے چلنا معیوب نہیں ہے۔

٢٩٩٩ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ، سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ كَانَ يَحْيَى يَقُوْلُ: وَأَنَا أَسْمَعُ فَسَقَطَ عَنِّيْ عَنْ مَسِيْرِ النَّبِيِّ ﷺ

(٢٩٩٩) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے سفر کی رفتار کے متعلق پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کس کس چال پر چلتے، یحییٰ

فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: فَكَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ، فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ. [راجع: ١٦٦٦] [مسلم: ٣١٠٦، ٣١٠٧؛ ابوداود: ١٩٢٣؛ نسائي: ٣٠٢٣، ٣٠٥١؛ ابن ماجه: ٣٠١٧]

نے کہا عروہ نے یہ بھی کہا تھا (کہ میں سن رہا تھا) لیکن میں اس کا کہنا بھول گیا۔ غرض اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ذرا تیز چلتے جب فراخ جگہ پاتے تو سواری کو دوڑا دیتے۔ نص اونٹ کی چال جو عنق سے تیز ہوتی ہے۔

تشریح: "والعنق السير السهل والفجوة الفرجة بين الشيئين والنص السير الشديد۔" (كرمانى)

٣٠٠٠۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِيْ عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ، جَمَعَ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا. [راجع: ١٠٩١]

(٣٠٠٠) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا، اتنے میں ان کو صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا (ان کی بیوی) کے متعلق سخت بیماری کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ نے تیز چلنا شروع کر دیا اور جب (سورج غروب ہونے کے بعد) شفق ڈوب گئی تو آپ سواری سے اترے اور مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی، پھر کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ تیزی کے ساتھ سفر کرنا چاہتے تو مغرب میں تاخیر کر کے دونوں نمازیں (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ادا فرماتے۔

٣٠٠١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ)). [راجع: ١٨٠٤]

(٣٠٠١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوبکر کے مولیٰ سمی نے، انہیں صالح نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سفر کیا ہے گویا عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کی نیند، کھانے پینے سب میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے جب مسافر اپنا کام پورا کر لے تو اسے جلد گھر واپس آ جانا چاہئے۔"

تشریح: احادیث بالا میں آداب سفر بتلایا جا رہا ہے جن میں سفر جہاد بھی داخل ہے۔ واپسی کا معاملہ حالات پر موقوف ہے۔ بہر حال۔ فراغت کے بعد گھر جلد واپس ہونا آداب سفر میں سے ہے۔ گزشتہ حدیث میں اگرچہ مغرب وعشاء کی نماز کو ملا کر پڑھنے سے جمع تاخیر مراد ہے۔ مگر دوسری روایت کی بنا پر جمع تقدیم بھی جائز ہے۔

بَابٌ: إِذَا حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ

باب: اگر اللہ کی راہ میں سواری کے لئے گھوڑا

فَرَآهَا تُبَاعُ

دے پھر اس کو بکتا پائے؟

٣٠٠٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ١٤٨٩]

(۳۰۰۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں سواری کے لئے دے دیا تھا، پھر انہوں نے دیکھا کہ وہی گھوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ انہوں نے چاہا کہ اسے خرید لیں۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ''اب تم اسے نہ خریدو، اور اپنے صدقہ کو واپس نہ پھیرو۔''

تشریح: ایسی چیز جو بطور صدقہ خیرات کسی کو دے دی جائے اس کا واپس قیمت دے کر بھی لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔

٣٠٠٣۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَابْتَاعَهُ أَوْ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ بِدِرْهَمٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ)). [راجع: ١٤٩٠]

(۳۰۰۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ میں نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا سواری کیلئے دیا، اور جسے دیا تھا وہ اسے بیچنے لگا۔ یا (آپ نے یہ فرمایا تھا کہ) اس نے اسے بالکل کمزور کر دیا تھا۔ اس لئے میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے واپس خرید لوں، مجھے یہ خیال تھا کہ وہ شخص سستے داموں پر اسے بیچ دے گا۔ میں نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے جب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ گھوڑا تمہیں ایک درہم میں مل جائے پھر بھی اسے نہ خریدنا۔ کیونکہ اپنے ہی صدقہ کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود ہی چاٹتا ہے۔''

بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ

باب: ماں باپ کی اجازت لے کر جہاد میں جانا

تشریح: ماں باپ کی اطاعت اور ان سے سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ اس لئے جمہور علما کا قول ہے کہ اگر ماں باپ مسلمان ہوں اور وہ جہاد کی اجازت نہ دیں تو جہاد میں جانا حرام ہے۔ اگر جہاد فرض عین ہو جائے تب ماں باپ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور دادا، دادی، نانا، نانی کا بھی حکم ماں باپ کا ہے۔ (وحیدی) "قال جمهور العلماء ويحرم الجهاد اذا منع الابوان او احدهما بشرط ان يكونا مسلمين لان برهما فرض عين عليه والجهاد فرض كفاية فاذا تعين الجهاد فلا اذن۔" (فتح)

٣٠٠٤۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيْثِهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ: جَاءَ

(۳۰۰۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے کہا، ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو العباس شاعر سے سنا، ابو العباس (شاعر ہونے کے ساتھ) روایت حدیث میں بھی ثقہ اور قابل اعتماد تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے

رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: ((أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)). [طرفه في: ٥٩٧٢] [مسلم: ٦٥٠٤، ٦٥٠٦؛ ابوداود: ٢٥٢٩؛ ترمذي: ١٦٧١؛ نسائي: ٣١٠٣]

سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر انہیں میں جہاد کرو۔'' (یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو)۔

تشریح: یعنی ان کی خدمت بجالانا یہی تیرا جہاد ہے۔ اسی سے امام بخاری ؒ نے باب کا مطلب نکالا کہ ماں باپ کی رضامندی جہاد میں جانے کے واسطے لینا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کی خدمت جہاد پر مقدم رکھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی ؒ کی والدہ ضعیفہ زندہ تھیں، اور یہ ان کی خدمت میں مصروف تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر نہ ہو سکے اور صحابیت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ (وحیدی)

بَابُ مَا قِيلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهِ فِي أَعْنَاقِ الْإِبِلِ

باب: اونٹوں کی گردن میں گھنٹی وغیرہ جس سے آواز نکلے لٹکانا کیسا ہے؟

٣٠٠٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ عَبْدُاللَّهِ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَسُولًا: ((أَنْ لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ)). [مسلم: ٥٥٤٩؛ ابوداود: ٢٥٥٢]

(٣٠٠٥) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک ؒ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں ابوبشیر انصاری ؓ نے کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ عبداللہ (بن ابی بکر بن حزم راوی حدیث) نے کہا میرا خیال ہے ابوبشیر نے کہا لوگ اپنی خواب گاہوں میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک قاصد (زید بن حارثہ ؓ) یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس شخص کے اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا ہو یا یوں فرمایا کہ جو گنڈا (ہار) ہو وہ اسے کاٹ ڈالے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی جانور کے گلے میں محض زینت اور تفاخر کے لئے گھنٹی یا کوئی اور باجے کی قسم کا لٹکانا منع ہے۔ ''قال ابن الجوزی وفی المراد بالاوتار ثلاثة اقوال احدهم انهم كانوا يقلدون الابل اوتار القسي لئلا يصيبها العين بزعمهم فامروا بقطعها اعلاما بان الاوتار لا ترد من امر الله شيئا۔'' یعنی پہلا قول یہ کہ جہلائے عرب اونٹوں کے گلوں میں کوئی تانت بطور تعویذ لٹکا دیتے تاکہ ان کو نظر بد نہ لگے۔ پس ان کے کاٹ پھینکنے کا حکم دیا گیا، تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کے حکم کو یہ لوٹا نہیں سکتی۔

دوسرا قول یہ کہ ایسے تانت وغیرہ جانوروں کے گلوں میں لٹکانے اس خوف سے منع کئے گئے کہ ممکن ہے وہ ان کے گلے میں تنگ ہو کر ان کا گلا گھونٹ دیں یا کسی درخت سے الجھ کر تکلیف کا باعث بن جائیں اور جانوروں کو ایذا پہنچے۔

تیسرا قول یہ کہ وہ گھنٹے لٹکاتے حالانکہ بجنے والے گھنٹوں کی جگہ میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ امام بخاری ؒ نے دارقطنی کی روایت کردہ اس حدیث پر اشارہ کیا ہے۔ جس میں صاف یوں ہے: ''لا تبقين قلادة من وتر ولا جرس فی عنق بعير الا قطع۔'' یعنی کسی بھی جانور

کے گلے میں کوئی تانت ہو یا گھنٹہ وہ باقی نہ رکھے جائیں (فتح الباری)

بَابُ مَنِ اكْتُتِبَ فِي جَيْشٍ

باب: جو شخص اپنا نام مجاہدین میں لکھوا دے

فَخَرَجَتِ امْرَأَتُهُ حَاجَّةً وَكَانَ لَهُ عُذْرٌ هَلْ يُؤْذَنُ لَهُ.

پھر اس کی عورت حج کو جانے لگے یا اور کوئی عذر پیش آئے تو اس کو اجازت دی جا سکتی ہے (کہ جہاد میں نہ جائے)۔

٣٠٠٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتِ امْرَأَتِي حَاجَّةً. قَالَ: ((اذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ)). [راجع: ١٨٦٢]

(٣٠٠٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ”کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم نہ ہو۔“ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے فلاں جہاد میں اپنا نام لکھوا دیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کے لئے جا رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تو جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔“

تشریح: کیونکہ اس کی عورت کے ساتھ دوسرا امر نہیں جا سکتا اور جہاد میں اس کے بدل دوسرا شخص شریک ہو سکتا ہے تو آپ نے ضروری کام کو غیر ضروری پر مقدم رکھا۔ عورت اپنی شخصیت میں ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے مال سے خود حج پر جا سکتی ہے مگر خاوند کا ساتھ ہونا یا اس کی طرف سے کسی ذی محرم کا ساتھ بھیج دینا ضروری ہے۔

بَابُ الْجَاسُوْسِ

باب: جاسوسی کا بیان

وَالتَّجَسُّسُ: التَّبَحُّثُ، وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾

لفظ جاسوس تجسس سے نکلا ہے یعنی کسی چیز کو کھود کر نکالنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ ممتحنہ میں فرمایا کہ ”مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“

تشریح: یعنی کافروں کے لئے جاسوسی کرنا منع ہے جیسے حاطب نے کی تھی کہ مشرکوں کو مسلمانوں کے آنے کی خبر دے دی، البتہ مسلمانوں کی طرف سے جاسوسی درست ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ اور جنگ کا کام بغیر جاسوسی کے چل ہی نہیں سکتا۔ سورۂ ممتحنہ کی آیت منقولہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے کافروں کی طرف سے جاسوسی کی ممانعت نکالی، کیونکہ جاسوس جن کا جاسوس ہوتا ہے ان کا دوست ہوتا ہے اور ان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (وحیدی)

٣٠٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ، أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا

(٣٠٠٧) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، سفیان نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے دو مرتبہ سنی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حسن بن محمد نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبیداللہ بن ابی رافع نے خبر دی، کہا کہ میں نے حضرت

يَقُوْلُ: بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَقَالَ: ((انْطَلِقُوْا حَتَّى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ، فَخُذُوْهُ مِنْهَا)) . فَانْطَلَقْنَا تَعَادَي خَيْلُنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الرَّوْضَةِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ. فَقَالَتْ: مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ . فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِيْ بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا حَاطِبُ! مَا هَذَا؟)) قَالَ: يَارَسُوْلَ اللَّهِ! لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّيْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِيْ قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ، يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِيْ ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِيْ، وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ صَدَقَكُمْ)) . قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! دَعْنِيْ أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. قَالَ: ((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)) . فَقَالَ سُفْيَانُ: وَأَيُّ إِسْنَادٍ هَذَا!

علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہم) کو ایک مہم پر بھیجا اور آپ نے فرمایا: ”نکلو حتیٰ کہ جب تم لوگ روضہ خاخ (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پر پہنچ جاؤ تو وہاں ایک بڑھیا عورت تمہیں اونٹ پر سوار ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہوگا، تم لوگ اس سے وہ خط لے لینا۔“ ہم روانہ ہوئے اور ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لئے جا رہے تھے۔ آخر ہم روضہ خاخ پر پہنچ گئے اور وہاں واقعی ایک بوڑھی عورت موجود تھی جو اونٹ پر سوار تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ لیکن جب ہم نے اسے دھمکی دی کہ اگر تو نے خط نہ نکالا تو تمہارے کپڑے ہم خود اتار دیں گے۔ اس پر اس نے اپنی گندھی ہوئی چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دیا، اور ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، اس کا مضمون یہ تھا، حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند آدمیوں کی طرف، اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے حاطب! یہ کیا واقعہ ہے؟“ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بارے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ میری حیثیت (مکہ میں) یہ تھی کہ قریش کے ساتھ میں نے رہنا سہنا اختیار کر لیا تھا، ان سے رشتہ ناطہ میرا کچھ بھی نہ تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں ان کی تو مکہ میں سب کی رشتہ داری ہے اور مکہ والے اسی وجہ سے ان کے عزیزوں کی اور ان کے مالوں کی حفاظت وحمایت کریں گے مگر مکہ والوں کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، اس لئے میں نے سوچا کہ ان پر کوئی احسان کر دوں جس سے اثر لے کر وہ میرے بھی عزیزوں کی مکہ میں حفاظت کریں۔ میں نے یہ کفر یا ارتداد کی وجہ سے ہرگز نہیں کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے خوش ہو کر۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا: ”حاطب نے سچ کہا ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے میں اس منافق کا سر اڑا دوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، یہ بدر کی لڑائی میں (مسلمانوں کے ساتھ مل کر) لڑے ہیں اور تمہیں معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ مجاہدین بدر کے احوال (موت تک کے)

[أطرافه في: ٣٠٨١، ٣٩٨٣، ٤٢٧٤، ٤٨٩٠، ٦٢٥٩، ٦٩٣٩] [مسلم: ٦٤٠١؛ أبوداود: ٢٦٥٠؛ ترمذي: ٣٣٠٥]

پہلے ہی سے جانتا تھا، اور وہ خود ہی فرما چکا ہے: تم جو چاہو کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔" سفیان بن عیینہ نے کہا کہ حدیث کی یہ سند بھی کتنی عمدہ ہے۔

تشریح: مضمون خط کا یہ تھا "امابعد! قریش کے لوگو! تم کو معلوم رہے کہ نبی کریم ﷺ ایک جرار لشکر لئے ہوئے تمہارے سر پر آتے ہیں۔ اگر آپ اکیلے آئیں تو بھی اللہ آپ کی مدد کرے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا، اب تم اپنا بچاؤ کر لو، والسلام"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون شرعی اور قانون سیاست کے مطابق رائے دی کہ جو کوئی اپنی قوم یا سلطنت کی خبر دشمنوں کو پہنچائے وہ سزائے موت کے قابل ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی نیت میں کوئی فتور نہیں دیکھا اور یہ بھی کہ وہ بدری صحابہ میں سے تھے جن کی جزوی لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی معاف کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی اس سیاسی غلطی کو نبی کریم ﷺ نے نظر انداز فرما دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ذمہ دار لوگوں کے بعض انفرادی یا اجتماعی معاملات ایسے بھی آ جاتے ہیں کہ ان میں سخت ترین غلطیوں کو بھی نظر انداز کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ فتویٰ دینے سے قبل معاملے کے ہر ہر پہلو پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جو لوگ بغیر غور و فکر کئے سرسری طور پر فتویٰ دے دیتے ہیں بعض دفعہ ان کے ایسے فتوے بہت سے فسادات کے اسباب بن جاتے ہیں۔ خاخ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام تھا۔ اس حدیث سے اہل بدر کی بھی فضیلت ثابت ہوئی کہ اللہ پاک نے ان کی جملہ لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے۔

بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْأُسَارَى

باب: قیدیوں کو کپڑے پہنانا

٣٠٠٨ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ أُتِيَ بِأَسَارَى، وَأُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ قَمِيصًا فَوَجَدُوا قَمِيصَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ يُقْدَرُ عَلَيْهِ، فَكَسَاهُ النَّبِيُّ ﷺ إِيَّاهُ، فَلِذَلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ الَّذِي أَلْبَسَهُ. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: كَانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يُكَافِئَهُ.

[راجع: ١٢٧]

(٣٠٠٨) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ بدر کی لڑائی سے قیدی (مشرکین مکہ) لائے گئے۔ جن میں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے قمیص تلاش کروائی۔ (وہ لمبے قد کے تھے) اس لئے عبداللہ بن ابی (منافق) کی قمیص ہی ان کے بدن پر آ سکی اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں وہ قمیص پہنا دی۔ نبی کریم ﷺ نے (عبداللہ بن ابی کی موت کے بعد) اپنی قمیص اتار کر اسے پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ پر جو اس کا احسان تھا، آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ اسے ادا کر دیں۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قمیص پہنائی جو کہ حالت کفر میں آپ ﷺ کی قید میں تھے۔ اس سے باب کا مقصد ثابت ہوا کہ قیدی کو ننگا رکھنے کی بجائے اسے مناسب کپڑے پہنانے ضروری ہیں۔ قیدیوں کے ساتھ ہر اخلاقی انسانی برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ باب کا یہی ارشاد ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق کے حالات تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں، یہ بھی ثابت ہوا کہ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلَى

باب: اس شخص کی فضیلت جس کے ہاتھ پر کوئی

يَدَيْهِ رَجُلٌ

شخص اسلام لائے

تشریح: جس کی تبلیغی کوششوں سے کوئی انسان نیک راستے پر لگ جائے یا اسلام قبول کرلے، اس کی نیکی کا کیا ٹھکانا ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

٣٠٠٩۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، أَخْبَرَنِيْ سَهْلٌ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ)). فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيٌّ؟)) فَقِيْلَ: يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ، فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ فَقَالَ: أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا. فَقَالَ: ((انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللَّهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ)). [راجع: ٢٩٤٢] [مسلم: ٦٢٢٣]

(٣٠٠٩) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری نے بیان کیا، ان سے ابوحازم مسلمہ بن دینار نے بیان کیا، انہیں سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا: ''کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اسلامی فتح حاصل ہوگی، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی محبت رکھتے ہیں۔'' رات بھر سب صحابہ کے ذہن میں یہی خیال رہا کہ دیکھئے کہ کسے جھنڈا ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص امیدوار تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: ''علی کہاں ہیں؟'' عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہوگیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا مبارک تھوک ان کی آنکھوں میں لگا دیا۔ اور اس سے انہیں صحت ہوگئی، کسی قسم کی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں کو جھنڈا عطا فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک نہ لڑوں جب تک یہ ہمارے ہی جیسے یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی: ''یوں ہی چلا جا۔ جب ان کی سرحد میں اترے تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ (اسلام کے ناطے) ان پر کون کون سے کام ضروری ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ اللہ ایک شخص کو بھی مسلمان کردے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ لڑائی سے قبل دشمنوں کو اسلام کی تبلیغ کریں، ان کو راہ ہدایت پیش کریں اور جہاں تک ممکن ہو لڑائی کی نوبت نہ آنے دیں۔ لڑائی مدافعت کے لئے آخری تدبیر ہے۔ بغیر لڑائی ہی اگر کوئی دشمن صلح جو ہو جائے یا اسلام ہی قبول کرلے تو یہ نیکی عنداللہ بہت ہی زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ اللہ نے جنگ خیبر کی فتح ان کے ہاتھ پر مقدر رکھی تھی۔

ترجمہ باب حدیث کے الفاظ ((خير لك من ان يكون لك حمر النعم)) سے نکلتا ہے۔ سبحان اللہ! کسی شخص کو راہ پر لانا اور کفر سے ایمان پر لگا دینا کتنا بڑا اجر رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وعظ اور تعلیم اور تلقین میں کوشش بلیغ کرتے رہیں۔ کیونکہ یہ پیغمبروں کی میراث ہے اور چپ ہو کر بیٹھ رہنا اور زبان اور قلم کو روک لینا عالموں کے لئے غضب کی بات ہے۔ ہمارے زمانہ کے مولوی اور مشائخ جو گھروں میں آرام سے بیٹھ کر چرب لقموں پر

ہاتھ مارتے ہیں اور خلاف شرع کام دیکھ کر سکوت کرتے ہیں اور جاہلوں کو نصیحت نہیں کرتے، امراء اور دنیاداروں کی خوشامد میں غرق ہیں۔ یہ پیغمبر ﷺ کے سامنے قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم وفضل کی دولت عطا فرمائی اس کا شکر یہ یہی ہے کہ وعظ ونصیحت میں سرگرم رہیں اور تعلیم وتلقین کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ دیہات کے مسلمانوں کو جو دینی مسائل اور اعتقاد سے ناواقف ہیں، ان کو واقف کرائیں اور ہر جگہ دعوت اسلام پہنچائیں۔ افسوس ہے کہ نصاریٰ تو اپنا باطل خیال یعنی تثلیث پھیلانے کے لئے ہر گاؤں ہر بستی اور راستے اور مجمع میں وعظ کہتے پھریں اور مسلمان سچے اعتقاد یعنی توحید پر ہو کر زبان بند رکھیں اور سچا دین پھیلانے میں کوئی کوشش نہ کریں۔ اگر سچے دین کے پھیلانے میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کو عین سعادت اور برکت اور کامیابی سمجھنا چاہیے۔ دیکھو ہمارے پیغمبر ﷺ نے دعوت اسلام میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ زخمی ہوئے سر پھوٹا، دانت ٹوٹے، گالیاں کھائیں، یا اللہ! تیری راہ میں اگر ہم کو گالیاں پڑیں تو وہ عمدہ اور شیریں لقموں سے زیادہ ہم کو لذیذ ہیں۔ اور تیرا سچا دین پھیلانے میں اگر ہم مارے جائیں یا پیٹے جائیں تو وہ آن دنیادار بادشاہون کی خلعت اور سرفرازی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یا اللہ! مسلمانوں کی آنکھ کھول دے کہ وہ بھی اپنے پیارے پیغمبر کا دین پھیلانے میں ہمہ تن کوشش شروع کر دیں، گاؤں گاؤں وعظ کہتے پھریں۔ دین کی کتابیں اور رسالے چھپوا چھپوا کر مفت تقسیم کریں، آمین یارب العالمین۔ (وحیدی)

الحمد للہ اس تبلیغی دورہ بھوج کچھ میں جو حال ہی میں یہاں کے ۲۵ دیہات میں کیا گیا، بخاری شریف مترجم اردو کے تین سو سے زائد پارے اور نماز کی کتابیں دو سو اور کئی متفرق تبلیغی رسائل دو سو سے بھی زائد تعداد میں بطور تحائف وتبلیغ تقسیم کئے گئے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ اور جملہ حصہ لینے والے حضرات کو اس کی بہتر سے بہتر جزائیں عطا کرے کتاب آج کے دور میں ایک ٹھوس تبلیغ ہے جس کے نتائج بہت دور رس ہو سکتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

بَابُ الْأُسَارَى فِي السَّلَاسِلِ

٣٠١٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَجِبَ اللَّهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ)). [طرفه في: ٤٥٥٧]

باب: قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا

(۳۰۱۰) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایسے لوگوں پر اللہ کو تعجب ہوگا، جو جنت میں بیڑیوں سمیت داخل ہوں گے۔'' (یعنی مسلمانوں نے کافروں کو پکڑ کر بیڑیوں میں قید کر دیا پھر وہ مسلمان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر تعجب کریں گے کہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے پابہ زنجیر ہوئے اور اسلام لا کر جنت میں داخل ہو گئے)۔

تشریح: لیکن بعد میں اسلام لائے اور فوراً ہی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے۔

یعنی اللہ نے ان لوگوں پر تعجب کیا جو بہشت میں داخل ہوں گے اور دنیا میں زنجیریں پہنتے تھے یعنی پہلے لڑائی میں قید ہو کر پابہ زنجیر آئے پھر خوشی سے مسلمان ہو گئے اور بہشت پائی۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قیدیوں کے لئے زنجیروں کا پہننا ثابت فرمایا۔ "ای الذین اسروا فی الحرب وجاء بهم المسلمون بالسلاسل فاسلموا اوانهم المسلمون الذین اساروا فی ایدی الکفار مسلمین فیموتون او یقتلون علی هذه الحالة فیحشرون علیها ویدخلون الجنة كذا فی الخیر البحاری۔" عبارت ہذا کا خلاصہ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ

باب: یہود یا نصاریٰ مسلمان ہو جائیں تو ان کے

الْكِتَابِيَيْنِ

٣٠١١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ أَبُو حَسَنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ، يَقُوْلُ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، سَمِعَ أَبَاهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا، وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا، ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ)). ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ: وَأَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْ أَهْوَنَ مِنْهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ. [راجع: ٩٧]

ثواب کا بیان

(۳۰۱۱) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے صالح بن حی ابوحسن نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے ابوبردہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملتا ہے۔ اوّل وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس میں اچھے طریقے سے کام لے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دہرا اجر ملے گا۔ دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کر پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا، پھر نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔'' اس کے بعد شعبی (راوی حدیث) نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ حدیث بلا کسی محنت و مشقت کے دے دی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اس سے بھی کم حدیث کے لئے مدینہ منورہ تک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

تشریح: مقصد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ جنگ سے قبل یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کو یہ بشارت بھی پیش کی جائے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے تو ان کو دوگناہ ثواب ملے گا۔ یعنی پہلے نبی پر ایمان لانا اور پھر اسلام قبول کر لینا، یہ دوگنے ثواب کا موجب ہوگا۔ بہرصورت لڑائی نہ ہو تو بہتر ہے۔

بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

باب: اگر (لڑنے والے) کافروں پر رات کو چھاپہ ماریں تو بغیر ارادے کے عورتیں، بچے بھی زخمی ہو جائیں تو پھر کچھ قباحت نہیں ہے

﴿بَيَاتًا﴾ [الاعراف: ٤] لَيْلًا: ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ [النمل: ٤٩] لَيْلًا، ﴿بَيَّتَ﴾ [النساء: ٨١] لَيْلًا.

قرآن مجید کی سورۂ اعراف میں لفظ ﴿بَيَاتًا﴾ اور سورۂ نمل میں لفظ ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ اور سورۂ نساء میں لفظ ﴿بَيَّتَ﴾ آیا ہے۔ ان سب لفظوں کا وہی مادہ ہے جو یبیتون کا ہے۔ مراد سب سے رات کا وقت ہے۔

تشریح: ((یبیتون)) باب کی حدیث میں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ جب کوئی لفظ ایسا حدیث میں آتا ہے جس کے مشتقات یا مواد قرآن مجید میں بھی ہوں تو قرآن شریف کے لفظوں کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہے کہ جو آدمی صحیح بخاری سمجھ کر پڑھے وہ قرآن کے الفاظ بھی بخوبی سمجھ لے۔ روایت میں مذکورہ جگہ ابواء نامی مدینہ سے ۲۳ میل پر اور ودان نامی جگہ ابواء سے آگے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٣٠١٢۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ: مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ: ((هُمْ مِنْهُمْ)). وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ)). [مسلم: ٤٥٥٠، ٤٥٥١؛ ابوداود: ٢٦٧٢؛ ترمذي: ١٥٧٠؛ ابن ماجه: ٢٨٣٩]

(٣٠١٢) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مقام ابواء یا ودان میں میرے پاس سے گزرے تو آپ سے پوچھا گیا کہ مشرکین کے جس قبیلے پر شب خون مارا جائے گا کیا ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنا درست ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''وہ بھی انہیں میں سے ہیں'' اور میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے ''اللہ اور اس رسول ﷺ کے سوا اور کسی کی چراگاہ نہیں ہے۔''

٣٠١٣۔ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الصَّعْبُ، فِي الذَّرَارِيِّ وَكَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ، قَالَ: ((هُمْ مِنْهُمْ)) وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌو: ((هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ)).

(٣٠١٣) (سابقہ سند کے ساتھ) زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیداللہ سے سنا بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے صعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، اور صرف ذراری (بچوں) کا ذکر کیا، سفیان نے کہا کہ عمرو ہم سے حدیث بیان کرتے تھے۔ ان سے ابن شہاب، نبی کریم ﷺ سے، (سفیان نے) بیان کیا کہ پھر ہم نے حدیث خود زہری (ابن شہاب) سے سنی۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبیداللہ نے خبر دی، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، (مشرکین کی عورتوں اور بچوں کے متعلق) ''وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔'' (زہری کے واسطہ سے) جس طرح عمرو نے بیان کیا تھا کہ (هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ) وہ انہیں کے باپ دادوں کی نسل ہیں۔ زہری نے خود ہم سے ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کیا (یعنی هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ نہیں کہا بلکہ هُمْ مِنْهُمْ کہا)۔

تشریح: اسلام کا حکم یہ ہے کہ لڑائی میں عورتوں بچوں یا بوڑھوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر رات کے وقت مسلمان ان پر حملہ آور ہوں تو ظاہر ہے کہ اندھیرے میں عورتوں بچوں کی تمیز مشکل ہو جائے گی۔ اب اگر یہ قتل ہو جاتے ہیں تو یہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ شریعت کا مقصد صرف یہ ہے کہ قصداً اور ارادہ کر کے عورتوں، بچوں یا لڑائی وغیرہ سے عاجز بوڑھوں کو لڑائی میں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے لیکن اگر حالت مجبوری ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

چراگاہ سے متعلق عربوں کا قاعدہ تھا، کہیں آباد اور سرسبز جنگل میں پہنچتے تو کتے کو اشارہ کرتے وہ بھونکتا جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز جاتی وہ جنگل بطور چراگاہ اپنے لئے محفوظ کر لیتے، کوئی دوسرا اپنا جانور اس میں نہ چرا سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ طریق جو سراسر ظلم ہے موقوف کیا اور فرمایا کہ محفوظ چراگاہ اللہ یا اس کے رسول ﷺ کا ہو سکتا ہے۔ اور امام یا حاکم بھی رسول کا قائم مقام ہے، دوسرے لوگ کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کر سکتے، یہ اسلامی عہد کی

بات ہے۔ آج کل حکومتیں چراگاہوں کے لئے خود قطعات چھوڑ دیتی ہیں جو عام پبلک کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ ان میں مقررہ ٹیکس ادا کر کے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں۔ اسلام کی یہ اہم خوبی ہے کہ اس نے تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی زندگی کا ایک مکمل ترین ضابطہ حیات پیش کیا ہے۔ دین کامل کی یہی شان تھی۔ سچ ہے: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (۳/آل عمران: ۸۵) صدق الله تبارك وتعالىٰ۔

"قال النووی اطفالهم فیما یتعلق بالاخرة فیهم ثلاث مذاهب قال الاکثرون هم فی النار تبع لابائهم وتوقف طائفة والثالث وهو الصحیح انهم من اهل الجنة قاله الکرمانی۔" (نووی)

یعنی مشرکین کے بچوں کے بارے میں اکثر علما کا خیال ہے کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے دوزخی ہیں۔ ایک جماعت اس میں توقف کرتی ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور یہی صحیح ہے۔ والله اعلم۔

بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ میں بچوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟

٣٠١٤۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ مَقْتُوْلَةً، فَأَنْكَرَالنَّبِيُّ ﷺ قَتْلَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ. [طرفه في: ٣٠١٥] [مسلم: ٤٥٤٧؛ ابوداود: ٢٦٦٨؛ ترمذي: ١٥٦٩]

(۳۰۱۴) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم کو لیث نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے ایک غزوہ (غزوۂ فتح) میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر انکار کا اظہار فرمایا۔

تشریح: جنگ میں قصداً عورتوں یا بچوں کا مارنا اسلام میں ناپسندیدہ کام ہے۔ صد افسوس کہ یہ نوٹ ایسے وقت میں لکھ رہا ہوں، کہ ملک بنگال مشرقی پاکستان میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان مرد، عورت، بچے بکریوں کی طرح ذبح کئے جا رہے ہیں۔ بنگالیوں اور بہاریوں اور پنجابیوں کے ناموں پر مسلمان اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے اسلامی بھائیوں کی خون ریزی کر رہے ہیں۔ فلیبك علی الاسلام من كان باكیا۔

بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ میں عورتوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟

٣٠١٥۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُاللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. [راجع: ٣٠١] [مسلم: ٤٥٤٨]

(۳۰۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو اسامہ سے پوچھا، کیا عبیداللہ نے آپ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی غزوے میں مقتول پائی گئی تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ (تو انہوں نے اس کا اقرار کیا)۔

تشریح: ابو اسامہ کا جواب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مذکور نہیں ہے لیکن اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں یہ حدیث نکالی اس میں صاف مذکور ہے کہ ابو اسامہ نے اقرار کیا ہاں! (وحیدی)

بَابٌ: لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ

باب: اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ دینا

٣٠١٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: ((إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ)) ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: ((إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا)). [راجع: ٢٩٥٤]

(۳۰۱۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے بکیر نے، ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایات فرمائی کہ ”اگر تمہیں فلاں اور فلاں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا۔“ پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا۔ لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا۔“ (آگ میں نہ جلانا)۔

تشریح: بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو مطلقاً منع جانا ہے گو بطور قصاص کے ہو، بعض نے جائز رکھا ہے جیسے حضرت علی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ مہلب نے کہا یہ ممانعت تحریمی نہیں، بلکہ بطور تواضع کے ہے۔ ہمارے زمانہ میں تو آلات حرب توپ اور بندوق اور ڈائنامیٹ تارپیڈو وغیرہ سب انگار ہی انگار ہیں اور چونکہ کافروں نے ان کا استعمال شروع کر دیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی ان کا استعمال درست ہے۔ (وحیدی)

مترجم کے خیال ناقص میں ان جدید ہتھیاروں کا استعمال امر دیگر ہے اور مطلق آگ میں جلانا امر دیگر ہے جسے شرعاً و اخلاقاً پسند نہیں کیا جا سکتا۔

٣٠١٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ)). وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)).
[طرفه في: ٦٩٢٢] [ابوداود: ٤٣٥١؛ ترمذي: ١٤٥٨؛ نسائي: ٤٠٧١؛ ابن ماجه: ٢٥٢٥]

(۳۰۱۷) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عکرمہ نے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (جو عبداللہ بن سبا کی متبع تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خدا کہتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو۔“ البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔“

تشریح: یہ لوگ سبائیہ تھے۔ عبداللہ بن سبا یہودی کے تابعدار جو مسلمانوں کو خراب کر ڈالنے کے لئے بظاہر مسلمان ہو گیا تھا اور اندر سے کافر تھا۔ اس مردود نے اپنے تابعداروں کو یہ تعلیم کی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معاذ اللہ آدمی نہیں ہیں بلکہ خدا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ رافضیوں میں ایک فرقہ نصیری ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدائے بزرگ اور امام جعفر صادق کو خدائے خورد کہتا ہے۔ لا حول ولا قوة الا باللہ (وحیدی)

بَابُ قَوْلِهِ: ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾ [محمد:٤]

فِيهِ حَدِيثُ ثُمَامَةَ، وَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ﴾ يَعْنِي يَغْلِبُ فِي الْأَرْضِ ﴿تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾. الْآيَةَ. [الانفال:٦٧]

باب: (اللہ تعالیٰ کا سورۂ محمد میں فرمان) کہ ”قیدیوں کو مفت احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے“

اس باب میں ثمامہ کی حدیث ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”نبی کے لئے مناسب نہیں کہ قیدی اپنے پاس رکھے۔ جب تک کافروں کا اچھی طرح خون نہ بہالیا جا (یعنی زمین میں غالب آ جائیں) تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو۔“

تشریح: پوری آیت یوں ہے۔ جب تم کافروں کو خوب قتل کر چکو (ان کا زور توڑ دو) اب قیدیوں کے باب میں تم کو اختیار ہے خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو خواہ فدیہ لے کر بعض سلف کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے: ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ (۹/التوبۃ:۵) اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے۔ اب ان میں بعض یوں کہتے ہیں کہ قیدیوں کا قتل کرنا درست نہیں یا مفت چھوڑ دیئے جائیں یا فدیہ لے کر۔ لیکن جمہور علما کا یہ قول ہے کہ امام کو تین باتوں میں اختیار ہے۔ جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے، یا قیدیوں کو قتل کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے۔ یا مفت احسان رکھ کر چھوڑ دے۔ (وحیدی)

”يقول الجمهور فى اسرى الكفرة من الرجال الى الامام يفعل ماهو الاحفظ للاسلام والمسلمين۔“ (فتح) یعنی کافر قیدیوں کے بارے میں امام جس میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ دیکھے وہ کام کرے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ ثمامہ کی حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ نقل فرمایا، اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ مجھ کو مار ڈالیں گے تو میرے خون کا بدلہ دوسرے لوگ لیں گے۔ اگر احسان رکھ کر چھوڑ دیں گے تو میں شکر گزار رہوں گا۔ اگر آپ روپیہ چاہتے ہیں تو جتنا درکار ہو حاضر ہے، نبی کریم ﷺ نے ثمامہ کے بیان پر سکوت فرمایا، تو معلوم ہوا کہ قیدی کا قتل بھی درست ہے مگر بعد میں ثمامہ مسلمان ہو گئے تھے۔

بَابٌ: هَلْ لِلْأَسِيرِ أَنْ يَقْتُلَ وَيَخْدَعَ الَّذِينَ أَسَرُوهُ حَتَّى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ

فِيهِ الْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

باب: اگر کوئی مسلمان کافر کی قید میں ہو تو اس کا خون کرنا یا کافروں سے دغا اور فریب کر کے اپنے تئیں چھڑا لینا جائز ہے

اس باب میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے آنحضرت ﷺ سے۔

بَابٌ: إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ

٣٠١٨۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ

باب: اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو آگ سے جلا دے تو کیا اسے بھی بدلہ میں جلایا جا سکتا ہے؟

(۳۰۱۸) ہم سے معلی بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس بن

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَهْطًا، مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ابْغِنَا رِسْلًا. فَقَالَ: ((مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوْا بِالذَّوْدِ)). فَانطَلَقُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوْا وَسَمِنُوْا، وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ، وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ، وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ، فَأَتَى الصَّرِيْخُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الطَّلَبَ، فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا، وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتَّى مَاتُوْا. قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ: قَتَلُوْا وَسَرَقُوْا وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُوْلَهُ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا. [راجع: ۲۳۳]

مالک رضی اللہ عنہ نے کہ قبیلہ عُکل کے آٹھ آدمیوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے) کو حاضر ہوئی لیکن مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہیں آئی، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے لئے (اونٹ کے) دودھ کا انتظام کر دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے لئے دودھ نہیں دے سکتا، تم (صدقہ کے) اونٹوں میں چلے جاؤ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، تاکہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے۔“ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پی کر تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا، اور اونٹوں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا، ایک شخص نے اس کی خبر نبی ﷺ کو دی، تو آپ ﷺ نے ان کی تلاش کے لئے سوار دوڑائے، دوپہر سے بھی پہلے ہی وہ پکڑ کر لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے پھیر دی گئی اور انہیں حرہ (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ (ایسا ہی انہوں نے اونٹوں کے چرانے والوں کے ساتھ کیا تھا، جس کا بدلہ انہیں دیا گیا) ابوقلابہ نے کہا کہ انہوں نے قتل کیا تھا، چوری کی تھی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔

تشریح: تو ایسے بے ایمان، شریر، پاجیوں، نمک حراموں کو سخت سزا دینا ہی چاہیے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور بندگان خدا ان کے ظلموں سے محفوظ رہیں۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں گرم گرم سلائیاں آنکھوں میں پھیرنے کا ذکر ہے جو آگ ہے مگر یہ کہاں مذکور ہے کہ انہوں نے بھی مسلمانوں کو آگ سے عذاب دیا تھا۔ اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو تیمی نے روایت کیا۔ اس میں یہ ہے کہ ان لوگوں نے بھی مسلمان چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ (وحیدی)

بَابٌ: [قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ]

باب: ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تھا

۳۰۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ:

(۳۰۱۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب اور ابوسلمہ نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ ”ایک چیونٹی نے ایک نبی (عزیر یا

((قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ)). [طرفه في: ٣٣١٩] [مسلم: ٥٨٤٩؛ ابوداود: ٥٢٦٦؛ نسائي: ٤٣٦٩؛ ابن ماجه: ٣٢٢٥]

موسیٰ علیہ السلام) کو کاٹ لیا تھا۔ تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایک ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔"

تشریح: کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ایک ایسی بستی پر سے گزرے جس کو اللہ پاک نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا پروردگار! اس بستی میں تو قصور بے قصور ہر طرح کے لوگ، لڑکے، بچے، جانور سب ہی تھے، تو نے سب کو ہلاک کر دیا۔ پھر ایک درخت کے تلے اترے، ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا، انہوں نے غصہ ہو کر چیونٹیوں کا سارا بل جلا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے معروضہ کا جواب ادا کیا کہ تو نے کیوں بے قصور چیونٹیوں کو ہلاک کر دیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ آگ سے عذاب کرنا درست ہے، جیسے ان پیغمبر نے کیا۔ قسطلانی نے کہا اس حدیث سے دلیل لی اس نے جو موذی جانور کا جلانا جائز سمجھتا ہے۔ اور ہماری شریعت میں تو چیونٹی اور شہد کی مکھی کو مار ڈالنے کی ممانعت ہے۔ (وحیدی)

بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

باب: (حربی کافروں کے) گھروں اور باغوں کو جلانا

٣٠٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: قَالَ جَرِيرٌ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ)). وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ: وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا)). فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِخَبَرِهِ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ. قَالَ: فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [أطرافه في: ٣٠٣٦، ٣٠٨٦، ٣٨٢٣،

(٣٠٢٠) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ذوالخلصہ کو (برباد کر کے) مجھے راحت کیوں نہیں دے دیتے۔" یہ ذوالخلصہ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا اور اسے کعبۃ الیمانیہ کہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کو لے کر چلا۔ یہ سب حضرات بڑے اچھے گھوڑ سوار تھے۔ لیکن میں گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر (اپنے ہاتھ سے) مارا، میں نے انگشت ہائے مبارک کا نشان اپنے سینے پر دیکھا۔ فرمایا: "اے اللہ! گھوڑے کی پشت پر اسے ثابت قدمی عطا فرما اور اسے دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا۔" اس کے بعد جریر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، اور ذوالخلصہ کی عمارت کو گرا کر اس میں آگ لگا دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر بھجوائی۔ جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد (ابو ارطاۃ حصین بن ربیعہ) نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس وقت تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا،

٤٣٥٥، ٤٣٥٦، ٤٣٥٧، ٦٠٨٩، ٦٣٣٣]
[مسلم: ٦٣٦٦، ٦٣٦٧، ٦٣٦٨؛ ابوداود: ٢٧٧٢]

جب تک ہم نے ذوالخلصہ کو ایک خالی پیٹ والے اونٹ کی طرح نہیں بنادیا، یا (انہوں نے کہا) خارش والے اونٹ کی طرح (مراد ویرانی سے ہے) جریر ؓ نے بیان کیا کہ یہ سن کر آپ ﷺ نے قبیلہ احمس کے سواروں اور قبیلہ کے تمام لوگوں کے لئے پانچ مرتبہ برکتوں کی دعا فرمائی۔

تشریح: ذی الخلصہ نامی بت خانہ حربی کافروں کا مندر تھا، جہاں وہ جمع ہوتے، اور اسلام کی نہ صرف توہین کرتے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی مختلف تدابیر سوچا کرتے تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اسے ختم کرا کر ایک فساد کے مرکز کو ختم کرا دیا تاکہ عام مسلمان سکون حاصل کر سکیں۔ ذمی کافروں کے عبادت خانے مسلمانوں کی حفاظت میں آ جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے ہر دور میں اسلامی سربراہوں نے بڑے بڑے اوقاف مقرر کیے ہیں اور ان کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھا ہے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

٣٠٢١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: حَرَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ. [راجع: ٢٣٢٦] [مسلم: ٤٥٥٣]

(۳۰۲۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (یہود) بنونضیر کے کھجور کے باغات جلوا دیئے تھے۔

تشریح: حالات جنگ مختلف ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ جنگی ضروریات کے تحت دشمنوں کے کھیتوں اور باغات کو بھی جلانا پڑتا ہے۔ ورنہ ویسے عام حالات میں کھیتوں اور باغوں کو جلانا بہتر نہیں ہے۔

بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ

باب: (حربی) مشرک سو رہا ہو تو اس کا مار ڈالنا درست ہے

تشریح: یہ جب کہ اس کو دعوت اسلام پہنچ چکی ہو اور وہ کفر و شرک پر اڑا رہے یا اس کے ایمان لانے سے مایوسی ہو چکی ہو جیسے ابورافع یہودی تھا، جو کعب بن اشرف کی طرح پیغمبر ﷺ کو ستاتا تھا، آپ کی ہجو کرتا اور مشرکین کو آپ سے لڑنے کے لئے برانگیختہ کرتا۔

٣٠٢٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ قَالَ: فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ، قَالَ: وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ، ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ، فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ، فَخَرَجْتُ

(۳۰۲۲) ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عازب ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمیوں کو ابورافع (یہودی) کو قتل کرنے کے لئے بھیجا، ان میں سے ایک صاحب (عبداللہ بن عتیک ؓ) آگے چل کر اس کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اندر جانے کی بعد میں اس مکان میں گھس گیا، جہاں ان کے جانور بندھا کرتے تھے۔ بیان کیا کہ انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، لیکن اتفاق کہ ان کا ایک گدھا ان کے مویشیوں میں سے گم تھا۔ اس لئے وہ اسے تلاش کرنے کے لئے باہر نکلے۔

فِيمَنْ خَرَجَ أُرِيهِمْ أَنَّنِي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ، فَوَجَدُوا الْحِمَارَ، فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ، وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلاً، فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيحَ فِي كُوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا، فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيحَ، فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! فَأَجَابَنِي، فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ، فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ، فَخَرَجْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّي مُغِيثٌ فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ! وَغَيَّرْتُ صَوْتِي، فَقَالَ: مَا لَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ قُلْتُ: مَاشَأْنُكَ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي. قَالَ: فَوَضَعْتُ سَيْفِي فِي بَطْنِهِ، ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ، فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ فَوُثِئَتْ رِجْلِي، فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِبَارِحٍ حَتَّى أَسْمَعَ الْوَاعِيَةَ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِي رَافِعٍ تَاجِرُ أَهْلِ الْحِجَازِ. قَالَ: فَقُمْتُ وَمَا بِي قَلَبَةٌ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْنَاهُ. [أطرافه في: ٣٠٢٣، ٤٠٣٨، ٤٠٣٩، ٤٠٤٠]

(اس خیال سے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں) نکلنے والوں کے ساتھ میں بھی باہر آ گیا، تا کہ ان پر یہ ظاہر کردوں کہ میں بھی تلاش کرنے والوں میں شامل ہوں، آخر گدھا انہیں مل گیا، وہ پھر اندر آ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر آ گیا اور انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا، رات کا وقت تھا، کنجیوں کا گچھا انہوں نے ایک ایسے طاق میں رکھا، جسے میں نے دیکھ لیا تھا، جب وہ سب سو گئے تو میں نے چابیوں کا گچھا اٹھایا اور دروازہ کھول کر ابورافع کے پاس پہنچا۔ میں نے اسے آواز دی۔ ابورافع! اس نے جواب دیا اور میں فوراً اس کی آواز کی طرف بڑھا اور اس پر وار کر بیٹھا۔ وہ چیخنے لگا تو میں باہر چلا آیا۔ اس کے پاس سے واپس آ کر میں پھر اس کے کمرہ میں داخل ہوا، گویا میں اس کی مدد کو پہنچا تھا۔ میں نے پھر آواز دی، ابورافع! اس مرتبہ میں نے اپنی آواز بدل لی تھی، اس نے کہا کہ کیا کر رہا ہے؟ تیری ماں برباد ہو۔ میں نے پوچھا، کیا بات پیش آئی؟ وہ کہنے لگا، نہ معلوم کون شخص میرے کمرے میں آ گیا اور مجھ پر حملہ کر بیٹھا ہے، انہوں نے کہا کہ اب کی بار میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنی زور سے دبائی کہ اس کی ہڈیوں میں اتر گئی، جب میں اس کے کمرے سے نکلا تو بہت دہشت میں تھا۔ پھر قلعہ کی ایک سیڑھی پر میں آیا تا کہ اس سے نیچے اتر جاؤں مگر میں اس پر سے گر گیا، اور میرے پاؤں میں موچ آ گئی، پھر جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس کی موت کا اعلان خود نہ سن لوں۔ چنانچہ میں وہیں ٹھہر گیا۔ اور میں نے رونے والی عورتوں سے ابورافع حجاز کے سوداگر کی موت کا اعلان بلند آواز سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں وہاں سے اٹھا، اور مجھے اس وقت کچھ بھی درد معلوم نہیں ہوا، پھر ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ ﷺ کو اس کی بشارت دی۔

٣٠٢٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا

(۳۰۲۳) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمیوں کو ابورافع کے پاس

مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَتِيكٍ بَيْتَهُ لَيْلاً، فَقَتَلَهُ وَهُوَ نَائِمٌ. [راجع: ۳۰۲۲]

(اسے قتل کرنے کے لئے) بھیجا تھا۔ چنانچہ رات میں عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے قلعہ میں داخل ہوئے اور اسے سوتے ہوئے قتل کیا۔

تشریح: عبداللہ رضی اللہ عنہ ابورافع کی آواز پہچانتے تھے، وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ خیال کیا، ایسا نہ ہو میں اور کسی کو مار ڈالوں، اس لئے انہوں نے ابورافع کو پکارا اور اس کی آواز پر ضرب لگائی۔ گو ابورافع کو عبداللہ نے جگا دیا مگر یہ جگانا صرف اس کی جگہ معلوم کرنے کیلئے تھا۔ ابورافع وہیں پڑا رہا، تو گویا سوتا ہی رہا۔ اس لئے باب کی مطابقت حاصل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا، جس میں یہ صراحت ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ابورافع کو سوتے میں مارا۔ یہ ابورافع (سلام بن ابی الحقیق یہودی) کافروں کو مسلمانوں پر جنگ کے لئے ابھارتا اور ہر وقت فساد کرانے پر آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے ملک میں قیام امن کے لئے اس کا ختم کرنا ضروری ہوا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو نیست و نابود کرایا۔

بَابٌ: لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

باب: دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی آرزو نہ کرنا

۳۰۲٤۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ الْيَرْبُوعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ كُنْتُ كَاتِبًا لَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ. [راجع: ۲۸۱۸]

(۳۰۲۴) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن یوسف یربوعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اسحاق فزاری نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہ مجھ سے عمر بن عبیداللہ کے غلام سالم ابوالنضر نے بیان کیا کہ میں عمر بن عبیداللہ کا منشی تھا۔ سالم نے بیان کیا کہ جب وہ خوارج سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئی تو انہیں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا خط ملا۔ میں نے اسے پڑھا تو اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑائی کے موقع پر انتظار کیا، پھر جب سورج ڈھل گیا۔

۳۰۲٥۔ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ! لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللَّهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ)) ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ)). وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ

(۳۰۲۵) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اے لوگو! دشمن سے لڑائی بھڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگو۔ ہاں! جب جنگ چھڑ جائے تو پھر صبر کئے رہو اور ڈٹ کر مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔'' پھر آپ نے یوں دعا کی: ''اے اللہ! کتاب (قرآن) کے نازل فرمانے والے، اے بادلوں کے چلانے والے! اے احزاب (یعنی کافروں کی جماعتوں کو غزوۂ خندق کے موقع پر) شکست دینے والے! ہمارے دشمن کو شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔'' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے سالم ابوالنضر نے بیان

فَأَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ)). [راجع: ٢٨١٨]

کیا کہ میں عمر بن عبیداللہ کا منشی تھا۔ ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا خط آیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا "دشمن سے لڑائی لڑنے کی تمنا نہ کرو۔"

٣٠٢٦ـ وَقَالَ أَبُوْ عَامِرٍ: حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا)). [مسلم: ٤٥٤١]

(۳۰۲۶) ابوعامر نے کہا، ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دشمن سے لڑنے بھڑنے کی تمنا نہ کرو، ہاں! اگر جنگ شروع ہی ہو جائے تو پھر صبر سے کام لو۔"

تشریح: باب اور حدیث کا منشا ظاہر ہے کہ دشمن سے برسرپیکار رہنے کی کوشش کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ صلح صفائی، امن وامان بہرحال ضروری ہیں اس لئے کبھی بھی خواہ مخواہ جنگ نہ چھیڑی جائے نہ اس کے لئے آرزو کی جائے۔ ہاں جب سر سے پانی گزر جائے اور جنگ بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر صبر واستقامت کے ساتھ پوری قوت سے دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

بَابٌ: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ

باب: لڑائی مکر وفریب کا نام ہے

تشریح: یعنی لڑائی میں مکر اور تدبیر ضروری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عہد توڑ دے یا دغا بازی کرے وہ تو حرام ہے۔ غزوۂ خندق میں مسلمانوں کے خلاف یہود اور قریش اور غطفان سب متفق ہو گئے تھے، نبی کریم ﷺ نے نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج کر ان میں نااتفاقی کرادی، اس وقت آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ لڑائی مکر اور فریب ہی کا نام ہے۔ یعنی اس میں داؤ کرنا اور دشمن کو دھوکا دینا ضروری ہے۔ (وحیدی)

٣٠٢٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هَلَكَ كِسْرَى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرَى بَعْدَهُ، وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ، وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ)). [أطرافه في: ٣١٢٠، ٣٦١٨، ٦٦٣٠] [مسلم: ٧٣٢٩]

(۳۰۲۷) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کسریٰ (ایران کا بادشاہ) برباد وہلاک ہو گیا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں آئے گا۔ اور قیصر (روم کا بادشاہ) بھی ہلاک وبرباد ہو گیا، اور اس کے بعد (شام میں) کوئی قیصر باقی نہیں رہ جائے گا۔ اور ان کے خزانے اللہ کے راستے میں تقسیم ہوں گے۔"

٣٠٢٨ـ وَسَمَّى الْحَرْبَ: الْخُدْعَةَ.

(۳۰۲۸) اور آپ ﷺ نے لڑائی کو مکر اور فریب فرمایا۔

تشریح: اس زمانے میں روم اور ایران میں مستحکم حکومتیں قائم تھیں۔ ایرانی بادشاہ کو لفظ کسریٰ سے اور رومی بادشاہ کو لفظ قیصر سے ملقب کرتے تھے۔ ان ملکوں میں بادشاہوں کو خدا کے درجے میں سمجھا جاتا اور رعایا ان کی پرستش کیا کرتی تھی۔ آخر اسلام ایسے ہی مظالم اور انسانی دکھوں کو ختم کرنے آیا۔ اور اس نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا کہ حقیقی بادشاہ صرف ایک اللہ رب العالمین ہے، دنیا میں بادشاہی کا غرور رکھنے والے اور رعایا کا خون چوسنے والے لوگ جھوٹے مکار ہیں۔ آخر ایسے مظالم کا ہمیشہ کے لئے ہر دو ملکوں سے خاتمہ ہو گیا اور عہد خلافت میں ہر دو ملکوں میں اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ جس کے نیچے لوگوں نے سکھ اور اطمینان کا سانس لیا اور یہ ظالمانہ شاہیت ہر دو ملکوں سے نیست ونابود ہو گئی۔

٣٠٢٩۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَصْرَمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمَّى النَّبِيُّ ﷺ ((الْحَرْبَ خُدْعَةً)) قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: أَبُوْبَكْرٍ هُوَ بُوْرُ بْنُ أَصْرَمَ. [طرفه في: ٣٠٢٩] [مسلم: ٤٥٤٠]

(۳۰۲۹) ہم سے ابوبکر بن اصرم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لڑائی کیا ہے؟ ایک چال ہے۔“ ابو عبداللہ امام بخاری ؒ نے کہا کہ ابوبکر ان کا نام بُورُ بن اصرام ہے۔

٣٠٣٠۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْحَرْبُ خُدْعَةٌ)). [راجع: ٣٠٢٨]

(۳۰۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، انہیں عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ ؓ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ”جنگ تو ایک چالبازی کا نام ہے۔“

تشریح: مطلب یہ کہ جو فریق جنگ میں چستی چالاکی سے کام لے گا، جنگ کا پانسہ اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ پس مسلمانوں کو ایسے موقع پر بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے جنگ میں چستی چالاکی بہرصورت ضروری ہے اور اسی شکل میں اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔

بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ میں جھوٹ بولنا (مصلحت کیلئے) درست ہے

تشریح: ترمذی کی روایت میں ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا درست ہے مرد کا اپنی بیوی سے اس کو راضی کرنے کو اور لڑائی میں اور دو آدمیوں میں صلح کرانے کو، اب اختلاف اس میں یہ ہے کہ یہ صریح جھوٹ بولنا ان مقاصد میں درست ہے یا تعریض یعنی ایسا کلام کہنا جس سے مخاطب ایک معنی سمجھے وہ جھوٹ ہو، لیکن متکلم دوسرا معنی مراد لے اور وہ سچ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایسے مقاموں میں توریہ کرتے، مثلاً آپ کو ایک مقام میں چلنا ہوتا تو دوسرے مقام کا حال لوگوں سے دریافت فرماتے تاکہ لوگ سمجھیں کہ آپ وہاں جانا چاہتے ہیں۔ نووی ؒ نے کہا تعریض بہتر ہے صریح جھوٹ سے۔ (وحیدی)

٣٠٣١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ قَدْ عَنَّانَا وَسَأَلَنَا الصَّدَقَةَ، قَالَ: فَقَالَ وَأَيْضًا وَاللّٰهِ! لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: فَإِنَّا قَدِاتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ أَنْ

(۳۰۳۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے جابر بن عبداللہ ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیتیں پہنچا چکا ہے۔“ محمد بن مسلمہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت بخش دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا ”ہاں۔“ راوی نے بیان کیا کہ پھر محمد بن مسلمہ ؓ کعب یہودی کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے تو ہمیں تھکا دیا، اور ہم سے آپ ﷺ زکوٰۃ مانگتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ قسم اللہ کی! ابھی کیا ہے ابھی اور مصیبت میں پڑو گے محمد بن

نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى مَا يَصِيرُ أَمْرُهُ قَالَ: فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتَّى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ.
[راجع: ٢٥١٠]

مسلمہ رضی اللہ عنہ اس پر کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کی پیروی کر لی ہے۔ اس لئے اس وقت تک اس کا ساتھ چھوڑنا ہم مناسب بھی نہیں سمجھتے جب تک ان کی دعوت کا کوئی انجام ہمارے سامنے نہ آ جائے۔ غرض محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے اسی طرح باتیں کرتے رہے۔ آخر موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔

تشریح: کعب بن اشرف یہودی مدینہ میں مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا جو روزانہ مسلمانوں کے خلاف نت نئی سازش کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ قریش مکہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارتا اور ہمیشہ مسلمانوں کی گھات میں لگا رہتا لیکن اللہ پاک کو اسلام اور مسلمانوں کی بقا منظور تھی اس لئے بایں صورت اس فسادی کو ختم کر کے اسے جہنم رسید کیا گیا، سچ ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ابو رافع کی طرح یہ مردود بھی مسلمانوں کی دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی ہجو کرتا اور شرک کو دین اسلام سے بہتر بتاتا، مشرکوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکساتا، ان کی روپے سے مدد کرتا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کے خاتمہ کے لئے اجازت مانگی کہ میں جو مناسب ہوگا آپ کی نسبت شکایت کے کلمے کہوں گا، آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی اس سے یہ غرض تھی کہ کعب کو میرا اعتبار پیدا ہو، ورنہ وہ پہلے ہی چونک جاتا اور اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیتا۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا کوئی جھوٹ اس میں مذکور نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں صاف یہ مذکور ہے کہ انہوں نے چلتے وقت نبی کریم ﷺ سے اجازت لے لی تھی کہ میں آپ کی شکایت کروں گا، جو چاہوں گا وہ کہوں گا، آپ ﷺ نے اجازت دی اس میں جھوٹ بولنا بھی آ گیا۔ آخر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کو باتوں باتوں میں کہا یار تیرے سر سے کیا عمدہ خوشبو آتی ہے۔ وہ مردود کہنے لگا میرے پاس ایک عورت ہے جو سارے عرب میں افضل ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یار ذرا اپنے بال مجھ کو سونگھنے دو اس نے کہا سونگھو، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس بہانے اس کے بال درمیان سر سے پکڑ کر مضبوط تھام لئے اور ساتھیوں کو اشارہ کر دیا، انہوں نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ

باب: جنگ میں حربی کافر کو اچانک دھوکے سے مار ڈالنا

تشریح: اسی چالاکی ہوشیاری کا نام جنگ ہے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ آج کے مشینی دور میں بھی دشمن کی گھات میں بیٹھنا اقوام عالم کا معمول ہے۔ اسلام میں یہ اجازت صرف حربی کافروں کے مقابلہ میں ہے ورنہ دھوکہ بازی کسی حالت میں جائز نہیں۔

٣٠٣٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ)). فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَأْذَنْ لِي فَأَقُولَ. قَالَ: ((قَدْ فَعَلْتُ)). [راجع: ٢٥١٠]

(٣٠٣٢) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "کعب بن اشرف کے لئے کون ہمت کرتا ہے؟" محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں!" انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں (کہ میں جو چاہوں جھوٹ سچ کہوں)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔“

تشریح: یہاں چونکہ کعب بن اشرف پر دھوکہ سے اچانک حملہ کرنے کا ذکر ہے جو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ مزید تفصیل مذکور ہو چکی ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْإِحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ تَخْشَي مَعَرَّتَهُ

۳۰۳۳۔ وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ، فَحُدِّثَ بِهِ فِيْ نَخْلٍ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ النَّخْلَ، طَفِقَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، وَابْنُ صَيَّادٍ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيْهَا رَمْرَمَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا صَافِ! هَذَا مُحَمَّدٌ، فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ)). [راجع: ۱۳۵۵]

باب: اگر کسی سے فساد یا شرارت کا اندیشہ ہو تو اس سے مکر وفریب کر سکتے ہیں

(۳۰۳۳) لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ ابن صیاد (یہودی بچے) کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے (ابن صیاد کے عجیب وغریب احوال کے متعلق آپ ﷺ خود تحقیق کرنا چاہتے تھے) آپ ﷺ کو اطلاع دی گئی تھی کہ ابن صیاد اس وقت کھجوروں کی آڑ میں موجود ہے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو شاخوں کی آڑ میں چلنے لگے۔ (تاکہ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے) ابن صیاد اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے چپکے چپکے کچھ گنگنا رہا تھا، اس کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا اور پکار اٹھی کہ اے ابن صیاد! یہ محمد (ﷺ) آ پہنچے، وہ چونک اٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر یہ اس کی خبر نہ کرتی تو وہ کھولتا۔“ (یعنی اس کی باتوں سے اس کا حال کھل جاتا)۔

تشریح: ابن صیاد مدینہ میں ایک یہودی بچہ تھا، جو کاہن اور نجومیوں کی طرح لوگوں کو بہکایا کرتا اور اپنے آپ کو کبھی نبی اور رسول بھی کہنے لگتا، وہ بھی ایک قسم کا دجال ہی تھا، کیونکہ دجل وفریب اس کا کام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے ختم کر دینے کی تھی، مگر نبی کریم ﷺ جو رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے آپ ﷺ نے بہت سی ملکی وملی مصالح کی بنا پر اسے مناسب نہ سمجھا، سچ ہے: ﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (۲/البقرۃ:۲۵۶) دینی معاملات میں کسی پر زبردستی کرنا جائز نہیں ہے۔ راہ ہدایت دکھلا دینا اللہ ورسول ﷺ کا کام ہے اور اس پر چلانا صرف اللہ کا کام ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (۲۸/القصص:۵۶)

باب کا مطلب اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ شاخوں کی آڑ میں چل کر ابن صیاد تک پہنچے تا کہ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے، ابن صیاد نے آپ کے امیوں کے رسول ہونے کی تصدیق کی، جس سے اس نے آپ کی رسالت عامہ سے انکار بھی کیا، امی کے معنی ان پڑھ کے ہیں۔ اہل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ اس کے باوجود وہ ہر فن کے ماہر تھے اور بے پناہ قوت حافظہ رکھتے تھے بلکہ ان کو اپنے امی ہونے پر فخر تھا۔ نبی کریم ﷺ بھی ان ہی میں پیدا ہوئے اور اللہ پاک نے آپ کو امی ہونے کے باوجود علوم الاولین والآخرین سے مالا مال فرمایا۔ (ﷺ)

بَابُ الرَّجَزِ فِي الْحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِي حَفْرِ الْخَنْدَقِ

باب: جنگ میں شعر پڑھنا اور کھائی کھودتے وقت آواز بلند کرنا

فِيْهِ سَهْلٌ وَأَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِيْهِ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ.

اس باب میں سہل اور انس رضی اللہ عنہما نے احادیث نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں اور یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے۔

٣٠٣٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتَّى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهِ، وَكَانَ رَجُلاً كَثِيْرَ الشَّعَرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ وَيَقُوْلُ:

((أَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا))

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ. [راجع: ٢٨٣٦]

(٣٠٣٤) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالاحوص نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ غزوۂ احزاب میں (خندق کھودتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ خود مٹی اٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ سینہ مبارک کے بال مٹی سے اٹ گئے تھے۔ آپ ﷺ کے (جسم مبارک پر) بال بہت گھنے تھے۔ اس وقت آپ ﷺ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے (ترجمہ) ''اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی سیدھا راستہ نہ پاتے، نہ صدقہ کر سکتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اب تو یا اللہ! ہمارے دلوں کو سکون اور اطمینان عطا فرما، اور اگر (دشمن سے) مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھ، دشمنوں نے ہمارے اوپر زیادتی کی ہے۔ جب بھی وہ ہم کو فتنہ فساد میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔'' آپ یہ شعر بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

تشریح: حضرت مولانا وحید الزماں نے ان اشعار کا ترجمہ اردو میں یوں کیا ہے:

تو ہدایت گر نہ کرتا تو کہاں ملتی نجات ☆ کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اب اتار ہم پر تسلی اے شہ عالی صفات ☆ پاؤں جموا دے ہمارے دے لڑائی میں ثبات
بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں ☆ جب وہ بہکائیں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

ترجمۃ الباب میں حافظ فرماتے ہیں:

"وكان المصنف اشار فى الترجمة بقوله (ورفع الصوت فى حفر الخندق) الى ان كراهة رفع الصوت فى الحرب مختصة بحالة القتال وذلك فيما اخرجه ابوداود من طريق قيس بن عباد قال (كان اصحاب رسول ﷺ يكرهون الصوت عند القتال)۔" (فتح جلد ٦ صفحه ١٩٨)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اشارہ فرمایا ہے کہ عین لڑائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رسول لڑائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ جانتے تھے۔ حالت قتال کے علاوہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ یہاں خندق کی کھدائی کے موقع پر مذکور ہے۔

بَابُ مَنْ لَا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ۔

باب: جو گھوڑے پر اچھی طرح نہ جم سکتا ہو (اس کے لئے دعا کرنا)

٣٠٣٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي. [طرفاه في: ٣٨٢٢، ٦٠٩٠] [مسلم: ٦٣٦٣، ٦٣٦٤؛ ترمذي: ٣٨٢٠، ٣٨٢١؛ ابن ماجه: ١٥٩]

(٣٠٣٥) ہم سے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن ادریس نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے، ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے میں اسلام لایا، رسول اللہ کریم نے (پردہ کے ساتھ) مجھے (اپنے گھر میں داخل ہونے سے) کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے، خوشی سے آپ مسکرانے لگتے۔

٣٠٣٦- وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ إِنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ. فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا)). [راجع: ٣٠٢٠]

(٣٠٣٦) ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ میں گھوڑے کی پیٹھ پر اچھی طرح جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر دست مبارک مارا، اور دعا کی: ''اے اللہ! اسے گھوڑے پر جمادے اور دوسروں کو سیدھا راستہ بتانے والا بنادے اور خود اسے بھی سیدھے راستے پر قائم رکھ۔''

تشریح: مجاہد کے لئے دعا کرنا ثابت ہوا۔ کسی بھی اس کی حاجت سے متعلق ہو۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ گھوڑے کی سواری میں پختہ نہیں تھے۔ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا سے ان کی کمزوری کو دور کر دیا۔ یہی بزرگ صحابی ہیں جنہوں نے یمن کے بت خانہ ذی الخلصہ کو ختم کیا تھا جو یمن میں کعبہ شریف کے مقابلہ پر بنایا گیا تھا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)۔

بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيرِ وَغَسْلِ الْمَرْأَةِ عَنْ أَبِيهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَحَمْلِ الْمَاءِ فِي التُّرْسِ

باب: بوریا جلا کر زخم کی دوا کرنا اور عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا اور ڈھال میں پانی بھر بھر کر لانا

تشریح: زخموں کو خشک کرنے کے لئے بوریا جلا کر اس کی راکھ استعمال کرنا زمانہ دراز سے معمول چلا آرہا ہے۔ مجاہدین کے لئے ایسے موقع پر یہی ہدایت ہے اور یہ بھی کہ میدان جہاد وغیرہ میں اگر باپ زخمی ہو جائے تو اس کی لڑکی اس کی ہر ممکن خدمت کر سکتی ہے۔ یہی مقصد باب ہے۔

٣٠٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، قَالَ: سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ بِأَيِّ شَيْءٍ دُووِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، كَانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِالْمَاءِ

(٣٠٣٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو حازم نے بیان کیا، کہا کہ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے شاگردوں نے پوچھا کہ (جنگ احد میں) نبی کریم ﷺ کے زخموں کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا؟ سہل رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ اب صحابہ میں کوئی شخص بھی ایسا زندہ موجود نہیں ہے جو اس کے

فِي تُرْسِهِ، وَكَانَتْ يَعْنِي فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ، ثُمَّ حُشِيَ بِهِ جُرْحُ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ.

[راجع: ٢٤٣]

بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور ایک بوریا جلایا گیا تھا اور آپ کے زخموں میں اسی کی راکھ کو بھر دیا گیا تھا۔

تشریح: باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کو کافی زخم آئے تھے، ایک بوریا جلا کر آپ کے زخموں میں اس کی راکھ کو بھرا گیا، اور چہرہ مبارک سے خون کو دھویا گیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان خدمتوں کو انجام دیا تھا، میدان جنگ میں عورتوں کا جنگی خدمات انجام دینا بھی ثابت ہوا۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْإِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ

باب: جنگ میں جھگڑا اور اختلاف کرنا مکروہ ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرے، اس کی سزا کا بیان

وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾. يَعْنِي الْحَرْبَ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں فرمایا ”آپس میں پھوٹ نہ پیدا کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے۔ آیت میں ﴿رِيْحُكُمْ﴾ سے مراد لڑائی ہے۔

تشریح: یعنی اختلاف کرنے سے جنگی طاقت تباہ ہو جائے گی اور دشمن تم پر غالب ہو جائیں گے۔

٣٠٣٨۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوْسَى إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: ((يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا)).

[راجع: ٢٢٦١] [مسلم: ٥٢١٥، ٥٢١٦، ٤٢٢٦، ٤٢٢٧؛ ابوداود: ٤٣٥٦؛ نسائي: ٥٦١١؛ ابن ماجه: ٣٣٩١]

(٣٠٣٨) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعید بن ابی بردہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا، آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ”(لوگوں کے لئے) آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔“

تشریح: آیت مذکورہ فی الباب ایک ایسی کلیدی ہدایت پر مشتمل ہے جس پر پوری ملت کے تنزل و ترقی کا دارومدار ہے۔ جب تک اس ہدایت پر عمل رہا، مسلمان دنیا پر حکمران رہے اور جب سے باہمی تنازع وافتراق شروع ہوا، امت کی قوت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث نبوی کی بہت سی مرویات موجود ہیں، جن میں امت کو اتفاق باہمی کی تاکید کی گئی اور اتفاق واتحاد اور مودت باہمی کے فوائد سے آگاہ کیا گیا ہے اور تنازع وافتراق کی خرابیوں سے خبر دی گئی ہے۔ خود آیت باب میں غیر معمولی تنبیہ موجود ہے کہ تنازع کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم بزدل بن جاؤ گے۔ ہوا اکھڑنے کا مطلب ظاہر ہے کہ غیر اقوام کی نظروں میں بے وقعت ہو جاؤ گے اور جرأت و بہادری مفقود ہو کر تم پر بزدلی چھا جائے

گی۔

دور حاضرہ میں عربوں کے باہمی تنازع کا نتیجہ سقوط بیت المقدس کی شکل میں موجود ہے کہ مٹھی بھر یہودی کروڑوں مسلمانوں کو نظر انداز کر کے مسجد اقصیٰ پر قابض بنے بیٹھے ہیں۔

حدیث معاذ کی ہدایات بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔ لوگوں کے لئے شرعی دائرہ کے اندر اندر ہر ممکن آسانی پیدا کرنا، سختی کے ہر پہلو سے بچنا، لوگوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا، کوئی نفرت پیدا کرنے والا کام نہ کرنا، یہ وہ قیمتی ہدایات ہیں جو عالم، مبلغ، خطیب، مدرس، مرشد، ہادی کے پیش نظر رہنی ضروری ہیں۔ ان علما و مبلغین کے لئے بھی غور کا مقام ہے جو سختیوں اور نفرتوں کے پیکر ہیں۔ ھداھم اللہ۔

٣٠٣٩۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يُحَدِّثُ قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلاً عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ: ((إِنْ رَأَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ، فَلَا تَبْرَحُوْا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوْا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ)) فَهَزَمَهُمْ. قَالَ: فَأَنَا وَاللّٰهِ! رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِيْلُهُنَّ وَسُوْقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيْمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيْمَةَ، ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا: وَاللّٰهِ! لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيْبَنَّ مِنَ الْغَنِيْمَةِ. فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوْهُهُمْ فَأَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ، فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ أُخْرَاهُمْ، فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً، فَأَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ أَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَ بَدْرٍ

(٣٠٣٩) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر (تیر اندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ آپ ﷺ نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ ''اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ اس طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا، جب تک میں تمہیں خود بلا نہ بھیجوں۔'' پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ بھاگ رہی تھیں۔ ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اور وہ اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا، کہ غنیمت لوٹو، اے قوم غنیمت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے ساتھی غالب آ گئے ہیں۔ اب ڈر کس بات کا ہے۔ اس پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا جو ہدایت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی، تم اسے بھول گئے؟ لیکن وہ لوگ اس پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک رہیں گے۔ جب یہ لوگ (اکثریت) اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے، اور (مسلمانوں کو) شکست زدہ پا کر بھاگتے ہوئے آئے، یہی وہ گھڑی تھی (جس کا ذکر سورۂ آل عمران میں ہے کہ) ''جب رسول کریم ﷺ تم کو پیچھے کھڑے ہوئے بلا رہے تھے۔'' اس سے یہی مراد ہے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ صحابہ کے سوا کوئی بھی

أَرْبَعِيْنَ وَمِائَةً سَبْعِيْنَ أَسِيْرًا وَسَبْعِيْنَ قَتِيْلًا، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجِيْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَمَّا هَؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا. فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهُ فَقَالَ: كَذَبْتَ وَاللّٰهِ! يَا عَدُوَّ اللّٰهِ! إِنَّ الَّذِيْنَ عَدَدْتَ لَأَحْيَاءٌ كُلُّهُمْ، وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوْؤُكَ. قَالَ: يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِجَالٌ، إِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِي الْقَوْمِ مُثْلَةً لَمْ آمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ، ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ أُعْلُ هُبَلْ، أُعْلُ هُبَلْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ)). قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ: ((قُوْلُوْا: اللّٰهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ)). قَالَ: إِنَّ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا تُجِيْبُوْهُ لَهُ)). قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ: ((قُوْلُوا: اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ)). [أطرافه في: ٣٩٨٦، ٤٠٤٣، ٤٠٦٧، ٤٥٦١] [ابوداود: ٢٦٦٢]

باقی نہ رہ گیا تھا۔ آخر ہمارے ستر آدمی شہید ہوگئے۔ بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا، ستر ان میں سے قیدی تھے اور ستر مقتول، (جب جنگ ختم ہوگئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہوکر) ابوسفیان نے کہا کیا محمد (ﷺ) اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں یہی پوچھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے جواب دینے سے منع فرمادیا تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا، کیا ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا، پھر پوچھا کیا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی تین مرتبہ پوچھا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تینوں قتل ہوچکے ہیں اس پر عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور آپ بول پڑے کہ اے خدا کے دشمن! اللہ گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے جن کے تو نے ابھی نام لئے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برا دن آنے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔ اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح (کبھی ادھر کبھی ادھر) تم لوگوں کو اپنی قوم کے بعض مثلہ کئے ہوئے ملیں گے۔ میں نے اس طرح کا کوئی حکم اپنے آدمیوں کو نہیں دیا تھا لیکن مجھے ان کا یہ عمل کبھی بھی نہیں معلوم ہوا اس کے بعد وہ فخریہ رجز پڑھنے لگا، ہبل (بت کا نام) بلند رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہم اس کے جواب میں کیا کہیں یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہو کہ ''اللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا بزرگ ہے۔'' ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزیٰ (بت) ہے اور تمہارا کوئی بھی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جواب کیوں نہیں دیتے'' صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اس کا جواب کیا دیا جائے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''کہو کہ اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا حامی کوئی نہیں۔''

تشریح: جنگ احد اسلامی تاریخ کا ایک بڑا حادثہ ہے جس میں مسلمانوں کو جانی اور مالی کافی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو سخت تاکید کی تھی کہ ہم بھاگ جائیں یا مارے جائیں اور پرندے ہمارا گوشت اچک اچک کر کھا رہے ہوں، تم لوگ یہ درہ ہمارا حکم آئے بغیر ہرگز نہ چھوڑنا، یہ درہ بہت ہی نازک مقام تھا۔ وہاں سے مسلمانوں پر عقب سے حملہ ہوسکتا تھا، اگر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی اس درہ کو نہ چھوڑتے تو کافروں کا لشکر کبھی عقب سے حملہ نہ کرسکتا اور مسلمانوں کو شکست نہ ہوتی، مگر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جب میدان مسلمانوں کے ہاتھ دیکھا تو وہ اموال غنیمت لوٹنے کے خیال سے درہ چھوڑ کر بھاگ نکلے، اور فرمان رسول اللہ ﷺ اپنی رائے قیاس کے آگے انہوں نے بالکل فراموش کردیا، نتیجہ یہ کہ کافروں کے اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، اور بیشتر مسلمان مجاہدین نے راہ فرار اختیار

کی، رسول کریم ﷺ کے ساتھ صرف ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، ابوعبیدہ بن جراح، خباب بن منذر، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم باقی تھے۔ ستر اکابر صحابہ شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت امیر حمزہ ؓ کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوسفیان ؓ جو اس وقت کفار قریش کے لشکر کی کمان کر رہے تھے، جنگ کے خاتمہ پر انہوں نے فخریہ مسلمانوں کو للکارا اور یہ بھی کہا کہ مسلمانو! تمہارے کچھ شہدا مثلہ کئے ملیں گے، یعنی ان کے ناک کان کاٹ کر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ میں نے ایسا حکم نہیں دیا، مگر میں اسے برا بھی نہیں سمجھتا۔

مشرکوں نے سب سے زیادہ گستاخی حضرت امیر حمزہ ؓ کے ساتھ کی تھی۔ وحشی نامی ایک غلام نے ان پر چھپ کر وار کیا، وہ گر گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اپنے باپ اور بھائی کا مارا جانا یاد کر کے ان کی نعش کا مثلہ کر دیا اور ان کا کلیجہ نکال کر چبایا اور ان کی نعش پر کھڑی ہوئی اور فخریہ شعر پڑھے۔

ہبل ایک بت کا نام تھا جو کعبہ کے بتوں میں بڑا مانا جاتا تھا۔ گویا ابوسفیان نے فتح جنگ پر ہبل کی جے کا نعرہ بلند کیا کہ آج تیرا غلبہ ہوا اور اللہ والے مغلوب ہوئے۔ اسکے جواب میں نبی کریم ﷺ نے حقیقت افروز نعرہ الله اعلی واجل کے لفظوں میں بلند فرمایا، جو اس لئے بلند اور برتر ثابت ہوا کہ بعد میں ہبل اور تمام بتوں کا کعبہ سے خاتمہ ہو گیا اور اللہ عزوجل کا نام وہاں ہمیشہ کے لئے بلند ہو رہا ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری ؒ نے باب کا مطلب یوں ثابت کیا کہ عبداللہ بن جبیر ؓ کے ساتھ والوں نے اپنے سردار سے اختلاف کیا اور ان کا کہنا نہ مانا، مورچہ سے ہٹ گئے، اس لئے سزا پائی، شکست اٹھائی۔ یہیں سے نص صریح کے سامنے رائے قیاس کرنے کی انتہائی مذمت ثابت ہوئی مگر صد افسوس کہ امت کے ایک کثیر طبقہ کو اس رائے وقیاس نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے، نیز افتراق امت کا اہم سبب تقلید جامد ہے جس نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

دینِ حق را چار مذہب ساختند ☆ زخنہ در دین نبی انداختند

بَابٌ: إِذَا فَزِعُوْا بِاللَّيْلِ

٣٠٤٠ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، قَالَ: وَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً سَمِعُوْا صَوْتًا، قَالَ: فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ، وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ فَقَالَ: ((لَمْ تُرَاعُوْا، لَمْ تُرَاعُوْا)). ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((وَجَدْتُهُ بَحْرًا)). يَعْنِي الْفَرَسَ. [راجع:٢٦٢٧]

باب: اگر رات کے وقت دشمن کا ڈر پیدا ہو (تو چاہئے کہ حاکم اس کی خبر لے)

(٣٠٤٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ گھبرا گئے تھے، کیونکہ ایک آواز سنائی دی تھی۔ پھر ابوطلحہ کے ایک گھوڑے پر جس کی پیٹھ ننگی تھی رسول کریم ﷺ حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تنہا اطراف مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ واپس آ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے تو تلوار آپ ﷺ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ”گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تو اسے دریا کی طرح پایا۔“ (تیز دوڑنے میں) آپ ﷺ کا اشارہ گھوڑے کی طرف تھا۔

تشریح: بعض دشمن قبائل کی طرف سے مدینہ منورہ پر اچانک شب خونی کا خطرہ تھا، اور ایک دفعہ اندھیری رات میں کسی نامعلوم آواز پر ایسا شبہ ہو گیا تھا جس کی تحقیق کے لئے سب سے پہلے خود رسول کریم ﷺ نکلے اور آپ مدینہ کے چاروں طرف دور دور تک پتہ لے کر واپس لوٹے اور مسلمانوں کو تسلی دلائی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

بَابُ مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا صَبَاحَاهْ! حَتَّى يُسْمِعَ النَّاسَ

باب: دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے یا صباحاہ پکارنا تاکہ لوگ سن لیں اور مدد کو آئیں

تشریح: "قال ابن المنير موضع هذه الترجمة ان هذه الدعوة ليست من دعوى الجاهلية المنهى عنها لانها استغاثة على الكفار۔" (فتح) یعنی اس طرح پکارنا منع نہیں ہے۔

٣٠٤١ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ: وَيْحَكَ، مَا بِكَ؟ قَالَ: أُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ ﷺ. قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا .قَالَ: غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ. فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يَا صَبَاحَاهْ! يَا صَبَاحَاهْ! ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ وَقَدْ أَخَذُوهَا، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُولُ:

أَنَا ابْنُ الأَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوا، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوقُهَا، فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ، وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا سِقْيَهُمْ، فَابْعَثْ فِي إِثْرِهِمْ، فَقَالَ: ((يَا ابْنَ الأَكْوَعِ! مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ. إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ)). [طرفه في: ٤١٩٤] [مسلم: ٤٦٧٧]

(۳۰۴۱) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن ابی عبید نے خبر دی، انہیں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ سے غابہ (شام کے راستہ میں ایک مقام) جا رہا تھا، غابہ کی پہاڑی پر ابھی میں پہنچا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک غلام (رباح) مجھے ملا۔ میں نے کہا، کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی دودھیل اونٹنیاں (دودھ دینے والیاں) چھین لی گئیں ہیں۔ میں نے پوچھا کس نے چھینا ہے؟ بتایا کہ قبیلہ غطفان اور فزارہ کے لوگوں نے۔ پھر میں نے تین مرتبہ بہت زور سے چیخ کر ''یا صباحاہ، یا صباحاہ!'' کہا۔ اتنی زور سے کہ مدینہ کے چاروں طرف میری آواز پہنچ گئی۔ اس کے بعد میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھا، اور ڈاکوؤں کو جا لیا، اونٹنیاں ان کے ساتھ تھیں، میں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیا، اور کہنے لگا، میں اکوع کا بیٹا سلمہ ہوں اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ آخر تمام اونٹنیاں میں نے ان سے چھڑا لیں، ابھی وہ لوگ پانی نہ پینے پائے تھے اور میں انہیں ہانک کر واپس لا رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی مجھ کو مل گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ڈاکو پیاسے ہیں اور میں نے مارے تیروں کے پانی بھی نہیں پینے دیا۔ اس لئے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو بھیج دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اے ابن الاکوع! تو ان پر غالب ہو چکا اب جانے دے، درگزر کرو، وہ تو اپنی قوم میں پہنچ گئے جہاں ان کی مہمانی ہو رہی ہے۔''

تشریح: لفظ رضع راضع کی جمع ہے بمعنی پاجی، کمینہ اور بدمعاش بعض نے کہا بخیل جو بخل کی وجہ سے اپنے جانور کا دودھ منہ سے چوستا ہے دوہتا نہیں کہ کہیں دوہنے کی آواز سن کر دوسرے لوگ نہ آجائیں اور ان کو دودھ دینا پڑے، ایک بخیل کا ایسا ہی قصہ مشہور ہے۔ بعض نے کہا ترجمہ یوں ہے آج معلوم ہو جائے گا کس نے شریف ماں کا دودھ پیا ہے اور کس نے کمینی کا۔

عرب کا قاعدہ ہے کہ کوئی آفت آتی ہے تو زور سے پکارتے ہیں، یا صباحاہ! یعنی یہ صبح مصیبت کی ہے، جلد آؤ اور ہماری مدد کرو۔ غابہ ایک مقام کا نام ہے مدینہ سے کئی میل پر شام کی طرف۔ وہاں درخت بہت ہیں، وہیں کے جھاؤ سے منبر نبوی بنایا گیا تھا۔ غطفان اور فزارہ دو قبیلوں کے نام ہیں سلمہ بن اکوع نے کہا تھا کہ وہ ڈاکو پانی پینے کو ٹھہرے ہوں گے، فوج کے لوگ ان کو پالیں گے اور پکڑ لائیں گے۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ میرے ساتھ سو آدمی دیجئے تو میں ان کو معہ ان کے اسباب کے گرفتار کر کے لاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے جو جواب دیا وہ آپ کا معجزہ تھا۔ واقعی وہ ڈاکو اپنے قبیلہ غطفان میں پہنچ چکے تھے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ

باب: حملہ کرتے وقت یوں کہنا اچھا لے میں فلاں کا بیٹا ہوں

وَقَالَ سَلَمَةُ: خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ.

سلمہ بن اکوع نے ڈاکوؤں پر تیر چلائے اور کہا، لے میں اکوع کا بیٹا ہوں۔

تشریح: لڑائی کے وقت میں جب دشمن پر وار کرے ایسا کہنا جائز ہے، اور یہ اس فخر اور تکبر میں داخل نہیں ہے جو منع ہے: "قال ابن المنير موقعها من الاحكام انها خارجة عن الافتخار المنهى عنه لاقتضاء الحال ذالك قلت وهو قريب من جواز الاختيال بالخاء المعجمة فى الحرب دون غيرها۔" (فتح)

٣٠٤٢۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَارَةَ! أَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ وَأَنَا أَسْمَعُ: أَمَّا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ، كَانَ أَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ))

قَالَ: فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ.

(٣٠٤٢) ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا انہوں نے براء بن عازب ؓ سے پوچھا تھا، اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ حنین کی جنگ میں واقعی فرار ہو گئے تھے؟ ابو اسحاق نے کہا میں سن رہا تھا، براء ؓ نے یہ جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ اس دن اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹے تھے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، جس وقت مشرکین نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ سواری سے اترے اور (تنہا میدان میں آکر) فرمانے لگے: ''میں اللہ کا نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' براء ؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ بہادر اس دن کوئی بھی نہیں تھا۔

[راجع: ٢٨٦٤]

تشریح: جنگ حنین کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے: ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ﴾ (٩/التوبۃ: ٢٥) یعنی حنین کی لڑائی میں تم کو تمہاری کثرت نے گھمنڈ و غرور میں ڈال دیا تھا جس کا نتیجہ یہ کہ تمہاری کثرت نے تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا اور قبیلہ ہوازن کے تیراندازوں نے عام مسلمانوں کے منہ موڑ دیے۔ بعد میں رسول کریم ﷺ کی استقامت و بہادری نے اکھڑے ہوئے مجاہدین کے دل بڑھا دیئے اور ذرا سی ہمت

وبہادری نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے: ((انا النبی لا کذب)) کا نعرہ بلند فرمایا، میدان جنگ میں ایسے قومی نعرے بلند کرنا مذموم نہیں ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مقصد ہے۔

بَابٌ: إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلَى حُكْمِ رَجُلٍ

باب: اگر کافر لوگ ایک مسلمان کے فیصلے پر راضی ہو کر اپنے قلعے سے اتر آئیں؟

٣٠٤٣۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ، فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ)). فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ: ((إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ)). قَالَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ. قَالَ: ((لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ)). [أطرافه في: ٣٨٠٤، ٤١٢١، ٦٢٦٢] [مسلم: ٤٥٩٦، ٤٥٩٧؛ ابوداود: ٥٢١٥، ٥٢١٦]

(٣٠٤٣) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے ابوامامہ نے، جو سہل بن حنیف کے لڑکے تھے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب بنوقریظہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال کر قلعہ سے اتر آئے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں (سعد رضی اللہ عنہ کو) بلایا۔ آپ وہیں قریب ہی ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے (کیونکہ زخمی تھے) حضرت سعد گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ'' (اور ان کو سواری سے اتارو) آخر آپ اتر کر رسول اللہ ﷺ کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں (بنوقریظہ کے یہودیوں) نے آپ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔'' (اس لئے آپ ان کا فیصلہ کر دیں) انہوں نے کہا کہ پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جتنے آدمی لڑنے والے ہیں، انہیں قتل کر دیا جائے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔''

تشریح: بعض نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کچھ بیمار تھے، ان کو سواری سے اتارنے کے لئے دوسرے کی مدد درکار تھی، اس لئے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر ان کو اتارلو، ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے، تو نے وہ حکم دیا جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے دیا۔ (وحیدی)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ حالات حاضرہ کے تحت بالکل مناسب تھا، اور اس کے بغیر قیام امن ناممکن تھا۔ وہ بنوقریظہ کے یہودیوں کی فطرت سے واقف تھے، ان کا یہ فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق تھا۔

بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَقَتْلِ الصَّبْرِ

باب: قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو کھڑا کر کے نشانہ بنانا

تشریح: جس کو عربی میں قتل صبر کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جاندار آدمی ہو یا جانور اس کو کسی جھاڑ درخت وغیرہ سے باندھ دینا اور تیر یا گولی کا نشانہ بنانا، اس باب کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کا رد کیا جو قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں رکھتے۔

٣٠٤٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: ((اقْتُلُوهُ)). [راجع: ١٨٤٦]

(۳۰۴۴) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ آپ جب اسے اتار رہے تھے تو ایک شخص (ابو برزہ اسلمی) نے آ کر آپ کو خبر دی کہ ابن خطل (اسلام کا بدترین دشمن) کعبہ کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے وہیں قتل کر دو۔''

تشریح: یہ عبداللہ بن خطل کم بخت مرتد ہو کر ایک مسلمان کا خون کر کے کافروں میں مل گیا تھا اور نبی کریم ﷺ کی اور مسلمانوں کی ہجو رنڈیوں سے گواتا۔ یہ حدیث اس حدیث کی مخصص ہے کہ جو شخص مسجد حرام میں آ جائے وہ بے خوف ہے اور اس سے یہ نکلا کہ مسجد حرام میں حد قصاص لیا جا سکتا ہے۔ خود، لوہے کا ٹوپ جو میدان جنگ میں سر کے بچانے کے لئے استعمال ہوتا تھا جس طرح لوہے کا کرتہ زرہ نامی سے باقی بدن کو بچایا جاتا تھا۔

بَابٌ: هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْسِرْ وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

باب: اپنے تئیں قید کرا دینا اور جو شخص قید نہ کرائے اس کا حکم اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا

٣٠٤٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، انْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْهَدَأَةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو لِحْيَانَ، فَنَفَرُوا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ مِائَتَيْ رَجُلٍ، كُلُّهُمْ رَامٍ، فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى وَجَدُوا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا: هَذَا تَمْرُ يَثْرِبَ. فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ،

(۳۰۴۵) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ ثقفی نے خبر دی، وہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دوست، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کی جماعت کفار کی جاسوسی کے لئے بھیجی، جماعت کا امیر عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا اور جماعت روانہ ہو گئی۔ جب یہ لوگ مقام ہداۃ پر پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہے تو قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کو کسی نے خبر دے دی اور اس قبیلہ کے دو سو تیر اندازوں کی ایک جماعت ان کی تلاش میں نکلی، یہ سب صحابہ کے نشانات قدم سے اندازہ لگاتے ہوئے چلتے چلتے آخر ایک ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں صحابہ نے بیٹھ کر کھجوریں کھائی تھیں، جو وہ مدینہ منورہ سے اپنے ساتھ لے کر چلے تھے۔ پیچھا کرنے والوں نے کہا کہ یہ (گٹھلیاں) تو یثرب (مدینہ) کی (کھجوروں کی) ہیں اور پھر قدم کے نشانوں سے اندازہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ آخر عاصم رضی اللہ عنہ اور

فَلَمَّا رَآهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ لَجَأُوْا إِلَى فَدْفَدٍ، وَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْا لَهُمْ: انْزِلُوْا وَأَعْطُوْنَا بِأَيْدِيْكُمْ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ، لَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ أَحَدًا. فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ أَمِيْرُ السَّرِيَّةِ: أَمَّا أَنَا فَوَاللَّهِ! لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ. فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ أَطْلَقُوْا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَأَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللَّهِ! لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ فِيْ هَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً. يُرِيْدُ الْقَتْلَى، فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَأَبَى فَقَتَلُوْهُ، فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ الدَّثِنَةِ حَتَّى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقِيْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيْرًا، فَأَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عِيَاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ، فَأَخَذَ ابْنًا لِيْ وَأَنَا غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ قَالَتْ: فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوْسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ: تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ

ان کے ساتھیوں نے جب انہیں دیکھا تو ان سب نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لی، مشرکین نے ان سے کہا کہ ہتھیار ڈال کر نیچے اتر آؤ، تم سے ہمارا عہد و پیمان ہے۔ ہم کسی شخص کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ مہم کے امیر نے کہا کہ میں تو آج کسی صورت میں بھی ایک کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو مطلع کر دے۔ اس پر ان کافروں نے تیر برسانے شروع کر دیئے اور عاصم رضی اللہ عنہ اور ساتھ دوسرے صحابہ کو شہید کر ڈالا اور باقی تین صحابی ان کے عہد و پیمان پر اتر آئے، یہ خبیب انصاری، ابن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی (عبداللہ بن طارق بلوی رضی اللہ عنہم) تھے۔ جب یہ صحابی ان کے قابو میں آ گئے تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت اتار کر ان کو ان سے باندھ لیا، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ تمہاری پہلی غداری ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، بلکہ میں تو انہیں حضرت کا اسوہ اختیار کروں گا، ان کی مراد شہداء سے تھی، مگر مشرکین انہیں کھینچنے لگے اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ جب وہ کسی طرح نہ گئے تو ان کو بھی شہید کر دیا۔ اب یہ خبیب اور ابن دثنہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چلے اور ان کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ یہ جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل بن مناف کے لڑکوں نے خرید لیا، خبیب رضی اللہ عنہ نے ہی بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے یہاں کچھ دنوں تک قیدی بن کر رہے، (زہری نے بیان کیا) کہ مجھے عبیداللہ بن عیاض نے خبر دی اور انہیں حارث کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) نے خبر دی کہ جب (ان کو قتل کرنے کے لئے) لوگ آئے تو زینب سے انہوں نے موئے زیر ناف مونڈنے کے لئے استرا مانگا۔ انہوں نے استرا دے دیا، (زینب نے بیان کیا کہ) پھر انہوں نے میرے ایک بچے کو اپنے پاس بلایا، جب وہ ان کے پاس گیا تو میں غافل تھی، زینب نے بیان کیا کہ پھر جب میں نے اپنے بچے کو ان کی ران پر بیٹھا ہوا دیکھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا، تو میں اس سے بری طرح گھبرا گئی کہ خبیب رضی اللہ عنہ بھی میرے چہرے سے سمجھ گئے انہوں نے کہا، تمہیں اس کا خوف ہوگا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں گا، یقین کرو میں کبھی

لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ. وَاللّٰهِ! مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ، وَاللّٰهِ! لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ، وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَكَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا، فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: ذَرُوْنِيْ أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ. فَتَرَكُوْهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تَظُنُّوْا أَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا. أَوْقَالَ:

وَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ، فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا، فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيْبَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيْبُوْا، وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ، وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ، فَبُعِثَ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ، فَحَمَتْهُ مِنْ رَسُوْلِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى أَنْ يَقْطَعَ مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا. [أطرافه في: ٣٩٨٩، ٤٠٨٦، ٧٤٠٢] [أبوداود: ٢٦٦٠]

ایسا نہیں کرسکتا۔ اللہ کی قسم! کوئی قیدی میں نے خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ کہا کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی روزی تھی جو اللہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجی تھی۔ جب مشرکین انہیں حرم سے باہر لائے، تاکہ حرم کے حدود سے نکل کر انہیں شہید کردیں تو خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر خبیب نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا اگر تم یہ خیال نہ کرنے لگتے کہ میں (قتل سے) گھبرا رہا ہوں تو میں ان رکعتوں کو اور لمبا کرتا۔ اے اللہ! ان ظالموں سے ایک ایک کو ختم کردے، (پھر یہ اشعار پڑھے) ''جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں، تو مجھے کسی قسم کی بھی پروا نہیں ہے۔ خواہ اللہ کے راستے میں مجھے کسی پہلو پر بھی پچھاڑا جائے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے، جس کی بوٹی بوٹی کردی گئی ہو۔ آخر حارث کے بیٹے (عقبہ) نے ان کو شہید کردیا۔ حضرت خبیب سے ہی ہر اس مسلمان کے لئے جسے قید کرکے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو رکعتیں مشروع ہوئی ہیں۔ ادھر حادثہ کے شروع ہی میں حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (مہم کے امیر) کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کرلی (کہ اے اللہ! ہماری حالت کی خبر اپنے نبی کو دے دے) اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو وہ سب حالات بتادیئے تھے جن سے یہ مہم دوچار ہوئی تھی۔ کفار قریش کے کچھ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے تو انہوں نے ان کی لاش کے لئے اپنے آدمی بھیجے تاکہ ان کی جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ لائیں جس سے ان کی شناخت ہوسکتی ہو۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے بدر کی جنگ میں کفار قریش کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا تھا) لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کا ایک چھتہ عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش پر قائم کردیا انہوں نے قریش کے آدمیوں سے عاصم کی لاش کو بچالیا اور وہ ان کے بدن کا کوئی ٹکڑا نہ کاٹ سکے۔

تشریح: عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ جمیلہ عاصم بن ثابت کی بیٹی تھیں۔ بعض نے کہا یہ عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اور جمیلہ ان کی بہن تھیں۔ خیر ان چھ آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عضل اور قارہ والوں کی درخواست پر بھیجا تھا۔ وہ جنگ احد کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو کر دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد اور خالد بن بکیر اور خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا، راستے میں بنولحیان کے لوگوں نے ان پر حملہ کیا، اور دغا سے مار ڈالا۔ (وحیدی)

بَابُ فِكَاكِ الْأَسِيْرِ

[فِيهِ عَنْ أَبِي مُوْسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ]

باب: (مسلمان) قیدیوں کو آزاد کرانا

اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

٣٠٤٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فُكُّوا الْعَانِيَ يَعْنِي الْأَسِيْرَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ)). [أطرافه في: ٥١٧٤، ٥٣٧٣، ٥٦٤٩، ٧١٧٣]

(٣٠٤٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابووائل نے بیان کیا اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عانی، یعنی قیدی کو چھڑایا کرو، بھوکے کو کھلایا کرو، اور بیمار کی عیادت کیا کرو۔''

تشریح: یہ تینوں نیکیاں ایمان واخلاق کی دنیا میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مظلوم قیدی کو آزاد کرانا اتنی بڑی نیکی ہے جس کے ثواب کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بھوکوں کو کھانا کھلانا وہ عمل ہے جس کی تعریف بہت سی آیات قرآنی واحادیث نبوی میں وارد ہے اور مریض کا مزاج پوچھنا بھی مسنون طریقہ ہے۔

٣٠٤٧۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيٍّ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ! مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ. قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ: الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيْرِ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. [راجع: ١١١]

(٣٠٤٧) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے مطرف نے بیان کیا، ان سے عامر نے بیان کیا، اور ان سے ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ حضرات (اہل بیت) کے پاس کتاب اللہ کے سوا اور بھی کوئی وحی ہے؟ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو (زمین) چیر کر (نکالا) اور جس نے روح کو پیدا کیا، مجھے تو کوئی ایسی وحی معلوم نہیں (جو قرآن میں نہ ہو) البتہ سمجھ ایک دوسری چیز ہے، جو اللہ کسی بندے کو قرآن میں عطا فرمائے (قرآن سے طرح طرح کے مطالب نکالے) یا جو اس ورق میں ہے۔ میں نے پوچھا، اس ورق میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ دیت کے احکام اور قیدی کا چھڑانا اور مسلمان کا کافر کے

بدلے میں نہ مارا جانا۔ (یہ مسائل اس ورق میں لکھے ہوئے ہیں اور بس)

تشریح: اس سے ان شیعہ لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں معاذ اللہ قرآن کی اور بہت سی آیتیں تھیں جن کو نبی کریم ﷺ نے فاش نہیں کیا، بلکہ خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اپنے اہل بیت کو بتلائیں، یہ صریح جھوٹ ہے۔ نبی کریم ﷺ جب اکیلے بے یار و مددگار مشرکوں میں پھنسے ہوئے تھے اس وقت تو آپ نے کوئی بات چھپائی ہی نہیں، اللہ کا پیغام بے خوف و خطر سنا دیا، جس میں مشرکین کی اور ان کے معبودوں کی کھلی برائیاں تھیں۔ پھر جب آپ کے جاںنثار و فدائی صدہا صحابہ موجود تھے آپ کو کسی کا کچھ بھی ڈر نہ تھا، آپ اللہ کا پیغام کیسے چھپا کر رکھتے۔ اب رہیں وہ روایتیں جو شیعہ اپنی کتابوں میں اہل بیت سے نقل کرتے ہیں تو ان میں اکثر جھوٹ اور غلط اور بنائی ہوئی ہیں۔

ترجمہ باب لفظ ((ولا يقتل مسلم بكافر)) سے نکلا۔ قسطلانی نے کہا جمہور علما اور اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ مسلمان کافر کے بدل قتل نہ کیا جائے گا، اور صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضعیف روایت سے جس کو دارقطنی نے نکالا کہ مسلمان ذمی کافر کے بدل قتل کیا جائے گا فتویٰ دیا ہے۔ (وحیدی)

بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ

باب: مشرکین سے فدیہ لینا

٣٠٤٨ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رِجَالاً، مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ. فَقَالَ: ((لَا تَدَعُوْنَ مِنْهَا دِرْهَمًا)). [راجع: ٢٥٣٧]

(٣٠٤٨) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے اجازت چاہی اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس بن عبدالمطلب کا فدیہ معاف کر دیں، لیکن آپ نے فرمایا: ”ان کے فدیہ میں سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔“

٣٠٤٩ـ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ ابْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي، وَفَادَيْتُ عَقِيْلاً. فَقَالَ: ((خُذْ)). فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ. [راجع: ٤٢١]

(٣٠٤٩) اور ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بحرین کا خراج آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اس مال سے مجھے بھی دیجئے کیونکہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا اور عقیل دونوں کا فدیہ ادا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر آپ لے لیں“ چنانچہ آپ نے انہیں ان کے کپڑے میں نقدی کو بندھوا دیا۔

تشریح: "والحق ان المال المذكور كان من الخراج او الجزية وهما من مال المصالح۔" یعنی وہ مال خراج یا جزیہ کا تھا اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا لینا جائز ہوا، تفصیلی بیان کتاب الجزیہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

٣٠٥٠ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ،

(٣٠٥٠) مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے

أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ ـ وَكَانَ جَاءَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ ـ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ. [راجع: ٧٦٥]

بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں محمد بن جبیر نے، انہیں ان کے باپ (جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) نے کہ وہ بدر کے قیدیوں کو چھڑانے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے (وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھی۔

تشریح: ہر دو احادیث میں مشرکین سے فدیہ لینے کا ذکر ہے، مشرکین خواہ اپنے عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اصل رشتہ دین کا رشتہ ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فدیہ کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی بہت سی مصلحتوں پر مبنی تھا۔ وہ آپ کے چچا تھے، ان سے ذرا سی بھی رعایت برتنا دوسرے لوگوں کے لئے سوئے ظن کا ذریعہ بن سکتا تھا، اسی لئے آپ نے یہ فرمایا، جو حدیث میں مذکور ہے۔

بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ

باب: اگر حربی کافر مسلمانوں کے ملک بغیر امان چلا آئے (تو اس کا مار ڈالنا درست ہے)

٣٠٥١ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ)). فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ يَعْنِي أَعْطَاهُ. [ابو داود: ٢٦٥٣]

(٣٠٥١) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعمیس عتبہ بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے، ان سے ان کے باپ (سلمہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سفر میں مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ (آپ غزوۂ ہوازن کے لئے تشریف لے جا رہے تھے) وہ جاسوس صحابہ کی جماعت میں بیٹھا، باتیں کیں، پھر وہ واپس چلا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے تلاش کر کے مار ڈالو'' چنانچہ اسے (سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے) قتل کر دیا، اور آنحضرت ﷺ نے اس کے ہتھیار اور اوزار قتل کرنے والے کو دلوا دیئے۔

بَابٌ: يُقَاتَلُ عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّوْنَ

باب: ذمی کافروں کو بچانے کے لئے لڑنا، ان کو غلام لونڈی نہ بنانا

تشریح: ذمی وہ کافر جو مسلمانوں کی امان میں رہتے ہیں، ان کو جزیہ دیتے ہیں۔ ایسے کافروں کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اگر وہ عہد توڑ ڈالیں اور مسلمانوں کو دغا دیں تب تو ان کو مارنا اور ان کا لونڈی غلام بنانا درست ہے۔ (وحیدی)

٣٠٥٢ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عُمَرَ قَالَ: وَأُوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ أَنْ يُوْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ

(٣٠٥٢) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، انہیں حصین بن عبدالرحمٰن نے، ان سے عمرو بن میمون نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (وفات سے تھوڑی دیر پہلے) فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَلَا يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ. [راجع: ١٣٩٢]

اللہ ﷺ کا (ذمیوں سے) جو عہد ہے اس کو وہ پورا کرے اور یہ کہ ان کی حمایت میں ان کے دشمنوں سے جنگ کرے اور ان کی طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ ان پر نہ ڈالا جائے۔

تشریح: ذمی ان غیر مسلم لوگوں کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کے حدود میں رہتے ہیں۔ اسلام میں ایسے تمام غیر مسلموں کی جان و مال عزت و آبرو مسلمانوں کی طرح ہے اور اگر ان پر کسی طرف سے کوئی آنچ آتی ہو تو حکومت اسلامی کا فرض ہے کہ ان کی حفاظت کے لئے ان کے دشمنوں سے اگر جنگ بھی کرنی پڑے تو ضرور کریں اور ان سے کوئی بدعہدی نہ کریں۔ آخر میں جزیہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسی قدر لگایا جائے جسے وہ بخوشی برداشت کرسکیں۔

بَابٌ: هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ

باب: جو کافر دوسرے ملکوں سے ایلچی بن کر آئیں ان سے اچھا سلوک کرنا

تشریح: وفد یعنی وہ جماعت جو اپنے ملک والوں کی طرف سے بطور سفارت کے آتی ہے، اس باب میں امام بخاری ؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی، بعض نسخوں میں یہ باب مؤخر اور باب ”هل يستشفع ..... الخ“ مقدم ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضرت ابن عباس ؓ کی حدیث اس باب کے مطابق ہے اور باب ”هل يستشفع .....“ سے اس کی مطابقت مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں امام بخاری ؒ نے ان دونوں ابواب کے لئے ابن عباس ؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ وفد کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا تو اس میں صاف مذکور ہے، اب ذمیوں کی سفارش تو اس کی نفی امام بخاری ؒ نے آپ کے اس فرمان سے نکالی کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب کے باہر کردینا، معلوم ہوا کہ ان کی سفارش نہ سننا چاہیے اور ان کے ساتھ جو معاملہ آپ نے کیا یعنی اخراج اس کا بھی اس حدیث میں ذکر ہے۔ (وحیدی)

بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

باب: ذمیوں کی سفارش اور ان سے کیسا معاملہ کیا جائے

٣٠٥٣۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ: ((ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا)). فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا: أَهَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: ((دَعُوْنِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِي إِلَيْهِ)) وَأَوْصَى عِنْدَ

(٣٠٥٣) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس ؓ نے بیان کیا کہ جمعرات کے دن، اور معلوم ہے جمعرات کا دن کیا ہے؟ پھر آپ اتنا روئے کہ کنکریاں تک بھیگ گئیں۔ آخر آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں شدت اسی جمعرات کے دن ہوئی تھی۔ تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ”قلم دوات لاؤ، تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب لکھواجاؤں کہ تم (میرے بعد اس پر چلتے رہو تو) کبھی گمراہ نہ ہوسکو۔“ اس پر صحابہ میں اختلاف ہوگیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ نبی کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔ صحابہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (بیماری کی شدت سے) برارہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے

مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: ((أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ)). وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: وَقَالَ أَبُوْ يَعْقُوْبَ بْنُ مُحَمَّدٍ: سَأَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ . فَقَالَ: مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ. وَقَالَ يَعْقُوْبُ: وَالْعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ.

[راجع: ١١٤] [مسلم: ٤٢٣٢؛ ابوداود: ٣٠٢٩]

فرمایا: ”اچھا، اب مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، میں جس حال میں اس وقت ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو تم کرانا چاہتے ہو۔“ آخر آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت تین وصیتیں فرمائی تھیں: ”یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر کر دینا، دوسرے یہ کہ وفود سے ایسا ہی سلوک کرتے رہنا، جیسے میں کرتا رہا“ (ان کی خاطر داری ضیافت وغیرہ) اور تیسری ہدایت میں بھول گیا۔ اور یعقوب بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرۂ عرب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن (کا نام جزیرۂ عرب) ہے۔ اور یعقوب نے کہا کہ عرج سے تہامہ شروع ہوتا ہے۔ (عرج مکہ اور مدینہ کے راستے میں ایک منزل کا نام ہے)۔

تشریح: ہجر کے معنی بیماری کی حالت میں ہذیانی کیفیت کا ہونا۔ نبی کریم ﷺ بیماری غیر بیماری ہر حالت میں ہذیان سے محفوظ تھے۔ بعض روایتوں میں اهجر استفهموه ہے۔ یعنی کیا پیغمبر صاحب ﷺ کی باتیں ہذیان ہیں؟ آپ سے اچھی طرح پوچھ لو، سمجھ لو گویا یہ ان لوگوں کا کلام ہے جو کتاب لکھوانے کے حق میں تھے۔ بعض نے کہا یہ کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اور قرینہ بھی یہی ہے کیونکہ وہ کتاب لکھے جانے کے مخالف تھے۔ اس صورت میں ہجر کے معنی یہ ہوں گے کہ کیا آپ دنیا کو چھوڑنے والے ہیں؟ یعنی آپ کیا وفات پا جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ اور رنج میں یہ خیال سما گیا تھا کہ آپ کو موت نہیں آ سکتی، اس حالت میں کتاب لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

قسطلانی نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، جیسے امام مسلم کی روایت کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، تو اپنے باپ اور بھائی کو بلا لے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں کوئی اور خلافت کی آرزو کرے، اللہ اور مسلمان سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کی خلافت نہیں مانتے۔

وصایائے نبوی میں ایک اہم وصیت یہ تھی کہ جزیرۂ عرب میں سے مشرکین اور یہود ونصاریٰ کو نکال دیا جائے، عرب کا ملک طول میں عدن سے عراق تک اور عرض میں جدہ سے شام تک تھا۔ اور اس کو جزیرہ اس لئے فرمایا کہ تین طرف سے سمندر اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ وصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں پوری کی۔ ملک عرب کو ہر چار جانب سے بحر ہند و بحر قلزم و بحر فارس و بحر حبشہ نے گھیرا ہوا ہے اس لئے اسے جزیرہ کہا گیا ہے۔

حدیث کے جملہ ((ولاینبغی عند نبی تنازع)) پر علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: "الظاهر انه من قوله ﷺ لا من قول ابن عباس كما وقع التصريح به فی كتاب العلم قال النبی ﷺ قوموا عنی ولا ينبغی عندی التنازع انتهی والظاهر ان هذا الكتاب الذی اراده انما هو فی النص علی خلافة ابی بكر لكنهم لما تنازعوا واشند مرضه ﷺ عدل عن ذلك معولا علی ما هو اصله من استخلافه فی الصلوة لتنازعهم واشتد مرضه ﷺ ویدل علیه ما عند مسلم عن عائشة انه ﷺ قال ادعی لی ابابكر واخاك اكتب كتابا فانی اخاف ان يتمنی متمن ويقول قائل انا اولی ويابی الله والمؤمنون الا ابابكر وعند البزار من روايتها انه قال عند اشتداد مرضه ایتونی بدواة وكتف او قرطاس اكتب لابی بكر كتابا لا يختلف الناس عليه ثم قال معاذ الله ان يختلف الناس علی ابی بكر فهذه النص صريح علی تقديم خلافة ابی بكر۔" (قسطلانی)

ظاہر ہے کہ الفاظ ((قوموا عنی...... الخ)) خود نبی کریم ﷺ ہی کے فرمودہ ہیں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لفظ نہیں ہیں جیسا کہ کتاب العلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں لہٰذا یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس

کتاب کے لکھنے کا نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا وہ کتاب خلافت ابوبکر صدیق ؓ کے متعلق آپ لکھنا چاہتے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں کے تنازع اور اپنی تکلیف مرض دیکھ کر اس ارادہ کو ترک فرمادیا اور اس لئے بھی کہ آپ اپنی حیات طیبہ ہی میں حضرت صدیق اکبر ؓ کو نماز میں امام بنا کر اپنی گدی ان کے حوالے فرما چکے تھے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت عائشہ صدیقہ ؓ سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے والد ابوبکر کو بلالو اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ایک کتاب لکھوادوں، میں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد کوئی خلافت کی تمنا لے کر کھڑا ہو اور کہے میں اس کا زیادہ مستحق ہوں، حالانکہ اللہ پاک نے اور جملہ ایمان والوں نے اس عظیم خدمت کے لئے ابوبکر ؓ ہی کو منتخب کرلیا ہے اور بزار میں انہی کی روایت سے یوں ہے کہ آپ نے شدت مرض میں فرمایا، میرے پاس دوات کاغذ وغیرہ لاؤ کہ میں ابوبکر ؓ کے لئے دستاویز لکھوادوں، تاکہ لوگ اس پر اختلاف نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ اس سے کہ لوگ خلافت ابوبکر ؓ میں اختلاف کریں۔ پس حضرت صدیق اکبر ؓ کی خلافت پر یہ نص صریح ہے۔

بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفْدِ

٣٠٥٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ابْتَعْ هَذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوَفْدِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، أَوْ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ)). فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتَّى أَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قُلْتَ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ أَوْ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ)). ثُمَّ أَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ فَقَالَ: ((تَبِيعُهَا، أَوْ تُصِيبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ)). [راجع: ٨٨٦]

باب: وفود سے ملاقات کے لئے اپنے کو آراستہ کرنا

(٣٠٥٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبداللہ نے اور ان سے عبداللہ بن عمر ؓ نے بیان کیا کہ عمر ؓ نے دیکھا کہ بازار میں ایک ریشمی جوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ پھر اسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جوڑا آپ خرید لیں اور عید اور وفود کی ملاقات پر اس سے اپنی زیبائش فرمایا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا (آخرت) میں کوئی حصہ نہیں یا (آپ نے یہ جملہ فرمایا) اسے تو وہی لوگ پہن سکتے ہیں جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔'' پھر اللہ نے جتنا عرصہ چاہا حضرت عمر ؓ خاموش رہے۔ پھر جب ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس ایک ریشمی جبہ بھیجا تو حضرت عمر ؓ اسے لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ ''یہ ان کا لباس ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں، یا (عمر ؓ نے آپ کی بات اس طرح دہرائی کہ) اسے وہی لوگ پہن سکتے ہیں جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔'' اور پھر آپ ﷺ نے یہی میرے پاس ارسال کردیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ''(میرے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ) تم اسے بیچ لو، یا (فرمایا کہ) اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری کرسکو۔''

بَابٌ: كَيْفَ يُعْرَضُ الْإِسْلَامُ

باب: بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے

عَلَى الصَّبِيِّ؟

٣٠٥٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ ابْنِ الصَّيَّادِ حَتَّى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ، فَلَمْ يَشْعُرْ بِشَيْءٍ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ)). فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللَّهِ. قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((آمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ)) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَاذَا تَرَى؟)) قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا)) قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ)). قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ يَكُنْ هُوَ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهِ)). [راجع: ١٣٥٤]

(٣٠٥٥) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم بن عبداللہ نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، ابن ضیاد (یہودی لڑکا) کے یہاں جا رہی تھی۔ آخر بنو مغالہ (ایک انصاری قبیلے) کے ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے ان لوگوں نے پالیا، ابن صیاد بالغ ہونے کے قریب تھا۔ اسے (رسول کریم ﷺ کی آمد کا) پتہ نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے (اس کے قریب پہنچ کر) اپنا ہاتھ اس کی پیٹھ پر مارا، اور فرمایا: ”کیا تو اس کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے نبی ہیں۔ اس کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے اس کا جواب (صرف اتنا) دیا کہ ”میں اللہ اور اس کے (سچے) انبیا پر ایمان لایا۔“ پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تو کیا دیکھتا ہے؟“ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک خبر سچی آتی ہے اور دوسری جھوٹی بھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ”حقیقت حال تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہے۔“ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اچھا میں نے تیرے لئے اپنے دل میں ایک بات سوچی ہے“ (بتا وہ کیا ہے؟) ابن صیاد بولا کہ دھواں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”ذلیل ہو کمبخت! تو اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اجازت ہو تو میں اس کی گردن مار دوں لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے اور اگر وہ نہیں ہے تو اس کی جان لینے میں تیرے لیے کوئی خیر نہیں۔“

٣٠٥٦۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ

(٣٠٥٦) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نبی ﷺ اس کھجور کے باغ میں تشریف لائے

صَيَّادٍ، حَتَّى إِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْزَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ)).

[راجع: ١٣٥٥]

جس میں ابن صیاد موجود تھا۔ جب آپ ﷺ باغ میں داخل ہو گئے تو کھجوروں کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے آپ ﷺ آگے بڑھنے لگے۔ آپ چاہتے تھے کہ اسے آپ کی آمد کا احساس نہ ہو سکے اور آپ اس کی باتیں سن لیں۔ ابن صیاد اس وقت اپنے بستر پر ایک چادر اوڑھے پڑا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا۔ اتنے میں اس کی ماں نے آنحضور ﷺ کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر آگے آ رہے ہیں اور اسے آگاہ کر دیا کہ اے صاف! یہ اس کا نام تھا۔ ابن صیاد یہ سنتے ہی اچھل پڑا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس کی ماں نے اسے یوں ہی رہنے دیا ہوتا، تو حقیقت کھل جاتی۔“

٣٠٥٧۔ وَقَالَ سَالِمٌ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ: ((إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ، وَلَكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ، تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ)). [أطرافه في: ٣٣٣٧، ٣٤٣٩، ٤٤٠٢، ٦١٧٥، ٧١٢٣، ٧١٢٧، ٧٤٠٨]

[راجع: ١٣٥٥]

(٣٠٥٧) سالم نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی، جو اس کی شان کے لائق تھی۔ پھر دجال کا ذکر فرمایا، اور فرمایا: ”میں بھی تمہیں اس کے (فتنوں سے) ڈراتا ہوں، کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس کے فتنوں سے نہ ڈرایا ہو، نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا لیکن میں اس کے بارے میں تم سے ایک ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی، اور وہ بات یہ ہے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔“

تشریح: ترجمۃ الباب الفاظ ((اتشهد انی رسول الله)) سے نکلتا ہے کہ بچے کے سامنے اسلام اس طرح پیش کیا جائے، نبی کریم ﷺ کو ابن صیاد سے چند باتیں دریافت کرنا منظور تھیں، آپ نے خیال کیا کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ تو جھوٹا ہے رسول کہاں سے ہوا، تو شاید وہ چڑ جائے اور ہمارا مقصد پورا نہ ہو، اس لئے ایسا جامع جواب دیا کہ ابن صیاد چڑا بھی نہیں اس کی پیغمبری کا انکار بھی نکل آیا۔ نبی کریم ﷺ نے آیت: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ (۴۴/الدخان: ۱۰) کا تصور فرمایا تھا، ابن صیاد نے ”دخان“ کے لفظ سے صرف ”دخ“ بتلایا جیسے شیطانوں کی عادت ہوتی ہے۔ سنی سنائی ایک آدھ بات لے مرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حقیقی دجال کے بارے میں بتلایا کہ وہ کانا ہوگا، یہ بڑے دجال کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ یہ دجال امت میں پیدا ہو چکے ہیں۔

ہندوستان پنجاب میں بھی ایک شخص نبوت کا مدعی بن کر کھڑا ہوا۔ جس نے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا اور اب تک اس کے مریدین ساری دنیا میں دجل پھیلانے میں مشغول ہیں جو بظاہر اسلام کا نام لیتے ہیں اور در پردہ اپنے فرضی نام نہاد رسول نبی کی رسالت کی تبلیغ کرتے ہیں اور بھی انہوں نے بہت سے غلط عقائد ایجاد کئے ہیں۔ جو سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ علمائے اسلام نے بہت سی کتابوں میں اس فرقہ قادیانیہ کا قلع قمع کیا ہے۔ ہمارے مرحوم استاد حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس فرقہ کی تردید میں بے نظیر قلمی خدمات انجام دی ہیں۔ ”اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله آمين۔“ اس حدیث میں تین قصے ہیں۔ کتاب الجنائز میں یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْيَهُوْدِ: ((أَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا))

قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

باب: رسول کریم ﷺ کا (یہود سے) یوں فرمانا کہ ''اسلام لاؤ تو (دنیا اور آخرت میں) سلامتی پاؤ گے''

مقبری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

بَابٌ: إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ، وَلَهُمْ مَالٌ وَأَرَضُوْنَ، فَهِيَ لَهُمْ

باب: اگر کچھ لوگ جو دار الحرب میں مقیم ہیں اسلام لے آئیں اور وہ مال وجائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے مالک ہیں تو وہ ان ہی کی ہوگی

تشریح: یہ باب لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کا رد کیا۔ وہ کہتے ہیں اگر حربی کافر مسلمان ہو کر دار الحرب میں رہے پھر مسلمان اس ملک کو فتح کریں تو جائیداد غیر منقولہ یعنی زمین باغ وغیرہ اس کو نہ ملے گی مسلمانوں کی ملک ہو جائے گی۔

٣٠٥٨۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا؟ فِي حَجَّتِهِ. قَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلاً)). ثُمَّ قَالَ: ((نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ، حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ)). وَذَلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَنْ لَا يُبَايِعُوْهُمْ وَلَا يُؤْوُوْهُمْ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ: الْوَادِيْ. [راجع: ١٥٨٨]

(٣٠٥٨) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین نے، انہیں عمرو بن عثمان بن عفان نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرض کیا، یا رسول اللہ! کل آپ (مکہ میں) کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہی کب ہے۔'' پھر فرمایا: ''کل ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے مقام محصب میں ہوگا، جہاں پر قریش نے کفر پر قسم کھائی تھی۔'' واقعہ یہ ہوا تھا کہ بنی کنانہ اور قریش نے (یہیں پر) بنی ہاشم کے خلاف اس بات کی قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے خرید و فروخت کی جائے اور نہ انہیں اپنے گھروں میں آنے دیں۔ زہری نے کہا کہ خیف وادی کو کہتے ہیں۔

تشریح: ہوا یہ تھا کہ ابوطالب عبدالمطلب کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی وفات کے بعد جاہلیت کی رسم کے موافق کل ملک املاک پر ابوطالب نے قبضہ کر لیا۔ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے کچھ دن بعد نبی کریم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو مدینہ منورہ ہجرت کر آئے، عقیل اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، وہ مکہ میں رہے، انہوں نے تمام جائیداد اور مکانات بیچ کر اس کا روپیہ خوب اڑایا۔ اس حدیث سے باب کا مطلب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نکالا کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح ہونے کے بعد بھی ان مکانوں اور جائیداد کی بیع قائم رکھی اور عقیل کی ملکیت تسلیم کر لی، تو جب عقیل کے تصرفات اسلام سے پہلے نافذ ہوئے تو اسلام کے بعد بطریق اولیٰ نافذ رہیں گے۔

''وقال القرطبی یحتمل ان یکون مراد البخاری ان النبی ﷺ من علی اھل مکۃ باموالھم ودورھم من قبل ان یسلموا۔'' (فتح جلد٦ صفحہ ٢١٦) یعنی شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہو کہ رسول کریم ﷺ نے مکہ والوں پر ان کے اسلام سے پہلے ہی یہ احسان فرما دیا تھا کہ ان کے مال اور گھر ہر حالت میں ان کی ہی ملکیت تسلیم کر لئے، اس طرح عقیل رضی اللہ عنہ کیلئے اپنے گھر سب پہلے ہی بخش دیئے تھے۔

٣٠٥٩ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمَى فَقَالَ: يَا هُنَيُّ! اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ، وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ، وَإِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ، وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ، فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ إِلَى زَرْعٍ وَنَخْلٍ وَإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَأْتِنِي بِبَنِيهِ فَيَقُولُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَفَتَارِكُهُمْ أَنَا لَا أَبَا لَكَ فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَأَيْمُ اللَّهِ! إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ، إِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ قَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَأَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا.

(٣٠٥٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہنی نامی اپنے ایک غلام کو (سرکاری) چراگاہ کا حاکم بنایا، تو انہیں یہ ہدایت کی، اے ہنی! مسلمانوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھنا (ان پر ظلم نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے ہر وقت بچتے رہنا، کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور ہاں ابن عوف اور ابن عفان اور ان جیسے (امیر صحابہ) کے مویشیوں کے بارے میں تجھے ڈرتے رہنا چاہئے۔ (یعنی ان کے امیر ہونے کی وجہ سے دوسرے غریبوں کے مویشیوں پر چراگاہ میں انہیں مقدم نہ رکھنا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک بھی ہو جائیں گے تو یہ روٴسا اپنے کھجور کے باغات اور کھیتوں سے اپنی معاش حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن گنے چنے اونٹوں اور گنی چنی بکریوں کا مالک (غریب) کہ اگر اس کے مویشی ہلاک ہو گئے، تو وہ اپنے بچوں کو لے کر میرے پاس آئے گا اور فریاد کرے گا یا امیر المؤمنین! یا امیر المؤمنین! (ان کو پالنا) تیرا باپ نہ ہو، تو کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا؟ اس لئے (پہلے ہی سے) ان کیلئے چارے اور پانی کا انتظام کر دینا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ان کیلئے سونے چاندی کا انتظام کروں اور اللہ کی قسم! وہ (اہل مدینہ) یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ یہ زمینیں انہیں کی ہیں۔ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں اس کے لئے لڑائیاں لڑی ہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی ان کی ملکیت کو بحال رکھا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ اموال (گھوڑے وغیرہ) نہ ہوتے جن پر جہاد میں لوگوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کے علاقوں میں ایک بالشت زمین کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

تشریح: حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہر دو مالدار تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ ان کے تمول سے مرعوب ہو کر ان کے جانوروں کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ غریبوں کے جانوروں کا حق پہلے ہے۔ اگر غریبوں کے جانور بھوکے مر گئے تو بیت المال سے ان کو نقد وظیفہ دینا پڑے گا۔

آخر حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول مروی ہے اسی سے ترجمہ باب نکلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کی نسبت فرمایا کہ اسلام کی حالت میں بھی ان ہی کی رہی، تو معلوم ہوا کہ کافر کی جائیداد غیر منقولہ بھی اسلام لانے کے بعد اسی کی ملک میں رہتی ہے گو وہ کافر دار الحرب میں رہے۔ (وحیدی)

بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ

باب: خلیفہ اسلام کی طرف سے مردم شماری کرانا

تشریح: کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جنگ احد یا جنگ خندق یا صلح حدیبیہ کے موقع پر کی گئی۔

٣٠٦٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اكْتُبُوا لِي مَنْ يَلْفِظُ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ)). فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةِ رَجُلٍ، فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَخَمْسُمِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِينَا حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّي وَحْدَهُ وَهُوَ خَائِفٌ. حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَمِائَةٍ. وَقَالَ: أَبُو مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ سِتِّمِائَةٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ. [مسلم: ٣٧٧؛ ابن ماجه: ٤٢٩]

(٣٠٦٠) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھ چکے ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس لاؤ'' چنانچہ ہم نے ڈیڑھ ہزار مردوں کے نام لکھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے اور ہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا ہماری تعداد ڈیڑھ ہزار ہو گئی ہے۔ اب ہم کو کیا ڈر ہے۔ لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ (آنحضرت ﷺ کے بعد) ہم فتنوں میں اس طرح گھر گئے کہ اب مسلمان تنہا نماز پڑھتے ہوئے بھی ڈرنے لگا ہے۔ ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے اور ان سے اعمش نے (مذکورہ بالا سند کے ساتھ) کہ ہم نے پانچ سو مسلمانوں کی تعداد لکھی (ہزار کا ذکر اس روایت میں نہیں ہوا) اور ابومعاویہ نے (اپنی روایت میں) یوں بیان کیا، کہ چھ سو سے سات سو تک۔

تشریح: ابومعاویہ کی روایت کو امام مسلم اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ نے نکالا ہے: "وسلك الداوردی الشارح طريق الجمع فقال لعلهم كتبوا مرات فی مواطن۔" یعنی تعداد میں اختلاف اس لئے ہوا کہ شاید ان لوگوں نے کئی جگہ مردم شماری کی ہو، بعض نے یہ بھی کہا کہ ڈیڑھ ہزار سے مراد مرد عورت بچے غلام جو بھی مسلمان ہوئے سب مراد ہیں چھ سو سات سو تک خاص مرد مراد ہیں اور پانچ سو سے خاص لڑنے والے مراد ہیں:" وفی الحديث مشروعيه كتابة داووين الجيوش وقد يتعين ذالك عند الاحتياج الى تميز من يصلح للمقاتلة بمن لا يصلح۔" (فتح)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تو ہم ڈیڑھ ہزار کا شمار پورے ہونے پر بے ڈر ہو گئے تھے اور اب ہزاروں لاکھوں مسلمان موجود ہیں، برحق بات کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کوئی کوئی تو ڈر کے مارے اپنی نماز اکیلے پڑھ لیتا ہے اور منہ سے کچھ نہیں نکال سکتا۔ یہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس زمانے میں کہا جب ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا اور نمازیں اتنی دیر کر کے پڑھتا کہ معاذ اللہ۔ آخر بعض متقی لوگ اول وقت نماز پڑھ لیتے پھر جماعت میں بھی اس کے ڈر سے شریک ہو جاتے۔

٣٠٦١۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَامْرَأَتِي

(٣٠٦١) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابومعبد نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا نام فلاں جہاد میں جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ادھر میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔

حَاجَّةٌ. قَالَ: ((ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ)).

[راجع: ١٨٦٢]

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر آ۔''

تشریح: اس سے بھی اسم نویسی کا ثبوت ہوا، یہی ترجمہ باب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عورت حج کو جائے تو ضروری ہے کہ اس کا خاوند یا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو۔

بَابٌ: إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

٣٠٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ: ((هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ)). فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا، فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! الَّذِيْ قُلْتَ لَهُ: إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِلَى النَّارِ)). قَالَ: فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ، فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيْلَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلَكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيْدًا. فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ فَقَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُاللَّهِ وَرَسُوْلُهُ)). ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ ((إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدُ هَذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)). [أطرافه في: ٤٢٠٣، ٤٢٠٣، ٦٦٠٦] [مسلم: ٣٠٥]

باب: اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی مدد ایک فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے

(٣٠٦٢) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے (دوسری سند) مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابن میسب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کے متعلق جو اپنے کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا: ''یہ شخص دوزخ والوں میں سے ہے۔'' جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص (مسلمانوں کی طرف سے) بڑی بہادری کے ساتھ لڑا اور وہ زخمی بھی ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخ میں جائے گا۔ آج تو وہ بڑی بے جگری کے ساتھ لڑا ہے اور (زخمی ہو کر) مر بھی گیا ہے۔ آپ ﷺ نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ''جہنم میں گیا۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ ممکن تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن ابھی لوگ اسی غور و فکر میں تھے کہ کسی نے انہیں بتایا کہ ابھی وہ مرا نہیں ہے۔ البتہ زخم کاری ہے۔ پھر جب رات آئی تو اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی۔ جب نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اور انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کر دیا کہ ''مسلمان کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی امداد کسی فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے۔''

تشریح: کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام قزمان تھا جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، اس کی مجاہدانہ کیفیت دیکھ کر شیطان نے بظاہر تو لوگوں کو یوں بہکایا کہ ایسا شخص جو اللہ کی راہ میں اس طرح لڑ کر مارا جائے کیونکر دوزخی ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ ہم مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ کیونکہ وہ ایک موقع کے ساتھ خاص ہے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ آپ کے ساتھ تھے۔ حالانکہ وہ مشرک تھے، دوسرے یہ کہ یہ شخص بظاہر تو مسلمان تھا۔ مگر آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا کہ یہ منافق ہے اور اس کا خاتمہ برا ہوگا۔ (وحیدی)

بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

باب: جو شخص میدان جنگ میں جبکہ دشمن کا خوف ہو امام کے کسی نئے حکم کے بغیر امیر لشکر بن جائے

تشریح: اسلام پر کوئی نازک وقت آ جائے کہ میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل رہا ہو اور قیادت بھی ختم ہو رہی ہو تو کوئی بھی دانا آدمی فوری طور پر کنٹرول کر لے تو یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث ذیل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے امیر لشکر بن جانے کا ذکر ہے۔

٣٠٦٣ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ، وَمَا يَسُرُّنِي۔أَوْ قَالَ: ۔مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا)). قَالَ: وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ. [راجع: ١٢٤٦]

(٣٠٦٣) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ میں) غزوۂ موتہ کے موقع پر خطبہ دیا، (جب کہ مسلمان سپاہی موتہ کے میدان میں داد شجاعت دے رہے تھے) آپ نے فرمایا: ''اب اسلامی علم زید بن حارث نے سنبھالا اور انہیں شہید کر دیا گیا، جعفر نے علم اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم تھاما، یہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ آخر خالد بن ولید نے کسی نئی ہدایت کے بغیر اسلامی علم اٹھا لیا ہے۔ اور ان کے ہاتھ پر فتح حاصل ہو گئی، اور میرے لئے اس میں کوئی خوشی کی بات نہیں تھی یا آپ نے یہ فرمایا، کہ ان کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں تھی کہ وہ (شہداء) ہمارے پاس زندہ ہوتے۔'' (کیونکہ شہادت کے بعد وہ جنت میں عیش کر رہے ہیں) اور انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ

باب: مدد کے لیے فوج روانہ کرنا

٣٠٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، وَسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رِعْلٌ وَذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُوْ لِحْيَانَ، فَزَعَمُوْا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوْا، وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلَى قَوْمِهِمْ،

(٣٠٦٤) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی اور سہل بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لحیان قبائل کے کچھ لوگ آئے اور یقین دلایا کہ وہ لوگ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی کافر قوم کے مقابل امداد اور تعلیم و تبلیغ

فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعِيْنَ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُسَمِّيْهِمُ الْقُرَّاءَ، يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ، فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتَّى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ وَقَتَلُوْهُمْ، فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ. قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّهُمْ قَرَأُوْا بِهِمْ قُرْآنًا: أَلَا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا بِأَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا. ثُمَّ رُفِعَ ذَلِكَ بَعْدُ. [راجع: ١٠٠١]

کے لئے آپ سے مدد چاہی۔ تو نبی کریم ﷺ نے ستر انصاریوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ہم انہیں قاری کہا کرتے تھے۔ وہ لوگ دن میں جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے اور رات میں نماز پڑھتے رہتے۔ یہ حضرات ان قبیلہ والوں کے ساتھ چلے گئے، لیکن جب بئر معونہ پر پہنچے تو انہوں قبیلہ والوں نے ان صحابہ کے ساتھ دغا کی اور انہیں شہید کر ڈالا حضور اکرم ﷺ نے ایک مہینہ تک (نماز میں) قنوت پڑھی اور رعل وذکوان اور بنولحیان کے لئے بددعا کرتے رہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہم سے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ان شہداء کے بارے میں) قرآن مجید میں ہم یہ آیت یوں پڑھتے (ترجمہ) ''ہاں! ہماری قوم (مسلم) کو بتادو کہ ہم اپنے رب سے جاملے۔ اور وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہمیں بھی اس نے خوش کیا ہے۔'' پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی۔

تشریح: کہتے ہیں کہ ان قاریوں کو عامر بن طفیل نے قتل کیا، اس نے بنوسلیم کے آدمی ان پر جمع کئے اور رعل اور ذکوان اور بنی لحیان نے عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بیچا، نبی کریم ﷺ کو ہر دو کی اطلاع ہو گئی اس لئے آپ نے دونوں کے لئے بددعا کی۔

بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَأَقَامَ عَلَى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

باب: جس نے دشمن پر فتح پائی اور پھر تین دن تک ان کے میدان میں ٹھہرا رہا

٣٠٦٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ. تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَعَبْدُ الْأَعْلَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفه في: ٣٩٧٦] [مسلم: ٧١٢٤؛ ابوداود: ٢٦٩٥؛ ترمذي: ١٥٥١]

(٣٠٦٥) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، ان سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی قوم پر فتح حاصل ہوتی، تو میدان جنگ میں تین رات قیام فرماتے۔ روح بن عبادہ کے ساتھ اس حدیث کو معاذ اور عبدالاعلیٰ نے بھی روایت کیا۔ دونوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس سے، انہوں ابوطلحہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے۔

بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِيْ غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ

باب: سفر میں اور جہاد میں مال غنیمت کو تقسیم کرنا

وَقَالَ رَافِعٌ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلًا، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ.

اور رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم ذوالحلیفہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہم کو بکریاں اور اونٹ غنیمت میں ملے تھے اور نبی کریم ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دے کر تقسیم کی تھی۔

٣٠٦٦ـ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسًا، أَخْبَرَهُ قَالَ: اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ. [راجع: ١٧٧٨]

(٣٠٦٦) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور انہیں انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقام جعرانہ سے، جہاں آپ نے جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا، عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

تشریح: حنین ایک وادی ہے مکہ سے تین میل پر جہاں پر بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ آپ نے جعرانہ میں عین سفر میں اموال غنیمت کو تقسیم فرمایا، آج کل ایام حج میں حرم شریف سے جعرانہ کو ہر وقت گاڑیاں ملتی ہیں۔ ١٩٧٠ء کے حج میں مجھ کو بھی جعرانہ جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں ایک وسیع مسجد اور کنواں ہے، پر فضا جگہ ہے۔

بَابٌ: إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

باب: کسی مسلمان کا مال مشرکین لوٹ کر لے جائیں پھر (مسلمانوں کے غلبہ کے بعد) وہ مال اس مسلمان کو مل گیا

٣٠٦٧ـ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ، فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه في: ٣٠٦٨، ٣٠٦٩]

[ابو داود: ٢٦٩٩؛ ابن ماجه: ٢٨٤٧]

(٣٠٦٧) اور عبداللہ بن نمیر نے کہا، کہ ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تھا اور دشمنوں نے اس کو پکڑ لیا تھا۔ پھر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو ان کا گھوڑا انہیں واپس کر دیا گیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کا ہے۔ اس طرح ان کے ایک غلام نے بھاگ کر روم میں پناہ حاصل کر لی تھی۔ پھر جب مسلمانوں کو اس ملک پر غلبہ حاصل ہوا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا غلام انہیں واپس کر دیا۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے بعد کا ہے۔

تشریح: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور اہلحدیث یہی کہتے ہیں کہ کافر مسلمانوں کے کسی مال کے مالک نہیں ہو سکتے اور جب کسی مسلمان کا مال ان کے پاس ملے وہ اس مسلمان کو دلا دیا جائے گا خواہ مال تقسیم ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک تقسیم کے بعد ان کو نہیں دلایا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر جب مال لوٹ کر لے جائیں اور اپنے ملک میں پہنچ جائیں تو وہ اس کے مالک ہو جاتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب لا کر ان کا رد فرمایا ہے۔

٣٠٦٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، أَنَّ

(٣٠٦٨) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن قطان نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے بیان کیا، انہیں نافع نے بیان کیا کہ ابن

عَبْدًا، لِابْنِ عُمَرَ أَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَرَدَّهُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ، وَأَنَّ فَرَسًا لِابْنِ عُمَرَ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدُّوْهُ عَلَى عَبْدِاللّٰهِ. قَالَ أَبُوْعَبْدِاللّٰهِ: عَارَ، أُشْتُقَّ مِنَ الْعَيْرِ وَهُوَ حِمَارُ الْوَحْشِ أَيْ هَرَبَ. [راجع: ٣٠٦٧]

عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام بھاگ کر روم کے کافروں میں مل گیا تھا۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرگردگی میں (اسلامی لشکر نے) اس پر فتح پائی اور خالد رضی اللہ عنہ نے وہ غلام ان کو واپس کر دیا۔ اور یہ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ کر روم پہنچ گیا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب روم پر فتح ہوئی، تو انہوں نے یہ گھوڑا بھی عبداللہ کو واپس کر دیا تھا۔ ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا کہ عار مشتق ہے عیر سے اور (عیر) گورخر کو کہتے ہیں۔ یعنی جو سیدھا بھاگ جائے۔

٣٠٦٩۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ عَلَى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ، وَأَمِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ، بَعَثَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهُ. [راجع: ٣٠٦٧]

(٣٠٦٩) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جس دن اسلامی لشکر کی مڈبھیر (رومیوں سے) ہوئی تو وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے سالار فوج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے پھر گھوڑے کو دشمنوں نے پکڑ لیا، لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے گھوڑا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا کوئی مال کسی دشمن حربی کافر کے حوالہ پڑ جائے تو فتح اسلام کے بعد وہ مال اس کے اصلی مالک مسلمان ہی کو ملے گا وہ اموال غنیمت میں داخل نہ کیا جائے گا۔

بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

باب: فارسی یا اور کسی بھی عجمی زبان میں بولنا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ [الروم: ٢٢] وَقَالَ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾ [إبراهيم: ٤]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”(اللہ کی نشانیوں میں) تمہاری زبان اور رنگ کا اختلاف بھی ہے۔“ اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ) ”ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، لیکن یہ کہ وہ اپنی قوم کا ہم زبان ہوتا تھا۔“

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب کے لانے سے یہ مطلب ہے کہ ہر ایک زبان کا سیکھنا اور بولنا درست ہے کیونکہ سب زبانیں اللہ کی طرف سے ہیں، انگریزی، ہندی کا بھی یہی حکم ہے۔

اور دوسری آیت میں ہے: ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (۳۵/ فاطر: ۲۴) تو معلوم ہوا کہ ہر ایک زبان پیغمبر کی زبان ہے، کیونکہ اس قوم میں جو پیغمبر آیا ہوگا وہ ان ہی کی زبان بولتا ہوگا۔ ان آیتوں سے یہ ثابت ہوا کہ انگریزی، ہندی، مرہٹی، روسی، جرمنی زبانیں سیکھنا اور بولنا درست ہے۔ زبانوں کا تعصب انسانی بدبختی کی دلیل ہے، ہر زبان سے محبت کرنا عین منشائے الٰہی ہے۔

لفظ رطانہ راء کی زیر و زبر کے ساتھ غیر عربی میں بولنا۔ آیت: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا...... الخ﴾ (۱۴/ ابراہیم: ۴) میں مصنف کا اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اقوام عالم کے لئے ہے اس لئے بھی ضروری ہوا کہ آپ دنیا کی ساری زبانوں کی حمایت کریں۔ ان کو خود یا بذریعہ ترجمان سمجھیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

٣٠٧٠ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِاللَّهِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا، وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ، فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ لَكُمْ سُوْرًا، فَحَيَّ هَلاً بِكُمْ)). [طرفاه في: ٤١٠١، ٤١٠٢]

[مسلم: ٥٣١٥]

(٣٠٧٠) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، انہیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہیں سعید بن میناء نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ آپ نے بیان کیا، کہ میں نے (جنگ خندق میں نبی کریم ﷺ کو بھوکا پا کر چپکے سے) عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ایک صاع جو کا آٹا پکوایا ہے۔ اس لئے آپ دو چار آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لائیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے بآواز بلند فرمایا: ”اے خندق کھودنے والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کر لیا ہے۔ آؤ چلو، جلدی چلو۔“

تشریح: لفظ ((سؤرًا)) فارسی ہے جو آپ نے استعمال فرمایا، اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔ فسادات انسانی میں ایک بڑا فساد خطرناک فساد لسانی تعصب بھی ہے۔ حالانکہ جملہ زبانیں اللہ پاک ہی کی پیدا کردہ ہیں۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس تعصب کا مقابلہ کیا ہے۔ آج کے دور میں زبانوں پر بھی دنیا میں بڑے بڑے فساد برپا ہیں جو سب انسانی جہالت وضلالت وکج روی کے نتائج ہیں۔ جو لوگ کسی بھی زبان سے تعصب برتتے ہیں ان کی یہ انتہائی حماقت ہے۔

لفظ ((سؤرًا)) سے دعوت کا کھانا مراد ہے۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ضعف پر بھی اشارہ فرمایا ہے جس میں مذکور ہے کہ دوزخی لوگ فارسی زبان بولیں گے۔

٣٠٧١ـ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ مَعَ أَبِيْ وَعَلَيَّ قَمِيْصٌ أَصْفَرُ، قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((سَنَهْ سَنَهْ)). قَالَ عَبْدُاللَّهِ: وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ. قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ، فَزَبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((دَعْهَا)). ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ، ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ، ثُمَّ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ)). قَالَ عَبْدُاللَّهِ: فَبَقِيَتْ حَتَّى ذَكَرَتْ. [أطرافه في: ٣٨٧٤، ٥٨٢٣، ٥٨٤٥، ٥٩٩٣][مسلم: ٤٠٢٤]

(٣٠٧١) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں خالد بن سعید نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئی، میں اس وقت ایک زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس پر فرمایا: ”سنہ سنہ“ عبداللہ نے کہا کہ یہ لفظ حبشی زبان میں عمدہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں مہر نبوت کے ساتھ (جو آپ کی پشت پر تھی) کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اسے مت ڈانٹو“ پھر آپ نے ام خالد کو (درازی عمر کی) دعا دی کہ اس ”قمیص کو خوب پہن اور پرانی کر، پھر پہن اور پرانی کر، اور پھر پہن اور پرانی کر۔“ عبداللہ نے کہا کہ چنانچہ یہ قمیص اتنے دنوں تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا آ گیا۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آپ ﷺ نے سنہ سنہ فرمایا جو حبشی زبان ہے ام خالد اتنے دنوں زندہ رہی کہ وہ کپڑا پہنتے پہنتے کالا ہو گیا۔ یہ

رسول کریم ﷺ کی دعا کی برکت تھی۔

٣٠٧٢ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كَخْ كَخْ، أَمَا تَعْرِفُ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ)). قَالَ عِكْرِمَةُ: سَنَهْ: الْحَسَنَةُ بِالْحَبَشِيَّةِ. قَالَ أَبُو عَبْدِاللَّهِ: لَمْ تَعِشْ إِمْرَأَةٌ مِثْلَ مَا عَاشَتْ هَذِهِ يَعْنِي أُمَّ خَالِدٍ. [راجع: ١٤٨٥]

(۳۰۷۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجور میں سے (جو بیت المال میں آئی تھی) ایک کھجور اٹھا لی اور اپنے منہ کے قریب لے گئے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے انہیں فارسی زبان کا یہ لفظ کہہ کر روک دیا کہ ''کخ کخ، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے ہیں۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ سَنَّہ حبشی زبان میں حَسَنَۃٌ کو کہتے ہیں۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ کسی عورت نے ایسی زندگی نہیں گزاری جیسی ام خالد نے بسر کی۔

تشریح: کخ کخ فارسی زبان میں بچوں کو ڈانٹنے کے لئے کہتے ہیں جب وہ کوئی گندہ کام کریں۔ اس سے بھی عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کا استعمال جائز ثابت ہوا۔ خصوصاً فارسی زبان جو عرصہ دراز سے مسلمان کی محبوب ترین زبان رہی ہے۔ جس میں اسلامیات کا ایک بڑا خزانہ محفوظ ہے۔ میدان جنگ میں حسب ضرورت ہر زبان کا استعمال جائز ہے۔ فارسی کی وجہ تسمیہ حافظ صاحب بیان فرماتے ہیں:

"قیل انهم ینتسبون الی فارس بن کومرث واختلف فی کرمرث قیل انه من ذریة سام بن نوح وقیل من ذریة یافث بن نوح وقیل انه من ولد ادم لصلبه وقیل: انه آدم نفسه وقیل لهم الفرس لان جدهم الاعلی ولد له سبعة عشر ولدا کان کل منهم شجاعا فارسا فسموا الفرس۔" (فتح جلد٦ صفحه ٢٢٦)

یعنی اس ملک کے باشندے فارس بن کومرث کی طرف منسوب ہیں جو سام بن نوح یا یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، بعض نے ان کو آدم کا بیٹا اور بعض نے خود آدم بھی کہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ کے سترہ لڑکے پیدا ہوئے جو سب بہادر شہسوار تھے اس لئے ان کی اولاد کو فارس کہا گیا۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْغُلُولِ

باب: مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ چرا لینا

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ [آل عمران: ١٦١]

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۂ آل عمران میں) فرمایا ''اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت میں اسے لے کر آئے گا۔''

٣٠٧٣ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ قَالَ: ((لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ عَلَى

(۳۰۷۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابوحیان نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور غلول (خیانت) کا ذکر فرمایا، اس جرم کی ہولناکی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں تم سے کسی کو بھی قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی

رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَغِثْنِي. فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ. وَعَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ، يَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَغِثْنِي. فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ. وَعَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ، فَيَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَغِثْنِي. فَأَقُوْلُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ. وَعَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ، فَيَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَغِثْنِي. فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ)). وَقَالَ أَيُّوْبُ السُّخْتِيَانِيُّ عَنْ أَبِي حَيَّانَ: فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ. [راجع: ١٤٠٢] [مسلم: ٤٧٣٤، ٤٧٣٧]

گردن پر بکری لدی ہوئی ہو اور وہ چلا رہی ہو یا اس کی گردن پر گھوڑ الدا ہوا ہو اور وہ چلا رہا ہو اور وہ شخص مجھ سے کہے کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے۔ لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں تو (خدا کا پیغام) تم تک پہنچا چکا تھا۔ اور اس کی گردن پر اونٹ لدا ہوا ہو اور چلا رہا ہو اور وہ شخص کہے کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے۔ لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں تو رب کا پیغام تمہیں پہنچا چکا تھا، یا (وہ اس حال میں آئے کہ) وہ اپنی گردن پر سونا، چاندی، اسباب لادے ہوئے ہو اور مجھ سے کہے، یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے، لیکن میں اس سے یہ کہہ دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا چکا تھا۔ یا اس کی گردن پر کپڑے کے ٹکڑے ہوں جو اسے حرکت دے رہے ہوں اور وہ کہے کہ یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے اور میں کہہ دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں تو (خدا کا پیغام) پہلے ہی پہنچا چکا تھا۔'' اور ایوب سختیانی نے بھی ابوحیان سے روایت کیا ہے گھوڑا لادے دیکھوں جو ہنہنا رہا ہو۔

تشریح: فتح اسلام کے بعد میدان جنگ میں جو بھی اموال ملیں وہ سب مال غنیمت کہلاتا ہے۔ اسے باضابطہ امیر اسلام کے ہاں جمع کرنا ہوگا۔ بعد میں شرعی تقسیم کے تحت وہ مال دیا جائے گا۔ اس میں خیانت کرنے والا عنداللہ بہت بڑا مجرم ہے جیسا کہ حدیث ہذا میں بیان ہوا ہے، بکری، گھوڑا، اونٹ یہ سب چیزیں تمثیل کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ روایت میں اموال غنیمت میں سے ایک چادر کے چرانے والے کو بھی دوزخی کہا گیا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث آگے مذکور ہے: "قال المهلب هذا الحديث وعيدلمن انفذه الله عليه من اهل المعاصى ويحتمل ان يكون الحمل المذكور لا بد منه عقوبة له بذالك ليفتضح على رؤوس الاشهاد واما بعد ذلك فالى الله الامر فى تعذيبه اوالعفو عنه وقال غيره هذا الحديث يفسر قوله عزوجل ﴿يات بما غل يوم القيمة﴾ اى يات به حاملا له على رقبته۔" (فتح) یعنی اس حدیث میں وعید ہے اہل معاصی کے لئے۔ احتمال ہے کہ یہ اٹھانا بطور عذاب اس کے لئے ضروری ہو، تاکہ وہ سب کے سامنے ذلیل ہو، بعد میں اللہ کو اختیار ہے چاہے اسے عذاب کرے، چاہے معاف کرے۔ یہ حدیث آیت کریمہ: ﴿يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (۳/آل عمران: ۱۶۱) کی تفسیر بھی ہے کہ وہ عاصی اس خیانت کو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر لائے گا۔

بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ، وَهَذَا أَصَحُّ.

باب: مال غنیمت میں سے ذرا سی چوری کر لینا

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے باب کی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے چرانے والے کا اسباب جلا دیا تھا اور یہ زیادہ صحیح ہے اس روایت سے جس میں جلانے کا ذکر ہے۔

٣٠٧٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: كِرْكِرَةُ فَمَاتَ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((هُوَ فِي النَّارِ)). فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ: قَالَ ابْنُ سَلَامٍ: كَرْكَرَةُ، [يَعْنِي بِفَتْحِ الْكَافِ][ابن ماجه: ٢٨٤٩]

(۳۰۷۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے، ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامان واسباب پر ایک صاحب مقرر تھے، جن کا نام کرکرہ تھا۔ ان کا انتقال ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ تو جہنم میں گیا۔'' پھر صحابہ انہیں دیکھنے گئے تو ایک عبا جسے خیانت کر کے انہوں نے چھپالیا تھا ان کے یہاں ملی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا کہ محمد بن سلام نے (ابن عیینہ سے نقل کیا اور) کہا یہ لفظ کرکرہ بفتح کاف ہے۔

تشریح: معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں سے ذرا سی چیز کی چوری بھی حرام ہے جس کی سزا یقیناً دوزخ ہوگی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ مؤمن گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں نہیں جائے گا۔ قرآن پاک نے صاف اعلان کیا ہے: ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (۳/آل عمران:۱۶۱) خیانت کرنے والا خیانت کی چیز کو اپنے سر پر اٹھائے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ یہ وہ جرم ہے کہ اگر کسی مجاہد سے بھی سرزد ہو تو اس کا عمل جہاد باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہوا۔ "وفي الحديث تحريم قليل الغلول وكثيره وقوله هو في النار اي يعذب على معصية او المراد هو في النار ان لم يعف الله عنه۔" (فتح)

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

باب: مال غنیمت کے اونٹ بکریوں کو تقسیم سے پہلے ذبح کرنا مکروہ ہے

٣٠٧٥ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ، رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ وَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا، فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرَيَاتِ النَّاسِ، فَعَجِلُوْا فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ، فَأَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ، وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ، فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ: ((هَذِهِ

(۳۰۷۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ وضاح یشکری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسروق نے، ان سے عبایہ بن رفاعہ نے اور ان سے ان کے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مقام ذوالحلیفہ میں ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ لوگ بھوکے تھے۔ ادھر غنیمت میں ہمیں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ نبی ﷺ لشکر کے پیچھے کے حصے میں تھے۔ لوگوں نے (بھوک کے مارے) جلدی سے ہانڈیاں چڑھا دیں۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان ہانڈیوں کو اوندھا دیا گیا پھر آپ نے غنیمت کی تقسیم شروع کی دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ اتفاق سے مال غنیمت کا ایک اونٹ بھاگ نکلا۔ لشکر میں گھوڑوں کی کمی تھی۔ لوگ اسے پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن اونٹ نے سب کو تھکا دیا آخر ایک صحابی (خود رافع رضی اللہ عنہ) نے اسے تیر مارا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

الْبَهَائِمِ لَهَا أَوَابِدُ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهِ هٰكَذَا)). فَقَالَ جَدِّي: إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ فَقَالَ: ((مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ)).

[راجع: ٢٤٨٨]

اونٹ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ان (پالتو) جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بعض دفعہ وحشت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر ان میں سے کوئی قابو میں نہ آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔“ عبایہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (رافع رضی اللہ عنہ) نے خدمت نبوی میں عرض کیا، کہا کہ ہمیں امید ہے یا (یہ کہا کہ) خوف ہے کہ کل کہیں ہماری دشمن سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ ادھر ہمارے پاس چھری نہیں ہے۔ تو کیا ہم بانس کی کھپچیوں سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چیز خون بہادے اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو، تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔ البتہ وہ چیز جس سے ذبح (کیا گیا ہو) دانت اور ناخن نہ ہونا چاہئے۔ تمہارے سامنے میں اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہوں دانت تو اس لئے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن اس لئے نہیں کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں۔“

تشریح: رافع رضی اللہ عنہ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تلوار سے ہم جانوروں کو اس لئے نہیں کاٹ سکتے کہ کل پرسوں جنگ کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو تلواریں کند ہو جائیں۔ تو کیا ہم بانس کی کھپچیوں سے کاٹ لیں کہ ان میں بھی دھار ہوتی ہے۔ ہڈی جنوں کی خوراک ہوتی ہے ذبح کرنے سے نجس ہو جائے گی۔ ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں حبشی اس وقت کافر تھے تو آپ نے ان کی مشابہت سے منع فرمایا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں: ”وموضع الترجمة منه امره ﷺ باكفاء القدور فانه مشعر بكراهة ماصنعوا من الذبح بغير اذن۔“ (فتح) یعنی باب کا مطلب اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہانڈیوں کو الٹا کرا دیا۔ اس لئے کہ بغیر اجازت ان کا ذبیحہ مکروہ تھا۔ شوربا بہا دیا گیا۔ ”واما اللحم فلم يتلف بل يحمل على انه جمع ورد الى المغانم۔“ یعنی گوشت کو تلف کرنے کی بجائے جمع کر کے مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْبِشَارَةِ فِي الْفُتُوْحِ

باب: فتح کی خوش خبری دینا

٣٠٧٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ، قَالَ: قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ)) وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ، فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوْا أَصْحَابَ خَيْلٍ، فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنِّيْ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ،

(۳۰۷۶) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابو خالد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”ذی الخلصہ (یمن کے کعبے) کو تباہ کر کے مجھے کیوں خوش نہیں کرتے۔“ یہ ذی الخلصہ (یمن کے قبیلہ) خثعم کا بت کدہ تھا (کعبے کے مقابل بنایا تھا) جسے کعبۃ الیمانیہ کہتے تھے۔ چنانچہ میں (اپنے قبیلہ) احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر تیار ہو گیا۔ یہ سب اچھے شہسوار تھے۔ پھر میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض

فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ: ((أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا)) . فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، فَأَرْسَلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُبَشِّرُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ، فَبَارَكَ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. وَقَالَ: مُسَدَّدٌ: بَيْتٌ فِيْ خَثْعَمَ. [راجع: ٣٠٢٠]

کیا کہ میں گھوڑے پر اچھی طرح سے جم نہیں پاتا تو آپ نے میرے سینے پر (دست مبارک) مارا اور میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے پر دیکھا۔ آپ ﷺ نے پھر یہ دعا دی: ”اے اللہ! اسے گھوڑے پر جما دے اور اسے صحیح راستہ دکھانے والا بنا دے اور خود اسے بھی راہ پایا ہوا کر دے۔“ پھر جریر رضی اللہ عنہ مہم پر روانہ ہوئے اور ذی الخلصہ کو توڑ کر جلا دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خوش خبری بھجوائی۔ جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد (حصین بن ربیعہ) نے (خدمت نبوی میں) حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ میں اس وقت تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا جب تک وہ بت کدہ جل کر ایسا (سیاہ) نہیں ہو گیا جیسا خارش والا بیمار اونٹ سیاہ ہوا کرتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے قبیلہ احمس کے سواروں اور ان کے پیدل جوانوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔ مسدد نے اس حدیث میں یوں کہا ذی الخلصہ خثعم قبیلے میں ایک گھر تھا۔

تشریح: خارش زدہ اونٹ بال وغیرہ جھڑ کر کالا اور دبلا پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح ذو الخلصہ جل بھن کر چھت وغیرہ گر کر کالا پڑ گیا تھا۔ باب کا مطلب اس طرح نکلا کہ جریر رضی اللہ عنہ نے کام پورا کر کے آپ ﷺ کو خوش خبری بھیجی۔ فساد اور بدامنی کے مراکز کو ختم کرنا، قیام امن کے لئے ضروری ہے۔ خواہ وہ مراکز مذہب ہی کے نام پر بنائے جائیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ایک مسجد کو بھی گرا دیا جو مسجد ضرار کے نام سے مشہور ہوئی۔

بَابٌ: مَا يُعْطَى الْبَشِيْرُ

باب: (فتح اسلام کی) خوش خبری دینے والے کو انعام دینا

وَأَعْطَى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ.

اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب انہیں توبہ کے قبول ہونے کی خوشخبری سنائی گئی تو خوش خبری سنانے والے کو دو کپڑے انعام دیئے تھے۔

تشریح: یہ خوشخبری سلمہ بن اکوع یا حمزہ بن عمرو اسلمی نے دی تھی۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں وصل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی بھی امر کی خوش خبری سنانے والے کو انعام دیا جانا مستحب ہے۔ پھر جنگ میں فتح کی بشارت میں تو بڑی اہم چیز ہے۔ اس کی بشارت دینے والا یقیناً انعام کا حقدار ہے۔

بَابٌ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

باب: فتح مکہ کے بعد وہاں سے ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں رہی

٣٠٧٧ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا

(٣٠٧٧) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے

شَيْبَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا)). [راجع: ١٣٤٩]

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ”اب ہجرت (مکہ سے مدینہ کے لئے) باقی نہیں رہی، البتہ حسن نیت اور جہاد باقی ہے۔ اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو فوراً نکل جاؤ۔“

تشریح: خاص مکہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت مراد ہے۔ پہلے جب مکہ دارالاسلام نہیں تھا اور مسلمانوں کو وہاں آزادی نہیں تھی، تو وہاں سے ہجرت ضروری ہوئی۔ لیکن اب مکہ اسلامی حکومت کے تحت آ چکا۔ اس لئے یہاں سے ہجرت کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ سرے سے ہجرت کا حکم ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ جب تک دنیا قائم ہے اور جب تک کفر و اسلام کی کشمکش باقی ہے، اس وقت تک ہر اس خطہ سے جہاں مسلمانوں کو احکام اسلام پر عمل کرنے کی آزادی حاصل نہ ہو، دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے۔

ہجرت کے لغوی معنی چھوڑنا، اصطلاح میں اسلام کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر دارالاسلام میں جا رہنا، اگر یہ ہجرت رضائے الٰہی کے لئے مقررہ اصولوں کے تحت کی جائے تو اسلام میں اس کا بڑا درجہ ہے۔ اور اگر دنیا طلبی یا اور کوئی غرض فاسد ہو تو اس ہجرت کا عنداللہ کوئی ثواب نہیں ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ شروع ہی میں حدیث ”انما الاعمال بالنيات۔“ نقل فرما چکے ہیں۔ اس دور پر فتن میں بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ کسی ملک میں مہاجر کے نام سے مشہور ہوں ان کو خود فیصلہ کرنا ہے وہ مہاجر کس قسم کے ہیں: ﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۝ وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ﴾ (٧٥/ القيامة: ١٥،١٤) کا یہی مطلب ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ خود گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں۔

٣٠٧٨، ٣٠٧٩۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَنْبَأَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: هَذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ. فَقَالَ: ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَلَكِنْ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ)). [راجع: ٢٩٦٢، ٢٩٦٣]

(٣٠٧٨،٧٩) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو یزید بن زریع نے خبر دی، انہیں خالد نے، انہیں ابوعثمان نہدی اور ان سے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجاشع اپنے بھائی مجالد بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ مجالد ہیں۔ آپ سے ہجرت پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد اب ہجرت باقی نہیں رہی۔ ہاں میں اسلام پر ان سے بیعت لے لوں گا۔“

تشریح: اس حدیث میں ابتدائے اسلام کی ہجرت از مکہ برائے مدینہ مراد ہے۔ جب مکہ شریف فتح ہو گیا، تو وہاں سے تو ہجرت کا سوال ہی ختم ہو گیا۔ روایت کا یہی مطلب ہے۔

٣٠٨٠۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً، يَقُولُ: ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ فَقَالَتْ لَنَا:

(٣٠٨٠) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ عمرو اور ابن جریج بیان کرتے تھے کہ ہم نے عطاء سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ثبیر پہاڑ کے قریب قیام فرما تھیں۔ آپ نے

انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ مَكَّةَ. [طرفاه في: ٣٩٠٠، ٤٣١٢]

ہم سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مکہ پر فتح دی تھی، اس وقت سے ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ (ثبیر مشہور پہاڑ ہے)۔

بَابٌ: إِذَا اضْطُرَّ الرَّجُلُ إِلَى النَّظَرِ فِي شُعُوْرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ إِذَا عَصَيْنَ اللَّهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

باب: ذمی یا مسلمان عورتوں کے ضرورت کے وقت بال دیکھنا درست ہے اس طرح ان کا ننگا کرنا بھی جب وہ اللہ کی نافرمانی کریں

٣٠٨١ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرَّحْمَنِ، وَكَانَ عُثْمَانِيًّا فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ وَكَانَ عَلَوِيًّا: إِنِّي لَأَعْلَمُ مَا الَّذِي جَرَّأَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَالزُّبَيْرَ، فَقَالَ: ((ائْتُوْا رَوْضَةَ كَذَا وَكَذَا وَتَجِدُوْنَ بِهَا امْرَأَةً أَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا)). فَأَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ. قَالَتْ: لَمْ يُعْطِنِي. فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ أَوْ لَأُجَرِّدَنَّكِ. فَأَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا، فَأَرْسَلَ إِلَى حَاطِبٍ فَقَالَ: لَا تَعْجَلْ، وَاللَّهِ! مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُ لِلْإِسْلَامِ إِلَّا حُبًّا، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ بِهِ عَنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ، وَلَمْ يَكُنْ لِي أَحَدٌ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا. فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، فَإِنَّهُ قَدْ نَافَقَ فَقَالَ: ((مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ)). فَهَذَا الَّذِي جَرَّأَهُ.

(٣٠٨١) مجھ سے محمد بن عبداللہ بن حوشب الطائفی نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں حصین نے خبر دی، انہیں سعد بن عبیدہ نے اور انہیں ابوعبدالرحمٰن نے اور وہ عثمانی تھے، انہوں نے ابن عطیہ سے کہا، جو علوی تھے، کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب (حضرت علی ؓ) کو کس چیز سے خون بہانے پر جرأت ہوئی، میں نے خود ان سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے اور زبیر بن عوام ؓ کو نبی کریم ﷺ نے بھیجا۔ اور ہدایت فرمائی کہ ”روضہ خاخ پر جب تم پہنچو، تو تمہیں ایک عورت (سارہ نامی) ملے گی۔ جسے حاطب بن ابی بلتعہ ؓ نے ایک خط دے کر بھیجا ہے“ (تم وہ خط اس سے لے کر آؤ) چنانچہ جب ہم اس باغ تک پہنچے ہم نے اس عورت سے کہا خط لا۔ اس نے کہا کہ حاطب ؓ نے مجھے کوئی خط نہیں دیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط خود بخود نکال کر دے دے ورنہ (تلاشی کے لئے) تمہارے کپڑے اتار لیے جائیں گے۔ تب کہیں اس نے خط اپنے نیفے میں سے نکال کر دیا۔ (جب ہم نے وہ خط رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو) آپ نے حاطب ؓ کو بلا بھیجا۔ انہوں نے (حاضر ہو کر) عرض کیا: حضور! میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں! اللہ کی قسم میں نے نہ کفر کیا ہے اور نہ میں اسلام سے ہٹا ہوں، صرف اپنے خاندان کی محبت نے اس پر مجبور کیا تھا۔ آپ ﷺ کے اصحاب (مہاجرین) میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے رشتہ دار وغیرہ مکہ میں نہ ہوں۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں اور ان کی جائیداد کی حمایت نہ کراتا ہو۔ لیکن میرا وہاں کوئی بھی آدمی نہیں، اس لئے

[راجع: ۳۰۰۷]

میں نے چاہا کہ ان مکہ والوں پر ایک احسان کردوں، نبی کریم ﷺ نے بھی ان کی بات کی تصدیق فرمائی۔ حضرت عمر ؓ فرمانے لگے کہ مجھے اس کا سر اتارنے دیجئے، یہ تو منافق ہوگیا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کیا معلوم! اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حالات سے خوب واقف تھا اور وہ خود اہل بدر کے بارے میں فرما چکا ہے کہ جو چاہو کرو۔'' ابوعبدالرحمٰن نے کہا، حضرت علی ؓ کو اسی ارشاد نے (کہ تم جو چاہو کرو، خون ریزی پر) دلیر بنا دیا ہے۔

تشریح: ابوعبدالرحمٰن کا کلام مبالغہ ہے۔ حضرت علی ؓ کی خداترسی اور پرہیزگاری سے بعید ہے کہ وہ خون ناحق کریں۔ امام بخاری ؒ نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضرورت کے وقت عورت کی تلاشی لینا، اس کا برہنہ کرنا درست ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی میں سے نکال کردیا۔ اس پر حافظ فرماتے ہیں: "والجمع بينه وبين رواية اخرجته من حجزتها اى مقعد الازار لان عقيصتها طويلة بحيث تصل الى حجزتها فربطته فى عقيصتها وغرزته بحجزتها۔" (فتح) یعنی ہر دو روایتوں میں مطابقت یہ ہے کہ اس عورت کے سر کی چوٹی اتنی لمبی تھی کہ وہ ازار بند باندھنے کی جگہ تک لٹکی ہوئی تھی، اس عورت نے اس کو چٹیا کے اندر گوندھ کر نیچے مقعد کے پاس ازار میں ٹانک لیا تھا۔ چنانچہ اس جگہ سے نکال کر دیا۔ راویوں نے جیسا دیکھا بیان کر دیا۔

سلف امت میں جو لوگ حضرت عثمان ؓ کو حضرت علی ؓ پر فضیلت دیتے انہیں عثمانی کہتے اور جو حضرت علی ؓ کو حضرت عثمان ؓ پر فضیلت دیتے انہیں علوی کہتے تھے۔ یہ اصطلاح ایک زمانہ تک رہی، پھر ختم ہوگئی۔ اہل سنت میں یہ عقیدہ قرار پایا کہ کسی صحابی کو کسی پر فوقیت نہیں دینا چاہیے وہ عنداللہ سب مقبول ہیں ان میں فاضل کون ہے اور مفضول کون یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے یوں خلفائے اربعہ کو حسب ترتیب خلافت اور صحابہ پر فوقیت حاصل ہے، پھر عشرہ مبشرہ کو ؓ۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ

باب: غازیوں کے استقبال کو جانا (جب وہ جہاد سے لوٹ کر آئیں)

۳۰۸۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ: أَتَذْكُرُ إِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَأَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ: نَعَمْ، فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ. [مسلم: ٦٢٦٦، ٦٢٦٧]

(۳۰۸۲) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع اور حمید بن الاسود نے بیان کیا، ان سے حبیب بن شہید نے اور ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عبداللہ بن زبیر ؓ نے عبداللہ بن جعفر ؓ سے کہا، تمہیں وہ قصہ یاد ہے جب میں اور تم اور عبداللہ بن عباس ؓ تینوں آگے جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملے تھے (آپ ﷺ جہاد سے واپس آرہے تھے) عبداللہ بن جعفر نے کہا، ہاں یاد ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور ابن عباس ؓ کو اپنے ساتھ سوار کرلیا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں: "ظاهره ان القائل ((فحملنا)) هو عبد الله بن جعفرِ وان المتروك هو ابن الزبير...... الخ۔" یعنی

ظاہر ہے کہ سوار ہونے والے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں اور متروک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مگر مسلم میں اس کے برعکس مذکور ہے۔ ”وقد نبه عياض على ان الذى وقع فى البخارى هو الصواب۔“ یعنی قاضی عیاض نے تنبیہ کی ہے کہ بخاری کا بیان زیادہ صحیح ہے۔ اس سے غازیوں کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا ثابت ہوا۔

نیز اس سے یتیموں کا زیادہ خیال رکھنا بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ کے والد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انتقال کر چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے یتیم بچے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دل خوش کرنے کے لئے سواری پر ان کو مقدم کیا، اگر کسی صحابی پر نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی امر میں نظر عنایت فرمائی تو اس پر اس صحابی کے فخر کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا، کسی بزرگ کی طرف سے کسی پر نظر عنایت ہو تو وہ آج بھی بطور فخر اسے بیان کر سکتے ہیں۔

٣٠٨٣۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ: ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ. [طرفاه في: ٤٤٢٦، ٤٤٢٧] [مسلم: ٢٧٧٩، ١٧١٨]

(۳۰۸۳) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا، (جب رسول کریم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو) ہم سب بچے ثنیۃ الوداع تک آپ کا استقبال کرنے گئے تھے۔

تشریح: مجاہدین کا واپسی پر پُرخلوص استقبال کرنا سنت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اسی مقصد کو بیان فرما رہے ہیں۔ مدینہ کے قریب ایک گھاٹی تک لوگ اپنے مہمانوں کو رخصت کرنے جایا کرتے تھے۔ اسی کا نام ثنیۃ الوداع قرار دیا۔ غزوہ تبوک کی تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ

باب: جہاد سے واپس ہوتے ہوئے کیا کہے

٣٠٨٤۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ: ((آيِبُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَائِبُونَ عَابِدُونَ حَامِدُونَ لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ)). [راجع: ١٧٩٧]

(۳۰۸۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ جب رسول اللہ ﷺ (جہاد سے) واپس ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے، اور دعا پڑھتے ”ان شاء اللہ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم توبہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں، اس کی تعریف کرنے والے اور اس کے لئے سجدہ کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور کافروں کے لیے لشکر کو اسی اکیلے نے شکست دے دی۔“

تشریح: ”ائبون کا مطلب ای نحن راجعون الی اللہ۔“ یعنی ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

٣٠٨٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهُ مِنْ

(۳۰۸۵) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (غزوہ بنولحیان میں جو ۶ ھ میں ہوا) عسفان سے

عُسْفَانَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيْعًا، فَاقْتَحَمَ أَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاكَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ)). فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَتَاهَا، فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا، وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ: ((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)). فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ. [راجع: ٣٧١]

واپس ہوتے ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ نے سواری پر پیچھے (ام المؤمنین) حضرت صفیہ بنت حیی ؓ کو بٹھالیا تھا۔ اتفاق سے آپ کی اونٹنی پھسل گئی اور آپ دونوں گر گئے۔ یہ حال دیکھ کر ابوطلحہ ؓ بھی فوراً اپنی سواری سے کود پڑے اور کہا، یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، کچھ چوٹ تو نہیں لگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "پہلے عورت کی خبر لو۔" ابوطلحہ ؓ نے ایک کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر حضرت صفیہ ؓ کے قریب آئے اور وہی کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد دونوں حضرات کی سواری درست کی، جب آپ سوار ہوگئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے چاروں طرف جمع ہوگئے۔ پھر جب مدینہ دکھائی دینے لگا تو آنحضرت ﷺ نے یہ دعا پڑھی: "ہم اللہ کی طرف واپس ہونے والے ہیں، توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی حمد پڑھنے والے ہیں۔" آپ ﷺ یہ دعا برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

تشریح: روایت میں راوی سے سہو ہوگیا ہے۔ صحیح یوں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ خیبر سے لوٹے اس وقت حضرت صفیہ ؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ وہ خاتون آپ کو جنگ خیبر ہی میں ملی تھیں۔ جو ۷ ھ میں ہوئی۔ جنگ بنولحیان ٦ ھ میں ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت صفیہ ؓ موجود نہ تھیں۔ حضرت ابوطلحہ ؓ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر اس لئے آئے کہ حضرت صفیہ ؓ پر نظر نہ پڑے۔ واپسی پر نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر الفاظ طیبہ ((آئبون تائبون)) جاری تھے۔ باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ اب بھی سنت یہی ہے کہ سفر حج ہو یا اور کوئی سفر خیریت سے واپسی پر اس دعا کو پڑھا جائے۔ عورت کو اپنے مرد کے پیچھے اونٹنی پر سواری کرنا بھی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ "وفی الخیر الجاری انما قالت من عسفان لان غزوۃ خیبر کانت عقبها کانه لم یعتد بالاقامة المتخللة بینهما لتقار بهما یعنی عسفان۔" کالفظ لانے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ غزوہ خیبر اس کے بعد ہی ہوا، اتنے قریب کہ راوی نے درمیانی عرصہ کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ہر دو کو ایک ہی سطح پر رکھ لیا جیسا کہ حدیث سلمہ بن اکوع ؓ میں تحریم متعہ کے بارے میں غزوۂ اوطاس کا ذکر آیا ہے۔ حالانکہ وہ مکہ ہی میں حرام ہوچکا تھا۔ مگر اوطاس اور مکہ میں تقارب کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب کردیا۔

٣٠٨٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَفِيَّةُ مُرْدِفَهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ، فَلَمَّا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ، فَصُرِعَ النَّبِيُّ ﷺ

(٣٠٨٦) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ وہ اور ابوطلحہ ؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ام المؤمنین حضرت صفیہ ؓ کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری پر پیچھے بٹھا رکھا تھا۔ راستے میں اتفاق سے آپ کی اونٹنی پھسل گئی اور آنحضرت ﷺ گر گئے اور ام المؤمنین بھی گر گئیں۔ ابوطلحہ ؓ نے

وَالْمَرْأَةَ، وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: أَحْسِبُ قَالَ: اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ قَالَ: ((لَا، وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ)). فَأَلْقَى أَبُوْ طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا، فَسَارُوْا حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ أَوْ قَالَ: أَشْرَفُوْا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)). فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

[راجع: ۳۷۱]

یوں کہا کہ میں سمجھتا ہوں، انہوں نے بھی اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دیا اور آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے کوئی چوٹ تو حضور کو نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں لیکن تم عورت کی خبر لو۔'' چنانچہ انہوں نے ایک کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر ام المؤمنین کی طرف بڑھے اور وہی کپڑا ان پر ڈال دیا۔ اب ام المؤمنین کھڑی ہوگئیں۔ پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ دونوں کے لئے اونٹنی کو مضبوط کیا۔ تو آپ سوار ہوئے اور سفر شروع کیا۔ جب مدینہ منورہ کے سامنے پہنچ گئے یا راوی نے یہ کہا کہ جب مدینہ دکھائی دینے لگا تو نبی کریم ﷺ نے یہ دعا پڑھی: ''ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی تعریف کرنے والے ہیں!'' آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

تشریح: یہ بھی جنگ خیبر ہی سے متعلق ہے۔ ہر دو احادیث میں الفاظ مختلفہ کے ساتھ ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہر دو میں متفق ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت صفیہ تھیں، غزوۂ بنولحیان سے اس واقعہ کا جوڑ نہیں ہے، جو ۶ ھ میں ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اسلام اور حرم میں داخلہ ۷ ھ سے متعلق ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

باب: سفر سے واپسی پر نفل نماز (بطور نماز شکر ادا کرنا)

۳۰۸۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ لِي: ((ادْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ)).

[راجع: ۴۴۳]

(۳۰۸۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ''پہلے مسجد میں جا اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھ۔''

۳۰۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَمِّهِ، عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ،

(۳۰۸۸) ہم سے ابوعاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب نے، ان سے ان کے والد (عبداللہ) اور چچا عبیداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب دن چڑھے سفر سے واپس ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ. [راجع: ٢٧٥٧]

[مسلم: ١٦٥٩؛ ابو داود: ٢٧٧٣؛ نسائي: ٧٣٠]

تشریح: سفر جہاد پر سفر حج وغیرہ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ایسے طویل سفر سے خیریت کے ساتھ واپسی پر بطور شکرانہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنا امر مسنون ہے، اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔ آمین

بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ.

٣٠٨٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا أَوْ بَقَرَةً. زَادَ مُعَاذٌ: عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ اشْتَرَى مِنِّي النَّبِيُّ ﷺ بَعِيْرًا بِوَقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ أَوْ دِرْهَمَيْنِ، فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَأَكَلُوْا مِنْهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ أَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَوَزَنَ لِيْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ. [راجع: ٤٤٣]

[ابو داود: ٣٧٤٧]

باب: مسافر جب سفر سے لوٹ کر آئے تو لوگوں کو کھانا کھلائے (دعوت کرے)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (جب سفر سے واپس آتے تو) ملاقاتیوں کے آنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے۔

(٣٠٨٩) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں محارب بن دثار نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے (غزوۂ تبوک یا ذات الرقاع سے) تو اونٹ یا گائے ذبح کی (راوی کو شبہ ہے) معاذ عنبری نے (اپنی روایت میں) کچھ زیادتی کے ساتھ کہا۔ ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اونٹ خریدا تھا۔ دو اوقیہ اور ایک درہم یا (راوی کو شبہ ہے کہ دو اقیہ) دو درہم میں۔ جب آپ مقام صرار پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا اور گائے ذبح کی گئی اور لوگوں نے اس کا گوشت کھایا۔ پھر جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو مجھے حکم دیا کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھوں، اس کے بعد مجھے میرے اونٹ کی قیمت وزن کر کے عنایت فرمائی۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے نہ فرض نہ نفل، جب گھر پر ہوتے تو بکثرت روزے رکھا کرتے، اگرچہ ان کی عادت حالت اقامت میں بکثرت روزہ رکھنے کی تھی، لیکن جب آپ سفر سے واپس آتے تو وہ ایک دن اس خیال سے روزہ نہیں رکھتے تھے کہ ملاقات کے لئے لوگ آئیں گے اور ان کی ضیافت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ میزبان مہمان کے ساتھ کھائے، اس لئے آپ ایسے موقع پر نفل روزہ چھوڑ دیتے تھے۔

آپ تہجد ہمیشہ پڑھا کرتے، سنت نبوی سے بال برابر بھی تجاوز نہ کرتے، بدعت سے اس قدر نفرت کرتے کہ ایک دفعہ ایک مسجد میں گئے، وہاں کسی نے الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارا، تو آپ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے، کہ اس بدعتی کی مسجد سے نکل چلو۔

معاذ کی سند بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ محارب کا سماع جابر سے ثابت ہو جائے۔ معاذ کی اس روایت کو امام مسلم نے وصل کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ بیان فرما کر اس سے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے فقیہ، حدیث کے ماہر مجتہد مطلق امام کو بعض کور باطن متعصب مجتہد نہیں مانتے، جو خود ان کی کور باطنی کا ثبوت ہے۔

٣٠٩٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَلِّ رَكْعَتَيْنِ)). صِرَارٌ: مَوْضِعٌ نَاحِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ. [راجع: ٤٤٣]

(٣٠٩٠) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے، اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں سفر سے واپس مدینہ پہنچا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ”مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھوں۔“ صرار (مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر مشرق میں) ایک جگہ کا نام ہے۔

تشریح: اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ بعض نے کہا یہ پہلی حدیث ہی کا ایک ٹکڑا ہے، اس کی مناسبت سے اس کو ذکر کر دیا۔ معلوم ہوا کہ سفر سے واپسی پر مسجد میں جا کر شکرانہ کے دو نفل پڑھنا مسنون ہے جیسے کہ خیریت کے ساتھ واپسی پر احباب واقران کی دعوت کرنا جیسا کہ مذکور ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ]

خمس کے فرض ہونے کا بیان

بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ

باب: خمس کے فرض ہونے کا بیان

تشریح: لفظ خمس اس پانچویں حصہ پر بولا جاتا ہے، جو اموال غنیمت سے نکال کر خالص مصارف میں صرف ہوتا ہے۔ باقی ماندہ مال مجاہدین میں تقسیم ہوجاتا ہے۔

٣٠٩١ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ، أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْطَانِيْ شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ، أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ، وَأَسْتَعِيْنُ بِهِ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَتَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَرَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا شَارِفَايَ قَدْ أُجِبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَأَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ

(٣٠٩١) ہم سے عبدان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے علی بن حسین نے بیان کیا اور انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے حصے میں ایک جوان اونٹنی آئی تھی اور نبی کریم ﷺ نے بھی ایک جوان اونٹنی خمس کے مال میں سے دی تھی، جب میرا ارادہ ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کروں، تو بنی قینقاع (قبیلۂ یہود) کے ایک صاحب سے جو سنار تھے، میں نے یہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں اذخر گھاس (جنگل سے) لائیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ وہ گھاس سناروں کو بیچ دوں گا اور اس کی قیمت سے اپنے نکاح کا ولیمہ کروں گا۔ ابھی میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان، پالان اور تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا۔ اور میری یہ دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے حجرے کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جب سارا سامان فراہم کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں اونٹنیوں کے کوہان کسی نے کاٹ دیئے ہیں۔ اور ان کے کولے چیر کر اندر سے ان کی کلیجی نکال لی گئی ہیں۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو بے اختیار رو دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اور وہ اسی گھر میں کچھ انصار کے ساتھ شراب پی رہے

مِنْهُمَا، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعِنْدَهُ زَيْدُ ابْنُ حَارِثَةَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ وَجْهِي الَّذِيْ لَقِيْتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَالَكَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ، عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ، فَأَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِيْ بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ. فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ، فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوْا لَهُمْ فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيْدٌ لِأَبِيْ؟ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَدْ ثَمِلَ، فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى وَخَرَجْنَا مَعَهُ. [راجع: ٢٠٨٩]

ہیں۔ میں وہاں سے واپس آ گیا اور سیدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ میں کسی بڑے صدمے میں ہوں۔ اس لئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''علی! کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا صدمہ کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے میری دونوں اونٹنیوں پر ظلم کر دیا۔ دونوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کے کولے چیر ڈالے۔ ابھی وہ اسی گھر میں کئی یاروں کے ساتھ شراب کی مجلس جمائے ہوئے موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر اپنی چادر مانگی اور اسے اوڑھ کر پیدل چلنے لگے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ آخر جب وہ گھر آ گیا جس میں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور اندر موجود لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ وہ لوگ شراب پی رہے تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ملامت شروع کی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں شراب کے نشے میں مخمور اور سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے نظر اٹھا کر آپ ﷺ کو دیکھا۔ پھر نظر ذرا اور اوپر اٹھائی، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے گھٹنوں پر نظر لے گئے اس کے بعد نگاہ اور اٹھا کے آپ کے ناف کے قریب دیکھنے لگے۔ پھر چہرے پر جما دی۔ پھر کہنے لگے کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو، یہ حال دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے جب محسوس کیا کہ حمزہ بالکل نشے میں ہیں، تو آپ وہیں سے الٹے پاؤں واپس آ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔

تشریح: اس طویل حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ یہاں اس لئے لائے کہ اس میں اموال غنیمت کے خمس میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جوان اونٹنی ملنے کا ذکر ہے۔ یہ اونٹنی اس مال میں سے تھی جو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ماتحت فوج نے حاصل کیا تھا۔ یہ جنگ بدر سے دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک خمس کا حکم نہیں اترا تھا۔ لیکن عبداللہ بن جحش نے چار حصے تو فوج میں تقسیم کر دیئے اور پانچواں حصہ اپنی رائے سے نبی کریم ﷺ کے لئے رکھ چھوڑا۔ پھر قرآن شریف میں بھی ایسا ہی حکم نازل ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گانے والی بھی تھی جس نے گانے کے دوران ان جوان اونٹنیوں کے کلیجے سے کباب بنانے اور کھانے کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی اور اس پر وہ نشے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور ان اونٹنیوں کو کاٹ کر ان کے کلیجے نکال لئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدمہ بھی بجا تھا اور پاس ادب بھی ضروری، اس لئے وہ غصہ کو پی کر دربار

رسالت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ مقدمہ کے حالات کا معائنہ فرمانے کے لئے خود تشریف لئے گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت نشہ میں چور تھے، شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی، نشہ کی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بے ادبی کے الفاظ نکل گئے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ کے ہوش میں آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان اونٹنیوں کا تاوان دلایا۔

٣٠٩٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [أطرافه في: ٣٧١١، ٤٠٣٥، ٤٢٤٠، ٦٧٢٥]

(۳۰۹۲) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی ے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، مجھے عروہ بن زبیر نے خبردی اور انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس ترکہ سے انہیں ان کی میراث کا حصہ دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مال فے کی صورت میں دیا تھا۔ (جیسے فدک وغیرہ کے موقع پر)۔

٣٠٩٣۔ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)). فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ. قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكٍ وَصَدَقَتِهِ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ. فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ. قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ

(۳۰۹۳) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی حیات میں) فرمایا تھا کہ ”ہمارا (گروہ انبیاء علیہم السلام کا) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔“ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر غصہ ہو گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ دی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ مہینے زندہ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے خیبر اور فدک اور مدینہ کے صدقے کی وارثت کا مطالبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کی کسی سنت کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ) آنحضرت ﷺ کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا۔ البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد کو عمر رضی اللہ عنہ نے روک رکھا اور فرمایا: یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات ان کے لئے رکھی تھیں۔ یہ جائیداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ زہری

إِلَى الْيَوْمِ. قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللَّهِ: اعْتَرَاكَ إِفْتَعَلْتَ مِنْ عَوَرْتُهُ أَصَبْتُهُ وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِي. [أطرافه في: ٣٧١٢، ٤٠٣٦، ٤٢٤١، ٦٧٢٦] [راجع: ٣٠٩٢]

نے کہا، چنانچہ ان دونوں جائیدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اس طرح ہوتا چلا آتا ہے۔ ابوعبداللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اِعْتَراكَ افتعلت کے وزن پر عَوَرْتُهٗ سے جس کا معنی ہے أَصَبْتُهٗ کہ میں اس کو پہنچا اور اسی سے یعروہ اور اعترانی ہے۔

تشریح: اس طویل حدیث میں بہت سے امور کے ساتھ خمس کا بھی ذکر ہے۔ اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسے یہاں لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ کے بارے میں واضح طور پر فرمادیا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ وہ جو بھی ہو سب صدقہ ہے۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی ((لانورث ما ترکناہ صدقة)) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اس لئے اس کا خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اس پر مبنی تھی کہ ان کو اس حدیث کی خبر نہ تھی اس لئے وہ متروکہ جائیداد نبوی میں اپنے حصے کی طالب ہوئیں۔

جائیداد کی تفصیل یہ کہ فدک ایک مقام ہے مدینہ سے تین منزل پر، وہاں کی زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اپنے لئے رکھی تھی اور خاص مدینہ میں بنو نضیر کے کھجور کے باغات، مخریق کے سات باغات، انصاری کی دی ہوئی اراضی، وادی القریٰ کی تہائی زمین وغیرہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان جائیدادوں کی تقسیم سے انکار فرمادیا۔ اگر آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حصہ الگ کردیتے تو پھر آپ کی بیویوں کا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حصہ بھی الگ الگ کردینا پڑتا اور وہ طرز عمل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جائیداد میں تھا پورا کرنا ممکن نہ رہتا لہٰذا آپ نے تقسیم سے انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ سب کام اور سب مصارف اسی طرح جاری رہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیاوی میں کیا کرتے تھے، اور یہ ان کا کمال احتیاط اور پرہیزگاری تھی۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کو گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرلیا اور وہ راضی ہوگئی تھیں۔ حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں ان جائیدادوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے مصارف اور دوسرے ضروری مصارف ادا کرتے رہے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں بطور مقطعہ کے مروان کو فدک دے دیا۔ وہ خود غنی تھے ان کو یہ حاجت نہ تھی کہ فدک سے اپنے مصارف چلاتے۔ (خلاصہ وحیدی)

”وقد جاء فی کتاب المغازی ان فاطمة جاءت تسال نصیبها مماترك رسول الله ﷺ مما افاء الله علیه وفدك وما بقی من خمس خیبر والی هذا اشار البخاری۔“

٣٠٩٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَالِكٌ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ، إِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِيْنِي فَقَالَ: أَجِبْ أَمِيْرَ

(٣٠٩٤) ہم سے اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک بن انس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے مالک بن اوس بن حدثان نے (زہری نے بیان کیا کہ) محمد بن جبیر نے مجھ سے (اسی آنے والی) حدیث کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے میں نے مالک بن اوس کی خدمت میں خود حاضر ہوکر ان سے حدیث کے متعلق (بطور تصدیق) پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ دن چڑھ آیا تھا اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں اس قاصد کے ساتھ ہی چلا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک تخت پر بوریا بچھائے، بورے پر

الْمُؤْمِنِينَ. فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى رِمَالِ سَرِيرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ: يَا مَالُ، إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ. فَقُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَوْ أَمَرْتَ لَهُ غَيْرِي. قَالَ: فَاقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ. فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا، ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيرًا ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ قَالَ: نَعَمْ. فَأَذِنَ لَهُمَا، فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا، فَقَالَ: عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا. وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ. فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ. فَقَالَ عُمَرُ: تَيْدَكُمْ، أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)). يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ. قَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ. فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ قَالَ ذَلِكَ قَالَا: قَدْ قَالَ ذَلِكَ. قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ

کوئی بچھونا نہ تھا، صرف ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے سلام کیا پھر بیٹھ گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا، مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے، میں نے ان کے لئے کچھ حقیری امداد کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تم اسے اپنی نگرانی میں ان میں تقسیم کرادو، میں نے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! اگر آپ اس کام پر کسی اور کو مقرر فرمادیتے تو بہتر ہوتا۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے یہی اصرار کیا کہ نہیں، اپنی ہی تحویل میں بانٹ دو۔ ابھی میں وہیں حاضر تھا کہ امیر المؤمنین کے دربان یرفا آئے اور کہا کہ عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں انہیں اندر بلالو۔ آپ کی اجازت پر یہ حضرات داخل ہوئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور پھر اندر آ کر عرض کیا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں انہیں بھی اندر بلالو۔ آپ کی اجازت پر یہ حضرات بھی اندر تشریف لے آئے۔ دونوں نے سلام کیا پھر بیٹھ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یا امیر المؤمنین! میرا اور ان کا فیصلہ کر دیجئے۔ ان حضرات کا جھگڑا اس جائیداد کے بارے میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو بنی نضیر کے اموال میں سے (خمس کے طور پر) عنایت فرمائی تھی۔ اس پر حضرت عثمان اور ان کے ساتھ جو دیگر صحابہ تھے کہنے لگے، ہاں، امیر المؤمنین! ان حضرات میں فیصلہ فرمادیجئے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے بے فکر کردیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا، تو پھر ذرا ٹھہریئے اور دم لے لیجئے میں آپ لوگوں سے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم (انبیاء علیہم السلام) چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' جس سے رسول اللہ ﷺ کی مراد خود اپنی ذات گرامی بھی تھی۔ ان حضرات نے تصدیق کی، کہ جی ہاں، بے شک آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی طرف مخاطب ہوئے ان سے پوچھا۔ میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ حضرات کو بھی معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا فرمایا ہے یا نہیں؟ انہوں نے بھی

عَنْ هَذَا الأَمْرِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهُ ﷺ فِيْ هَذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَآ أَفَآءَ اللَّهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَّشَآءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. وَاللَّهِ! مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ أَعْطَاكُمُوْهُ، وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِذَلِكَ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذَلِكَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَ عُمَرُ: ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. فَقَبَضَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ، فَكُنْتُ أَنَا وَلِيُّ أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِيْ، أَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ! تَسْأَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيْكَ، وَجَاءَنِيْ هَذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا

اس کی تصدیق کی کہ آنحضرت ﷺ نے بے شک ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں آپ لوگوں سے اس معاملہ کی شرح بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے اس غنیمت کا ایک مخصوص حصہ مقرر کر دیا تھا۔ جسے آنحضرت ﷺ نے بھی کسی دوسرے کو نہیں دیا تھا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿مَآ أَفَآءَ اللَّهُ عَلَى رَسُوْلِهِ مِنْهُمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد قدیر تک اور وہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص رہا۔ مگر قسم اللہ کی! یہ جائیداد آنحضرت ﷺ نے تم کو چھوڑ کر اپنے لئے جوڑ نہ رکھی، نہ خاص اپنے خرچ میں لائے، بلکہ تم ہی لوگوں کو دیں اور تمہارے ہی کاموں میں خرچ کیں۔ یہ جو جائیداد بچ رہی ہے اس میں سے آپ اپنی بیویوں کا سال بھر کا خرچ لیا کرتے اس کے بعد جو باقی بچتا وہ اللہ کے مال میں شریک کر دیتے (جہاد کے سامان فراہم کرنے میں) خیر آنحضرت ﷺ تو اپنی زندگی میں ایسا ہی کرتے رہے۔ حاضرین تم کو اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا بے شک جانتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں آپ حضرات سے بھی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں؟ (دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ہاں!) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں، اور اس لئے انہوں نے (آنحضرت ﷺ کی اس مخصوص) جائیداد پر قبضہ کیا اور جس طرح آنحضرت ﷺ اس میں سے مصارف کیا کرتے تھے، وہ کرتے رہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اس طرز عمل میں سچے مخلص، نیکوکار حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور اب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر ہوا۔ میری خلافت کو دو سال ہو گئے ہیں۔ اور میں نے بھی اس جائیداد کو اپنی تحویل میں رکھا ہے۔ جو مصارف رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں کیا کرتے تھے ویسا ہی میں بھی کرتا رہا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس میں اپنے اس طرز عمل میں سچا، مخلص اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس مجھ سے گفتگو کرنے آئے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے کہ دونوں کا مقصد ایک تھا۔

يُرِيْدُ نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيْهَا، فَقُلْتُ لَكُمَا: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)). فَلَمَّا بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا قُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا. فَبِذَلِكَ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، فَأَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ، هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ قَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. قَالَ: فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ! لَا أَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ، فَإِنِّيْ أَكْفِيْكُمَاهَا. [راجع: ٢٩٠٤] [مسلم: ٤٥٧٧؛ أبوداود: ٢٩٦٣؛ ترمذی: ١٦١٠؛ نسائی: ٤١٥٩]

جناب عباس! آپ تو اس لئے تشریف لائے کہ آپ کو اپنے بھتیجے (ﷺ) کی میراث کا دعویٰ میرے سامنے پیش کرنا تھا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس لئے تشریف لائے کہ آپ کو اپنی بیوی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا دعویٰ پیش کرنا تھا کہ ان کے والد (رسول اللہ ﷺ) کی میراث انہیں ملنی چاہئے، میں نے آپ دونوں حضرات سے عرض کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ خود فرما گئے کہ ”ہم پیغمبروں کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ تے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ پھر مجھ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ ان میں جائیدادوں کو تمہارے قبضے میں دے دوں، تو میں نے تم سے کہا، دیکھو اگر تم چاہو تو میں یہ جائیدادیں تمہارے سپرد کر دیتا ہوں، لیکن اس عہد اور اس اقرار پر کہ تم اس کی آمدنی سے وہ سب کرتے رہو گے جو آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں کرتے رہے اور جو کام میں اپنی حکومت کے شروع سے کرتا رہا۔ تم نے اس شرط کو قبول کر کے درخواست کی کہ جائیدادیں ہم کو دے دو۔ میں نے اسی شرط پر دے دی، حاضرین کہو میں نے یہ جائیدادیں اس شرط پر ان کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا، بے شک اسی شرط پر آپ نے دی ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، میں نے اسی شرط پر یہ جائیدادیں آپ حضرات کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر مجھ سے کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟ (کیا جائیداد کو تقسیم کرانا چاہتے ہو) قسم اللہ کی! جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں میں تو اس کے سوا اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہوسکتا تو پھر جائیداد میرے سپرد کر دو۔ میں اس کا بھی کام دیکھ لوں گا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جائیداد کا انتظام حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔ پھر بھی یہ حضرات یہ مقدمہ عدالت فاروقی میں لائے، تو آپ نے یہ توضیحی بیان دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس طویل روایت میں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کے مسئلہ پر نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ سب کو معلوم ہوگیا تھا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اس کی نفی پہلے ہی کر دی تھی کہ انبیا کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی اور تمام صحابہ نے اسے مان بھی لیا تھا۔ خود حضرت فاطمہ، حضرت علی، یا حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے بھی کسی موقعہ پر اس کی نفی منقول نہیں۔ بلکہ نزاع صرف مال کے انتظام وانصرام کے معاملہ پر ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انتظام اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ہاتھ میں دے بھی دیا تھا۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی

وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرلیا اور اپنی وفات تک ناراض رہی تھیں۔ مشہور روایات میں اسی طرح ہے لیکن بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں پہنچے اور اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک وہ راضی نہیں ہوگئیں۔ معتبر مصنفین نے اس کی توثیق بھی کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کی زندگی خصوصاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے یہی طرز عمل زیادہ جوڑ بھی کھاتا ہے۔ (تفہیم البخاری)

یہاں کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حدیث کی بنا پر یہ جائیداد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے نہیں کی، حالانکہ وہ ناراض بھی ہوئیں تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کے خلاف کیوں کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طریق کو کیوں موقوف کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جائیداد کو تقسیم نہیں کیا، بلکہ اس کا انتظام کرنے والا حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بنا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کے کام بہت ہوگئے تھے، ان جائیدادوں کی نگرانی کی فرصت بھی نہ تھی۔ دوسرے حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما کو خوش کر دینا بھی منظور تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تقسیم کی درخواست کی تھی جو حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منظور نہ کی۔

بَابٌ: أَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ

باب: مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا دین میں داخل ہے

٣٠٩٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ، فَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْخُذُ مِنْهُ وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَرَائَنَا. قَالَ: ((آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيْمَانِ بِاللَّهِ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ـ وَعَقَدَ بِيَدِهِ ـ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا لِلَّهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ)).

[راجع: ٥٣]

(٣٠٩٥) ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ ضُبَعی نے بیان کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قبیلۂ عبدالقیس کا وفد (دربار رسالت میں) حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا تعلق قبیلہ ربیعہ سے ہے اور قبیلہ مضر کے کفار ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں بستے ہیں۔ (اس لئے ان کے خطرے کی وجہ سے ہم لوگ) آپ کی خدمت میں صرف ادب والے مہینوں میں حاضر ہوسکتے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسا واضح حکم فرمادیں جس پر ہم خود بھی مضبوطی سے قائم رہیں اور جو لوگ ہمارے ساتھ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی بتادیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں (میں تمہیں حکم دیتا ہوں) اللہ پر ایمان لانے کا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور آپ نے اپنے ہاتھ کو گرہ لگائی، نماز قائم کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا، رمضان کے روزے رکھنے کا، اور اس بات کا کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت کا مال ملے۔ اس میں پانچواں حصہ (خمس) اللہ کے لئے نکال دو اور تمہیں میں دُبا، نقیر، حنتم اور مزفت کے استعمال سے روکتا ہوں۔''

تشریح: دبا کدو کی تونبی اور نقیر کریدی لکڑی کے برتن، حنتم مبز لاکھی برتن، اور مزفت روغنی برتن، یہ سب شراب رکھنے کیلئے استعمال کئے جاتے

تھے۔ اس لئے ان سب کو دور پھینک دینے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔ خمس کی ادائیگی کا خاص حکم دیا۔ یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ وَفَاتِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفقہ کا بیان

٣٠٩٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ)). [راجع: ٢٧٧٦]

(۳۰۹۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں ابوزناد نے بیان کیا، انہیں اعرج نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے وارث میرے بعد ایک دینار بھی نہ بانٹیں (میرا ترکہ تقسیم نہ کریں) میں جو چھوڑ جاؤں اس میں سے میرے عاملوں کی تنخواہ اور میری بیویوں کا خرچ نکال کر باقی سب صدقہ ہے۔“

تشریح: یعنی جس طرح اسلامی حکومت کے کارندوں کی تنخواہیں دی جائیں گی۔ ازواج مطہرات کا نفقہ بھی اسی طرح بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

٣٠٩٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ، إِلَّا شَطْرُ شَعِيرٍ فِي رَفٍّ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ. [طرفه في: ٦٤٥١]
[مسلم: ٧٤٥١؛ ابن ماجه: ٣٣٤٥]

(۳۰۹۷) ہم سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عائشہ نے بیان کیا کہ جب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں آدھے وسق جو کے سوا جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کسی جگر والے (جاندار) کی خوراک بن سکتی۔ میں اسی میں سے کھاتی رہی اور بہت دن گزر گئے۔ پھر میں نے اس میں سے ناپ کر نکالنا شروع کیا تو وہ جلدی ختم ہو گئے۔

تشریح: اللہ نے اس جو میں برکت دی تھی۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ماپا، تو گویا توکل میں فرق آیا، برکت جاتی رہی۔ یہ جو دوسری حدیث میں ہے کہ غلہ ماپو اس میں تمہارے لئے برکت ہوگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خریدتے وقت یا لیتے وقت یا جتنا اس میں سے نکالو وہ ماپ لو، سب کو مت ماپو، اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ جو ترکہ میں نہیں ملے تھے، بلکہ ان کا خرچہ بیت المال پر تھا۔ اگر یہ خرچہ بیت المال کے ذمہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد وہ جو ان سے لے لئے جاتے۔

٣٠٩٨۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً. [راجع: ٢٧٣٩]

(۳۰۹۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن قطان نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن حارث سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے (اپنی وفات کے بعد) اپنے ہتھیار، ایک سفید خچر اور ایک زمین جسے آپ خود صدقہ کر گئے تھے، کے سوا اور کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔

تشریح: ترجمہ باب حدیث کے الفاظ ((وارضا ترکها صدقة)) سے نکلا۔ کیونکہ ازواج مطہرات کا خرچہ اسی زمین سے دیا جاتا تھا۔ جس کو آپ

صدقہ فرما گئے تھے۔ مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوتِ إِلَيْهِنَّ

باب: رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھروں کا بیان اور گھروں میں سے جن کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [الاحزاب: ٣٣] وَ ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾. [الأحزاب: ٥٣]

اور اللہ پاک نے سورۂ احزاب میں فرمایا: ”تم لوگ (ازواج مطہرات) اپنے گھروں ہی میں عزت سے رہا کرو۔“ اور (اسی طرح فرمایا کہ) ”نبی کے گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو، جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے۔“

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ یہ باب منعقد کر کے بتلانا چاہتے ہیں کہ ابیات وحجرات نبوی آپ کی حیات طیبہ میں جس جس طور پر جن جن بیویوں کو تقسیم تھے۔ آپ کی وفات کے بعد وہ اسی طرح رہے۔ ان میں کوئی ورثہ نہیں تقسیم کیا گیا اور یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ خود فرما گئے تھے کہ ہمارا کوئی ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ گروہ انبیا میں اللہ کا قانون یہی رہا ہے۔ وہ صرف علم دین کی دولت چھوڑ کر جاتے ہیں۔ بہ سلسلہ تذکرہ خمس اس مسئلہ کو بھی بیان کر دیا گیا اور خمس کا تعلق جہاد سے ہے۔ اس لئے ذیلی طور پر یہ مسائل کتاب الجہاد میں مذکور ہوئے۔

پہلی آیت میں گھروں کی نسبت بیویوں کی طرف فرمائی، دوسری آیت میں ان ہی گھروں کو پیغمبر کے گھر فرمایا۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کا مطلب ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو جیسے آپ کی وفات کے بعد اپنے خرچہ کا حق تھا، ویسے ہی اپنے اپنے حجروں پر بھی ان کا حق تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا اور کسی اور سے ان پر نکاح حرام کر دیا۔ (وحیدی)

٣٠٩٩۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، وَمُحَمَّدٌ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَيُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ. [راجع: ١٩٨]

(٣٠٩٩) ہم سے حبان بن موسیٰ اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا ان دونوں نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو معمر اور یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (مرض الوفات میں) جب نبی کریم ﷺ کا مرض بہت بڑھ گیا، تو آپ نے سب بیویوں سے اس کی اجازت چاہی کہ مرض کے دن آپ میرے گھر میں گزاریں لہٰذا اس کی اجازت آپ کو مل گئی۔

٣١٠٠۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ بَيْتِيْ، وَفِيْ نَوْبَتِيْ، وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ، وَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ. قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِسِوَاكٍ، فَضَعُفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ،

(٣١٠٠) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر، میری باری کے دن، میرے حلق اور سینے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی، اللہ تعالیٰ نے (وفات کے وقت) میرے تھوک اور آنحضرت ﷺ کے تھوک کو ایک ساتھ جمع کر دیا تھا، بیان کیا (وہ اس طرح کہ) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

فَأَخَذْتُهُ فَمَضَغْتُهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ بِهِ. [راجع: ٨٩٠]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) مسواک لئے ہوئے اندر آئے۔ آپ ﷺ اسے چبا نہ سکے۔ اس لئے میں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میں نے اسے چبانے کے بعد وہ مسواک آپ کے دانتوں پر ملی۔

تشریح: وفات نبوی کے بعد کچھ لوگوں نے یہ وہم پھیلانا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی قرار دے کر گئے ہیں۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سنی، اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام پورے طور پر میرے حجرے میں گزرے۔ ان ایام میں ایک لحہ بھی میں نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا۔ وفات کے وقت نبی کریم ﷺ اپنا سر مبارک میری چھاتی پر رکھے ہوئے تھے۔ ان حالات میں میں نہیں سمجھ سکتی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کب اپنا وصی قرار دے دیا۔

٣١٠١۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ تَزُوْرُهُ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا)). قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ! يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا)).

[راجع: ٢٠٣٥]

(٣١٠١) ہم سے سعید بن عُفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حضرت علی بن حسین زین العابدین نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ملنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے تھے۔ پھر وہ واپس ہونے کے لئے اٹھیں تو آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ اٹھے۔ جب آنحضرت ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچے جو مسجد نبوی کے دروازے سے ملا ہوا تھا تو دو انصاری صحابی (اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما) وہاں سے گزرے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے سلام کیا اور آگے بڑھنے لگے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا ''ذرا ٹھہر جاؤ'' (میرے ساتھ میری بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں یعنی کوئی دوسرا نہیں) ان دونوں نے عرض کیا: سبحان اللہ، یارسول اللہ! ان حضرات پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گزرا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑتا ہے جیسے جسم میں خون دوڑتا ہے۔ مجھے یہی خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو جائے۔''

تشریح: ان اصحاب کرام پر شاق اس لئے گزرا کیونکہ وہ دونوں سچے مؤمن تھے، ان کو یہ رنج ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ہماری نسبت یہ خیال فرمایا کہ ہم آپ پر بدگمانی کریں گے۔ درحقیقت آپ ﷺ نے ان کا ایمان بچا لیا، پیغمبروں کی نسبت ایک ذرا سی بدگمانی کرنا بھی کفر اور باعث زوال ایمان ہے، اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ دروازے کو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ کہا۔

٣١٠٢۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا

(٣١٠٢) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض

أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ، مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ، مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ.

[راجع: ١٤٥]

نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ عمری نے، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے، ان سے واسع بن حبان نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں (ام المومنین) حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اوپر چڑھا، اور دیکھا کہ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور چہرۂ مبارک شام کی طرف تھا۔

تشریح: گھر کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا، اسی سے باب کا مطلب نکلا۔

٣١٠٣- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

[راجع: ٥٢٢]

(۳۱۰۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو دھوپ ابھی ان کے حجرے میں باقی رہتی تھی۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف حجرہ کو منسوب کیا گیا، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ یہ حدیث کتاب المواقیت میں بھی گزر چکی ہے۔

٣١٠٤- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيبًا فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ: ((هُنَا الْفِتْنَةُ -ثَلَاثًا- مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)). [اطرافه في: ٣٢٧٩، ٣٥١١، ٥٢٩٦، ٧٠٩٢، ٧٠٩٣]

(۳۱۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ”اسی طرف سے (یعنی مشرق کی طرف سے) فتنے برپا ہوں گے، تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہیں سے شیطان کا سر نمودار ہوگا۔“

تشریح: "المراد بقرن الشيطان طرف رأسه اي يدني رأسه الى الشمس في وقت طلوعها فيكون الساجدون للشمس من الكفار كالساجدين له وقيل قرنه امته وشيعته وفي بعضها قرن الشمس۔" (حاشیہ بخاری شریف) یعنی قرن الشیطان سے اس کے سر کا کنارہ مراد ہے۔ وہ سورج کے نکلنے کے وقت اس کی طرف اپنا سر کر دیتا ہے تاکہ سورج کو سجدہ کرنے والے کافر اس کو سجدہ کریں۔ گویا وہ اسی کو سجدہ کر رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ قرن سے مراد اس کے ماننے والے ہیں، جو شیطان کے پجاری ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مشرق سے آپ ﷺ نے ارض عراق کی طرف سے اشارہ فرمایا تھا، جو فی الواقع فتنوں کا مرکز رہی ہے۔

٣١٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

(۳۱۰۵) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکر نے، انہیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے گھر میں موجود تھے۔ اچانک انہوں نے سنا کہ کوئی صاحب حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اندر

كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ إِنْسَانٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ. فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أُرَاهُ فُلَانًا، لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يُحَرِّمُ مِنَ الْوِلَادَةِ)). [راجع: ٢٦٤٦]

آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ دیکھتے نہیں، یہ شخص کہ گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: ''میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب ہیں، حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا! رضاعت بھی ان تمام چیزوں کو حرام کردیتی ہے جنہیں ولادت حرام کرتی ہے۔''

تشریح: اس میں بھی گھر کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا گیا۔ جس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ کسی بچے نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے تو چچا رضاعی باپ ہوگا۔ اور چچا کے لڑکے لڑکیاں رضاعی بھائی بہن ہوں گے۔ ان سے پردہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ رضاعت سے یہ سب محرم بن جاتے ہیں۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کی زرہ، عصا مبارک، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا بیان

وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذَلِكَ مِمَّا لَمْ تُذْكَرْ قِسْمَتُهُ، وَمِنْ شَعَرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ، مِمَّا يَتَبَرَّكُ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ ﷺ.

اور آپ ﷺ کے بعد جو خلیفہ ہوئے انہوں نے یہ چیزیں استعمال کیں، ان کو تقسیم نہیں کیا، اور آپ ﷺ کے موئے مبارک اور نعلین اور برتنوں کا بیان جن کو آپ کے اصحاب وغیرہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد (تاریخی طور پر) متبرک سمجھا۔

تشریح: "الغرض من هذه الترجمة تثبيت انه ﷺ لم يورث ولا بيع موجوده بل ترك بيد من صار اليه للتبرك به ولو كان ميراثا لبيعت ولا قسمت ولهذا قال بعد ذلك مما لم يذكر قسمته۔" (فتح الباری) اس باب کی غرض اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ آپ ﷺ کا کسی کو وارث نہیں بنایا گیا اور نہ آپ کا ترکہ بیچا گیا، بلکہ جس کی تحویل میں وہ ترکہ پہنچ گیا تبرک کے لئے اسی کے پاس چھوڑ دیا گیا اور اگر آپ ﷺ کا ترکہ میراث ہوتا تو وہ بیچا جاتا اور تقسیم کیا جاتا۔ اسی لئے بعد میں کہا گیا کہ ان چیزوں کا بیان جن کی تقسیم ثابت نہیں۔

٣١٠٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، وَكَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللَّهُ سَطْرٌ. [راجع: ١٤٤٨] [مسلم: ١٧٤٧، ١٧٤٨]

(٣١٠٦) ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد عبداللہ نے بیان کیا، ان سے ثمامہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو (یعنی انس رضی اللہ عنہ کو) بحرین (عامل بنا کر) بھیجا اور ایک پروانہ لکھ کر ان کو دیا اور اس پر نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی کی مہر لگائی، مہر مبارک پر تین سطریں کندہ تھیں، ایک سطر میں ''محمد'' دوسری میں ''رسول'' تیسری میں ''اللہ'' کندہ تھا۔

تشریح: یہ مہر نبی کریم ﷺ کی تھی اس کا نقش اس طرح تھا محمد رسول الله۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکلا کہ نبی کریم ﷺ کی مہر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ استعمال کرتے رہے، ان کے بعد یہ مہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، ان کے بعد حضرت عثمان کے پاس، پھر ان کے ہاتھ سے اریس کنویں میں گر گئی ہر چند ڈھونڈا مگر نہ ملی۔ سچ ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ (۵۵/ الرحمٰن: ۲۶)

٣١٠٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الأَسَدِيُّ: حَدَّثَنَا عِيسَى ابْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالاَنِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا نَعْلاَ النَّبِيِّ ﷺ.

[طرفاه في: ٥٨٥٧، ٥٨٥٨]

(۳۱۰۷) مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبداللہ اسدی نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن طہمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے جوتے نکال کر دکھائے جن میں دو تسمے لگے ہوئے تھے، اس کے بعد پھر ثابت بنانی نے مجھ سے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ وہ دونوں جوتے نبی کریم ﷺ کے تھے۔

٣١٠٨ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلاَلٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ: فِي هَذَا نُزِعَ رُوحُ النَّبِيِّ ﷺ. وَزَادَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ، وَكِسَاءً مِنْ هَذِهِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْمُلَبَّدَةَ. [طرفه في: ٥٨١٨]

[مسلم: ٥٤٤٢، ٥٤٤٤؛ ترمذی: ١٧٣٣؛ ابن ماجه: ٣٥٥١]

(۳۱۰۸) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے ابوبردہ بن ابوموسیٰ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر نکال کر دکھائی اور بتلایا کہ اسی کپڑے میں نبی کریم ﷺ کی روح قبض ہوئی تھی۔ اور سلیمان بن مغیرہ نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے ابوبردہ سے اتنا زیادہ بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یمن کی بنی ہوئی ایک موٹی ازار (تہبند) اور ایک کمبل انہی کمبلوں میں سے جن کو تم ملبد (یعنی موٹا پیوند دار کہتے ہو) ہمیں نکال کر دکھائی۔

تشریح: قسطلانی نے کہا، شاید آپ نے بنظر تواضع یا اتفاقاً اس کملی کو اوڑھ لیا ہوگا نہ یہ کہ آپ قصداً پیوند کی ہوئی کملی اوڑھا کرتے، کیونکہ عادت مبارکہ یہ تھی کہ جو کپڑا میسر آتا ہے اس کو پہنتے، کپڑے بہت صاف شفاف، ستھرے اجلے پہنتے۔ مگر بناؤ سنگھار سے پرہیز فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے جوتے، آپ کی کملی، آپ کا پیالہ، آپ کی انگوٹھی ان سب کو بطور یادگار محفوظ رکھا گیا، مگر تقسیم نہیں کیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ وخلفائے عظام نے آپ ﷺ کے ارشاد "نحن معشر الانبياء. لا نورث۔" کو پورے طور پر ملحوظ نظر رکھا۔

٣١٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ انْكَسَرَ، فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ. قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ. [طرفه في: ٥٦٣٨]

(۳۱۰۹) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے، ان سے عاصم نے، ان سے ابن سیرین نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کا پانی پینے کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیروں سے جڑوا لیا۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے۔ اور اس میں میں نے پانی بھی پیا ہے۔

تشریح: مقصد امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم کیا جاتا تو وہ پیالہ تقسیم ہوتا، حالانکہ وہ تقسیم نہیں ہوا۔ بلکہ خلفا اسے یوں ہی بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھتے چلے آئے۔ اسی طرح پچھلی احادیث میں نبی کریم ﷺ کے پرانے جوتوں کا ذکر ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ کی کملی اور تہبند کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی ترک فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز تقسیم نہیں کی گئی۔

٣١١٠ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا أَبِيْ أَنَّ الْوَلِيْدَ بْنَ كَثِيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ: حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ: حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ: حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ، حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِيْ بِهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: لَا. فَقَالَ لَهُ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ؟ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيْهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا حَتّٰى تُبْلَغَ نَفْسِيْ، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِيْ جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى مِنْبَرِهِ هٰذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ لَمُحْتَلِمٌ فَقَالَ: ((إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّيْ، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِيْ دِيْنِهَا)). ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ: ((حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ، وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ، وَإِنِّيْ لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ! لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ أَبَدًا)).

[راجع: ٩٢٦]

(۳۱۱۰) ہم سے سعید بن محمد جرمی نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا کہ ان سے ولید بن کثیر نے، ان سے محمد بن عمرو بن حلحلہ دولی نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے علی بن حسین نے بیان کیا کہ جب ہم سب حضرات حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی، اور کہا اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم فرما دیجئے۔ (حضرت زین العابدین نے بیان کیا کہ) میں نے کہا، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مسور رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار عنایت فرمائیں گے؟ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کچھ لوگ (بنوامیہ) اسے آپ سے نہ چھین لیں اور خدا کی قسم! اگر وہ تلوار آپ مجھے عنایت فرما دیں تو کوئی شخص بھی جب تک میری جان باقی ہے اسے چھین نہیں سکے گا۔ پھر مسور رضی اللہ عنہ نے ایک قصہ بیان کیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی ایک بیٹی (جمیلہ نامی) کو پیغام نکاح دے دیا تھا۔ میں نے خود سنا کہ اس مسئلہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسی منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کو خطاب فرمایا۔ میں اس وقت بالغ تھا۔ آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: ''فاطمہ (رضی اللہ عنہا) مجھ سے ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ (اس رشتہ کی وجہ سے) کسی گناہ میں نہ پڑ جائے کہ اپنے دین میں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خاندان بنی عبد شمس کے ایک اپنے داماد (عاص بن ربیع) کا ذکر کیا اور دامادی سے متعلق آپ نے اُن کی تعریف کی، آپ نے فرمایا: ''انہوں نے مجھ سے جو بات کہی سچ کہی، جو وعدہ کیا، اسے پورا کیا۔ میں کسی حلال (یعنی نکاح ثانی) کو حرام نہیں کر سکتا، اور نہ کسی حرام کو حلال بناتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم، رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔''

تشریح: ((انا اخاف ان تفتن فی دینھا)) سے مراد یہ کہ علی ؓ دوسری بیوی لائیں اور حضرت فاطمہ ؓ سوکن پنے کی عداوت سے جو ہر عورت کے دل میں ہوتی ہے، کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔ مثلاً خاوند کو ستائیں، ان کی نافرمانی کریں یا سوکن کو برا بھلا کہہ بیٹھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ علی ؓ کا نکاح ثانی یوں ممکن ہے کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ جب حضرت علی ؓ نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو فوراً یہ ارادہ ترک کیا اور جب تک حضرت فاطمہ ؓ زندہ رہیں انہوں نے دوسری بیوی نہیں کی۔ قسطلانی نے کہا آپ کے ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی میں جمع کرنا حرام ہے۔

مسور بن مخرمہ ؓ نے یہ قصہ اس لئے بیان کیا کہ حضرت زین العابدین کی فضیلت معلوم ہو کہ وہ کس کے پوتے ہیں، حضرت فاطمہ زہرا ؓ کے، جن کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت علی ؓ پر عتاب فرمایا اور جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنے بدن کا ایک ٹکڑا قرار دیا۔ اس سے حضرت فاطمہ ؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔

"وفی الفتح قال الکرمانی مناسبة ذکر المسور لقصة خطبة بنت ابی جھل عند طلبه للسیف من جهة ان رسول الله ﷺ کان یحترز عما یوجب وقوع التکدیر بین الاقرباء فکذلك ینبغی ان تعطینی السیف حتی لا یحصل بینك وبین اقربائك کدورة بسببه۔" یعنی مسور ؓ نے بنت ابوجہل کی منگنی کا قصہ اس لئے بیان کیا جبکہ انہوں نے حضرت زین العابدین سے تلوار کا سوال کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی چیزوں سے پرہیز فرمایا کرتے تھے جن سے اقربا میں باہمی کدورت پیدا ہو۔ پس مناسب ہے کہ آپ یہ تلوار مجھ کو دے دیں تا کہ آپ کے اقربا میں اس کی وجہ سے آپ سے کدورت نہ پیدا ہو۔

٣١١١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ، عَنْ مُنْذِرٍ، عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: لَوْ كَانَ عَلِيٌّ ذَاكِرًا عُثْمَانَ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ، فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ: اذْهَبْ إِلَى عُثْمَانَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْا بِهَا. فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ: أَغْنِهَا عَنَّا. فَأَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ضَعْهَا حَيْثُ أَخَذْتَهَا. [طرفه في: ٣١١٢]

(۳۱۱۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقہ نے، ان سے منذر بن یعلی نے اور ان سے محمد بن حنفیہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علی ؓ حضرت عثمان ؓ کو برا کہنے والے ہوتے تو اس دن ہوتے جب کچھ لوگ حضرت عثمان ؓ کے عاملوں کی (جو زکوٰۃ وصول کرتے تھے) شکایت کرنے ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا عثمان ؓ کے پاس جا اور یہ زکوٰۃ کا پروانہ لے جا۔ ان سے کہنا کہ یہ پروانہ رسول اللہ ﷺ کا لکھوایا ہوا ہے۔ تم اپنے عاملوں کو حکم دو کہ وہ اسی کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ میں اسے لے کر حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں پیغام پہنچا دیا، لیکن انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ہمارے پاس اس کی نقل موجود ہے) میں نے جا کر حضرت علی ؓ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا، پھر اس پروانے کو جہاں سے اٹھایا ہے وہیں رکھ دو۔

٣١١٢۔ وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ، عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ: أَرْسَلَنِيْ

(۳۱۱۲) حمید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن سوقہ نے کہا کہ میں نے منذر ثوری سے سنا، وہ محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے تھے کہ میرے والد (علی ؓ) نے مجھ سے

أَبِي، خُذْ هَذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهِ إِلَى عُثْمَانَ، فَإِنَّ فِيهِ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّدَقَةِ.

کہا کہ یہ پروانہ عثمان رضی اللہ عنہ کو لے جا کر دے آ ؤ، اس میں زکوٰۃ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکامات درج ہیں۔

[راجع: ۳۱۱۱]

تشریح: ہوا یہ تھا کہ محمد بن حنفیہ کے پاس ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا، انہوں نے کہا خاموش! لوگوں نے پوچھا کیا تمہارے باپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے؟ تب محمد بن حنفیہ نے یہ قصہ بیان کیا، یعنی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو برا کہنے والے ہوتے تو اس موقع پر کہتے۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یہ ہے کہ آپ کا لکھوایا ہوا پروانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ انہوں نے اس سے کام لیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے زرہ اور عصا اور بالوں کے متعلق حدیثیں بیان نہیں کیں، حالانکہ ترجمہ باب میں ان کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ انہوں نے اشارہ کیا ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی طرف جو دوسرے بابوں میں مذکور ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث یہ ہے کہ آپ حجر اسود کو ایک لکڑی سے چومتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کتاب الطہارۃ میں گزری، اس میں ابن سیرین کا یہ قول ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں اور پیالہ پر باقی برتنوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ حمیدی کی سند بیان کرنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ سفیان کا سماع محمد بن سوقہ سے اور محمد بن سوقہ کا منذر سے بصراحت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

بَابُ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَالْمَسَاكِيْنِ

باب: اس بات کی دلیل کہ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضرورتوں (جیسے ضیافت مہمان، سامان جہاد کی تیاری وغیرہ) اور محتاجوں کے لئے ہوتا تھا

وَإِيْثَارِ النَّبِيِّ ﷺ أَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلَ حِيْنَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ إِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحَى أَنْ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ، فَوَكَلَهَا إِلَى اللَّهِ.

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صفہ والوں (محتاجوں) اور بیوہ عورتوں کی خدمت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آرام پر مقدم رکھی۔ جب انہوں نے قیدیوں میں سے ایک خدمت گار آپ سے مانگا اور اپنی تکلیف کا ذکر کیا، جو آٹا گوندھنے اور پیسنے میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی ضروریات کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیا۔

تشریح: "قوله اهل الصفة هم الفقراء والمساكين الذين كانوا يسكنون صفة مسجد النبى ﷺ والارامل جمع الارمل الرجل الذى لامراة له والارملة التى لا زوج لها والارامل المساكين من الرجال والنسأء۔" (کرمانی)

۳۱۱۳۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، أَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ

(۳۱۱۳) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے حکم نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا، کہا مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے کی بہت تکلیف

مَا تَلْقَى مِنَ الرَّحَى مِمَّا تَطْحَنُ، فَبَلَغَهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِسَبْيٍ، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ، فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ عَائِشَةُ لَهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمَا)) حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ: ((أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ، إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ، فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ)). [أطرافه في: ٣٧٠٥، ٥٣٦١، ٥٣٦٢، ٦٣١٨] [مسلم: ٦٩١٥، ٦٩١٦، ٦٩١٧؛ ابوداود: ٥٠٦٢]

ہوتی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ان میں سے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں۔ لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق کہہ کر (واپس) چلی آئیں۔ پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے سن کر) نبی ﷺ ہمارے یہاں (رات ہی کو) تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے (جب ہم نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا) تو ہم کھڑے ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طرح ہو ویسے ہی لیٹے رہو۔“ (پھر آپ میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیچ میں بیٹھ گئے اور اتنے قریب ہو گئے کہ) میں نے آپ ﷺ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو کچھ تم لوگوں نے (لونڈی یا غلام) مانگے ہیں، میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں، جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (تو سونے سے پہلے) اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ اور الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ عمل بہتر ہے اس سے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔“

تشریح: اللہ تم کو ان کلمات کی وجہ سے ایسی طاقت دے گا کہ تم کو خادم کی حاجت نہ رہے گی۔ اپنا کام آپ کر لوگی۔ بہ ظاہر یہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے نکالا ہے۔ اس میں یوں ہے قسم اللہ کی مجھ سے یوں نہیں ہو سکتا کہ تم کو دوں اور صفہ والوں کو محروم کر دوں، جن کے پیٹ بھوک کی وجہ سے پیچ کھا رہے ہیں۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے جو ان پر خرچ کروں، ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔ اس سے نبی کریم ﷺ کی شان رحمت اس قدر نمایاں ہو رہی ہے کہ بار بار آپ پر درود شریف پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ (ﷺ)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

باب: سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ [الأنفال: ٤١] يَعْنِي لِلرَّسُوْلِ قَسْمَ ذَلِكَ، قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ، وَاللَّهُ يُعْطِي)).

”جو کچھ تم غنیمت میں حاصل کرو، بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے“ یعنی رسول اللہ ﷺ اس کو تقسیم کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”میں تو بانٹنے والا ہوں، خزانچی اور دینے والا تو صرف اللہ پاک ہی ہے۔“

تشریح: قرآن شریف میں خمس کے مصارف چھ مذکور ہیں۔ اللہ اور رسول اور ناطے والے اور یتیم اور مسکین اور مسافر۔ اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر محض تعظیم کے لئے ہے۔ اور خمس کے پانچ ہی حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ اللہ اور رسول ﷺ کا جو حاکم وقت لے گا اور باقی چار حصے ناطے والوں

اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کی خدمت میں خرچ ہوں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ رسول اپنے حصے کے مالک ہوتے ہیں یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مالک نہیں ہوتے بلکہ اس کی تقسیم آپ ﷺ کی طرف مفوض ہے۔

٣١١٤ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، وَمَنْصُورٍ، وَقَتَادَةَ، سَمِعُوا سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامٌ، فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِي حَدِيثِ مَنْصُورٍ: إِنَّ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: حَمَلْتُهُ عَلَى عُنُقِي فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ. وَفِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ: وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ، فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ: ((سَمُّوا بِاسْمِي، وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي، فَإِنِّي إِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ)). وَقَالَ حُصَيْنٌ: ((بُعِثْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ)). وَقَالَ عَمْرٌو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ أَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي)). [أطرافه في: ٣١١٥، ٣٥٣٨، ٦١٨٦، ٦١٨٧، ٦١٨٩، ٦١٩٦] [مسلم: ٥٥٨٨، ٥٥٨٩]

(۳۱۱۴) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان، منصور اور قتادہ نے، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم انصاریوں کے قبیلہ میں ایک انصاری کے گھر بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے بچہ کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کیا اور شعبہ نے منصور سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اس انصاری نے کہا (جن کے یہاں بچہ پیدا ہوا تھا) کہ میں بچے کو اپنی گردن پر اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلیمان کی روایت میں ہے کہ ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا، تو انہوں نے اس کا نام محمد رکھنا چاہا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو۔ لیکن میری کنیت (ابوالقاسم) پر کنیت نہ رکھنا، کیونکہ مجھے تقسیم کرنے والا (قاسم) بنایا گیا ہے، میں تم میں تقسیم کرتا ہوں۔'' اور حصین نے (اپنی روایت میں) یوں بیان کیا، کہا ''مجھے تقسیم کرنے والا (قاسم) بنا کر بھیجا گیا ہے، میں تم میں تقسیم کرتا ہوں۔'' عمرو بن مرزوق نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے سالم سے سنا اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ اسی انصاری صحابی نے اپنے بچے کا نام قاسم رکھنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو لیکن کنیت نہ رکھو۔''

تشریح: ابوالقاسم کنیت رکھنے کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ کی حیات میں یہ فعل ناجائز تھا۔ بعض نے اسے ممانعت تنزیہی قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا محمد یا احمد ناموں کے ساتھ ابوالقاسم کنیت رکھنی منع ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح ہے۔

٣١١٥ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا

(۳۱۱۵) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابوسالم نے، ان سے ابوالجعد نے اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمارے قبیلہ میں ایک کے یہاں بچہ پیدا ہوا، تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا، انصاری کہنے لگے کہ ہم تمہیں ابوالقاسم کہہ کر کبھی نہیں پکاریں گے اور ہم تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے یہ سن کر وہ انصاری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور

رَسُوْلَ اللّٰهِ! وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ قَاسِمًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نُكْنِيْكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَحْسَنَتِ الْأَنْصَارُ، تَسَمَّوْا بِاسْمِيْ، وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ، فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ)). [راجع: ٣١١٤]

عرض کی: یارسول اللہ! میرے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار کہتے ہیں ہم تیری کنیت ابوالقاسم نہیں پکاریں گے اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انصار نے ٹھیک کہا ہے میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت مت رکھو، کیونکہ قاسم میں ہوں۔''

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری کی روایت لاکر اس امر کو قوت دی کہ انصاری نے اپنے لڑکے کا نام قاسم رکھنا چاہا تھا۔ تاکہ لوگ اسے ابوالقاسم کہیں مگر انصار نے اس کی مخالفت کی جس کی نبی کریم ﷺ نے تحسین فرمائی۔ اس میں راویوں نے شعبہ سے اختلاف کیا ہے۔ جیسے ابوالولید کی روایت اوپر گزری۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ انصاری نے محمد نام رکھنا چاہا تھا۔

"قال الشيخ ابن حجر بين البخاری الاختلاف علی شعبة هل اراد الانصاری ان يسمی ابنه محمدا اوالقاسم واشار الی ترجيح انه اراد ان يسمئه القاسم برواية سفيان وهو الثوری له عن الاعمش فسماه القاسم ويترجح ايضا من حيث المعنی لانه لم يقع الانكار من الانصار عليه الاحيث لزم من تسمية ولده القاسم ان يصير يكنی ابا القاسم انتهی۔" (حاشية بخاری صفحه ٤٣٩)

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ پر اختلاف کو بیان کیا ہے جو اس بارے میں واقع ہوا کہ انصاری قاسم رکھنا چاہتا تھا یا محمد اور اس ترجیح پر آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ قاسم نام رکھنا چاہتا تھا معنی کے لحاظ سے بھی اس کو ترجیح حاصل ہے، انصار کا انکار اسی وجہ سے تھا۔ کہ وہ بچے کا نام قاسم رکھ کر خود ابوالقاسم کہلانا چاہتا تھا۔

٣١١٦ـ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَأَنَا الْقَاسِمُ، وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلَى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ)).

[راجع: ٧١]

(۳۱۱۶) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں حمید بن عبدالرحمٰن نے، انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے اور دینے والا تو اللہ ہی ہے میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلے میں یہ امت (مسلمہ) ہمیشہ غالب رہے گی۔ تا آنکہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور اس وقت بھی وہ غالب ہی ہوں گے۔''

تشریح: روایت میں نبی کریم ﷺ کے قاسم ہونے کا ذکر ہے، باب سے یہی وجہ مطابقت ہے۔ دینی فقاہت بلاشبہ اللہ کی دین ہے، یہ جس کو مل جائے۔ رائے اور قیاس کی فقاہت اور کتاب وسنت کی روشنی میں دین کی فقاہت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ دینی فقاہت کا بہترین نمونہ حضرت الاستاذ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے، جس کی سطر سطر سے دینی فقاہت روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس میں ظاہر پرستوں کیلئے بھی تنبیہ ہے جو محض سرسری نظر سے دینی امور میں فتویٰ بازی کے عادی ہیں، ایسے لوگ بھی رائے قیاس کے خوگروں سے ملت کیلئے کم نقصان دہ نہیں ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ "يك من علم را ده من عقل بايد۔" "ایک من علم کیلئے دس من عقل کی بھی ضرورت ہے۔" شیطان عالم تھا مگر عقل سے کورا، اسی لئے اس نے اپنی رائے کو مقدم رکھ کر انا خير منه کا نعرہ لگایا اور دربار الٰہی میں مطرود قرار پایا۔ یہ حدیث کتاب العلم میں بھی مذکور ہو چکی ہے مگر لفظوں میں ذرا فرق ہے۔

یہ جو فرمایا کہ امت اسلامیہ ہمیشہ مخالفین پر غالب رہے گی، سو یہ مطلق غلبہ مراد ہے، خواہ سیاسی طور پر ہو یا حجت اور دلائل کے طور پر ہو، یہ ممکن ہے کہ مسلمان سیاسی طور پر کسی زمانہ میں کمزور ہو جائیں، مگر اپنی مذہبی خوبیوں کی بنا پر عمل میں ہمیشہ اقوام عالم پر غالب رہیں گے۔ آج اس نازک ترین دور میں جملہ مسلمانوں پر ہر قسم کا انحطاط طاری ہے۔ مگر بہت سی خوبیوں کی بنا پر آج بھی دنیا کی بڑی بڑی قومیں مسلمانوں کا لوہا مانتی ہیں اور قیامت تک یہی حال رہے گا۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں مسلمانوں پر قسم قسم کے زوال آئے مگر امت نے ان سب کا مقابلہ کیا اور اسلام اپنی ممتاز خوبیوں کی بنا پر مذاہب عالم پر آج بھی غالب ہے۔

فقاہت سے قرآن و حدیث کی سمجھ مراد ہے جو اللہ پاک اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فقاہت عطا کی کہ ایک ہی حدیث سے کتنے کتنے مسائل کا استخراج فرمایا۔

٣١١٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، حَدَّثَنَا هِلَالٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ، إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ)).

(٣١١٧) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح نے بیان کیا، کہا ہم سے ہلال نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ میں تمہیں کوئی چیز دیتا ہوں، نہ تم سے کسی چیز کو روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں جہاں جہاں کا مجھے حکم ہوتا ہے بس وہیں رکھ دیتا ہوں۔''

تشریح: اموال غنیمت پر اشارہ ہے کہ اس کی تقسیم امر الٰہی کے مطابق میرا کام ہے، دینے والا اللہ پاک ہی ہے، اس لئے جس کو جو کچھ مل جائے اسے بخوشی قبول کرنا چاہیے اور جو ملے گا وہ عین اس کے حق کے مطابق ہی ہوگا۔

٣١١٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَيَّاشٍ وَاسْمُهُ نُعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

(٣١١٨) ہم سے عبداللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالاسود نے بیان کیا، ان سے ابن ابی عیاش نے بیان کیا اور ان کا نام نعمان تھا، ان سے خولہ بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ''کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال کو بے جا اڑاتے ہیں، انہیں قیامت کے دن آگ ملے گی۔''

تشریح: اللہ کے مال سے یوں تو سارے ہی حلال مال مراد ہیں جن میں فضول خرچی کرنا گناہ عظیم قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہاں اموال غنیمت پر بھی مصنف کا اشارہ ہے کہ اسے ناحق طور پر حاصل کرنا دخول نار کا موجب ہے۔ شریعت نے اس کی تقسیم جس طور پر کی ہے اسی طور پر اسے حاصل کرنا ہوگا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ))

باب: نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''تمہارے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے''

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ﴾ الآيَةَ [الفتح: ٢٠] فَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتَّى يُبَيِّنَهُ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سے غنائم کا وعدہ کیا ہے جس میں سے یہ (خیبر کی غنیمت) پہلے ہی دے دی ہے۔'' تو یہ غنیمت کا مال (قرآن کی رو سے) سب لوگوں کا حق ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے

الرَّسُوْلُ ﷺ.

بیان فرمادیا کہ کون کون اس کے مستحق ہیں۔

تشریح: یعنی قرآن مجمل ہے اس کی رو سے تو ہر مال غنیمت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا حصہ ہوگا۔ مگر حدیث شریف سے اس کی تشریح ہوگئی کہ ہر لوٹ کا مال ان لوگوں کا حق ہوگا جو لڑے اور لوٹ حاصل کی، اس میں سے پانچواں حصہ حاکم وقت مسلمانوں کے عمومی مصالح کے لئے نکال لے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تقریر سے ان لوگوں کا رد ہوا جو صرف قرآن شریف کو عمل کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگ قرآن مجید کے دوست نہیں کہے جاسکتے۔ بلکہ ان کو قرآن مجید کا دشمن نمبر اول سمجھنا چاہیے جس میں صاف کہا گیا ہے ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (۱۶/النحل:۴۴) یعنی ہم نے اس کتاب قرآن مجید کو اے رسول! تیری طرف اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اسے اپنی خداداد تشریح کے مطابق پیش کردو۔ آپ کی تشریح وتبیین کا دوسرا نام حدیث ہے۔ جس کے بغیر قرآن مجید اپنے مطلب میں مکمل نہیں کہا جاسکتا۔ نبی کریم ﷺ کی تشریح بھی وحی الٰہی ہی کے ذیل میں ہے جو وہ ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (۵۳/النجم:۳،۴) کے تحت ہے۔ فرق اتنا ہی ہے کہ قرآن مجید وحی جلی اور حدیث نبوی وحی خفی ہے جسے وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

٣١١٩۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)). [راجع: ٢٨٥٠]

(۳۱۱۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے حصین نے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے عروہ بارقی رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر و برکت (آخرت میں) اور غنیمت (دنیا میں) بندھی ہوئی ہے۔“

تشریح: اشارہ یہ ہے کہ جہاد میں شریک ہونے والوں کو ان شاء اللہ مال غنیمت ملے گا۔ اس کا مطلب یہ کہ غنیمت کا مستحق ہر شخص نہیں ہے۔ گویا آیت میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل ووضاحت سنت نے کردی ہے۔

٣١٢٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَتُنْفِقُنَّ كُنُوزَهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [راجع: ٣٠٢٧]

(۳۱۲۰) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا۔ اور جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر پیدا نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔“

تشریح: رسول کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ ایرانی قدیم سلطنت ختم ہوگئی اور وہاں ہمیشہ کے لئے اسلام آگیا۔ شام میں بھی یہی ہوا۔ ان کے خزانوں کا مسلمانوں کے ہاتھ آنا اور ان خزانوں کا فی سبیل اللہ تقسیم ہونا مراد ہے۔

٣١٢١۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، سَمِعَ جَرِيرًا، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا

(۳۱۲۱) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے جریر سے سنا، انہوں نے عبدالملک سے اور ان سے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسریٰ مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا اور جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر پیدا نہ

قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)). [طرفاه في: ٣٦١٩، ٦٦٢٩] [مسلم: ٧٣٣٠]

ہوگا اور اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔"

تشریح: رسول کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ عروج اسلام کے بعد قدیم ایرانی سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا، اور چودہ سو سال سے ایران اسلام ہی کے زیر نگیں ہے۔ یہی حال شام کا ہوا۔ ان کے خزانے جو ہزار ہا سالوں کے جمع کردہ تھے، مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور وہ مستحقین میں تقسیم کردیئے گئے۔ صدق رسول الله۔ (ﷺ)

٣١٢٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ)). [راجع: ٣٣٥]

(٣١٢٢) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا ہم کو سیار بن ابی سیار نے خبر دی، کہا کہ ہم سے یزید فقیر نے بیان کیا، کہا ہم سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے لئے (مراد امت ہے) غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں۔"

٣١٢٣۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهِ وَتَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهِ، بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ)). [راجع: ٣٦] [نسائى: ٣١٢٢، ٣٤٢٢]

(٣١٢٣) ہم سے اسماعیل بن اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے، جہاد کی نیت سے نکلے، اللہ کے کلام (اس کے وعدے) کو سچ جان کر، تو اللہ اس کا ضامن ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کرکے جنت میں لے جائے گا، یا اس کا ثواب اور غنیمت کا مال دلا کر اس کے گھر لوٹا لائے گا۔"

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس حدیث کے لانے سے بھی یہی ہے کہ مال غنیمت جہاد میں شریک ہونے والوں کے لئے ہے اور یہ کہ حقیقی مجاہد کون ہے۔ اس پر بھی اس حدیث میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایسے مجاہدین بھی ہوتے ہیں جو محض حصول دنیا و نام و نمود کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ جن کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے، بلکہ قیامت کے دن ان کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا کہ تمہارے جہاد کرنے کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ تم کو دنیا میں بہادر کہہ کر پکارا جائے۔ تمہارا یہ مقصد دنیا میں تم کو حاصل ہوگیا۔ اب آخرت میں دوزخ کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں ہے۔

٣١٢٤۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ: لِقَوْمِهِ لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلَا أَحَدٌ بَنَى بُيُوْتًا وَلَمْ

(٣١٢٤) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام بن منبہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے ایک نبی (یوشع علیہ السلام) نے غزوہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص جس نے ابھی نئی شادی کی ہو اور بیوی کی ساتھ کوئی رات بھی نہ گزاری ہو اور وہ رات گزارنا چاہتا ہو اور وہ

يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا، وَلَا أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ: إِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَأَنَا مَأْمُوْرٌ، اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا. فَحُبِسَتْ، حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ، فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَأْكُلَهَا، فَلَمْ تَطْعَمْهَا، فَقَالَ: إِنَّ فِيكُمْ غُلُوْلًا، فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ. فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُوْلُ. فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ، فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: فِيكُمُ الْغُلُوْلُ، فَجَاؤُوْا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا، فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا، ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ، رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا)).

[طرفه في: ٥١٥٧] [مسلم: ٤٥٥٥]

شخص جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ رکھی ہو اور وہ شخص جس نے حاملہ بکری یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور اسے ان کے بچے جننے کا انتظار ہو تو (ایسے لوگوں میں سے کوئی بھی) ہمارے ساتھ جہاد میں نہ چلے۔ پھر انہوں نے جہاد کیا، اور جب اس آبادی (اریحا) سے قریب ہوئے تو عصر کا وقت ہو گیا یا اس کے قریب وقت ہوا۔ انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی اللہ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی اس کا تابع فرمان ہوں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اسے اپنی جگہ پر روک دے۔ چنانچہ سورج رک گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عنایت فرمائی۔ پھر انہوں نے اموال غنیمت کو جمع کیا اور آگ اسے جلانے کے لئے آئی لیکن جلا نہ سکی، اس نبی نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں چوری کی ہے۔ اس لئے ہر قبیلہ کا ایک آدمی آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کرے (جب بیعت کرنے لگے تو) ایک قبیلہ کے شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ انہوں نے فرمایا، کہ چوری تمہارے ہی قبیلے والوں نے کی ہے۔ اب تمہارے قبیلے کے سب لوگ آئیں اور بیعت کریں۔ چنانچہ اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ اس طرح ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا، تو آپ نے فرمایا کہ چوری تمہیں لوگوں نے کی ہے۔ (آخر چوری مان لی گئی) اور وہ لوگ گائے کے سر کی طرح سونے کا ایک سر لائے (جو غنیمت میں سے چرا لیا گیا تھا) اور اسے مال غنیمت میں رکھ دیا، تب آگ آئی اور اسے جلا گئی۔ پھر غنیمت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے حلال قرار دے دی، ہماری کمزوری اور عاجزی کو دیکھا۔ اس لیے ہمارے واسطے حلال قرار دے دی۔"

تشریح: حدیث میں اسرائیلی نبی یوشع علیہ السلام کا ذکر ہے جو جہاد کو نکلے تھے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ انہوں نے دعا کی، اللہ نے ان کی دعا قبول کی، یہی وہ چیز ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے۔ جس کا ہونا حق ہے۔ پہلے زمانے میں اموال غنیمت مجاہدین کے لئے حلال نہ تھا بلکہ آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی جو عنداللہ قبولیت کی دلیل ہوتی تھی۔ اموال غنیمت میں خیانت کرنا پہلے بھی گناہ عظیم تھا اور اب بھی یہی حکم ہے۔ مگر امت مسلمہ کے لئے اللہ نے اموال غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔ وہ شریعت کے حکم کے مطابق تقسیم ہوں گے۔ کم طاقتی اور عاجزی سے یہ مراد ہے کہ مسلمان مفلس اور نادار تھے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی اور فروتنی سے حاضر ہوتے تھے پروردگار کو ان کی عاجزی پسند آئی اور یہ سرفرازی ہوئی کہ غنیمت کے مال ان کے لئے حلال کر دیئے گئے۔

ہم ان بے وقوف پادریوں سے پوچھتے ہیں جو غنیمت کا مال لینا بڑا عیب جانتے ہیں کہ تمہارے مذہب والے نصاریٰ تو دوسروں کے ملک کے ملک اور خزانے ہضم کر جاتے ہیں۔ ڈکار تک نہیں لیتے۔ جس ملک کو فتح کرتے ہیں وہاں سب معزز کاموں پر اپنی قوم والوں کو مامور کرتے ہیں، اہل ملک کا ذرا لحاظ نہیں رکھتے پھر یہ لوٹ نہیں تو کیا ہے۔ لوٹ سے بھی بدتر ہے۔ لوٹ تو گھڑی بھر ہوتی ہے۔ اور ظلمی انتقام تو صدہا برس تک ہوتا رہتا ہے۔

معاذ اللہ! انجیل شریف کی وہی مثال ہے اپنی آنکھ کا تو شہتیر نہیں دیکھتے اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتے ہیں۔ (وحیدی)

بَابٌ: الْغَنِيمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ

باب: مال غنیمت اس کو ملے گا جو جنگ میں حاضر ہوگا

٣١٢٥- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ. [راجع: ٢٣٣٤]

(۳۱۲۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی، انہیں امام مالک نے، انہیں زید بن اسلم نے، انہیں ان کے والد نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اسے فاتحوں میں اسی طرح تقسیم کر دیا کرتا جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کی تقسیم کی تھی۔

تشریح: اکثر ائمہ کا فتویٰ ہے کہ مفتوحہ ملک کے لئے امام کو اختیار ہے خواہ تقسیم کر دے خواہ خراجی ملک کے طور پر رہنے دے۔ لیکن یہ خراج اسلامی قاعدے کے موافق مسلمانوں ہی پر خرچ کیا جائے، یعنی محتاجوں، یتیموں کی خبر گیری، جہاد کے سامان، اور اسباب کی تیاری میں غرض ملک کا محاصل بادشاہ کی ملک نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں اور غازیوں کا مال ہے۔ بادشاہ بھی بطور ایک سپاہی کے اس میں سے اپنا خرچ لے سکتا ہے۔ یہ شرعی نظام ہے مگر صد افسوس کہ آج یہ بیشتر اسلامی ممالک سے مفقود ہے۔ فلیبك على الاسلام من كان باكيا۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ؟

باب: اگر کوئی غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑے (مگر نیت غلبہ دین بھی ہو) تو کیا اس کا ثواب کم ہوگا؟

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب اس باب کو لانے سے یہ ہے کہ جہاد میں اگر اللہ کا حکم بلند کرنے کی نیت ہو اور ضمناً یہ غرض بھی ہو کہ مال غنیمت بھی ملے تو اس سے ثواب میں کچھ فرق نہیں آتا، جیسے جنگ بدر میں صحابہ قافلہ لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے۔ البتہ اگر صرف لوٹ مار ہی غرض ہو دین کی ترقی مقصود نہ ہو تو ثواب کم کیا بلکہ کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا۔

٣١٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ: قَالَ أَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ ﷺ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، مَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [راجع: ١٢٣]

(۳۱۲۶) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے عمرو بن مرہ نے بیان کیا، انہوں نے وائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک اعرابی (لاحق بن ضمیرہ باہلی) نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ایک شخص ہے جو غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد میں شریک ہوا، ایک شخص ہے جو اس لئے شرکت کرتا ہے کہ اس کی بہادری کے چرچے زبانوں پر آجائیں، ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کی دھاک بیٹھ جائے، تو ان سے اللہ کے راستے میں کون سا ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جنگ میں

شرکت اس لئے کرے تاکہ اللہ کا کلمہ (دین) ہی بلند رہے۔ فقط وہی اللہ کے راستے میں ہے۔''

تشریح: اسلامی جہاد کا مقصد وحید صرف شریعت الٰہی کی روشنی میں ساری دنیا میں امن وامان قائم کرنا ہے زمین یا دولت کا حاصل کرنا اسلامی جہاد کا منشا ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے تاریخ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن ملکوں نے اسلام کے مقاصد سے اشتراک کیا، ان ملکوں کے سربراہوں کو ان کی جگہ پر قائم رکھا گیا۔ حدیث ہذا میں مجاہدین اسلام کے لئے ہدایت ہے کہ وہ اموال غنیمت کے حصول کے ارادے سے ہرگز جہاد نہ کریں بلکہ ان کی نیت خاص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی ہونی ضروری ہے۔ یوں بصورت فتح مال غنیمت بھی ان کو ملے گا جو ایک ضمنی چیز ہے۔

بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ، وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ أَوْ غَابَ عَنْهُ

٣١٢٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ، فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ ابْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ: ادْعُهُ لِي. فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ صَوْتَهُ فَأَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهِ وَاسْتَقْبَلَهُ بِأَزْرَارِهِ فَقَالَ: ((يَا أَبَا الْمِسْوَرِ! خَبَأْتُ هَذَا لَكَ، يَا أَبَا الْمِسْوَرِ! خَبَأْتُ هَذَا لَكَ)). وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شِدَّةٌ. وَرَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ. وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةٌ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.[راجع: ٢٥٩٩]

باب: خلیفۃ المسلمین کے پاس غیر لوگ جو تحائف بھیجیں ان کا بانٹ دینا اور ان میں سے جو لوگ موجود نہ ہوں ان کا حصہ چھپا کر محفوظ رکھنا

(٣١٢٧) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دیبا کی کچھ قبائیں تحفہ کے طور پر آئی تھیں۔ جن میں سونے کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں، انہیں آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب میں تقسیم فرما دیا اور ایک قبا مخرمہ بن نوفل ؓ کے لئے رکھ لی۔ پھر مخرمہ ؓ آئے اور ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے مسور بن مخرمہ ؓ بھی تھے۔ آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا میرا نام لے کر نبی کریم ﷺ کو بلا لا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی آواز سنی تو قبا لے کر باہر تشریف لائے اور اس کی گھنڈیاں ان کے سامنے کر دیں۔ پھر فرمایا: ''ابومسور! یہ قبا میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھ لی تھی، ابومسور! یہ قبا میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھ لی تھی۔'' مخرمہ ؓ ذرا تیز طبیعت کے آدمی تھے۔ ابن علیہ نے ایوب کے واسطے سے یہ حدیث (مرسلاً ہی) روایت کی ہے۔ اور حاتم بن وردان نے بیان کیا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے ان سے مسور بن مخرمہ ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں کچھ قبائیں آئیں تھیں، اس روایت کی متابعت لیث نے ابن ابی ملیکہ سے کی ہے۔

تشریح: حاتم بن وردان کی روایت کو خود امام بخاری ؒ نے "باب شهادة الاعمى" میں وصل کیا ہے۔ مخرمہ ؓ میں طبعی غصہ تھا۔ جلدی سے گرم ہو جاتے جیسے اکثر تنگ مزاج لوگ ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام یا بادشاہ اسلام کو کافر لوگ جو تحفے تحائف بھیجیں ان کا لینا امام کو

درست ہے۔ اور اس کو اختیار ہے کہ جو چاہے خود رکھے جو چاہے جس کو دے، اغیار کے تحائف قبول کرنا بھی اس سے ثابت ہوا۔

بَابٌ: كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَمَا أَعْطَى مِنْ ذَلِكَ فِي نَوَائِبِهِ

باب: نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائیداد کس طرح تقسیم کی تھی؟ اور اپنی ضرورتوں میں ان کو کیسے خرچ کیا؟

٣١٢٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ، فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

[راجع: ٢٦٣٠] [مسلم: ٤٦٠٤]

(٣١٢٨) ہم سے عبداللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان نے، انہوں نے انس بن مالک ؓ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ (انصار) کچھ کھجور کے درخت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ دے دیا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قبائل پر فتح دی تو آنحضرت ﷺ اس کے بعد اس طرح کے ہدایا واپس فرما دیا کرتے تھے۔

تشریح: جب مہاجرین اول اول مدینہ میں آئے تو اکثر نادار اور محتاج تھے، انصار نے اپنے باغات میں ان کو شریک کر لیا تھا، نبی کریم ﷺ کو بھی کئی درخت گزرائے گئے تھے۔ جب بنی قریظہ اور بنی نضیر کے باغات بن لڑے بھڑے نبی کریم ﷺ کے قبضے میں آئے تو وہ آپ کا مال تھے، مگر آپ نے ان سے کئی باغ مہاجرین میں تقسیم کر دیئے اور ان کو یہ حکم دیا کہ اب انصار کے باغ اور درخت جو انہوں نے تم کو دیئے تھے، وہ ان کو واپس کر دو، اور کئی باغ آپ نے خاص اپنے لئے رکھے۔ اس میں جہاد کا سامان کیا جاتا اور دوسری ضروریات مثلاً آپ کی بیویوں کے خرچ وغیرہ پورا کئے جاتے، امام بخاری ؒ نے یہ حدیث ذکر کر کے اسی خرچ کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے باب کا مطلب بخوبی نکلتا ہے۔ (وحیدی)

بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِي فِي مَالِهِ حَيًّا وَمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَوُلَاةِ الْأَمْرِ

باب: مجاہدین جنہوں نے نبی اکرم ﷺ اور خلفاء (اسلام) کے ساتھ مل کر جہاد کیا ان کے مال میں بحالت حیات اور موت برکت کا ثابت ہونا

٣١٢٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: أَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! إِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ، وَإِنِّي لَا أُرَانِي إِلَّا سَأُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي، أَفَتَرَى دَيْنَنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئًا

(٣١٢٩) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا میں نے ابو اسامہ سے پوچھا، کیا آپ لوگوں سے ہشام بن عروہ نے یہ حدیث اپنے باپ سے بیان کی ہے کہ ان سے عبداللہ بن زبیر ؓ نے کہا کہ جمل کی جنگ کے موقع پر جب زبیر ؓ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا، انہوں نے نے کہا بیٹے! آج کی لڑائی میں ظالم مارا جائے گا یا مظلوم اور میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضوں کی ہے۔ کیا تمہیں بھی کچھ اندازہ ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ سکے گا؟ پھر انہوں نے کہا بیٹے! ہمارا مال

فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! بِعْ مَالَنَا فَاقْضِ دَيْنِي. وَأَوْصَى بِالثُّلُثِ، وَثُلُثِهِ لِبَنِيهِ، يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِاللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ: ثُلُثُ الثُّلُثِ أَثْلَاثًا، فَإِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ فَثُلُثُهُ لِوَلَدِكَ. قَالَ هِشَامٌ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ وَازَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَعَبَّادٌ، وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: فَجَعَلَ يُوصِينِي بِدَيْنِهِ وَيَقُولُ: يَا بُنَيَّ! إِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ. قَالَ: فَوَاللَّهِ! مَا دَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ: يَا أَبَهْ! مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ: اللَّهُ. قَالَ: فَوَاللَّهِ! مَا وَقَعْتُ فِي كُرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ! اقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيهِ، فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِلَّا أَرَضِينَ مِنْهَا الْغَابَةُ، وَإِحْدَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِي عَلَيْهِ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ: لَا وَلَكِنَّهُ سَلَفٌ، فَإِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ، وَمَا وَلِيَ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةَ خَرَاجٍ وَلَا شَيْئًا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوَةٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ مَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ قَالَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: فَحَسَبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ قَالَ: فَلَقِيَ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَاللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: يَا ابْنَ

فروخت کر کے اس سے قرض ادا کر دینا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک تہائی کی میرے لئے اور اس تہائی کے تیسرے حصہ کی وصیت میرے بچوں کے لئے کی، یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بچوں کے لئے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس تہائی کے تین حصے کر لینا اور اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے اموال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا تہائی تمہارے بچوں کے لئے ہوگا۔ ہشام راوی نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بعض لڑکے زبیر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کے ہم عمر تھے۔ جیسے خبیب اور عباد۔ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے اس وقت نو لڑکے اور نو لڑکیاں تھیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر زبیر رضی اللہ عنہ مجھے اپنے قرض کے سلسلے میں وصیت کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ بیٹا! اگر قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو میرے مالک و مولا سے اس میں مدد چاہنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی! ان کی بات نہ سمجھ سکا، میں نے پوچھا کہ باپ آپ کے مولا کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ پاک! عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! قرض ادا کرنے میں جو دشواری سامنے آئی تو میں نے اسی طرح دعا کی، کہ اے زبیر کے مولا! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرا دے اور ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب زبیر رضی اللہ عنہ (اسی موقع پر) شہید ہو گئے تو انہوں نے ترکہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ ان کا ترکہ کچھ تو اراضی کی صورت میں تھا اور اسی میں غابہ کی زمین بھی شامل تھی۔ گیارہ مکانات مدینہ میں تھے، دو مکان بصرہ میں تھے، ایک مکان کوفہ میں تھا اور ایک مصر میں تھا۔ عبداللہ نے بیان کیا کہ ان پر جو اتنا سارا قرض ہو گیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ جب ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال لے کر امانت رکھنے آتا تو آپ اسے کہتے کہ نہیں البتہ اس صورت میں رکھ سکتا ہوں کہ یہ میرے ذمے بطور قرض رہے۔ کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہو جانے کا بھی خوف ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کسی علاقے کے امیر کبھی نہیں بنے تھے۔ نہ وہ خراج وصول کرنے پر کبھی مقرر ہوئے اور نہ کوئی دوسرا عہدہ انہوں نے قبول کیا، البتہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہادوں میں شرکت کی تھی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب میں نے اس رقم کا

أَخِي، كَمْ عَلَى أَخِي مِنَ الدَّيْنِ فَكَتَمَهُ. وَقَالَ: مِائَةُ أَلْفٍ. فَقَالَ حَكِيمٌ: وَاللَّهِ! مَا أُرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهَذِهِ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللَّهِ: أَفَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفَيْ أَلْفٍ وَمِائَتَيْ أَلْفٍ قَالَ: مَا أُرَاكُمْ تُطِيقُونَ هَذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي. قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ، فَبَاعَهَا عَبْدُاللَّهِ بِأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ، فَأَتَاهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَا. قَالَ: فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ. فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَا. قَالَ: فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً. فَقَالَ عَبْدُاللَّهِ: لَكَ مِنْ هَاهُنَا إِلَى هَاهُنَا. قَالَ: فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضَى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ: كَمْ بَقِيَ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ. فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِيَ؟ فَقَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفٌ. قَالَ: أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ؟ قَالَ: فَبَاعَ عَبْدُ اللَّهِ

حساب کیا جو ان پر قرض تھی تو اس کی تعداد بائیس لاکھ تھی۔ بیان کیا کہ پھر حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملے تو دریافت فرمایا، بیٹے! میرے (دینی) بھائی پر کتنا قرض رہ گیا ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چھپانا چاہا اور کہہ دیا کہ ایک لاکھ، اس پر حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا قسم اللہ کی! میں تو نہیں سمجھتا کہ تمہارے پاس موجود سرمایہ سے یہ قرض ادا ہو سکے گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اب کہا، کہ اگر قرض کی تعداد بائیس لاکھ ہوئی پھر آپ کی کیا رائے ہوگی؟ انہوں نے فرمایا پھر تو یہ قرض تمہاری برداشت سے بھی باہر ہے۔ خیر اگر کوئی دشواری پیش آئے تو مجھ سے کہنا، عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی جائیداد ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، لیکن عبداللہ نے وہ سولہ لاکھ میں بیچی۔ پھر انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے مل لے، چنانچہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب آئے، ان کا زبیر رضی اللہ عنہ پر چار لاکھ روپیہ تھا۔ انہوں تو یہی پیش کش کی اگر تم چاہو میں یہ قرض چھوڑ سکتا ہوں، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہوں میں سارے قرض کی ادائیگی کے بعد لے لوں گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی یہی کہا کہ تاخیر کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر انہوں نے کہا کہ پھر اس زمین میں میرے حصے کا قطعہ مقرر کر دو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اپنے قرض میں یہاں سے یہاں تک لے لیجئے۔ (راوی نے) بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ کی جائیداد اور مکانات وغیرہ بیچ کر ان کا قرض ادا کر دیا گیا۔ اور حمارے قرض کی ادائیگی ہوگئی۔ غابہ کی جائیداد میں ساڑھے چار حصے ابھی باقی تھے (جو فروخت نہیں ہوئے تھے)۔ اس لئے عبداللہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں (شام) تشریف لے گئے، وہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ موجود تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ غابہ کی جائیداد کی قیمت طے ہوئی، انہوں نے بتایا کہ ہر حصے کی قیمت ایک لاکھ طے پائی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب باقی کتنے حصے رہ گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ساڑھے چار حصے، اس پر منذر بن زبیر نے کہا ایک حصہ ایک لاکھ میں مَیں لے لیتا ہوں، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں مَیں لے لیتا ہوں،

ابْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ، قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا. قَالَ لَهُمْ: وَاللَّهِ! لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتَّى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِينَ أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ. قَالَ: فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ، فَلَمَّا مَضَى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ قَالَ: وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَرَفَعَ الثُّلُثَ، فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ، فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ.

ابن زمعہ نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لے لیتا ہوں، اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی بچے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ڈیڑھ حصہ! معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اسے میں ڈیڑھ لاکھ میں لے لیتا ہوں، بیان کیا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا۔ پھر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرض کی ادائیگی کر چکے تو زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد نے کہا کہ اب ہماری میراث تقسیم کر دیجئے، لیکن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ ابھی تمہاری میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کرسکتا، جب تک چار سال تک ایام حج میں اعلان نہ کرالوں کہ جس شخص کا بھی زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اپنا قرض لے جائے، راوی نے بیان کیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اب ہر سال ایام حج مین اس کا اعلان کرانا شروع کیا اور جب چار سال گزر گئے، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو میراث تقسیم کی، راوی نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (وصیت کے مطابق) تہائی حصہ بچی ہوئی رقم میں سے نکال لیا تھا، پھر بھی ہر بیوی کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ کی رقم آئی، اور کل جائیداد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پانچ کروڑ دو لاکھ ہوئی۔

تشریح: یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں، کنیت ابوعبداللہ قریشی ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا عبدالمطلب کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ یہ اور ان کی والدہ شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ جبکہ ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ یہ تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ یہ جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ماہ جمادی الاولی ۳۶ھ میں باب البصرہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس کا نام جنگ جمل رکھا گیا۔ لڑائی کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون ناحق تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کی طلبگار تھیں۔ یہ جنگ اسی بنا پر ہوئی۔

اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی، جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کی بدترین مثال ہے، فریقین میں ایک طرف سربراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک ہو گئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ فوراً ان کے حوالہ کر دیے جائیں تاکہ ان سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک اچھی طرح دریافت اور تحقیق نہ ہو میں کس طرح کسی کو تمہارے حوالہ کرسکتا ہوں کہ تم ان کا خون ناحق کرو۔ یہی جھگڑا تھا جو سمجھنے اور سمجھانے سے طے نہ ہوا۔ دونوں طرف والوں کو جوش تھا۔ آخر نوبت جنگ تک پہنچی، باقی خلافت کی کوئی تکرار نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو صحابہ تھے وہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر چکے تھے۔

جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد دلائی کہ زبیر ایک دن ایسا ہوگا، تم علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یہ حدیث سنتے ہی میدان جنگ سے لوٹ گئے۔ راستے میں یہ ایک مقام پر سو گئے۔ عمرو بن جرموز مردود نے وادی السباع میں سوتے ہوئے ان کو قتل کر دیا اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

ہے کہ زبیر کا قاتل دوزخی ہے۔

بَابٌ: إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُوْلًا فِيْ حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ

باب: اگر امام کسی شخص کو سفارت پر بھیجے یا کسی خاص جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا بھی حصہ (غنیمت میں) ہوگا؟

٣١٣٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ، فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ)). [أطرافه في: ٣٦٩٨، ٣٧٠٤، ٤٠٦٦، ٤٥١٣، ٤٥١٤، ٤٥١٥، ٤٦٥٠، ٤٦٥١، ٧٠٩٥]

(۳۱۳۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن موہب نے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان کے نکاح میں رسول کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تمہیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا بدر میں شریک ہونے والے کسی شخص کو، اور اتنا ہی حصہ بھی ملے گا۔"

تشریح: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی حدیث کے موافق حکم دیا ہے کہ جو شخص امام کے حکم سے باہر ہو گیا ہو، یا ٹھہر گیا ہو اس کا بھی حصہ مال غنیمت میں لگایا جائے اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ اس کے خلاف کہتے ہیں اور اس حدیث کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں خاص قرار دیتے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ: وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ

مَا سَأَلَ هَوَازِنُ النَّبِيَّ ﷺ بِرَضَاعِهِ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. وَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعِدُ النَّاسَ أَنْ يُعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْأَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ، وَمَا أَعْطَى الْأَنْصَارَ، وَمَا أَعْطَى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ.

باب: جس نے یہ کہا کہ پانچواں حصہ مسلمانوں کی ضرورتوں کے لئے ہے اس کی دلیل کا بیان

وہ واقعہ ہے کہ ہوازن کی قوم نے اپنے دودھ ناطے کی وجہ سے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، آپ سے درخواست کی، ان کے مال قیدی واپس ہوں تو آپ نے لوگوں سے معاف کرایا کہ اپنا حق چھوڑ دو اور یہ بھی دلیل ہے کہ آپ لوگوں کو اس مال میں سے دینے کا وعدہ کرتے جو بلا جنگ ہاتھ آیا تھا اور خمس میں سے انعام دینے کا اور یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے خمس میں سے انصار کو دیا اور جابر رضی اللہ عنہ کو خیبر کی کھجور دی۔

٣١٣١، ٣٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ

(۳۱۳۱، ۳۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ

شِهَابٍ قَالَ: وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)). وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ. قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ)). فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. [راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

[ابو داود: ۲۶۹۳]

عروہ کہتے تھے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی کہ جب ہوازن کا وفد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مالوں اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے تم ایک ہی واپس لے سکتے ہو۔ اپنے قیدی واپس لے لو یا پھر مال لے لو، اور میں نے تمہارا انتظار بھی کیا۔'' آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس دن تک طائف سے واپسی پر ان کا انتظار کیا اور جب یہ بات ان پر واضح ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ ان کی صرف ایک ہی چیز (قیدی یا مال) واپس کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی ہی واپس لینا چاہتے ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا، آپ ﷺ نے اللہ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا ''امابعد! تمہارے یہ بھائی اب ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیے جائیں۔ اسی لئے جو شخص اپنی خوشی سے غنیمت کے اپنے حصے کے (قیدی) واپس کرنا چاہے وہ کر دے اور جو شخص چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہمیں جب اس کے بعد سب سے پہلی غنیمت ملے تو اس میں سے اس کے حصے کی ادائیگی کر دی جائے تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کر دے۔'' (اور جب ہمیں دوسری غنیمت ملے گی تو اس کا حصہ ادا کر دیا جائے گا) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمیں اپنی خوشی سے انہیں اپنے حصے واپس کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن لوگوں نے اپنی خوشی سے اجازت دی اور کن لوگوں نے نہیں دی ہے۔ اس لئے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس چلے جائیں اور تمہارے سردار لوگ تمہاری بات ہمارے سامنے آ کر بیان کریں۔'' سب لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سرداروں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو آ کر خبر دی کہ سب لوگ خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔ یہی وہ خبر ہے جو ہوازن کے قیدیوں کے سلسلے میں ہمیں معلوم ہوئی ہے۔

تشریح: قوم ہوازن میں آپ ﷺ کی اولین دایہ حلیمہ سعدیہ تھیں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ نے مغازی میں نکالا ہے کہ ہوازن والوں نے نبی

کریم ﷺ سے یوں عرض کیا تھا آپ ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کا آپ نے دودھ پیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی بنا پر ہوازن والوں کو بھائی قرار دیا اور مجاہدین سے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے حصہ کے لونڈی غلام ان کو واپس کر دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس حدیث میں کئی ایک تمدنی امور بھی بتلائے گئے ہیں جن میں اقوام میں نمایندگی کا اصول بھی ہے جسے اسلام نے سکھایا ہے اسی اصول پر موجودہ جمہوری طرز حکومت وجود میں آیا ہے۔

اس روایت کی سند میں مروان بن حکم کا بھی نام آیا ہے، اس پر مولانا وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مروان نے نہ نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، نہ آپ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے۔ اس کے اعمال بہت خراب تھے اور اسی وجہ سے لوگوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کیا ہے کہ مروان سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے مروان سے روایت نہیں کی، بلکہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ، جو صحابی ہیں، روایت کی ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض برا شخص حدیث کی روایت میں سچا اور با احتیاط ہوتا ہے تو محدثین اس سے روایت کرتے ہیں۔ اور کوئی شخص بہت نیک اور صالح ہوتا ہے لیکن وہ عبادت یا دوسرے علم میں مصروف رہنے کی وجہ سے حدیث کے الفاظ اور متن کا خوب خیال نہیں رکھتا، تو محدثین اس سے روایت نہیں کرتے یا اس کی روایت کو ضعیف جانتے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مجتہدین عظام میں کچھ حضرات تو ایسے ہیں جن کا طریقہ کار استخراج و استنباط مسائل اجتہاد کے طریق پر تھا۔ کچھ فقہ اور حدیث ہر دو کے جامع تھے۔ بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ پر مجتہد مطلق ہیں۔ اگر وہ کسی جگہ مروان جیسے لوگوں کی مرویات نقل کرتے ہیں تو ان کے ساتھ کسی اور معتبر شاہد کو بھی پیش کر دیتے ہیں۔ جو ان کے کمال احتیاط کی دلیل ہے اور اس بنا پر ان پر طعن کرنا محض تعصب اور کور باطنی کا ثبوت دینا ہے۔

٣١٣٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ؛ ح: قَالَ أَيُّوبُ: وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِيُّ وَأَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ أَحْفَظُ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوْسَى، فَأُتِيَ ذِكْرَ دَجَاجَةٍ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللّٰهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِيْ، فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَقَذِرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَ. فَقَالَ: هَلُمَّ فَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ: ((وَاللّٰهِ! لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِيْ مَا أَحْمِلُكُمْ)). فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِنَهْبِ إِبِلٍ، فَسَأَلَ عَنَّا فَقَالَ: ((أَيْنَ النَّفَرُ الْأَشْعَرِيُّوْنَ)). فَأَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى، فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا: مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا، فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: إِنَّا سَأَلْنَاكَ أَنْ تَحْمِلَنَا، فَحَلَفْتَ أَنْ

(٣١٣٣) ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابوقلابہ نے بیان کیا اور (ایوب نے ایک دوسری سند کے ساتھ اس طرح روایت کی ہے کہ) مجھ سے قاسم بن عاصم کلیبی نے بیان کیا اور کہا کہ قاسم کی حدیث (ابوقلابہ کی حدیث کی بہ نسبت) مجھے زیادہ اچھی طرح یاد ہے، زہدم سے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے (کھانا لایا گیا اور) وہاں مرغی کا ذکر ہونے لگا۔ بنی تیم اللہ کے ایک آدمی سرخ رنگ والے وہاں موجود تھے۔ غالباً موالی میں سے تھے۔ انہیں بھی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کھانا پر بلایا، وہ کہنے لگے کہ میں نے مرغی کو گندی چیزیں کھاتے ایک مرتبہ دیکھا تھا تو مجھے بڑی نفرت ہوئی اور میں نے قسم کھالی کہ کبھی مرغی کا گوشت نہ کھاؤں گا۔ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریب آجاؤ، (تمہاری قسم پر) میں تم سے ایک حدیث اس سلسلے کی بیان کرتا ہوں، قبیلہ اشعر کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (غزوۂ تبوک کے لئے) حاضر ہوا اور سواری کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمہارے لئے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تمہاری سواری کے کام آسکے'' پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں غنیمت کے اونٹ آئے، تو آپ ﷺ نے ہمارے متعلق

لَا تَحْمِلَنَا أَفَنَسِيتَ قَالَ: ((لَسْتُ أَنَا حَمَلْتُكُمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ! إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا)). [أطرافه في: ٤٣٨٥، ٤٤١٥، ٥٥١٧، ٥٥١٨، ٦٦٢٣، ٦٦٤٩، ٦٦٧٨، ٦٦٨٠، ٦٧١٨، ٦٧١٩، ٦٧٢١، ٧٥٥٥] [مسلم: ٤٢٦٥، ٤٢٧٠؛ ترمذي: ١٧٢٦، ١٧٤٧؛ نسائي: ٣٧٨٨، ٤٣٥٧، ٤٣٥٨]

دریافت فرمایا، اور فرمایا کہ ''قبیلہ اشعر کے لوگ کہاں ہیں؟'' چنانچہ آپ ﷺ نے پانچ اونٹ ہمیں دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا، خوب موٹے تازے اور فربہ۔ جب ہم چلنے لگے تو ہم نے آپس میں کہا کہ جو نامناسب طریقہ ہم نے اختیار کیا اس سے آنحضرت ﷺ کے اس عطیہ میں ہمارے لئے کوئی برکت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہم پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے پہلے جب آپ سے درخواست کی تھی تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ میں تمہاری سواری کا انتظام نہیں کر سکوں گا۔ شاید آپ ﷺ کو وہ قسم یاد نہ رہی ہو، لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہاری سواری کا انتظام واقعی نہیں کیا، وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں یہ سواریاں دے دی ہیں۔ اللہ کی قسم! تم اس پر یقین رکھو کہ ان شاء اللہ جب بھی کوئی قسم کھاؤں، پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بہتر اور مناسب طرز عمل اس کے سوا میں ہے تو میں وہی کروں گا جس میں اچھائی ہوگی اور قسم کا کفارہ دے دوں گا۔''

تشریح: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تھا کہ تو نے بھی جو قسم کھالی ہے کہ مرغی نہ کھاؤں گا یہ قسم اچھی نہیں ہے کہ مرغی حلال جانور ہے۔ فراغت سے کھا اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، باب کی مناسبت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اشعریوں کو اپنے حصے یعنی خمس میں سے یہ اونٹ دیئے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے یہ خیال کیا کہ شاید نبی کریم ﷺ کو وہ قسم یاد نہ رہی ہو کہ میں تم کو سواریاں نہیں دینے کا اور ہم نے آپ کو یاد نہیں دلایا، گویا فریب سے ہم یہ اونٹ لے آئے، ایسے کام میں بھلائی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اسی صفائی کے لئے انہوں نے مراجعت کی جس سے معاملہ صاف ہو گیا۔

٣١٣٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَغَنِمُوا إِبِلًا كَثِيرًا، فَكَانَتْ سِهَامُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا. [طرفه في: ٤٣٣٨]

(٣١٣٤) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی لشکر کے ساتھ تھے۔ غنیمت کے طور پر اونٹوں کی ایک بڑی تعداد اس لشکر کو ملی۔ اس لئے اس کے ہر سپاہی کو حصے میں بھی بارہ بارہ گیارہ گیارہ اونٹ ملے تھے اور ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔

تشریح: اور ظاہر ہے کہ لشکر کے سردار نے یہ انعام خمس میں سے دیا ہوگا۔ گو یہ فعل لشکر کے سردار کا تھا مگر نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہوا، آپ ﷺ نے سنا ہوگا اور اس پر سکوت فرمایا تو وہ حجت ہوا۔

٣١٣٥۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ

(٣١٣٥) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو لیث نے بیان کیا، انہیں عقیل نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ بعض مہموں کے موقع پر اس میں

يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوَى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

[مسلم: ٤٥٦٥؛ ابوداود: ٦٧٤٦]

شریک ہونے والوں کو غنیمت کے عام حصوں کے علاوہ (خمس وغیرہ میں سے) اپنے طور پر بھی دیا کرتے تھے۔

٣١٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُوأُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ إِلَيْهِ، أَنَا وَأَخَوَانِ لِي، أَنَا أَصْغَرُهُمْ، أَحَدُهُمَا أَبُوْ بُرْدَةَ وَالآخَرُ أَبُوْ رُهْمٍ، إِمَّا قَالَ: فِي بِضْعٍ، وَإِمَّا قَالَ: فِي ثَلَاثَةٍ وَخَمْسِيْنَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلاً مِنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَنَا هَاهُنَا، وَأَمَرَنَا بِالْإِقَامَةِ فَأَقِيْمُوْا مَعَنَا. فَأَقَمْنَا مَعَهُ، حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيْعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، فَأَسْهَمَ لَنَا. أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا. وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ، إِلَّا أَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ، قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

[أطرافه في: ٣٨٧٦، ٤٢٣٠، ٤٢٣٣] [مسلم: ٦٤١٠]

(٣١٣٦) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے یزید نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی خبر ہمیں ملی، تو ہم یمن میں تھے۔ اس لئے ہم بھی آپ کی خدمت میں مہاجرین کی حیثیت سے حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ میں تھا، میرے دو بھائی تھے۔ (میری عمران دونوں سے کم تھی، دونوں بھائیوں میں) ایک ابو بردہ تھے اور دوسرے ابورہم۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ یا یہ کہا ترپن یا باون آدمیوں کے ساتھ (یہ لوگ روانہ ہوئے تھے) ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہماری کشتی نجاشی کے ملک حبشہ پہنچ گئی اور وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ ہم یہیں رہیں۔ اس لئے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہیں ٹھہر جائیں۔ چنانچہ ہم بھی وہیں ٹھہر گئے۔ اور پھر سب ایک ساتھ (مدینہ) حاضر ہوئے، جب ہم خدمت نبوی میں پہنچے، تو آنحضرت ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے (دوسرے مجاہدوں کے ساتھ) ہمارا بھی حصہ مال غنیمت میں لگایا۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے غنیمت میں سے ہمیں بھی عطا فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ نے کسی ایسے شخص کا غنیمت میں حصہ نہیں لگایا جو لڑائی میں شریک نہ رہا ہو۔ صرف انہی لوگوں کو حصہ ملا تھا، جو لڑائی میں شریک تھے۔ البتہ ہمارے کشتی کے ساتھیوں اور جعفر اور ان کے ساتھیوں کو بھی آپ نے غنیمت میں شریک کیا تھا۔ (حالانکہ ہم لوگ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے)۔

تشریح: ظاہر یہ ہے کہ یہ حصہ آپ ﷺ نے مال غنیمت میں سے دلوایا نہ خمس میں سے، پھر باب کی مناسبت کیونکر ہوگی، مگر جب امام کو مال غنیمت میں جو دوسرے مجاہدین کا حق ہے ایسا تصرف کرنا جائز ہوا تو خمس میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا جو خاص امام کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پس باب کا مطلب حاصل ہوگا۔

٣١٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا

(٣١٣٧) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن

سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)). فَلَمْ يَجِيءْ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ دَيْنٌ أَوْ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا. فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا. فَحَثَا لِي ثَلَاثًا وَجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُو بِكَفَّيْهِ جَمِيعًا، ثُمَّ قَالَ لَنَا هَكَذَا. قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ مَرَّةً: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ: سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِيَنِي، وَإِمَّا أَنْ تَبْخَلَ عَنِّي. قَالَ: قُلْتَ: تَبْخَلُ عَنِّي مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَكَ. قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ: فَحَثَا لِي حَثْيَةً وَقَالَ عُدَّهَا. فَوَجَدْتُهَا خَمْسَمِائَةٍ فَقَالَ: فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ. وَقَالَ يَعْنِي ابْنَ الْمُنْكَدِرِ: وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ.

عیینہ نے، کہا ہم سے محمد بن منکدر نے، اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”جب بحرین سے وصول ہو کر میرے پاس مال آئے گا تو میں تمہیں اس طرح اس طرح، اس طرح (تین لپ) دوں گا“ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی اور بحرین کا مال اس وقت تک نہ آیا۔ پھر جب وہاں سے مال آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے منادی نے اعلان کیا کہ جس کا بھی نبی کریم ﷺ پر کوئی قرض ہو یا آپ کا کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آئے۔ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین لپ بھر کر مجھے دیا۔ سفیان بن عیینہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے (لپ بھرنے کی) کیفیت بتائی پھر ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ابن منکدر نے بھی ہم سے اسی طرح بیان کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ سفیان نے (سابقہ سند کے ساتھ) بیان کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ پھر میں حاضر ہوا، اور اس مرتبہ بھی مجھے انہوں نے کچھ نہیں دیا۔ پھر میں تیسری مرتبہ حاضر ہوا عرض کیا کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے مانگا اور آپ نے عنایت نہیں فرمایا، دوبارہ مانگا، پھر بھی آپ نے عنایت نہیں فرمایا اور مانگا لیکن آپ نے عنایت نہیں فرمایا۔ اب یا آپ مجھے دیجئے یا پھر میرے بارے میں بخل سے کام لیجئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ میرے معاملے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ تمہیں دینے سے جب بھی میں نے منہ پھیرا تو میرے دل میں یہ بات ہوتی تھی کہ تمہیں کبھی نہ کبھی دینا ضرور ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے عمرو نے بیان کیا، ان سے محمد بن علی نے اور ان سے جابر نے، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا اور فرمایا کہ اسے شمار کر میں نے شمار کیا تو پانچ سو کی تعداد تھی، اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ اتنا ہی دو مرتبہ اور لے لے۔ اور ابن المنکدر نے بیان کیا (کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا) بخل سے زیادہ بدترین اور کیا بیماری ہو سکتی ہے۔

تشریح: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پہلی بار میں نہ دینا کسی مصلحت سے تھا تا کہ جابر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو جائے اس کا دینا کچھ ان پر بطور قرض کے لازم نہیں

ہے بلکہ بطور تبرع کے دینا ہے۔

٣١٣٨- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْسِمُ غَنِيمَةً بِالْجِعْرَانَةِ إِذْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: اعْدِلْ، فَقَالَ لَهُ: ((شَقِيتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ)). [راجع: ٢٢٩٦]

(۳۱۳۸) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے قرہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ میں غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص (ذوالخویصرہ) نے آپ سے کہا، انصاف سے کام لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اگر میں بھی انصاف سے کام نہ لوں تو تُو بدبخت ہوا۔"

تشریح: ((شقیت)) کا لفظ دونوں طرح منقول ہے یعنی بصیغہ حاضر اور بصیغہ متکلم، پہلے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں ہی غیر عادل ہوں تو پھر تو بدنصیب ہوا کیونکہ تو میرا تابع ہے۔ جب مرشد اور متبوع عادل نہ ہو تو مرید کا کیا ٹھکانا اور یہ حدیث آئندہ پورے طور سے مذکور ہوگی۔ باب کی مناسبت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خمس میں سے اپنی رائے کے موافق کسی کو کم زیادہ دیا ہوگا، جب تو ذوالخویصرہ نے یہ اعتراض کیا۔ کیونکہ باقی چار حصے تو برابر سب مجاہدین میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اس کا اعتراض غلط تھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی بابت ایسا گمان کیا۔ جب کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر بنی نوع انسان میں کوئی عادل منصف پیدا نہیں ہوا، نہ ہوگا۔

بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْأُسَارَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمِّسَ

باب: نبی ﷺ کا احسان رکھ کر قیدیوں کو مفت چھوڑ دینا، اور خمس وغیرہ نہ نکالنا

تشریح: باب کا مطلب یہ ہے کہ غنیمت کا مال امام کے اختیار میں ہے۔ اگر چاہے تو تقسیم کرنے سے پہلے وہ کافروں کو پھیر دے۔ یا ان کے قیدی مفت آزاد کردے۔ تقسیم کے بعد پھر وہ مال مجاہدین کی ملک ہو جاتا ہے۔

٣١٣٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ: ((لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى، لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ)). [طرفه في: ٤٠٢٤]

(۳۱۳۹) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں محمد بن جبیر نے اور انہیں ان کے والد نے کہ رسول کریم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ "اگر مطعم بن عدی (جو کفر کی حالت میں مر گئے تھے) زندہ ہوتے اور ان نجس، ناپاک لوگوں کی سفارش کرتے تو میں ان کی سفارش سے انہیں (فدیہ لیے بغیر) چھوڑ دیتا۔"

[ابوداود: ٢٦٨٩]

تشریح: آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (٩/ التوبة: ٢٨) کی بنا پر ان کو نجس کہا، شرک ایسی ہی نجاست ہے۔ مگر ہزار افسوس کہ آج کتنے نام نہاد مسلمان بھی اس نجاست میں آلودہ ہو رہے ہیں۔

بَابٌ: وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ

باب: اس کی دلیل کہ خمس امام کے لیے ہے

الْخُمُسَ لِلْإِمَامِ

وَأَنَّهُ يُعْطِي بَعْضَ قَرَابَتِهِ دُوْنَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِي هَاشِمٍ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ. وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ: لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذَلِكَ، وَلَمْ يَخُصَّ قَرِيْبًا دُوْنَ مَنْ هُوَ أَحْوَجُ إِلَيْهِ، إِنْ كَانَ الَّذِي أَعْطَى لِمَا يَشْكُوْ إِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ، وَلِمَا مَسَّهُمْ فِي جَنْبِهِ، مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

وہ اسے اپنے بعض (مستحق) رشتہ داروں کو بھی دے سکتا ہے۔ اور جس کو چاہے نہ دے، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو دیا، (اور دوسرے قریش کو نہ دیا) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تمام رشتہ داروں کو نہیں دیا اور اس کی بھی رعایت نہیں کی کہ جو قریبی رشتہ دار ہو اسی کو دیں۔ بلکہ جو زیادہ محتاج ہوتا، آپ اسے عنایت فرماتے، خواہ رشتہ میں وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ آپ نے جن لوگوں کو دیا وہ یہی دیکھ کر وہ محتاجی کا آپ سے شکوہ کرتے تھے اور یہ بھی دیکھ کر کہ آنحضرت ﷺ کی جانبداری اور طرفداری میں ان کو جو نقصان اپنی قوم والوں اور ان کے ہم قسموں سے پہنچا (وہ بہت تھا)۔

٣١٤٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا، وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ هَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ)). قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَعَبْدُ شَمْسٍ وَهَاشِمٌ وَالْمُطَّلِبُ إِخْوَةٌ لِأُمٍّ، وَأُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ، وَكَانَ نَوْفَلٌ أَخَاهُمْ لِأَبِيهِمْ. [طرفاه في: ٣٥٠٢، ٤٢٢٩]

(٣١٤٠) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابن مسیب نے بیان کیا اور ان سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! آپ نے بنو مطلب کو تو عنایت فرمایا لیکن ہم کو چھوڑ دیا، حالانکہ ہم کو آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنو مطلب کو آپ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی ہے۔" لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا اور (اس روایت میں) یہ زیادتی کی کہ جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو نہیں دیا تھا، اور ابن اسحاق (صاحب مغازی) نے کہا ہے کہ عبد شمس، ہاشم اور مطلب ایک ماں سے تھے، اور ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ تھا اور نوفل باپ کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔ (ان کی ماں دوسری تھیں)۔

[ابوداود: ٢٩٧٨؛ نسائی: ٤١٤٧؛ ابن ماجه: ٢٨٨١]

بَابُ مَنْ لَمْ يُخَمِّسِ الْأَسْلَابَ،

باب: مقتول کے جسم پر جو سامان ہو (کپڑے

وَمَنْ قَتَلَ قَتِيلاً فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمَّسَ، وَحُكْمِ الْإِمَامِ فِيهِ

٣١٤١ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ، فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَ عَنْ شِمَالِي، فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ، مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا، تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمِّ! هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ: نَعَمْ، مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا. فَتَعَجَّبْتُ لِذَلِكَ، فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ، قُلْتُ: أَلَا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي عَنْهُ. فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ، ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ: ((أَيُّكُمَا قَتَلَهُ)). قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ. فَقَالَ: ((هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا)). قَالَا: لَا. فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ: ((كِلَاكُمَا قَتَلَهُ)). سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ. وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ

ہتھیار وغیرہ) وہ سامان تقسیم میں شریک ہوگا نہ اس میں سے خمس لیا جائے گا بلکہ وہ سارا قاتل کو ملے گا اور امام کا ایسا حکم دینے کا بیان

(۳۱۴۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یوسف بن ماجشون نے، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے صالح کے دادا (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ بدر کی لڑائی میں، میں صف کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جو دائیں بائیں جانب دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دو نوعمر لڑکے تھے۔ میں نے آرزو کی کاش! میں ان سے زبردست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔ ایک نے میری طرف اشارہ کیا، اور پوچھا چچا! آپ ابوجہل کو بھی پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑکے نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے نے اشارہ کیا وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے (پھرتا ہوا نظر آ رہا) ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ ''تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟'' دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ اس لئے آپ نے ان سے پوچھا کہ ''کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لی ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آنحضرت نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ ''تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔'' اور اس کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن

الْجَمُوحِ. قَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعَ يُوسُفُ صَالِحًا وَإِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ. [طرفاه في: ٣٩٦٤، ٣٩٨٨] [مسلم: ٤٥٦٩]

جموح کو ملے گا۔ وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔ محمد نے کہا کہ یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔

تشریح: ہوا یہ تھا کہ معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اس مردود کو بے دم کیا تھا تو اصل قاتل وہی تھے، انہی کو آپ نے ابوجہل کا سامان دلایا اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا دل خوش کرنے کے لئے آپ نے یوں فرمایا کہ تم دونوں نے مارا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ یہ بچے ناتجربہ کار ہیں۔ معلوم نہیں جنگ کے وقت ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں، اگر یہ بھاگے تو معلوم نہیں میرے دل کی بھی کیا حالت ہو، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں پیشہ شجاعت کے شیر اور بوڑھوں سے بھی زیادہ دلیر ہیں۔ ان انصاری بچوں نے لوگوں سے ابوجہل مردود کا حال سنا تھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو کیسی کیسی ایذائیں دی تھیں۔ چونکہ یہ مدینہ والے تھے لہٰذا ابوجہل کی صورت نہیں پہچانتے تھے۔ ایمان کا جوش ان کے دلوں میں تھا، انہوں نے یہ چاہا کہ ماریں تو بڑے موذی کو ماریں۔ اسی مردود کا کام تمام کریں۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ (رضی اللہ عنہم)

بعض روایتوں میں ابوجہل کے قاتل معاذ اور معوذ عفراء کے بیٹے بتلائے گئے ہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ احتمال ہے کہ یہ لوگ بھی بعد میں شریک قتل ہو گئے ہوں۔

٣١٤٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ، فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَاسْتَدَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ حَتَّى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللَّهِ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا، وَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ)). فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ))

(۳۱۴۲) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے ابن افلح نے، ان سے ابوقتادہ کے غلام ابومحمد نے اور ان سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ حنین کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پھر جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو (ابتدا میں) اسلامی لشکر ہارنے لگا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ مشرکین کے لشکر کا ایک شخص ایک مسلمان کے اوپر چڑھا ہوا ہے۔ اس لئے میں فوراً ہی گھوم پڑا اور اس کے پیچھے سے آ کر تلوار اس کی گردن پر ماری۔ اب وہ شخص مجھ پر ٹوٹ پڑا، اور مجھے اتنی زور سے اس نے بھینچا کہ میری روح جیسے قبض ہونے کو تھی۔ آخر جب اس کو موت نے آ دبوچا، تب کہیں جا کر اس نے مجھے چھوڑا۔ اس کے بعد مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے، تو میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمان اب کس حالت میں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جو اللہ کا حکم تھا وہی ہوا۔ لیکن مسلمان ہارنے کے بعد پھر مقابلہ پر سنبھل گئے تو نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا: ''جس نے بھی کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر گواہ پیش کر دے تو مقتول کا سارا ساز و سامان اسے ہی ملے گا۔'' (ابوقتادہؓ نے کہا) میں بھی کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ لیکن (جب میری طرف سے کوئی نہ اٹھا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''(آج) جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور

فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((مَالَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟)) فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ عَنِّي. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ: لَاهَا اللَّهِ إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُوْلِهِ ﷺ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَ)). فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ. [راجع: ۲۱۰۰]

اس پر اس کی طرف سے کوئی گواہ بھی ہو تو مقتول کا سارا سامان اسے ملے گا۔" اس مرتبہ پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ اور پھر مجھے بیٹھنا پڑا تیسری مرتبہ پھر آنحضرت ﷺ نے وہی ارشاد دہرایا اور اس مرتبہ جب میں کھڑا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے خود ہی دریافت فرمایا، کس چیز کے متعلق کہہ رہے ہو ابوقتادہ! میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ تو ایک صاحب (اسود بن خزاعی اسلمی) نے بتایا کہ ابوقتادہ سچ کہتے ہیں، یارسول اللہ! اور اس مقتول کا سامان میرے پاس محفوظ ہے۔ اور میرے حق میں انہیں راضی کر دیجئے (کہ وہ مقتول کا سامان مجھ سے نہ لیں) لیکن ابوبکر صدیق ؓ نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑے، آنحضرت ﷺ ایسا نہیں کریں گے کہ ان کا سامان تمہیں دے دیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر نے سچ کہا ہے۔" پھر آپ نے سامان ابوقتادہ کو عطا فرمایا۔ ابوقتادہ نے کہا کہ پھر اس کی زرہ بیچ کر میں نے بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ اور یہ پہلا مال تھا جو اسلام لانے کے بعد میں نے حاصل کیا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ مقتول کافر کا سامان قاتل مجاہد ہی کا حق ہے جو اسے ملنا چاہیے مگر یہ خود امیر لشکر اس کو تحقیق کرنے کے بعد دیں گے۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهِ

باب: تالیف قلوب کے لئے نبی اکرم ﷺ کا بعض کافروں وغیرہ (نومسلموں یا پرانے مسلمانوں) کو خمس میں سے دینا

رَوَاهُ عَبْدُاللَّهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۳۱۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ حَكِيْمَ ابْنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ

اس کو عبداللہ بن زید ؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(۳۱۴۳) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، ان سے زہری نے ان سے سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر نے کہ حکیم بن حزام ؓ نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ روپیہ مانگا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا، پھر دوبارہ میں نے مانگا اور اس مرتبہ بھی آپ نے عطا فرمایا، پھر ارشاد فرمایا "حکیم! یہ مال دیکھنے میں سرسبز

لِي: ((يَا حَكِيمُ! إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ، فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى تُوُفِّيَ. [راجع: ١٤٧٢]

بہت میٹھا اور مزیدار ہے لیکن جو شخص اسے دل کی بے طمعی کے ساتھ لے اس کے مال میں تو برکت ہوتی ہے اور جو شخص اسے لالچ اور حرص کے ساتھ لے تو اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کھائے جاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور اوپر کا ہاتھ (دینے والا) نیچے کے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہوتا ہے۔" حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے بعد اب میں کسی سے کچھ بھی نہیں مانگوں گا، یہاں تک کہ اس دنیا میں سے چلا جاؤں۔ چنانچہ (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں دینے کے لئے بلاتے، لیکن وہ اس میں سے ایک پیسہ بھی لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے زمانہ خلافت میں) انہیں دینے کے لئے بلاتے اور ان سے بھی لینے سے انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ مسلمانو! میں انہیں ان کا حق دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے فے کے مال سے ان کا حصہ مقرر کیا ہے۔ لیکن یہ اسے بھی قبول نہیں کرتے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد انہوں نے کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نئے نئے مشرف بالاسلام ہوئے تھے، آپ نے ان کی تالیف قلب کے لئے ان کو دوبار روپیہ دیا۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سن کر حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے تاحیات اپنے وعدے کو نبھایا اور اپنا جائز حق بھی چھوڑ دیا کہ کہیں نفس کو اس طرح مفت خوری کی عادت نہ ہو جائے۔ مردان حق ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اس دنیا میں کبریت احمر کا حکم رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ آج کی دنیا میں جسے ایسی باتیں کرتا پاؤ اس کے اندر جائزہ لو گے تو معلوم ہوگا کہ یہی خود دنیا کا بدترین حریص ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یہی حال بہت سے مدعیان تدین کا ہے جو ظاہر میں بڑے حق گو اور اندرون خانہ بدترین بدمعاملہ ثابت ہوتے ہیں۔ الا من رحمہ اللہ۔

٣١٤٤- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَفِيَ بِهِ. قَالَ: وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ، فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوتِ مَكَّةَ قَالَ: فَمَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى سَبْيِ حُنَيْنٍ، فَجَعَلُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ

(۳۱۴۴) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت (کفر) میں میں نے ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تھی، تو رسول کریم ﷺ نے اسے پورا کرنے کا حکم فرمایا۔ نافع نے بیان کیا کہ حنین کے قیدیوں میں سے عمر رضی اللہ عنہ کو دو باندیاں ملی تھیں۔ تو آپ نے انہیں مکہ کے کسی گھر میں رکھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے حنین کے قیدیوں پر احسان کیا (اور سب کو مفت آزاد کر دیا) تو گلیوں میں وہ دوڑنے لگے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، عبداللہ! دیکھو تو

عُمَرُ: يَا عَبْدَاللَّهِ! انْظُرْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: مَنَّ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّبْيِ. قَالَ: اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ. قَالَ: نَافِعٌ وَلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ.

یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے ان پر احسان کیا ہے (اور حنین کے تمام قیدی مفت آزاد کردیئے گئے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر جا ان دونوں لڑکیوں کو بھی آزاد کردے۔ نافع نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کا احرام نہیں باندھا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ ضرور معلوم ہوتا۔

وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مِنَ الْخُمُسِ. وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ: يَوْمٍ.[راجع: ۲۰۳۲] [مسلم: ۴۲۹۴، ۴۲۹۶؛ نسائی: ۳۸۳۰]

اور جریر بن حازم نے جو ایوب سے روایت کی، انہوں نے نافع سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، اس میں یوں ہے کہ (وہ دونوں باندیاں جو عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تھیں) خمس میں تھیں۔ (اعتکاف سے متعلق یہ روایت) معمر نے ایوب سے نقل کی ہے، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نذر کا قصہ جو روایت کیا ہے اس میں ایک دن کا لفظ نہیں ہے۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے خمس میں سے دو لونڈیاں بطور احسان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیں۔ روایت میں نبی کریم ﷺ کا جعرانہ سے عمرہ کا احرام نہ باندھنا مذکور ہے۔ حالانکہ دوسرے بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ جب حنین اور طائف سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا اور اثبات نفی پر مقدم ہے۔ ممکن ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر ہو لیکن انہوں نے نافع سے نہ بیان کیا ہو، اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کوئی شخص حالت کفر میں کوئی نیک کام کرنے کی نذر مانے تو اسلام لانے کے بعد وہ نذر پوری کرنی ہوگی۔ حنین کے قیدیوں کو بھی بلا معاوضہ آزاد کردینا انسانیت پروری کے سلسلہ میں رسول کریم ﷺ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر امت مسلمہ ہمیشہ نازاں رہے گی۔

٣١٤٥۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ: أَعْطَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ قَوْمًا وَمَنَعَ آخَرِيْنَ، فَكَأَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ: ((إِنِّيْ أُعْطِيْ قَوْمًا أَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ، وَأَكِلُ قَوْمًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنَى، مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ)). فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ. وَزَادَ أَبُوْعَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بِسَبْيٍ

(۳۱۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا۔ غالباً جن لوگوں کو آپ ﷺ نے نہیں دیا تھا، ان کو ناگوار ہوا۔ تو آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ”میں کچھ ایسے لوگوں کو دیتا ہوں کہ مجھے جن کے بگڑ جانے (اسلام سے پھر جانے) اور بے صبری کا ڈر ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھلائی اور بے نیازی رکھی ہے“ (ان کو میں نہیں دیتا) عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری نسبت یہ جو کلمہ فرمایا اگر اس کے بدلے سرخ اونٹ ملتے تو بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ ابوعاصم نے جریر سے بیان کیا کہ میں نے حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ہم سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس

فَقَسَمَهُ بِهٰذَا. [راجع: ٩٢٣]

مال یا قیدی آئے تھے اور انہیں کو آپ نے تقسیم فرمایا تھا۔

تشریح: حدیث اور باب میں مطابقت یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اموال غنیمت کو اپنی صواب دید کے مطابق تقسیم فرمایا، جس میں اہم ترین اسلامی مصالح شامل تھے، اعتراض کرنے والوں کو بھی آپ نے احسن طریق سے مطمئن فرما دیا۔ ثابت ہوا کہ ایسے مواقع پر خلیفہ اسلام کو کچھ خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں، مگر ان کا فرض ہے کہ کوئی ذاتی غرض فاسد بیچ میں شامل نہ ہو، محض رضائے الٰہی و رسول و سر بلندی اسلام مدنظر ہو، روایت میں مذکور حضرت عمرو بن تغلب ؓ عبدی ہیں۔ قبیلہ عبدالقیس سے ان کا تعلق ہے، مشہور انصاری صحابی ہیں۔ (ؓ)

٣١٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّيْ أُعْطِيْ قُرَيْشًا أَتَأَلَّفُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ)). [أطرافه في: ٣١٤٧، ٣٥٢٨، ٣٧٧٨، ٣٧٩٣، ٤٣٣١، ٤٣٣٢، ٤٣٣٣، ٤٣٣٤، ٤٣٣٧، ٥٨٦٠، ٦٧٦٢، ٧٤٤١]

(۳۱۴۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”قریش کو میں ان کا دل ملانے کے لئے دیتا ہوں، کیونکہ ان کی جاہلیت (کفر) کا زمانہ ابھی تازہ گزرا ہے۔“ (ان کی دلجوئی کرنا ضروری ہے)۔

٣١٤٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ: أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ نَاسًا، مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: حِيْنَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ ﷺ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ، فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَدَعُنَا، وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ: فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ، فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ)). قَالَ لَهُ فُقَهَاؤُهُمْ: أَمَّا ذَوُوْا رَأْيِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا، وَأَمَّا أُنَاسٌ مِنَّا حَدِيْثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ، وَسُيُوْفُنَا

(۳۱۴۷) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے انس بن مالک ؓ نے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو قبیلہ ہوازن کے اموال میں سے غنیمت دی اور آپ ﷺ قریش کے بعض آدمیوں کو (تالیف قلب کی غرض سے) سو سو اونٹ دینے لگے تو بعض انصاری لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کرے۔ آپ قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کا خون ابھی تک ہماری تلوارں سے ٹپک رہا ہے۔ (قریش کے لوگوں کو حال ہی میں ہم نے مارا، ان کے شہر کو ہم نے فتح کیا) انس ؓ نے بیان کہ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے انصار کو بلایا اور انہیں چمڑے کے ایک ڈیرے میں جمع کیا، ان کے سوا کسی دوسرے صحابی کو آپ نے نہیں بلایا۔ جب سب انصاری لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ ”آپ لوگوں کے بارے میں جو بات مجھے معلوم ہوئی وہ کہاں تک صحیح ہے؟“ انصار کے سمجھ دار لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم میں جو عقل والے ہیں، وہ تو کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائے ہیں، ہاں چند نوعمر لڑکے ہیں، انہوں نے ہی یہ کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کرے، آپ ﷺ قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کے

تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنِّيْ أُعْطِيْ رِجَالاً حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ، أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْا إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَوَاللّٰهِ! مَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهِ)). قَالُوْا بَلَى: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ رَضِيْنَا. فَقَالَ لَهُمْ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُثْرَةً شَدِيْدَةً، فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ عَلَى الْحَوْضِ)). قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ نَصْبِرْ. [راجع: ٣١٤٦]

خون ٹپک رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بعض ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے۔ (اور ان کو دے کر ان کا دل ملاتا ہوں) کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب دوسرے لوگ مال و دولت لے کر واپس جا رہے ہوں گے، تو تم لوگ اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کو لے کر واپس جا رہے ہو گے۔ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ جو کچھ واپس جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو دوسرے لوگ اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے۔'' سب انصاریوں نے کہا بے شک یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا ''میرے بعد تم یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسرے لوگوں کو مقدم کیا جائے گا، اس وقت تم صبر کرنا، (دنگا فساد نہ کرنا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملو اور اس کے رسول سے حوض کوثر پر۔'' انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

تشریح: یہ لوگ قریش کے سردار اور رؤسا تھے جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے ان کو بہت سا مال دیا۔ ان لوگوں کے نام یہ تھے۔ ابوسفیان، معاویہ بن ابی سفیان، حکیم بن حزام، حارث بن حارث، حارث بن ہشام، سہل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ، علاء بن حارثہ ثقفی، عیینہ بن حصین، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس، مالک بن عوف، ان حضرات کو رسول کریم ﷺ نے جو بھی کچھ دیا اور اس کا ذکر صرف تاریخ میں باقی رہ گیا، مگر انصار کو آپ نے اپنی ذات گرامی سے جو شرف بخشا وہ رہتی دنیا تک کے لئے درخشاں و تاباں ہے۔ جس شرف کی برکت سے مدینہ منورہ کو وہ خاص شرف حاصل ہے جو دنیا میں کسی بھی شہر کو نصیب نہیں۔

اموال ہوازن کے متعلق جو غنیمت میں حاصل ہوا، صاحب ''لمعات'' لکھتے ہیں: "ما أفاء الله في هذا الابهام تفخيم وتكثير لما افاء فان الفيء الحاصل منهم كان عظيما كثيرا مما لايعد ولا يحصى وجاء في الروايات ستة آلاف من السبي واربع وعشرون الفامن الابل واربعة آلاف اوقية من الفضة واكثر اربعين الف شاة ......الخ۔"(حاشية بخاري كراتشي ج:١/ ص:٤٤٥) یعنی اموال ہوازن اس قدر حاصل ہوا جس کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ روایات میں قیدیوں کی تعداد چھ ہزار، اور چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں مذکور ہوئی ہیں۔

٣١٤٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلاً مِنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْأَعْرَابُ

(٣١٤٨) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ میرے باپ محمد بن جبیر نے کہا، اور انہیں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ کے ساتھ اور بھی صحابہ تھے۔ حنین کے جہاد سے واپسی ہو رہی تھی۔ راستے میں کچھ بدو آپ سے لپٹ گئے۔ (لوٹ کا مال) آپ سے مانگتے تھے۔ وہ

يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ، فَوَقَفَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((أَعْطُوْنِي رِدَائِي، فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوْبًا وَلَا جَبَانًا)).

آپ سے ایسا لپٹے کہ آپ کو ایک ببول کے درخت کی طرف دھکیل لے گئے۔ آپ کی چادر اس میں اٹک کر رہ گئی۔ اس وقت آپ ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا ”(بھائیو) میری چادر تو دے دو۔ اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تو وہ بھی تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل ہرگز نہیں پاؤ گے۔“

[راجع: ٢٨٢١]

تشریح: ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے کہ امام کو اختیار ہے مال غنیمت جن لوگوں کو چاہے مصلحت کے مطابق تقسیم کر سکتا ہے۔ عینی نے کہا: ”ومطابقة للترجمة تستانس من قوله ((لقسمته بينكم))۔

٣١٤٩ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ، فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [طرفاه في: ٥٨٠٩، ٦٠٨٨] [مسلم: ٢٤٢٩؛ ابن ماجه: ٣٥٥٣]

(٣١٤٩) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نجران کی بنی ہوئی چوڑے حاشیہ والی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی نے آپ کو گھیر لیا، اور زور سے آپ کو کھینچا، میں نے آپ کے شانے کو دیکھا، اس پر چادر کے کونے کا نشان پڑ گیا۔ ایسا کھینچا۔ پھر کہنے لگا، اللہ کا مال جو آپ کے پاس ہے۔ اس میں سے کچھ مجھ کو دلائیے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے دینے کا حکم فرمایا۔

٣١٥٠ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ ﷺ أُنَاسًا فِي الْقِسْمَةِ، أَعْطَى الْأَقْرَعَ ابْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَأَعْطَى أُنَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ، وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ. قَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ! إِنَّ هَذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيهَا، وَمَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ. فَقُلْتُ: وَاللَّهِ!

(٣١٥٠) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حنین کی لڑائی کے بعد نبی کریم ﷺ نے (غنیمت کی) تقسیم میں بعض لوگوں کو زیادہ دیا۔ جیسے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے، اتنے ہی اونٹ عیینہ بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیئے اور کئی عرب کے اشراف لوگوں کو اسی طرح تقسیم میں زیادہ دیا۔ اس پر ایک شخص (معتب بن قشیر منافق) نے کہا، کہ خدا کی قسم! اس تقسیم میں نہ تو عدل کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ اللہ کی خوشنودی کا خیال ہوا۔ میں نے کہا کہ واللہ! اس کی خبر میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور دوں گا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو اس

لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ ﷺ. فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ)). [أطرافه في: ٣٤٠٥، ٤٣٣٥، ٤٣٣٦، ٦٠٥٩، ٦١٠٠، ٦٢٩١، ٦٣٣٦] [مسلم: ٢٤٤٧]

کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا "اگر اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بھی عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ ان کو لوگوں کے ہاتھ اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی لیکن انہوں نے صبر کیا۔"

تشریح: آپ نے اس منافق کو سزا نہیں دلوائی، کیونکہ وہ اپنے قول سے انکاری ہو گیا ہوگا یا صرف ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہی تھی اور ایک کی گواہی پر جرم ثابت نہیں ہو سکتا، یا آپ ﷺ نے اس کا سزا دینا مصلحت نہ سمجھا ہو۔ "قال القسطلانی لم ینقل انه ﷺ عاقبه وفی المقاصد قال قاضی عیاض حکم الشرع ان من سب النبی ﷺ کفر ویقتل ولکنه لم یقتل تألیفا لغیرهم ولئلا یشتهر فی الناس انه ﷺ یقتل اصحابه فینفروا۔" یعنی نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہو جاتا ہے۔ جس کی سزا شرعاً قتل ہے مگر آپ نے مصلحتاً اس کو نہیں مارا۔

٣١٥١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَأْسِي، وَهِيَ مِنِّي عَلَى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ. وَقَالَ أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ. [طرفه في: ٥٢٢٤] [مسلم: ٢٦٩٢]

(۳۱۵۱) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی، میں اس میں سے گٹھلیاں (سوکھی کھجوریں) اپنے سر پر لایا کرتی تھی۔ وہ جگہ میرے گھر سے دو میل فرسخ کی دو تہائی پر تھی۔ ابو ضمرہ نے ہشام سے بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے (مرسلاً) بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر کی آراضی میں سے ایک زمین قطعہ کے طور پر دی تھی۔

تشریح: حافظ نے کہا میں نے اس تعلیق کو موصولاً نہیں پایا، اس کے بیان کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ابو ضمرہ نے ابو اسامہ کے خلاف اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے نہ کہ موصولاً۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کچھ جاگیر عنایت فرمائی، اسی سے باب کا مطلب نکلا کہ امام خمس وغیرہ میں سے حسب مصلحت تقسیم کرنے کا مختار ہے۔

٣١٥٢- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ، حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ، أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا

(۳۱۵۲) ہم سے احمد بن مقدام نے بیان کیا، کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر نے یہود و نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال کر دوسری جگہ بسا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو آپ کا بھی ارادہ ہوا تھا کہ یہودیوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ جب آپ نے فتح

ظَهَرَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا، وَكَانَتِ الْأَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلْيَهُوْدِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ، فَسَأَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلَى أَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ، وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((نُقِرُّكُمْ عَلَى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا)) . فَأُقِرُّوْا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِي إِمَارَتِهِ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ. [راجع ٢٢٨٥]

پائی۔ تو اس وقت وہاں کی کچھ زمین یہودیوں کے قبضے میں ہی تھی۔ اور اکثر زمین پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کے قبضے میں تھی۔ لیکن پھر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی، آپ زمین انہیں کے پاس رہنے دیں۔ وہ (کھیتوں اور باغوں میں) کام کیا کریں گے۔ اور آدھی پیداوار لیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اچھا جب تک ہم چاہیں گے اس وقت تک کے لئے تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔" چنانچہ یہ لوگ وہیں رہے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں (مسلمانوں کے خلاف ان کے فتنوں اور سازشوں کی وجہ سے یہود خیبر کو) تیماء یا اریحا کی طرف نکال دیا تھا۔

تشریح: حافظ صاحب فرماتے ہیں: "والمراد بقوله ((لما ظهر عليها)) اى لما ظهر على فتح اكثرها قبل ان يسأله اليهود وان يصالحوه فكانت لليهود فلمّا صالحهم على ان يسلموا له الارض كانت الارض لله ولرسوله وقال ابن المنير احاديث الباب مطابقة للترجمة الاهذا الاخير فليس فيه للعطاء ذكر ولكن فيه ذكر جهات مطابقة للترجمة قد علم من مكان آخر انها كانت جهات عطاء فبهذا الطريق تدخل تحت الترجمة والله اعلم۔" (فتح الباری جلد٦ صفحه ٣١٣) یعنی مراد یہ ہے کہ ارض خیبر کو فتح کرنے کے بعد یہود سے معاہدہ ہوگیا تھا۔ پہلے وہ سب زمینیں ان ہی کی تھیں۔ بعد میں غلبہ اسلام کے بعد وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہوگئی تھیں۔ اس میں ایک طرح سے ان زمینوں کو بطور بخشش دینا بھی مقصود ہے۔ ترجمۃ الباب سے اسی میں مطابقت ہے۔ اس حدیث سے معاملات کے بہت سے مسائل نکلتے ہیں جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔

بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

باب: اگر کھانے والی چیزیں کافروں کی زمین میں ہاتھ آ جائیں

تشریح: "الجمهور على جواز احد الغانمين من القوت وما يصلح به وكل طعام يعتاد اكله عموماً وكذالك علف الدواب سواء كان قبل القسمة او بعدها باذن الإمام وبغير اذنه۔" (فتح الباری جلد٦ صفحه ٤١٣) یعنی جمہور کا یہی فتویٰ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو غنیمت پانے والے قبل از تقسیم لے اور کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح چارا ہے، اسے بھی اپنے جانوروں کو اسی طرح کھلا پلا سکتے ہیں۔

٣١٥٣ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: كُنَّا مُحَاصِرِيْنَ قَصْرَ خَيْبَرَ، فَرَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ، فَنَزَوْتُ لِآخُذَهُ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ. [طرفاه في: ٤٣١٤، ٥٥٠٨] [مسلم: ٤٦٠٥، ٤٦٠٦؛ ابوداود: ٢٧٠٢؛ نسائی: ٤٤٤٧]

(٣١٥٣) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے ایک کپی (چمڑے کا برتن) پھینکی جس میں چربی بھری ہوئی تھی۔ میں اسے لینے کے لئے لپکا، لیکن مڑ کر جو دیکھا تو پاس ہی نبی کریم ﷺ موجود تھے۔ میں شرم سے پانی پانی ہوگیا۔

تشریح: یہیں سے ترجمہ باب نکلا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

٣١٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ.

(۳۱۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (نبی کریم ﷺ کے زمانے میں) غزووں میں ہمیں شہد اور انگور ملتا تھا ہم اسے اسی وقت کھالیتے۔ (تقسیم کے لئے اٹھا نہ رکھتے)۔

تشریح: اس حدیث سے یہ نکلا کہ کھانے پینے کی جو چیزیں رکھنے سے خراب ہوتی ہیں تقسیم سے پہلے ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے ترکاریاں میوے وغیرہ۔

٣١٥٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ: حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ، نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ، وَلَاتَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا. قَالَ عَبْدُاللَّهِ: فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ. قَالَ: وَقَالَ آخَرُونَ: حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ. وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ: حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ. [طرفه في: ٤٢٢٠] [مسلم: ٥٠١٠، ٥٠١١؛ نسائي: ٤٣٥٠؛ ابن ماجه: ٣١٩٢]

(۳۱۵۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے بیان کیا، کہا میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ جنگ خیبر کے موقع پر فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ آخر جس دن خیبر فتح ہوا تو (مال غنیمت میں) گھریلو گدھے بھی ہمیں ملے۔ چنانچہ انہیں ذبح کر کے (پکانا شروع کر دیا گیا) جب ہانڈیوں میں جوش آنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ ہانڈیوں کو الٹ دو اور گھریلو گدھے کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ۔ عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ غالباً نبی اکرم ﷺ نے اس لئے روک دیا ہے کہ ابھی تک اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا۔ لیکن بعض دوسرے صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے گدھے کا گوشت قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ (شیبانی نے بیان کیا کہ) میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے قطعی طور پر حرام کر دیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[كِتَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ]

جزیہ اور جنگ بندی کا بیان

بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ [التوبة: ٢٩] يَعْنِي أَذِلَّاءُ. وَالْمَسْكَنَةُ مَصْدَرُ الْمِسْكِيْنِ أَسْكَنُ مِنْ فُلَانٍ: أَحْوَجُ مِنْهُ وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَى السُّكُوْنِ وَمَا جَاءَ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ: مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّأْمِ، عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ وَأَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ؟ قَالَ: جُعِلَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

باب: جزیہ کا اور کافروں سے ایک مدت تک لڑائی نہ کرنے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لائے اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو وہ حرام مانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ دین حق کو انہوں نے قبول کیا (بلکہ الٹے وہ لوگ تم ہی کو مٹانے اور اسلام کو ختم کرنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گئے)۔ ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی تھی (مثلاً یہود ونصاریٰ) یہاں تک (مدافعت کرو) کہ وہ تمہارے غلبہ کی وجہ سے جزیہ دینا قبول کر لیں اور وہ تمہارے مقابلہ پر دب گئے ہوں۔“ (صاغرون کے معنی) اذلاء کے ہیں۔ مَسْكَنَةٌ یہ مسکین کا مصدر ہے۔ أَسكَنُ من فلان یعنی میں اس سے زیادہ ضرورت والا ہوں اور اس کو مسکون حاصل نہیں اور ان احادیث کا ذکر جن میں یہود، نصاریٰ، مجوس، اور اہل عجم سے جزیہ لینے کا بیان ہوا ہے۔ ابن عیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی نجیح نے کہا کہ میں نے مجاہد سے پوچھا، اس کی کیا وجہ ہے کہ شام کے اہل کتاب پر چار دینار (جزیہ) ہے اور یمن کے اہل کتاب پر صرف ایک دینار! تو انہوں نے کہا کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔

تشریح: اس کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جزیہ کی کمی بیشی کے لئے امام کو اختیار ہے۔ جزیہ کے نام سے حقیر سی رقم غیر مسلم رعایا پر اسلامی حکومت کی طرف سے ایک حفاظتی ٹیکس ہے جس کی ادائیگی ان غیر مسلموں کی وفاداری کا نشان ہے اور اسلامی حکومت پر ذمہ داری ہے کہ ان کے مال وجان ومذہب کی پورے طور پر حفاظت کی جائے گی۔ اگر اسلامی حکومت اس بارے میں ناکام رہ جائے تو اسے جزیہ لینے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ كما لا يخفى۔

لفظ اذلاء سے آگے بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے: والمسكنة مصدر المسكين اسكن من فلان احوج منه ولم يذهب الى السكون۔

٣١٥٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرًوا، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ، سَنَةَ سَبْعِينَ عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ، فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: فَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ. وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ. [ابوداود: ٣٠٤٣؛ ترمذي: ١٥٨٦، ١٥٨٧]

(۳۱۵۶) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں جابر بن زید اور عمر بن اوس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ان دونوں بزرگوں سے بجالہ نے بیان کیا کہ ۷۰ھ میں جس سال مصعب بن زبیر ؓ نے بصرہ والوں کے ساتھ حج کیا تھا۔ زمزم کی سیڑھیوں کے پاس انہوں نے بیان کیا تھا کہ میں احنف بن قیس ؓ کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا۔ تو وفات سے ایک سال پہلے عمر بن خطاب ؓ کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا کہ جس پارسی نے اپنی محرم عورت کو بیوی بنایا ہو تو ان کو جدا کر دو اور حضرت عمر ؓ نے پارسیوں سے جزیہ نہیں لیا تھا۔

٣١٥٧- حَتَّى شَهِدَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ. [راجع:٣١٥٦]

(۳۱۵۷) لیکن عبدالرحمن بن عوف ؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے پارسیوں سے جزیہ لیا تھا (تو وہ بھی لینے لگے تھے)۔

تشریح: معلوم ہوا کہ پارسیوں کو بھی حکم اہل کتاب کا سا ہے۔ امام شافعی اور عبدالرزاق ؒ نے نکالا کہ پارسی اہل کتاب تھے، پھر ان کے سردار نے بدتمیزی کی، اپنی بہن سے صحبت کی اور دوسروں کو بھی یہ سمجھایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آدم ؑ اپنی لڑکیوں کا نکاح اپنے لڑکوں سے کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور جنہوں نے انکار کیا، ان کو اس نے مار ڈالا۔ آخر ان کی کتاب مٹ گئی۔ اور مؤطا میں مرفوع حدیث ہے کہ پارسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک کرو۔

٣١٥٨- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالَحَ أَهْلَ الْبَحْرَيْنِ

(۳۱۵۸) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے مسور بن مخرمہ ؓ نے اور انہیں عمرو بن عوف ؓ نے خبر دی۔ وہ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ انہوں نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح ؓ کو بحرین جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بحرین کے لوگوں سے صلح کی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی ؓ کو حاکم بنایا تھا۔ جب ابوعبیدہ ؓ بحرین کا مال لے کر آئے تو انصار کو معلوم ہو گیا کہ

وَأَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا صَلَّى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ وَقَالَ: ((أَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ)). قَالُوا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللَّهِ! لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ)). [طرفاه في: ٤٠١٥، ٦٤٢٥] [مسلم: ٧٤٢٥؛ ترمذي: ٢٤٦٢؛ ابن ماجه: ٣٩٩٧]

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ چنانچہ فجر کی نماز سب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ جب نبی ﷺ نماز پڑھا چکے تو لوگ آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں؟“ انصار رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں، یارسول اللہ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”تمہیں خوش خبری ہو، اور اس چیز کے لئے تم پرامید رہو۔ جس سے تمہیں خوشی ہوگی، لیکن اللہ کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی اور فقر سے نہیں ڈرتا۔ مجھے اگر خوف ہے تو اس بات کا کہ دنیا کے دروازے تم پر اس طرح کھول دیئے جائیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دیئے گئے تھے، تو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی طرح ایک دوسرے سے جلنے لگو اور یہ جلنا تم کو بھی اسی طرح تباہ کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں کو کیا تھا۔“

تشریح: سبحان اللہ! کیا عمدہ نصیحت فرمائی، مسلمانوں کو۔ جتنی دولتیں اور ریاستیں تباہ ہوئیں وہ اسی آپس کے رشک اور حسد اور نااتفاقی کی وجہ سے ہوئیں آج بھی عرب ممالک کو دیکھا جا سکتا ہے کہ یہودی ان کی چھاتیوں پر سوار ہیں اور وہ آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو رہے ہیں۔

٣١٥٩- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِاللَّهِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْمُزَنِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِي أَفْنَاءِ الْأَمْصَارِ يُقَاتِلُونَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ: إِنِّي مُسْتَشِيرُكَ فِي مَغَازِيَّ هَذِهِ. قَالَ: نَعَمْ، مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِينَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهُ رَأْسٌ وَلَهُ جَنَاحَانِ

(۳۱۵۹) ہم سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن جعفر الرقی نے، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے، کہا ہم سے سعید بن عبیداللہ ثقفی نے بیان کیا، ان سے بکر بن عبداللہ مزنی اور زیاد بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے جبیر بن حیہ نے بیان کیا کہ کفار سے جنگ کے لئے عمر رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو (فارس کے) بڑے بڑے شہروں کی طرف بھیجا تھا۔ (جب لشکر قادسیہ پہنچا اور لڑائی کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نکلا) تو ہرمزان (شوستر کا حاکم) اسلام لے آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں تم سے ان (ممالک فارس وغیرہ) پر فوج بھیجنے کے سلسلے میں مشورہ چاہتا ہوں (کہ پہلے ان تین مقاموں فارس، اصفہان اور آذربائیجان میں کہاں سے لڑائی شروع کی جائے) اس نے کہا جی ہاں! اس ملک کی مثال اور اس میں رہنے

وَلَهُ رِجْلَانِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ، فَالرَّأْسُ كِسْرَى، وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ، وَالْجَنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ، فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلَى كِسْرَى. وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادٌ جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ: قَالَ: فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرَى فِيْ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا، فَقَامَ تُرْجُمَانٌ لَهُ فَقَالَ: لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِنْكُمْ. فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ: سَلْ عَمَّ شِئْتَ. قَالَ: مَا أَنْتُمْ؟ فَقَالَ: نَحْنُ نَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ، نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوَى مِنَ الْجُوْعِ، وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ، وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ، إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرَضِيْنَ إِلَيْنَا نَبِيًّا مِنْ أَنْفُسِنَا، نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهُ، فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ رَبِّنَا ﷺ أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَحْدَهُ أَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ، وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا ﷺ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ، وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ. [طرفه في: ٧٥٣٠]

والے اسلام دشمن باشندوں کی مثال ایک پرندے جیسی ہے جس کا سر ہے، اور دو بازو ہیں۔ اگر اس کا ایک بازو توڑ دیا جائے تو وہ اپنے دونوں پاؤں پر ایک بازو اور ایک سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے۔ اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے۔ اگر سر توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو اور سر سب بے کار جاتا ہے۔ پس سر تو کسریٰ ہے، تو ایک بازو، قیصر ہے اور دوسرا فارس! اس لئے آپ مسلمانوں کو حکم دے دیں کہ پہلے وہ کسریٰ پر حملہ کریں۔ اور بکر بن عبداللہ اور زیاد بن جبیر دونوں نے جبیر بن حیہ سے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جہاد کے لئے) بلایا اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا۔ جب ہم دشمن کی سرزمین (نہاوند) کے قریب پہنچے تو کسریٰ کا ایک افسر چالیس ہزار کا لشکر ساتھ لئے ہوئے ہمارے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ پھر ایک ترجمان نے آ کر کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص (معاملات پر) گفتگو کرے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے (مسلمانوں کی نمائندگی کی اور) فرمایا کہ جو تمہارے مطالبات ہوں، انہیں بیان کرو۔ اس نے پوچھا آخر تم لوگ ہو کون؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم انتہائی بدبختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ بھوک کی شدت میں ہم چمڑے، اور گٹھلیاں چوسا کرتے تھے۔ اون اور بال ہماری پوشاک تھی اور پتھروں اور درختوں کی ہم عبادت کیا کرتے تھے۔ ہماری مصیبتیں اسی طرح قائم تھیں کہ آسمان اور زمین کے رب نے۔ ہماری طرف ہماری ہی طرح (کے انسانی عادات وخصائص رکھنے والا) ایک نبی بھیجا۔ ہم اس کے باپ اور ماں کو جانتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں۔ جب تک صرف اللہ اکیلے کی عبادت نہ کرنے لگو۔ یا پھر اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جزیہ دینا قبول کرلو اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اسلام کے لئے لڑتے ہوئے) جہاد میں ہمارا جو آدمی بھی قتل کیا جائے گا وہ ایسی جنت میں جائے گا، جو اس نے کبھی نہیں دیکھی اور جو لوگ ہم میں سے زندہ باقی رہ جائیں گے وہ (فتح حاصل کر کے) تم پر حاکم بن سکیں گے۔ (مغیرہ رضی اللہ عنہ

نے یہ گفتگو تمام کر کے نعمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لڑائی شروع کرو)

٣١٦٠- فَقَالَ النُّعْمَانُ: رُبَّمَا أَشْهَدَكَ اللَّهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ، وَلَكِنِّي شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتَّى تَهُبَّ الْأَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ. [راجع:٣١٥٩]

(٣١٦٠) نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم کو تو اللہ پاک ایسی کئی لڑائیوں میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک رکھ چکا ہے۔ اور اس نے (لڑائی میں دیر کرنے پر) تم کو نہ شرمندہ کیا نہ ذلیل کیا اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑائی میں موجود تھا۔ آپ کا قاعدہ تھا اگر صبح سویرے لڑائی شروع نہ کرتے اور دن چڑھ جاتا تو اس وقت تک ٹھہرے رہتے کہ سورج ڈھل جائے، ہوائیں چلنے لگیں، نمازوں کا وقت آن پہنچے۔

تشریح: ہوا یہ کہ لشکر اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایران کی طرف چلا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو یزدگرد بادشاہ ایران نے ایک فوج گراں اس کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ ۱۴ھ میں یہ جنگ واقع ہوئی، جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا، طلیحہ اسدی اور عمرو بن معد یکرب اور ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہم جیسے اسلامی بہادر شہید ہو گئے۔ بعد میں اللہ پاک نے کافروں پر ایک تیز آندھی بھیجی۔ ان کے ڈیرے خیمے سب اکھڑ گئے، ادھر سے مسلمانوں نے حملہ کیا، وہ بھاگے، ان کا نامی گرامی پہلوان رستم ثانی مارا گیا اور مسلمانی فوج تعاقب کرتی ہوئی مدائن پہنچی، وہاں کا رئیس ہرمزان محصور ہو گیا، آخر اس نے امان چاہی اور خوشی سے مسلمان ہو گیا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو فوج کے سردار تھے، انہوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی عزت افزائی فرمائی، اسے عقلمند اور صاحب تدبیر پا کر اس کو مشیر خاص بنایا، چنانچہ ہرمزان نے کسریٰ کے بارے میں صحیح مشورہ دیا۔ ہر چند وہ روم کا بادشاہ تھا مگر اس زمانے میں کسریٰ کا مرتبہ سب بادشاہوں سے زیادہ تھا، اس کا تباہ ہونا ایران اور روم دونوں کے زوال کا سبب بنا، کسریٰ کی فوج کا سردار ذوالجناحین نامی سردار تھا، جو خچر سے گرا اور اسکا پیٹ پھٹ گیا۔ سخت جنگ کے بعد کافروں کو ہزیمت ہوئی، مزید تفصیل آگے آئے گی۔

بَابٌ: إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ هَلْ يَكُونُ ذَلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ؟

باب: اگر بستی کے حاکم سے صلح ہو جائے تو بستی والوں سے بھی صلح سمجھی جائے گی

٣١٦١- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَبُوكَ، وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُمْ بِبَحْرِهِمْ. [راجع: ١٤٨١]

(٣١٦١) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباس ساعدی نے اور ان سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم غزوۂ تبوک میں شریک تھے۔ ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے نبی ﷺ کو ایک سفید خچر بھیجا اور آپ نے اسے ایک چادر بطور خلعت کے اور ایک تحریر کے ذریعہ اس کے ملک پر اسے ہی حاکم باقی رکھا۔

تشریح: یہ روایت ابن اسحاق میں یوں ہے کہ جب آپ ﷺ تبوک کو جا رہے تھے، تو یوحنا بن روبہ ایلہ کا حاکم آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے جزیہ دینا قبول کر لیا، اور آپ نے اس سے صلح کر کے سند امان لکھ کر دے دی، اس سے ترجمہ باب یوں نکلا کہ آپ نے یوحنا سے صلح کی تو سارے ایلہ والے امن اور صلح میں آ گئے۔

بَابُ الْوُصَاةِ بِأَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ، وَالْإِلُّ الْقَرَابَةُ

باب: رسول اللہ ﷺ نے جن کافروں کو امان دی (اپنے ذمہ میں لیا) ان کے امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا اور ذمہ کے معنی عہد اور آل کے معنی قرابت کے ہیں

تشریح: ذمہ کہتے ہیں عہد اور اقرار کو، اور "ال" کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اس کے معنی رشتہ داری کے ہیں۔

٣١٦٢۔ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُوْجَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قُلْنَا: أَوْصِنَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ، وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ. [راجع: ١٣٩٢]

(٣١٦٢) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوجمرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جویریہ بن قدامہ تمیمی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمر بن خطاب ؓ سے سنا تھا، (جب وہ زخمی ہوئے) آپ سے ہم نے عرض کیا تھا کہ ہمیں کوئی وصیت کیجئے! تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کی (جو تم نے ذمیوں سے کیا ہے) وصیت کرتا ہوں (کہ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا) کیونکہ وہ تمہارے نبی کا ذمہ ہے اور تمہارے گھر والوں کی روزی ہے (کہ جزیہ کے روپیہ سے تمہارے بال بچوں کی گزران ہوتی ہے)۔

تشریح: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ کی یہ وہ عالی شان وصیت ہے جس پر اسلام ہمیشہ نازاں رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد کا منشا غیر مسلم اقوام کو مٹانا یا ستانا ہرگز نہیں ہے۔ پھر بھی کچھ متعصب لوگوں نے جہاد کے سلسلہ میں اسلام کو ہدف ملامت بنایا ہے جن کے جواب میں خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالروف صاحب جھنڈانگری ناظم جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال نے ایک تفصیلی مقالہ مرحمت فرمایا ہے۔ جسے ہم مولانا کے شکریہ کے ساتھ یہاں درج کرتے ہیں۔ جس کے مطالعہ سے ناظرین بخاری شریف کی معلومات میں بیش از بیش اضافہ ہوگا۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''جہاد کے مفہوم سے بے خبری پر اہل یورپ مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جہاد غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کا نام ہے۔ اگرچہ ان غیر مسلموں نے مسلمانوں پر کوئی زیادتی اور ان کے ساتھ کوئی دشمنی نہ کی ہو، لیکن اہل یورپ سراسر کذب وافترا سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ ادنیٰ تامل سے یہ اعتراض غلط اور باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ سورۂ انفال وسورۂ بقرہ میں یہ تفصیل موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دین کے اندر زبردستی نہیں ہے۔ اصل میں قرآن کریم میں کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ جنگ وقتال کی جو آیات ہیں ان سے ناواقفوں کو سرسری مطالعہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ اسلام تمام مذاہب کا دشمن ہے، مگر یہ غلط فہمی ان آیات کے پس منظر سے ناواقفیت کے سبب پیدا ہوگئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو اسلام اور مسلمانوں کے معاند اور ان کے دشمن ہیں، دوسرے وہ جن کی مسلمانوں سے کوئی مخاصمت اور دشمنی نہیں ہے ان دونوں کے لئے احکام جدا جدا ہیں۔

جو غیر مسلم مسلمانوں کے دشمن اور درپے آزار نہیں ہیں ان کا حکم جدا ہے۔ ان کے ساتھ دنیاوی تعلقات اور حسن سلوک کی ممانعت نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُقْسِطِيْنَO اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (۶۰/الممتحنۃ /۹،۸)

"یعنی جو لوگ تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کرتے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ احسان وسلوک اور عدل وانصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو صرف انہی لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں مخالفوں کی مدد کی، جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا، وہ ظالمون میں سے ہوگا۔"

اور جو غیر مسلم مسلمانوں سے عداوت رکھتے ہیں ان کو مٹانے جلانے اور برباد کرنے کے درپے رہتے ہیں ان سے دوستی قطعاً حرام ہے اور ان کے قتل کے جواب میں قتل وقتال کے احکام موجود ہیں۔ لیکن ایسی جنگ میں بھی ظلم وزیادتی کی ممانعت موجود ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۹۰)

اور جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے راستے میں ان سے لڑو، مگر کسی قسم کی زیادتی نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے متعلق جو تفصیل لکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمن سے جہاد تلوار، اسلحہ کے ذریعہ صرف اسی وقت ضروری ہے جبکہ مسلمانوں پر کفار زیادتی ودشمنی کا کھلم کھلا رویہ اختیار کئے ہوئے ہوں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "مجموعة رسائل تحت قتال الكفار" میں صراحت کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (۲/البقرۃ:۲۵۶) دین میں زبردستی نہیں ہے: فلو كان الكافر يقتل حتى يسلم لكان هذا اعظم الاكراه على الدين۔ پس اگر مسئلہ شرعی یہ ہو کہ جب کافر مسلمان نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے تو مذہب پر جبر واکراہ کی اس سے بڑی شکل اور کیا ہے؟

اسلام کا مقصد محض کافروں کو قتل کر ڈالنا اور ان کے اموال وجائیداد کو حاصل کر لینا نہیں ہے بلکہ جہاد کا مطلب استیلائے اسلام ہے جو دین حق ہے اور دراصل حقیقتاً دین ودنیا کا اعتدال وتوازن اسلام کے نظام میں مضمر ہے۔ اس کو تمام عالم میں عام کرنا مقصود ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطَانِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾ (۴/النساء:۷۶)

اسی معنی میں دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۹۳) یعنی ان سے جہاد کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہ جائے (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) پس اگر وہ باز آ جائیں، تو پھر زیادتی نہیں کرنا ہے مگر ظالموں پر۔

اگر اسلام کا مقصد محض قتال کفار ہوتا تو پھر عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں، اور گوشہ گیر فقیروں کو قتال کے حکم سے کیوں مستثنیٰ کیا جاتا؟ کیونکہ علت کفر تو سب میں مشترک ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ: "لا تقتلوا ذرية و لا عسيفا ولا شيخا فانيا و لا طفلا صغيراً و لا امراة۔" یعنی چھوٹے بچوں، بیگار میں پکڑے ہوئے مزدوروں، کمزور اور بوڑھوں نابالغ لڑکوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ (السياسة الشرعية ص:۵۱۔ وموطا معه مسوىٰ جلد ثانی ص۱۳۲)

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ دیکھو خیانت نہ کرنا، فریب نہ کرنا اور دشمن کا ہاتھ پاؤں مت کاٹنا، چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ اور ان لوگوں کو کچھ نہ کہنا جنہوں نے اپنی زندگی عبادت گاہوں، گرجا گھروں میں وقف کر دی ہے۔ (صدیق اکبر مؤلفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی بحوالہ طبری ص۳۲۹)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کفر کا اقتدار وجہ فتنہ بن جائے تو فتنہ کو ختم کرنے کے لئے قتال ضروری ہے ورنہ نہیں۔

فرماتے ہیں: "فمن لم يمنع المسلمين من اقامة الدين والاسلام لم يكن مضرة كفره إلا على نفسه۔" (السياسة الشرعية ابن تيمية، ص:٥٩) جزیہ بھی اسلام کے اقتدار و بالادستی کو تسلیم کرنے کی غرض سے ہے، ورنہ محض تحصیل خراج و جزیہ اسلام کا ہرگز مقصد نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے خراسان کے عامل جراح بن عبداللہ کو اس لئے معطل کر دیا کہ انہوں نے جزیہ کو کم دیکھ کر نو مسلموں سے کہا کہ تم لوگ اس لئے اسلام لے آئے ہو کر جزیہ سے بچ جاؤ۔ یہ بات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تک پہنچی، تو عامل کو معزول کرتے ہوئے ایک سنہرا مقولہ تحریر فرمایا کہ "حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں دعوت حق کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ خراج و جزیہ کے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔"

(البدایہ والنہایہ جلد تاسع ص ۱۸۸)

بہر حال اسلام کا مقصد حصول اقتدار و استیلا صرف اس لئے ہے تا کہ دین و دنیا میں اعتدال و توازن اور امن و امان قائم رہے اور نظام اسلام کے ذریعہ اقوام عالم کو سکون قلب اور امن و استقلال کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع حاصل ہوں۔

بَابُ مَا أَقْطَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَمَا وَعَدَ مِنْ مَالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ، وَلِمَنْ يُقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ

باب: نبی ﷺ کا بحرین سے (مجاہدین کو کچھ معاش) دینا اور بحرین کی آمدنی اور جزیہ سے کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کرنا مال فے اور جزیہ کن کو تقسیم کیا جائے گا اس کا بیان

٣١٦٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْأَنْصَارَ لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوا: لَا وَاللَّهِ! حَتَّى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا. فَقَالَ: ((ذَاكَ لَهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ)) يَقُولُونَ لَهُ: قَالَ: ((فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ)).

[راجع: ٢٣٧٦]

(۳۱۶۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلایا، تا کہ بحرین میں ان کے لئے کچھ زمین لکھ دیں۔ لیکن انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! اللہ کی قسم! (ہمیں اس وقت وہاں زمین عنایت فرمایئے) جب اتنی زمین ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کے لئے بھی آپ لکھیں۔ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: "جب تک اللہ کو منظور ہے یہ معاش ان کو بھی (یعنی قریش والوں کو) ملتی رہے گی۔" لیکن انصار یہی اصرار کرتے رہے کہ قریش والوں کے لئے بھی سندیں لکھ دیجئے۔ چنانچہ آپ نے انصار سے فرمایا: "میرے بعد تم یہ دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، لیکن تم صبر سے کام لینا، تا آنکہ تم حوض پر مجھ سے آ کر ملو۔" (جنگ اور فساد نہ کرنا)۔

٣١٦٤ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(۳۱۶۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے روح بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن منکدر نے بیان کیا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "اگر ہمارے پاس بحرین سے

قَالَ لِي: ((لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا)). فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِيْ. فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ كَانَ قَالَ لِي: ((لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَأَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا)). فَقَالَ: لِي: احْثُهْ. فَحَثَوْتُ حَثْوَةً فَقَالَ لِي عُدَّهَا. فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ فَأَعْطَانِي أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ. [راجع: ٢٢٩٦]

روپیہ آیا، تو میں تمہیں اتنا، اتنا، اتنا (تین لپ) دوں گا۔" پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور اس کے بعد بحرین کا روپیہ آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اگر کسی سے کوئی دینے کا وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "اگر بحرین کا روپیہ ہمارے یہاں آیا تو میں تمہیں اتنا، اتنا اور اتنا دوں گا۔" اس پر انہوں نے فرمایا کہ اچھا ایک لپ بھرو، میں نے ایک لپ بھری، تو انہوں نے فرمایا، کہ اسے شمار کرو، میں نے شمار کیا تو پانچ سو تھا، پھر انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار عنایت فرمایا۔

٣١٦٥- وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: ((انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ)). فَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعْطِنِي إِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا. فَقَالَ: ((خُذْ)). فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ. فَقَالَ: أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ. قَالَ: ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ. قَالَ: ((لَا)). فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ. فَقَالَ: أُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ. قَالَ ((لَا)) قَالَ: فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ. قَالَ: ((لَا)) فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [راجع: ٤٢١]

(٣١٦٥) اور ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں بحرین سے خراج کا روپیہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے مسجد میں پھیلا دو" بحرین کا وہ مال ان تمام اموال میں سب سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ ﷺ کے یہاں آ چکے تھے۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عنایت فرمایئے (میں زیر بار ہوں) کیونکہ میں نے (بدر کے موقع پر) اپنا بھی فدیہ ادا کیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اچھا لے لیجئے۔" چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا، (لیکن اٹھایا نہ جا سکا) تو اس میں سے کم کرنے لگے۔ لیکن کم کرنے کے بعد بھی نہ اٹھ سکا تو عرض کیا کہ آنحضور ﷺ کسی کو حکم دیں کہ اٹھانے میں میری مدد کرے، نبی ﷺ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہو سکتا" انہوں نے کہا کہ پھر آپ خود ہی اٹھوا دیں۔ فرمایا: "یہ بھی نہیں ہو سکتا۔" پھر عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کم کیا، لیکن اس پر بھی نہ اٹھا سکے تو کہا کہ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ اٹھا دے، فرمایا: "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا" انہوں نے کہا، پھر آپ ہی اٹھا دیں، حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ بھی نہیں ہو سکتا۔" آخر اس میں سے انہیں پھر کم کرنا پڑا اور تب کہیں جا کے اسے اپنے کاندھے پر اٹھا سکے اور لے کر جانے لگے۔ رسول

اللہ ﷺ اس وقت تک انہیں برابر دیکھتے رہے، جب تک وہ ہماری نظروں سے چھپ نہ گئے۔ ان کے حرص پر آپ ﷺ نے تعجب فرمایا، اور آپ اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھے جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی رہا۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

باب: کسی ذمی کافر کو ناحق مار ڈالنا کیسا گناہ ہے؟

٣١٦٦۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)). [طرفه في: ٦٩١٤] [ابن ماجه: ٢٦٨٦]

(۳۱۶۶) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسن بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جا سکتی ہے۔“

بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

باب: یہودیوں کو عرب کے علاقہ سے نکال باہر کرنا

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ)). [راجع: ٣١٥٢]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) فرمایا کہ ”میں تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دوں گا جب تک اللہ تم کو یہاں رکھے۔“

٣١٦٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ)). فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ: ((أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ

(۳۱۶۷) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (ابوسعید) نے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ہم ابھی مسجد نبوی میں موجود تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا: ”یہودیوں کی طرف چلو۔“ چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور جب بیت المدارس (یہودیوں کا مدرسہ) پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ”اسلام لاؤ تو سلامتی کے ساتھ رہو گے اور سمجھ لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس ملک سے نکال دوں، پھر تم میں سے اگر کسی کی جائیداد کی قیمت

إِلَّا فَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ)). [طرفاه في: ٦٩٤٤، ٧٣٤٨] [مسلم: ٤٥٩١؛ ابوداود: ٣٠٠٣]

آئے تو اسے بیچ ڈالے۔ اگر اس پر تیار نہیں ہو، تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول ہی کی ہے۔“

تشریح: رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ ہی میں یہودیوں کے اخراج کی نیت کرلی تھی، مگر آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کی مسلسل غداریوں اور سازشوں کی بنا پر ان کو وہاں سے نکال دیا۔

٣١٦٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِيْ مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: يَوْمُ الْخَمِيْسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصَى قُلْتُ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ! مَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ قَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهُ فَقَالَ: ((ائْتُوْنِي بِكَتِفٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا)). فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا: مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ. فَقَالَ: ((ذَرُوْنِي، فَالَّذِي أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِّي إِلَيْهِ فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ فَقَالَ: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ)) وَالثَّالِثَةُ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا. قَالَ سُفْيَانُ: هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ. [راجع: ١١٤]

(٣١٦٨) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے جمعرات کے دن کا ذکر کرتے ہوئے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ جمعرات کا دن، ہائے! یہ کون سا دن ہے؟ اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہوگئیں۔ سعید نے کہا میں نے عرض کیا، یا ابوعباس! جمعرات کے دن سے کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسی دن رسول اللہ ﷺ کی تکلیف (مرض الوفات) میں شدت پیدا ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”مجھے (لکھنے کا) ایک کاغذ دے دو تا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب لکھ جاؤں، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔“ اس پر لوگوں کا اختلاف ہوگیا پھر نبی ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ نبی کی موجودگی میں جھگڑنا غیر مناسب ہے، دوسرے لوگ کہنے لگے، بھلا کیا آنحضرت ﷺ بے کار باتیں فرمائیں گے اچھا، پھر پوچھ لو، یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ”مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، کیونکہ اس وقت میں جس عالم میں ہوں، وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں کا حکم فرمایا، کہ مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور وفود کے ساتھ اسی طرح خاطر تواضع کا معاملہ کرنا، جس طرح میں کیا کرتا تھا۔“ تیسری بات کچھ بھلی سی تھی، یا تو سعید نے اس کو بیان نہ کیا، یا میں بھول گیا۔ سفیان نے کہا یہ جملہ (تیسری بات کچھ بھلی سی تھی) سلیمان احول کا کلام ہے۔

تشریح: ((اهجر)) الهمزة للاستفهام الانكارى لان معني هجر هذى وانما جاء من قائله استفهاما للانكار على من قال لا تكتبوا اى تتركوا امر رسول الله ﷺ ولا تجعلوه كامر من هجر فى كلامه لانه ﷺ لا يهجر الخ كذا فى الطيبى۔“ یعنی یہاں ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو اب لکھوانے کی تکلیف نہ دو، ان سے کہا گیا کہ نبی

کریم ﷺ کو ہذیان نہیں ہوگیا ہے اس لئے آپ ﷺ کو ہذیان والے پر قیاس کر کے ترک نہ کرو۔ آپ سے ہذیان ہو یہ ناممکن ہے۔ اس سلسلہ کی تفصیلی بحث اسی پارہ میں گزر چکی ہے۔

کتاب کے لکھے جانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف اس وجہ سے ہوا تھا کہ بعض صحابہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو اس شدت تکلیف میں مزید تکلیف نہ دینی چاہیے۔

بعد میں خود نبی کریم ﷺ خاموش ہوگئے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر لکھوانا فرض ہوتا تو آپ کسی کے کہنے سے یہ فرض ترک نہ کرتے، فقط برائے مصلحت ایک بات ذہن میں آئی تھی، بعد میں آپ نے خود اسے ضروری نہیں سمجھا۔ منقول ہے کہ آپ خلافت صدیقی کے بارے میں قطعی فیصلہ لکھ کر جانا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو۔ اس لئے آپ ﷺ نے خود اپنے مرض الموت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے منبر و محراب کو فرما دیا تھا۔

بَابٌ: إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يُعْفَى عَنْهُمْ؟

٣١٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اجْمَعُوْا إِلَيَّ مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ يَهُوْدَ)). فَجُمِعُوْا لَهُ فَقَالَ: ((إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ)). فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَبُوْكُمْ)). قَالُوْا: فُلَانٌ. فَقَالَ: ((كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوْكُمْ فُلَانٌ)). قَالُوْا: صَدَقْتَ. قَالَ: ((فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ)) فَقَالُوْا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! وَإِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِيْنَا. فَقَالَ لَهُمْ: ((مَنْ أَهْلُ النَّارِ؟)) قَالُوْا: نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اخْسَئُوْا فِيْهَا، وَاللّٰهِ! لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا أَبَدًا. ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ)) فَقَالُوْا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ! قَالَ: ((هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ

باب: اگر کافر مسلمانوں سے دغا کریں تو کیا ان کو معافی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(٣١٦٩) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو (یہودیوں کی طرف سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بکری کا یا ایسے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا جس میں زہر تھا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جتنے یہودی یہاں موجود ہیں۔ انہیں میرے پاس جمع کرو۔“ چنانچہ وہ سب آگئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔ کیا تم لوگ صحیح صحیح جواب دو گے؟“ سب نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تمہارے باپ کون تھے؟“ انہوں نے کہا کہ فلاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارے باپ تو فلاں تھے۔“ سب نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں تم سے ایک اور بات پوچھوں تو تم صحیح واقعہ بیان کردو گے؟“ سب نے کہا، جی ہاں، اے ابوالقاسم! اور اگر ہم جھوٹ بھی بولیں تو آپ ہمارے جھوٹ کو اسی طرح پکڑ لیں گے جس طرح آپ نے ابھی ہمارے باپ کے بارے میں ہمارے جھوٹ کو پکڑ لیا، حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد دریافت فرمایا: ”دوزخ میں جانے والے کون لوگ ہوں گے؟“ انہوں نے کہا کہ کچھ دنوں کے لئے تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے لیکن پھر آپ لوگ ہماری جگہ داخل کر دیئے جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم

الشَّاةِ سَمًّا)). قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: ((مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ؟)) قَالُوْا: أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيْحُ مِنْكَ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ.
[طرفاه في: ٤٢٤٩، ٥٧٧٧]

اس میں برباد رہو، خدا گواہ ہے کہ ہم تمہاری جگہ اس میں کبھی داخل نہیں کئے جائیں گے۔" پھر آپ نے دریافت فرمایا: "اور میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا تم مجھ سے صحیح واقعہ بتا دو گے؟" اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا کہ ہاں! اے ابوالقاسم! آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے؟" انہوں نے کہا جی ہاں، آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: "تم نے ایسا کیوں کیا؟" انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ آپ جھوٹے ہیں (نبوت میں) تو ہمیں آرام مل جائے گا اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آپ ﷺ نے اس یہودی عورت زینب بنت حارث نامی کو جس نے زہر ملایا تھا کچھ سزا نہ دی، بلکہ معاف کر دیا، جب بشر بن براء صحابی ؓ جنہوں نے اس گوشت میں سے کچھ کھا لیا تھا، فوت ہو گئے تو آپ نے ان کا قصاص لیا، اور اس عورت کو قتل کرا دیا۔

بَابُ دُعَاءِ الْإِمَامِ عَلَى مَنْ نَكَثَ عَهْدًا

باب: وعدہ توڑنے والوں کے حق میں امام کی بددعا کرنا

٣١٧٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ ابْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ. قَالَ: قَبْلَ الرُّكُوْعِ. فَقُلْتُ: إِنَّ فُلَانًا يَزْعُمُ أَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ: كَذَبَ. ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ: بَعَثَ أَرْبَعِيْنَ أَوْ سَبْعِيْنَ يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْقُرَّاءِ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَعَرَضَ لَهُمْ هَؤُلَاءِ فَقَتَلُوْهُمْ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ عَهْدٌ، فَمَا رَأَيْتُهُ وَجَدَ عَلَى أَحَدٍ مَا وَجَدَ عَلَيْهِمْ. [راجع: ١٠٠١]

(۳۱۷۰) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ہم سے عاصم احول نے، کہا کہ میں نے انس ؓ سے دعائے قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہونی چاہئے، میں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب (محمد بن سیرین) تو کہتے ہیں کہ آپ نے کہا تھا کہ رکوع کے بعد ہوتی ہے، انس ؓ نے اس پر کہا کہ انہوں غلط کہا ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینے تک رکوع کے بعد دعائے قنوت کی تھی۔ اور آپ نے اس میں قبیلہ بنو سلیم کے قبیلوں کے حق میں بددعا کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے چالیس یا ستر قرآن کے عالم صحابہ کی ایک جماعت، راوی کو شک تھا، مشرکین کے پاس بھیجی تھی۔ لیکن یہ بنی سلیم کے لوگ (جن کا سردار عامر بن طفیل تھا) ان کے آڑے آئے اور ان کو مار ڈالا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ سے ان کا معاہدہ تھا۔ (لیکن انہوں نے دغا کیا) آنحضرت ﷺ کو کسی معاملہ پر اتنا رنجیدہ اور غمگین میں نے نہیں دیکھا جتنا ان صحابہ ؓ کی شہادت پر آپ رنجیدہ تھے۔

تشریح: کیونکہ یہ لوگ قاری اور عالم تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو ان سے ہزار ہا لوگوں کو فائدہ پہنچتا۔ اسی لئے ایک سچے عالم کی موت کو عالم جہان کی موت کہا گیا ہے۔

قنوت قبل الرکوع اور بعد الرکوع کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا استاذ عبیداللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں:

"ورواه ابن المنذر عن انس بلفظ ان بعض اصحاب النبی ﷺ قنتوا فی صلوة الفجر قبل الركوع وبعضهم بعد الركوع وهذا كله يدل على اختلاف عمل الصحابة فی محل قنوت المكتوبة فقنت بعضهم قبل الركوع وبعضهم بعده واما النبی ﷺ فلم يثبت عنه القنوت فی المكتوبة الاعند النازلة يقنت فی النازلة الابعد الركوع هذا ما تحقق لی والله اعلم۔" (مرعاة المفاتيح، جلد۲/ ص:۲۲٤)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو ابن منذر نے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ فجر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے، بعض رکوع کے بعد پڑھتے اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں میں محل قنوت کے بارے میں صحابہ میں اختلاف تھا اور نبی کریم ﷺ سے فرض نمازوں میں سوائے قنوت نازلہ کے اور کوئی قنوت ثابت نہیں ہوئی، آپ نے صرف قنوت نازلہ پڑھی اور وہ رکوع کے بعد پڑھی ہے میری تحقیق یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام نووی رحمہ اللہ استحباب القنوت میں فرماتے ہیں: " ومحل القنوت بعد رفع الرأس فی الركوع فی الركعة الآخيرة۔" یعنی قنوت پڑھنے کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ حدیث ہذا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان متعلق قنوت کا تعلق ان کی اپنی معلومات کی حد تک ہے۔ واللہ اعلم۔

بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ وَجِوَارِهِنَّ

باب: (مسلمان) عورتیں اگر کسی (غیر مسلم) کو امان اور پناہ دیں؟

٣١٧١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللَّهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِىءٍ بِنْتِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أُمَّ هَانِىءٍ بِنْتَ أَبِيْ طَالِبٍ، تَقُوْلُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِىءٍ بِنْتُ أَبِيْ طَالِبٍ. فَقَالَ: ((مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِىءٍ)). فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ، فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! زَعَمَ ابْنُ أُمِّيْ عَلِيٌّ أَنَّهُ قَاتِلٌ

(۳۱۷۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبیداللہ کے غلام ابوالنضر نے، انہیں ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابومرہ نے خبر دی، انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ بیان کرتی تھیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (مکہ میں) میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا، تو آپ نے فرمایا: "کون صاحبہ ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "آؤ اچھی آئیں، ام ہانی!" پھر جب آپ ﷺ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ صرف ایک کپڑا جسم اطہر پر لپیٹے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص کو جسے میں

رَجُلاً قَدْ أَجَرْتُهُ فُلاَنُ بْنُ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِيءٍ)). قَالَتْ: أُمُّ هَانِيءٍ وَذَلِكَ ضُحًى. [راجع: ۲۸۰]

پناہ دے چکی ہوں، قتل کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ یہ شخص ہُبَیرہ کا فلاں لڑکا (جعدہ) ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی، اسے ہماری طرف سے بھی پناہ ہے۔" ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ وقت چاشت کا تھا۔

تشریح: ہبیرہ ام ہانی کے خاوند تھے، جعدہ ان کے بیٹے تھے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بھانجے کو کیوں مارتے، بعض نے کہا فلاں ابن ہبیرہ سے حارث بن ہشام مخزومی مراد ہیں۔ غرض حدیث سے یہ نکلا کہ عورت کا پناہ دینا درست ہے۔ ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے۔ بعض نے کہا امام کو اختیار ہے۔ چاہے اس امان کو منظور کرے چاہے نہ کرے۔

بَابٌ: ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ

باب: سب مسلمان برابر ہیں خواہ ایک ادنیٰ مسلمان کسی کافر کو پناہ دے تو سب کے ہاں قبول ہونی چاہیے

۳۱۷۲ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلاَمٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ: مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللَّهِ تَعَالَى، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ فَقَالَ: فِيهَا الْجِرَاحَاتُ وَأَسْنَانُ الإِبِلِ، ((وَالْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى كَذَا، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيهَا مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلاَ عَدْلاً، وَمَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذَلِكَ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذَلِكَ)). [راجع: ۱۱۱]

(۳۱۷۲) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے بیان کیا، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے باپ (یزید بن شریک تیمی) نے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا، جس میں فرمایا کہ کتاب اللہ اور اس ورق میں جو کچھ ہے، اس کے سوا اور کوئی کتاب (احکام شریعت کی) ایسی ہمارے پاس نہیں جسے ہم پڑھتے ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ اس میں زخموں کے قصاص کے احکام ہیں اور دیت میں دیئے جانے والے کی عمر کے احکام ہیں اور یہ کہ "مدینہ حرم ہے عیر پہاڑی سے فلاں (احد پہاڑی) تک۔ اس لئے جس شخص نے کوئی نئی بات (شریعت کے اندر داخل کی) یا کسی ایسے شخص کو پناہ دی تو اس پر اللہ، ملائکہ اور انسان سب کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل۔ اور یہ بیان ہے جو لونڈی غلام اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کو مالک بنائے اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔ اور مسلمان سب برابر ہیں ہر ایک کا ذمہ یکساں ہے۔ پس جس شخص نے کسی مسلمان کی پناہ میں (جو کسی کافر کو دی گئی ہو) دخل اندازی کی تو اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔"

تشریح: معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسی مروجہ قرآن مجید کو پڑھتے تھے، سورتوں کی کچھ تقدیم وتاخیر اور بات ہے۔ اب جو کوئی یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دوسرے اہل بیت کے پاس کوئی اور قرآن تھا جو کامل تھا اور مروجہ قرآن مجید ناقص ہے، اس پر بھی اللہ اور فرشتوں اور سارے انبیائے کرام کی طرف سے پھٹکار اور لعنت ہے۔

بَابٌ: إِذَا قَالُوا: صَبَأْنَا وَلَمْ

باب: اگر کافر لڑائی کے وقت گھبرا کر اچھی طرح

يُحْسِنُوْا: أَسْلَمْنَا

یوں نہ کہہ سکیں ہم مسلمان ہوئے یوں کہنے لگیں ہم نے دین بدل دیا، دین بدل دیا تو کیا حکم ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ)). [طرفه في:٤٣٣٩] وَقَالَ عُمَرُ: إِذَا قَالَ: مَتْرَسْ. فَقَدْ آمَنَهُ، إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الْأَلْسِنَةَ كُلَّهَا. وَقَالَ: تَكَلَّمْ لَابَأْسَ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (بنی ہدیہ کی جنگ میں) کافروں کو مارنا شروع کر دیا، حالانکہ وہ کہتے جاتے تھے۔ ہم نے دین بدل دیا، ہم نے دین بدل دیا، آنحضرت ﷺ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا. ''یا اللہ! میں تو خالد کے کام سے بیزار ہوں'' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کسی (مسلمان) نے (کسی فارسی آدمی سے) کہا کہ مترس (مت ڈرو) تو گویا اس نے اسے امان دے دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام زبانوں کو جانتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ہرمزان سے) کہا (جب اسے مسلمان گرفتار کر کے لائے) کہ جو کچھ کہنا ہو کہو، ڈرو مت۔

تشریح: ''صابی'' کے معنی اپنے پرانے دین سے نکل جانا، مطلب یہ ہے کہ غیر مسلم اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف یہ کہے کہ میں نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا، کیونکہ اسے اسلام کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں، اس لئے وہ اتنا نہیں کہہ سکا کہ میں اسلام لایا، تو کیا اسے مسلمان سمجھ لیا جائے گا۔ جبکہ قرینہ بھی موجود ہو کہ اس کی مراد اسلام میں داخل ہونے سے ہی ہے، تو اسے اسلام میں داخل ہی مانا جائے گا۔ مشرکین کا قبیلہ یہ کہنا نہیں جانتا تھا کہ ہم اسلام لائے، اس لئے اس نے صرف یہی کہا کہ ہم صابی ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے اس لفظ کو دخول اسلام کے بارے میں نہیں سمجھا، اس لئے آپ نے ان کو قتل کیا جیسا کہ شارحین بخاری لکھتے ہیں:

"فجعل خالد ای طفق خالد بن الولید یقتل من کان یقول صبأنا حیث ظن ان لفظة صبأنا عندا العجز عن التلفظ بأسلمنا لا یکفی فی الاخبار عن الاسلام بل لابد من التصریح بالاسلام فقال رسول اللہ ﷺ انی بریء مما صنع خالد ولم اکن راضیا بقتلهم کذا فی الکرمانی وَالخیر البخاری..... الخ۔"

یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے لفظ صبأنا کو دخول اسلام کے لئے کافی نہیں جانا، بلکہ ان کے خیال میں "اسلمنا" کہنا ضروری تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں خالد کی اس حرکت قتل سے راضی نہیں ہوں۔

معلوم ہوا کہ کوئی ناواقف آدمی کسی اشارہ کنایہ سے بھی اسلام قبول کر لے، تو اس کا اسلام صحیح تصور کیا جائے گا۔ اس بارے میں نص قرآنی موجود ہے: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (۴/النساء:۹۴) یعنی جو تم کو اسلامی ناطہ کے طور پر السلام علیکم کہے، تم ان کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اسلام ظاہر ہی کا نام ہے جو ظاہر میں اسلام کا دم بھرے اور کلمہ توحید پڑھے اسے ظاہری حیثیت میں مسلمان ہی کہیں گے۔ رہا باطن کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهِ وَإِثْمِ مَنْ لَمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

باب: مشرکوں سے مال وغیرہ پر صلح کرنا، لڑائی چھوڑ دینا، اور جو کوئی عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [الأنفال: ٦١] الآيَةَ.

٣١٧٣۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ۔ هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُاللَّهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ إِلَى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحَيِّصَةُ إِلَى عَبْدِاللَّهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِي دَمِهِ قَتِيلاً، فَدَفَنَهُ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ: ((كَبِّرْ كَبِّرْ)). وَهُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ: ((أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ)). قَالُوا: وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ قَالَ: ((فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا)). فَقَالُوا: كَيْفَ نَأْخُذُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ. [راجع:٢٧٠٢]

اور (سورۂ انفال میں) اللہ کا یہ فرمانا کہ "اگر کافر صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھیں یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے۔"

(۳۱۷۳) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے بشیر بن یسار نے اور ان سے سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر گئے۔ ان دنوں (خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی) صلح تھی۔ پھر دونوں حضرات (خیبر پہنچ کر اپنے اپنے کاموں کے لئے) جدا ہو گئے۔ اس کے بعد محیصہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خون میں لوٹ رہے ہیں۔ کسی نے ان کو قتل کر ڈالا۔ خیر محیصہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔ پھر مدینہ آئے، اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل (عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی) اور مسعود کے دونوں صاحبزادے محیصہ اور حویصہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفتگو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے شروع کی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جو تم لوگوں میں عمر میں بڑے ہوں وہ بات کریں۔" عبدالرحمٰن سب سے کم عمر تھے، وہ چپ ہو گئے۔ اور محیصہ اور حویصہ نے بات شروع کی۔ آپ نے دریافت فرمایا: "کیا تم لوگ اس پر قسم کھا سکتے ہو، کہ جس شخص کو تم قاتل کہہ رہے ہو اس پر تمہارا حق ثابت ہو سکے۔" ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ایک ایسے معاملے میں کس طرح قسم کھا سکتے جس کو ہم نے خود آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "پھر کیا یہود تمہارے دعوے سے اپنی برأت اپنی طرف سے پچاس قسمیں کھا کر کے کر دیں؟" ان لوگوں نے عرض کیا کہ کفار کی قسموں کا ہم کس طرح اعتبار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی۔

تشریح: ترجمہ باب اس سے نکلا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پاس سے دیت ادا کر کے خیبر کے یہودیوں سے صلح قائم رکھی، باب کا یہ ترجمہ جو کوئی عہد کو پورا نہ کرے اس کا گناہ حدیث سے نہیں نکلتا۔ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس باب میں کوئی حدیث لکھنی منظور تھی مگر اتفاق نہ ہوا یا اس مضمون کی حدیث ان کو ان کی شرط کے مطابق نہ ملی۔ قاتل پر حق ثابت ہونے سے مقتول کے آدمیوں کو دیت دینی ہوگی۔ وہ قاتل اگر قتل کا اقرار کر لے تو قصاص بھی لیا جا سکتا ہے۔ یہ قسامت کی صورت ہے۔ اس میں مدعی سے پچاس قسمیں لی جاتی ہیں کہ میرا گمان فلاں شخص پر ہے کہ اسی نے مارا ہے۔

اس سے نبی کریم ﷺ کی صلح جوئی، امن پسند پالیسی، فراخدلی بھی ثابت ہوئی، باوجودیکہ مقتول ایک مسلمان تھا جو یہود کے ماحول میں قتل

ہوا، مگر نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کی اس حرکت کو نظر انداز فرمادیا، تاکہ امن کی فضا قائم رہے۔ اور کوئی طویل فساد نہ کھڑا ہو جائے، آپ نے مسلمان مقتول کے وارثوں کو خود بیت المال سے دیت ادا فرمادی، ایسے واقعات سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو اسلام کو بزور تلوار پھیلانے کا غلط پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ مذاہب کی دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو بنی نوع انسان کو زیادہ سے زیادہ امن دینے کا حامی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

باب: عہد پورا کرنے کی فضیلت

٣١٧٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبِ بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوْا تِجَارًا بِالشَّأْمِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي مَادَّ فِيهَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَبَا سُفْيَانَ فِي كُفَّارِ قُرَيْشٍ. [راجع: ٧]

(٣١٧٤) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، اور انہیں ابوسفیان بن حرب بن امیہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہرقل (فرمانروائے روم) نے انہیں قریش کے قافلے کے ساتھ بلا بھیجا، (یہ لوگ شام اس زمانے میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔) جب آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان سے (صلح حدیبیہ میں) قریش کے کافروں کے مقدمہ میں صلح کی تھی۔

تشریح: یعنی صلح حدیبیہ جو ٦ھ میں ہوئی، یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ ہرقل نے کہا کہ پیغمبر دغا یعنی عہد شکنی نہیں کرتے، اسی سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا مطلب نکالا کہ عہد کا پورا کرنا انبیا کی خصلت ہے جو بڑی فضیلت رکھتی ہے اور عہد توڑنا دغابازی کرنا ہر شریعت میں منع ہے۔

بَابٌ: هَلْ يُعْفَى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ؟

باب: اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا ہو تو کیا اسے معاف کیا جا سکتا ہے؟

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سُئِلَ أَعَلَى مَنْ سَحَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ؟ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذَلِكَ، فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ.

ابن وہب نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، کیا اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے؟ انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کی وجہ سے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کروایا تھا اور آپ پر جادو کرنے والا اہل کتاب میں سے تھا۔

تشریح: ظاہرا ابن شہاب کی دلیل پوری نہیں ہوتی، کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔ دوسرے اس کے جادو سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، صرف ذرا تخیل پیدا ہو گیا تھا، کہ آپ کوئی کام نہ کرتے اور خیال آتا کہ کر چکے ہیں۔ اللہ نے اس کی بھی خبر دے کر یہ آفت آپ کے اوپر سے دور کر دی، آپ نے اس جادوگر کو قتل نہیں کرایا، بلکہ معاف فرمادیا۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوتا ہے۔

٣١٧٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُحِرَ حَتَّى كَانَ

(٣١٧٥) مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کر دیا گیا تھا۔ تو

يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ. [أطرافه في: ٣٢٦٨، ٥٧٦٣، ٥٧٦٥، ٥٧٦٦، ٦٠٦٣، ٦٣٩١]

بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ سمجھتے کہ میں نے فلاں کام کرلیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ

باب: دغابازی سے بچنا چاہیے؟

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ يُرِيْدُوْا أَنْ يَخْدَعُوْكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ﴾ الآيَةَ ﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ الآيَةَ. [الأنفال: ٦٢]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اور اگر یہ کافر لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں (اے نبی!) تو اللہ آپ کے لئے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے اور مؤمنوں سے تیری تائید کی ہے اور ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔

٣١٧٦ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ ابْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيْسَ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ، وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَقَالَ: ((اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَوْتِي، ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ مُوْتَانٌ يَأْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ، ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا، ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ، ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ، فَيَأْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً، تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا)). [ابوداود: ٥٠٠٠؛ ابن ماجه: ٤٠٩٥]

(۳۱۷۶) مجھ سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن علاء بن زبر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بسر بن عبیداللہ سے سنا، انہوں نے ابوادریس سے سنا، کہا کہ میں نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کی چھ نشانیاں شمار کرلو، میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر ایک وبا جو تم میں شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں طاعون پھیل جاتا ہے۔ پھر مال کی کثرت اس درجہ میں ہوگی کہ ایک شخص سو دینار بھی اگر کسی کو دے گا تو اس پر بھی وہ ناراض ہوگا۔ پھر فتنہ اتنا تباہ کن عام ہوگا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آ گیا ہوگا۔ پھر صلح جو تمہارے اور بنی الاصفر (نصارائے روم) کے درمیان ہوگی، لیکن وہ دغا کریں گے اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی۔'' (یعنی نو لاکھ ساٹھ ہزار فوج سے وہ تم پر حملہ آور ہوں گے)۔

تشریح: پہلی دوسری نشانی تو ہو چکی ہے۔ تیسری کہتے ہیں وہ بھی ہو چکی ہے یعنی طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آیا تھا۔ جس میں ہزاروں مسلمان مرگئے تھے۔ چوتھی نشانی بھی ہو چکی، مسلمان روم اور ایران کی فتح سے بے حد مالدار ہو گئے تھے۔ پانچویں نشانی کہتے ہیں ہو چکی جس سے بنو امیہ کا فتنہ مراد ہے۔ چھٹی نشانی قیامت کے قریب ہوگی، اس حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ دغابازی کرنا کافروں کا کام ہے اور یہ بھی قیامت کی ایک نشانی ہے کہ دغابازی عام ہو جائے گی۔

بَابٌ: كَيْفَ يُنْبَذُ إِلَى أَهْلِ الْعَهْدِ؟

باب: عہد کیونکر واپس کیا جائے؟

وَقَوْلُهُ: ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ﴾ الآيَةَ. [الأنفال: ٥٨]

اور اللہ پاک نے سورۂ انفال میں فرمایا: ”اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے دغا بازی کا ڈر ہو تو آپ ان کا عہد معقول طور سے ان کو واپس کر دیں۔“ آخر آیت تک۔

تشریح: معقول طریقہ یہ ہے کہ ان کو کہلا بھیجے، بھائی ہمارا تمہارا دوستی کا عہد ٹوٹ گیا، یہ نہیں کہ دفعتاً ان پر حملہ کر بیٹھے۔

٣١٧٧ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ، وَإِنَّمَا قِيلَ: الْأَكْبَرُ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ الْحَجُّ الْأَصْغَرُ. فَنَبَذَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى النَّاسِ فِي ذَلِكَ الْعَامِ، فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ مُشْرِكٌ. [راجع: ٣٦٩]

(٣١٧٧) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں حمید بن عبدالرحمٰن نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (حجۃ الوداع سے پہلے والے حج کے موقع پر) دسویں ذی الحجہ کے دن بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی منیٰ میں یہ اعلان کرنے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر نہ کرے اور حج اکبر کا دن دسویں تاریخ ذی الحجہ کا دن ہے۔ اسے حج اکبر اس لئے کہا گیا کہ لوگ (عمرہ کو) حج اصغر کہنے لگے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سال مشرکوں سے جو عہد لیا تھا اسے واپس کر دیا، اور دوسرے سال حجۃ الوداع میں جب آنحضرت ﷺ نے حج کیا تو کوئی مشرک شریک نہیں ہوا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حج اکبر حج ہی کا نام ہے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حج اکبر وہ حج ہے جس میں عرفہ کا دن جمعہ کو پڑے، اس بارے میں کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ؟

باب: معاہدہ کرنے کے بعد دغا بازی کرنے والے کا گناہ؟

وَقَوْلِ اللَّهِ: ﴿الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ﴾. [الأنفال: ٥٦]

اور سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”وہ لوگ (یہود) آپ جن سے معاہدہ کرتے ہیں، اور پھر ہر مرتبہ وہ دغا بازی کرتے ہیں، اور وہ باز نہیں آتے۔“

٣١٧٨ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرْبَعُ خِلَالٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ

(٣١٧٨) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبداللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”چار عادتیں ایسی ہیں کہ اگر یہ چاروں کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ پکا

كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا)).

[راجع: ٣٤]

منافق ہے۔ وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے۔ اور جب معاہدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور جب کسی سے لڑے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ اور اگر کسی شخص کے اندر ان چاروں عادتوں میں سے ایک ہی عادت ہے، تو اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔"

تشریح: مقصد یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنا مسلمان کی شان نہیں ہے، وہ وعدہ خواہ کافروں ہی سے کیوں نہ کیا گیا ہو، پھر جو وعدہ اغیار سے سیاسی سطح پر کیا جائے اس کی اور بھی اونچی حیثیت ہے، اسے پورا کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کو پورے طور پر نبھایا، حالانکہ اس میں قریش کی کئی شرطیں سراسر نامعقول تھیں، مگر "اَلْكَرِيمُ إِذَا وَعَدَ وَفَى۔" مشہور مقولہ ہے۔

٣١٧٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا الْقُرْآنَ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا، فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا، أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ. فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ)).

[راجع: ١١١]

(٣١٧٩) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم تیمی نے، انہیں ان کے باپ (یزید بن شریک تیمی) نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے بس یہی قرآن مجید لکھا اور جو کچھ اس ورق میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "مدینہ عائر پہاڑی اور فلاں (کدیٰ) پہاڑی کے درمیان تک حرم ہے۔ پس جس نے یہاں (دین میں) کوئی نئی چیز داخل کی یا کسی ایسے شخص کو اس کے حدود میں پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب انسانوں کی لعنت ہوگی۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول اور نہ نفل قبول ہوگا۔ اور سب مسلمان پناہ دینے میں برابر ہیں۔ معمولی سے معمولی مسلمان (عورت یا غلام) کسی کافر کو پناہ دے سکتے ہیں۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑ ڈالے اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب انسانوں کی لعنت ہوگی، نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل! اور جس غلام یا لونڈی نے اپنے آقا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اپنا مالک بنالیا، تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور سب انسانوں کی لعنت ہوگی، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل۔"

٣١٨٠۔ قَالَ: وَقَالَ أَبُو مُوسَى: حَدَّثَنَا هَاشِمُ ابْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا؟ فَقِيلَ لَهُ:

(٣١٨٠) ابو موسیٰ (محمد بن مثنیٰ) نے بیان کیا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعید بن عمرو نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب (جزیہ اور خراج میں سے) نہ تمہیں درہم ملے گا اور نہ دینار! اس پر کسی

وَكَيْفَ تَرَى ذَلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ! عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ. قَالُوْا: عَمَّ ذَلِكَ؟ قَالَ: تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ فَيَشُدُّ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوْبَ أَهْلِ الذِّمَّةِ، فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ أَيْدِيْهِمْ.

نے کہا کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم کیسے سمجھتے ہو کہ ایسا ہوگا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ یہ صادق ومصدوق ﷺ کا فرمان ہے۔ لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ کیسے ہوجائے گا؟ تو آپ نے فرمایا، جب کہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد (اسلامی حکومت غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بارے میں) توڑا جانے لگے، تو اللہ تعالیٰ بھی ذمیوں کے دلوں کو سخت کردے گا۔ اور وہ جزیہ دینا بند کردیں گے۔ (بلکہ لڑنے کو مستعد ہوں گے)۔

تشریح: یہاں بھی مقصود باب اس سے حاصل ہوا کہ جب مسلمان ذمی لوگوں سے معاہدہ کرکے اس کی خلاف ورزی کریں گے اور ذمیوں کو ستانے لگیں گے، تو اللہ پاک ذمیوں کو سخت دل بنادے گا اور وہ جزیہ بند کردیں گے۔ معلوم ہوا کہ غیروں سے جو بھی صلح امن کا معاہدہ کیا جائے، آخر وقت تک اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

بَابٌ

باب

٣١٨١ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ؟ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَ صِفِّيْنَ قَالَ: نَعَمْ، فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ، يَقُوْلُ: اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ، رَأَيْتُنِيْ يَوْمَ أَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ لَرَدَدْتُهُ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ، نَعْرِفُهُ غَيْرَ أَمْرِنَا هَذَا. [أطرافه في: ٣١٨٢، ٤١٨٩، ٤٨٤٤، ٧٣٠٨]

[مسلم: ٤٦٣٣، ٤٦٣٥]

(۳۱۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو حمزہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے اعمش سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا، کیا آپ صفین کی جنگ میں موجود تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہاں (میں تھا) اور میں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ تم لوگ خود اپنی رائے کو غلط سمجھو، جو آپس میں لڑتے مرتے ہو۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا جس دن ابو جندل آیا۔ (یعنی حدیبیہ کے دن) اگر میں آنحضرت ﷺ کا حکم پھیر سکتا تو پھر اس دن پھیر دیتا اور ہم نے جب کسی مصیبت میں ڈر کر تلواریں اپنے کندھوں پر رکھیں تو وہ مصیبت آسان ہوگئی۔ ہم کو اس کا انجام معلوم ہوگیا۔ مگر یہی ایک لڑائی ہے۔ (جو سخت مشکل ہے اس کا انجام بہتر نہیں معلوم ہوتا)۔

٣١٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ، عَنْ أَبِيْهِ، حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْ وَائِلٍ قَالَ: كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهِمُوْا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ

(۳۱۸۲) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے یزید بن عبدالعزیز نے، ان سے ان کے باپ عبدالعزیز بن سیاہ نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو وائل نے بیان کیا کہ ہم مقام صفین میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ پھر سہل بن حنیف کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم خود اپنی رائے کو غلط سمجھو۔ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اگر ہمیں لڑنا ہوتا تو اس

الْحُدَيْبِيَةِ، وَلَوْ نَرَى قِتَالاً لَقَاتَلْنَا، فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ فَقَالَ: ((بَلَى)). فَقَالَ: أَلَيْسَ قَتْلاَنَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلاَهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: ((بَلَى)). قَالَ: فَعَلاَمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا؟ أَنَرْجِعُ وَلَمْ يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ؟ قَالَ: ((يَاابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللّٰهُ أَبَدًا)). فَانْطَلَقَ عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللّٰهُ أَبَدًا. فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ، فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى عُمَرَ إِلَى آخِرِهَا. فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوَفَتْحٌ هُوَ قَالَ: ((نَعَمْ)). [راجع: ٣١٨١]

وقت ضرور لڑتے۔ عمر اس موقع پر آئے (یعنی حدیبیہ میں) اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کیوں دبیں؟ کیا ہم (مدینہ) واپس چلے جائیں گے، اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی برباد نہیں کرے گا۔'' اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے وہی سوالات کئے، جو نبی کریم ﷺ سے ابھی کر چکے تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ انہیں کبھی برباد نہیں ہونے دے گا۔ پھر سورۂ فتح نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسے آخر تک پڑھ کر سنایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا یہی فتح ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں!'' بلاشک یہی فتح ہے۔

تشریح: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ لڑائی میں کسی طرف بھی شریک نہیں تھے۔ اس لئے دونوں گروہ ان کو الزام دے رہے تھے۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں مسلمانوں سے لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ تو خود تمہاری غلطی ہے کہ اپنی ہی تلوار سے اپنے ہی بھائیوں کو قتل کر رہے ہو۔ بہت سے دوسرے صحابہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جھگڑے میں شریک نہیں تھے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ جب نبی کریم ﷺ نے کافروں کے مقابلہ میں جنگ میں جلدی نہ کی اور ان سے صلح کر لی تو تم مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کیوں پل پڑے ہو۔ خوب سوچ لو کہ یہ جنگ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ جنگ صفین جب ہوئی تو تمام جہاں کے کافروں نے یہ خبر سن کر شادیانے بجائے کہ اب مسلمانوں کا زور آپس ہی میں خرچ ہونے لگا۔ ہم سب بال بال بچے رہیں گے۔

آج بھی یہی حال ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی مذہبی باہمی اتنی لڑائیاں ہیں کہ آج کے دشمنان اسلام دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال بد نہ ہوتا تو ان کا قبلہ اول مغضوب قوم یہود کے ہاتھ نہ جاتا۔ عرب اقوام مسلمین کی خانہ جنگی نے آج امت کو یہ روز بد بھی دکھلایا کہ یہودی آج مسلمانوں کے سر پر سوار ہو رہے ہیں۔

سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مطابقت باب سے یوں ہے کہ جب قریش نے عہد شکنی کی تو اللہ نے ان کو سزا دی اور مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر جو کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے مسلمانوں کی بڑی توہین کی تھی پھر بھی نبی کریم ﷺ نے ان سے لڑنا مناسب نہ جانا اور ہم آپ کے حکم کے تابع رہے، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے سے منع کیا ہے۔ میں کیونکر مسلمانوں کو ماروں، یہ سہل رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ صفین میں مقاتلہ کیوں نہیں کرتے۔ صفین نامی دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ جہاں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

٣١٨٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ

(٣١٨٣) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم نے بیان کیا،

ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ، إِذْ عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمُدَّتِهِمْ، مَعَ أَبِيْهَا، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ، وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُهَا قَالَ: ((نَعَمْ، صِلِيْهَا)).

[راجع: ٢٦٢٠]

ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ قریش سے جس زمانہ میں رسول کریم ﷺ نے (حدیبیہ کی) صلح کی تھی، اسی مدت میں میری والدہ (قتیلہ) اپنے باپ (حارث بن مدرک) کو ساتھ لے کر میرے پاس آئیں، وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ (عروہ نے بیان کیا کہ) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور مجھ سے رغبت کے ساتھ ملنا چاہتی ہیں، تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ان کے ساتھ صلہ رحمی کر۔''

تشریح: باب سے اس حدیث کی مطابقت اسی طرح ہے کہ ان کی والدہ بھی قریش کے کافروں میں شامل تھیں اور چونکہ ان سے اور نبی کریم ﷺ سے صلح تھی، اس لئے رسول کریم ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اجازت دی کہ اپنی والدہ سے اچھا سلوک کریں۔

بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ وَقْتٍ مَعْلُوْمٍ

باب: تین دن یا ایک معین مدت کے لئے صلح کرنا

٣١٨٤۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ، حَدَّثَنِيْ شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ يُوْسُفَ بْنِ أَبِيْ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَعْتَمِرَ أَرْسَلَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَأْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ، فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُقِيْمَ بِهَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ أَحَدًا، قَالَ: فَأَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ، فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ. قَالُوْا: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ، وَلَكِنِ اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ. فَقَالَ: ((أَنَا وَاللّٰهِ!

(٣١٨٤) ہم سے احمد بن عثمان بن حکیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا مجھ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب عمرہ کرنا چاہا تو آپ نے مکہ میں داخلہ کے لئے مکہ کے لوگوں سے اجازت لینے کے لئے آدمی بھیجا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ (اجازت دی) کہ مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ ہتھیار نیام میں رکھے بغیر داخل نہ ہوں اور (مکہ کے) کسی آدمی کو اپنے ساتھ (مدینہ) نہ لے جائیں (اگرچہ وہ جانا چاہے) انہوں نے بیان کیا کہ پھر ان شرائط کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لکھنا شروع کیا اور اس طرح ''یہ محمد اللہ کے رسول کے صلح نامہ کی تحریر ہے۔'' مکہ والوں نے کہا کہ اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کو روکتے ہی نہیں بلکہ آپ پر ایمان لاتے، اس لئے تمہیں یوں لکھنا چاہئے: ''یہ محمد بن عبداللہ کے صلح نامہ کی تحریر ہے''۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اللہ گواہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَنَا وَاللَّهِ! رَسُولُ اللَّهِ)). قَالَ: وَكَانَ لَا يَكْتُبُ قَالَ: فَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((امْحُ رَسُولَ اللَّهِ)). فَقَالَ عَلِيٌّ: وَاللَّهِ! لَا أَمْحُوهُ أَبَدًا. قَالَ: ((فَأَرِنِيهِ)). فَأَرَاهُ إِيَّاهُ، فَمَحَاهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ، فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَى الْأَيَّامُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا: مُرْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ. فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((نَعَمْ)) ثُمَّ ارْتَحَلَ. [راجع: ١٧٨١]

گواہ ہے کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں۔'' آنحضرت ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے علی ؓ سے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ کا لفظ مٹا دے۔'' حضرت علی ؓ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! یہ لفظ تو میں کبھی نہ مٹاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''پھر مجھے دکھلاؤ۔'' راوی نے بیان کیا کہ علی ؓ نے آنحضرت ﷺ کو وہ لفظ دکھایا۔ اور آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا۔ پھر جب آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور (تین) دن گزر گئے تو قریش حضرت علی ؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اب اپنے ساتھی سے کہو کہ اب یہاں سے چلے جائیں (علی ؓ نے بیان کیا کہ) میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ''ہاں!'' چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

تشریح: حضرت علی ؓ کا انکار حکم عدولی اور مخالفت کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور خیر خواہی اور جوش ایمان کی وجہ سے تھا۔ اس لئے کوئی گناہ حضرت علی ؓ پر نہ ہوا۔ یہاں سے شیعہ حضرات کو سبق لینا چاہیے کہ جیسے حضرت علی ؓ نے محض محبت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے فرمانے کے خلاف کیا، ویسا ہی حضرت عمر ؓ نے بھی قصہ قرطاس میں نبی کریم ﷺ کی تکلیف کے خیال سے لکھے جانے میں مخالفت کی۔ دونوں کی نیت بخیر تھی۔ کار پاکاں ازقیاس خود. مگر، ایک جگہ حسن ظن کرنا، دوسری جگہ بدظنی صریح انصاف سے بعید ہے۔

بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ

باب: نامعلوم مدت کے لئے صلح کرنا

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللَّهُ بِهِ)). [راجع: ٣١٥٢]

اور نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے فرمایا تھا: ''میں اس وقت تک تمہیں یہاں رہنے دوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔''

تشریح: اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے غیر مقررہ مدت کے لئے یہود خیبر سے معاملہ فرمایا۔ جو حضرت عمر ؓ کے زمانہ تک باقی رہا۔ پھر یہودیوں کی مسلسل شرارتوں اور ناپاک سازشوں کی بنا پر حضرت عمر ؓ نے ان کو جلاوطن کر دینا مناسب سمجھا اور ان کو جلاوطن کر دیا۔ صد افسوس! کہ اس چودھویں صدی میں وہی یہودی آج اسلام کے قبلہ اول پر قبضہ کر کے مسلمانوں کے منہ آ رہے ہیں۔ خذلهم الله۔ آمین

بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ

باب: مشرکوں کی لاشوں کو کنویں میں پھینکوا دینا اور ان کی لاشوں کی (اگر ان کے ورثا دینا بھی چاہیں تو بھی) قیمت نہ لینا

تشریح: امام بخاری ؒ نے باب کی حدیث سے دوسرا مطلب اس طرح نکالا کہ اگر نبی کریم ﷺ چاہتے تو بدر کے مقتولین کی لاشیں مکہ کے کافروں کے ہاتھ بیچ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ مکہ کے رئیس تھے، اور ان کے اقربا بہت مالدار تھے، مگر آپ نے ایسا ارادہ نہ کیا اور لاشوں کو اندھے کنویں میں ڈلوا دیا۔ بعض نے کہا کہ امام بخاری ؒ دوسرے مطلب کی حدیث کو اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے نہ لا سکے، لیکن انہوں نے اس طرف اشارہ

کردیا۔ جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا کہ مشرکین نوفل بن عبداللہ کی لاش کے بدل جو خندق میں گھس آیا تھا اور وہیں مارا گیا، نبی کریم ﷺ کو روپیہ دیتے رہے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا، ہم کو اس کی قیمت درکار نہیں ہے نہ اس کی لاش۔ زہری نے کہا مشرک دس ہزار درہم اس لاش کے بدل معاوضہ دینے پر راضی تھے۔ (وحیدی)

٣١٨٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَاجِدٌ وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذْ جَاءَهُ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلَا جَزُوْرٍ، فَقَذَفَهُ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهِ، وَدَعَتْ عَلَى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((أَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ، أَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ، وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ، وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ أَوْ أُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ)). فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ، فَأُلْقُوْا فِي بِئْرٍ، غَيْرَ أُمَيَّةَ أَوْ أُبَيٍّ، فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ قَبْلَ أَنْ يُلْقَى فِي الْبِئْرِ.

[راجع: ٢٤٠]

(٣١٨٥) ہم سے عبدان بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں ابواسحاق نے، انہیں عمرو بن میمون نے اور ان سے عبداللہ ؓ نے بیان کیا کہ مکہ میں (شروع اسلام کے زمانہ میں) رسول اللہ ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے اور قریب ہی قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، پھر عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لایا اور نبی کریم ﷺ کی پیٹھ پر اسے ڈال دیا۔ نبی کریم ﷺ سجدہ سے اپنا سر نہ اٹھا سکے۔ آخر فاطمہ ؓ آئیں اور آپ ﷺ کی پیٹھ پر سے اس اوجھڑی کو ہٹایا، اور جس نے یہ حرکت کی تھی اسے برا بھلا کہا، نبی کریم ﷺ نے بھی بددعا کی کہ "اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ۔ اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو برباد کر۔" پھر میں نے دیکھا کہ یہ سب بدر کی لڑائی میں قتل کر دیئے گئے۔ اور ایک کنویں میں انہیں ڈال دیا گیا تھا۔ سوا امیہ یا ابی کے کہ یہ شخص بہت بھاری بھر کم تھا۔ جب اسے صحابہ نے کھینچا تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے۔

تشریح: قریب ہی ایک اونٹنی نے بچہ جنا تھا۔ مشرکین اس کی بچہ دانی کا سامان ملبہ اٹھا کر لے آئے اور یہ حرکت کی جس پر نبی کریم ﷺ نے جب پانی سر سے گزر گیا، تو ان کے حق میں یہ بددعا کی جس کا روایت میں ذکر ہے۔ اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ لفظ سلا جزور اضافت کے ساتھ ہے۔ (مراد اونٹنی کا بچہ دان)

بَابُ إِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

باب: دغابازی کرنے والے کا گناہ خواہ وہ (دغابازی) کسی نیک آدمی کے ساتھ ہو یا بے عمل کے ساتھ

٣١٨٦، ٣١٨٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا

(٣١٨٦،٨٧) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان

شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ. وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ-قَالَ: أَحَدُهُمَا: يُنْصَبُ وَقَالَ الآخَرُ: يُرَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ- يُعْرَفُ بِهِ)). [مسلم: ٤٥٣٣، ٤٥٣٦]

کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے۔ اور ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دغا باز کے لئے ایک جھنڈا ہوگا، ان میں سے ایک صاحب نے یہ بیان کیا کہ وہ جھنڈا (اس کے پیچھے) گاڑ دیا جائے گا اور دوسرے صاحب نے بیان کیا کہ اسے قیامت کے دن سب دیکھیں گے، اس کے ذریعہ اسے پہچانا جائے گا۔''

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی مقعد پر لگایا جائے گا۔ غرض یہ ہے کہ اس کی دغا بازی سے تمام اہل محشر مطلع ہوں گے اور نفرین کریں گے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ایسی بری عادتوں سے بچائے۔ آمین

٣١٨٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُنْصَبُ بِغَدْرَتِهِ)). [أطرافه في: ٦١٧٧، ٦١٧٨، ٦٩٦٦، ٧١١١] [راجع: ٣١٨٦، ٣١٨٧]

(۳۱۸۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر دغا باز کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی دغا بازی کی علامت کے طور پر (اس کے پیچھے) گاڑ دیا جائے گا۔''

تشریح: امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الجہاد کو ختم کرتے ہوئے ان احادیث کو لا کر یہ بتلا رہے ہیں کہ اسلام میں ناحق قتل و غارت، فساد و دغا بازی ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان حرکتوں کا مرتکب ہوگا تو ان کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ اسلام کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچ سکے گا۔

٣١٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا)). وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ

(۳۱۸۹) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ''اب (مکہ سے) ہجرت فرض نہیں رہی، البتہ جہاد کی نیت اور جہاد کا حکم باقی ہے۔ اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے نکالا جائے تو فوراً نکل جاؤ۔'' اور آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ بھی فرمایا تھا کہ ''جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اس دن اس شہر (مکہ) کو حرم قرار دے دیا۔ پس یہ شہر اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لئے حرام ہی رہے گا، اور مجھ سے پہلے یہاں کسی کے لئے لڑنا جائز نہیں ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے جائز کیا گیا۔ پس اب یہ مبارک شہر اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لئے حرام ہے،

صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ)) .فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ. قَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). [راجع: ١٣٤٩]

اس کی حدود میں نہ (کسی درخت کا) کانٹا توڑا جائے، نہ یہاں کے شکار کو ستایا جائے، اور کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے سوا اس شخص کے جو (مالک تک چیز کو پہنچانے کے لیے) اعلان کرے اور نہ یہاں کی ہری گھاس کاٹی جائے۔" اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! اذخر کی اجازت دے دیجئے۔ کیونکہ یہ یہاں کے ساروں اور گھروں کی چھتوں پر ڈالنے کے کام آتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا اذخر کی اجازت ہے۔"

تشریح: یہ حدیث پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجودیکہ وہ حرمت والا شہر تھا اور وہاں لڑنا اللہ نے کسی کے لئے درست نہیں کیا، مگر چونکہ مکہ والوں نے دغا کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عہد باندھا تھا وہ توڑ دیا، بنوخزاعہ کے مقابلہ پر بنوبکر کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ایسے حرمت والے شہر میں بھی ان کا مارنا اور قتل کرنا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درست کر دیا۔ اس سے یہ نکلا کہ دغابازی بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔

خاتمہ

الحمد لله ثم الحمد لله کہ آج جمعہ کا دن ہے چاشت کا وقت ہے۔ ایسے مبارک دن میں پارہ ۱۲ کی تسوید سے فراغت حاصل کر رہا ہوں، یہ طویل پارہ از اول تا آخر جہاد کی کتابوں پر مشتمل تھا، جس میں بہت سے ضمنی مسائل بھی آ گئے۔ اسلامی جہاد کے مالہ وما علیہ کو جس تفصیل سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس مبارک کتاب میں قرآن مجید وفرامین سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا ہے اس سے زیادہ ناممکن تھا۔ ساتھ ہی اسلامی نظریہ سیاست، اسلامی طرز حکومت، غیر مسلموں سے مسلمانوں کا برتاؤ، آداب جہاد اور بہت سے تمدنی مسائل پر اس قدر تفصیل سے بیانات آ گئے ہیں کہ بغور مطالعہ کرنے والوں کے دل ودماغ روشن ہو جائیں گے اور آج کے بدترین دور میں جبکہ انکار مذہب کی بنیاد پر تہذیب وترقی کے راگ الاپے جا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ بد میں سارا عالم انسانیت بدامنی وبداخلاقی کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کم از کم نوجوانان اسلام کے لئے جن کو اللہ نے فطرت سلیمہ عطا کی ہے اس مبارک کتاب کے اس پارے کا مطالعہ ان کو بہت کچھ بصیرت عطا کرے گا۔

خادم نے ترجمہ اور تشریحات میں کوشش کی ہے کہ احادیث پاک کے ہر ہر لفظ کو احسن طور پر بامحاورہ اردو میں منتقل کر دیا جائے اور اختصار وایجاز کے ساتھ کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہے۔ اب یہ ماہرین فن ہی فیصلہ کریں گے کہ میں اس پاکیزہ مقصد میں کہاں تک کامیابی حاصل کر سکا ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی جن کا میں پہلے ہی اعتراف کرتا ہوں اور ان علمائے کرام وفضلائے عظام کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھ کو کسی بھی واقعی غلطی پر اطلاع دے کر مجھ کو نظر ثانی کا موقع دیں گے۔ اور الانسان مرکب من الخطأ والنسیان کے تحت مجھے معذور سمجھیں گے۔

یا اللہ! جس طرح تو نے مجھ کو یہاں تک پہنچایا اور ان پاروں کو مکمل کرایا، باقی اجزا کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور میرے جتنے بھی قدردان ہیں جو اس مبارک کتاب کی خدمت واشاعت ومطالعہ میں حصہ لے رہے ہیں ان سب کو یا اللہ! جزائے خیر عطا فرما اور اسے ان سب کے لئے قیامت کے دن وسیلہ نجات بنا۔ آمین برحمتك یاارحم الراحمین۔

ناچیز خادم: محمد داؤد راز السلفی الدهلوی

مقیم مسجد اہلحدیث ۴۱۲۱ اجمیری گیٹ دھلی، انڈیا ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

مخلوق کی پیدائش کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾

[الروم: ٢٧]

وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَالْحَسَنُ: كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ وَهَيْنٌ مِثْلُ لَيِّنٍ وَلَيْنٍ، وَمَيِّتٍ وَمَيْتٍ، وَضَيِّقٍ وَضَيْقٍ. ﴿أَفَعَيِيْنَا﴾ [ق: ١٥] أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ، ﴿لُغُوْبٍ﴾ [فاطر: ٣٥] أَللُّغُوْبُ: النَّصَبُ. ﴿أَطْوَارًا﴾ [نوح: ١٤] طَوْرًا كَذَا، وَطَوْرًا كَذَا، عَدَا طَوْرَهُ: أَيْ قَدْرَهُ.

باب: اور اللہ پاک نے (سورۂ روم میں) فرمایا کہ ''اللہ ہی ہے جس نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا اور وہی پھر دوبارہ (موت کے بعد) زندہ کرے گا اور یہ (دوبارہ زندہ کرنا) تو اس پر اور بھی آسان ہے۔''

اور ربیع بن خثیم اور امام حسن بصری نے کہا کہ یوں تو دونوں یعنی (پہلی مرتبہ پیدا کرنا پھر دوبارہ زندہ کر دینا) اس کے لئے بالکل آسان ہے۔ (لیکن ایک کو یعنی پیدائش کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کو زیادہ آسان ظاہر کے اعتبار سے کہا) هَيْنٌ اور هَيِّنٌ کو لَيْنٌ اور لَيِّنٌ، مَيْتٌ اور مَيِّتٌ، ضَيْقٌ اور ضَيِّقٌ کی طرح (مشدد اور مخفف) دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور سورۂ ق میں جو لفظ ''اَفَعَيِيْنَا'' آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ کیا ہمیں پہلی بار پیدا کرنے نے عاجز کر دیا تھا۔ جب اس خدا نے تم کو پیدا کر دیا تھا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا اور اسی سورت میں (اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں) لُغُوْبٌ کے معنی تھکن کے ہیں اور سورۂ نوح میں جو فرمایا ''أَطْوَارًا'' اس کے معنی یہ ہیں کہ مختلف صورتوں میں تمہیں پیدا کیا۔ کبھی نطفہ، ایسے خون کی پھٹکی پھر گوشت پھر ہڈی پوست۔ عرب لوگ بولا کرتے ہیں عَدَا طَوْرَهٗ یعنی فلاں اپنے مرتبہ سے بڑھ گیا۔ یہاں اطوار کے معنی رتبے کے ہیں۔

تشریح: قرآن شریف میں سورۂ مریم میں لفظ ﴿وَهُوَ هَيِّنٌ﴾ (۱۹/ المریم: ۹) آیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناسبت سے اس لفظ کی تشریح کر دی کہ ربیع اور حسن کے قول میں یہ لفظ آیا ہے اور سورۂ قٓ اور سورۂ نوح کے لفظوں کی تشریح اس لئے کہ ان آیتوں میں آسمان اور زمین اور انسان کی پیدائش کا بیان ہے اور یہ باب بھی اسی بیان میں ہے۔

٣١٩٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ مُحْرِزٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: جَاءَ نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا بَنِي تَمِيمٍ! أَبْشِرُوْا)). فَقَالُوْا: بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا. فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَجَاءَهُ أَهْلُ الْيَمَنِ، فَقَالَ: ((يَا أَهْلَ الْيَمَنِ! اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيمٍ)). قَالُوْا: قَبِلْنَا. فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا عِمْرَانُ! رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ، لَيْتَنِي لَمْ أَقُمْ. [أطرافه في: ٣١٩١، ٤٣٦٥، ٤٣٨٦، ٧٤١٨]

(٣١٩٠) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں جامع بن شداد نے، انہیں صفوان بن محرز نے اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ''اے بنی تمیم کے لوگو! تمہیں بشارت ہو۔'' وہ کہنے لگے کہ بشارت جب آپ نے ہم کو دی ہے تو اب ہمیں کچھ مال بھی دیجئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، پھر آپ کی خدمت میں یمن کے لوگ آئے تو آپ نے ان سے بھی فرمایا: ''اے یمن والوں! بنو تمیم کے لوگوں نے تو خوش خبری کو قبول نہیں کیا، اب تم اسے قبول کر لو۔'' انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کیا، پھر آپ مخلوق اور عرش الٰہی کی ابتدا کے بارے میں گفتگو فرمانے لگے۔ اتنے میں ایک (نامعلوم) شخص آیا اور کہا کہ عمران! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔ (عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کاش، میں آپ کی مجلس سے نہ اٹھتا تو بہتر ہوتا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے بنو تمیم کو اسلام لانے کی وجہ سے آخرت کی بھلائی کی خوشخبری دی تھی۔ بنو تمیم کے لوگوں نے اپنی کم عقلی سے یہ سمجھا کہ آپ دنیا کا مال و دولت دینے والے ہیں ان کی اس سوچ سے آپ ﷺ کو دکھ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ مانگنے والا اقرع بن حابس نامی ایک جنگلی آدمی تھا۔

٣١٩١۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ: حَدَّثَنَا أَبِيْ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا جَامِعُ ابْنُ شَدَّادٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَقَلْتُ نَاقَتِيْ بِالْبَابِ، فَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيمٍ فَقَالَ: ((اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِيْ تَمِيمٍ!)). قَالُوْا: قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا. مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ! إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيمٍ)). قَالُوْا: قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالُوْا: جِئْنَاكَ لِنَسْأَلَكَ عَنْ هَذَا الأَمْرِ قَالَ: ((كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَكَتَبَ فِي

(٣١٩١) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے جامع بن شداد نے بیان کیا، ان سے صفوان بن محرز نے اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے اونٹ کو میں نے دروازے ہی پر باندھ دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ''اے بنو تمیم! خوش خبری قبول کرو۔'' انہوں نے دو بار کہا کہ جب آپ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو اب مال بھی دیجئے۔ پھر یمن کے چند لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ ''خوش خبری قبول کر لو اے یمن والو! بنو تمیم والوں نے تو قبول نہیں کی۔'' وہ بولے یا رسول اللہ! خوشخبری ہم نے قبول کی۔ پھر وہ کہنے لگے ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے اس (عالم کی پیدائش) کا حال پوچھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز

الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ، وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ)). فَنَادَى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ. فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُونَهَا السَّرَابُ، فَوَاللّٰهِ! لَوَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهَا. [راجع: ٣١٩٠]

موجود نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کو لکھ لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔“ (ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ دیکھا تو وہ سراب کی آڑ میں ہے۔ (میرے اور اس کے بیچ میں سراب حائل ہے یعنی وہ ریتی جو دھوپ میں پانی کی طرح چمکتی ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم، میرا دل بہت پچھتایا کہ کاش! میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (اور نبی اکرم کی حدیث سنی ہوتی)۔

٣١٩٢- وَرَوَى عِيسَى، عَنْ رَقَبَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ ﷺ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

(٣١٩٢) اور عیسیٰ نے رقبہ سے روایت کیا، انہوں نے قیس بن مسلم سے، انہوں نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ہمیں وعظ فرمایا اور ابتدائے خلق کے بارے میں ہمیں خبر دی۔ یہاں تک کہ جب جنت والے اپنی منزلوں میں داخل ہو جائیں گے اور جہنم والے اپنے ٹھکانوں کو پہنچ جائیں گے (وہاں تک ساری تفصیل کو آپ نے بیان فرمایا) جسے اس حدیث کو یاد رکھنا تھا اس نے یاد رکھا اور جسے بھولنا تھا وہ بھول گیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا سب چیزیں حادث اور مخلوق ہیں۔ عرش فرش آسمان و زمین سب میں اتنی بات ہے کہ عرش اس کا اور سب چیزوں سے پہلے وجود رکھتا تھا۔ مگر حادث اور مخلوق وہ بھی ہے۔ غرض اس حدیث سے حکما کا مذہب باطل ہوا جو اللہ کے سوا مادے اور ادراک یعنی عقل اور آسمان اور زمین سب چیزوں کو قدیم مانتے ہیں اور ان صوفیہ کا بھی رد ہوا جو روح انسانی کو مخلوق نہیں کہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، پھر زمین و آسمان وغیرہ وجود میں آئے۔

٣١٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِي، وَيُكَذِّبُنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، أَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: إِنَّ لِي وَلَدًا. وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي)). [طرفاه في: ٤٩٧٤، ٤٩٧٥]

(٣١٩٣) مجھ سے عبداللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے ابواحمد نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے، اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ مجھے گالی دیتا۔ اس نے مجھے جھٹلایا اور اس کے لئے یہ بھی مناسب نہ تھا۔ اس کی گالی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، میرا بیٹا ہے اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا، دوبارہ (موت کے بعد) وہ مجھے زندہ نہیں کر سکے گا۔“

تشریح: موت کے بعد اخروی زندگی کا تصور وہ ہے جس پر تمام انبیائے کرام کا اتفاق رہا ہے، تورات، زبور، انجیل، قرآن حتیٰ کہ اس ملک (ہندوستان) کی مذہبی کتب میں بھی مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا تصور موجود ہے۔ اس کے باوجود کفار نے ہمیشہ اس عقیدے کی تکذیب کی اور اسے ناممکن قرار دیا ہے

اور اس پر بہت سے استحالات پیش کرتے چلے آرہے ہیں جو سب باطل محض اور توہمات فاسدہ ہیں۔ اس حدیث میں اس عقیدہ پر وضاحت کی گئی ہے کہ آخرت کی زندگی کا انکار کرنا اللہ پاک کو جھٹلانا ہے۔ جس اللہ نے انسان کو پہلا وجود عطا فرمایا، اس کے لئے دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیوں مشکل ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی باطل عقیدہ عیسائیوں کا ہے جو اللہ کے لئے ابنیت ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شان باری تعالیٰ کے اوپر بہت ہی بیہودہ الزام ہے، وہ اللہ ایسے الزامات سے مبرا ہے اور ایسی بے ہودہ بات منہ سے نکالنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا بہت ہی بڑا جھوٹ ہے۔ جو سراسر غلط بعید از عقل و بے ہودگی ہے۔ سچ ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُO لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْO وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌO﴾ (۱۱۲/ اخلاص: ۱۔۴)

۳۱۹٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمَّا قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابِهِ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِيْ غَلَبَتْ غَضَبِيْ)). [أطرافه في: ٧٤٠٤، ٧٤٢٢، ٧٤٥٣، ٧٥٥٣، ٧٥٥٤] [مسلم: ٦٩٦٩]

(۳۱۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں، جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے، اس نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔''

تشریح: اس حدیث سے بھی ابتدائے خلق پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ صفات الٰہی کے لیے جو الفاظ وارد ہو گئے ہیں ان کی حقیقت اللہ کے حوالہ کرنا اور ظاہر پر بلاچوں و چرا ایمان لانا یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

طیبی نے کہا کہ رحمت کے غالب ہونے میں اشارہ ہے کہ رحمت کے مستحقین بھی تعداد کے لحاظ سے غضب کے مستحقین پر غالب رہیں گے، رحمت ایسے لوگوں پر بھی ہوگی جن سے نیکیوں کا صدور ہی نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے کہ غضب ان ہی لوگوں پر ہوگا جن سے گناہوں کا صدور ثابت ہوگا۔

اللهم ارحم علينا ياارحم الراحمين۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ

باب: سات زمینوں کا بیان

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿أَللَّهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق: ١٢] ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ [الطور: ٥] السَّمَاءُ. ﴿سَمْكَهَا﴾ [النازعات: ٢٨] بِنَاءَهَا. وَ﴿الْحُبُكِ﴾ [الذاريات: ٧] اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا: ﴿أَذِنَتْ﴾ [الانشقاق: ٢] سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ. ﴿وَأَلْقَتْ﴾ أَخْرَجَتْ مَافِيْهَا مِنَ الْمَوْتَى، ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ [الانشقاق: ٤] عَنْهُمْ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے پیدا کئے سات آسمان اور آسمان ہی کی طرح سات زمینیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ان کے درمیان اترتے ہیں۔ یہ اس لئے تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے علم کے اعتبار سے گھیر رکھا ہے۔'' اور سورۂ طور میں ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ سے مراد آسمان اور سورۂ والنازعات میں جو ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا﴾ ہے سمک کے معنی بنا (عمارت) کے ہیں۔ اور سورۂ الذاریات میں جو ﴿حُبُكِ﴾ کا لفظ آیا ہے اس کے معنی برابر ہونا یعنی ہموار اور خوبصورت ہونا۔ سورۂ اذا السماء انشقت میں جو لفظ ﴿أَذِنَتْ﴾ ہے اس کا معنی سن لیا اور مان لیا، اور لفظ ﴿أَلْقَتْ﴾ کا معنی جتنے مردے اس میں تھے ان کو نکال کر باہر ڈال دیا، خالی ہوگئی۔ اور

﴿طَحَاهَا﴾[الشمس: ٦]دَحَاهَا. ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾ [النازعات: ١٤] وَجْهُ الْأَرْضِ، كَانَ فِيهَا الْحَيَوَانُ، نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ.

سورہ والشمس میں جو لفظ ﴿طَحَاهَا﴾ ہے اس کے معنی بچھایا۔ اور سورۂ والنازعات میں جو ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾ کا لفظ ہے اس کے معنی روئے زمین کے ہیں، وہیں جاندار رہتے، سوتے اور جاگتے ہیں۔

تشریح: جن کے لئے زمین گویا ایک بچھونا ہے جو اللہ پاک نے خود بچھا دیا ہے۔ جس کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ (۲۰/ طٰہٰ: ۵۵) یعنی ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا، اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے، اور قیامت کے دن قبروں سے تم کو نکال کر میدان قیامت میں حاضر کریں گے۔

نص قرآنی سے سات آسمانوں اور ان ہی کی طرح سات زمینوں کا وجود ثابت ہوا، پس جو ان کا انکار کرے وہ گویا قرآن ہی کا انکار کر رہا ہے۔

اب سات آسمانوں اور سات زمینوں کی بے حد کھوج میں لگنا انسانی حدود اختیارات سے آگے تجاوز کرنا ہے۔

توکار زمین رانکو ساختی که باسماں نیز پر داختی

٣١٩٥ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ فِي أَرْضٍ، فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذَلِكَ، فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ! اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ)). [راجع: ٢٤٥٣]

(۳۱۹۵) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، انہیں علی بن مبارک نے کہا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے، ان کا ایک دوسرے صاحب سے ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے (جواب میں) فرمایا، ابوسلمہ! کسی کی زمین (کے ناحق لینے) سے بچو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اگر ایک بالشت کے برابر بھی کسی نے (زمین کے بارے میں) ظلم کیا تو (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق اسے پہنایا جائے گا۔“

٣١٩٦ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ)). [راجع: ٢٤٥٤]

(۳۱۹۶) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں سالم بن عبداللہ بن عمر نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی کی زمین میں سے کچھ ناحق لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔“

تشریح: ان احادیث سے سات زمینوں کا ثبوت حاصل ہوا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آسمانوں اور زمینوں کا سات سات ہونا ایک اٹل حقیقت ہے۔

٣١٩٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ،

(۳۱۹۷) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، انہوں

عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ)). [راجع: ٦٧]

نے کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، ان سے ابوبکرہ کے صاحب زادے (عبدالرحمٰن) نے بیان کیا اور ان سے ابوبکرہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کی تھی۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، چار مہینے اس میں سے حرمت کے ہیں۔ تین تو پے در پے ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر، جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ میں پڑتا ہے۔"

تشریح: ہوا یہ تھا کہ عربوں کی یہ بھی ایک جہالت تھی کہ وہ کبھی محرم کو صفر کر دیتے۔ کہیں اپنے اغراض فاسدہ کے تحت ذی الحجہ کو محرم بنا دیتے۔ غرض کچھ عجیب خبط مچا رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ پاک نے صحیح مہینہ بتلا دیا۔ زمانہ کے گھوم آنے سے یہی مطلب ہے کہ جو اصل مہینہ اس دن سے شروع ہوا تھا، جس دن اس نے زمین و آسمان پیدا کئے تھے۔ اسی حساب سے اب صحیح مہینہ قائم ہو گیا۔ اس سے قمری مہینوں کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، جن سے ماہ و سال کا حساب عین فطرت کے مطابق ہے۔ جس کا دن شام کو ختم ہوتا اور صبح سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا مہینہ کبھی تیس دن کا اور کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ اس کا حساب ہر ملک میں رؤیت ہلال پر موقوف ہے۔

٣١٩٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، أَنَّهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى فِي حَقٍّ زَعَمَتْ أَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا إِلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا أَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا، أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ)). قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ لِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٤٥٢] [مسلم: ٤١٣٤، ٤١٣٥]

(۳۱۹۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ؓ نے کہ اروی بنت ابی اوس سے ان کا ایک (زمین کے) بارے میں جھگڑا ہوا۔ جس کے متعلق اروی کہتی تھی کہ سعید نے میری زمین چھین لی۔ یہ مقدمہ مروان خلیفہ کے یہاں فیصلہ کے لیے گیا جو مدینہ کا حاکم تھا۔ سعید ؓ نے کہا بھلا کیا میں ان کا حق دبا لوں گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلم سے کسی کی دبا لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔" ابن ابی الزناد نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، اور ان سے سعید بن زید ؓ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا (تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی)۔

بَابٌ: فِي النُّجُومِ

باب: ستاروں کا بیان

وَقَالَ قَتَادَةُ: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ [الملك: ٥] خَلَقَ هَذِهِ النُّجُومَ

قتادہ نے (قرآن مجید کی اس آیت کے بارے میں) کہ "ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے" کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان

لِثَلَاثٍ، جَعَلَهَا زِينَةً لِلسَّمَاءِ، وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ، وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا، فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيهَا بِغَيْرِ ذَلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيبَهُ، وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَشِيمًا﴾ [الكهف: ٤٥] مُتَغَيِّرًا. وَالْأَبُّ: مَا يَأْكُلُ الْأَنْعَامُ: وَالْأَنَامُ: الْخَلْقُ ﴿بَرْزَخٌ﴾ [المومنون: ١٠٠] حَاجِزٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿أَلْفَافًا﴾ [النباء: ١٦] مُلْتَفَّةً. وَالْغُلْبُ: الْمُلْتَفَّةُ ﴿فِرَاشًا﴾ [البقرة: ٢٢] مِهَادًا كَقَوْلِهِ: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ [البقرة: ٣٦] ﴿نَكِدًا﴾ [الاعراف: ٥٨]: قَلِيلًا.

ستاروں کو تین فائدوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ انہیں آسمان کی زینت بنایا، شاطین پر مارنے کیلئے بنایا۔ اور (رات کی اندھریوں میں) انہیں صحیح راستہ پر چلتے رہنے کیلئے نشانات قرار دیا۔ پس جس شخص نے ان کے سوا دوسری باتیں کہیں، اس نے غلطی کی، اپنا حصہ تباہ کیا (اپنا وقت ضائع کیا یا اپنا ایمان کھویا) اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہو سکتی اس کو اس نے معلوم کرنا چاہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۂ کہف میں لفظ ﴿مُتَغَيِّرًا﴾ ہے اس کے معنی بدلا ہوا۔ ﴿هَشِيمًا﴾ کے معنی مویشیوں کا چارہ۔ یہ لفظ سورۂ عبس میں ہے اور سورۂ رحمٰن میں لفظ ﴿الْأَنَامُ﴾ بمعنی مخلوق ہے اور لفظ ﴿بَرْزَخٌ﴾ بمعنی پردہ ہے۔ اور مجاہد تابعی نے کہا کہ لفظ ﴿أَلْفَافًا﴾ بمعنی مُلْتَفَّة ہے۔ اسکے معنی گھرے لپٹے ہوئے۔ اَلغُلْب بھی بمعنی المُلْتَفَّة اور لفظ ﴿فِرَاشًا﴾ بمعنی مِهَادًا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ (مُسْتَقَرٌّ بھی بمعنی مِهَادًا ہے) اور سورۂ اعراف میں جو لفظ ﴿نَكِدًا﴾ ہے اس کا معنی تھوڑا ہے۔

تشریح: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو عبد بن حمید نے وصل کیا ہے۔ اس سے ستارہ شناسوں کا رد ہوا جو گمان کرتے ہیں کہ ستاروں سے لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ سچ فرمایا کہ ”كذب المنجمون ورب الكعبة۔“ کعبہ کے رب کی قسم! نجومی جھوٹے ہیں جو ستاروں کو جملہ تاثیرات کا مالک بتاتے ہیں۔

بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ﴿بِحُسْبَانٍ﴾ [الرحمان: ٥]

باب: سورۂ رحمٰن کی آیت کی تفسیر کہ سورج اور چاند دونوں حساب سے چلتے ہیں

قَالَ مُجَاهِدٌ: كَحُسْبَانِ الرَّحَى، وَقَالَ غَيْرُهُ: بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا. حُسْبَانٌ: جَمَاعَةُ الْحِسَابِ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ. ﴿ضُحَاهَا﴾ [الشمس: ١] ضَوْؤُهَا. ﴿أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ [يس: ٤٠] لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذَلِكَ. ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾ [يس: ٤٠] يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ ﴿نَسْلَخُ﴾ [يس: ٣٧] نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ، وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، ﴿وَاهِيَةٌ﴾ [الحاقة: ١٦] وَهْيُهَا تَشَقُّقُهَا.

مجاہد نے کہا یعنی چکی کی طرح گھومتے ہیں اور دوسرے لوگوں نے یوں کہا یعنی حساب سے مقررہ منزلوں میں پھرتے ہیں، زیادہ نہیں بڑھ سکتے۔ لفظ ”حُسْبَانٌ“ حساب کی جمع ہے۔ جیسے لفظ ”شِهَاب“ کی جمع شہبان ہے۔ اور سورۂ والشمس میں جو لفظ ﴿ضُحَاهَا﴾ آیا ہے۔ ضحیٰ روشنی کو کہتے ہیں اور سورۂ یٰسین میں جو یہ آیا ہے کہ ”سورج چاند کو نہیں پا سکتا“ یعنی ایک کی روشنی دوسرے کو ماند نہیں کر سکتی نہ ان کو یہ بات سزاوار ہے اور اسی سورت میں جو الفاظ ﴿وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ ہیں ان کا مطلب یہ کہ دن اور رات ہر ایک دوسرے کے طالب ہو کر لپکے جا رہے ہیں اور اسی سورت میں لفظ ﴿نَسْلَخُ﴾ کا معنی یہ ہے کہ دن کو رات سے اور رات کو دن سے ہم نکال لیتے ہیں۔ اور سورۂ حاقہ میں جو ﴿وَاهِيَة﴾ لفظ ہے۔ وھی کے معنی پھٹ جانا، اور

﴿أَرْجَائِهَا﴾ [الحاقة: ١٧] مَا لَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهُمْ عَلَى حَافَتَيْهِ، كَقَوْلِكَ عَلَى أَرْجَاءِ الْبِئْرِ ﴿أَغْطَشَ﴾ [النازعات: ٢٩] وَ﴿جَنَّ﴾ [الانعام: ٧٦] أَظْلَمَ وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿كُوِّرَتْ﴾ [التكوير: ١] تُكَوَّرُ حَتَّى تَذْهَبَ ضَوْءُهَا، ﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ [الانشقاق: ١٧] جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ ﴿اتَّسَقَ﴾ [الانشقاق: ١٨] اسْتَوَى. ﴿بُرُوجًا﴾ [الحجر: ١٦] مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. ﴿الْحَرُورُ﴾ [فاطر: ٢١] بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرُؤْبَةُ: الْحَرُورُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُومُ بِالنَّهَارِ. وَيُقَالُ: ﴿يُولِجُ﴾ [الحج: ٦١] يُكَوِّرُ. ﴿وَلِيجَةً﴾ [التوبة: ١٦] كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ.

اسی سورت میں جو یہ ہے ﴿وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا﴾ یعنی فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے جب تک وہ پھٹے گا نہیں۔ جیسے کہتے ہیں وہ کنویں کے کنارے پر ہے۔ اور سورۂ والنازعات میں جو لفظ ﴿أَغْطَشَ﴾ اور سورۂ انعام میں لفظ ﴿جَنَّ﴾ ہے ان کے معنی اندھیری کے ہیں۔ یعنی اندھیاری کی اور اندھیاری ہوئی اور امام حسن بصری نے کہا کہ سورۂ اذ الشمس میں ﴿كُوِّرَتْ﴾ کا جو لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے جب لپیٹ کر تاریک کر دیا جائے گا اور سورۂ انشقت میں جو ﴿وَمَا وَسَقَ﴾ کا لفظ ہے اسکے معنی جو اکٹھا کرے۔ اسی سورت میں ﴿اتَّسَقَ﴾ کا معنی سیدھا ہوا، اور سورۂ فرقان میں جو ﴿بُرُوجًا﴾ کا لفظ ہے۔ ﴿بُرُوجٌ﴾ سورج اور چاند کی منزلوں کو کہتے ہیں اور سورۂ فاطر میں جو "حرور" کا لفظ ہے۔ اسکے معنی دھوپ کی گرمی کے ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "حَرُور" رات کی گرمی اور "سَمُوم" دن کی گرمی۔ اور سورۂ فاطر میں جو ﴿يُولِجُ﴾ کا لفظ ہے اس کے معنی لپیٹتا ہے اندر داخل کرتا ہے۔ اور سورۂ توبہ میں جو ﴿وَلِيجَةً﴾ کا لفظ ہے اس کے معنی اندر گھسا ہوا یعنی راز دار دوست۔

٣١٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذَرٍّ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ: ((أَتَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ؟)) قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: ((فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنَ لَهَا، وَيُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا، يُقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ. فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا)). فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾. [يس: ٣٨] [أطرافه في: ٤٨٠٢، ٤٨٠٣، ٧٤٢٤، ٧٤٣٣] [مسلم:

(۳۱۹۹) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے باپ یزید بن شریک نے اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے، جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا: "کیا تم کو معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے؟" میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے، جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی۔ بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔" اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

٣٩٩، ٤٠٢؛ ابوداود: ٤٠٠٢؛ ترمذي: ٢١٨٦،
٣٢٢٧]

تشریح: اس حدیث میں منکرین حدیث نے کئی اشکال پیدا کیے ہیں، ایک یہ کہ سورج زمین کے نیچے جاتا ہے نہ عرش کے نیچے۔ اور دوسری روایت میں یہ مضمون موجود ہے ((تغرب في عين حمئة)) دوسرے یہ کہ زمین اور آسمان گول کرے ہیں تو سورج ہر وقت عرش کے نیچے ہے۔ پھر خاص غروب کے وقت جانا کیا معنی؟ تیسرے سورج ایک بے روح اور بے عقل جسم ہے اس کا سجدہ کرنا اور اس کو اجازت ہونے کے کیا معنی؟ چوتھے اکثر حکیموں نے مشاہدہ سے معلوم کیا ہے کہ زمین متحرک اور سورج ساکن ہے تو سورج کے چلنے کے کیا معنی؟

پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ زمین کروی ہوئی تو ہر طرح سے عرش کے نیچے ہوئے اس لئے غروب کے وقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورج زمین کے نیچے گیا اور عرش کے نیچے گیا۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہر نقطے اور ہر مقام پر سورج عرش کے نیچے ہے اور وہ ہر وقت اپنے مالک کے لیے سجدہ کر رہا ہے اور اس سے آگے بڑھنے کی اجازت مانگ رہا ہے لیکن چونکہ ہر ملک والوں کا مغرب اور مشرق مختلف ہے اس لیے طلوع اور غروب کے وقت کو خاص کیا۔ تیسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ سورج بے جان اور بے عقل ہے۔ بہت سی آیات واحادیث سے سورج اور چاند اور زمین اور آسمان سب کا اپنے اپنے درجہ میں صاحب روح ہونا ثابت ہے۔ چوتھے اشکال کا جواب یہ ہے کہ بہت سے حکیم اس امر کے بھی قائل ہیں کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے اور اس بارے میں طرفین کے دلائل متعارض ہیں۔ اور ظاہر قرآن وحدیث سے تو سورج اور چاند اور تاروں ہی کی حرکت نکلتی ہے۔ (مختصر از وحیدی)

آیت مبارکہ: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ (٣٦/یٰسین: ٣٨) میں مستقر سے مراد بقائے عالم کا انقطاع ہے یعنی "الی انقطاع بقاء مدة العالم واما قوله مستقرلها تحت العرش فلا ينكران يكون لها استقراء تحت العرش من حيث لا ندركه ولا نشاهده وانما اخبر عن غيب فلا نكذبه ولا نكيفه لان علمنا لا يحيط به۔ انتهى كلام الطيبي۔"

٣٢٠٠۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ الدَّانَاجُ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

٣٢٠١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ عَبْدَالرَّحْمَنِ ابْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)). [راجع: ١٠٤٢]

(٣٢٠٠) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن فیروز داناج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سورج اور چاند اور دونوں تاریک (بے نور) ہو جائیں گے۔“

(٣٢٠١) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: ”سورج اور چاند میں کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ اس لئے جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔“

٣٢٠٢۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ)). [راجع:٢٩]

(۳۲۰۲) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سورج چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کی یاد میں لگ جایا کرو۔''

تشریح: کیونکہ یہ جملہ انقلابات قدرت الٰہی کے تحت ہوتے رہتے ہیں پس ایسے مواقع پر خصوصیت کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا اور نماز پڑھنا ایمان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

٣٢٠٣۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) وَقَامَ كَمَا هُوَ، فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلَى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: ((إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ)). [راجع: ١٠٤٤]

(۳۲۰۳) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی، اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ (مصلے پر) کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر کہا اور بڑی دیر تک قرأت کرتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا، ایک بہت لمبا رکوع، پھر سر اٹھا کر ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہا اور پہلے کی طرح کھڑے ہوگئے۔ اس قیام میں بھی لمبی قرأت کی۔ اگرچہ پہلی قرأت سے کم تھی اور پھر رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے، اگرچہ پہلے رکوع سے یہ کم تھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا، ایک لمبا سجدہ، دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اب آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا سورج اور چاند کے متعلق بتلایا کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی ہیں اور ان میں کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو فوراً نماز کی طرف لپک جاؤ۔''

تشریح: آج چاند اور سورج کے گرہن کی جو وجہ بیان کی جاتی ہیں وہ بھی شان قدرت ہی کے مظاہر ہیں، لہٰذا حدیث صحیح اور قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

٣٢٠٤۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا

(۳۲۰۴) ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن

يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)). [راجع: ١٠٤١]

سعید قطان نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''سورج اور چاند میں کسی کی موت یا حیات پر گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی ہیں اس لئے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔''

تشریح: ان جملہ احادیث میں کسی نہ کسی طرح سے چاند اور سورج کا ذکر آیا ہے اس لئے ان کو یہاں نقل کیا گیا۔ ان کے بارے میں جو کچھ زبان رسالت مآب ﷺ سے منقول ہوا اس سے آگے بڑھ کر بولنا مسلمان کے لئے روا نہیں ہے۔ آج کے حالات نے چاند اور سورج کے وجود کو مزید واضح کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾ الایۃ (۴۱/حم السجدہ:۳۷) یعنی چاند سورج کو سجدہ نہ کرو، یہ تو اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں۔ سجدہ کرنے کے قابل صرف اللہ ہے جس نے ان سب کو وجود بخشا ہے۔

چاند میں جانے کے دعویداروں نے جو کچھ بتلایا ہے اس سے بھی قرآن پاک کی تصدیق ہوتی ہے کہ چاند بھی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے وہ کوئی دیوی دیوتا یا مافوق الخلوق کوئی اور چیز نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى:

باب: اللہ پاک کا سورۂ اعراف میں ارشاد:

﴿وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ [الفرقان: ٤٨] ﴿قَاصِفًا﴾ [الاسراء: ٦٩] تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ. ﴿لَوَاقِحَ﴾ [الحجر: ٢٢] مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً. ﴿إِعْصَارٌ﴾ [البقرة: ٢٦٦] رِيحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ. ﴿صِرٌّ﴾ [آل عمران: ١١٧] بَرْدٌ. ﴿نُشُرًا﴾ مُتَفَرِّقَةً.

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔'' سورۂ بنی اسرائیل میں قَاصِفًا کا جو لفظ ہے اس کے معنی سخت ہوا جو ہر چیز کو روند ڈالے۔ سورۂ حج میں جو لفظ لَوَاقِح ہے اس کے معنی مَلَاقِح جو ملقحہ کی جمع ہے یعنی حاملہ کر دینے والی۔ سورۂ بقرہ میں جو اِعْصَارٌ کا لفظ ہے تو اعصار بگولے کو کہتے ہیں جو زمین سے آسمان تک ایک ستون کی طرح ہے۔ اس میں آگ ہو۔ سورۂ آل عمران میں جو صِرٌّ کا لفظ ہے اس کے معنی پالا (سردی) نُشُرًا کے معنی جدا جدا۔

تشریح: صحیح یہ ہے کہ لواقع لاقحۃ کی جمع یعنی وہ ہوائیں جو پانی کو اٹھائے چلتی ہیں۔ آیت کریمہ: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ (۷/ الاعراف:۵۷) میں لفظ بشرا کی جگہ نشرا پڑھا ہے یعنی ہر طرف سے جدا چلنے والی ہوائیں۔ لفظ لواقع لاقحہ کی جمع ہے یعنی وہ ہوائیں جو پانی کو اٹھائے ہوئے چلتی ہیں گویا حاملہ ہیں۔ مولانا جمال الدین افغانی کہتے ہیں کہ حاملہ کرنے والی ہوا کا معنی اصول نباتات کی رو سے ٹھیک ہے کیونکہ علم نباتات میں ثابت ہوا ہے کہ ہوا نر درخت کا مادہ اڑا کر مادہ درخت پر لے جاتی ہے۔ اس وجہ سے درخت خوب پھلتا پھولتا ہے گویا ہوا درختوں کو حاملہ کرتی ہیں۔ تحقیقات جدیدہ سے بھی یہی مشاہدہ ہوا ہے۔

٣٢٠٥۔ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ

(۳۲۰۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بادصبا (مشرقی ہوا) کے ذریعہ میری مدد کی گئی

عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)). [راجع: ١٠٣٥]

٣٢٠٦ـ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَأَى مَخِيْلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ، فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا أَدْرِي لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ: ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ﴾)). الْآيَةَ. [الأحقاف: ٢٤] [طرفه في: ٤٨٢٩]

اور قوم عاد دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کر دی گئی تھی۔“

(٣٢٠٦) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ ابر کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ کبھی آگے آتے، کبھی پیچھے جاتے، کبھی گھر کے اندر تشریف لاتے، کبھی باہر چلے جاتے اور چہرۂ مبارک کا رنگ بدل جاتا۔ لیکن جب بارش ہونے لگتی تو پھر یہ کیفیت باقی نہ رہتی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”میں نہیں جانتا ممکن یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا، جب انہوں نے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تھا۔ (کہ ان کے لیے رحمت کا بادل آیا ہے، حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا)۔“

تشریح: ہوا بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے جو مختلف تاثیر رکھتی ہے اور مخلوقات کی زندگی میں جس کا قدرت نے بڑا دخل رکھا ہے۔ قوم عاد پر اللہ نے قحط کا عذاب نازل کیا۔ انہوں نے اپنے کچھ لوگوں کو مکہ شریف میں بھیجا کہ وہاں جا کر بارش کی دعا کریں۔ مگر وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر دعا کرنا بھول گئے ادھر قوم کی بستیوں پر بادل چھائے۔ قوم نے سمجھا کہ یہ ہمارے ان آدمیوں کی دعاؤں کا اثر ہے۔ مگر اس بادل نے عذاب کی شکل اختیار کر کے اس قوم کو تباہ کر دیا۔

بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ باب: فرشتوں کا بیان

تشریح: من جملہ اصول ایمان کے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کے فرشتوں پر ایمان لائے۔ وہ اللہ کے معزز بندے ہیں۔ ان کے جسم لطیف ہیں وہ ہر شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ سب نیک اور اللہ کے تابعدار بندے ہیں۔ فرشتوں کا انکار کرنا کفر ہے۔ ان کے وجود پر جملہ کتب آسمانی و انبیائے کرام کا اتفاق ہے۔

”قال جمهور اهل الكلام من المسلمين: الملائكة اجسام لطيفة اعطيت قدرة على التشكل باشكال مختلفة ومسكنها السموات وابطل من قال انها الكواكب اوانها الانفس الخيرة التى فارقت اجسادها وغير ذالك من الاقوال التى لا يوجد فى الادلة السمعية شيء منها۔“ (فتح الباري)

یعنی جملہ اہل کلام مسلمین کا یہ قول ہے کہ فرشتے اجسام لطیفہ ہیں جن کو یہ قدرت دی گئی ہے کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ (جو ان کو اللہ کی طرف سے ملی ہوئی ہے) ان کا مسکن آسمان ہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ فرشتوں سے تارے مراد ہیں یا وہ اچھی ارواح جو اپنے اجسام سے جدا ہو چکی ہیں، مراد ہیں۔ یہ جملہ اقوال باطلہ ہیں جن کی کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَنَحْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جبرئیل علیہ السلام کو یہودی فرشتوں میں سے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ﴿لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ﴾ میں

الصَّافُّوْنَ﴾ [الصافات: ١٦٥] الْمَلَائِكَةُ. مراد ملائکہ ہیں۔

تشریح: یہودی اپنی جہالت سے جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے اور کہتے تھے کہ ہمارے راز کی باتیں وہی نبی کریم ﷺ سے کہہ جاتا ہے یا یہ کہ یہ ہمیشہ عذاب ہی لے کر اترتا ہے۔ اس اثر کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب الھجرۃ میں وصل فرمایا ہے۔ ﴿لنحن الصافون﴾ فرشتوں کی زبان سے نقل کیا کہ ہم قطار باندھنے والے اللہ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اس اثر کو طبرانی نے وصل کیا ہے۔

٣٢٠٧- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ؛ ح وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، وَهِشَامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ-وَذَكَرَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ-فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَلْآنَ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِّ الْبَطْنِ، ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، وَأُتِيْتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقُ، فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيْلَ حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قِيْلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ. قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ. قِيْلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ. قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى آدَمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ. فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ، قِيْلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيْلُ. قِيْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيْلَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ. قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى عِيْسَى وَيَحْيَى فَقَالَا: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ، قِيْلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيْلَ: جِبْرِيْلُ. قِيْلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيْلَ: مُحَمَّدٌ. قِيْلَ: وَقَدْ

(٣٢٠٧) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ اور ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں ایک دفعہ بیت اللہ کے قریب نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا۔ پھر نبی ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ایک تیسرے آدمی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا، جو حکمت اور ایمان سے بھرپور تھا۔ میرے سینے کو پیٹ کے آخری حصے تک چاک کیا گیا۔ پھر میرا پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سواری لائی گئی۔ سفید، خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی یعنی براق، میں اس پر سوار ہو کر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ چلا۔ جب ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو پوچھا گیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جبرئیل۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون صاحب آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ) پوچھا گیا کہ کیا انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر جواب آیا کہ اچھی کشادہ جگہ آنے والے کیا ہی مبارک ہیں، پھر میں آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا: آؤ پیارے بیٹے اور اچھے نبی۔ اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر پہنچے یہاں بھی وہی سوال ہوا۔ کون صاحب ہیں؟ کہا کہ جبرئیل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ کوئی اور صاحب بھی آئے ہیں؟ کہا کہ محمد (ﷺ) سوال ہوا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا کہ ہاں۔ اب ادھر سے جواب آیا، اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں، آنے والے کیا ہی مبارک ہیں۔ اس کے بعد میں عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام سے ملا، ان حضرات

أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ يُوسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ، فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قِيلَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى إِدْرِيسَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ، قِيلَ مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قِيلَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْنَا عَلَى هَارُونَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَأَتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ مَرْحَبًا بِهِ، وَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى مُوسَى، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكَى. فَقِيلَ: مَا أَبْكَاكَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! هَذَا الْغُلَامُ الَّذِي بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي. فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ مَرْحَبًا بِهِ، وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ، فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ: فَقَالَ: هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يُصَلِّي

نے بھی خوش آمدید، مرحبا کہا اپنے بھائی اور نبی کو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے یہاں بھی سوال ہوا کون صاحب ہیں؟ جواب ملا جبرئیل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ کہا کہ محمد ﷺ، سوال ہوا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں، اب آواز آئی اچھی کشادہ جگہ آئے آنے والے کیا ہی صالح ہیں، یہاں یوسف علیہ السلام سے میں ملا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا، اچھی کشادہ جگہ آئے ہو میرے بھائی اور نبی، یہاں سے ہم چوتھے آسمان پر آئے اس پر بھی یہی سوال ہوا، کون صاحب، جواب دیا کہ جبرئیل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ اور کون صاحب ہیں؟ کہا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا: کیا انہیں لانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں، پھر آواز آئی، اچھی کشادہ جگہ آئے کیا ہی اچھے آنے والے ہیں۔ یہاں میں ادریس علیہ السلام سے ملا اور سلام کیا، انہوں نے فرمایا، مرحبا، بھائی اور نبی۔ یہاں سے ہم پانچویں آسمان پر آئے۔ یہاں بھی سوال ہوا کہ کون صاحب؟ جواب دیا کہ جبرئیل، پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ اور کون صاحب آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ، پوچھا گیا، انہیں بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا؟ کہا کہ ہاں، آواز آئی، اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں۔ آنے والے کیا ہی اچھے ہیں۔ یہاں ہم ہارون علیہ السلام سے ملے اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، مبارک، میرے بھائی اور نبی، تم اچھی کشادہ جگہ آئے، یہاں سے ہم چھٹے آسمان پر آئے، یہاں بھی سوال ہوا، کون صاحب؟ جواب دیا کہ جبرئیل، پوچھا گیا، آپ کے ساتھ اور بھی کوئی ہیں؟ کہا کہ ہاں محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا، کیا انہیں بلایا گیا تھا کہا ہاں، کہا اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں، اچھے آنے والے ہیں۔ یہاں میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرے بھائی اور نبی اچھی کشادہ جگہ آئے، جب میں وہاں سے آگے بڑھنے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے پوچھا، بزرگوار آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، کہ اے اللہ! یہ نوجوان جسے میرے بعد نبوت دی گئی، اس کی امت میں سے جنت میں داخل ہونے والے، میری امت کے جنت میں داخل ہونے والے لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر آئے، یہاں بھی

فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا آخِرَ مَا عَلَيْهِ، وَرُفِعَتْ لِي سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلَالُ هَجَرَ، وَوَرَقُهَا كَأَنَّهُ آذَانُ الْفُيُوْلِ، فِيْ أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: فَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ، ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلَاةً، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جِئْتُ مُوْسَى، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلَاةً. قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ، عَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ، فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ. فَرَجَعْتُ فَسَأَلْتُهُ، فَجَعَلَهَا أَرْبَعِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ ثُمَّ ثَلَاثِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ، ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عَشْرًا، فَأَتَيْتُ مُوْسَى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَجَعَلَهَا خَمْسًا، فَأَتَيْتُ مُوْسَى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: جَعَلَهَا خَمْسًا، فَقَالَ مِثْلَهُ، قُلْتُ: سَلَّمْتُ، فَنُوْدِيَ إِنِّي قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي، وَأَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا)). وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ)). [أطرافه في: ٣٣٩٣، ٣٤٣٠، ٣٨٨٧]

سوال ہوا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ جبرئیل، سوال ہوا کہ کوئی صاحب آپ کے ساتھ بھی ہیں؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ پوچھا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ مرحبا، اچھے آنے والے۔ یہاں میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرے بیٹے اور نبی مبارک، اچھی کشادہ جگہ آئے ہو، اس کے بعد مجھے بیت المعمور دکھایا گیا۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتلایا کہ یہ بیت المعمور ہے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ پڑھ کر جو اس سے نکل جاتا ہے تو پھر کبھی داخل نہیں ہوتا۔ اور مجھے سدرۃ المنتہیٰ بھی دکھایا گیا، اس کے پھل ایسے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے ہوتے ہیں اور پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان، اس کی جڑ سے چار نہریں نکلتی تھیں، دو نہریں تو باطنی تھیں اور دو ظاہری، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جو دو باطنی نہریں ہیں وہ تو جنت میں ہیں اور دو ظاہری نہریں دنیا میں نیل اور فرات ہیں، اس کے بعد مجھ پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں۔ میں جب واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ پچاس نمازیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ انسانوں کو میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، بنی اسرائیل کا مجھے بڑا تجربہ ہو چکا ہے۔ تمہاری امت بھی اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دو۔ اور کچھ تخفیف کی درخواست کرو۔ میں واپس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نمازیں چالیس وقت کی کر دیں پھر بھی موسیٰ علیہ السلام اپنی بات (یعنی تخفیف کرانے) پر مصر رہے۔ اس مرتبہ تیس وقت کی رہ گئیں۔ پھر انہوں نے وہی فرمایا تو اب بیس وقت کی اللہ تعالیٰ نے کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے وہی فرمایا اور اس مرتبہ بارگاہ رب العزت میں میری درخواست کی پیشی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس کر دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو اب بھی انہوں نے کم کرانے کے لئے اپنا اصرار جاری رکھا۔ اور اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی کر دیں۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا، تو انہوں نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ کر دی ہیں۔ اس مرتبہ بھی

انہوں نے کم کرانے کا اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ اب تو میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا ہوں۔ پھر آواز آئی۔ میں نے اپنا فریضہ (پانچ نمازوں کا) جاری کر دیا۔ اپنے بندوں پر تخفیف کر چکا اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہوں۔ اور ہمام نے کہا، ان سے قتادہ نے کہا، ان سے حسن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیت المعمور کے بارے میں الگ روایت کی ہے۔

تشریح: یہ طویل حدیث واقعہ معراج سے متعلق ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں فرشتوں کا ذکر ہے اور یہ فرشتے بے شمار ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آسمان میں بالشت بھر جگہ خالی نہیں جہاں ایک فرشتہ اللہ کے لیے سجدہ نہ کر رہا ہو۔

واقعہ معراج کا آغاز حطیم سے ہوا۔ جہاں نبی اکرم ﷺ حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ کا یہ مبارک سفر براق کے ذریعہ شروع ہوا، جو برق بمعنی بجلی سے مشتق ہے۔ معراج برحق ہے اس کا منکر گمراہ اور خاطی ہے۔ تفصیل کے لئے کتب شروح ملاحظہ ہوں۔

"قال القاضی عیاض اختلفوا فی الاسراء الی السموات فقیل انه فی المنام والحق الذی علیه الجمهور انه اسری بجسده فان قیل بین النائم والیقظان یدل علی انه رویا نوم قلنا لا حجة فیه اذقد یکون ذالك حال اول وصول الملك الیه ولیس فیه ما یدل علی کونه نائمًا حتی القصة کلها وقال الحافظ عبدالحق فی الجمع بین الصحیحن وما روی شریك عن انس انه کان نائما فهو زیادة مجهولة وقد روی الحفاظ المتقون والائمة المشهورون کابن شهاب وثابت البنانی وقتادة عن انس ولم یات احد منهم بها وشریك بالحافظ عند اهل الحدیث۔" (فتح الباری) اس طویل عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ معراج جسمانی ہی حق ہے۔

آپ ﷺ کی تشریف آوری پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس خوشی کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو مختصر عمر دینے کے باوجود اپنی نعمتوں سے کس قدر نوازا اور کیسے کیسے درجات عالیہ عطا فرمائے ہیں۔ یہ رونا فرحت سے تھا نہ کہ حسد اور بغض سے "فان ذالك لا یلیق بصفات الانبیاء والاخلاق الاجلة من الاولیاء قاله الخطابی۔"

٣٢٠٨۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ عَبْدُاللَّهِ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا، فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. ثُمَّ

(٣٢٠٨) ہم سے حسن بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالاحوص نے، ان سے اعمش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے صادق المصدوق رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا اور فرمایا کہ "تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے۔ اتنے ہی دنوں تک پھر ایک بستہ خون کی صورت میں اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ایک مضغہ گوشت رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل، اس کا رزق، اس کی مدت زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ

يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). [أطرافه في:٣٣٣٢، ٦٥٩٤، ٧٤٥٤]

میں روح ڈالی جاتی ہے۔ (یاد رکھ) ایک شخص (زندگی بھر نیک) عمل کرتا رہتا ہے اور جب جنت اور اسکے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آجاتی ہے اور دوزخ والوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص (زندگی بھر برے) کام کرتا رہتا ہے اور جب دوزخ اور اسکے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اسکی تقدیر غالب آجاتی ہے اور جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔''

[مسلم: ٦٧٢٣، ٦٧٢٤؛ ابوداود: ٣٧٠٨؛ ترمذي: ٢١٣٧؛ ابن ماجه:٧٦]

تشریح: دوسری روایت میں ہے کہ جب مرد عورت سے صحبت کرتا ہے تو مرد کا پانی عورت کے ہر رگ وپے میں سما جاتا ہے۔ ساتویں دن اللہ اس کو اکٹھا کر کے اس سے ایک صورت جوڑتا ہے۔ پھر نفس ناطقہ چوتھے چلہ میں یعنی چار مہینے کے بعد اس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اعتراضا کہتے ہیں کہ چار ماہ سے قبل ہی حمل میں جان پڑ جاتی ہے ان کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں روح سے نفس ناطقہ مدرکہ مراد ہے اسے روح انسانی کہا جاتا ہے اور روح حیوانی پہلے ہی سے بلکہ نطفہ کے اندر بھی موجود رہتی ہے لہٰذا اعتراض باطل ہوا۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے اس لئے آدمی کیسے ہی اچھے کام کر رہا ہو پھر بھی خرابی خاتمہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ بزرگوں نے تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ حدیث شریف سے محبت رکھتے ہیں اور اسی فن شریف میں مشغول رہتے ہیں، اکثر ان کی عمر دراز ہوتی ہے اور خاتمہ بالخیر نصیب ہوتا ہے۔ یا اللہ! اپنے حقیر ناچیز بندے محمد داؤد راز کو بھی حدیث کی یہ برکات عطا فرمائیو اور میرے جملہ معاونین کرام کو جن کی حدیث دوستی نے مجھ کو اس عظیم خدمت کے انجام دینے کے لئے آمادہ کیا۔ اللہ پاک ان سب کو برکات دارین سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

٣٢٠٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَتَابَعَهُ أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ، نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ. فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ)). [طرفاه في: ٦٠٤٠، ٧٤٨٥]

(٣٢٠٩) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مخلد نے بیان کیا، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اور اس روایت کی متابعت ابو عاصم نے ابن جریج سے کی ہے کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی انہیں نافع نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اس لئے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں۔''

تشریح: اسماعیل کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب اللہ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے ظاہر کرتا ہے پھر جبریل علیہ السلام اور سارے فرشتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں یہاں تک روئے زمین پر اس کے لئے برائی پھیل جاتی ہے۔ اس حدیث سے اللہ کے کلام میں آواز اور پکار ثابت ہوئی اور ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں صورت اور حروف نہیں ہیں۔

٣٢١٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ، فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ)). [أطرافه في: ٣٢٨٨، ٥٧٦٢، ٦٢١٣، ٧٥٦١]

(۳۲۱۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے خبر دی، ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا تھا: ''فرشتے عنان میں اترتے ہیں۔ اور عنان سے مراد بادل ہیں۔ یہاں فرشتے ان کاموں کا ذکر کرتے ہیں جن کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے۔ اور یہیں سے شیاطین کچھ چوری چھپے باتیں اڑا لیتے ہیں۔ پھر کاہنوں کو اس کی خبر کر دیتے ہیں اور یہ کاہن سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر اسے بیان کرتے ہیں۔''

٣٢١١ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ: أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ، يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاؤُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ)). [راجع: ٩٢٩]

(۳۲۱۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ اور اغر نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب سے پہلے آنے والے اور پھر اس کے بعد آنے والوں کو نمبروار لکھتے جاتے ہیں۔ پھر جب امام (خطبے کے لئے منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر سننے لگ جاتے ہیں۔'' (یہ حدیث کتاب الجمعہ میں مذکور ہو چکی ہے یہاں فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے)۔

٣٢١٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ، فَقَالَ: كُنْتُ أُنْشِدُ فِيْهِ، وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللَّهِ، أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ

(۳۲۱۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے مسجد میں شعر پڑھنے پر ناپسندیدگی فرمائی تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت یہاں شعر پڑھا کرتا تھا جب آپ سے بہتر شخص (آنحضرت ﷺ) یہاں تشریف رکھتے تھے۔ پھر حضرت

يَقُولُ: ((أَجِبْ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ)). قَالَ: نَعَمْ. [راجع: ٤٥٣]

حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے تم نے نہیں سنا تھا کہ "اے حسان! (کفار مکہ کو) میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد کر۔" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں بے شک (میں نے سنا تھا)۔

تشریح: اس سے حمد ونعت کے اشعار پڑھنے اور کہنے کا جواز ثابت ہوا۔

٣٢١٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانَ: ((اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ)). [أطرافه في: ٤١٢٣، ٤١٢٤، ٦١٥٣] [مسلم: ٢٣٨٧، ٢٣٨٨]

(٣٢١٣) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا "مشرکین مکہ کی تم بھی ہجو کرو یا (یہ فرمایا) ان کی ہجو کا جواب دو، جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔"

تشریح: پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایسا جواب دیا کہ مشرکین کے دھویں اڑ گئے۔ ان کی ساری حقیقت کھول کر رکھ دی۔ ایک شعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ لنا فی کل یوم من معرك سباب اوقتال او هجاء۔

"یعنی ہم تو ہر روز سامان کی تیاری میں مشغول ہیں تم سے جنگ کرنے میں یا تم کو جواباً گالی دینے میں یا تمہاری ہجو کرنے میں۔" معلوم ہوا کہ مسجد میں دینی اسلامی اشعار کا پڑھنا جائز ہے۔

٣٢١٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِي سِكَّةِ بَنِي غَنْمٍ. زَادَ مُوسَى: مَوْكِبُ جِبْرِيلَ علیہ السلام. [طرفه في: ٤١١٨]

(٣٢١٤) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو وہب بن جریر نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حمید بن ہلال سے سنا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جیسے وہ غبار میری نظروں کے سامنے ہے۔ موسیٰ نے روایت میں یوں زیادتی کی کہ "حضرت جبرئیل علیہ السلام کے (ساتھ آنے والے) سوار فرشتوں کی وجہ سے" جو غبار خاندان بنو غنم کی گلی میں اٹھا تھا۔

تشریح: بنو غنم قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے جو انصار میں سے تھے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے تھے۔

٣٢١٥- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ قَالَ: ((كُلُّ ذَاكَ يَأْتِي الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ،

(٣٢١٥) ہم سے فروہ بن المغراء نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ وحی آپ کے پاس کس طرح آتی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کئی طرح سے آتی ہے۔ کبھی فرشتہ کے ذریعہ آتی ہے تو وہ گھنٹی بجنے کی آواز کی طرح نازل ہوتی ہے۔ جب وحی ختم ہو جاتی ہے تو جو کچھ فرشتے

وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، وَيَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلاً، فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ)). [راجع: ٢]

نے نازل کیا ہوتا ہے، میں اسے پوری طرح یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ وحی اترنے کی یہ صورت میرے لئے بہت دشوار ہوتی ہے کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آ جاتا ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو کچھ کہہ جاتا ہے میں اسے پوری طرح یاد کر لیتا ہوں۔"

تشریح: نزول وحی کی تفصیلات پارہ اول کتاب الوحی میں تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔

٣٢١٦ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: **((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ أَيْ فُلُ هَلُمَّ))**. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ))**. [راجع: ١٨٩٧]

(٣٢١٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: "اللہ کے راستے میں جو شخص کسی چیز کا بھی جوڑا دے، تو جنت کے چوکیدار فرشتے اسے بلائیں گے کہ اے فلاں اس دروازے سے اندر آ جا۔" ابوبکر ؓ نے اس پر کہا کہ یہ تو وہ شخص ہوگا جسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ تو بھی انہیں میں سے ہوگا۔"

تشریح: اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کی جائے وہ جوڑے کی شکل میں زیادہ بہتر ہے جیسے کپڑوں کے دو جوڑے یا دو روپے یا دو قرآن شریف وغیرہ وغیرہ۔ یہ بہترین صدقہ ہوگا۔ یہاں فرشتوں کا اہل جنت کو بلانا ان کا وجود اور ان کا ہم کلام ہونا ثابت کرنا مقصود ہے۔

٣٢١٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: **((يَا عَائِشَةُ! هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ))**. فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. تَرَى مَا لَا أَرَى. تُرِيدُ النَّبِيَّ ﷺ.
[أطرافه في: ٣٧٦٨، ٦٢٠١، ٦٢٤٩، ٦٢٥٣] [مسلم: ٦٣٠٤؛ ترمذي: ٣٨٨١؛ نسائي: ٣٩٦٣]

(٣٢١٧) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابوسلمہ نے اور انہیں عائشہ ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: "اے عائشہ! یہ جبرئیل ؑ آئے ہیں، تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔" عائشہ ؓ نے جواب میں کہا، کہ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جنہیں میں نہیں دیکھ سکتی، عائشہ ؓ کی مراد نبی کریم ﷺ سے تھی۔

٣٢١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ؛ ح قَالَ: وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:

(٣٢١٨) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عمر بن ذر نے بیان کیا، (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے عمر بن ذر نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِجِبْرَئِيْلَ: ((أَلَا تَزُوْرُنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟)) قَالَ: فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ الْآيَةَ. [مريم: ٦٤] [طرفاه في: ٤٧٣١، ٧٤٥٥] [ترمذي: ٣١٥٨]

کیا کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ فرمایا: ''ہم سے ملاقات کے لیے جتنی مرتبہ آپ آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟'' بیان کیا کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''اور ہم نہیں اترتے لیکن تیرے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو کچھ کہ ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے'' آخر آیت تک۔

تشریح: معلوم ہوا کہ فرشتے ہیں اور وہ حکم الٰہی کے تابع ہیں۔

٣٢١٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((أَقْرَأَنِي جِبْرَئِيْلُ عَلَى حَرْفٍ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ)). [طرفه في: ٤٩٩١] [مسلم: ١٩٠٢، ١٩٠٣]

(٣٢١٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید مجھے (عرب کے) ایک ہی قرأت کے مطابق پڑھ کر سکھایا تھا، لیکن میں اس میں برابر اضافہ کی خواہش کا اظہار کرتا رہا، تا آنکہ عرب کے سات محاوروں پر اس کا نزول ہوا۔''

تشریح: قرآن مجید کی سات قراءتوں پر اشارہ ہے۔ جن کا تفصیلی ثبوت صحیح روایات واحادیث سے ہے۔ جیسا کہ ہر زبان میں مختلف مقامات کی زبان کا اختلاف ہوتا ہے۔ عرب میں ہر قبیلہ ایک الگ دنیا میں رہتا تھا، جن میں محاورے بلکہ زیر، زبر تک کے فرق کے انتہائی درجے میں ملحوظ رکھا جاتا تھا، مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید اگرچہ ایک ہی ہے۔ لیکن قراءت کے اعتبار سے خود اللہ پاک نے اس کی سات قراءتیں قرار دی ہیں۔

اس حدیث کے یہاں لانے سے حضرت جبریل علیہ السلام کا وجود اور ان کے مختلف کارنامے بیان کرنا مقصود ہے۔ خاص طور پر وحی لانے کے لئے یہی فرشتہ مقرر ہے۔ جیسا کہ مختلف آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی قراءت سبعہ پر امت کا اتفاق ہے۔ متداول اور مشہور قراءت یہی ہے جو امت میں معمول ہے۔

٣٢٢٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرَئِيْلُ، وَكَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَلْقَاهُ

(٣٢٢٠) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینے میں اور بڑھ جاتی، جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کے لیے ہر روز آنے لگتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کے لئے آتے اور آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ خصوصاً اس دور میں جب جبرئیل علیہ السلام

جِبْرِيلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَرَوَى أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَفَاطِمَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ جِبْرَئِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ. [راجع: ٦]

روزانہ آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو آپ ﷺ خیرات وبرکات میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ اور عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے، ان سے معمر نے اسی اسناد کے ساتھ اسی طرح بیان کیا اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔

تشریح: یعنی ہر سال میں ایک بار آتے مگر جس سال میں آپ کی وفات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دو بار حاضر خدمت ہو کر دور کیا۔ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت کی قراءت نبی کریم ﷺ کے اخیر دور کے موافق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت مذکور ہوئی ہیں ان کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب علامات النبوۃ اور فضائل القرآن میں وصل کیا ہے۔

٣٢٢١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيزِ، أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ: أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. فَقَالَ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ! قَالَ: سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَأَمَّنِي، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ)). يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ. [راجع: ٥٢١]

(٣٢٢١) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن عصر کی نماز کچھ دیر کر کے پڑھائی۔ اس پر عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام (نماز کا طریقہ آنحضرت ﷺ کو سکھانے کے لیے) نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے آگے ہو کر آپ کو نماز پڑھائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا، عروہ! آپ کو معلوم بھی ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ (اور سن لو) میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا اور انہوں نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ”جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے نماز پڑھائی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر (دوسرے وقت کی) ان کے ساتھ میں نے نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ میں نے نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔“ اپنی انگلیوں پر آپ نے پانچوں نمازوں کو گن کر بتایا۔

تشریح: جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو عملی طور پر اوقات نماز کی تعلیم دینے آئے تھے۔ چنانچہ اول وقت اور آخر وقت ہر دو میں پانچوں نمازوں کو پڑھ کر آپ کو بتلایا۔ یہاں حدیث میں اس پر اشارہ ہے۔ عروہ بن زبیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو تاخیر نماز عصر پر ٹوکا اور حدیث مذکور بطور دلیل پیش فرمائی پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے استفسار پر حدیث مع سند بیان کی، جسے سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یقین کامل حاصل ہو گیا۔ اس حدیث سے نماز عصر کا اول وقت پر ادا کرنا بھی ثابت ہوا۔ جیسا کہ جماعت اہل حدیث کا معمول ہے ان لوگوں کا عمل خلاف سنت بھی معلوم ہوا جو عصر کی نماز تاخیر کر کے پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ تو بالکل غروب کے وقت نماز عصر ادا کرنے کے عادی ہیں، ایسے لوگوں کو منافق کہا گیا ہے۔

٣٢٢٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ

(٣٢٢٢) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے، ان سے زید بن

ثَابِتٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَالَ لِي جِبْرِيلُ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. أَوْ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ.)) قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: ((وَإِنْ)). [راجع: ١٢٣٧]

وہب نے اور ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جبرئیل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو آدمی اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا رہا ہوگا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔“ عرض کیا: خواہ اس نے اپنی زندگی میں زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: ”خواہ زنا اور چوری کرتا ہو۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک چاہے گا تو ان کو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو گناہوں کی سزا دے کر بعد میں جنت میں داخل کر دے گا۔ بشرطیکہ وہ دنیا میں کبھی شرک کے مرتکب نہ ہوئے ہوں کیونکہ مشرک کے لئے اللہ نے جنت کو قطعاً حرام کر دیا ہے۔ وہ نام نہاد مسلمان غور کریں جو بزرگوں کے مزارات پر جا کر شرکیہ افعال کا ارتکاب کرتے ہیں، قبروں پر سجدہ اور طواف کرتے ہیں۔ ان کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، ایسے لوگ ہرگز جنت میں نہ جائیں گے خواہ کتنے ہی نیک کام کرتے ہوں، اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں خود فرما دیا ہے: ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (۳۹/الزمر: ۶۵) ”اے رسول! اگر آپ بھی شرک کر بیٹھیں تو آپ کی ساری نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ کرمانی نے کہا کہ روایت میں ایسے گناہگاروں کے دوزخ میں نہ داخل ہونے سے مراد ان کا ہمیشگی کا دخول مراد ہے۔ ”ویجب التاویل بمثله جمعا بين الايات والاحاديث۔“ (کرمانی)

٣٢٢٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ، مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ فَيَقُولُ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَقَالُوا: تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّونَ)). [راجع: ٥٥٥]

(۳۲۲۳) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”فرشتے آگے پیچھے زمین پر آتے جاتے رہتے ہیں، کچھ فرشتے رات کے ہیں اور کچھ دن کے اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو تمہارے یہاں رات میں رہے۔ اللہ کے حضور میں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اسی طرح جب ہم ان کے یہاں گئے تھے، جب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔“

تشریح: ان جملہ احادیث کے لانے سے مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فرشتوں کا وجود ثابت کرنا ہے۔ جن پر ایمان لانا ارکان ایمان سے ہے۔ فرشتوں میں حضرت جبریل، حضرت میکائیل، اسرافیل علیہم السلام زیادہ مشہور ہیں۔ باقی ان کی تعداد اتنی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ سب اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی اجازت بغیر وہ دم بھی نہیں مار سکتے نہ وہ کسی نفع نقصان کے مالک ہیں۔

بَابٌ: إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ

وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ

باب: اس حدیث کے بیان میں کہ

جب ایک تمہارا (جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے ختم پر با آواز بلند) آمین کہتا

إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ہے تو فرشتے بھی آسمان پر (زور سے) آمین کہتے ہیں اور اس طرح دونوں کی زبان سے ایک ساتھ (باآواز بلند) آمین نکلتی ہے تو بندے کے سابقہ کے لیے ہوئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین بالجہر یعنی بلند آواز سے آمین بولنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، امت میں سواد اعظم کا یہی معمول ہے۔ یہاں تک کہ مسالک اربعہ میں سے تینوں مسالک شافعی مالکی حنبلی سب آمین بالجہر کے قائل اور عامل ہیں۔ مگر بہت سے حنفی حضرات نہ صرف اس سنت سے نفرت کرتے ہیں اور اس سنت پر عمل کرنے والوں کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں بلکہ بعض جگہ اپنی مساجد میں ایسے عاملین بالسنہ کو نماز ادا کرنے سے روکتے ہیں جو بہت ہی زیادہ افسوس ناک حرکت ہے۔ بہت سے منصف مزاج حنفی اکابر علمانے اس کا سنت ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور اس کے عاملین کو ثواب سنت کا حق دار بتلایا ہے۔ کاش! جملہ برادران ایسے امور مسنونہ پر لڑنا جھگڑنا چھوڑ کر اتفاق واتحاد ملت پیدا کریں۔ اور امت کو انتشار سے نکالیں۔ آمین بالجہر کا مسنون ہونا اور دلائل مخالفین کا جواب پیچھے تفصیل سے لکھا جاچکا ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ فرشتوں کا وجود اور ان کا کلام کرنا ثابت کیا جائے۔

٣٢٢٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، أَنَّ نَافِعًا: حَدَّثَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ وِسَادَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ كَأَنَّهَا نُمْرُقَةٌ، فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ، فَقُلْتُ: مَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: ((مَا بَالُ هَذِهِ الْوِسَادَةِ)). قَالَتْ: وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا. قَالَ: ((أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ، وَأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّورَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ)). [راجع: ٢١٠٥]

(۳۲۲۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مخلد بن یزید نے خبر دی، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن امیہ نے، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے ایک تکیہ بھرا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ وہ ایسا ہو گیا جیسے نقشی تکیہ ہوتا ہے پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم سے کیا غلطی ہوئی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یہ تکیہ کیسا ہے؟'' میں نے عرض کیا، یہ تو میں نے آپ کے لئے بنایا ہے تاکہ آپ اس پر ٹیک لگا سکیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہوتی ہے اور یہ کہ جو شخص بھی تصویر بنائے گا، قیامت کے دن اسے اس پر عذاب دیا جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ جس کی مورت تو نے بنائی، اب اسے زندہ بھی کر کے دکھا۔

تشریح: جانداروں کی صورت بنانا، اس سے ناجائز ہونا ثابت ہوا یہی ٹھیک ہے اور فرشتوں کا وجود بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ وہ نیکی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بدی دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں۔

٣٢٢٥ـ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ:

(۳۲۲۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے، اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے

سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ)). [أطرافه في: ٣٢٢٦، ٣٣٢٢، ٤٠٠٢، ٥٩٤٩، ٥٩٥٨]

[مسلم: ٥٥١٤، ٥٥١٥، ٥٥١٦؛ ترمذي: ٢٨٠٤؛ نسائي: ٤٢٩٣، ٥٣٦٢، ٥٣٦٣؛ ابن ماجه: ٣٦٤٩]

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتے ہوں اور اس میں بھی نہیں جس میں جاندار کی تصویر ہو۔''

تشریح: اس سے بھی فرشتوں کا وجود اور نیکی بدی سے ان کا اثر لینا ثابت ہوا۔

٣٢٢٦۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ: حَدَّثَهُ أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ حَدَّثَهُ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُاللَّهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ)). قَالَ بُسْرٌ: فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، فَعُدْنَاهُ فَإِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهِ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ: أَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ قَالَ: ((إِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ)). أَلَا سَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: بَلَى قَدْ ذَكَرَهُ.

[راجع: ٣٢٢٥] [مسلم: ٥٥١٧، ٥٥١٨، ٥٥١٩؛ ابوداود: ٤١٥٤، ٤١٥٥؛ نسائي: ٥٣٦٥]

(٣٢٢٦) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا ہم کو عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے بکیر بن اشج نے بیان کیا، ان سے بسر بن سعید نے بیان کیا اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور (راوی حدیث) بسر بن سعید کے ساتھ عبیداللہ خولانی بھی روایت حدیث میں شریک ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں تھے۔ ان دونوں سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویر ہو۔'' بسر نے بیان کیا کہ پھر زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار پڑے اور ہم ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ گھر میں ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے عبیداللہ خولانی سے کہا، کیا انہوں نے ہم سے تصویروں کے متعلق ایک حدیث نہیں بیان کی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ یہ بھی کہا تھا کہ کپڑے پر اگر نقش و نگار ہوں (جاندار کی تصویر نہ ہو) تو وہ اس حکم سے الگ ہے۔ کیا آپ نے حدیث کا یہ حصہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! حضرت زید نے یہ بھی بیان کیا تھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ فرشتے امور معاصی سے نفرت کرتے ہیں۔ جاندار کی تصویر بنانا بھی عنداللہ معصیت ہے۔ اس لئے جس گھر میں ایسی تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، وہ گھر رحمت الٰہی سے محروم ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی میں جو کچھ وارد ہوا وہ برحق ہے۔ اس میں کرید کرنا بدعت ہے۔ فرشتے روحانی مخلوق ہیں۔ وہ جیسے ہیں ایسے ہی ان کے کارنامے بھی ہیں۔ حضرت زید بن خالد کے گھر میں پردے کے کپڑے پر غیر جاندار کی تصویریں تھیں جو اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

٣٢٢٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ: حَدَّثَنِي عُمَرُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: وَعَدَ النَّبِيَّ ﷺ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: ((إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ)).

[طرفه في: ٥٩٦٠ وراجع: ٧٩٦]

(۳۲۲۷) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کیا تھا (لیکن نہیں آئے) پھر جب آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے وجہ پوچھی، انہوں نے کہا کہ ”ہم کسی بھی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا موجود ہو۔“

تشریح: جو کتے حفاظت کے لئے پالے جائیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ دیگر روایات میں وضاحت موجود ہے روایت میں ایک راوی کا نام عمرو نقل ہوا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ صحیح نسخہ میں عمر ہے جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اور یہی درست ہے۔

٣٢٢٨۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. فَقُوْلُوْا: أَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ٧٩٦]

(۳۲۲۸) ہم سے اسماعیل بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے سمی نے بیان کیا، ان سے ابوصالح نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب (نماز میں) امام کہے کہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ تو تم کہا کرو، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ کیونکہ جس کا ذکر ملائکہ کے ساتھ موافق ہو جاتا ہے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

تشریح: امام کے ساتھ مقتدی کا سمع الله لمن حمده کہنا پھر اللهم ربنا لك الحمد پڑھنا یا امام کے سمع الله لمن حمده کے بعد مقتدی کا خالی ربنا لك الحمد کہنا ہر دو امور جائز ہیں۔ تفصیل پیچھے مذکور ہو چکی ہے۔

٣٢٢٩۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ تَقُوْلُ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ. مَا لَمْ يَقُمْ مِنْ صَلَاتِهِ أَوْ يُحْدِثْ)).

[راجع: ١٧٦]

(۳۲۲۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا، ان سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی شخص نماز کی وجہ سے جب تک کہیں ٹھہرا رہے گا اس کا یہ سارا وقت نماز میں شمار ہوگا اور ملائکہ اس کے لئے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اور اس پر اپنی رحمت نازل کر (اس وقت تک) جب تک وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ نہ جائے یا بات نہ کرے۔“

٣٢٣٠۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾. قَالَ:

(۳۲۳۰) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے، ان سے صفوان بن یعلی نے اور ان سے ان کے والد (یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ منبر پر

سُفْيَانُ فِيْ قِرَاءَ ةِ عَبْدِاللّٰهِ: وَنَادَوْا يَا مَالِ.
[طرفاه في: ٣٢٦٦، ٤٨١٩] [مسلم: ٢٠١١؛ ابو داود: ٣٩٩٢؛ ترمذي: ٥٠٨]

سورۂ احزاب کی اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ اور وہ دوزخی پکاریں گے اے مالک! (یہ داروغہ جہنم کا نام ہے) اور سفیان نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں یوں ہے "وَنَادَوْا يَا مَالِ."

تشریح: پوری آیت یوں ہے ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ (۴۳/ الزخرف: ۷۷) یعنی "دوزخی داروغۂ دوزخ مالک کو پکاریں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ وہ ہم کو موت دیدے وہ جواب دے گا کہ تم مرنے والے نہیں ہو، بلکہ سب ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے۔" اس سے بھی فرشتوں کا وجود اور ان کا مختلف خدمات پر مامور ہونا ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ونادوا یا مال: یا مالك کا مخفف ہے۔ مطلب ہر دو کا ایک ہی ہے کہ دوزخی دوزخ کے داروغہ مالک کو پکاریں گے۔ اس سے بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہوا۔

٣٢٣١- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ: ((لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِيْ إِلَى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلَى وَجْهِيْ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرَئِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ، فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! فَقَالَ: ذَلِكَ فِيْمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ)) قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)).
[طرفه في: ٧٣٨٩] [مسلم: ٤٦٥٣]

(۳۲۳۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن وہب نے خبر دی، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے کہا، ان سے عروہ نے کہا اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ "تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے (اسلام کو قبول نہیں کیا بلکہ) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں)" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد

پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔‘‘

تشریح: یہ طائف کا مشہور واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ اپنے شفیق چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد بغرض تبلیغ اسلام طائف تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ نے وہاں کے سرداروں کو خصوصیت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی، مگر وہ لوگ بدتمیزی سے پیش آئے اور آپ کے پیچھے اوباش لڑکوں کو لگا دیا جن کی حرکات سے آپ کو سخت تکلیف کا سامنا ہوا، مگر ان حالات میں بھی آپ نے ان پر عذاب پسند نہیں فرمایا، بلکہ ان کی ہدایت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو لا کر اس سے بھی فرشتوں کا وجود ثابت فرمایا۔ اخشبین سے مراد مکہ کے دو مشہور پہاڑ جبل ابوقبیس اور جبل قعیقعان مراد ہیں۔

لفظ عقبہ جو روایت میں آیا ہے یہ طائف کی طرف ایک گھاٹی کا نام ہے۔ طائف کی طرف آپ ﷺ شوال ۱۰ نبوی میں تشریف لے گئے تھے۔ پہلے وہاں کے لوگوں نے خود آپ کو بلا بھیجا تھا بعد میں وہ مخالف ہو گئے اور انہوں نے آپ ﷺ پر پتھر مارے، ایک پتھر آپ کی ایڑی میں لگا اور آپ زخمی ہو گئے۔ اس قدر ستانے کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

٣٢٣٢ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۝ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ. [طرفاه في: ٤٨٥٦، ٤٨٥٧] [مسلم: ٤٣٢]

(۳۲۳۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے (سورۂ نجم میں) ارشاد ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ۝ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى﴾ کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جبرئیل کو (اپنی اصلی صورت میں) دیکھا، تو ان کے چھ سو بازو تھے۔

٣٢٣٣ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ: ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ قَالَ: رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ سَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ. [طرفه في: ٤٨٥٨]

(۳۲۳۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (اللہ تعالیٰ کے ارشاد) ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ کے متعلق بتلایا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک سبز رنگ کا بچھونا دیکھا تھا جو آسمان میں سارے کناروں کو گھیرے ہوئے تھا۔

٣٢٣٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الأَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ، وَلَكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ، وَخَلْقِهِ سَادًّا مَا بَيْنَ الأُفُقِ. [أطرافه في:

(۳۲۳۴) ہم سے محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے کہا کہ ہم کو قاسم نے خبر دی اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو اس نے بڑی جھوٹی بات زبان سے نکالی، لیکن آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو (معراج کی رات میں) ان کی اصل صورت میں دیکھا تھا۔ ان کے وجود نے آسمان کا

٣٢٣٥، ٤٦١٢، ٤٨٥٥، ٧٣٨٠، ٧٥٣١]

کنارہ ڈھانپ لیا تھا۔

٣٢٣٥۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ ابْنِ الْأَشْوَعِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: فَأَيْنَ قَوْلُهُ: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ قَالَتْ: ذَاكَ جِبْرِيْلُ كَانَ يَأْتِيْهِ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ، وَإِنَّهُ أَتَاهُ هَذِهِ الْمَرَّةَ فِي صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهُ، فَسَدَّ الْأُفُقَ. [راجع: ٣٢٣٤] [مسلم: ٤٤٢]

(٣٢٣٥) مجھ سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن الاشوع نے، ان سے شعبی نے اور ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (ان کے اس کہنے پر کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا) پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ آیت تو جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں ہے، وہ انسانی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور اس مرتبہ اپنی اس شکل میں آئے تھے جو اصلی تھی اور انہوں نے تمام آسمان کے کناروں کو ڈھانپ لیا تھا۔

تشریح: شب معراج میں نبی کریم ﷺ نے اللہ کو دیکھا تھا یا نہیں، اس بارے میں علما میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہی ہے کہ آپ نے اللہ پاک کو نہیں دیکھا۔ بہرحال آیت مذکورہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کا رد کیا جو اس سے آپ کا دیدار الٰہی ثابت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آیت میں جس کی قربت کا ذکر ہے۔ اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔

”وقال النووی الراجح المختار عند اكثر العلماء انه راه ببصره والله اعلم والتوقف فيها لعدم الدلائل الواضحة على احد الجانبين خير۔“ یعنی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اکثر علما کے نزدیک یہی راجح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا چونکہ کسی خیال کی تائید میں واضح دلائل نہیں ہیں، اس لیے اس مسئلہ میں خاموش رہنا بہتر ہے۔

٣٢٣٦۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَقَالَا: الَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ، وَأَنَا جِبْرِيْلُ، وَهَذَا مِيْكَائِيْلُ)). [راجع: ٨٤٥]

(٣٢٣٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے ابورجاء نے بیان کیا، ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے آج رات (خواب میں) دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ وہ جو آگ جلا رہا ہے۔ وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔“

تشریح: یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو پارا نمبر چھ میں گزر چکی ہے۔ یہاں اس سے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے۔

٣٢٣٧۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ

(٣٢٣٧) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا، لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا اور مرد اس پر غصہ ہو کر سو گیا، تو صبح تک

غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ وَأَبُو حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. [طرفاه في: ٥١٩٣، ٥١٩٤] [مسلم: ٣٥٤١؛ ابوداود: ٢١٤١]

فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' اس روایت کی متابعت، ابوحمزہ، ابن داؤد اور ابومعاویہ نے اعمش کے واسطہ سے کی ہے۔

تشریح: ابوعوانہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ اور ابوحمزہ اور عبداللہ بن داؤد اور ابومعاویہ نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔ شعبہ کی روایت خود مؤلف نے کتاب النکاح میں وصل کی ہے اور ابوحمزہ کی روایت موصولاً نہیں ملی اور ابن داؤد کی روایت مسدد نے اپنی بڑی مسند میں وصل کی اور ابومعاویہ کی روایت امام مسلم اور نسائی نے موصولاً نکالی ہے۔

اس حدیث کو یہاں لانے سے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی نافرمان عورت پر اللہ کے حکم سے رات بھر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرد کی اطاعت عورت کے لئے کتنی ضروری ہے۔ مرد کی خواہش کی قدر نہ کرنا عورت کے لئے بدبختی کا سبب بن سکتا ہے۔ عورت کی زینت یہی ہے کہ بچے سے اس کی گود بھرپور ہو اور بچہ کے لئے مرد سے ملاپ ضروری تھا جس کے لئے عورت نے انکار کر دیا۔ ممکن ہے اسی ملاپ میں اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہو جاتی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں جن کی بنا پر عورت کے لئے مرد کی اطاعت ضروری ہے۔ عدم اطاعت کی صورت میں بہت سے فسادات پیدا ہو سکتے ہیں۔

٣٢٣٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾)). قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَالرِّجْزُ، الْأَوْثَانُ. [راجع: ٤]

(٣٢٣٨) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو لیث نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ میں نے ابوسلمہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے جابر بن عبداللہ ؓ نے خبر دی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا تھا کہ ''(پہلے غار حرا میں جو حضرت جبرئیل ؑ مجھ کو سورۂ اقراء پڑھا کر گئے تھے اس کے بعد) مجھ پر وحی کا نزول (تین سال) بند رہا۔ ایک بار میں کہیں جا رہا تھا کہ میں نے آسمان میں سے ایک آواز سنی اور نظر آسمان کی طرف اٹھائی، میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا (یعنی حضرت جبرئیل ؑ) آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں انہیں دیکھ کر اتنا ڈر گیا کہ زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنے گھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھ کو کچھ اڑھا دو، مجھ کو کچھ اڑھا دو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ تک۔'' ابوسلمہ نے کہا کہ آیت میں الرجز سے بت مراد ہیں۔

تشریح: اسلام میں بت پرستی ایک گندا عمل ہے۔ اسی لئے بت پرستوں کو ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (٩/التوبۃ: ٢٨) کہا گیا ہے کہ شرک کرنے والے گندے ہیں۔ وہ بتوں کے پجاری ہوں یا قبروں کے ہر دو کا عنداللہ ایک ہی درجہ ہے۔

٣٢٣٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ؛ح: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَرْبُوعًا مَرْبُوعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، سَبْطَ الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللَّهُ إِيَّاهُ، ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ﴾)). قَالَ أَنَسٌ وَأَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((تَحْرُسُ الْمَلَائِكَةُ الْمَدِينَةَ مِنَ الدَّجَّالِ)). [طرفه في: ٣٣٩٦] [مسلم ٤١٨، ٤١٩]

(۳۲۳۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن عروبہ نے، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوالعالیہ نے اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ گندمی رنگ، قد لمبا اور بال گھنگھریالے تھے، ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کا کوئی شخص ہو اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا تھا۔ درمیانہ قد، میانہ جسم، رنگ سرخی اور سفیدی لئے ہوئے اور سر کے بال سیدھے تھے (یعنی گھنگھریالے نہیں تھے) اور میں نے جہنم کے داروغہ کو بھی دیکھا اور دجال کو بھی، منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دکھائی تھیں (سورۂ سجدہ میں اسی کا ذکر ہے کہ) پس (اے نبی!) ان سے ملاقات کے بارے آپ کسی قسم کا شک وشبہ نہ کریں۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ملنے میں۔ انس اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ ”جب دجال نکلے گا، تو فرشتے دجال سے مدینہ کی حفاظت کریں گے۔“

تشریح: ان دونوں روایتوں کو خود امام بخاری نے کتاب الحج اور کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ

باب: جنت کا بیان اور یہ کہ جنت پیدا ہو چکی ہے

تشریح: اسی طرح دوزخ، دونوں موجود ہیں اور جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"ای موجودة الان واشار بذلك الى الرد على من زعم من المعتزلة انها لاتوجد الا يوم القيامة وقد ذكر البخاری فی الباب روايات كثيرة دالة على ما ترجم به فمنها ما يتعلق بكونها موجودة الان ومنها ما يتعلق بصفتها واصرح مما ذكره فی ذلك ما اخرجه احمد وابوداود باسناد قوى عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لما خلق الله الجنة قال لجبريل اذهب فانظر اليها الحديث۔" (فتح الباری جلد٦ صفحه٣٩٤)

یعنی جنت اب موجود ہے اور اس میں معتزلہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ جنت قیامت ہی کے دن پیدا ہوگی۔ مصنف نے یہاں کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ جن سے جنت کا وجود ثابت ہوتا ہے اور بعض احادیث جنت کی صفات سے متعلق ہیں اور اس بارے میں زیادہ صریح وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ پاک نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اور جنت کو دیکھو۔

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: مُطَهَّرَةٌ مِنَ الْحَيْضِ ـ ابوالعالیہ نے کہا (سورۂ بقرہ میں) جو لفظ ازواج مطہرة آیا ہے اس کا معنی

وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ. ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا﴾ أُتُوْا بِشَيْءٍ ثُمَّ أُتُوْا بِآخَرَ: ﴿قَالُوْا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ أُتِينَا مِنْ قَبْلُ: ﴿وَأُتُوْا بِهِ مُتَشَابِهًا﴾ [البقرة: ٢٥] يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَيَخْتَلِفُ فِي الطَّعْمِ: ﴿قُطُوْفُهَا﴾: يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَاؤُوْا ﴿دَانِيَةٌ﴾ [الحاقة: ٢٣] قَرِيْبَةٌ. ﴿الْأَرَآئِكِ﴾ [الكهف: ٣١] السُّرُرُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: النَّضْرَةُ فِي الْوُجُوْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿سَلْسَبِيْلًا﴾ [الانسان:١٨] حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ. ﴿غَوْلٌ﴾ وَجَعُ الْبَطْنِ ﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ [الصافات:٤٧] لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿دِهَاقًا﴾ مُمْتَلِئًا ﴿كَوَاعِبَ﴾ [النبأ: ٣٣] نَوَاهِدَ. الرَّحِيْقُ: الْخَمْرُ. التَّسْنِيْمُ: يَعْلُوْ شَرَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ﴿خِتَامُهُ﴾ طِيْنُهُ ﴿مِسْكٌ﴾ [المطففين:٢٦] ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ [الرحمن:٦٦] فَيَّاضَتَانِ. يُقَالُ: ﴿مَوْضُوْنَةٌ﴾ [الواقعة:١٥] مَنْسُوْجَةٌ، مِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ. وَالْكُوْبُ مَا لَا أُذُنَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ. وَالْأَبَارِيْقُ: ذَوَاتُ الْآذَانِ وَالْعُرَى. ﴿عُرُبًا﴾ [الواقعة:٣٧] مُثَقَّلَةً وَاحِدَتُهَا عَرُوْبٌ، مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ، يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ: الْعَرِبَةَ، وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ: الْغَنِجَةَ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ: الشَّكِلَةَ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَرَوْحٌ﴾ [الواقعة:٨٩] جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ الرِّزْقُ، وَالْمَنْضُوْدُ: الْمَوْزُ، وَالْمَخْضُوْدُ: الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ أَيْضًا: لَا شَوْكَ لَهُ، ﴿وَالْعُرُبُ﴾ الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ.

یہ ہے کہ جنت کی حوریں حیض، پیشاب، تھوک اور سب گندگیوں سے پاک صاف ہوں گی اور جو یہ آیا ہے ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا﴾ آخر آیت تک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کے پاس ایک میوہ لایا جائے گا پھر دوسرا میوہ تو جنتی کہیں گے یہ تو وہی میوہ ہے جو ہم کو پہلے مل چکا ہے۔ متشابھا کے معنی صورت اور رنگ میں ملے جلے ہوں گے لیکن مزے میں جدا جدا ہوں گے (سورۂ حاقہ میں) جو لفظ قُطُوْفُهَا دَانِيَة آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہوں گے کہ بہشتی لوگ کھڑے بیٹھے جس طرح چاہیں ان کو توڑ سکیں گے۔ دانیہ کا معنی نزدیک کے ہیں، اَرَائِك کے معنی تخت کے ہیں، امام حسن بصری نے کہا لفظ نَضْرَة منہ کی تازگی کو اور لفظ سُرُوْر دل کی خوشی کو کہتے ہیں۔ اور مجاہد نے کہا سَلْسَبِيلًا کے معنی تیز بہنے والی، اور لفظ غول کے معنی پیٹ کے درد کے ہیں۔ يُنْزَفُوْن کے معنی یہ کہ ان کی عقل میں فتور نہیں آئے گا (جیسا کہ دنیاوی شراب سے آ جاتا ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا (سورہ نبا میں) جو دِهَاقًا کا لفظ آیا ہے اس کے معنی لبالب بھرے ہوئے کے ہیں۔ لفظ كَوَاعِبَ کے معنی پستان اٹھے ہوئے کے ہیں۔ لفظ رَحِيق کے معنی جنت کی شراب، تسنیم وہ عرق جو بہشتیوں کے شراب کے اوپر ڈالا جائے گا۔ بہشتی اس کو پئیں گے۔ اور لفظ خِتَام (سورۂ مطففین میں) کے معنی مہر کی مٹی (جس سے وہاں کی شراب کی بوتلوں پر مہر لگی ہوئی ہوگی) نَضَّاخَتَانِ (سورۂ رحمٰن میں) دو جوش مارتے ہوئے چشمے، لفظ مَوْضُونَة (سورۂ واقعہ میں) کا معنی جڑاؤ بنا ہوا، اسی سے لفظ وَضِينُ النَّاقَة نکلا ہے۔ یعنی اونٹنی کی جھول وہ بھی بنی ہوئی ہوتی ہے اور لفظ كُوب کا معنی جس کی جمع اکواب (سورۂ واقعہ میں) ہے، کوزہ جس میں نہ کان ہو نہ کنڈا اور لفظ اَبَارِيق ابریق کی جمع وہ کوزہ جو کان اور کنڈہ رکھتا ہو۔ اور لفظ عُرُبًا (سورۂ واقعہ میں) عروب کی جمع ہے جیسے صبور کی جمع صُبُر آتی ہے۔ مکہ والے عروب کو عَرِبَة اور مدینہ والے غَنِجَه اور عراق والے شَكِلَه کہتے ہیں۔ ان سب سے وہ عورت مراد ہے جو اپنے خاوند کی عاشق ہو۔ اور مجاہد نے کہا لفظ روح (سورۂ واقعہ میں ہے) کا معنی بہشت اور فراخی رزق کے ہیں

يُقَالُ: ﴿مَسْكُوبٍ﴾[الواقعة:٣١] جَارٍ، وَ ﴿فُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ﴾[الواقعة:٣٤] بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. ﴿لَغْوًا﴾ بَاطِلاً. ﴿تَأْثِيمًا﴾[الواقعة:٢٥] كَذِبًا. ﴿أَفْنَانٍ﴾[الرحمن:٤٧]أَغْصَانٌ ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾: مَا يُجْتَنَى قَرِيبٌ. ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ [الرحمن:٦٤] سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ.

ریحان کا معنی (جو اسی سورت میں ہے) رزق کے ہیں اور لفظ مَنْضُود (سورۂ واقعہ) کا معنی کیلے کے ہیں۔ مَخْضُود وہ بیر جس میں کانٹا نہ ہو میوے کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے بعض لوگ کہتے ہیں لفظ عرب (جو سورۂ واقعہ میں ہے) اس کے معنی وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں؛ مسکوب کا معنی (جو اسی سورت میں ہے) بہتا ہوا پانی۔ اور لفظ فُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ (سورۂ واقعہ) کا معنی بچھونے اونچے یعنی اوپر تلے بچھے ہوئے، لفظ لَغْوًا جو اسی سورت میں ہے۔ اس کے معنی غلط جھوٹ کے ہیں۔ لفظ تَأْثِيمًا جو اسی سورت میں ہے اس کا معنی بھی جھوٹ کے ہیں۔ لفظ أَفْنَان جو سورۂ رحمٰن میں ہے۔ اس کے معنی شاخیں ڈالیاں اور وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ کا معنی بہت تازگی اور شادابی کی وجہ سے وہ کالے ہو رہے ہوں گے۔

تشریح: مجتہد اعظم، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ان اکثر الفاظ کے معانی و مطالب بیان کر دیئے جو جنت کی تعریف میں قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اللہ پاک لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو جنت کی یہ جملہ نعمتیں عطا کرے۔ آمین

٣٢٤٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَإِنَّهُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ)). [راجع: ١٣٧٩] [نسائي: ٢٠٦٩]

(٣٢٤٠) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص مرتا ہے تو (روزانہ) صبح و شام دونوں وقت اس کا ٹھکانا (جہاں وہ آخرت میں رہے گا) اسے دکھلایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ میں۔''

تشریح: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واضح تر دلیل ہے کہ جنت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں اور وہ ان کے اہل کو روزانہ دکھلائی جاتی ہیں، پورا دخول قیامت کے دن ہوگا۔

٣٢٤١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ)). [أطرافه في: ٥١٩٨، ٦٤٤٩، ٦٥٤٦] [ترمذي:

(٣٢٤١) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلم بن زریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابورجاء نے بیان کیا اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو جنتیوں میں زیادتی غریبوں کی نظر آئی اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دوزخیوں میں کثرت عورتوں کی نظر آئی۔''

٢٦٠٣]

تشریح: جنت میں غریبوں سے مؤحد، متبع سنت، غریب لوگ مراد ہیں جو دیندار اغنیا سے کتنے ہی برس پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دوزخ میں زیادہ عورتیں نظر آئیں، جو ناشکری اور لعن طعن کرنے والی آپس میں حسد اور بغض رکھنے والی ہوتی ہیں۔

٣٢٤٢۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ قَالَ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ قَالُوْا: لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا)). فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ [أطرافه في: ٣٦٨٠، ٥٢٢٧، ٧٠٢٣، ٧٠٢٥] [ابن ماجه: ١٠٧]

(٣٢٤٢) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیّب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: ”میں نے خواب میں جنت دیکھی، میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ عمر بن خطاب ؓ کا محل ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آئی اور میں وہاں سے فوراً لوٹ آیا۔“ یہ سن کر عمر ؓ رو دیئے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے ساتھ بھی غیرت کروں گا؟

تشریح: ان جملہ احادیث کو یہاں لانے سے امام بخاری ؒ کا مقصد جنت اور اس کی نعمتوں کا ثابت کرنا ہے نیز یہ بھی کہ جنت محض کوئی خواب وخیال کی چیز نہیں ہے بلکہ وہ ایک ثابت اور برحق چیز ہے جس کو اللہ پاک پیدا کر چکا ہے اور اس کی ساری مذکورہ نعمتیں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت امام نے ان مختلف نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے جنت کے مختلف کوائف پر استدلال فرمایا ہے۔ جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود جنت کے بارے میں کسی شیطانی وسوسہ میں گرفتار ہوں، ان کو فوراً توبہ کر کے اللہ اور رسول کی فرمودہ باتوں پر ایمان ویقین رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہشت موجود ہے، پیدا ہو چکی ہے۔ وہاں ہر ایک جنتی کے مکانات اور سامان وغیرہ سب تیار ہیں۔

حضرت عمر ؓ کا قطعی جنتی ہونا بھی اس حدیث سے اور بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا۔ حضرت عمر ؓ خوشی کے مارے رو دیئے اور یہ جو کہا کہ کیا میں آپ پر غیرت کروں گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تو میرے بزرگ ہیں۔ میرے مربی ہیں۔ میری بیویاں سب آپ کی لونڈیاں ہیں۔ غیرت تو برابر والے سے ہوتی نہ کہ مالک اور مربی سے۔

٣٢٤٣۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ، طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُوْنَ مِيْلًا، فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ مِنْ أَهْلٍ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُوْنَ)).

(٣٢٤٣) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمران جونی سے سنا، ان سے ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اشعری نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(جنتیوں کا) خیمہ کیا ہے، ایک موتی ہے خولدار جس کی بلندی اوپر کو تیس میل تک ہے۔ اس کے ہر کنارے پر مؤمن کی ایک بیوی ہوگی جسے دوسرے نہ دیکھ سکیں گے۔“

وَقَالَ أَبُوْ عَبدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ: سِتُّوْنَ مِيْلًا. [طرفه في: ٤٨٧٩] [مسلم: ٧١٥٨، ٧١٥٩]

ابوعبدالصمد اور حارث بن عبید نے ابوعمران سے (بجائے تیس میل کے) ساٹھ میل بیان کیا۔

٣٢٤٤۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾)). [أطرافه في: ٤٧٧٩، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨] [مسلم: ٧١٣٢؛ ترمذي: ٣١٩٧]

(۳۲۴۴) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال گزرا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔“

تشریح: یہ آیت سورۂ الم سجدہ میں ہے۔ قیامت کے دن یہ ایمان والوں کے اعمال صالحہ کا بدلہ ہوگا جو بالضرور ان کو ملے گا۔

٣٢٤٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ، آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، أَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرَى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ، مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا)). [أطرافه في: ٣٢٤٦، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧]

(۳۲۴۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا ہے۔ نہ اس میں تھوکیں گے نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ پیشاب، پائخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے۔ انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہوگا۔ پسینہ مشک جیسا خوشبودار ہوگا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی۔ جن کا حسن ایسا ہوگا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ نہ جنتیوں میں آپس میں کوئی اختلاف ہوگا اور نہ بغض وعناد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ پاک کی تسبیح وتہلیل میں مشغول رہا کریں گے۔“

٣٢٤٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ،

(۳۲۴۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے

حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ عَلَى إِثْرِهِمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ إِضَاءَةً، قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ، يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا، لَا يَسْقَمُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ، وَلَا يَبْصُقُونَ، آنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَقُودُ مَجَامِرِهِمُ الْأَلُوَّةُ۔ قَالَ أَبُو الْيَمَانِ: يَعْنِي الْعُودَ۔ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ)). وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْإِبْكَارُ: أَوَّلُ الْفَجْرِ، وَالْعَشِيُّ: مَيْلُ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ أُرَاهُ تَغْرُبَ. [راجع: ٣٢٤٥]

خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے۔ جو گروہ اس کے بعد داخل ہوگا ان کے چہرے سب سے زیادہ چمک دار ستارے جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہوں گے کہ کوئی بھی اختلاف ان میں آپس میں نہ ہوگا اور نہ ایک دوسرے سے بغض وحسد ہوگا۔ ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی، ان کی خوبصورتی ایسی ہوگی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے نہ ان کو کوئی بیماری ہوگی، نہ ان کی ناک میں کوئی آلائش آئے گی اور نہ تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اُلُوَّہ کا ہوگا۔ ابوالیمان نے بیان کیا کہ اُلُوَّہ سے عود ہندی مراد ہے۔ اور ان کا پسینہ مشک جیسا ہوگا۔'' مجاہد نے کہا کہ ابکار سے مراد اول فجر ہے۔ اور العشی سے مراد سورج کا اتنا ڈھل جانا کہ وہ غروب ہوتا نظر آنے لگے۔

٣٢٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ: حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَدْخُلَنَّ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا۔ أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ، وُجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)).

[طرفاه في: ٦٥٤٣، ٦٥٥٤]

(٣٢٤٧) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) سات لاکھ کی ایک جماعت جنت میں ایک ہی وقت میں داخل ہوں گی اور ان سب کے چہرے ایسے چمکیں گے جیسے چودہویں کا چاند چمکتا ہے۔''

٣٢٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ جُبَّةُ سُنْدُسٍ، وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ:

(٣٢٤٨) ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سندس (ایک خاص قسم کا ریشم) کا ایک جبہ تحفہ میں پیش کیا گیا۔ آپ (مردوں کے لئے) ریشم کے استعمال سے پہلے ہی منع فرما چکے تھے۔

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَمَنَادِيلُ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا)). [راجع: ٢٦١٥]

لوگوں نے اس جبے کو بہت ہی پسند کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔“

٣٢٤٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِثَوْبٍ مِنْ حَرِيرٍ، فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِينِهِ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا)). [أطرافه في: ٣٨٠٢، ٥٨٣٦، ٦٦٤٠]

(۳۲۴۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ریشم کا ایک کپڑا پیش کیا گیا اس کی خوبصورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہیں۔“

تشریح: نبی کریم ﷺ کا اشارہ یہ تھا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت ایک جنتی کے ناک منہ پونچھنے کے رومال سے زیادہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔

٣٢٥٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)).

(۳۲۵۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابوحازم نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ دینا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔“

٣٢٥١ـ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا)).

(۳۲۵۱) ہم سے روح بن عبدالمومن نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا اور پھر بھی اس کو طے نہ کر سکے گا۔“

تشریح: سورۂ واقعہ میں اللہ پاک نے جنت کے سائے کے بارے میں فرمایا: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ (۵۶/ الواقعہ: ۳۰) یعنی وہاں درختوں کا سایہ دور دراز تک پھیلا ہوا ہوگا۔ یا اللہ ہم سب اس کتاب کے قدردانوں کو جنت کا وہ سایہ عطا فرمائیو۔

احادیث وآیات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جنت ایک مجسم حقیقت کا نام ہے جو لوگ جنت کو محض خواب وخیال کی حد تک مانتے ہیں وہ خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایسے غلط خیال والوں کے لئے اگر جنت محض ایک خواب ناقابل تعبیر ہی بن کر رہ جائے تو عجب نہیں ہے۔ اللهم لا تجعلنا منهم آمين۔

٣٢٥٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ، وَاقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾)).

[الواقعة:٣٠] [طرفه في: ٤٨٨١]

(٣٢٥٢) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ہلال نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ اور لمبا سایہ۔''

٣٢٥٣۔ ((وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ)).

[راجع: ٢٧٩٣]

(٣٢٥٣) ''اور کسی شخص کے لیے ایک کمان کے برابر جنت میں جگہ اس پوری دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔''

٣٢٥٤۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِيْنَ عَلَى آثَارِهِمْ كَأَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، قُلُوْبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، يُرَى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ)).

[راجع: ٣٢٤٥]

(٣٢٥٤) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فلیح نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال نے، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ ''سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے جو گروہ اس کے بعد داخل ہو گا ان کے چہرے آسمان پر موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے، سب کے دل ایک جیسے ہوں گے نہ ان میں بغض و فساد ہو گا اور نہ حسد، ہر جنتی کی دو حور عین بیویاں ہوں گی، اتنی حسین کہ ان کی پنڈلی کی ہڈی اور گوشت کے اندر کا گودا بھی دیکھا جا سکے گا۔''

٣٢٥٥۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ: أَخْبَرَنِيْ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ: ((إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ)). [راجع: ١٣٨٢]

(٣٢٥٥) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے (صاحبزادے) ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جنت میں اسے ایک دودھ پلانے والی انا کے حوالہ کر دیا گیا ہے (جو ان کو دودھ پلاتی ہے)۔''

٣٢٥٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ:

(٣٢٥٦) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام

حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآوُوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَآوُوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ، لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ)). قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ: ((بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ)).

مالک بن انس نے بیان کیا، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جنتی لوگ اپنے سے بلند کمرے والوں کو اوپر اسی طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ستارے کو جو صبح کے وقت رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پورب یا پچھم میں دیکھتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔" لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ تو انبیا علیہم السلام کے محل ہوں گے جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہ پا سکے گا۔ آپ نے فرمایا: "نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیا کی تصدیق کی۔"

[طرفه في: ٦٥٥٦] [مسلم: ٧١٤٤]

تشریح: جو لوگ دنیا میں انبیائی طریق کار پر کاربند رہے اور اسلام قبول کر کے اعمال صالحہ میں زندگی گزاری، یہ محل ان ہی کے ہوں گے۔ (اللهم اجعلنا منهم آمين)

بَابُ صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

باب: جنت کے دروازوں کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ)). فِيْهِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے (اللہ کے راستے میں کسی چیز کا) ایک جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا" اس باب میں عبادہ بن صامت نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

٣٢٥٧ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ، فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ)).

[راجع: ١٨٩٦]

(٣٢٥٧) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابوحازم نے بیان کیا، ان سے سہل بن سعد ساعدی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ جس سے داخل ہونے والے صرف روزے دار ہوں گے۔"

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

باب: دوزخ کا بیان اور یہ کہ دوزخ بن چکی ہے

﴿غَسَّاقًا﴾ يَقُوْلُ: غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ، وَكَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسِيْقَ وَاحِدٌ. ﴿غِسْلِيْنٍ﴾ كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنٌ، فِعْلِيْنٌ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ

سورۂ نباء میں لفظ غَسَّاقًا آیا ہے اس کا معنی پیپ لہو، عرب لوگ کہتے ہیں غَسَقَتْ عَيْنُهُ اس کی آنکھ بہہ رہی ہے يَغْسِقُ الْجُرْحُ زخم بہہ رہا ہے۔ غساق اور غسیق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ غِسْلِين کا لفظ جو سورۂ حاقہ میں ہے اس کا معنی دھوون یعنی کسی چیز کے دھونے میں جیسے آدمی کا زخم

الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ. قَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿حَاصِبًا﴾ الرِّيحُ الْعَاصِفُ، وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ، وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ، مَا يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا، وَيُقَالُ: حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ، وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ. ﴿صَدِيدٌ﴾: قَيْحٌ وَدَمٌ. ﴿خَبَتْ﴾: طَفِئَتْ. ﴿تُورُونَ﴾: تَسْتَخْرِجُونَ، أَوْرَيْتُ: أَوْقَدْتُ. ﴿لِلْمُقْوِينَ﴾: لِلْمُسَافِرِينَ، وَالْقِيُّ الْقَفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿صِرَاطُ الْجَحِيمِ﴾ سَوَاءُ الْجَحِيمِ وَوَسَطُ الْجَحِيمِ ﴿لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ﴾ يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيمِ. ﴿زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾. صَوْتٌ شَدِيدٌ، وَصَوْتٌ ضَعِيفٌ. ﴿وِرْدًا﴾ عِطَاشًا ﴿غَيًّا﴾ خُسْرَانًا، قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُسْجَرُونَ﴾: تُوقَدُ بِهِمُ النَّارُ: ﴿وَنُحَاسٌ﴾ الصُّفْرُ، يُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ، يُقَالُ: ﴿ذُوقُوا﴾: بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا، وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ. ﴿مَارِجٌ﴾ خَالِصٌ مِنَ النَّارِ مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ. ﴿مَرِيجٍ﴾: مُلْتَبِسٌ، مَرِجَ أَمْرُ النَّاسِ اخْتَلَطَ، ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ إِذَا تَرَكْتَهَا.

ہو یا اونٹ کا جو نکلے فِعْلِین کے وزن پر غسل سے مشتق ہے۔ عکرمہ نے کہا حصب کا لفظ سورۂ انبیاء میں ہے معنی حَطَب یعنی ایندھن کے ہیں۔ یہ لفظ حبشی زبان کا ہے دوسروں نے کہا، حَاصِبًا کا معنی جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے تند ہوا، آندھی اور حاصب اس کو بھی کہتے ہیں جو ہوا اڑا کر لائے۔ اسی سے لفظ حَصَبُ جَهَنَّم نکلا ہے جو سورۂ انبیاء میں ہے۔ یعنی دوزخ میں جھونکے جائیں گے وہ اس کا ایندھن بنیں گے۔ عرب لوگ کہتے ہیں حَصَبَ فِی الْأَرْضِ یعنی وہ زمین میں چلا گیا حَصَبَ حَصْبَاء سے نکلا ہے یعنی پتھریلی کنکریاں۔ صَدِیْدٌ کا لفظ جو سورۂ ابراہیم میں ہے اس کا معنی پیپ اور لہو کے ہیں۔ خَبَتْ کا لفظ جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اس کا معنی بجھ جائے گی۔ تُوْرُوْنَ کا لفظ جو سورۂ واقعہ میں ہے اس کا معنی آگ سلگاتے ہو، کہتے ہیں اَوْرَیْتُ یعنی میں نے آگ سلگائی۔ مُقْوِیْن کا لفظ جو سورۂ واقعہ میں ہے یہ لفظ قِیّ سے نکلا ہے قی اجاڑ زمین کو کہتے ہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سَوَاءِ الْجَحِیْم کی تفسیر میں کہا جو سورۂ صافات میں ہے دوزخ کا بیچوں بیچ کا حصہ، لَشَوْبًا مِنْ حَمِیْم (جو اسی سورت میں ہے) اس کا معنی یہ ہے کہ دوزخیوں کے کھانے میں گرم کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔ الفاظ زَفِیْر اور شَهِیْق جو سورۂ ہود میں ہیں ان کے معنی آواز سے رونا اور آہستہ سے رونا، لفظ وِرْدًا جو سورۂ مریم میں ہے یعنی پیاسے، لفظ غَیًّا جو اسی سورت میں ہے۔ یعنی ٹوٹا نقصان، اور مجاہد نے کہا لفظ یُسْجَرُوْن جو سورۂ مومن میں ہے، یعنی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ لفظ نُحَاسٌ جو سورۂ رحمٰن میں ہے اس کا معنی تانبا جو پگھلا کر ان کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ لفظ ذُوْقُوا جو کئی سورتوں میں آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب کو دیکھو، منہ سے چکھنا مراد نہیں ہے۔ لفظ مَارِجٌ جو سورۂ رحمٰن میں ہے یعنی خالص آگ۔ عرب لوگ کہتے ہیں، مَرَجَ الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ یعنی بادشاہ اپنی رعیت کو چھوڑ بیٹھا، وہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں۔ لفظ مَرِیْج جو سورۂ ق میں ہے، یعنی ملا ہوا، مشتبہ۔ کہتے ہیں مَرِجَ أَمْرُ النَّاسِ اِخْتَلَطَ یعنی لوگوں کا معاملہ سب خلط ملط ہو گیا۔ لفظ مَرَجَ الْبَحْرَیْن جو سورۂ رحمٰن میں ہے مَرَجْتَ دَابَّتَكَ سے نکلا ہے، یعنی تو نے اپنا جانور

چھوڑ دیا ہے۔

٣٢٥٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُهَاجِرٍ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: ((أَبْرِدْ)). ثُمَّ قَالَ: ((أَبْرِدْ)). حَتَّى فَاءَ الْفَيْءُ، يَعْنِي لِلتُّلُولِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [راجع: ٥٣٥]

(٣٢٥٨) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مہاجر ابوالحسن نے بیان کیا کہ میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے (جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دینے اٹھے تو) آپ نے فرمایا: ''وقت ذرا ٹھنڈا ہو لینے دو۔'' پھر دوبارہ (جب وہ اذان کے لئے اٹھے تو پھر) آپ نے انہیں یہی حکم دیا کہ ''وقت اور ٹھنڈا ہو لینے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کے نیچے سے سایہ ڈھل گیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''نماز ٹھنڈے اوقات میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔''

٣٢٥٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)). [راجع: ٥٣٨]

(٣٢٥٩) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ذکوان نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔''

٣٢٦٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ)). [راجع: ٥٣٧]

(٣٢٦٠) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم نے اپنے رب کے حضور میں شکایت کی اور کہا کہ میرے رب! میرے ہی بعض حصے نے بعض کو کھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں اور ایک گرمی میں۔ تم انتہائی گرمی اور انتہائی سردی جو ان موسموں میں دیکھتے ہو، اس کا یہی سبب ہے۔''

تشریح: یہ اسباب باطنی ہیں۔ جن کو جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس طرح تسلیم کر لینا اور مزید کرید نہ کرنا ہی اہل ایمان کے لئے ضروری ہے جو لوگ امور باطن کو اپنی محدود عقل کے پیمانے سے ناپنا چاہتے ہیں، ان کو سوائے خسران اور خرابی ایمان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ منکرین حدیث نے اپنی کور باطنی کی بنا پر ایسی احادیث کو خصوصیت سے نشانہ تنقید بنایا ہے وہ اتنا نہیں سمجھ پاتے کہ ایسے استعارات خود قرآن کریم میں بھی بہت جگہ استعمال کئے گئے ہیں جیسے ارشاد ہے: ﴿اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (١٧/ بنی اسرائیل: ٤٤) یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے مگر تم ان کی کیفیت نہیں سمجھ سکتے۔ یا جیسے آیت: ﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ (٥٠/ ق: ٣٠) میں

نار دوزخ کا کلام کرنا مذکور ہے۔ منکرین حدیث جو محض قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ایسے قرآنی استعارات کے بارے میں کیا تنقید کریں گے۔ ثابت ہوا کہ عالم برزخ باطنی، عالم آخرت، عالم دوزخ، عالم جنت ان سب کے لئے جو جو کوائف جن جن لفظوں میں قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کو ان کے ظاہری معانی کی حد تک تسلیم کرکے آگے زبان بند کرنا ایمان والوں کی شان ہے یہی لوگ راسخین فی العلم اور یہی لوگ عنداللہ سمجھ دار ہیں۔ جعلنا الله منهم امين۔

٣٢٦١۔ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ، فَأَخَذَتْنِي الْحُمَّى، فَقَالَ: أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ)). أَوْ قَالَ: ((بِمَاءِ زَمْزَمَ)). شَكَّ هَمَّامٌ.

(٣٢٦١) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عبدالملک عقدی نے بیان کیا، ان سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا کہ میں مکہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا۔ وہاں مجھے بخار آنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس بخار کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی بھاپ کے اثر سے آتا ہے، اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔'' یا یہ فرمایا کہ ''زمزم کے پانی سے۔'' یہ شک ہمام راوی کو ہوا ہے۔

تشریح: صفراوی بخارات میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا مفید ہے۔ آج کل شدید بخار کی حالت میں ڈاکٹر برف کا استعمال کراتے ہیں۔ لہٰذا آب زمزم کے بارے میں جو کہا گیا ہے، وہ بالکل صدق اور صواب ہے۔ بخار کی حرارت بھی ایک حرارت ہے جسے دوزخ کی حرارت کا حصہ قرار دینا بعید از عقل نہیں ہے۔ فافهم۔

٣٢٦٢۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، أَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ)). [طرفه في: ٥٧٢٦] [مسلم: ٥٧٥٩، ٥٧٦٠؛ ترمذي: ٢٠٧٣؛ ابن ماجه: ٣٤٧٣]

(٣٢٦٢) مجھ سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبایہ بن رفاعہ نے بیان کیا، کہا مجھ کو رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا تھا: ''بخار جہنم کے جوش مارنے کے اثر سے ہوتا ہے اس لئے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔''

٣٢٦٣۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ)). [طرفه في: ٥٧٢٥]

(٣٢٦٣) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی بھاپ کے اثر سے ہوتا ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔''

٣٢٦٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ

(٣٢٦٤) ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عبیداللہ

عُبَيْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ)). [طرفه في: ٥٧٢٣] [مسلم: ٥٧٥١]

نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بخار جہنم کی بھاپ کے اثر سے ہوتا ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔“

٣٢٦٥ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ)) قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً. قَالَ: ((فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا، كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا)).

(۳۲۶۵) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔“ کسی نے پوچھا، یارسول اللہ! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بھی بہت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔“

٣٢٦٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ عَطَاءً، يُخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ [راجع: ٣٢٣٠]

(۳۲۶۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے عطاء سے سنا، انہوں نے صفوان بن یعلی سے خبر دی۔ انہوں نے اپنے والد کے واسطہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر اس طرح آیت پڑھتے سنا۔ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ ”(اور وہ دوزخی پکاریں گے، اے مالک!)

٣٢٦٧ـ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قِيْلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ. قَالَ: إِنَّكُمْ لَتُرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ، إِنِّي أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُوْنَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا لَا أَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ، وَلَا أَقُوْلُ لِرَجُلٍ أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيْرًا أَنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. قَالُوْا: وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَيْ فُلَانُ! مَا

(۳۲۶۷) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ اگر آپ فلاں صاحب (عثمان رضی اللہ عنہ) کے یہاں جا کر ان سے گفتگو کرو تو اچھا ہے (تا کہ وہ فساد دبانے کی تدبیر کریں) انہوں نے کہا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے تم کو سنا کر (تمہارے سامنے ہی) بات کرتا ہوں، میں تنہائی میں ان سے گفتگو کرتا ہوں اس طرح پر کہ فساد کا دروازہ نہیں کھولتا، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میں فساد کا دروازہ کھولوں اور میں رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سننے کے بعد یہ بھی نہیں کہتا کہ جو شخص میرے اوپر سردار ہو وہ سب لوگوں میں بہتر ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے نبی ﷺ سے جو حدیث سنی ہے وہ کیا ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا آنحضرت ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ ”قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم

شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ)).

[طرفه في: ٧٠٩٨] [مسلم: ٧٤٨٣، ٧٤٨٤]

رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

میں ڈالا دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آ کر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لئے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا جی ہاں، میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا، لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔'' اس حدیث کو غندر نے بھی شعبہ سے، انہوں نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾: يُرْمَوْنَ. ﴿دُحُوْرًا﴾: مَطْرُوْدِيْنَ. ﴿وَاصِبٌ﴾ دَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَدْحُوْرًا﴾: مَطْرُوْدًا يُقَالُ: ﴿مَرِيْدًا﴾: مُتَمَرِّدًا. بَتَّكَهُ: قَطَعَهُ. ﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾: اِسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾: الْفُرْسَانُ. وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ، وَتَاجِرٌ وَتَجْرٍ، ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ﴾: لَأَسْتَأْصِلَنَّ. ﴿قَرِيْنٌ﴾: شَيْطَانٌ.

باب: ابلیس اور اس کی فوج کا بیان

اور مجاہد نے کہا (سورۂ والصافات میں) لفظ يُقْذَفُوْنَ کا معنی پھینکے جاتے ہیں (اسی سورت میں) دُحُوْرًا کے معنی دھتکارے ہوئے کے ہیں۔ اسی سورت میں لفظ وَاصِبٌ کا معنی ہمیشہ کا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا (سورۂ اعراف میں) لفظ مَدْحُوْرًا کا معنی دھتکارا ہوا، مردود (اور سورۂ نساء میں) مَرِيْدًا کا معنی متمرد وشریر کے ہیں۔ اسی سورت میں فَلَيُبَتِّكُنَّ بتک سے نکلا ہے یعنی چیرا کاٹا۔ (سورۂ بنی اسرائیل میں) وَاسْتَفْزِزْ کا معنی ان کو ہلکا کر دے۔ اسی سورت میں خَيْل کا معنی سوار اور رَجِلُ یعنی پیادے۔ یعنی رجالہ اس کا مفرد راجل جیسے صحب کا مفرد صاحب اور تجر کا مفرد تاجر اسی سورت میں لفظ لَاحْتَنِكَنَّ کا معنی جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ سورۂ والصافات میں لفظ قَرِيْن کے معنی شیطان کے ہیں۔

تشریح: یہ باب لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان ملاحدہ کا رد کیا جو شیطان کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا نفس ہی شیطان ہے باقی ابلیس کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے۔ قسطلانی نے کہا ابلیس ایک شخص ہے روحانی جو آگ سے پیدا ہوا ہے اور وہ جنوں اور شیطانوں کا باپ ہے۔ جیسے آدم آدمیوں کے باپ تھے۔ بعض نے کہا وہ فرشتوں میں سے تھا اللہ کی نافرمانی سے مردود ہو گیا اور جنوں کی فہرست میں داخل کیا گیا۔

٣٢٦٨- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا عِيْسَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُحِرَ النَّبِيُّ ﷺ. قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ: كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ أَنَّهُ سَمِعَهُ وَوَعَاهُ عَنْ أَبِيْهِ

(۳۲۶۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پر (جب آپ ﷺ حدیبیہ سے لوٹے تھے) جادو ہوا تھا۔ اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھے ہشام

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُحِرَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهُ، حَتَّى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا، ثُمَّ قَالَ: ((أَشَعَرْتِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيمَا فِيهِ شِفَائِي أَتَانِي رَجُلَانِ، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ. قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ. قَالَ: فِيمَاذَا؟ قَالَ: فِي مُشُطٍ وَمُشَاقَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ)). فَخَرَجَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ: لِعَائِشَةَ حِينَ رَجَعَ: ((نَخْلُهَا كَأَنَّهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ)). فَقُلْتُ: اسْتَخْرَجْتَهُ؟ فَقَالَ: ((لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ اللَّهُ، وَخَشِيتُ أَنْ يُثِيرَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا، ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ)).

[راجع: ٣١٧٥]

نے لکھا تھا، انہوں نے اپنے والد سے سنا تھا اور یاد رکھا تھا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ آپ کے ذہن میں یہ بات ہوتی تھی کہ فلاں کام میں کر رہا ہوں حالانکہ آپ اسے نہ کر رہے ہوتے۔ آخر ایک دن آپ نے دعا کی پھر دعا کی کہ اللہ پاک اس جادو کا اثر دفع کرے۔ اس کے بعد آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ "تمہیں معلوم بھی ہوا اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ تدبیر بتا دی ہے جس میں میری شفا مقدر ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک تو میرے سر کی طرف بیٹھ گے اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا، انہیں بیماری کیا ہے؟ دوسرے آدمی نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا، جادو ان پر کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے، پوچھا کہ وہ جادو (ٹونا) رکھا کس چیز میں ہے؟ کہا کہ کنگھے میں، کتان میں اور کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں۔ پوچھا، اور یہ چیزیں ہیں کہاں؟ کہا کہ بئر ذروان میں۔" پھر نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور واپس آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "وہاں کے کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی۔" میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، وہ ٹونا آپ نے نکلوایا بھی؟ آپ نے فرمایا: "نہیں مجھے تو اللہ نے خود شفا دی اور میں نے اسے اس خیال سے نہیں نکلوایا کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی جھگڑا کھڑا کر دوں۔ اس کے بعد وہ کنواں بند کر دیا گیا۔"

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ اس جادو کے اثر سے آپ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عورتوں سے صحبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ نہیں، غرض اس سحر کا اثر آپ کے بعض خیالات پر ہوا۔ باقی وحی اور تبلیغ رسالت میں اس کا کوئی اثر نہ ہو سکا۔ اتنا سا جو اثر ہوا اس میں بھی اللہ پاک کی کچھ مصلحت تھی۔

مدینہ میں بنی زریق کے باغ میں ایک کنواں تھا اس کا نام بئر ذروان تھا۔ اگر آپ اس جادو کو نکلوا لیتے تو سب میں یہ خبر اڑ جاتی تو مسلمان لوگ اس یہودی مردود کو مار ڈالتے، معلوم نہیں کیا کیا فسادات کھڑے ہو جاتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو نکلوا کر دیکھا لیکن اس کے کھلوانے کا منتر نہیں کرایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس یہودی نے نبی کریم ﷺ کی مورت موم سے بنا کر اس میں سوئیاں گاڑ دی تھیں اور تانت میں گیارہ گرہیں دی تھیں۔ اللہ نے معوذتین کی سورتیں اتاریں، آپ ان کی ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تو ایک ایک گرہ کھلتی جاتی۔ اسی طرح جب اس مورت میں سے سوئی نکالتے تو اس کو تکلیف ہوتی، اس کے بعد آرام ہو جاتا۔ (وحیدی)

ہر دو روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اس وقت آپ نے اسے نہیں نکلوایا، بعد میں کسی دوسرے وقت اسے نکلوایا اور اس کی اس تفصیل کو ملاحظہ فرمایا۔

٣٢٦٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي أَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى

(٣٢٦٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید) نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن بلال

ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ. فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ)).

[راجع: ١١٤٢]

نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی تم میں سے سویا ہوا ہوتا ہے۔ تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے خوب اچھی طرح سے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے۔ پڑا سوتا رہ۔ لیکن اگر وہ شخص جاگ کر اللہ کا ذکر شروع کرتا ہے ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب نماز فجر پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو خوش مزاج خوش دل رہتا ہے ورنہ بدمزاج سست رہ کر وہ دن گزارتا ہے۔“

٣٢٧٠- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ: ((ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ)). [راجع: ١١٤٤]

(۳۲۷۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حاضر خدمت تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا، جو رات بھر دن چڑھے تک پڑا سوتا رہا ہو، آپ نے فرمایا کہ ”یہ ایسا شخص ہے جس کے کان یا دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔“

تشریح: یہ حدیث کیا ہے گویا تمام صحت اور فرحت کے نسخوں کا خلاصہ ہے، تجربہ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوا ہے، جو لوگ تہجد کے وقت سے یا صبح سویرے سے اٹھ کر طہارت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں ان کا سارا دن چین اور آرام اور خوشی سے گزرتا ہے اور جو لوگ صبح کو دن چڑھے تک سوتے پڑے رہتے ہیں وہ اکثر بیمار اور سست مزاج کاہل رہتے ہیں۔ تمام حکیموں اور ڈاکٹروں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ صبح سویرے بیدار ہونا اور صبح کی ہوا خوری کرنا صحت انسانی کے لئے بے حد مفید ہے۔

میں (حضرت مولانا وحید الزماں) کہتا ہوں جو لوگ صبح سویرے اٹھ کر طہارت سے فارغ ہو کر نماز اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ رزق کی وسعت دیتا ہے اور ان کے گھروں میں بے حد برکت اور خوشی رہتی ہے اور جو لوگ صبح کی نماز نہیں پڑھتے ہو دن چڑھے تک سوتے رہتے ہیں وہ اکثر افلاس اور بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے گھروں میں نحوست پھیل جاتی ہے۔ اگرچہ سب نمازیں فرض ہیں مگر فجر کا اور زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ دنیا کی صحت اور خوشی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ (وحیدی)

٣٢٧١- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَا إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى

(۳۲۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے منصور نے ان سے سالم بن ابی الجعد نے، ان سے کریب نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے: اللہ کے نام سے

أَهْلَهُ وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اَللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. فَرُزِقَا وَلَدًا، لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ)). [راجع: ١٤١]

شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو کچھ ہمیں تو دے (اولاد) اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔ پھر اگر ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

تشریح: یہ اپنی عورت سے جماع کرتے وقت پڑھنے کی دعائے مسنونہ ہے۔ جس کے بہت سے فوائد ہیں جو تجربہ سے معلوم ہوں گے۔

٣٢٧٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ)). [راجع:٥٨٣]

(٣٢٧٢) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب سورج کا اوپر کا کنارہ نکل آئے تو نماز نہ پڑھو جب تک وہ پوری طرح ظاہر نہ ہو جائے اور جب غروب ہونے لگے تب بھی اس وقت تک کے لئے نماز چھوڑ دو جب تک بالکل غروب نہ ہو جائے۔"

٣٢٧٣۔ ((وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ أَوِ الشَّيْطَانِ)). لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذَلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

(٣٢٧٣) "اور نماز سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ پڑھو، کیونکہ سورج شیطان کے سر کے یا شیطانوں کے سر کے دونوں کونوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔" عبدہ نے کہا میں نے نہیں جانتا ہشام نے شیطان کا سر کہا یا شیطانوں کا۔

تشریح: ہوتا یہ ہے کہ شیطان طلوع اور غروب کے وقت اپنا سر سورج پر رکھ دیتا ہے کہ سورج کے پوجنے والوں کا سجدہ شیطان کے لیے ہو۔

٣٢٧٤۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)). [راجع:٥٠٩]

(٣٢٧٤) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے نماز پڑھنے میں کسی شخص کے سامنے سے کوئی گزرے تو اسے گزرنے سے روکے، اگر وہ نہ رکے تو پھر روکے اور اگر اب بھی نہ رکے تو اس سے لڑے وہ شیطان ہے۔"

٣٢٧٥۔ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: وَكَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِيْ آتٍ، فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى

(٣٢٧٥) اور عثمان بن ہیثم نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صدقہ فطر کے غلہ کی حفاظت پر مجھے مقرر کیا، ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ. فَقَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ، ذَاكَ شَيْطَانٌ)).

[راجع: ٢٣١١]

پیش کروں گا۔ پھر انہوں نے آخر تک حدیث بیان کی۔ اس (چور) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹنے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر ہو جائے گا اور شیطان تمہارے قریب صبح تک نہ آ سکے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "بات تو اس نے سچی کہی ہے اگرچہ وہ خود جھوٹا ہے۔ وہ شیطان تھا۔"

٣٢٧٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُوْلُ: مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، وَلْيَنْتَهِ)). [مسلم: ٣٤٣، ٣٤٦؛ ابوداود: ٤٧٢١]

(٣٢٧٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی، فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ ڈالے تو اسے اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے، شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔"

تشریح: شیطان یہ وسوسہ اس طرح ڈالتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں علل اور معلولات اور اسباب اور مسببات ہیں یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پیدا ہوتی ہے وہ چیز دوسری سے مثلاً بیٹا باپ سے، باپ دادا سے، دادا پردادا سے، اخیر میں انتہا اللہ تک ہوتی ہے۔ تو شیطان یہ کہتا ہے پھر اللہ کی بھی کوئی علت ہوگی، اس مردود کا جواب اعوذ باللہ پڑھنا ہے۔ اگر خواہ مخواہ عقلی جواب ہی مانگے تو جواب یہ ہے کہ ازل میں برابر علل اور معلولات کا سلسلہ چلا جائے اور کسی علت پر ختم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ ما بالعرض بغیر ما بالذات کے موجود ہو اور یہ محال ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس سلسلہ کی انتہا ایک ایسی ذات مقدس پر ہے جو علت محضہ ہے اور وہ کسی کی معلول نہیں اور وہ موجود بالذات ہے اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں۔ وہی ذات مقدس اللہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے عقلی ڈھکوسلوں میں نہ پڑے اور اعوذ باللہ پڑھ کر اپنے مالک حقیقی سے مدد چاہے۔ وہ شیطان کا وسوسہ دور کر دے گا جیسے اس نے خود فرمایا ہے: ﴿إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (١٥/الحجر:٤٢) یعنی اے شیطان! میرے خاص بندوں پر تیری کوئی دلیل نہیں چل سکے گی۔ صدق اللہ تبارك وتعالیٰ۔

٣٢٧٧۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ أَنَسٍ، مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ

(٣٢٧٧) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے تیمیین کے مولیٰ ابن ابی انس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں کس

جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ)). [راجع: ١٨٩٨]

دیا جاتا ہے۔“

٣٢٧٨۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لِابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ مُوسَى قَالَ لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَنَا، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ بِهِ)). [راجع: ٧٤]

(۳۲۷۸) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، کہا کہ مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا (نوف بکالی کہتا ہے کہ خضر کے پاس جو موسیٰ گئے تھے وہ دوسرے موسیٰ تھے) تو انہوں نے کہا کہ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ”موسیٰ نے اپنے رفیق سفر (یوشع بن نون) سے فرمایا کہ کھانا لا، اس پر انہوں نے بتایا کہ آپ کو معلوم بھی ہے جب ہم نے چٹان پر پڑاؤ ڈالا تھا تو میں مچھلی وہیں بھول گیا (اور اپنے ساتھ نہ لا سکا) اور مجھے اسے یاد رکھنے سے صرف شیطان نے غافل رکھا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت تک کوئی تھکن معلوم نہیں کی جب تک اس حد سے نہ گزر گئے، جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔“

٣٢٧٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ: ((هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)). [راجع: ٣١٠٤]

(۳۲۷۹) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے کہ ”ہاں! فتنہ اسی طرف سے نکلے گا جہاں سے شیطان کے سر کا کونا نکلتا ہے۔“

٣٢٨٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ۔ أَوْ قَالَ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ۔ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوهُمْ وَأَغْلِقْ بَابَكَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَأَوْكِ سِقَاءَكَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَخَمِّرْ

(۳۲۸۰) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، اور انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”رات کا اندھیرا شروع ہونے پر یا رات شروع ہونے پر اپنے بچوں کو اپنے پاس (گھر میں) روک لو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلنا شروع کرتے ہیں۔ پھر جب عشاء کے وقت میں سے ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو (چلیں پھریں) پھر اللہ کا نام لے کر اپنا دروازہ بند کرو، اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھا دو، پانی کے برتن اللہ کے نام لے کر ڈھک دو، اور دوسرے برتن بھی اللہ کا نام لے

إِنَاءَ كَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا)). [أطرافه في: ٣٣٠٤، ٣٣١٦، ٥٦٢٣، ٥٦٢٤، ٦٢٩٥، ٦٢٩٦] [مسلم: ٥٢٥٠؛ ابو داود: ٣٧٢١]

کر ڈھک دو، (اور اگر ڈھکن نہ ہو) تو درمیان میں ہی کوئی چیز رکھ دو۔"

تشریح: زمین پر پھیلنے والے شیطانوں سے مراد یہاں شریر جن ہیں۔ بعض نے کہا سانپ مراد ہیں۔ اکثر سانپ اس وقت اپنے بلوں سے ہوا کھانے کے لئے نکلتے ہیں۔ ظاہر حدیث کی بنا پر شیاطین نکلتے ہیں، زمین پر پھیلتے اور بنی آدم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امنا وصدقنا والله اعلم بحقيقة الحال۔

٣٢٨١ـ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ، فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي. وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ)). فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا سُوْءًا أَوْ قَالَ: شَيْئًا)). [راجع: ٢٠٣٥]

(۳۲۸۱) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں زین العابدین علی بن حسین نے اور ان سے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کے وقت آپ سے ملاقات کے لیے (مسجد میں) آئی، میں آپ سے باتیں کرتی رہی، پھر جب واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے چھوڑ آنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مکان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مکان ہی میں تھا۔ اس وقت دو انصاری صحابہ (اسید بن حضیر، عبادہ بن بشر) گزرے۔ جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: "ذرا ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔" ان دونوں صحابہ نے عرض کیا، سبحان اللہ یا رسول اللہ! (کیا ہم بھی آپ کے بارے میں کوئی شبہ کر سکتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اس لئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔" یا آپ نے (لفظ سوء کی جگہ) لفظ شیئا فرمایا۔ معنی ایک ہی ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ انسان کو کسی کے لئے ذرا بھی شبہ پیدا کرنے کا موقع نہ دینا چاہیے، نبی کریم ﷺ نے یہی سوچ کر ان کے سامنے اصل معاملہ رکھ دیا، اور ان کو غلط وسوسہ سے بچا لیا۔

٣٢٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ، فَأَحَدُهُمَا

(۳۲۸۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابوحمزہ نے، ان سے اعمش نے، ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور (قریب ہی) دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے کہ ایک شخص کا منہ سرخ ہو گیا

احْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ. ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ)). فَقَالُوا لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((تَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ)) فَقَالَ: وَهَلْ بِي جُنُونٌ؟ [طرفاه في: ٦٠٤٨، ٦١١٥] [مسلم: ٦٦٤٦، ٦٦٤٨؛ ابوداود: ٤٧٨١]

اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اگر یہ شخص پڑھ لے: ''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان سے۔ تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔'' لوگوں نے اس پر اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ ''تمہیں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔'' اس نے کہا، کیا میں کوئی دیوانہ ہوں۔

تشریح: وہ سمجھا کہ شیطان سے پناہ جب ہی مانگتے ہیں جب آدمی دیوانہ ہو جائے حالانکہ غصہ پن بھی دیوانہ پن یا جنون ہی ہے۔ قسطلانی نے کہا شاید یہ شخص منافق یا بالکل گناہگار قسم کا ہوگا۔

٣٢٨٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي. فَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ، وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ)). قَالَ: وَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ. [راجع: ١٤١]

(۳۲۸۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی الجعد نے، ان سے کریب نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر تمہارا کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا پڑھ لے: ''اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور جو میری اولاد پیدا ہو، اسے بھی شیطان سے دور رکھ۔'' پھر اس صحبت سے اگر کوئی بچہ پیدا ہو تو شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور نہ اس پر تسلط قائم کر سکے گا۔'' شعبہ نے بیان کیا اور ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے سالم نے، ان سے کریب نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسی ہی روایت کی۔

٣٢٨٤۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي، فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ)). فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. [راجع: ٤٦١]

(۳۲۸۴) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے شبابہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ نماز پڑھی اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ ''شیطان میرے سامنے آ گیا تھا اور نماز تڑوانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غالب کر دیا۔'' پھر حدیث کو تفصیل کے ساتھ آخر تک بیان کیا۔

٣٢٨٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ

(۳۲۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لئے

النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ، حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَقَلْبِهِ، فَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا. حَتَّى لَا يَدْرِيَ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ)). [راجع: ٦٠٨]

اذان دی جاتی ہے تو شیطان اپنی پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں وساوس ڈالنے لگتا ہے کہ فلاں بات یاد کر اور فلاں بات یاد کر، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ تین رکعت نماز پڑھی تھی یا چار رکعت، جب یہ یاد نہ رہے تو سہو کے دو سجدے کرے۔“

تشریح: جیسا شیطان ہے ویسا ہی اس کا گوز مارنا بھی ہے۔ اذان سے نفرت کر کے وہ بھاگتا ہے اور اس زور سے بھاگتا ہے کہ اس کا گوز نکلنے لگتا ہے۔ "امنا و صدقنا ما قال النبی ﷺ" بہت سے انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان جیسی پیاری آواز سے نفرت کرتے ہیں، اس کے روکنے کے جتن کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بظاہر انسان درحقیقت ذریات شیطان ہیں۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (٩/ التوبة: ٣٠)

٣٢٨٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبِهِ بِإِصْبَعِهِ حِينَ يُولَدُ، غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ، ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ)). [طرفاه في: ٣٤٣١، ٤٥٤٨]

(۳۲۸۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے انہیں اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شیطان ہر انسان کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی سے اس کے پہلو میں کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے جب انہیں وہ کچوکے لگانے گیا تو پردے پر لگا آیا تھا“ (جس کے اندر بچہ رہتا ہے۔ اس کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی حرکت سے محفوظ رکھا)۔

٣٢٨٧- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الشَّأْمَ: قَالُوا: أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ: أَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ؟ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ: الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ يَعْنِي عَمَّارًا. [أطرافه في: ٣٧٤٢، ٣٧٤٣، ٣٧٦١، ٤٩٤٣، ٤٩٤٤، ٦٢٧٨]

(۳۲۸۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے مغیرہ نے، ان سے ابراہیم نے اور ان سے علقمہ نے بیان کیا کہ میں شام پہنچا تو لوگوں نے کہا، ابودرداء آئے انہوں نے کہا، کیا تم لوگوں میں وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان پر (یعنی آپ کے زمانے سے) شیطان سے بچا رکھا ہے۔

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور ان سے مغیرہ نے یہی حدیث، اس میں یہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کیا تھا، آپ کی مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے تھی۔

تشریح: مطلب یہ کہ عمار رضی اللہ عنہ شیطانی اغوا میں نہیں آئیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ عمار خلیفہ برحق یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور باغیوں میں شریک نہ ہوئے، اس حدیث سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت نکلی، وہ خاص نبی کریم ﷺ کے جانثار تھے۔

٣٢٨٨ـ قَالَ: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي خَالِدُ ابْنُ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ، أَخْبَرَهُ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَلَائِكَةُ تَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْأَمْرِ يَكُوْنُ فِي الْأَرْضِ، فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِيْنُ الْكَلِمَةَ، فَتَقُرُّهَا فِي آذَانِ الْكُهَّانِ، كَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَةُ، فَيَزِيْدُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ)). [راجع: ٣٢١٠]

(۳۲۸۸) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لیث بن سعد نے کہا کہ مجھ سے خالد بن یزید نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی بلال نے، ان سے ابوالاسود نے، انہیں عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے ابر میں آپس میں کسی امر میں جو زمین میں ہونے والا ہوتا ہے باتیں کرتے ہیں۔ عنان سے مراد بادل ہے۔ تو شیاطین اس میں سے کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور وہی کاہنوں کے کان میں اس طرح لا کر ڈالتے ہیں جیسے شیشے کا منہ ملا کر اس میں کچھ چھوڑتے ہیں اور وہ کاہن اس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے ملاتے ہیں۔''

تشریح: شیشے میں کچھ ڈالنا منظور ہوتا ہے تو اس کا منہ اس طرف سے لگاتے ہیں جس میں عرق پانی وغیرہ کوئی چیز ہوتی ہے تا کہ باہر نہ گرے۔ اس طرح شیطان کاہنوں کے کان سے منہ لگا کر یہ بات ان کے کان میں چپکے سے پھونک دیتے ہیں۔

٣٢٨٩ـ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُمَا مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ: هَا. ضَحِكَ الشَّيْطَانُ)). [طرفاه في: ٦٢٢٣، ٦٢٢٦]

(۳۲۸۹) ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ پس جب کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔ کیونکہ جب کوئی (جمائی لیتے ہوئے) ''ہاہا'' کرتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے۔''

[ابوداود: ٥٠٢٨؛ ترمذي: ٢٧٤٧]

تشریح: معلوم ہوا کہ جمائی لیتے وقت حتی الامکان اپنے منہ کو بند کر کے آواز نہ نکلنے دے کیونکہ یہ سستی کی علامت ہے۔

٣٢٩٠ـ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، قَالَ هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ إِبْلِيْسُ أَيْ عِبَادَ اللَّهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ، فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ: أَيْ عِبَادَ اللَّهِ أَبِي أَبِي. فَوَاللَّهِ! مَا احْتَجَزُوْا حَتَّى قَتَلُوْهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: غَفَرَ اللَّهُ لَكُمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَمَا زَالَتْ فِي

(۳۲۹۰) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، کہا کہ ہشام نے ہمیں اپنے والد عروہ سے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہا کہ احد کی لڑائی میں جب مشرکین کو شکست ہو گئی تو ابلیس نے چلا کر کہا کہ اے اللہ کے بندو! (یعنی مسلمانو) اپنے پیچھے والوں سے بچو، چنانچہ آگے کے مسلمان پیچھے کی طرف پل پڑے اور پیچھے والوں کو (جو مسلمان ہی تھے) انہوں نے مارنا شروع کر دیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے والد یمان رضی اللہ عنہ بھی پیچھے تھے۔ انہوں نے بہت کہا کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں، یہ میرے والد ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ لوگوں نے جب تک انہیں قتل نہ کر لیا نہ چھوڑا۔ بعد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ

حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ. [أطرافه في: ٣٨٢٤، ٤٠٦٥، ٦٦٦٨، ٦٨٨٣، ٦٨٩٠]

نے صرف اتنا کہا کہ خیر اللہ تمہیں معاف کرے۔ (کہ تم نے غلط فہمی سے ایک مسلمان کو مار ڈالا) عروہ نے بیان کیا کہ پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے برابر مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ تا آنکہ اللہ سے جا ملے۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ کی دیت آپ دلانے گئے۔ لیکن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ بھی مسلمانوں کو معاف کردی، سبحان اللہ! صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک نیکی ہماری عمر بھر کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٣٢٩١- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ. فَقَالَ: ((هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ)). [راجع: ٧٥١]

(۳۲۹۱) ہم سے حسن بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالاحوص نے، ان سے اشعث نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے مسروق نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ شیطان کی ایک اچک ہے جو وہ تم میں سے ایک کی نماز میں سے کچھ اچک لیتا ہے۔“

٣٢٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(۳۲۹۲) (دوسری سند) ہم سے ابوالمغیرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے (مثل روایت سابقہ کی حدیث بیان کی)۔

ح: وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللَّهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ)). [أطرافه في: ٥٧٤٧، ٦٩٨٤، ٦٩٨٦، ٦٩٩٥، ٦٩٩٦، ٧٠٠٥، ٧٠٤٤]

مجھ سے سلیمان بن عبدالرحمن نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ اس لئے اگر کوئی برا اور ڈراونا خواب دیکھے تو بائیں طرف تھوتھو کرکے شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ اس عمل سے شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“

٣٢٩٣- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا

(۳۲۹۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے

مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. مِائَةَ مَرَّةٍ، كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ، إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ)). [أطرافه في: ٦٤٠٣، ٦٤٠٥] [مسلم: ٦٨٤٢؛ ابن ماجه: ٣٧٩٨]

خبردی، انہیں ابوبکر کے غلام سمی نے، انہیں ابوصالح نے اور انہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص دن بھر میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھے گا (ترجمہ) ''نہیں ہے کوئی معبود، سوا اللہ تعالیٰ کے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے، اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' تو اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ سو نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں اس سے مٹا دی جائیں گی۔ اس روز دن بھر یہ دعا شیطان سے اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔ تا آنکہ شام ہو جائے اور کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہ آئے گا، مگر جو اس سے بھی زیادہ یہ کلمہ پڑھ لے۔''

تشریح: یعنی دو سو یا تین سو بار اس کو اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کلمہ ہر روز سو بار پے در پے پڑھے یا تھوڑا تھوڑا کر کے، ہر حال میں وہی ثواب ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ صبح سویرے اور رات ہوتے ہی سو سو بار پڑھے، تاکہ دن اور رات دونوں میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔

٣٢٩٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلَى رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ، وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ، عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ، قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ، وَرَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ يَضْحَكُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ)). قَالَ عُمَرُ: فَأَنْتَ يَا

(۳۲۹۴) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبدالحمید بن عبدالرحمن بن زید نے خبر دی، انہیں محمد بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی اور ان سے ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت چند قریشی عورتیں (خود آپ کی بیویاں) آپ کے پاس بیٹھی آپ سے گفتگو کر رہی تھیں اور آپ سے (خرچ میں) بڑھانے کا سوال کر رہی تھیں۔ خوب آواز بلند کر کے۔ لیکن جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی، وہ خواتین جلدی سے پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی، رسول اللہ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنساتا رکھے، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ ''مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا ابھی ابھی میرے پاس تھیں، لیکن جب تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے جلدی سے بھاگ گئیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،

رَسُوْلَ اللَّهِ! كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ يَهَبْنَ. ثُمَّ قَالَ: أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ، أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قُلْنَ: نَعَمْ، أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)). [طرفاه في: ٣٦٨٣، ٦٠٨٥]

لیکن آپ یارسول اللہ! زیادہ اس کے مستحق تھے کہ آپ سے یہ ڈرتیں، پھر انہوں نے کہا، اے اپنی جانوں کی دشمنو! مجھ سے تو تم ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ ازواج مطہرات بولیں کہ واقعہ یہی ہے کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے برخلاف مزاج میں بہت سخت ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر شیطان بھی کہیں راستے میں تم سے مل جائے، تو جھٹ وہ یہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔“

[مسلم: ٦٢٠٣]

تشریح: دوسری روایت میں ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ رافضیوں نے اس حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے جو سراسر جہالت اور نفسانیت پر مبنی ہے نبی کریم ﷺ بادشاہ وقت رحمۃ للعالمین تھے اور بادشاہوں کا رحم و کرم اس درجہ ہوتا ہے کہ بدمعاشوں کو بھی بادشاہ سے فضل و کرم کی توقع ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوتوال کی طرح تھے۔ کوتوال کا اصلی فرض یہی ہوتا ہے کہ بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کو پکڑے اور بدمعاش جتنا کوتوال سے ڈرتے ہیں، اتنا بادشاہ سے نہیں ڈرتے۔

٣٢٩٥ـ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلَى خَيْشُوْمِهِ)).

[مسلم: ٥٦٣؛ نسائي: ٩٠]

(٣٢٩٥) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے، اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص سو کر اٹھے اور پھر وضو کرے تو تین مرتبہ ناک جھاڑے۔ کیونکہ شیطان رات بھر اس کی ناک کے نتھنے پر بیٹھا رہتا ہے۔“ (جس سے آدمی پر سستی غالب آ جاتی ہے۔ پس ناک جھاڑنے سے وہ سستی دور ہو جائے گی)۔

تشریح: ان جملہ احادیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے شیاطین کا وجود ثابت فرمایا ہے اور وہ جن جن صورتوں سے بنی آدم کو گمراہ کرتے ہیں، ان میں اکثر صورتیں ان احادیث میں مذکور ہو گئی ہیں۔ شیطان کے وجود کا انکار کرنے والے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں ہیں۔ باب اور احادیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

باب: جنات ان کے ثواب اور عذاب کا بیان

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ﴾ الْآيَةَ ﴿بَخْسًا﴾ نَقْصًا. وَقَالَ: مُجَاهِدٌ: ﴿وَجَعَلُوْا

کیونکہ اللہ نے (سورۂ انعام میں) فرمایا: ”اے جنو اور آدمیو! کیا تمہارے پاس تمہارے ہی میں سے رسول نہیں آئے؟ جو میری آیتیں تم کو سناتے رہے“ آخر تک۔ (قرآن مجید میں سورۂ جن میں) بَخْسًا بمعنی نقصان

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ: الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ، وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ. وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ [الصافات: ١٥٨] عِنْدَ الْحِسَابِ.

کے ہے۔ مجاہد نے کہا سورۂ الصافات میں جو یہ ہے کہ'' کافروں نے پروردگار اور جنات میں ناتا ٹھہرایا ہے'' قریش کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں سردار جنوں کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''جن جانتے ہیں کہ ان کافروں کو حساب کتاب دینے کے لیے حاضر ہونا پڑے گا'' (سورۂ یٰسین میں جو یہ ہے) ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُوْنَ﴾ یعنی حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

تشریح: نیچریوں اور دہریوں نے جہاں فرشتوں اور شیطان کا انکار کیا ہے، وہاں جنوں کا بھی انکار کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا جنوں کا وجود قرآن مجید اور حدیث اور اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہے اور فلاسفہ اور نیچریوں کا انکار قابل اعتبار نہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا، اللہ پاک نے آدم سے دو ہزار برس پہلے جنوں کو پیدا فرمایا تھا۔ (وحیدی)

٣٢٩٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ: ((إِنِّيْ أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ، فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ٦٠٩]

(٣٢٩٦) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ انصاری نے اور انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں دیکھتا ہوں کہ تم کو جنگل میں رہ کر بکریاں چرانا بہت پسند ہے۔ اس لیے جب بھی اپنی بکریوں کے ساتھ تم کسی بیابان میں موجود ہو اور (وقت ہونے پر) نماز کے لیے اذان دو تو اذان دیتے ہوئے اپنی آواز خوب بلند کرو، کیونکہ مؤذن کی آواز (اذان) کو جہاں تک بھی کوئی انسان، جن یا کوئی چیز بھی سنے گی تو قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔'' حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

تشریح: حدیث ہذا میں مؤذن کی اذان کی آواز کو جنوں کے بھی سننے کا ذکر ہے۔ اس سے جنوں کا وجود ثابت ہوا اور یہ بھی کہ جن قیامت کے دن بعض انسانوں کے اعمال خیر مثل اذان پر اللہ کے ہاں اس بندے کے حق میں خیر کی گواہی دیں گے۔ جنوں کا ذکر آنے سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ جن میں فرمان:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الاحقاف: ٢٩-٣٢] ﴿مَصْرِفًا﴾: مَعْدِلًا ﴿صَرَفْنَا﴾. وَجَّهْنَا.

''اور جب ہم نے آپ کی طرف جنوں کے ایک گروہ کو بھیج دیا۔'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فِیْ ضَلَالٍ مُبِیْنٍ﴾ تک۔

سورۂ کہف میں لفظ مَصْرِفًا بمعنی لوٹنے کی جگہ کے ہے۔ سورۂ جن میں لفظ صرفنا کا معنی متوجہ کیا، بھیج دیا۔

تشریح: اس باب کے ذیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف آیت قرآنی کے نقل پر اکتفا کیا، جس میں اشارہ ہے کہ جنوں کا وجود نص قرآنی سے ثابت

ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بہت سے جن نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن شریف سن کر مسلمان ہو گئے۔ جن کے حالات بتلانے کے لئے سورۂ جن نازل ہوئی، یہی باب کی آیات سے مطابقت ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ [البقرة:١٦٤] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الثُّعْبَانُ: الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ: الْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ: الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ. ﴿آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ [هود: ٥٦] فِي مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ يُقَالُ: ﴿صَافَّاتٍ﴾ [الملك: ١٩] بُسُطٌ أَجْنِحَتَهُنَّ. ﴿يَقْبِضْنَ﴾ [الملك: ١٩] يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ.

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں ارشاد:

''اور ہم نے زمین پر ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے''

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (قرآن مجید میں) لفظ ثُعْبَان نر سانپ کیلئے آیا ہے بعض نے کہا، سانپوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ جَانّ جو سفید باریک ہو، اَفْعٰی، زہر دار سانپ اور اَسْوَد کالا ناگ (وغیرہ) سورۂ ہود میں اَخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا سے مراد یہ ہے کہ ہر جانور کی پیشانی تھامے ہوئے ہے۔ یعنی ہر جانور اسکی ملک اور اسکی حکومت میں ہے۔ لفظ صافات جو سورۂ ملک میں ہے، اسکے معنی اپنے پر پھیلائے ہوئے اور اسی سورت میں لفظ یقبضن بمعنی اپنے بازوؤں کو سمیٹے ہوئے کے ہیں۔

٣٢٩٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: ((اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ، اقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ، وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ)). [أطرافه في: ٣٣١٠، ٣٣١٢، ٤٠١٦]

(٣٢٩٧) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سالم نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ ''سانپوں کو مار ڈالا کرو (خصوصاً) ان کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں اور دم بریدہ سانپ کو بھی، کیونکہ دونوں آنکھ کی روشنی تک ختم کر دیتے ہیں اور حمل تک گرا دیتے ہیں۔''

٣٢٩٨۔ قَالَ، عَبْدُ اللَّهِ: فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ، حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا فَنَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ: لَا تَقْتُلْهَا. فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ. قَالَ: إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذَلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ. [طرفاه في: ٣٣١١، ٣٣١٣]

(٣٢٩٨) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مرتبہ میں ایک سانپ کو مارنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھ سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اسے نہ مارو، میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو سانپوں کے مارنے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بعد میں پھر آنحضرت نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو جو جن ہوتے ہیں دفعتاً مار ڈالنے سے منع فرمایا۔

٣٢٩٩۔ وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ: فَرَآنِي أَبُو لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. وَتَابَعَهُ يُونُسُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَالزُّبَيْدِيُّ. وَقَالَ صَالِحٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ

(٣٢٩٩) اور عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو معمر سے روایت کیا، اس میں یوں ہے کہ مجھ کو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا یا میرے چچا زید بن خطاب نے اور معمر کے ساتھ اس حدیث کو یونس اور ابن عیینہ اور اسحاق کلبی اور زبیدی نے بھی زہری سے روایت کیا اور صالح اور ابن ابی حفصہ اور ابن

وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: فَرَآنِي أَبُو لُبَابَةَ وَزَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. [راجع:٣٢٩٨]

مجمع نے بھی زہری سے، انہوں نے سالم سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس میں یوں ہے کہ مجھ کو ابولبابہ اور زید بن خطاب (دونوں) نے دیکھا۔

تشریح: عبدالرزاق کی روایت کو امام مسلم اور امام احمد اور طبرانی نے، اور یونس کی روایت کو مسلم نے اور ابن عیینہ کی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا، اسحاق کی روایت ان کے نسخہ میں موصول ہے، صالح کی روایت کو امام مسلم نے وصل کیا ہے۔ ابن ابی حفصہ کی روایت ان کے نسخہ میں موصول ہے، ابن مجمع کی روایت کو بغوی اور ابن السکن نے وصل کیا ہے۔

گھریلو سانپوں کے بارے میں مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے ان کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ تین دن تک ان کو ڈراؤ کہ ہمارے گھر سے چلے جاؤ، اگر پھر بھی وہ نہ نکلیں تو ان کو مار ڈالو، سانپوں میں کالا ناگ سب سے بدتر ہے۔ اس کے زہر سے آدمی دم بھر میں مرجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سانپ کی عمر ہزار سال ہوتی ہے۔ ہر سال میں ایک دفعہ کینچلی بدلتا ہے۔

بَابٌ: خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

باب: مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے

٣٣٠٠ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ)). [راجع: ١٩]

(٣٣٠٠) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک زمانہ آئے گا جب مسلمان کا سب سے عمدہ مال اس کی وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی وادیوں میں لے کر چلا جائے گا تاکہ اس طرح اپنے دین و ایمان کو فتنوں سے بچالے۔"

٣٣٠١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ، وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ)). [أطرافه في: ٣٤٩٩، ٤٣٨٨، ٤٣٨٩، ٤٣٩٠] [مسلم: ١٨٤]

(٣٣٠١) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوالزناد نے خبر دی، انہیں اعرج نے خبر دی، اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کفر کی چوٹی مشرق میں ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں، اونٹ والوں اور زمینداروں میں ہوتا ہے جو (عموماً) گاؤں کے رہنے والے ہوتے ہیں اور بکری والوں میں دل جمعی ہوتی ہے۔"

تشریح: پورب (مشرق) میں کفر کی چوٹی فرمائی، کیونکہ عرب کے ملک سے ایران، توران یہ سب مشرق میں واقع ہیں اس زمانہ میں یہاں بادشاہ

بڑے مغرور تھے۔ ایران کے بادشاہ نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا تھا۔

٣٣٠٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: أَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((الْإِيْمَانُ يَمَانٍ هَا هُنَا، أَلَا إِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ، حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِي رَبِيعَةَ وَمُضَرَ)). [أطرافه في: ٣٤٩٨، ٤٣٨٧، ٥٣٠٣] [مسلم: ١٨٤]

(۳۳۰۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا اور ان سے عقبہ بن عمرو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ایمان تو ادھر ہے یمن میں! ہاں، اور قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دُمیں پکڑے چلاتے رہتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کی چوٹیاں نمودار ہوں گی، یعنی ربیعہ اور مضر کی قوموں میں۔“

تشریح: یمن والے بغیر جنگ اور بغیر تکلیف کے اپنی رغبت اور خوشی سے مسلمان ہو گئے تھے نبی کریم ﷺ نے ان کی تعریف فرمائی اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یمن والے قوی الایمان رہیں گے بہ نسبت اور ملک والوں کے۔ یمن میں بڑے بڑے اولیائے اللہ اور عاملین بالحدیث گزرے ہیں۔ آخری زمانہ میں علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے بڑے عالم گزرے ہیں۔ ان سے پہلے علامہ محمد بن اسماعیل امیر وغیرہ۔ (وحیدی)

٣٣٠٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَسَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا)). [مسلم: ٦٩٢٠؛ ابوداود: ٥١٠٢؛ ترمذي: ٣٤٥٩]

(۳۳۰۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔“

تشریح: حافظ نے کہا اس حدیث سے مرغ کی فضیلت نکلی۔ ابوداؤد نے بہ سند صحیح نکالا مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کیلئے بلاتا ہے یعنی نماز کے وقت جگا دیتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ نیک لوگوں کی صحبت میں دعا کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ قبول ہونے کی امید زیادہ ہوتی ہے۔

٣٣٠٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا

(۳۳۰۴) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو روح بن عبادہ نے خبر دی، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی اور انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو، کیونکہ شیاطین اس وقت پھیلتے ہیں۔ البتہ جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو،

الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا)). قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ ((وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ)). [راجع: ٣٢٨٠]

اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔'' ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بالکل اسی طرح حدیث سنی تھی جس طرح مجھے عطاء نے خبر دی تھی، البتہ انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ ''اللہ کا نام لو۔''

٣٣٠٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يُدْرَى مَا فَعَلَتْ، وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ، وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ)). فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُهُ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: لِي مِرَارًا. فَقُلْتُ: أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ؟ [مسلم: ٧٤٩٦]

(۳۳۰۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے، ان سے خالد نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں کچھ لوگ غائب ہو گئے۔ (ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں) میرا تو یہ خیال ہے کہ انہیں چوہے کی صورت میں مسخ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ چوہوں کے سامنے جب اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو وہ اسے نہیں پیتے (کیونکہ بنی اسرائیل کے دین میں اونٹ کا گوشت حرام تھا) اور اگر بکری کا دودھ رکھا جائے تو پی جاتے ہیں۔'' پھر میں نے یہ حدیث کعب احبار سے بیان کی تو انہوں نے حیرت سے پوچھا، کیا واقعی آپ نے نبی ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ کئی مرتبہ انہوں نے یہ سوال کیا۔ اس پر میں نے کہا (کہ رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تو پھر کس سے) کیا میں تورات پڑھا کرتا ہوں؟ (کہ اس سے نقل کر کے بیان کرتا ہوں)۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ مسوخ لوگوں کی نسل رہتی ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک نہیں رہتی اور باب کی حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس وقت تک آپ پر وحی نہ آئی ہوگی، اس لئے آپ نے گمان کے طور پر فرمایا۔ (وحیدی)

٣٣٠٦- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ ((الْفُوَيْسِقُ)). وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِهِ. [طرفه في: ١٨٣١] [مسلم: ٥٨٤٥؛ نسائي: ٢٨٨٦]

(۳۳۰۶) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، ان سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے گرگٹ (چھپکلی) کے متعلق فرمایا تھا کہ ''وہ موذی جانور ہے'' لیکن میں نے آپ سے اسے مار ڈالنے کا حکم نہیں سنا تھا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بتاتے تھے کہ نبی ﷺ نے اسے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔

٣٣٠٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا

(۳۳۰۷) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن عیینہ نے

ابْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أُمَّ شَرِيْكٍ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاغِ. [طرفه في: ٣٣٥٩] [مسلم: ٥٨٤٢، ٥٨٤٣؛ نسائي: ٢٨٨٥]

خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور انہیں ام شریک رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔

٣٣٠٨ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ، فَإِنَّهُ يَلْتَمِسُ الْبَصَرَ، وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ)). تَابَعَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَبَا أُسَامَةَ [طرفه في: ٣٣٠٩]

(۳۳۰۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس سانپ کے سر پر دو نقطے ہوتے ہیں، انہیں مار ڈالا کرو، کیونکہ وہ اندھا بنا دیتے ہیں اور حمل کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔“ (اس میں) حماد بن سلمہ نے ابو اسامہ کی متابعت کی ہے۔

تشریح: ابو اسامہ کے ساتھ اس کو حماد بن سلمہ نے بھی روایت کیا۔

٣٣٠٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَتْلِ الْأَبْتَرِ وَقَالَ: ((إِنَّهُ يُصِيْبُ الْبَصَرَ، وَيُذْهِبُ الْحَبَلَ)). [راجع: ٣٣٠٨]

(۳۳۰۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دم بریدہ سانپ کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ”یہ آنکھوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور حمل کو ساقط کر دیتا ہے۔“

تشریح: یعنی ان میں زہریلا مادہ اتنا زود اثر ہے کہ اس کی تیز نگاہی اگر کسی کی آنکھ سے ٹکرا جائے تو بصارت کے زائل ہونے کا خوف ہے۔ اسی طرح حاملہ عورتوں کا حمل ساقط کرنے کے لئے بھی ان کی تیز نگاہی خطرناک ہے۔ پھر زہر کس قدر مہلک ہوگا اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

٣٣١٠ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيْ يُوْنُسَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ ثُمَّ نَهَى قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ هَدَمَ حَائِطًا لَهُ، فَوَجَدَ فِيْهِ سِلْخَ حَيَّةٍ فَقَالَ: ((انْظُرُوْا أَيْنَ هُوَ؟)) فَنَظَرُوْا فَقَالَ: ((اقْتُلُوْهُ)) فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذَلِكَ. [راجع: ٣٢٩٧] [مسلم: ٥٨٢٥، ٥٨٢٦؛ ابوداود: ٥٢٥٢، ٥٢٥٣، ٥٢٥٤، ٥٢٥٥]

(۳۳۱۰) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی عدی نے بیان کیا ان سے ابو یونس قشیری (حاتم بن ابی صغیرہ) نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو پہلے مار ڈالا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں انہیں مارنے سے خود ہی منع کرنے لگے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک دیوار گروائی تو اس میں سے ایک سانپ کی کینچلی نکلی، آپ نے فرمایا کہ ”دیکھو، وہ سانپ کہاں ہے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تلاش کیا (اور وہ مل گیا تو) آپ نے فرمایا: ”اسے مار ڈالو“ میں بھی اسی وجہ سے سانپوں کو مار ڈالا کرتا تھا۔

٣٣١١۔ فَلَقِيْتُ أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقْتُلُوا الْجِنَّانَ، إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِي طُفْيَتَيْنِ، فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ، وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ، فَاقْتُلُوْهُ)). [راجع: ٣٢٩٨]

(۳۳۱۱) پھر میری ملاقات ایک دن ابولبابہ ؓ سے ہوئی، تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”پتلے یا سفید سانپوں کو نہ مارا کرو۔ البتہ دم کٹے ہوئے سانپ کو جس پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں اس کو مار ڈالو، کیونکہ یہ اتنا زہریلا ہے کہ حاملہ کے حمل کو گرا دیتا ہے اور آدمی کو اندھا بنا دیتا ہے۔“

تشریح: پہلے جو حدیث گزری اس میں دھاریوں والے، اور بے دم کے سانپ کے مارنے کا حکم فرمایا۔ یہاں بھی اس کے مارنے کا حکم دیا جس میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہ اور بھی زیادہ زہریلا ہوگا۔ یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس سانپ میں ان دونوں میں سے کوئی صفت یا دونوں صفتیں پائی جائیں اس کو مار ڈالو۔ (وحیدی)

٣٣١٢۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ. [راجع: ٣٢٩٧]

(۳۳۱۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ ابن عمر ؓ سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے۔

٣٣١٣۔ فَحَدَّثَهُ أَبُوْ لُبَابَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا. [راجع: ٣٢٩٨]

(۳۳۱۳) پھر ان سے ابولبابہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے گھروں کے پتلے یا سفید سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

تشریح: امام بخاری ؒ نے ابھی پیچھے آیت مبارکہ: ﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (۲/البقرۃ:۱۶۴) کے ذیل باب منعقد فرمایا تھا۔ ان جملہ احادیث کا تعلق اسی باب کے ساتھ ہے۔ درمیان میں بکری کا ضمنی طور پر ذکر آ گیا تھا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے لئے الگ باب باندھنا مناسب جانا۔ پھر بکری کی احادیث کے بعد باب زیر آیت: ﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (۲/البقرۃ:۱۶۴) کے ذیل ان جملہ احادیث کو لائے جن میں حیوانات کی مختلف قسموں کا ذکر ہوا ہے۔ فتدبر وفقك الله۔

بَابٌ: خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ

باب: پانچ بہت ہی برے (انسان کو تکلیف دینے والے) جانور ہیں، جن کو حرم میں بھی مار ڈالنا درست ہے

٣٣١٤۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ)). [راجع: ١٨٢٩] [مسلم: ٢٨٦٥،

(۳۳۱۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پانچ جانور موذی ہیں، انہیں حرم میں بھی مارا جا سکتا ہے (تو حل میں بطریق اولیٰ ان کا مارنا جائز ہوگا) چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹ لینے والا کتا۔“

٢٨٦٦؛ ترمذي: ٨٣٧؛ نسائي: ٢٨٩٠]

تشریح: صحت انسانی کے لحاظ سے بھی یہ جانور بہت مضر ہیں۔ اگر ان میں سے ہر جانور کو اس کے مضر اثرات کی روشنی میں دیکھا جائے تو حدیث نبوی کا بیان صاف طور پر ذہن نشین ہو جائے گا۔

٣٣١٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((**خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ الْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ، وَالْغُرَابُ، وَالْحِدَأَةُ**)). [راجع: ١٨٢٦]

(۳۳۱۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن دینار نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں اگر کوئی شخص حالت احرام میں بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بچھو، چوہا، کاٹ لینے والا کتا، کوا، اور چیل۔“

٣٣١٦۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا كَثِيْرٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَفَعَهُ قَالَ: ((**خَمِّرُوا الْآنِيَةَ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ، وَأَجِيْفُوا الْأَبْوَابَ، وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ، فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً، وَأَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ**)). قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ: ((**فَإِنَّ لِلشَّيَاطِيْنِ**)). [راجع: ٣٢٨٠]

[ابوداود: ٣٧٣٣؛ ترمذي: ٢٨٥٧]

(۳۳۱۶) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے کثیر نے، ان سے عطاء نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پانی کے برتنوں کو ڈھک لیا کرو، مشکیزوں (کے منہ) کو باندھ لیا کرو، دروازے کو بند کر لیا کرو اور اپنے بچوں کو اپنے پاس جمع کر لیا کرو، کیونکہ شام ہوتے ہی جنات (روئے زمین پر) پھیلتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغ بجھا لیا کرو، کیونکہ موذی (چوہا) بعض اوقات جلتی بتی کو کھینچ لاتا ہے اور اس طرح سارے گھر کو جلا دیتا ہے۔“ ابن جریج اور حبیب نے بھی اس کو عطاء سے روایت کیا، اس میں جنات کے بدل شیاطین مذکور ہیں۔

تشریح: جنات اور شیاطین بعض دفعہ سانپ کی شکل میں زمین پر پھیل کر خاص طور پر رات میں انسانوں کی تکلیف کا سبب بن جاتے ہیں، حدیث کا مفہوم یہی ہے۔

٣٣١٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَارٍ فَنَزَلَتْ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ فَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ، إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا،

(۳۳۱۷) ہم سے عبدہ بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم کو یحییٰ بن آدم نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں علقمہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (مقام منیٰ میں) ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آیت ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ نازل ہوئی، ابھی ہم آپ کی زبان مبارک سے اسے سن ہی رہے تھے کہ ایک بل میں سے ایک سانپ نکلا۔ ہم اسے مارنے کے لئے جھپٹے، لیکن وہ بھاگ گیا، اور اپنے بل میں داخل

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا)). وَعَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ قَالَ: وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ رَطْبَةً. وَتَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ. وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ مِثْلَهُ. [راجع: ١٨٣٠]

ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: ''تمہارے ہاتھ سے وہ اسی طرح بچ نکلا، جیسے تم اس کے شر سے بچ گئے'' اور یحییٰ نے اسرائیل سے روایت کیا ہے، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے اسی سورت کو تازہ بتازہ سن رہے تھے اور اسرائیل کے ساتھ اس حدیث کو ابوعوانہ نے مغیرہ سے روایت کیا اور حفص بن غیاث اور ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے بھی اعمش سے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے۔

تشریح: ابوعوانہ کی روایت کو خود مؤلف نے کتاب التفسیر میں اور حفص کی روایت کو بھی مؤلف نے کتاب الحج میں اور ابومعاویہ کی روایت کو امام مسلم نے وصل کیا، سلیمان بن قرم کی روایت کو حافظ نے کہا، میں نے موصولاً نہیں پایا۔

٣٣١٨۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الْأَرْضِ)). [راجع: ٢٣٦٥] [مسلم: ٥٨٥٣، ٦٦٧٥] قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ. [مسلم: ٥٨٥٥]

(٣٣١٨) ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عبیداللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان کیا: ''ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھا، نہ تو اسے کھانا دیا اور نہ ہی چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑے کھا کر اپنی جان بچا لیتی۔'' عبدالاعلیٰ نے کہا اور ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ مخلوقات کو قصداً کچھ بھی تکلیف دینا عنداللہ سخت معیوب اور گناہ عظیم ہے۔

٣٣١٩۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً)). [راجع: ٣٠١٩]

(٣٣١٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''گروہ انبیا میں سے ایک نبی ایک درخت کے سائے میں اترے، وہاں انہیں کسی ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ تو انہوں نے حکم دیا، ان کا سارا سامان درخت کے تلے سے اٹھا لیا گیا۔ پھر چیونٹیوں کا سارا بل جلوا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تم کو ایک ہی چیونٹی نے کاٹا تھا، فقط اسی کو جلانا تھا۔''

تشریح: غلط ترجمہ کا ایک نمونہ: بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہمارے معزز علمائے کرام بخاری شریف کے تراجم کئی عدد نکال رہے ہیں۔ مگر ان کے تراجم اور تشریحات میں لفظی اور معنوی بہت سی غلطیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جگہ حدیث کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ حضرات اس کے برعکس ترجمہ کر جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہاں بھی موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ ((فامر بجهازه فاخرج من تحتها)) کا ترجمہ تفہیم البخاری (دیوبندی) میں یوں کیا گیا ہے:

"تو انہوں نے اس کے چھتے کو درخت کے نیچے سے نکالنے کا حکم دیا، وہ نکالا گیا۔" یہ ترجمہ بالکل غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے کیا ہے، جیسا کہ اہل علم پر روشن ہے۔

بَابٌ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ

فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءً.

باب: اس کا بیان کہ جب مکھی پانی یا کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو دے

کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے پر میں شفا ہوتی ہے۔

٣٣٢٠ـ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ، ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرَى شِفَاءً)). [طرفه في: ٥٧٨٢] [ابن ماجه: ٣٥٠٥]

(۳۳۲۰) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عتبہ بن مسلم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبید بن حنین نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب مکھی کسی کے پینے (یا کھانے کی چیز) میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دے اور پھر نکال کر پھینک دے۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور اس کے دوسرے (پر) میں شفا ہوتی ہے۔"

٣٣٢١ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُومِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ، قَالَ: كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، فَنَزَعَتْ خُفَّهَا، فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا، فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ)). [طرفه في: ٣٤٦٧]

(۳۳۲۱) ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے حسن اور ابن سیرین نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک فاحشہ عورت اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہوگئی۔"

٣٣٢٢ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا

(۳۳۲۲) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان

سُفْيَانُ، قَالَ: حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((**لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ**)). [راجع: ٣٢٢٥]

کیا، کہا کہ میں نے زہری سے اس حدیث کو اس طرح یاد رکھا کہ مجھ کو کوئی شک ہی نہیں، جیسے اس میں شک نہیں کہ تو اس جگہ موجود ہے۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) مجھے عبیداللہ نے خبر دی، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(رحمت کے) فرشتے ان گھروں میں نہیں داخل ہوتے جن میں کتا یا (جاندار کی) تصویر ہو۔''

٣٣٢٣ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ. [مسلم: ٤٠١٦؛ نسائي: ٤٢٨٨؛ ابن ماجه: ٣٢٠٢]

(۳۳۲۳) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم فرمایا ہے۔

تشریح: شکار کے لئے یا گھر بار کی رکھوالی کے لئے کتے پالنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو آوارہ، لاوارث یا پاگل کتے انسانوں کے جان و مال کے دشمن ہوں اور کاٹنے کے لئے دوڑتے ہوں انہیں مارنے کا آپ نے حکم دیا ہے آپ کی مراد تمام کتوں سے نہیں۔

٣٣٢٤ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((**مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصْ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ**)). [راجع: ٢٣٢٢]

(۳۳۲۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کتا پالے، اس کے عمل نیک میں سے روزانہ ایک قیراط (ثواب) کم کر دیا جاتا ہے، کھیت کے لئے یا مویشی کے لیے جو کتے پالے جائیں وہ اس سے الگ ہیں۔''

تشریح: کتے ضرور کبھی نہ کبھی کسی کا کسی بھی قسم کا نقصان ضرور کر دیتے ہیں، اس نقصان کے عوض اس کے پالنے والے پر ذمہ داری ہوگی، حفاظت کے لئے جو کتے پالے جائیں ان پر ضرور مالک کا کنٹرول ہوگا لہٰذا وہ مستثنیٰ کئے گئے۔

٣٣٢٥ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ ابْنَ أَبِي زُهَيْرٍ الشَّنُوِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((**مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ**)). فَقَالَ السَّائِبُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذِهِ الْقِبْلَةِ! [راجع: ٢٣٢٣]

(۳۳۲۵) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یزید بن خصیفہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے سائب بن یزید نے خبر دی، انہوں نے سفیان بن ابی زہیر شنوی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''جس نے کوئی کتا پالا۔ نہ تو پالنے کا مقصد کھیت کی حفاظت ہے اور نہ مویشیوں کی، تو روزانہ اس کے نیک عمل میں سے ایک قیراط (ثواب) کی کمی ہو جاتی ہے۔'' سائب نے پوچھا، کیا تم نے خود یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے سنی تھی؟ انہوں نے کہا، ہاں! اس قبلہ کے رب کی قسم! (میں نے خود اس حدیث کو رسول کریم ﷺ سے سنا ہے)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ [أَحَادِيثِ] الأَنْبِيَاءِ

انبیا علیہم السلام کا بیان

تشریح: الحمدللہ! آج جب کہ دوران سفر جنوبی ہند میں محترم الحاج محمد ابراہیم صاحب ترچناپلی کے ہاں مقیم ہوں، کتاب بدء الخلق پوری ہوئی اور کتاب الانبیاء کا آغاز ہوا۔ جس میں مختلف پیغمبروں کے حالات مذکور ہوں گے۔ ہاں بدءالخلق میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی ایسی احادیث بھی لائے ہیں جن کا بظاہر تعلق ترجمہ باب سے معلوم نہیں ہوتا۔ کرمانی نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس باب میں بدءالخلق کا ذکر تھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بعض مخلوقات کا بھی ذکر کر دیا، جیسے کتا، چوہا وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

مخلوقات میں آسمان وزمین، انسان، حیوان سب ہی داخل ہیں۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آپ مختلف قسم کی احادیث اس باب کے ذیل میں لائے، تاکہ فرامین رسول کریم ﷺ کی روشنی میں ہر قسم کی مخلوقات کے کچھ حالات معلوم ہوسکیں۔ انبیا علیہم السلام کی تعداد کے متعلق ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ دنیا میں کل ایک لاکھ اور چوبیس ہزار پیغمبر آئے۔ جن میں رسول یعنی صاحب شریعت اور کتابیں تین سو تیرہ ہیں۔ ان سب پیغمبروں کے آخر میں خاتم الرسل ہمارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں جو یہ وارد ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں ایک پیغمبر ہے تمہارے پیغمبر کی طرح۔ تو اول تو یہ اثر شاذ ہے۔ دوسرے اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اور زمینوں کے پیغمبر ہمارے پیغمبر ﷺ سے پہلے آچکے ہوں اور ہمارے پیغمبر ﷺ ان کے بھی بعد تشریف لائے ہوں تو وہ سب پیغمبر اپنی اپنی زمینوں کے خاتم الانبیا ہوئے۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ سب پیغمبروں کے خاتم ہوئے۔

ختم نبوت کا عقیدہ امت مسلمہ کا عقیدہ ہے جس پر جملہ مکاتب فکر اسلامی کا اتفاق ہے مگر کچھ عرصہ قبل یہاں ہندوستان میں ایک صاحب پیدا ہوئے اور انہوں نے اس عقیدے کو مسخ کرنے کے لئے مختلف قسم کی تاویلات کا جال پھیلا کر بہت سے لوگوں کو اس بارے میں متزلزل کر دیا۔ پھر یہ صاحب خود بھی مدعی نبوت بن بیٹھے اور کتنے لوگوں کو اپنا مرید بنالیا۔ ان سے مراد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں جو عرصہ قبل وفات پاچکے ہیں۔ مگر ان کے جانشین پوری امت اسلامی سے کٹ کر اپنا ایک علیحدہ دین بنائے ہوئے ہیں۔

جو مسلمان اللہ ورسول پر پختہ ایمان رکھتے ہیں ان کو ہرگز ایسے لوگوں کے جال میں نہ آنا چاہیے، ختم نبوت کے خلاف عقیدہ بنا کر نبوت کا دعویٰ کر کے حضرت سیدنا محمد ﷺ کے تخت نبوت پر قبضہ کرنا ہے۔ جس کا پوری شدت سے مقابلہ کرنا ہر اس مسلمان کا فرض ہے جو اللہ کو معبود برحق اور رسول کریم ﷺ کے رسول برحق اور خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ تفصیلات کے لیے مصنفات حضرت فاتح قادیان مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ جو خاص اسی مشن پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہیں اور بھی بہت سے علما نے اس موضوع پر بہت سی فاضلانہ کتابیں لکھی ہیں۔ جزاهم الله خير الجزاء۔

لفظ انبیاء نبی کی جمع ہے جو نبوت سے ہے۔ جس کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ کچھ خاصان الٰہی براہ راست اللہ پاک سے خبر پا کر دنیا کو خبریں دیتے ہیں۔ یہی نبی ہیں۔

"والنبوة نعمة يمن بها الله على من يشاء ولا يبلغها احد بعلمه ولا كشفه ولايستحقها باستعداد ولايته ووقع في

ذکر عدد الانبیاء حدیث ابی ذر مرفوعا انهم مائة الف واربعة وعشرون الفا، الرسل منهم ثلاث مائة وثلاثة عشر۔ صححه ابن حبان۔" (فتح الباری جلد٦ صفحه ٤٤٥)

یعنی اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے نبوت کسی کو اس کے علم یا کشف یا استعداد ولایت کی بنا پر نہیں حاصل ہوتی۔ یہ محض اللہ کی طرف سے ایک وہبی نعمت ہے۔ انبیا کی تعداد کے بارے میں مرفوعاً حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں اور باقی سب نبی ہیں۔ رسالت کا مقام نبوت سے اور بھی بلند وبالا ہے۔ والله اعلم بالصواب۔

بَابُ خَلْقِ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ

باب: حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان

﴿صَلْصَالٍ﴾: طِينٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ. وَيُقَالُ: مُنْتِنٌ. يُرِيدُونَ بِهِ صَلَّ، كَمَا يُقَالُ: صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ. ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾ إِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ. ﴿أَنْ لَا تَسْجُدَ﴾ أَنْ تَسْجُدَ.

(سورۂ رحمٰن میں لفظ) صَلصَال کے معنی ایسے گارے کے ہیں جس میں ریت ملی ہو اور وہ اس طرح سے بجنے لگے جیسے پکی ہوئی مٹی بجتی ہے۔ بعض نے کہا صَلصَال کے معنی مُنْتِنٌ یعنی بدبودار کے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ صل سے نکلا ہے۔ فا کلمہ مکرر کردیا، یا جیسے صَرْ صَرَ صَرَّ سے۔ عرب لوگ کہتے ہیں صَرَّ البَابُ اور صَرْ صَرَ اس آواز کو کہتے ہیں جو دروازہ بند کرنے سے نکلے جیسے کَبْکَبْتُهُ کَبَبْتُهٗ کے معنی میں اور یہ کَبَّ سے نکلا ہے۔ سورۂ اعراف میں لفظ فَمَرَّتْ بِهٖ کا معنی چلتی پھرتی رہی، حمل کی مدت پوری کی، (سورۂ اعراف میں) لفظ اَنْ لَاتَسْجُدَ کا معنی أَنْ تَسْجُدَ کے ہیں۔ یعنی تجھ کو سجدہ کرنے سے کس بات نے روکا۔ لا کا لفظ یہاں زائد ہے۔

[بَابُ] وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمان:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [البقرة: ٣٠]

"اے رسول! وہ وقت یاد کر جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک (قوم کو) جانشین بنانے والا ہوں۔"

تشریح: خلیفہ کے یہ بھی ایک معنی ہیں کہ ان میں سلسلہ وار ایک کے بعد دوسرے ان کے قائم مقام ہوتے رہیں گے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾: إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ: ﴿فِي كَبَدٍ﴾: فِي شِدَّةِ خَلْقٍ. وَرِيشًا: الْمَالَ: وَقَالَ غَيْرُهُ: الرِّيَاشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ، وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ. ﴿مَا تُمْنُونَ﴾: النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾: النُّطْفَةُ فِي الْإِحْلِيلِ. ﴿كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ﴾ فَهُوَ شَفْعٌ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، سورۂ طارق میں جو لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ کے الفاظ ہیں، یہاں لَمَّا "إِلَّا" کے معنی میں ہے۔ یعنی کوئی جان نہیں مگر اس پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے، (سورۂ بلد میں جو) فِی کَبَد کا لفظ آیا ہے کہ کَبَد کے معنی سختی کے ہیں۔ اور (سورۂ اعراف میں) جو رِیشًا کا لفظ آیا ہے رِیَاش اس کی جمع ہے یعنی مال، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے دوسروں نے کہا، رِیَاش اور رِیْش کا ایک ہی معنی ہے یعنی ظاہری لباس اور (سورۂ واقعہ میں) جو تُمْنُوْن کا لفظ آیا ہے اس کے

السَّمَاءُ شَفْعٌ، وَالْوِتْرُ: اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ. ﴿فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ: ﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ إِلَّا مَنْ آمَنَ ﴿خُسْرٍ﴾ : ضَلَالٌ، ثُمَّ اسْتَثْنَى إِلَّا مَنْ آمَنَ، ﴿لَازِبٍ﴾ لَازِمٌ. ﴿نُنْشِئَكُمْ﴾ فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ. ﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾: نُعَظِّمُكَ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ ﴿فَتَلَقَّى آدَمُ﴾ هُوَ قَوْلُهُ: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا﴾ وَقَالَ: ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ اسْتَزَلَّهُمَا. ﴿يَتَسَنَّهْ﴾ يَتَغَيَّرْ، ﴿آسِنٍ﴾ مُتَغَيِّرٌ، ﴿الْمَسْنُونُ﴾ الْمُتَغَيِّرُ. ﴿حَمَإٍ﴾ جَمْعُ حَمْأَةٍ وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيِّرُ. ﴿يَخْصِفَانِ﴾: أَخْذُ الْخِصَافِ: ﴿مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ: ﴿سَوْآتِهِمَا﴾: كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجِهِمَا ﴿وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾ هَاهُنَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الْحِينُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلَى مَا لَا يُحْصَى عَدَدُهُ. ﴿قَبِيلُهُ﴾ جِيلُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُمْ.

معنی نطفہ کے ہیں جو تم عورتوں کے رحم میں (جماع کر کے) ڈالتے ہو۔ (اور سورۂ طارق میں میں ہے) اِنَّه عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِر مجاہد نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا منی کو پھر ذکر میں لوٹا سکتا ہے (اس کو فریابی نے وصل کیا، اکثر لوگوں نے یہ معنی کئے ہیں کہ وہ خدا آدمی کے لوٹانے یعنی قیامت میں پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) (اور سورۂ سجدہ میں) كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَه کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز کو اللہ نے جوڑے جوڑے بنایا ہے۔ آسمان زمین کا جوڑا ہے (جن آدمی کا جوڑ ہے، سورج چاند کا جوڑ ہے) اور طاق اللہ کی ذات ہے۔ جس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ سورۂ تین میں ہے فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْم یعنی اچھی صورت اچھی خلقت میں ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ ﴿اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ یعنی پھر آدمی کو ہم نے پست سے پست تر کر دیا (دوزخی بنا دیا) مگر جو ایمان لایا۔ (سورۂ عصر میں) فِيْ خُسْرٍ کا معنی گمراہی میں پھر ایمان والوں کو مستثنیٰ کیا۔ فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ سورۂ والصافات میں لَازِبٍ کا معنی لازم (یعنی چمٹتی ہوئی لیس دار) سورۂ واقعہ میں الفاظ ﴿وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی جونسی صورت میں ہم چاہیں تم کو بنا دیں۔ (سورۂ بقرہ میں) نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔ ابو العالیہ نے کہا کہ ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ اس سے مراد ان کا یہ کہنا کہ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا﴾ ہے اسی سورت میں فَاَزَلَّهُمَا کا معنی ان کو ڈگمگا دیا پھسلا دیا۔ (اسی سورت میں ہے) لَمْ يَتَسَنَّهْ یعنی بگڑا تک نہیں۔ اسی سے (سورۂ محمد میں) لفظ اٰسِنٍ ہے یعنی بگڑا ہوا (بدبودار پانی) اسی سے سورۂ حجر میں لفظ مَسْنُوْنٍ ہے۔ یعنی بدلی ہوئی بدبودار (اسی سورت میں) حَمَاٍ کا لفظ ہے جو حَمْاَةٍ کی جمع ہے یعنی بدبودار کیچڑ (سورۂ اعراف میں) لفظ يَخْصِفَانِ کے معنی یعنی دونوں آدم اور حوا نے بہشت کے پتوں کو جوڑنا شروع کر دیا۔ ایک پر ایک رکھ کر اپنا ستر چھپانے لگے۔ لفظ سَوْاٰتِهِمَا سے مراد شرم گاہ ہیں۔ لفظ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ سے قیامت مراد ہے، عرب لوگ ایک گھڑی سے لے کر بے انتہا مدت کو حین کہتے ہیں۔ قَبِيْلُه سے مراد شیطان کا گروہ جس میں وہ خود ہے۔

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن شریف کی مختلف سورتوں کے مختلف الفاظ کے معنی یہاں واضح فرمائے ہیں۔ ان الفاظ کا ذکر ایسے ایسے مقامات پر آیا ہے جہاں کسی نہ کسی طرح سے اس کتاب الانبیاء سے متعلق کسی نہ کسی طرح سے کچھ مضامین بیان ہوئے

ہیں۔ یہاں ان اکثر سورتوں کو بریکٹ میں ہم نے بتلا دیا ہے، وہاں وہ الفاظ تلاش کر کے آیات کے سیاق و سباق سے پورے مطالب کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ان جملہ آیات اور ان کے مذکورہ بالا الفاظ کی پوری تفصیل طوالت کے خوف سے یہاں ترک کر دی گئی ہے۔

اللہ پاک خیریت کے ساتھ اس پارے کو پورا کرائے کہ وہ ہی مالک ومختار ہے۔ المرقوم بتاریخ ۱۵ شوال ۱۳۹۱ھ ترچناپلی بر مکان حاجی محمد ابراہیم صاحب ادام اللہ اقبالھم آمین۔

٣٣٢٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِهِ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ، فَإِنَّهُ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَالُوْا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ. فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ. فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ)). [طرفه في: ٦٢٢٧] [مسلم: ٧١٦٣]

(۳۳۲۶) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا، پھر فرمایا کہ جا اور ان ملائکہ کی جماعت کو سلام کر، دیکھنا کن لفظوں میں وہ تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں پس تحقیق وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا طریق سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام (گئے اور) کہا السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے ورحمۃ اللہ کا جملہ بڑھا دیا، پس جو کوئی بھی جنت میں داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی شکل اور قامت پر داخل ہوگا، آدم کے بعد انسانوں میں اب تک قد چھوٹے ہوتے رہے۔"

تشریح: چھوٹے ہوتے ہوتے اس حد کو پہنچے جس حد پر یہ امت ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ آدم بے ریش و بروت تھے، گھونگریالے بال اور نہایت خوبصورت تھے۔ قسطلانی نے کہا بہشتی سب ان ہی کی صورت اور حسن و جمال کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور دنیا میں جو رنگ کی سیاہی یا بدصورتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ یا اللہ! راقم کو بھی باایں صورت جنت کا داخلہ نصیب کیجئے اور ان سب بھائیوں مردوں عورتوں کو بھی جو بخاری شریف کا یہ مقام مطالعہ فرماتے وقت بآواز بلند آمین کہیں۔

٣٣٢٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ الْأَلَنْجُوْجُ عُوْدُ الطِّيْبِ،

(۳۳۲۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے عمارہ نے ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں ایسی روشن ہوں گی جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا ہے، پھر جو لوگ اس کے بعد داخل ہوں گے وہ آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔ نہ تو ان لوگوں کو پیشاب کی ضرورت ہوگی نہ پاخانہ کی، نہ وہ تھوکیں گے نہ ناک سے آلائش نکالیں گے۔ ان کے کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا۔ ان کی انگیٹھیوں میں خوشبودار عود جلتا ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ، عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ، سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ)). [راجع: ٣٢٤٥] [مسلم: ٧١٤٩؛ ابن ماجه: ٤٣٣٣]

سب کی صورتیں ایک ہوں گی یعنی اپنے والد آدم علیہ السلام کے قد وقامت پر ساٹھ ساٹھ ہاتھ اونچائی اور بلندی میں ہوں گے۔''

تشریح: ترجمہ باب یہیں سے نکلتا ہے۔ یہ حدیث اوپر بھی گزر چکی ہے۔

٣٣٢٨ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)). فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ: تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَبِمَ يُشْبِهُ الْوَلَدُ)). [راجع: ١٣٠]

(۳۳۲۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے، ان سے (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا، تو کیا اگر عورت کو احتلام ہو تو اس پر غسل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں بشرطیکہ وہ تری دیکھ لے۔'' ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ہنسی آ گئی اور فرمانے لگیں کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''(اگر ایسا نہیں ہے) پھر بچے میں (ماں کی) مشابہت کہاں سے آتی ہے۔''

٣٣٢٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ، حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: بَلَغَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ، قَالَ: مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ إِلَى أَخْوَالِهِ؟ فَقَالَ. رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)). قَالَ: فَقَالَ: عَبْدُاللَّهِ: ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ

(۳۳۲۹) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مروان فزاری نے بیان کیا، انہیں حمید نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کی خبر ملی تو وہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا۔ جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ وہ کون سا کھانا ہے جو سب سے پہلے جنتیوں کو کھانے کے لئے دیا جائے گا اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس وجہ سے اپنے نہیال کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جبرئیل علیہ السلام نے ابھی ابھی مجھے آ کر اس کی خبر دی ہے۔'' اس پر حضرت عبداللہ نے کہا ملائکہ میں تو یہی یہودیوں کے دشمن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی سب سے پہلی علامت ایک آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک لے جائے گی۔ سب سے پہلا کھانا جو اہل جنت کی دعوت کے لئے پیش کیا

أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ. وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ، وَإِذَا سَبَقَتْ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا)). قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ، إِنْ عَلِمُوْا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُوْنِي عِنْدَكَ، فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُاللّٰهِ الْبَيْتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَيُّ رَجُلٍ فِيكُمْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ؟)) قَالُوْا: أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا وَأَخْيَرُنَا وَابْنُ أَخْيَرِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ)). قَالُوْا: أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ. فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. فَقَالُوْا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا. وَوَقَعُوْا فِيهِ. [أطرافه في: ٣٩١٩، ٣٩٣٨، ٤٤٨٠]

جائے گا، وہ مچھلی کی کلیجی پر جو ٹکڑا لٹکا رہتا ہے وہ ہوگا اور بچے کی مشابہت کا جہاں تک تعلق ہے تو جب مرد عورت کے قریب جاتا ہے اس وقت اگر مرد کی منی پہل کر جاتی ہے تو بچہ اسی کی شکل وصورت پر ہوتا ہے۔ اگر عورت کی منی پہل کر جائے تو پھر بچہ عورت کی شکل وصورت پر ہوتا ہے۔'' (یہ سن کر) حضرت عبداللہ بن سلام بول اٹھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر عرض کیا، یارسول اللہ! یہود انتہا کی جھوٹی قوم ہے۔ اگر آپ کے دریافت کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کے بارے میں انہیں علم ہوگیا تو آپ ﷺ کے سامنے مجھ پر ہر طرح کی تہمتیں دھرنی شروع کردیں گے۔ چنانچہ کچھ یہودی آئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم لوگوں میں عبداللہ بن سلام کون صاحب ہیں؟'' سارے یہودی کہنے لگے وہ ہم میں سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے صاحبزادے ہیں۔ ہم میں سب سے زیادہ بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے صاحبزادے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اگر عبداللہ مسلمان ہوجائیں تو پھر تمہارا کیا خیال ہوگا؟'' انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔ اتنے میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب وہ سب ان کے متعلق کہنے لگے کہ ہم میں سب سے بدترین اور سب سے بدترین کا بیٹا ہے، وہیں وہ ان کی برائی کرنے لگے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن سلام یہود کے بڑے عالم تھے جو نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر فوراً ہی صداقت محمدی کے قائل ہوگئے اور اسلام قبول کرلیا تھا۔ رضی الله عنه وارضاه۔ یہ جو بعض لوگ نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے نبی کریم ﷺ سے ہزار سوال کیے تھے۔ یہ غلط ہے کہ اسی طرح ہزار مسئلہ کا رسالہ بھی مصنوعی ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمان ایسے جھوٹے رسالوں کو پڑھیں اور حدیث کی صحیح کتابیں نہ دیکھیں۔ اس طرح صبح کا ستارہ ہو، وقائق الاخبار اور منبہات اور دلائل الخیرات کی اکثر روایتیں موضوع ہیں۔

آگ سے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک حجاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کرے۔ یہ روایت صحیح مسلم اور حاکم میں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ میں ظاہر ہوئی اور آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی پہلو سے لے کر پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی، اس کا حال شام اور تمام شہروں میں بتواتر معلوم ہوا اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ ابوشامہ ایک معاصر مصنف کا بیان ہے کہ ہمارے پاس مدینہ سے خطوط آئے جن میں لکھا تھا کہ چہارشنبہ کی رات کو ۳ جمادی الثانیہ میں مدینہ میں ایک سخت دھماکہ ہوا، پھر بڑا زلزلہ آیا جو ساعت بہ ساعت بڑھتا

رہا۔ یہاں تک کہ پانچویں تاریخ کو بہت بڑی آگ پہاڑی میں قریظہ کے محلّہ کے قریب نمودار ہوئی، جس کو ہم مدینہ کے اندر اپنے گھروں سے اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا وہ ہمارے قریب ہے۔ ہم اسے دیکھنے کو چڑھے تو دیکھا کہ پہاڑ آگ بن کر بہہ رہے تھے اور ادھر ادھر شعلے بن کر جا رہے ہیں۔ آگ کے شعلے پہاڑ معلوم ہو رہے تھے۔ محلوں کے برابر چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ آگ مکہ مکرمہ اور صحرا سے بھی نظر آتی تھی، یہ حالت ایک ماہ سے زیادہ رہی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابوشامہ واقعات ۶۵۴ھ)

علامہ ذہبی نے اس آگ کا ذکر کیا ہے (مختصر تاریخ الاسلام ذہبی، جلد: ۲/ص: ۱۲۱ حیدر آباد) حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں سے جو بصریٰ میں اس وقت موجود تھے یہ شہادت منقول ہے کہ انہوں نے رات کو اس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں (تاریخ الخلفاء سیوطی ۶۵۴ھ، خلاصہ از سیرۃ النبی ﷺ، جلد: ۳/ص: ۷۱۲)

٣٣٣٠۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ يَعْنِي ((**لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا**)). [مسلم: ٣٦٤٨]

(۳۳۳۰) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا (عبدالرزاق کی) روایت کی طرح کہ **"اگر قوم بنی اسرائیل نہ ہوتی تو گوشت نہ سڑا کرتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو عورت اپنے شوہر سے دغا نہ کرتی۔"**

تشریح: بنی اسرائیل کو من وسلویٰ بطور انعام الٰہی ملا کرتا تھا اور انہیں اس کے جمع کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی، مگر انہوں نے جمع کرنا شروع کر دیا۔ سزا کے طور پر سلویٰ کا گوشت سڑا دیا گیا، اسی طرف حدیث میں اشارہ ہے۔ اسی طرح سب سے پہلے حوا علیہا السلام نے شیطان کی سازش سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت کے کھانے کی ترغیب دلائی تھی۔ یہی عادت ان کی اولاد میں بھی پیدا ہوگئی۔ خیانت سے یہی مراد ہے۔ اب عورتوں میں عام بے وفائی اسی فطرت کا نتیجہ ہے۔ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے۔

٣٣٣١۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، وَمُوسَى بْنُ حِزَامٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ مَيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((**اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ**)).

[طرفاه في: ٥١٨٤، ٥١٨٦] [مسلم: ٣٦٤٤]

(۳۳۳۱) ہم سے ابوکریب اور موسیٰ بن حزام نے بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن علی نے بیان کیا، ان سے زائدہ نے، ان سے میسرہ اشجعی نے، ان سے ابوحازم نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔"**

٣٣٣٢۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(۳۳۳۲) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے زید بن وہب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے

وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيُكْتَبُ عَمَلُهُ وَأَجَلُهُ وَرِزْقُهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ)). [راجع: ۳۲۰۸]

بیان فرمایا اور آپ سچوں کے سچے تھے: ''انسان کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں پہلے چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے۔ پھر وہ اتنے ہی دنوں تک علقہ یعنی غلیظ اور جامد خون کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے لئے مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ پس وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت زندگی، روزی اور یہ کہ وہ نیک ہے یا بد، کو لکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس انسان (زندگی بھر) دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آتی ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں چلا جاتا۔ اسی طرح ایک شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے کام شروع کر دیتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔''

۳۳۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ وَكَّلَ فِي الرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عَلَقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَهَا قَالَ: يَا رَبِّ، أَذَكَرٌ أَأُنْثَى؟ يَا رَبِّ شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ؟ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ)). [راجع: ۳۱۸]

(۳۳۳۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے، اے رب! یہ نطفہ ہے، اے رب! یہ علقہ ہے، اے رب! یہ مضغہ ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے، اے رب! یہ مرد ہے یا اے رب! یہ عورت ہے، اے رب! یہ بد ہے یا نیک؟ اس کی روزی کیا ہے؟ اور مدت زندگی کتنی ہے؟ چنانچہ اسی کے مطابق ماں کے پیٹ ہی میں سب کچھ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔''

تشریح: بچہ اپنی اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا رہتا ہے۔

۳۳۳٤۔ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، يَرْفَعُهُ: ((أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ

(۳۳۳۴) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو عمران جونی نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ ''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب کیا گیا

عَذَابًا: لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَنُ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي. فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ)). [طرفاه في: ٦٥٣٨، ٦٥٥٧] [مسلم: ٧٠٨٣، ٧٠٨٤]

ہوگا۔ اگر دنیا میں تمہاری کوئی چیز ہوتی تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لئے اسے بدلے میں دے سکتا تھا؟ وہ شخص کہے گا کہ جی ہاں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب تو آدم کی پیٹھ میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے بھی معمولی چیز کا مطالبہ کیا تھا۔ (روز ازل میں) کہ میرا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا، لیکن (جب تو دنیا میں آیا تو) اسی شرک کا عمل اختیار کیا۔"

تشریح: جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا اولین پیغام یہی رہا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، تمام آسمانی کتابیں اس مسئلہ پر اتفاق کامل رکھتی ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں شرک کی تردید بڑے واضح اور مدلل الفاظ میں موجود ہے جن کو نقل کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ مگر صد افسوس کہ دوسری امتوں کی طرح بہت سے نادان مسلمانوں کو بھی شیطان نے گمراہ کر کے شرک میں گرفتار کر دیا۔ عقیدت و محبت بزرگان کے نام سے ان کو دھوکا دیا اور وہ بھی مشرکین مکہ کی طرح یہی کہنے لگے۔ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (۳۹/الزمر:۳) ہم ان بزرگوں کو صرف اسی لئے مانتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے نزدیک پہنچا دیں، یہ ہمارے وسیلے ہیں جن کے پوجنے سے اللہ ملتا ہے۔ یہ شیطان کا وہ فریب ہے جو ہمیشہ مشرک قوموں کے لیے ضلالت و گمراہی کا سبب بنا ہے۔ آج بہت سے بزرگوں کے مزاروں پر نادان مسلمان وہ سب حرکتیں کرتے ہیں جو ایک بت پرست بت کے سامنے کرتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے ان کا نام لیتے ہیں، امداد کے لئے ان کی دہائی دیتے ہیں۔ یا غوث! یا علی! وغیرہ ان کے وظائف بنے ہوئے ہیں۔ جہاں تک قرآن اور سنت کی تشریحات ہیں ایسے لوگ کھلے شرک کے مرتکب ہیں اور مشرکین کے لیے اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ عقیدۂ توحید جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہرگز ان خرافات کے لیے درجہ جواز نہیں دیتا۔ اللہ پاک ایسے نام نہاد مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین

٣٣٣٥- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي عَبْدُاللَّهِ ابْنُ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)). [طرفاه في: ٦٨٦٧، ٧٣٢١] [مسلم: ٤٣٧٩، ٤٣٨٠؛ نسائي: ٣٩٩٦؛ ابن ماجة: ٢٦١٦]

(۳۳۳۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن مرہ نے بیان کیا، ان سے مسروق نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) کے نامۂ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ قتل ناحق کی بنا سب سے پہلے اسی نے قائم کی تھی۔"

تشریح: انسان کا خون ناحق انبیا کی شریعتوں میں سنگین جرم قرار دیا گیا ہے، انسان کسی بھی قوم، مذہب، نسل سے تعلق رکھتا ہو اس کا ناحق قتل ہر شریعت میں خاص طور پر شریعت اسلامی میں گناہ کبیرہ بتلایا گیا ہے۔ تعجب ہے ان معاندین اسلام پر جو واضح تشریحات کے ہوتے ہوئے اسلام پر ناحق خون ریزی کا الزام لگاتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ جرم کرتا ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اسلام کی نگاہ میں وہ سخت مجرم ہے۔ چونکہ قابیل نے اس جرم کا راستہ اولین طور پر اختیار کیا، اب جو بھی یہ راستہ اختیار کرے گا اس کا گناہ قابیل پر بھی برابر ڈالا جائے گا ہر نیکی اور بدی کے لیے یہی اصول ہے۔

بَابٌ: الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

٣٣٣٦- وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ)). وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا.

باب: روحیں (روز ازل سے) جمع شدہ لشکر ہیں

(٣٣٣٦) امام بخاری نے کہا کہ لیث بن سعد نے روایت کیا یحییٰ بن سعید انصاری سے، ان سے عمرہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ''روحوں کے جمع شدہ لشکر تھے۔ پھر وہاں جن روحوں میں آپس میں پہچان تھی ان میں یہاں بھی محبت ہوتی ہے اور جو وہاں غیر تھیں یہاں بھی، وہ خلاف رہتی ہیں۔'' اور یحییٰ بن ایوب نے بھی اس حدیث کو روایت کیا، کہا مجھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، آخر تک۔

تشریح: کتاب الانبیاء کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اس سلسلے میں مناسب تھا کہ آدمیت کے کچھ نیک و بد خصائل، اس کی فطرت پر روشنی ڈالی جائے، تاکہ آدمی کی فطرت پڑھنے والوں کے سامنے آسکے۔ اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ ان احادیث مذکورہ کو یہاں لائے۔

اب حدیث آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے جن کو قرآن میں عبدشکور کے نام سے پکارا گیا ہے، آپ رقت قلب سے بکثرت رویا کرتے تھے، اسی لیے لفظ نوح سے مشہور ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

روحیں عالم ازل میں لشکروں کی طرح یکجا تھیں جن روحوں میں وہاں باہمی تعارف ہو گیا ان سے دنیا میں بھی کسی نہ کسی دن ملاپ ہو ہی جاتا ہے اور جن میں باہمی تعارف نہ ہو سکا اور وہ دنیا میں بھی باہمی طور پر میل نہیں کھاتی ہیں۔ اس کے تحت ہمارے محترم مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ نے شرح وحیدی میں ایک مفصل نوٹ تحریر فرمایا ہے جو قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں:

بغیر مناسبت روحانی کے محبت ہو ہی نہیں سکتی، ایک بزرگ کا قول ہے اگر مؤمن ایسی مجلس میں جائے جہاں سو منافق بیٹھے ہوں اور ایک مؤمن ہو تو وہ مؤمن ہی کے پاس بیٹھے گا اور منافق اس مجلس میں جائے جہاں سو مؤمن ہوں اور ایک منافق ہو تو اس کی تسلی منافق ہی کے پاس بیٹھنے سے ہوگی۔

اسی مضمون میں ایک شاعر نے کہا: کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز (وحیدی)

دلی دوستی جو خالصاً للہ بلاغرض ہوتی ہے بغیر اتحاد روحانی کے نہیں ہو سکتی۔ ایک بدعتی کبھی کسی موحد متبع سنت کا دوست اور اسی طرح سخت قسم کا مقلد اہل حدیث کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا ایک مجلس میں اتفاق سے ایک مولوی صاحب جو جہمیہ کے ہم مشرب ہیں مجھ سے ملے اور ایک بے عمل جاہل شخص سے کہنے لگے ہم میں اور تم میں الارواح جنود مجندۃ اسی حدیث کی رو سے اتحاد ہے میں نے ان کا دل لینے کو کہا کیا ہم کو آپ کے ساتھ یہ اتحاد نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ مجھ کو ان کی سچائی پر تعجب ہوا۔ واقعی جہمی اور اہل حدیث میں کسی طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جس دن سے یہ صحیح بخاری مترجم چھپنا شروع ہوئی ہے کیا کہوں بعض لوگوں کے دل پر سانپ لوٹتا ہے اور حدیث کی کتاب اس عمدگی کے ساتھ طبع ہونے سے دیکھ کر آپ ہی آپ جلے مرتے ہیں۔ اتحاد اور اختلاف روحانی کا اثر اسی سے معلوم کر لینا چاہیے حالانکہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حدیث شریف کی اشاعت ناپسند کرتے ہیں۔ اور ناچیز مترجم پر جھوٹے اتہام دھر کر یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ ترجمہ ناتمام رہ جائے۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (٦١/ الصف: ٨) (وحیدی)

مولانا وحید الزماں رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کے حاسدوں کا یہ حال لکھا ہے۔ مگر آج کل بھی معاملہ تقریباً ایسا ہی ہے۔ جو ناچیز (محمد داؤد راز) کے سامنے آ رہا ہے۔ کتنے حاسدین اشاعت بخاری شریف مترجم اردو کا عظیم کام دیکھ کر حسد کی آگ میں جلے جا رہے ہیں۔ اللہ پاک ان کے حسد سے محفوظ رکھے اور اس خدمت کو پورا کرائے۔ آمین۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ﴾ [هود: ٢٥] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ [هود: ٢٧] مَا ظَهَرَ لَنَا: ﴿أَقْلِعِي﴾ [هود: ٤٤] أَمْسِكِي. ﴿وَفَارَ التَّنُّورُ﴾ [هود: ٤٠] نَبَعَ الْمَاءُ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَجْهُ الْأَرْضِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْجُودِيِّ﴾ [هود: ٤٤] جَبَلٌ بِالْجَزِيرَةِ ﴿دَأْبِ﴾ [المومن: ٣١] حَالٌ. ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ. [النوح: ١، ٢٨] [﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾] [يونس: ٧١، ٧٢]

باب: اللہ عزوجل کا (نوح علیہ السلام سے متعلق) یہ ارشاد:

"اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن مجید کی اسی سورۂ ہود میں) ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ کے متعلق کہا کہ وہ چیز ہمارے سامنے ظاہر ہو۔ اَقْلِعِي یعنی روک لے ٹھہر جا فَارَ التَّنُّورُ یعنی پانی اس تنور میں ابل پڑا اور عکرمہ نے کہا کہ (تنور بمعنی) سطح کے ہے اور مجاہد نے کہا کہ اَلْجُودِي جزیرہ کا ایک پہاڑ ہے۔ دجلہ وفرات کے بیچ میں سورۂ مومن میں لفظ دَأْبٌ بمعنی حال ہے۔ سورۂ نوح میں اللہ کا فرمان: "ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس سے کہا کہ اپنی قوم کو تکلیف کا عذاب آنے سے پہلے ڈرا۔" آخر سورت تک اور سورۂ یونس میں فرمایا: "اے رسول! نوح کی خبر ان پر تلاوت کر، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے قوم! اگر میرا یہاں ٹھہرنا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو تمہارے سامنے بیان کرنا تمہیں زیادہ ناگوار گزرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے ارشاد مِنَ الْمُسْلِمِينَ تک۔

٣٣٣٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ سَالِمٌ: وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: ((إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ، وَلَكِنِّي أَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ، تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ)). [راجع: ٣٠٥٧]

(٣٣٣٧) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے کہ سالم نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ سنانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی، اس کی شان کے مطابق ثنا بیان کی، پھر دجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا: "میں تمہیں دجال کے فتنے سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے بھی اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔"

٣٣٣٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ

(٣٣٣٨) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، ہم سے شیبان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہ میں تمہیں دجال کے متعلق ایک ایسی بات بتادوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو اب تک نہیں

قَوْمَهُ، أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِتِمْثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَالَّتِي يَقُولُ: إِنَّهَا الْجَنَّةُ. هِيَ النَّارُ، وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ)). [مسلم: ٧٢٩٨]

بتائی۔ وہ کانا ہوگا اور جنت اور جہنم جیسی چیز لائے گا۔ پس جسے وہ جنت کہے گا درحقیقت وہی دوزخ ہوگی اور میں تمہیں اس کے فتنے سے اسی طرح ڈراتا ہوں، جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔"

تشریح: اللہ پاک اپنے بندوں کو آزمانے کے لیے دجال کو پہلے کچھ کاموں کی طاقت دے دے گا پھر بعد میں اس کی عاجزی ظاہر کر دے گا، ایسی صورت خود بتا دے گی کہ وہ اللہ نہیں ہے۔ احادیث میں نوح علیہ السلام کا ذکر آیا ہے باب سے یہی مناسبت ہے۔

٣٣٣٩ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَجِيءُ نُوحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، أَيْ رَبِّ. فَيَقُولُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ. فَيَقُولُ لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ، فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ، وَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾)) [البقرة: ١٤٣] وَالْوَسَطُ: الْعَدْلُ. [طرفاه في: ٤٤٨٧، ٧٣٤٩] [ترمذي: ٢٩٦١؛ ابن ماجه: ٤٢٨٤]

(٣٣٣٩) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوصالح نے اور ان سے ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "(قیامت کے دن) نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا، کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا، اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا، کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام ربانی اپنی قوم تک پہنچایا تھا اور یہی مفہوم اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کا ہے کہ "اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو۔" اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔

٣٣٤٠ـ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ: ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ بِمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ

(٣٣٤٠) مجھ سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، ہم سے ابوحیان یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابوزرعہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں شریک تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دستی کا گوشت پیش کیا گیا جو آپ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ نے اس دست کی ہڈی کا گوشت دانتوں سے نکال کر کھایا۔ پھر فرمایا کہ "میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمام مخلوق کو ایک

وَاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ: أَلَا تَرَوْنَ إِلَى مَا أَنْتُمْ فِيهِ؟ إِلَى مَا بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ: أَبُوكُمْ آدَمُ، فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ! أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ. فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرَى إِلَى مَا بَلَغَنَا؟ أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، نَفْسِي نَفْسِي، ائْتُوا النَّبِيَّ فَيَأْتُونِّي، فَأَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَسَلْ تُعْطَهْ)). قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَا أَحْفَظُ سَائِرَهُ. [طرفاه في: ٣٣٦١، ٤٧١٢] [مسلم: ٤٨٠؛ ترمذي: ٢٤٣٤]

چٹیل میدان میں جمع کرے گا؟ اس طرح کہ دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ دیکھ سکے گا۔ آواز دینے والے کی آواز ہر جگہ سنی جا سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ ایک شخص اپنے قریب کے دوسرے شخص سے کہے گا، دیکھتے نہیں کہ سب لوگ کیسی پریشانی میں مبتلا ہیں؟ اور مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیوں نہ کسی ایسے شخص کی تلاش کی جائے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں ہم سب کی شفاعت کے لئے جائے۔ کچھ لوگوں کا مشورہ ہوگا کہ دادا آدم علیہ السلام اس کے لئے مناسب ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے باوا آدم! آپ انسانوں کے دادا ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا، اپنی روح آپ کے اندر پھونکی تھی، ملائکہ کو حکم دیا تھا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا اور جنت میں آپ کو (پیدا کرنے کے بعد) ٹھہرایا تھا۔ آپ اپنے رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیں۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ ہم کس درجہ الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ وہ فرمائیں گے کہ (گناہ گاروں پر) اللہ تعالیٰ آج اس درجہ غضبناک ہے کہ کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور مجھے پہلے ہی درخت (جنت) کے کھانے سے منع کر چکا تھا لیکن میں اس فرمان کو بجا لانے میں کوتاہی کر گیا۔ آج تو مجھے اپنی ہی پڑی ہے۔ (نفسی نفسی) تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں، نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے نوح! آپ (آدم علیہ السلام کے بعد) روئے زمین پر سب سے پہلے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”عبد شکور“ کہہ کر پکارا ہے۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ آج ہم کیسی مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہیں؟ آپ اپنے رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیجئے۔ وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس درجہ غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنا غضبناک ہوگا۔ آج تو مجھے خود اپنی ہی فکر ہے۔ (نفسی نفسی) تم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں (ان کی شفاعت کے لئے) عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر آواز آئے گی۔ اے محمد! سر اٹھاؤ اور شفاعت

کرو۔ تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔'' محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا کہ ساری حدیث میں یاد نہ رکھ سکا۔

٣٣٤١۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ. [أطرافه في: ٣٣٤٥، ٣٣٧٦، ٤٨٦٩، ٤٨٧٠، ٤٨٧١، ٤٨٧٢، ٤٨٧٣، ٤٨٧٤]

(۳۳۴۱) ہم سے نصر بن علی بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابو احمد نے خبر دی، انہیں سفیان نے، انہیں ابو اسحاق نے، انہیں اسود بن یزید نے اور انہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (آیت) ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ مشہور قرأت کے مطابق (ادغام کے ساتھ) تلاوت فرمائی تھی۔

تشریح: بعض نے مذکر ذال کے ساتھ پڑھا ہے۔ چونکہ اس روایت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس حدیث کو یہاں لایا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بہت عظیم رسول گزرے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا بیان کئی جگہ آیا ہے۔ (علیہم السلام)

بَابٌ:

باب: (الیاس علیہ السلام پیغمبر کا بیان)

﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ○ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ○ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ○ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ○ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ [الصافات: ١٢٣-١٢٩] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ: ﴿سَلَامٌ عَلَى إِلْ يَاسِينَ ○ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الصافات: ١٣٠-١٣٢] يُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ إِلْيَاسَ هُوَ إِدْرِيسُ.

سورۂ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور بے شک الیاس رسولوں میں سے تھا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (خدا کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ تم بعل (بت) کی تو عبادت کرتے ہو اور سب سے اچھے پیدا کرنے والے کی عبادت کو چھوڑتے ہو۔ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا بھی لیکن ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا۔ پس بے شک وہ سب لوگ (عذاب کے لیے) حاضر کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے ان بندوں کے جو مخلص تھے اور ہم نے بعد میں آنے والی امتوں میں ان کا ذکر خیر چھوڑا ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ کے متعلق کہا کہ بھلائی کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا رہے گا۔ ''سلامتی ہو الیاسین پر، بے شک ہم اس طرح مخلصین کو بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔'' ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ الیاس، ادریس علیہ السلام کا نام تھا۔

تشریح: یہ الیاس بن یاسین بن ہارون تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے تھے۔ بعض کے نزدیک الیاس سے حضرت ادریس علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو صحیح نہیں سمجھا، اس لیے حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے ذیل کا باب الگ باندھا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ إِدْرِيسَ عليه السلام

باب: حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مريم: ٥٧]

٣٣٤٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ، فَفَرَجَ صَدْرِيْ، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ، ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ، فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيْلُ. قَالَ: مَامَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَعِيَ مُحَمَّدٌ. قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَفَتَحَ. فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ إِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ، فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ، فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى، ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرِيْلُ، حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ: لِخَازِنِهَا: افْتَحْ. فَقَالَ: لَهُ

اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''اور ہم نے ان کو بلند مکان (آسمان) پر اٹھالیا تھا۔''

(۳۳۴۲) ہم کو عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے بیان کیا اور انہیں زہری نے، (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عنبسہ نے، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے گھر کی چھت کھولی گئی۔ میرا قیام ان دنوں مکہ میں تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا، اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے کر چلے، جب آسمان دنیا پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولو، پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جبرئیل، پھر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کہ انہیں لانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ جواب دیا کہ ہاں، اب دروازہ کھلا، جب ہم آسمان پر پہنچے تو، وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، کچھ انسانی روحیں ان کے دائیں طرف تھیں اور کچھ بائیں طرف، جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ انہوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی نیک بیٹے! میں نے پوچھا، جبرئیل! یہ صاحب کون بزرگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ انسانی روحیں ان کے دائیں اور بائیں طرف تھیں ان کی اولاد بنی آدم کی روحیں تھیں ان کے جو دائیں طرف تھیں وہ جنتی تھیں اور جو بائیں طرف تھیں وہ دوزخی تھیں، اس لئے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے تھے، پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے اوپر لے کر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے، ان آسمان کے داروغہ سے بھی انہوں نے کہا کہ دروازہ کھولو، انہوں نے بھی اسی طرح کے سوالات کیے جو پہلے آسمان پر ہو چکے تھے، پھر دروازہ کھولا'' انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت

خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ)) قَالَ أَنَسٌ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ إِدْرِيسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ، وَلَمْ يُثْبِتْ لِي كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّادِسَةِ. وَقَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ بِإِدْرِيسَ. قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: عِيسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ. قَالَ: ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَيَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ثُمَّ عُرِجَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ)). قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَفَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرَّ بِمُوسَى، فَقَالَ مُوسَى: مَا الَّذِي فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَاةً. قَالَ: فَرَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ. فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ:

ابوذر رضی اللہ عنہ نے تفصیل سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے مختلف آسمانوں پر ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو پایا، لیکن انہوں نے ان انبیائے کرام کے مقامات کی کوئی تخصیص نہیں کی، صرف اتنا کہا کہ آنحضرت ﷺ نے آدم کو آسمان دنیا (پہلے آسمان پر) پایا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے پر اور انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر جب جبرئیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی نیک بھائی، میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی کہا خوش آمدید نیک نبی نیک بھائی، میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے فرمایا کہ خوش آمدید نیک نبی اور نیک بیٹے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ابن شہاب سے زہری نے بیان کیا اور مجھے ایوب بن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوحیہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پھر مجھے اوپر لے کر چڑھے اور میں اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں سے قلم کے لکھنے کی آواز صاف سننے لگی تھی۔“ ابوبکر بن حزم نے بیان کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں مجھ پر فرض کیں۔ میں اس فریضہ کے ساتھ واپس ہوا اور جب موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر کیا چیز فرض کی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ پچاس وقت کی نمازیں ان پر فرض ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں، کیونکہ آپ کی امت میں اتنی نمازوں کی طاقت نہیں ہے، چنانچہ میں واپس ہوا اور رب العالمین کے دربار میں مراجعت کی، اس کے نتیجے میں اس کا ایک حصہ کم کر دیا گیا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس مرتبہ بھی انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے پھر مراجعت کریں پھر انہوں نے اپنی تفصیلات کا ذکر کیا کہ رب العالمین نے ایک حصہ کی پھر کمی کر دی، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر کی، انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے مراجعت کریں، کیونکہ آپ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں

رَاجِعْ رَبَّكَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ ذَلِكَ فَفَعَلْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ، وَهِيَ خَمْسُونَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ. فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبَّكَ. فَقُلْتُ: قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ، حَتَّى أَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهَى، فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ)). [راجع: ٣٤٩]

ہے، پھر میں واپس ہوا اور اپنے رب سے پھر مراجعت کی، اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ فرمادیا کہ نمازیں پانچ وقت کی کردی گئیں اور ثواب پچاس نمازوں ہی کا باقی رکھا گیا، ہمارا قول بدلا نہیں کرتا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے اب بھی اسی پر زور دیا کہ اپنے رب سے آپ کو پھر مراجعت کرنی چاہیے۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اللہ پاک سے بار بار درخواست کرتے ہوئے اب شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر آگے بڑھے اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لائے جہاں مختلف قسم کے رنگ نظر آئے، جنہوں نے اس درخت کو چھپا رکھا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ موتی کے گنبد بنے ہوئے ہیں اور اس کی مٹی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔"

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر خیر آیا۔ اسی مناسبت سے اسے یہاں درج کیا گیا۔ معراج کا واقعہ اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: حدیث معراج میں یہ عقیدہ لازماً رکھنا چاہیے کہ معراج جسمانی برحق ہے اور اس میں سینہ چاک ہونے وغیرہ وغیرہ جتنے بھی کوائف مذکور ہوئے ہیں اپنے ظاہری معانی کے لحاظ سے سب برحق ہیں۔ ظاہر پر ایمان لانا اور دیگر کوائف اللہ کے حوالہ کرنا ایمان والوں کا شیوہ ہے۔ اس میں مزید کرید کرنا جائز نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ: يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾ [هود: ٥٠] وَقَوْلِهِ: ﴿إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾. [الأحقاف: ٢١-٢٥] فِيهِ عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب: اللہ عزوجل کا فرمان:

"اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو (نبی بنا کر) بھیجا انہوں نے کہا، اے قوم! اللہ کی عبادت کرو"

اور سورۂ احقاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کہ جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف یعنی ریت کے میدانوں میں ڈرایا" اللہ تعالیٰ کے ارشاد "یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوموں کو۔" اس باب میں عطاء بن ابی رباح اور سلیمان بن یسار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح: عطاء کی روایت کو مؤلف نے سورۂ احقاف کی تفسیر میں اور سلیمان کی روایت کو مؤلف نے ہی وصل کیا ہے، احقاف حقف کی جمع ہے، قوم عاد ریت کے اونچے ٹیلوں پر آباد تھی۔ اس لئے ان کی بستیوں کو لفظ احقاف سے موسوم کیا گیا ہے، یمن میں ایک وادی کا نام احقاف تھا جہاں عاد کی قوم رہتی تھی، قتادہ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں قوم عاد کے لوگ آباد تھے۔ قرآن مجید میں ایک سورت احقاف کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں قوم عاد پر جو عذاب آیا اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

[بَابُ] وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ﴾: شَدِيْدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾: مُتَتَابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾: أُصُوْلُهَا ﴿فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾: [الحاقة: ٦-٨] بَقِيَّةٍ.

باب: (اور سورۂ حاقہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”لیکن قوم عاد، تو انہیں ایک نہایت تیز وتند آندھی سے ہلاک کیا گیا، جو بڑی غضبناک تھی۔“ ابن عیینہ نے (آیت کے لفظ) عاتیہ کی تشریح میں کہا کہ (اَی عَتَتْ عَنِ الخُزَّان) یعنی وہ اپنے داروغہ فرشتوں کے قابو سے باہر ہوگئی جسے اللہ نے ان پر متواتر سات رات اور آٹھ دن تک مسلط کیا (آیت میں) لفظ حُسُوْمًا بمعنی مُتَتَابِعَةً ہے۔ یعنی وہ پے در پے چلتی رہی (ایک منٹ بھی نہیں رکی) پس اگر تو اس وقت موجود ہوتا تو اس قوم کو وہاں یوں گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہیں، سو کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بھی بچا ہوا نظر آتا ہے۔“

تشریح: ﴿عاتية﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس ہوا نے حکم الٰہی سے اپنے داروغہ فرشتے کی بھی ایک نہ سنی اور ایک دم نکل بھاگی۔ جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا، بعض نے کہا ترجمہ یوں ہے کہ وہ قوم عاد پر غالب آگئی یعنی ان کے روکے سے نہ رک سکی، ہوا کے عذاب اب بھی آتے رہتے ہیں۔

٣٣٤٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)).

[راجع: ١٠٣٥]

(٣٣٤٣) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”(غزوۂ خندق کے موقع پر) پروا ہوا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد پچھوا ہوا سے ہلاک کردی گئی تھی۔“

٣٣٤٤ـ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ بَعَثَ عَلِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ: الأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ، وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ، وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ، وَعَلْقَمَةَ ابْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ، فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالأَنْصَارُ، قَالُوْا: يُعْطِي صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا. قَالَ: ((إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ)). فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ

(٣٣٤٤) (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا) کہ ابن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابن ابی نعیم نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (یمن سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا تو آپ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کردیا، اقرع بن حابس حنظلی المجاشعی، عیینہ بن بدر فزاری، زید طائی بنو نبہان والے اور علقمہ بن علاثہ عامری بنو کلاب والے، اس پر قریش اور انصار کے لوگوں کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ نے نجد کے بڑوں کو تو دیا لیکن ہمیں نظر انداز کردیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”میں صرف ان کے دل ملانے کے لیے انہیں دیتا ہوں“ (کیونکہ ابھی حال ہی میں یہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں) پھر ایک

مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاتِئُ الْجَبِيْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوْقٌ فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ. فَقَالَ: ((مَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُ؟ أَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَلَا تَأْمَنُوْنِّي؟)) فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ- أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ- فَمَنَعَهُ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: ((إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا- أَوْ فِيْ عَقِبِ هَذَا- قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ)). [أطرافه في: ٣٦١٠، ٤٣٥١، ٤٦٦٧، ٥٠٥٨، ٦١٦٣، ٦٩٣١، ٦٩٣٣، ٧٤٣٢، ٧٥٦٢] [مسلم: ٢٤٥١، ٢٤٥٤؛ ابوداود: ٤٧٦٤؛ نسائي: ٢٥٧٧، ٤١١٢]

شخص سامنے آیا، اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، کلے پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی اٹھی ہوئی، ڈاڑھی بہت گھنی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا اے محمد! اللہ سے ڈرو (ﷺ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اس کی فرمانبرداری کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے روئے زمین پر دیانت دار بنا کر بھیجا ہے۔ کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟'' اس شخص کی اس گستاخی پر ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی، میرا خیال ہے کہ یہ حضرت خالد بن ولید تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اس سے روک دیا، پھر وہ شخص وہاں سے چلنے لگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نسل سے یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) اس شخص کے بعد اسی کی قوم سے ایسے لوگ جھوٹے مسلمان پیدا ہوں گے، جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے۔ لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، یہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میری زندگی اس وقت تک باقی رہی تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جیسے قوم عاد کا (عذاب الٰہی سے) قتل ہوا تھا کہ ایک بھی باقی نہ بچا۔''

تشریح: اس حدیث کے آخر میں قوم عاد کے عذاب الٰہی سے ہلاک ہونے کا ذکر ہے اس مناسبت سے یہ حدیث یہاں درج کی گئی۔ جس بد بخت گروہ کا یہاں ذکر ہوا ہے یہ خارجی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا ان پر کفر کا فتویٰ لگایا، خود اتباع قرآن کا دعویٰ کیا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلے میں یہ لوگ مارے گئے۔ دینداری کا دعویٰ کرنے اور دوسرے مسلمانوں کو بنظر حقارت دیکھنے والے آج بھی بہت سے لوگ موجود ہیں، لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے ہاتھوں میں تسبیح لٹکائے ہوئے، بغلوں میں قرآن دبائے ہوئے مگر ان کے دلوں کو دیکھو تو بھیڑیئے معلوم ہوتے ہیں۔

٣٣٤٥- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾. [راجع: ٣٣٤١]

(۳۳۴۵) ہم سے خالد بن یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے اسود نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ آیت فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ کی تلاوت فرما رہے تھے۔

تشریح: یہ آیت سورۂ قمر میں عاد کے قصہ میں بھی آئی ہے۔ اس مناسبت سے یہ حدیث بیان کی۔

بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ

باب: یاجوج وماجوج کا بیان

وَقَوْلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿قَالُوْا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي

اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں فرمایا: ''وہ کہنے لگے اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج لوگ ملک میں بہت فساد مچا رہے ہیں۔''

الْأَرْضِ﴾. [الكهف: ٩٤]

تشریح: یہ دونوں قبیلوں کے نام ہیں جو یافث بن نوح کی اولاد میں ہیں۔ بعض نے کہا یاجوج ترک لوگ ہیں اور ماجوج ایک دوسرا گروہ ہے۔ قیامت کے قریب یہ لوگ بہت غالب ہوں گے اور ہر طرف سے نکل پڑیں گے، ان کا نکلنا قیامت کی ایک نشانی ہے۔ جو لوگ یاجوج ماجوج کے وجود میں شبہ کرتے ہیں وہ احمق ہیں، یاجوج ماجوج آدمی ہیں، کوئی عجوبہ نہیں ہیں اور جو روایتیں ان کے قد و قامت کے متعلق منقول ہیں ان کی سندیں صحیح نہیں۔ توراۃ شریف میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے، بعض نے کہا یاجوج روسی لوگ ہیں اور ماجوج تاتاری بعض نے کہا ماجوج انگریز ہیں (وحیدی) صحیح بات یہی ہے کہ حقیقت حال کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اہل ایمان کا کام ارشاد الٰہی پر امنا و صدقنا کہنا ہے۔

بَابٌ: وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا○ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا○ فَاتَّبَعَ سَبَبًا﴾ طَرِيقًا، إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ائْتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ﴾ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ الْقِطَعُ: ﴿حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: الْجَبَلَيْنِ، وَالسُّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ ﴿خَرْجًا﴾ أَجْرًا: ﴿قَالَ انْفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا﴾ أَصُبُّ عَلَيْهِ رَصَاصًا، وَيُقَالُ: الْحَدِيدُ. وَيُقَالُ الصُّفْرُ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: النُّحَاسُ. ﴿فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ﴾ يَعْلُوهُ، اسْتَطَاعَ: اسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهُ فَلِذَلِكَ فُتِحَ أَسْطَاعَ يَسْطِيعُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِسْتَطَاعَ يَسْتَطِيعُ، ﴿وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا○ قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ﴾ أَلْزَقَهُ بِالْأَرْضِ، وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَا سَنَامَ لَهَا، وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُ حَتَّى صَلُبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ. ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا○ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ﴾ [الكهف:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

''اور آپ سے (اے رسول) ذوالقرنین (بادشاہ) کے متعلق یہ لوگ پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ ان کا قصہ میں ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ہم نے اسے زمین کی حکومت دی تھی اور ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان عطا فرمایا تھا پھر وہ ایک سمت چل نکلا'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ'' تک۔ زُبَرَ کا واحد زُبْرَةٌ ہے اور زبرة ٹکڑے کو کہتے ہیں ''یہاں تک کہ جب اس نے ان دونوں پہاڑوں کے برابر دیوار اٹھا دی۔'' صَدَفَين سے پہاڑ مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بَيْنَ الصَّدَفَيْن کی تفسیر میں منقول ہے) اور السَّدَّين السَدَفَيْن کی دوسری قراءت بھی الجَبَلَيْنِ (دو پہاڑ) کے معنی میں ہے، خَرْجًا بمعنی محصول اجرت، ذوالقرنین نے (عملہ سے) کہا کہ اب اس دیوار کو آگ سے دھونکو یہاں تک کہ جب اسے آگ بنا دیا تو کہا اب میرے پاس پگھلا ہوا سیسہ تانبا لاؤ تو میں اس پر ڈال دوں أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا کے معنی ہیں کہ میں اس پر پگلا ہوا سیسہ ڈال دوں (قطر کے معنی) بعض نے لوہے (پگھلے ہوئے سے) کئے ہیں اور بعض نے پیتل سے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا معنی تانبا بتایا ہے۔ پھر قوم یاجوج و ماجوج کے لوگ (اس سد کے بعد) اس پر چڑھ نہ سکے يَظْهَرُوْهُ بمعنی يَعْلُوْهُ، طُعْتُ لَهُ سے استفعال کا صیغہ ہے۔ اس لیے اِسْطَاعَ يَسْطِيْعُ، يَسْتَطِيْعُ بھی پڑھتے ہیں اور یاجوج ماجوج اس میں سوراخ بھی نہ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے پروردگار کی ایک رحمت ہے پھر جب میرے پروردگار کا مقررہ وعدہ آ پہنچے گا تو وہ اس دیوار کو دَكَّا یعنی زمین کے ساتھ ملا دے گا،

٨٣، ٩٩] ﴿حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ﴾ [الانبياء: ٩٦] قَالَ قَتَادَةُ: حَدَبٌ: أَكَمَةٌ. وَقَالَ: رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَأَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ. قَالَ: ((رَأَيْتَهُ؟))

عرب کے لوگ اسی سے بولتے ہیں نَاقَةٌ دَكَّاء جس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی کوہان نہ ہو۔ اور اَلدَّكْدَاكُ مِنَ الْاَرْضِ کی مثال وہ زمین جو ہموار ہو کر سخت ہوگئی، اونچی نہ ہو" اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اس روز ہم ان کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ بعض ان کا بعض سے گڈمڈ ہو جائے گا۔" "یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔" قتادہ نے کہا حَدَب کے معنی ٹیلہ کے ہیں۔ ایک صحابی نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس دیوار کو دھاری دار چادر کی طرح دیکھا ہے جس کی ایک دھار سرخ ہے اور ایک کالی ہے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "واقعی تم نے اسکو دیکھا ہے۔"

تشریح: ہوا یہ تھا کہ دونوں طرف دو اونچے پہاڑ تھے بیچ میں راستہ کھلا ہوا تھا، اس میں سے یاجوج ماجوج کے لوگ گھس آتے اور غریب رعایا کو ستاتے۔ ذوالقرنین نے یہ دیوار لوہے کی بنا کر انکا راستہ ہی بند کر دیا۔ بعض کم عقل لوگ اس قصہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ دیوار بنی ہوتی تو آج کل ضرور اس کا پتہ لگ جاتا کیونکہ دنیا کی چھان بین آج کل بہت ہو چکی ہے اور کوئی ملک اور جزیرہ ایسا باقی نہیں رہا جہاں سیاح نہ پہنچے ہوں، ان کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تو یہ دیوار موجود تھی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا آج یاجوج ماجوج کی سد میں اتنا سوراخ کھل گیا۔ بعد کے لیے بھی ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ سیاحوں نے سارے عالم کا پتہ لگا لیا ہو جن لوگوں نے دیوار چین کو سد سکندری سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ چین کی دیوار بہت لمبی ہے اور وہ لوہے کی بھی نہیں ہے اسے چین کے ایک بادشاہ نے بنوایا تھا۔ مذکورہ ذوالقرنین سے اسکندر اعظم مراد ہیں۔ جنہوں نے دین ابراہیمی قبول کر لیا تھا اسکندر یونانی مراد نہیں ہے یہ بعد کے زمانہ قبل مسیح میں ہوا ہے۔

٣٣٤٦۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هَذِهِ)). وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيْهَا. فَقَالَتْ: زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ)). [أطرافه في: ٣٥٩٨،

(٣٣٤٦) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے، ان سے ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے، ان سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے آپ کچھ گھبرائے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا: "اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، ملک عرب میں اس برائی کی وجہ سے بربادی آ جائے گی جس کے دن قریب آنے کو ہیں، آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے۔" پھر آنحضرت ﷺ نے انگوٹھے اور اس کے قریب کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتلایا۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اس کے باوجود ہلاک کر دیئے جائیں گے کہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! جب فسق و فجور بڑھ جائے گا (تو یقیناً بربادی ہوگی)۔"

٧٠٥٩، ٧١٣٥] [مسلم: ٧٢٣٥، ٧٢٣٨؛ ترمذي: ٢١٨٧؛ ابن ماجه: ٣٩٥٣]

٣٣٤٧۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فَتَحَ اللَّهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلَ هَذَا)). وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِينَ. [طرفه في: ٧١٣٦] [مسلم: ٧٢٣٩]

(٣٣٤٧) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے والد طاؤس نے، ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ پاک نے یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھول دیا ہے۔“ پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے نوے کا عدد بنا کر بتلایا۔

تشریح: عقد انامل میں اس کی صورت یوں ہے کہ خنصر اور بنصر کو بند کرے اور کلمے کی انگلی بند کر دے، انگوٹھے کو بیچ کی انگلی پر رکھے۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اتنا ہی سا کھلا ہے، ایک روایت میں یوں ہے کہ یاجوج ماجوج روز اس کو کھودتے ہیں تھوڑی سی رہ جاتی ہے تو کہتے کل آ کر توڑ لیں گے، اللہ تعالیٰ شب بھر میں پھر اس کو ویسا ہی مضبوط کر دیتا ہے، جب ٹوٹنے کا وقت آ پہنچے گا اس روز یوں کہیں گے کل ان شاء اللہ آ کر توڑ ڈالیں گے، اس شب میں وہ دیوار ویسی ہی رہے گی صبح کو توڑ کر نکل پڑیں گے۔ (وحیدی)

٣٣٤٨۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا آدَمُ! فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ. فَيَقُولُ: أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ. قَالَ: وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَعِنْدَهُ يَشِيبُ الصَّغِيرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى، وَمَا هُمْ بِسُكَارَى، وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَأَيُّنَا ذَلِكَ الْوَاحِدُ؟ قَالَ: ((أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا، وَمِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا)). ثُمَّ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). فَكَبَّرْنَا. فَقَالَ: ((أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). فَكَبَّرْنَا. فَقَالَ: ((أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). فَكَبَّرْنَا. قَالَ ((مَا أَنْتُمْ

(٣٣٤٨) مجھ سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا، اے آدم! آدم علیہ السلام عرض کریں گے میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں، مستعد ہوں، ساری بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جہنم میں جانے والوں کو (لوگوں میں سے الگ) نکال لو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ اس وقت (کی ہولناکی اور وحشت سے) بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اس وقت تم (خوف و دہشت سے) لوگوں کو مدہوشی کے عالم میں دیکھو گے۔ حالانکہ وہ بے ہوش نہ ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔“ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں بشارت ہو، وہ ایک آدمی تم میں سے ہوگا اور ایک ہزار دوزخی یاجوج ماجوج کی قوم میں سے ہوں گے۔“ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم (امت مسلمہ) تمام جنت والوں کے ایک تہائی ہو گے۔“ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا:

فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَبْيَضَ، أَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ)). [أطرافه في: ٤٧٤١، ٦٥٣٠، ٧٤٨٣] [مسلم: ٥٣٢، ٥٣٣]

''مجھے امید ہے تم تمام جنت والوں کے آدھے ہوگے۔'' پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''(محشر میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہوگے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے کسی سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔''

تشریح: ترجمہ باب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی کے مقابل یاجوج ماجوج میں سے ہزار آدمی پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس سے یاجوج ماجوج کی ایسی کثرت نسل معلوم ہوتی ہے کہ امت اسلامیہ ان کافروں کا ہزارواں حصہ ہوگی۔ یاجوج ماجوج دو قبیلوں کے نام ہیں جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ قیامت کے قریب یہ لوگ بہت غالب ہوں گے اور ہر طرف سے نکل پڑیں گے۔ ان کا نکلنا قیامت کی ایک نشانی ہے جو لوگ یاجوج ماجوج کے وجود میں شبہ کرتے ہیں وہ خود احمق ہیں۔ حدیث سے امت محمدیہ کا بکثرت جنتی ہونا بھی ثابت ہوا مگر جو لوگ کلمہ اسلام پڑھنے کے باوجود قبروں، تعزیوں، جھنڈوں کی پوجا پاٹ میں مشغول ہیں وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ مشرک ہیں اور مشرکوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو قطعاً حرام کردیا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ (۴/النساء:۴۸) سے ظاہر ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ [النساء: ١٢٥] وَقَوْلِهِ: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ﴾ [النحل: ١٢٠] وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾. [التوبة: ١١٤] وَقَالَ أَبُوْ مَيْسَرَةَ: الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

باب: (سورۂ نساء میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

''اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا'' اور (سورۂ نحل میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''بے شک ابراہیم (تمام خوبیوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے خود) ایک امت تھے، اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار، ایک طرف ہونے والے۔'' اور (سورۂ توبہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''بے شک ابراہیم نہایت نرم طبیعت اور بڑے ہی بردبار تھے۔'' ابومیسرہ (عمرو بن شرحبیل) نے کہا کہ (اواہ) حبشی زبان میں رحیم کے معنی میں ہے۔

٣٣٤٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أُرَاهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا)) ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ، وَإِنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ: أُصَيْحَابِيْ أُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلَى

(۳۳۴۹) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے مغیرہ بن نعمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ حشر میں ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بن ختنہ جمع کیے جاؤ گے۔'' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ''جیسا کہ ہم نے پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ، ہم ایسے ہی لوٹائیں گے۔ یہ ہماری طرف سے ایک وعدہ ہے جس کو ہم پورا کرکے رہیں گے۔'' اور انبیا میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا اور میرے اصحاب میں سے بعض کو بائیں جانب لے جایا جائیگا تو میں پکار اٹھوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، میرے اصحاب! لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پھر کفر اختیار کرلیا

أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ. فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ﴾

[أطرافه: ٣٤٤٧، ٤٦٢٥، ٤٦٢٦، ٤٧٤٠، ٦٥٢٤، ٦٥٢٥، ٦٥٢٦] [مسلم: ٧٢٠١؛ ترمذي: ٢٤٢٣، ٣١٦٧؛ نسائي: ٢٠٨١؛ ابن ماجه: ٢٠٨٦]

تھا۔ اس وقت میں بھی وہی جملہ کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے کہ جب تک میں ان کے ساتھ تھا۔ ان پر نگران تھا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "الحکیم" تک۔"

تشریح: مراد وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا۔ یہ دیہات کے وہ بدوی تھے جو برائے نام اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی پھر مرتد ہو کر اسلام کے خلاف مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے تھے جو یا تو منافق تھے یا اسلام کے غلبہ سے خوف زدہ ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلام سے کبھی کوئی دلچسپی سرے سے لی ہی نہیں تھی۔ ان مرتدین نے خلافت اسلامیہ کے خلاف جنگ کی اور شکست کھائی یا قتل کیے گئے۔

٣٣٥٠۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَخِي عَبْدُالْحَمِيدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي؟ فَيَقُولُ أَبُوهُ: فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ. فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ! مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُتَلَطِّخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ)).

[طرفاه في: ٤٧٦٨، ٤٧٦٩]

(۳۳۵۰) ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے خبر دی، انہیں ابن ابی ذئب نے، انہیں سعید مقبری نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے (والد کے چہرے) پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ آج میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہوگا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

تشریح: اس حدیث سے ان نام نہاد مسلمان کو عبرت پکڑنی چاہیے جو اولیائے اللہ کے بارے میں جھوٹی حکایات و کرامات گھڑ گھڑ کر ان کو بدنام کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بڑے پیر جیلانی صاحب نے روحوں کی تھیلی حضرت عزرائیل علیہ السلام سے چھین لی جن میں مؤمن و کافر سب کی روحیں تھیں وہ سب جنت میں داخل ہو گئے۔ ایسے بہت سے قصے بہت سے بزرگوں کے بارے میں مشرکین نے گھڑ رکھے ہیں۔ جب حضرت خلیل اللہ جیسے پیغمبر قیامت کے دن

اپنے باپ کے کام نہ آسکیں گے تو اور دوسرے کسی کی کیا مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی کسی مرید یا شاگرد کو بخشوا سکیں۔

۳۳۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ: ((**أَمَّا هُمْ، فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ، هَذَا إِبْرَاهِيمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَهُ يَسْتَقْسِمُ**)). [راجع: ۳۹۸]

(۳۳۵۱) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے بکیر نے بیان کیا، ان سے ابن عباس کے مولیٰ کریب نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں، آپ نے فرمایا: ''قریش کو کیا ہو گیا؟ حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں رکھی ہوں، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر ہے اور وہ بھی پانسہ پھینکتے ہوئے۔''

تشریح: عرب کے مشرکوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مورتی بنا کر ان کے ہاتھ میں پانسے کا تیر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیر کو پانسہ بنانا، اس سے جوا کھیلنا یا فال نکالنا کسی بھی پیغمبر کی شان نہیں ہو سکتی۔ قسطلانی نے کہا کہ مکہ کے کافر جب سفر وغیرہ پر نکلتے تو ان پانسوں سے فال نکالا کرتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بطور معبود کسی بت کو پوجا جائے یا کسی نبی اور ولی کی قبر یا مورت کو، شرک ہونے میں ہر دو برابر ہیں۔ جو نادان مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جس شرک کی مذمت ہے وہ کافروں کی بت پرستی مراد ہے۔ ہم مسلمان اولیائے اللہ کو محض بطور وسیلہ پوجتے ہیں۔ ان نادانوں کا یہ کہنا سراسر فریب نفس ہے۔

۳۳۵۲۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ، حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ، وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ: ((**قَاتَلَهُمُ اللَّهُ، وَاللَّهِ! إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ**)). [راجع: ۳۹۷]

(۳۳۵۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے، انہیں ایوب نے، انہیں عکرمہ نے اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اندر اس وقت تک داخل نہ ہوئے جب تک وہ مٹا نہ دی گئیں اور آپ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں دیکھیں کہ ان کے ہاتھوں میں تیر (پانسے کے) تھے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ ان پر بربادی لائے، واللہ ان حضرات نے کبھی تیر نہیں پھینکے۔''

تشریح: یعنی ان بزرگوں نے فال نکالنے کے لئے کبھی تیر استعمال نہیں کئے، وہ ایسی بیہودہ حرکات سے خود ہی بیزار تھے۔ ایسے ہی وہ بزرگ بھی ہیں جن کی قبروں پر ڈھول تاشے بجائے جا رہے ہیں۔

۳۳۵۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَنْ أَكْرَمُ

(۳۳۵۳) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبیداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ حضور نے

النَّاسِ؟ قَالَ: ((أَتْقَاهُمْ)). فَقَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: ((فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللَّهِ)). قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: ((فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوْا)). قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [أطرافه في: ٣٣٧٤، ٣٣٨٣، ٣٤٩٠، ٤٦٨٩][مسلم: ٦١٦١]

فرمایا: ”جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔“ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم حضور ﷺ سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”پھر اللہ کے نبی یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ (سب سے زیادہ شریف ہیں)“ صحابہ نے کہا کہ ہم اس کے متعلق بھی نہیں پوچھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اچھا عرب کے خاندان کے متعلق تم پوچھنا چاہتا ہو۔ سو جو جاہلیت میں شریف تھے اسلام میں بھی وہ شریف ہیں جب کہ دین کی سمجھ انہیں آجائے۔“ ابواسامہ اور معتمر نے عبید اللہ سے بیان کیا، ان سے سعید نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

٣٣٥٤ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا سَمُرَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ، فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ طَوِيْلٍ، لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طُوْلًا، وَأَنَّهُ إِبْرَاهِيْمُ عليه السلام)). [راجع: ٨٤٥]

(۳۳۵۴) ہم سے مؤمل بن ھشام نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے، کہا ہم سے ابورجاء نے، کہا ہم سے سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”آج کی رات میرے پاس (خواب میں) دو فرشتے (جبرئیل و میکائیل علیہما السلام) آئے۔ پھر یہ دونوں فرشتے مجھے ساتھ لے کر ایک لمبے قد کے بزرگ کے پاس گئے، وہ اتنے لمبے تھے کہ ان کا سر میں نہیں دیکھ پاتا تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔“

٣٣٥٥ـ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا النَّضْرُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ أَوْ ك ف ر. قَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ: ((أَمَّا إِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا إِلَى صَاحِبِكُمْ، وَأَمَّا مُوْسَى فَجَعْدٌ آدَمُ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُكَبِّرُ)).

[راجع: ١٥٥٥]

(۳۳۵۵) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے نضر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ کے سامنے لوگ دجال کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا ”کافر“ یا (یوں لکھا ہوا ہوگا) ”ک ف ر“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔ البتہ آپ نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان فرمائی کہ ”ابراہیم علیہ السلام (کی شکل و وضع معلوم کرنے) کے لیے تم اپنے صاحب کو دیکھ سکتے ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بدن گٹھا ہوا، گندم گوں، ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی نکیل کھجور کی چھال کی تھی۔ جیسے میں انہیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔“

تشریح: صاحب کے لفظ سے یہ اشارہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی طرف کیا تھا۔ کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

٣٣٥٦ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا

(۳۳۵۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن

مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُّومِ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ. وَتَابَعَهُ عَجْلَانُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ.

القرشی نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں بسولے سے ختنہ کیا۔“ اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بھی ابوالزناد سے روایت کیا ہے اور عجلان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

[طرفه في: ٦٢٩٨] [مسلم: ٦١٤١]

تشریح: اسی عمر میں ان کو ختنے کا حکم آیا، استرہ پاس نہ تھا اس لیے حکم الٰہی کی تعمیل میں خود ہی بسولے سے ختنہ کرلیا۔ ابویعلی کی روایت میں اتنی صراحت ہے۔ بعض منکرین حدیث نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے جو ان کی حماقت کی دلیل ہے۔ جب ایک انسان خودکشی کرسکتا ہے۔ خود اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کاٹ سکتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خود بسولے سے ختنہ کرلینا کون سا موجب تعجب ہے اور اسی (۸۰) سال کی عمر میں ختنے پر اعتراض کرنا بھی حماقت ہے جب حکم الٰہی ہوا، اور اس کی تعمیل کی گئی۔ منکرین حدیث محض عقل سے کورے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ وَقَالَ ((بِالْقَدُومِ)). مُخَفَّفَةً.

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، قدوم بہ تخفیف دال (پہلی روایت میں قدّوم دال کی تشدید کے ساتھ اور دوسری میں بہ تخفیف دال ہے اند دونوں کا معنی ایک ہی ہے) بسولہ (جو بڑھیوں کا ایک مشہور ہتھیار رہتا ہے اسے بسوہ بھی کہتے ہیں)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی عمر میں ختنے کا حکم آیا، اس وقت استرہ ان کے پاس نہ تھا۔ تاخیر مناسب نہیں سمجھی اور اسی صورت سے حکم الٰہی ادا کیا، ابویعلی کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق کی روایت کو مسدد نے اپنی مسند میں اور عجلان کی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور محمد بن عمرو کی روایت کو ابویعلی نے وصل کیا ہے۔

٣٣٥٧- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ الرُّعَيْنِيُّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثًا)). [راجع: ٢٢١٧]

(۳۳۵۷) ہم سے سعید بن تلید رعینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن وہب نے خبر دی، کہا کہ مجھے جریر بن حازم نے خبر دی، انہیں ایوب سختیانی نے، انہیں محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابراہیم علیہ السلام نے توریہ تین مرتبہ کے سوا اور کبھی نہیں کیا۔“

تشریح: توریہ کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ کچھ اور ہو لیکن کوئی شخص کسی خاص مصلحت کی وجہ سے اسے دو معانی والے الفاظ کے ساتھ اس انداز میں بیان کرے کہ سننے والا اصل واقعہ کو نہ سمجھ سکے بلکہ اس کا ذہن خلاف واقعہ چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔ شریعت نے بعض مخصوص حالات میں اس کی اجازت دی ہے۔

٣٣٥٨- ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ،

(۳۳۵۸) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللَّهِ، قَوْلُهُ: ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ وَقَوْلُهُ: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا﴾، وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ هَا هُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَسَأَلَهُ عَنْهَا. قَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِي، فَأَتَى سَارَةَ فَقَالَ: يَا سَارَةُ، لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِينِي. فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ وَذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ، فَأُخِذَ فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ. فَدَعَتِ اللَّهَ فَأُطْلِقَ، ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ، فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ. فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ. فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ. فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مَهْيَا قَالَتْ: رَدَّ اللَّهُ كَيْدَ الْكَافِرِ - أَوِ الْفَاجِرِ - فِي نَحْرِهِ، وَأَخْدَمَ هَاجَرَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ! [راجع: ٢٢١٧]

بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا، دو ان میں سے خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے تھے۔ ایک تو ان کا فرمانا (بطور توریہ کے) کہ ”میں بیمار ہوں“ اور دوسرا ان کا یہ فرمانا کہ ”بلکہ یہ کام تو ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے“ اور بیان کیا کہ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام ایک ظالم بادشاہ کی حدود سلطنت سے گزر رہے تھے۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے اور اس کے ساتھ دنیا کی ایک خوب صورت ترین عورت ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا آدمی بھیج کر انہیں بلوایا اور حضرت سارہ علیہا السلام کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں۔ پھر آپ سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے سارہ! یہاں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی بھی مؤمن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ تم میری (دینی اعتبار سے) بہن ہو۔ اس لیے اب تم کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے میں جھوٹا بنوں۔ پھر اس ظالم نے حضرت سارہ کو بلوایا اور جب وہ اس کے پاس گئیں تو اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن فوراً ہی پکڑ لیا گیا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو (کہ اس مصیبت سے نجات دے) میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، چنانچہ انہوں نے اللہ سے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ لیکن پھر دوسری مرتبہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس مرتبہ اسی طرح پکڑ لیا گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور پھر کہنے لگا کہ اللہ سے میرے لیے دعا کرو، میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ سارہ علیہا السلام نے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کسی خدمت گار کو بلا کر کہا کہ تم لوگ میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو، یہ تو کوئی سرکش جن ہے (جاتے ہوئے) سارہ علیہا السلام کے لیے اس نے ہاجرہ علیہا السلام کو خدمت کے لیے دیا۔ جب سارہ آئیں تو ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر یا (یہ کہا کہ) فاجر کے فریب کو اسی کے منہ پر دے مارا اور ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بنی ماء السماء (اے

آسمانی پانی کی اولاد! یعنی اہل عرب) تمہاری والدہ یہی (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) ہیں۔

تشریح: روایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تین جھوٹ کا ذکر ہے جو حقیقت میں جھوٹ نہ تھے۔ کیونکہ لفظ جھوٹ انبیا علیہم السلام کی شان سے بہت بعید ہے۔ ایسے جھوٹ کو دوسرے لفظوں میں توریہ کہا جاتا ہے۔ ایک توریہ وہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ جانے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ﴿انی سقیم﴾ میں اپنے دکھ کی وجہ سے چلنے سے مجبور ہوں۔ وہ دکھ قوم کے افعال اور حرکات بد دیکھ کر دل کے دکھی ہونے پر اشارہ تھا۔ انبیاو مصلحین اپنی قوم کی خرابیوں پر دل سے کڑھتے رہتے ہیں۔ آیت کا یہی مطلب ہے۔ اس کو توریہ کر کے لفظ جھوٹ سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا ظاہری جھوٹ جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو اس ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچانے کے لیے اپنی بہن قرار دینا۔ یہ دینی اعتبار سے تھا۔ دینی اعتبار سے سارے مؤمن مرد و عورت بھائی بہن ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی تھی۔ تیسرا جھوٹ بتوں کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے بت خانے کو اجاڑ کر کلہاڑا بڑے بت کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہوگا، بت پرستوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے یہ طنز کے طور پر فرمایا تھا۔ بطور توریہ اسے بھی جھوٹ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہر حال اس حدیث پر بھی منکرین حدیث کا اعتراض محض حماقت ہے۔ اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین۔ روایت میں عربوں کو آسمان سے پانی پینے والی قوم کہا گیا۔ ہے کیونکہ اہل عرب کا زیادہ تر گزران بارش ہی پر ہے۔ اگرچہ آج کل وہاں کنویں اور نہریں بنائی جا رہی ہیں اور سعودی حکومت کے کارنامے ہیں۔ ایدہ الله بنصره العزیز آمین۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس بادشاہ کی بیٹی تھیں جسے اس نے برکت حاصل کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم میں داخل کر دیا تھا۔

٣٣٥٩ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ مُوْسَى، أَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِالْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ: ((كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ علیہ السلام)). [راجع: ٣٣٠٧]

(٣٣٥٩) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا یا ابن سلام نے (ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن موسیٰ کے واسطہ سے) انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عبدالحمید بن جبیر نے، انہیں سعید بن مسیّب نے اور انہیں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا: ”اس نے ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکا تھا۔“

تشریح: یعنی اس نے پھونکیں مار کر آگ کو اور بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ یہ گرگٹ ایک مشہور زہریلا جانور ہے جو ہر آن اپنے رنگ بھی بدلتا رہتا ہے۔ جسے مارنے کا حکم خود حدیث شریف میں ہے اور اسے مارنے پر ثواب بھی ہے۔ روایت میں اس کی حرکت بد کا ذکر ہے، یہ بھی واقعہ بالکل برحق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرما دیا اس میں شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

٣٣٦٠ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِيْ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَيُّنَا لَا

(٣٣٦٠) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت اتری ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی قسم کے ظلم کی ملاوٹ نہ کی“ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں ایسا کون ہوگا جس

يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ قَالَ: ((لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ: ﴿لَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ بِشِرْكٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ: ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾)). [راجع: ٣٢]

نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''واقعہ وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو'' جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوٹ نہ کی'' (میں ظلم سے مراد) شرک ہے کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی کہ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔''

تشریح: کرمانی نے کہا کہ آیت مذکورہ میں بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ یہی باب سے مناسبت ہے۔ بعض نے کہا کہ آیت ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (٦/الانعام:٨٢) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا مقولہ ہے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کے حق میں ہے۔

بَابٌ: ﴿يَزِفُّوْنَ﴾: النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

باب: سورۂ صافات میں جو لفظ ''يَزِفُّوْنَ'' وارد ہوا ہے، اس کے معنی ہیں دوڑ کر چلے

٣٣٦١۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَيُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُوْ الشَّمْسُ مِنْهُمْ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ. فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنَ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ. فَيَقُوْلُ. وَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ. نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا إِلَى مُوْسَى)). تَابَعَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ٣٣٤٠]

(٣٣٦١) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے ابوحیان نے، ان سے ابوزرعہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو ایک ہموار اور وسیع میدان میں جمع کرے گا، اسی طرح کہ پکارنے والا سب کو اپنی بات سنا سکے گا اور دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ دیکھ سکے گا (کیونکہ یہ میدان ہموار ہوگا، زمین کی طرح گول نہ ہوگا) اور لوگوں سے سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پھر آپ نے شفاعت کا ذکر کیا کہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ روئے زمین پر اللہ کے نبی اور خلیل ہیں۔ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں شفاعت کیجئے، پھر انہیں اپنے جھوٹ (توریہ) یاد آجائیں گے اور کہیں گے کہ آج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے۔ تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے ان جاہل نادان مسلمانوں کی مذمت نکلی جو اپنے مصنوعی اماموں اور پیروں پر بھروسا کیے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان کو بخشوالیں گے۔ مقلدین ائمہ اربعہ میں سے اکثر جہاں کا یہی خیال ہے کہ ان کے امام ان کی بخشش کے ذمہ دار ہیں، ایسے ناقص خیالات سے ہر مسلمان کو بچنا بہت ضروری ہے۔

٣٣٦٢۔ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ أَبُوْ عَبْدِ

(٣٣٦٢) مجھ سے ابوعبداللہ احمد بن سعید نے بیان کیا، ہم سے وہب بن

اللهِ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْلَا أَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا)).

[راجع: ٢٣٦٨]

جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عبداللہ بن سعید بن جبیر نے، ان سے ان کے والد سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اسماعیل کی والدہ (حضرت ہاجرہ) پر رحم کرے، اگر انہوں نے جلدی نہ کی ہوتی (اور زمزم کی پانی کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو آج وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔“

٣٣٦٣۔ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَمَّا كَثِيرُ بْنُ كَثِيرٍ فَحَدَّثَنِي قَالَ: إِنِّي وَعُثْمَانَ بْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ جُلُوسٌ مَعَ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: مَا هَكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَكِنَّهُ قَالَ: أَقْبَلَ إِبْرَاهِيمُ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّهِ وَهِيَ تُرْضِعُهُ، مَعَهَا شَنَّةٌ۔ لَمْ يَرْفَعْهُ۔

[راجع: ٢٣٦٨]

(۳۳۶۳) محمد بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ ہم سے اسی طرح یہ حدیث ابن جریج نے بیان کی لیکن کثیر بن کثیر نے مجھ سے یوں بیان کیا کہ میں اور عثمان بن ابوسلیمان دونوں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں انہوں نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے یہ حدیث اس طرح بیان نہیں کی بلکہ یوں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو لے کر مکہ کی سرزمین کی طرف آئے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک پرانی مشک تھی۔ ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوع نہیں کیا۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی مشک بھر پانی حضرت ہاجرہ کو دے کر ان کو اور ان کے شیر خوار بچے کو اس اجاڑ بیابان جنگل میں بے آب و دانہ محض اللہ کے بھروسے پر چھوڑ کر چلے آئے۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا اور بچہ پیاس سے بے قرار ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ گھبرا کر پانی کی تلاش میں نکلیں، انہوں نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے لیکن پانی کا نشان نہ ملا۔ آخر حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور انہوں نے زمین پر اپنا ایک پر مارا جس سے زمزم کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس چشمے کا پانی ایک منڈیر بنا کر روک دیا۔ وہ حوض کی شکل میں ہو گیا۔ آج تک یہ چشمہ قائم ہے جس کو زمزم کہتے ہیں اور اس کا پانی برکت والا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے، اللہ پاک اسے پورا کر دیتا ہے۔ حدیث ہذا میں زمزم کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ ”اگر حضرت ہاجرہ اس پر منڈیر نہ لگاتیں تو لکلان عینا معینا وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا“ بعض ترجمہ کرنے والوں نے یہاں ترجمہ میں یہ اور اضافہ کر دیا ہے کہ (روئے زمین پر) وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ روئے زمین سے اگر ساری زمین یعنی ربع مسکون مراد ہے تو یہ خود ان کا اضافہ ہے۔ حدیث میں صرف یہی ہے کہ وہ ایک بہتا چشمہ ہوتا۔ ترجمہ میں ایسے اضافات ہی سے منکرین حدیث کو موقع ملا ہے کہ وہ حدیث کے خلاف اپنی ہفوات باطلہ سے عوام کو گمراہ کریں۔ اعاذنا الله عنهم آمین۔

٣٣٦٤۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ ابْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

(۳۳۶۴) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب سختیانی اور کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ نے۔ یہ دونوں کچھ زیادہ اور کمی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ دونوں سعید بن جبیر سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، عورتوں میں کمر پٹہ باندھنے کا رواج اسماعیل علیہ السلام کی والدہ

أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ، اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ، وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ، فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ، وَ وَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ! أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِي هَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنِيسٌ وَلَا شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ: ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ: آللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَتْ: إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا. ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ حَتَّى بَلَغَ ﴿يَشْكُرُونَ﴾. وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ، وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى -أَوْ قَالَ: يَتَلَبَّطُ- فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا

(ہاجرہ علیہا السلام) سے چلا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے کمر پٹہ اس لئے باندھا تھا کہ تا کہ سارہ علیہا السلام ان کا سراغ نہ پائیں (وہ جلد بھاگ جائیں) پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ابراہیم ساتھ لے کر مکہ میں آئے، اس وقت ابھی وہ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو کعبہ کے پاس ایک بڑے درخت کے قریب بٹھا دیا جو اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے مسجد کی بلند جانب میں۔ ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا۔ اس لیے وہاں پانی بھی نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لئے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام (اپنے گھر کے لئے) روانہ ہوئے۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے۔ آخر ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں، اس پر ہاجرہ علیہا السلام بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا، وہ ہم کو ہلاک نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے جب وہ ثنیہ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے تو ادھر رخ کیا، جہاں اب کعبہ ہے (جہاں پر ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو چھوڑ کر آئے تھے) پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی ”اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو اس بے آب و دانہ میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے“ یشکرون تک۔ ادھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں۔ آخر جب مشک کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کا لخت جگر بھی پیاسا رہنے لگا۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا بیٹا (پیاس کی شدت سے) پیچ و تاب کھا رہا ہے یا (کہا کہ) زمین پر لوٹ رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا۔ صفا پہاڑی وہاں سے نزدیک تر تھی۔ وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف

فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ، حَتَّى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((فَذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا))**. فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا، فَقَالَتْ: صَهٍ. تُرِيدُ نَفْسَهَا، ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضًا، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ، إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غُوَاثٌ. فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ، عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ. أَوْ قَالَ: بِجَنَاحِهِ. حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا، وَهُوَ يَفُورُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ -أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ- لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا))**. قَالَ: فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافِي الضَّيْعَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللَّهِ، يَبْنِي هَذَا الْغُلَامُ، وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ. وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ، حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ. أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ. مُقْبِلِينَ

رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھالیا (تا کہ دوڑتے وقت نہ الجھیں) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے سات چکر لگائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”(صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لئے دوڑنا اسی وجہ سے مشروع ہوا۔“ (ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہیں نے کہا، خاموش! یہ خود اپنے ہی سے وہ کہہ رہی تھیں اور پھر آواز کی طرف انہوں نے کان لگا دیئے۔ آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی۔ اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم (کا کنواں) ہے، وہیں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑی سے زمین میں گڑھا کر دیا، یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی ابل آیا۔ حضرت ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنا دیا اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کر دیا (تا کہ پانی بہنے نہ پائے) اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ پھر ابل پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ! ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا یا آپ نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت میں ہوتا۔“ بیان کیا کہ پھر ہاجرہ علیہا السلام نے خود بھی وہ پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہیں خدا کا گھر ہوگا، جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے، اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھی۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا۔ اس طرح وہاں کے دن ورات گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) قبیلہ جرہم کے چند گھرانے مقام

مِنْ طَرِيقِ كَدَاءَ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا. فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ، فَأَقْبَلُوا، قَالَ: وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا: أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لاَ حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الأُنْسَ))**. فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ، فَنَزَلُوا مَعَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الْغُلاَمُ، وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ، وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ، بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا. ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ: نَحْنُ بِشَرٍّ، نَحْنُ فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ. فَشَكَتْ إِلَيْهِ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلاَمَ، وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ، كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا، فَقَالَ: هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟

کداء (مکہ کا بالائی حصہ) کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا (قریب ہی) انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی ہم اس میدان سے گزرے ہیں یہاں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے۔ وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا چنانچہ انہوں نے واپس آکر پانی کی اطلاع دی۔ اب یہ سب لوگ یہاں آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس وقت پانی پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پڑوس میں پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دیں گی۔ ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا کہ ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ انہوں نے اسے تسلیم کرلیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے۔ انسانوں کی موجودگی ان کے لئے دلجمعی کا باعث ہوئی۔ ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوالیا اور وہ سب لوگ بھی یہیں آکر ٹھہر گئے۔ اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آکر آباد ہوگئے اور بچہ (اسماعیل علیہ السلام جرہم کے بچوں میں) جوان ہوا اور ان سے عربی سیکھ لی۔ جوانی میں اسماعیل علیہ السلام ایسے خوبصورت تھے کہ آپ پر سب کی نظریں اٹھتی تھیں اور سب سے زیادہ آپ بھلے لگتے تھے۔ چنانچہ جرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے میں ایک لڑکی سے شادی کردی۔ پھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ علیہا السلام) کا انتقال ہوگیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوڑے ہوئے خاندان کو دیکھنے آئے۔ اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی بیوی سے اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے شکایت کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے

قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ. فَطَلَّقَهَا، وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَسَأَلَهَا عَنْهُ. فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا. قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ، وَهَيْئَتِهِمْ. فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ. وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ. قَالَ: مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ: اللَّحْمُ . قَالَ: فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ: الْمَاءُ . قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: **((وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ، وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ))**. قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا؟ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ. قَالَ: فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِي، وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ. ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ، فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ

انہوں نے کچھ انسیت سی محسوس کی اور دریافت فرمایا، کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک بزرگ اس اس شکل کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا (کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر اوقات کا کیا حال ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہوں نے تمہیں کچھ نصیحت بھی کی تھی؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور وہ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کر دوں، اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ چنانچہ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی اور بنی جرہم ہی میں ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں نہیں آئے۔ پھر جب کچھ دنوں کے بعد وہ تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر پر موجود نہیں تھے۔ آپ ان کی بیوی کے یہاں گئے اور ان سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے لئے روزی تلاش کرنے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کا حال کیسا ہے؟ آپ نے اس کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس کے لئے اللہ کی تعریف وثنا کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت! آپ نے دریافت فرمایا کہ پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی! ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی، اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا۔ اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔“ صرف گوشت اور پانی کی خوراک میں ہمیشہ گزارہ کرنا مکہ کے سوا اور کسی زمین پر بھی موافق نہیں پڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (جاتے ہوئے) اس سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آ جائیں تو ان سے میرا سلام کہنا

بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ، ثُمَّ قَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ! إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ. قَالَ: اصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ. قَالَ: وَتُعِينُنِي قَالَ: وَأُعِينُكَ. قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَاهُنَا بَيْتًا. وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا. قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ، وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي، حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ، فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي، وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾. قَالَ: فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ، وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾. [البقرة: ١٢٧] [راجع: ٢٣٦٨]

اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں ایک بزرگ، بڑی اچھی شکل وصورت کے آئے تھے۔ بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا (کہ کہاں ہیں؟) اور میں نے بتا دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کا کیا حال ہے۔ تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے، چوکھٹ تم ہو اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔ پھر جتنے دنوں اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، کے بعد ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں (جہاں ابراہیم انہیں چھوڑ گئے تھے) اپنے تیر بنا رہے ہیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہو گئے اور جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ محبت کرتا ہے وہی طرز عمل ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا، آپ کے رب نے جو حکم دیا ہے آپ اسے ضرور پورا کریں۔ انہوں نے فرمایا، اور تم بھی میری مدد کر سکو گے؟ عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی مقام پر اللہ کا ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک اور اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف! کہا کہ اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو اسماعیل یہ پتھر لائے اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے رکھ دیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے، اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور یہ دونوں یہ دعا پڑھتے جاتے تھے: ”ہمارے رب! ہماری یہ خدمت تو قبول

کر، بے شک تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔" فرمایا کہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے: "اے ہمارے رب! ہماری طرف سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو بڑا سننے والا بہت جاننے والا ہے۔"

٣٣٦٥- حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ، خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيمُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ، حَتَّى لَمَّا بَلَغُوا كَدَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ يَا إِبْرَاهِيمُ: إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: إِلَى اللَّهِ. قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللَّهِ. قَالَ: فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا، حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا. قَالَ: فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا؟ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ فَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ- تَعْنِي الصَّبِيَّ- فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ

(۳۳۶۵) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عبدالملک بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، ان سے کثیر بن کثیر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی (حضرت سارہ علیہا السلام) کے درمیان جو کچھ جھگڑا ہونا تھا جب وہ ہوا تو آپ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ (حضرت ہاجرہ علیہا السلام) کو لے کر نکلے، ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا۔ جس میں پانی تھا، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اسی مشکیزہ کا پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں۔ جب ابراہیم مکہ پہنچے تو انہیں ایک بڑے درخت کے پاس ٹھہرا کر اپنے گھر واپس جانے لگے۔ اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں جب مقام کداء پر پہنچے تو انہوں نے پیچھے سے آواز دی کہ اے ابراہیم! ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ پر! ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کہ پھر میں اللہ پر خوش ہوں۔ بیان کیا کہ پھر حضرت ہاجرہ اپنی جگہ پر واپس چلی آئیں اور اسی مشکیزے سے پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ اِدھر اُدھر دیکھنا چاہیے، ممکن ہے کہ کوئی آدمی نظر آ جائے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہی سوچ کر وہ صفا (پہاڑی) پر چڑھ گئیں اور چاروں طرف دیکھا کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر جب وادی میں اتریں تو دوڑ کر مروہ تک آئیں۔ اسی طرح کئی چکر لگائے، پھر سوچا کہ چلوں ذرا بچے کو تو دیکھوں کس حالت میں ہے۔ چنانچہ آئیں اور دیکھا تو بچہ اسی حالت میں تھا (جیسے تکلیف کے مارے) موت کے لئے تڑپ رہا ہو۔ یہ حال دیکھ کر ان سے صبر نہ ہو سکا، سوچا چلوں دوبارہ دیکھوں ممکن ہے کہ کوئی آدمی نظر آ جائے، آئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھ گئیں اور چاروں طرف نظر پھیر پھیر کر دیکھتی رہیں لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے سات چکر

لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا، حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ، فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ: أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ. فَإِذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: فَقَالَ بِعَقِبِهِ هٰكَذَا، وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ، قَالَ: فَانْبَثَقَ الْمَاءُ، فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ. قَالَ فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا)). قَالَ: فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ، وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا. قَالَ: فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِي، فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ، كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوا ذٰلِكَ، وَقَالُوا: مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ. فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ، فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَأَتَوْا إِلَيْهَا، فَقَالُوا: يَا أُمَّ إِسْمَاعِيلَ! أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكِ أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيهِمُ امْرَأَةً، قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي. قَالَ: فَجَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ. قَالَ: قُولِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَيْتِكَ. فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ فَقَالَ: أَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِي إِلَى أَهْلِكِ. قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي. قَالَ: فَجَاءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ: أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا

لگائے پھر سوچا، چلوں دیکھوں بچہ کس حالت میں ہے؟ اسی وقت انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے (آواز سے مخاطب ہوکر) کہا کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھلائی ہے تو میری مدد کر۔ وہاں جبرئیل علیہ السلام موجود تھے۔ انہوں نے اپنی ایڑی سے یوں کیا (اشارہ کر کے بتایا) اور زمین ایڑی سے کھودی۔ راوی نے بیان کیا کہ اس عمل کے نتیجے میں وہاں سے پانی پھوٹ پڑا۔ ام اسماعیل ڈریں۔ (کہیں یہ پانی غائب نہ ہو جائے) پھر وہ زمین کھودنے لگیں۔ راوی نے بیان کیا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ پانی کو یوں ہی رہنے دیتیں تو پانی زمین پر بہتا رہتا۔'' غرض ہاجرہ علیہا السلام زمزم کا پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس کے بعد قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وادی کے نشیب سے گزرے۔ انہیں وہاں پرند نظر آئے۔ انہیں یہ کچھ خلاف عادت معلوم ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ پرندہ تو صرف پانی ہی پر (اس طرح) منڈلا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنا آدمی وہاں بھیجا۔ اس نے جا کر دیکھا تو واقعی پانی موجود تھا۔ اس نے آ کر اپنے قبیلے والوں کو خبر دی تو یہ سب لوگ یہاں آ گئے اور کہا کہ اے ام اسماعیل! کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ رہنے کی یا (یہ کہا کہ) اپنے ساتھ قیام کرنے کی اجازت دیں گی؟ پھر ان کے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) بالغ ہوئے اور قبیلہ جرہم ہی کی ایک لڑکی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا اور انہوں نے اپنی اہلیہ (حضرت سارہ علیہا السلام) سے فرمایا کہ میں جن لوگوں کو (مکہ میں) چھوڑ آیا تھا ان کی خبر لینے جاؤں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے اور سلام کر کے دریافت فرمایا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جب وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو ان کی بیوی نے واقعہ کی اطلاع دی۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا تمہیں ہو (جسے بدلنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کہہ گئے ہیں) اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ بیان کیا کہ پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا اور انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں جن

شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ، وَشَرَابُنَا الْمَاءُ. قَالَ: أَللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: ((بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)). قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: لِأَهْلِهِ إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي. فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ، يُصْلِحُ نَبْلاً لَهُ، فَقَالَ: يَاإِسْمَاعِيلُ! إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا. قَالَ: أَطِعْ رَبَّكَ. قَالَ: إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ. قَالَ: إِذًا أَفْعَلَ. أَوْ كَمَا قَالَ: فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَيَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ قَالَ: حَتَّى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَلَى نَقْلِ الْحِجَارَةِ، فَقَامَ عَلَى حَجَرِ الْمَقَامِ، فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَيَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾. [راجع: ٢٣٦٨]

لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں انہیں دیکھنے جاؤں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ شکار کے لئے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ٹھہریئے اور کھانا تناول فرمالیجئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے پیتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کے کھانے اور ان کے پانی میں برکت نازل فرما۔ بیان کیا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی برکت اب تک چلی آرہی ہے۔'' راوی نے بیان کیا کہ پھر (تیسری بار) ابراہیم علیہ السلام کو ایک مدت کے بعد خیال ہوا اور اپنی اہلیہ سے انہوں نے کہا کہ جن کو میں چھوڑ آیا ہوں ان کی خبر لینے مکہ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور اس مرتبہ اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جو زمزم کے پیچھے اپنے تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اے اسماعیل! تمہارے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں یہاں اس کا ایک گھر بناؤں، بیٹے نے عرض کیا کہ آپ اپنے رب کا حکم بجالایئے۔ انہوں نے فرمایا اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم اس کام میں میری مدد کرو۔ عرض کیا کہ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ یا اسی قسم کے اور الفاظ ادا کیے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر دونوں باپ بیٹا اٹھے۔ ابراہیم علیہ السلام دیواریں اٹھاتے اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر لا لا کر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے جاتے تھے: ''اے ہمارے رب! ہماری طرف سے یہ خدمت قبول کر۔ بے شک تو بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔'' راوی نے بیان کیا کہ آخر جب دیوار بلند ہوگئی اور بزرگ (ابراہیم علیہ السلام) کو پتھر (دیوار پر) رکھنے میں دشواری ہوئی تو وہ مقام (ابراہیم) کے پتھر پر کھڑے ہوئے اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور ان حضرات کی زبان پر یہ دعا جاری تھی: ''اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اسے قبول فرمالے۔ بے شک تو بڑا سننے والا بہت جاننے والا ہے۔''

تشریح: اس طویل حدیث میں بہت سے امور مذکور ہوئے ہیں۔ شروع میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے کمر پٹہ باندھنے کا ذکر ہے جس سے عورت جلد چل پھر کر کام کاج بآسانی کرسکتی ہے۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے، تاکہ اس کمر پٹہ سے اسے پاؤں کے نشان جو راستے میں پڑتے ہیں وہ مٹاتی جائیں تاکہ حضرت سارہ علیہا السلام ان کا پتہ نہ پاسکیں۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت سارہ علیہا السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی (بعد میں ہوئی) اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام جو ایک شاہ مصر کی شاہزادی تھیں اور جسے اس بادشاہ نے اس خاندان کی برکات دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم میں داخل کردیا تھا چنانچہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حمل ہوگیا

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام عالم وجود میں آئے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کے رشک میں بہت اضافہ ہوگیا، تو اس ڈر سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام گھر سے نکلیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی ساتھ لے لیا اور کمر سے پٹہ باندھا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے پاؤں کے نشانات کو مٹاتی چلیں۔ اس طرح حضرت سارہ علیہا السلام ان کا پتہ نہ پاسکیں۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مکہ کی بے آب وگیاہ سرزمین پر لا بسایا جہاں اللہ پاک نے ان کے ہاتھوں اپنا گھر از سرنو تعمیر کرایا۔ جرہم جس کا ذکر روایت میں آیا، یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ یہی قبیلہ حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر یہاں آباد ہوا اور جوان ہونے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اسی خاندان میں شادی ہوگئی۔ پہلی شادی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا جو اشارہ سے طلاق کے لیے کہہ گئے۔ دوسری بیوی کو صابرہ وشاکرہ پاکر ان سے خوشی کا اظہار فرمایا، بے شک ان واقعات میں اہل بصیرت کے لیے بہت سے اسباق ہدایت پوشیدہ ہیں، جن کو سمجھنے کے لئے نظر بصیرت کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہر بخاری شریف مطالعہ کرنے والے بھائی کو نظر بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

[بَابٌ: أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ]

باب: زمین پر پہلی مسجد کون سی بنائی گئی؟

٣٣٦٦ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: ((الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ)) . قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى)) . قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ: ((أَرْبَعُونَ سَنَةً، ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ، فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيهِ)) . [طرفه في: ٣٤٢٥] [مسلم: ١١٦١، ١١٦٢؛ نسائي: ٦٨٩؛ ابن ماجه: ٧٥٣]

(٣٣٦٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے روئے زمین پر کون سی مسجد بنی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجد حرام۔'' انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں نے عرض کیا اور اس کے بعد؟ فرمایا: ''مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)'' میں نے عرض کیا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان میں کتنا فاصلہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''چالیس سال۔'' پھر فرمایا: ''اب جہاں بھی تجھ کو نماز کا وقت ہوجائے وہاں نماز پڑھ لے۔ بڑی فضیلت نماز پڑھنا ہے۔''

تشریح: منکرین حدیث نے اس روایت کو بھی تختہ مشق بنا کر حدیث نبوی سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے اور یہ شبہ یہاں ظاہر کیا ہے کہ کعبہ کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا اور ان دونوں میں ہزار سال سے بھی زیادہ کا فاصلہ ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو پہلے پہل نہیں بنایا تھا بلکہ کعبہ کی پہلی بنا حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے تو ممکن ہے کعبہ بننے کے چالیس سال بعد خود حضرت آدم علیہ السلام نے یا ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہر دو بناؤں سے ان مقامات مقدسہ کی تجدید مراد ہے۔ شارحین حدیث لکھتے ہیں:

”ویرتفع الاشکال بان یقال الایة والحدیث لایدلان علی بناء ابراهیم وسلیمان لما بنیا ابتداء وضعهما لهما بل ذاك تجدید لما كان اسسه غیرهما وبداه وقد روی ان اول من بنی البیت ادم وعلی هذا فیجوز ان یكون غیره من ولده وضع بیت المقدس من بعده باربعین انتهی قلت بل آدم نفسه هو الذی وضعه ایضا قال الحافظ ابن حجر فی كتاب

التیجان لابن هشام ان ادم لما بنى الكعبة امره الله تعالىٰ بالسير الى بيت المقدس وان يبنيه فبناه ونسك فيه۔" (سنن نسائی، جلد: اول/ ص: ۷۹)

یعنی آیت اور حدیث ہر دو کا اشکال یوں رفع کیا جاسکتا ہے کہ ہر دو اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ ان ہر دو کی ابتدائی بنیاد ان دونوں بزرگوں نے رکھی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر دو کی ابتدائی بنیاد غیروں کے ہاتھوں کی ہے اور یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان ہر دو مقامات کی تجدید کرنے والے ہیں اور مروی ہے کہ شروع میں بیت اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور اس کی بنیاد پر ممکن ہے کہ ان کی اولاد میں کسی نے ان کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ خود آدم علیہ السلام نے اس کی بھی بنیاد رکھی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ بیت المقدس جائیں اور اس کی بنیاد رکھیں۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور بیت المقدس کو بنایا اور وہاں عبادت الٰہی بجالائے۔ علامہ سندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس المراد بناء ابراهيم للمسجد الحرام وبناء سليمان للمسجد الاقصى فان بينهما مدة طويلة بل المراد بنائهما قبل هذين البنائين۔" (حواله مذكور)

یعنی حدیث میں ان ہر دو مساجد کی ابراہیمی اور سلیمانی بنیادیں مراد نہیں ہیں۔ ان کے درمیان تو طویل مدت کا فاصلہ ہے بلکہ ان ہر دو کے سوا ابتدائی بنا مراد ہیں۔ بائبل تواریخ ۲ باب ۳ آیات ۱۔۲ میں مذکور ہے کہ بیت المقدس کو حضرت سلیمان نے اپنے آباء و اجداد کی پرانی نشانیوں پر تعمیر کیا تھا جس سے بھی واضح ہے کہ بیت المقدس کے بانی اوّل حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔

٣٣٦٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِيْ عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ: ((هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّيْ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا)). رَوَاهُ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٧١، ٢٨٨٩]

(۳۳۶۷) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے مطلب کے آزاد کردہ غلام عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا: "یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا اور میں مدینہ کے دو پتھریلے علاقے کے درمیانی علاقے کے حصے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں۔" اس حدیث کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے۔ محبت رکھنا حقیقتاً مراد ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنی ہر مخلوق کو اس کی شان کے مطابق علم و ادراک دیا ہے جیسے کہ آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ (۱۷/ بنی اسرائیل: ۴۴) میں مراد ہے۔ حدیث ہذا سے مدینۃ المنورہ کی حرمت بھی مثل مکۃ المکرمہ ثابت ہوئی۔ جو حضرات حرمت مدینہ کے قائل نہیں ان کو اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے اس لیے اس باب میں لائے۔

٣٣٦٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ أَبِيْ بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ

(۳۳۶۸) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے انہیں سالم بن عبداللہ نے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ابن ابی بکر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہیں معلوم نہیں

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: ((لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ)) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أُرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ: عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ. [راجع: ١٢٦، ١٥٨٣]

کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی (نئی) تعمیر کی تو کعبہ کی ابراہیمی بنیاد کو چھوڑ دیا۔" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ ابراہیمی بنیادوں کے مطابق دوبارہ اس کی تعمیر کیوں نہیں کر دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا (تو میں ایسا ہی کرتا)" عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں رکنوں کے، جو حجر اسود کے قریب ہیں، بوسہ لینے کو صرف اسی وجہ سے چھوڑا کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیاد پر نہیں بنا ہے (یہ دونوں رکن آگے ہٹ گئے ہیں) اسماعیل بن ابی اویس نے اس حدیث میں عبداللہ بن محمد بن ابی بکر کہا۔

تشریح: یعنی عبداللہ کو ابوبکر کا پوتا کہا ہے۔ بعض نسخوں میں عبداللہ بن ابی بکر ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اس روایت میں ان کا نام عبداللہ مذکور ہے۔ اور تنیسی کی روایت میں ابن ابی بکر تھا۔ اسماعیل کی روایت کو خود مؤلف نے تفسیر میں وصل کیا ہے۔

٣٣٦٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)). [طرفه في: ٦٣٦٠] [مسلم: ٩١١؛ ابوداود: ٩٧٩؛ نسائي: ١٢٩٣؛ ابن ماجه: ٩٠٥]

(۳۳۶۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو مالک بن انس نے خبر دی۔ انہیں عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے، انہیں ان کے والد نے، انہیں عمرو بن سلیم زرقی نے، انہوں نے کہا کہ مجھ کو ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یوں کہا کرو: اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ بے شک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔"

تشریح: آل سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ آپ کے اہل بیت یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ درود سے مراد یہ ہے کہ آپ کی نسل برکت کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ باقی رہے۔

٣٣٧٠ـ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، وَمُوسَى

(۳۳۷۰) ہم سے قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں

ابْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ابْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ، مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ عِيسَى، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ: أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: بَلَى، فَأَهْدِهَا لِي. فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ. قَالَ: ((قُولُوا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)). [طرفاه في: ٤٧٩٧، ٦٣٥٧]

[مسلم: ٩٠٨، ٩١٠؛ ابوداود: ٩٧٦، ٩٧٧؛ ابن ماجه: ٩٠٤]

نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوفروہ مسلم بن سالم ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ میں تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھادیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہا کرو: اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔''

تشریح: اہل بیت یعنی حضرت علی وحضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

٣٣٧١۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ: ((إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)). [ابوداود: ٤٧٣٧؛ ترمذي: ٢٠٦٠؛ ابن ماجه: ٣٥٢٥]

(٣٣٧١) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے منہال نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: ''تمہارے بزرگ دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعہ اللہ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے مانگا کرتے تھے: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔''

تشریح: مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تک جس قدر احادیث اس باب کے تحت میں بیان فرمائی ہیں ان سب میں کسی نہ کسی پہلو سے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم کا ذکر موجود ہے اور باب اور احادیث میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ ضمنی طور پر احادیث میں اور بھی بہت سے مسائل کا ذکر آ

گیا ہے جو تدبر کرنے سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ درود سے مراد دین ودنیا کی وہ برکتیں جو اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی اولاد کوعطا فرمائیں کہ آج بھی بیشتر اقوام عالم کانسلی تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اور بلاشک اللہ پاک نے یہی برکات حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کی ہیں کہ آپ کاکلمہ پڑھنے والے آج روئے زمین پر کروڑہا کروڑ کی تعداد میں موجود ہیں اور روزانہ پنج وقتہ فضائے آسمانی میں آپ کی رسالت حقہ کا اعلان اس شان سے کیا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام پیشوایان مذہب میں نظیر ناممکن ہے۔ اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم آمين۔

بَابُ قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ الآيَةَ ﴿لَا تَوْجَلْ﴾: لَا تَخَفْ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى﴾ الآيَةَ.

باب: اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجر میں فرمایا:

''اے پیغمبر! ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ سنایئے جب وہ ان پر داخل ہوئے'' لَا تَوْجَلْ یعنی ڈریئے مت اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ''اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے: اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو زندہ کس طرح کرے گا''۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ سوال بارگاہ الٰہی میں کیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی قدرت میں کوئی شک تھا، معاذ اللہ ادنیٰ مؤمن کو بھی اس میں شک نہیں ہے تو ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے خاص خلیل تھے، ان کو کیونکر شک ہوسکتا تھا۔ غرض صرف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے جلائے جانے پر کامل یقین تھا مگر انہوں نے یہ چاہا کہ یہ یقین اور بڑھ جائے یعنی مشاہدہ بھی کرلیں۔ اس لیے کہ عین الیقین کا مرتبہ علم الیقین سے بڑھا ہوا ہے۔ مشہور قول ہے ''شنیدہ کے بود مانندہ دیدہ'' حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال محض مزید درمزید اطمینان قلب کے حصول کے لیے تھا جیسا کہ خود قرآن مجید میں یہ بہ تفصیل موجود ہے۔

"روى الطبرى وابن ابى حاتم من طريق السدى قال (لما اتخذالله ابراهيم خليلا استاذنه ملك الموت ان يبشره فاذن له) فذكر قصة معه فى كيفية قبض روح الكافرو المؤمن۔ قال (فقام ابراهيم يدعو ربه رب ارنى كيف تحيى الموتى حتى اعلم انى خليلك) ومن طريق على بن ابى طلحة عنه (لاعلم انك تحبنى اذا دعوتك) والى هذا جنح القاضى ابوبكر الباقلانى۔" (فتح البارى جلد٦ صفحه ٥٠٨)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو ملک الموت یہ بشارت دینے کے لئے ان کے پاس آئے اور ساتھ ہی انہوں نے کافر ومؤمن کی روحوں کو قبض کرنے کی کیفیت بھی سنائی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار! مجھ کو بھی دکھلا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ میری یہ دعا قبول کرتا کہ میں جان لوں کہ میں تیرا خلیل ہوں۔ دوسری روایت کے مطابق یہ ہے کہ تاکہ میں جان لوں کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے اور میں جب بھی تجھ سے کچھ دعا کروں گا تو ضرور اسے قبول کرے گا۔ مزید تفصیلات کے لیے فتح الباری کے اس مقام کا مطالعہ کیا جائے۔

٣٣٧٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ: ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي

(٣٣٧٢) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے خبردی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیب نے، انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ وَيَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ)).

[أطرافه في: ٣٣٧٥، ٣٣٨٧، ٤٥٣٧، ٤٦٩٤، ٦٩٩٢] [مسلم: ٣٨٢؛ ابن ماجه: ٤٠٢٦]

کیا تم ایمان نہیں لائے، انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں، لیکن یہ صرف اس لئے تا کہ میرے دل کو اور زیادہ اطمینان ہو جائے۔ اور اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ زبردست رکن (یعنی رب تعالیٰ) کی پناہ لیتے تھے اور اگر میں اتنی مدت تک قید خانے میں رہتا جتنی مدت تک یوسف علیہ السلام رہے تو میں بلانے والے کی بات ضرور مان لیتا۔“

تشریح: یعنی قید سے چھوٹنا غنیمت سمجھتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر پر آفرین ہے کہ اتنی مدت تک قید میں رہنے کے بعد بھی اس بلانے والے کے بلاوے پر نہ نکلے جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اور پہلے اپنی صفائی کے خواہاں ہوئے۔ یہ نبی کریم ﷺ نے تواضع کی راہ سے فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مرتبہ بڑھانے کے لئے۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کا صبر و استقلال بھی کچھ کم نہ تھا۔ آنچه خوباں همه دارند تو تنها داری۔ (وحیدی)

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: (اسماعیل علیہ السلام کا بیان) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾.

”اور یاد کرو اسماعیل کو کتاب میں بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے“

٣٣٧٣ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، ارْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ)). قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ)). فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ فَقَالَ: ((ارْمُوا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ)). [راجع: ٢٨٩٩]

(۳۳۷۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ قبیلہ اسلم کی ایک جماعت سے گزرے جو تیر اندازی میں مقابلہ کر رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کئے جاؤ کیونکہ تمہارے بزرگ دادا بھی تیر انداز تھے اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں۔“ راوی نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی دوسرے فریق نے تیر اندازی بند کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا بات ہوئی، تم لوگ تیر کیوں نہیں چلاتے؟“ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ فریق مقابل کے ساتھ ہو گئے تو اب ہم کس طرح تیر چلا سکتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ”مقابلہ جاری رکھو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔“

تشریح: روایت میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باب اور حدیث میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ باپ دادا کے اچھے کاموں کو فخر کے ساتھ اپنانا بہتر طریقہ ہے۔

بَابُ قِصَّةِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ النَّبِيِّ ﷺ

باب: حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا بیان

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اس باب میں ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں کو خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مراد وہ روایت ہے الکریم بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں حضرت اسحاق اور ان کے کریم ہونے کا بیان ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالَى:

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ.﴾ الآيَةَ [البقرة: ١٣٣]

٣٣٧٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: ((أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ)). قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: ((فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّهِ)). قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ: ((أَفَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِّي)). قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الإِسْلاَمِ إِذَا فَقِهُوا)). [راجع: ٣٣٥٣]

باب: (یعقوب علیہ السلام کا بیان) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"کیا تم لوگ اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کی موت حاضر ہوئی تو اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا۔"

(۳۳۷۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم نے معتمر بن سلیمان سے سنا، انہوں نے عبیداللہ عمری سے، انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "جو سب سے زیادہ متقی ہو، وہ سب سے زیادہ شریف ہے۔" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "پھر سب سے زیادہ شریف یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ (یعقوب) بن نبی اللہ (اسحاق) بن خلیل اللہ (ابراہیم علیہم السلام) تھے۔" صحابہ نے عرض کیا، ہمارے سوال کا مقصد یہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا تم لوگ عرب کے شرفا کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟" صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: "پھر جاہلیت میں جو لوگ شریف اور اچھے عادات واخلاق کے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی شریف اور اچھے سمجھے جائیں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ بھی حاصل کریں۔"

تشریح: روایت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر آیا ہے یہی وجہ مناسبت باب ہے۔

بَابٌ:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلاَّ أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلاَّ امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ﴾

باب: (حضرت لوط علیہ السلام کا بیان)

"ہم نے لوط کو بھیجا، انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم جانتے ہوئے بھی کیوں فحش کام کرتے ہو۔ تم آخر کیوں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت بجھاتے ہو، کچھ نہیں تم محض جاہل لوگ ہو، اس پر ان کی قوم کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کہ انہوں نے کہا، آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ پس ہم نے لوط کو اور ان کے تابعداروں کو نجات دی۔ سوا ان کی بیوی کے۔ ہم نے اس کے متعلق فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ عذاب والوں میں باقی رہنے والی ہوگی اور ہم نے ان پر

[النمل: ٥٤، ٥٨].

پتھروں کی بارش برسائی۔ پس ڈرائے ہوئے لوگوں پر بارش کا عذاب بڑا ہی سخت تھا۔"

٣٣٧٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((يَغْفِرُ اللَّهُ لِلُوْطٍ إِنْ كَانَ لَيَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ)).

[راجع: ٣٣٧٢]

(٣٣٧٥) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے وہ زبردست رکن (یعنی اللہ) کی پناہ میں گئے تھے۔"

تشریح: اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ((يغفر الله للوط ان كان ليأوى الى ركن شديد)) اى الى الله سبحانه وتعالىٰ ويشير الى قوله تعالى ﴿لو ان لى بكم قوة او اوى الىٰ ركن شديد﴾ ويقال ان قوم لوط لم يكن فيهم احد يجتمع معه فى نسبه لانهم من سدوم وهى من الشام وكان اصل ابراهيم ولوط من العراق فلما هاجر ابراهيم الى الشام هاجر معه لوط فبعث الله لوطا الى اهل سدوم فقال لو ان لى منعة واقارب وعشيرة لكنت استنصربهم عليكم ليدفعوا عن ضيفانى ولهذا جاء فى بعض طرق هذا الحديث كما اخرجه احمد من طريق محمد بن عمرو عن ابى سلمة عن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال قال لوط لو ان لى بكم قوة اواوى الى ركن شديد قال فانه كان ياوى الى ركن شديد اى الى عشيرته لكنه لم يأواليهم واوى الى الله۔" (پارہ:١٣ فتح البارى، ص:٥١٣)

یعنی اللہ پاک لوط کی مغفرت فرمائے۔ ان کا سہارا ہی تو بہت مضبوط تھا یعنی اللہ پاک ان کا سہارا تھا، گویا نبی کریم ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ ﴿لوان لى بكم قوة﴾ الاية کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قوم لوط میں کوئی بھی نسبی آدمی لوط سے متعلق نہیں تھا اس لئے کہ اس بستی والے سدوم سے تھے جو شام سے ہے اور ابراہیم اور لوط علیہما السلام کی اصل نسل عراق والوں سے تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ پھر اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ اسی لئے انہوں نے یہ جملہ کہا کہ اگر میرے بھی مددگار، اقارب واعزہ اور خاندان والے ہوتے تو میں ان سے تمہارے مقابلے پر مدد حاصل کرتا تاکہ وہ میرے مہمانوں سے تم کو دفع کرتے۔ اسی لئے بعض روایات میں مروی ہے کہ بلاشک حضرت لوط علیہ السلام اپنی مدد کے لئے ایک اپنا خاندان رکھتے تھے لیکن انہوں نے ان کی پناہ نہیں لی بلکہ اللہ پاک کی طرف پناہ حاصل کی۔

قوم لوط اور ان کی بدکرداریوں کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی جگہ ہوا ہے۔ بداخلاقی اور بے ایمانی میں یہ قوم بڑھ گئی تھی۔ اللہ پاک نے ان کی بستیوں کو نیست ونابود کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں آج بحیرۂ مردار واقع ہے اسی جگہ اس قوم کی بستیاں تھیں۔ والله اعلم۔

بَابُ قَوْلِهِ:

﴿فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطٍ الْمُرْسَلُوْنَ٥ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ﴾. [الحجر: ٦١، ٦٢] أَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ [هود: ٧٨] يُسْرِعُوْنَ، ﴿دَابِرٌ﴾ [الحجر: ٦٦] آخِرٌ. ﴿صَيْحَةً﴾ [يس: ٢٩] هَلَكَةً

باب: (سورۂ حجر میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پھر جب آل لوط کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آئے تو لوط نے کہا کہ تم لوگ تو کسی انجان ملک والے معلوم ہوتے ہو" (سورۂ ہود میں) أَنْكَرَهُمْ، نَكِرَهُمْ اور اسْتَنْكَرَهُمْ کا ایک ہی معنی ہے (سورۂ ہود میں) يُهْرَعُوْنَ کا معنی دوڑتے ہیں (سورۂ حجر میں) دابر کے معنی آخر دم ہے (سورۂ حجر میں) صَيْحَةً کا معنی ہلاکت (سورۂ حجر میں) لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ

﴿لِلْمُتَوَسِّمِينَ﴾ [الحجر: ٥٧] لِلنَّاظِرِينَ. ﴿لَبِسَبِيلٍ﴾ [الحجر: ٧٦] لَبِطَرِيقٍ ﴿بِرُكْنِهِ﴾ [الذاريات:٣٩] بِمَنْ مَعَهُ لِأَنَّهُمْ قُوَّتُهُ ﴿تَرْكَنُوا﴾ [هود:١١٣] تَمِيلُوا

کا معنی دیکھنے والوں کے لیے (سورۂ حجر میں) لَبِسَبِیْلٍ کا معنی راستے کے ہیں (یعنی راستے میں)۔ (سورۂ والذاریات میں) موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں "بِرُکْنِهٖ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرعون کے ساتھ تھے کیونکہ وہ اس کے قوت بازو تھے (سورۂ ہود میں) وَلَا تَرْكَنُوْا کا معنی مت جھکو۔

تشریح: باب کے ذیل لفظ ﴿بر کنه﴾ آیا ہے یعنی قوت۔ رکن کے معنی قوت، زور۔ یہ لفظ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں وارد ہوا ہے اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصے میں بھی رکن کا لفظ آیا ہے ﴿أَوْ آوِيْ إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ (۱۱/ھود:۸۰) اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کر دیا واستنکرھم کا لفظ ان فرشتوں کے باب میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بطور مہمانوں کے آئے تھے۔ مگر چونکہ یہی فرشتے پھر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تھے۔ اسی مناسبت کی وجہ سے اس کا بھی ذکر کر دیا۔ بعض نے کہا لوط علیہ السلام کے قصے میں بھی ﴿إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ (۱۵/الحجر:۶۲) وارد ہوا ہے اور نکرھم اسی سے ہے۔ لفظ صیحة آیت مبارکہ ﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ﴾ (۱۵/الحجر:۷۳) میں ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کی امت کے بارے میں ہے۔ نیز آیت میں جو سورۂ یٰس میں ہے ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ (۳۶/یٰس:۵۳) لفظ صیحة مذکور ہے۔

٣٣٧٦ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ: قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [راجع: ٣٣٤١]

(۳۳۷۶) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواحمد نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" پڑھا تھا۔

تشریح: یہ آیت سورۂ قمر میں حضرت لوط علیہ السلام کے قصے میں وارد ہوئی ہے۔ اس مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں بھی ذکر کر دیا ہے۔ جیسے پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: (قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان)

﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا﴾. [اعراف: ٧٣] وَقَوْلِهِ: ﴿كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ﴾ [الحجر: ٨٠] الْحِجْرُ: مَوْضِعُ ثَمُودَ، وَأَمَّا: ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾: حَرَامٌ، وَكُلُّ مَمْنُوعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ: حِجْرٌ مَحْجُورٌ وَالْحِجْرُ: كُلُّ بِنَاءٍ تَبْنِيهِ، وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيمُ الْبَيْتِ حِجْرًا، كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُومٍ، مِثْلُ قَتِيلٍ مِنْ مَقْتُولٍ، وَيُقَالُ: لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ: الْحِجْرُ. وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ: حِجْرٌ وَحِجًى. وَأَمَّا حَجْرُ

اللہ عزوجل کا (سورۂ اعراف میں) فرمان کہ "ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا" (سورۂ حجر میں) جو فرمایا: "حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔" حجر ثمود والوں کا شہر تھا لیکن (سورۂ انعام میں) جو حرث حجر آیا وہاں حجر کے معنی حرام اور ممنوع کے ہیں۔ عرب لوگ کہتے ہیں حجر محجور یعنی حرام وممنوع اور حجر عمارت کو بھی کہتے ہیں اور جس زمین کو گھیر لیا جائے (دیوار یا باڑ سے) اسی سے خانہ کعبہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں حطیم محطوم سے نکلا ہے۔ محطوم کے معنی ٹوٹا ہوا۔ (پہلے وہ کعبہ کے اندر تھا۔ اس کو توڑ کر باہر کر دیا اس لیے حطیم کہنے لگے) جیسے قَتِيْل مَقْتُوْل سے، اور مادہ گھوڑی کو بھی حجر کہتے ہیں۔ حجر کے معنی عقل کے بھی ہیں جیسے حجی کے معنی بھی عقل کے ہیں سورۂ فجر میں ہے: ﴿هَلْ فِيْ ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ اور حجر

الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

الیمامہ (حجاز اور یمن کے بیچ میں) ایک مقام کا نام ہے۔

تشریح: ثمود عرب کا ایک قبیلہ تھا۔ ان کے دادا کا نام ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح تھا اس لئے ان کو ثمود کہنے لگے۔ اللہ نے حضرت صالح کو پیغمبر بنا کر ان لوگوں کی طرف بھیجا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔

٣٣٧٧۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ. وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ: **((انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِيْ قَوْمِهِ كَأَبِيْ زَمْعَةَ))**. [أطرافه في: ٤٩٤٢، ٥٢٠٤، ٦٠٤٢]

(٣٣٧٧) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبداللہ بن زمعہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (خطبہ کے دوران) آپ نے اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''(خدا کی قسم بھیجی ہوئی) اس (اونٹنی کو) ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا، جیسے ہمارے زمانے میں ابوزمعہ (اسود بن مطلب) ہے۔''

٣٣٧٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ أَبُو الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ أَبُوْ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا، وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا: قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا، وَاسْتَقَيْنَا. فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَطْرَحُوْا ذَلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذَلِكَ الْمَاءَ. وَيُرْوَى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَأَبِي الشُّمُوْسِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِإِلْقَاءِ الطَّعَامِ. وَقَالَ أَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: **((مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهِ))**. [طرفه في: ٣٣٧٩]

(٣٣٧٨) ہم سے محمد بن مسکین ابوالحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حسان بن حیان ابوزکریا نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن دینار نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجر (ثمود کی بستی) میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندھ لیا ہے اور پانی اپنے برتنوں میں بھی رکھ لیا ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ گندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے اور اس پانی کو بھی انڈیل دیں ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ''جس نے آٹا اس پانی سے گوندھ لیا ہو (وہ اسے پھینک دے)۔''

تشریح: سبرہ کی حدیث کو طبرانی اور ابونعیم نے اور ابوالشموس کی روایت کو طبرانی اور ابن مندہ نے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بزار نے وصل کیا ہے۔ چونکہ اس مقام پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا لہٰذا آپ نے وہاں کے پانی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا، ایسا نہ ہو کہ اس سے دل سخت ہو جائیں یا کوئی اور بیماری پیدا ہو جائے۔

٣٣٧٩۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ

(٣٣٧٩) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے، ان سے نافع نے اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ صحابہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ

نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرْضَ ثَمُودَ الْحِجْرَ، وَاسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا، وَاعْتَجَنُوا بِهِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُهْرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا، وَأَنْ يَعْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَ تَرِدُهَا النَّاقَةُ. تَابَعَهُ أُسَامَةُ عَنْ نَافِعٍ.

[راجع: ٣٣٧٨]

ثمود کی بستی حجر میں پڑاؤ کیا تو وہاں کے کنوؤں کا پانی اپنے برتنوں میں بھر لیا اور آٹا بھی اس پانی سے گوندھ لیا۔ لیکن حضور ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ جو پانی انہوں نے اپنے برتنوں میں بھر لیا ہے اسے انڈیل دیں اور گندھا ہوا آٹا جانوروں کو کھلا دیں۔ اس کے بجائے حضور ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی لیں جس سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیا کرتی تھی۔

٣٣٨٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ)). ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهِ، وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ. [راجع: ٤٣٣]

(٣٣٨٠) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ نے بیان کیا، انہیں معمر نے، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ کو سالم بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے کہ نبی کریم ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: ''ان لوگوں کی بستی میں جنہوں نے ظلم کیا تھا نہ داخل ہو۔ لیکن اس صورت میں کہ تم روتے ہوئے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائے جو ان پر آیا تھا۔'' پھر آپ نے اپنی چادر چہرۂ مبارک پر ڈال لی۔ آپ اس وقت کجاوے پر تشریف رکھتے تھے۔

تشریح: اللہ کے عذاب سے کس قدر ڈرنا چاہیے اور اللہ اور رسول ﷺ کی کھلم کھلا مخالفت کرنے والوں سے کتنا بچنا چاہیے، یہ مذکورہ حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی بستی کا پانی بھی نہ لینے دیا اور اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا تھا، اسے بھی جانوروں کے آگے ڈال دینے کا حکم آپ نے فرمایا۔ اللهم احفظنا۔

٣٣٨١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ)). [راجع: ٤٣٣]

(٣٣٨١) مجھ سے عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے یونس سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے سالم سے اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہیں ان لوگوں کی بستی سے گزرنا پڑے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو روتے ہوئے گزرو۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب آ نہ پکڑے جس میں یہ ظالم لوگ گرفتار کیے گئے تھے۔''

تشریح: اگرچہ یہ حدیث تمام مطلق بدکرداروں کو شامل ہے مگر آپ نے یہ حدیث اس وقت فرمائی جب آپ حجر پر سے گزرے جہاں ثمود کی قوم بستی تھی جیسے پچھلی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ:

﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

باب: (یعقوب علیہ السلام کا بیان) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کی موت حاضر ہوئی۔''

الْمَوْتُ﴾ الْآيَةَ.

٣٣٨٢ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالصَّمَدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِاللهِ ابْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ)). [طرفاه في: ٣٣٩٠، ٤٦٨٨]

(۳۳۸۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالصمد نے خبر دی، کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شریف بن شریف بن شریف بن شریف، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔“

تشریح: اس روایت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر خیر ہوا ہے۔ یہی وجہ مناسبت باب ہے جو پہلے بھی گزر چکا ہے یہاں اختصار کے ساتھ ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا بیان کرنا مقصود ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: (یوسف علیہ السلام کا بیان) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِيْنَ﴾. [يوسف:٧]

”بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعات میں پوچھنے والوں کے لیے قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔“

٣٣٨٣ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِاللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: ((أَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ)) قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: ((فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ)). قَالُوْا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: ((فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِيْ؟ النَّاسُ مَعَادِنُ: خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا)).

(۳۳۸۳) مجھ سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ نے بیان کیا، انہیں سعید بن ابی سعید نے خبر دی اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جو اللہ کا خوف سب سے زیادہ رکھتا ہو۔“ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”پھر سب سے زیادہ شریف اللہ کے نبی یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔“ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اچھا تم لوگ عرب کے خانوادوں کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ دیکھو! لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے (کسی کان میں سے اچھا مال نکلتا ہے کسی میں سے برا) جو لوگ تم میں سے زمانہ جاہلیت میں شریف اور بہتر اخلاق کے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اور شریف ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔“

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنِيْ عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ٣٣٥٣]

مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں عبیداللہ نے، انہیں سعید نے انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ اسلام میں بنیاد شرافت دینداری اور دین کی سمجھ حاصل کرنا ہے جسے لفظ فقاہت سے یاد کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔" اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر نظر کرم کرتا ہے اسے دین کی فقاہت یعنی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں امت کے سامنے زندہ مثالیں محدثین کرام کی ہیں جن کو اللہ پاک نے دینی فقاہت سے نوازا کہ آج اسلام ان ہی کی مساعی جمیلہ سے زندہ ہے کہ سیرت نبوی احادیث صحیحہ کی روشنی میں مکمل طور پر مطالعہ کی جا سکتی ہے۔ اللہ پاک جملہ محدثین کرام و مجتہدین عظام کو امت کی طرف سے ہزاروں ہزار جزائیں عطا فرمائے اور قیامت کے دن سب کو فردوس بریں میں جمع کرے اور مجھ ناچیز حقیر گنہگار ادنیٰ خادم اور میرے قدر دانوں کو باری تعالیٰ حشر کے میدان میں اپنے حبیب پاک اور جملہ بزرگان خاص کی رفاقت عطا فرمائے۔ آمین

٣٣٨٤۔ حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: ((مُرِي أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ)) قَالَتْ: إِنَّهُ رَجُلٌ أَسِيفٌ، مَتَى يَقُومُ مَقَامَكَ رَقَّ. فَعَادَ فَعَادَتْ، قَالَ: شُعْبَةُ فَقَالَ: فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ: ((إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ)). [راجع: ١٩٨]

(٣٣٨٤) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے عروہ بن زبیر سے سنا اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے (مرض الموت میں) ان سے فرمایا: "ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ بہت نرم دل ہیں، آپ کی جگہ جب کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہو جائے گی۔ حضور ﷺ نے انہیں دوبارہ یہی حکم دیا۔ لیکن انہوں نے بھی دوبارہ یہی عذر بیان کیا، شعبہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا: "تم تو یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔ (ظاہر میں کچھ باطن میں کچھ) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو، نماز پڑھائیں۔"

٣٣٨٥۔ حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ)) رَجُلٌ كَذَا. فَقَالَ مِثْلَهُ فَقَالَتْ مِثْلَهُ. فَقَالَ: ((مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ)). فَأَمَّ أَبُو بَكْرٍ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ: رَجُلٌ رَقِيقٌ. [راجع: ٦٧٨]

(٣٣٨٥) ہم سے ربیع بن یحییٰ بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے عبدالملک بن عمیر نے، ان سے ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب بیمار پڑے تو آپ نے فرمایا: "ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابوبکر نہایت نرم دل انسان ہیں لیکن حضور ﷺ نے دوبارہ یہی حکم فرمایا اور انہوں نے بھی وہی عذر دہرایا۔ آخر حضور ﷺ نے فرمایا: "ان سے کہو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔" (ظاہر کچھ باطن کچھ) چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی زندگی میں امامت کی اور حسین بن علی جعفی نے زائدہ سے "رجل رقیق" کے الفاظ نقل کئے کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔

تشریح: یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیوں سے وہ عورتیں مراد ہیں جن کو زلیخا نے جمع کیا تھا جنہوں نے بظاہر زلیخا کو اس کی محبت پر ملامت کی تھی مگر دل سے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے متاثر تھیں۔ نبی کریم ﷺ کا مقصد اس جملہ سے یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری یہ رائے ظاہری طور پر ہے ورنہ دل سے ان کی امامت تسلیم ہے۔

٣٣٨٦ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ ابْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ)). [راجع:٧٩٧]

(٣٣٨٦) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ”اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ تمام ضعیف اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت گرفت میں پکڑ لے۔ اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانے کی سی قحط سالی ان (ظالموں) پر نازل فرما۔“

٣٣٨٧ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ هُوَ ابْنُ أَخِي، جُوَيْرِيَةَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ)). [راجع: ٣٣٧٢]

(٣٣٨٧) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء ابن اخی جویریہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے مالک نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان کو سعید بن مسیب اور ابوعبیدہ نے خبر دی اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ زبردست رکن (یعنی اللہ تعالیٰ) کی پناہ لیتے تھے اور اگر میں اتنی مدت تک قید میں رہتا جتنی یوسف علیہ السلام رہے تھے اور پھر میرے پاس (بادشاہ کا آدمی) بلانے کے لئے آتا تو میں فوراً اس کے ساتھ چلا جاتا۔“

تشریح: نبی کریم ﷺ حضرت یوسف کے صبر واستقلال کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے اپنی براءت کا صاف شاہی اعلان ہوئے بغیر جیل خانہ چھوڑنا پسند نہیں فرمایا: ﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ﴾ (١٢/ یوسف:٣٣) آیت سے بھی ان کے مقام رفعت وعظیم مرتبت کا اظہار ہوتا ہے۔ صلی اللہ علیہم اجمعین۔ (آمین۔ اللہ کے پیاروں کی یہی شان ہوتی ہے۔

٣٣٨٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أُمَّ رُوْمَانَ، وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ، عَمَّا قِيْلَ فِيْهَا مَا قِيْلَ قَالَتْ: بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ، إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ. قَالَتْ: فَقُلْتُ: لِمَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ نَمَى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَيُّ حَدِيْثٍ؟ فَأَخْبَرَتْهَا. قَالَتْ: فَسَمِعَهُ أَبُوْ بَكْرٍ

(٣٣٨٨) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن فضیل نے خبر دی نے کہا ہم سے حصین نے بیان کیا، ان سے شقیق نے، ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بہتان تراشا گیا تھا اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاریہ عورت ہمارے یہاں آئی اور کہا کہ اللہ فلاں (مسطح بن اثاثہ) کو تباہ کر دے اور وہ اسے تباہ کر بھی چکا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا، آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے تو یہ جھوٹ مشہور کیا ہے۔ پھر انصاریہ عورت نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا سارا) واقعہ بیان کیا۔

وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا لِهَذِهِ؟)) قُلْتُ: حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تُحُدِّثَ بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ! لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونِّي، وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُونِّي، فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ، ﴿وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾. فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ مَا أَنْزَلَ، فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ: بِحَمْدِ اللَّهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ. [أطرافه في: ٤١٤٣، ٤٦٩١، ٤٧٥١]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی والدہ سے) پوچھا کہ کونسا واقعہ ہے؟ تو ان کی والدہ نے انہیں واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ قصہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہوگیا ہے؟ ان کی والدہ نے بتایا کہ ہاں۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہوکر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ''انہیں کیا ہوا؟'' میں نے کہا کہ ایک بات ان سے ایسی کہی گئی تھی اور اسی کے صدمے سے ان کو بخار آ گیا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھاؤں جب بھی آپ لوگ میری بات نہیں مان سکتے اور اگر کوئی عذر بیان کروں تو اسے بھی تسلیم نہیں کرسکتے۔ بس میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی سی ہے (کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی من گھڑت کہانی سن کر فرمایا تھا کہ) ''جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر اللہ ہی کی مدد چاہتا ہوں۔'' اس کے بعد نبی ﷺ واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ نازل فرمایا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کسی اور کا نہیں۔

تشریح: حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے ذکر سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف بھی اشارہ کیا ہو جس میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوران گفتگو یوں کہا کہ مجھ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا تو میں نے یوسف کا باپ کہہ دیا۔

٣٣٨٩۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَرَأَيْتِ قَوْلَهُ: ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا﴾ أَوْ كُذِبُوا؟ قَالَتْ: بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ. فَقُلْتُ: وَاللَّهِ! لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ. فَقَالَتْ: يَا عُرَيَّةُ! لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذَلِكَ قُلْتُ: فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوا. قَالَتْ: مَعَاذَ

(٣٣٨٩) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت کے متعلق پوچھا ﴿حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا﴾ (تشدید کے ساتھ) ہے یا کذبوا (بغیر تشدید کے) یعنی یہاں تک کہ جب انبیاء علیہم السلام ناامید ہوگئے اور انہیں خیال گزرنے لگا کہ انہیں جھٹلا دیا گیا تو اللہ کی مدد پہنچی تو انہوں نے کہا کہ (یہ تشدید کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ) ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر معنی کیسے بنیں گے، پیغمبروں کو یقین تھا ہی کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا رہی ہے۔ پھر قرآن میں لفظ ''ظن''

اللَّهِ، لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بِرَبِّهَا وَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةَ قَالَتْ: هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ، وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ، وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ، وَظَنُّوا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللَّهِ. ﴿اسْتَيْأَسُوا﴾ اسْتَفْعَلُوا مِنْ يَئِسْتُ مِنْهُ أَيْ مِنْ يُوسُفَ. ﴿لَا تَايْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ﴾ [يوسف: ٨٧] مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ. [أطرافه في: ٤٥٢٥، ٤٦٩٥، ٤٦٩٦]

گمان اور خیال کے معنی میں استعمال کیوں کیا گیا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے چھوٹے سے عروہ! بے شک ان کو تو یقین تھا میں نے کہا تو شاید اس آیت میں بغیر تشدید کے کذبوا ہوگا یعنی پیغمبر یہ سمجھے کہ اللہ نے جو ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا وہ غلط تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا معاذ اللہ! انبیا اپنے رب کے ساتھ بھلا ایسا گمان کر سکتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مراد یہ ہے کہ پیغمبروں کے تابعدار لوگ جو اپنے مالک پر ایمان لائے تھے اور پیغمبروں کی تصدیق کی تھی ان پر جب مدت تک خدا کی آزمائش رہی اور مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبر لوگ اپنی قوم کے جھٹلانے والوں سے ناامید ہو گئے (سمجھے کہ اب وہ ایمان نہیں لائیں گے) اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان کے تابعدار بنے ہیں وہ بھی ان کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے، اس وقت اللہ کی مدد آن پہنچی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اِسْتَيْأَسُوا، اسْتَفْعَلُوا کے وزن پر جو یئست سے نکلا ہے، ای من یوسف (سورۂ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے یعنی زلیخا یوسف سے ناامید ہو گئی) ﴿لَا تَايْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ﴾ یعنی ”اللہ سے امید رکھو ناامید نہ ہو۔“

٣٣٩٠۔ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ ابْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ ابْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)).

(٣٣٩٠) مجھے عبدہ بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عبدالصمد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شریف بن شریف بن شریف بن شریف یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔“

[راجع: ٣٣٨٢]

تشریح: ان جملہ روایات میں کسی نہ کسی سلسلے سے یوسف علیہ السلام کا ذکر خیر آیا ہے۔ اس لئے ان کو اس باب کے ذیل بیان کیا گیا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾ [الانبياء: ٨٣] ﴿ارْكُضْ﴾ [ص: ٤٢] اضْرِبْ. ﴿يَرْكُضُونَ﴾ [الانبياء: ١٢] يَعْدُونَ.

باب: (سورۂ انبیاء میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

”اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری نے آگھیرا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔“ جو (سورۂ ص میں) ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ﴾ بمعنی اضرب (یعنی اپنا پاؤں زمین پر مار) ”يَرْكُضُونَ“ بمعنی يَعْدُونَ، (یعنی دوڑتے ہیں)۔

٣٣٩١۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ:

(٣٣٩١) مجھ سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق

حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((بَيْنَمَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ، فَنَادَاهُ رَبُّهُ: يَا أَيُّوْبُ! أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى؟ قَالَ: بَلَى يَا رَبِّ! وَلٰكِنْ لَا غِنَى لِي عَنْ بَرَكَتِكَ)).

[راجع: ٢٧٩]

نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایوب علیہ السلام ننگے غسل کر رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر گرنے لگیں۔ وہ ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! جو کچھ تم دیکھ رہے ہو (سونے کی ٹڈیاں) کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہیں کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ صحیح ہے، اے رب العزت لیکن تیری برکت سے میں کس طرح بے پروا ہو سکتا ہوں۔''

بَابٌ:

باب: (سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان)

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلِصًا وَكَانَ رَسُوْلًا نَبِيًّا ○ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا﴾ يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَالْإِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ نَجِيٌّ. وَيُقَالُ: ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ [يوسف: ٨٠] اعْتَزَلُوْا نَجِيًّا وَالْجَمِيْعُ: أَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ تَلَقَّفُ: تَلَقَّمُ.

''اور یاد کرو کتاب (قرآن مجید) میں موسیٰ علیہ السلام کو کہ وہ چنا ہوا بندہ اور رسول و نبی تھا اور ہم نے طور کی داہنی طرف سے انہیں آواز دی اور سرگوشی کے لئے انہیں نزدیک بلایا۔'' واحد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے لفظ نجی بولا جاتا ہے۔ سورۂ یوسف میں ہے خَلَصُوْا نَجِيًّا یعنی اکیلے میں جا کر مشورہ کرنے لگے (اگر نجی کا لفظ مفرد کے لیے استعمال ہوا ہو تو) اس کی جمع أَنْجِيَةٌ ہوگی۔ سورۂ مجادلہ میں لفظ يَتَنَاجَوْنَ بھی اسی سے نکلا ہے۔ تَلَقَّفُ کے معنی نگل جاتا ہے۔

تشریح: اسرائیلی پیغمبروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر صاحب شریعت نبی ہیں۔ ان کے ذکر خیر میں قرآن کی بیشتر آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان کی پیدائش اور بعد کی پوری زندگی قدرت الٰہی کا بہترین نمونہ ہے۔ وقت کی ایک جابر حکومت سے ٹکر لینا بلکہ اس کا تختہ الٹ دینا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادر ہے گا۔ اللہ پاک نے ان پر اپنی مقدس کتاب تورات نازل فرمائی جس کے بارے میں قرآن مجید کی شہادت ہے ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾ (۵/ المائدہ:۴۴)۔

٣٣٩٢۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ، قَالَ: قَالَتْ: عَائِشَةُ فَرَجَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ إِلَى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ ـ وَكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَأُ الْإِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ ـ فَقَالَ وَرَقَةُ: مَاذَا تَرَى؟ فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ وَرَقَةُ: هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى

(۳۳۹۲) ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (غار حرا سے) ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ آئے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ نصرانی ہو گئے تھے اور انجیل کو عربی میں پڑھتے تھے۔ ورقہ نے پوچھا کہ آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا کہ یہی ہیں وہ ''ناموس'' جنہیں اللہ

مُوْسَى، وَإِنْ أَدْرَكَنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. النَّامُوْسُ: صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلِعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ. [راجع: ٣]

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوْسَى إِذْ رَأَى نَارًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾. [طه: ٩، ١٢] ﴿آنَسْتُ﴾ [طه: ١٠] أَبْصَرْتُ ﴿نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ﴾ الآيَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْمُقَدَّسُ﴾ الْمُبَارَكُ. ﴿طُوًى﴾ اسْمُ الْوَادِي ﴿سِيرَتَهَا﴾ حَالَتُهَا وَ ﴿النُّهَى﴾ [طه: ٥٤] التُّقَى ﴿بِمَلْكِنَا﴾ [طه: ٨٧] بِأَمْرِنَا. ﴿هَوَى﴾ [طه: ٨١] شَقِيَ. ﴿فَارِغًا﴾ [القصص: ١٠] إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسَى. ﴿رِدْءًا﴾ [القصص: ٣٤] كَيْ يُصَدِّقَنِي. وَيُقَالُ: مُغِيثًا أَوْ مُعِينًا يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ. ﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾ [القصص: ٢٠] يَتَشَاوَرُوْنَ رِدْءًا عَوْنًا يُقَالُ: قَدْ أَرْدَأْتُهُ عَلَى صَنْعَتِهِ أَيْ أَعَنْتُهُ عَلَيْهَا. وَالْجِذْوَةُ: قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ. ﴿سَنَشُدُّ﴾ [القصص: ٣٥] سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. وَقَالَ غَيْرُهُ: كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ: ﴿أَزْرِي﴾ [طه: ٣١] ظَهْرِي ﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾: فَيُهْلِكَكُمْ. ﴿الْمُثْلَى﴾ [طه: ٦٣] تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ، يَقُوْلُ: بِدِيْنِكُمْ، يُقَالُ: خُذِ الْمُثْلَى، خُذِ الْأَمْثَلَ. ﴿ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا﴾ [طه: ٦٤] يُقَالُ: هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ؟ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ.

تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اور اگر میں تمہارے زمانے تک زندہ رہا تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ ناموس محرم راز کو کہتے ہیں جو ایسے راز سے بھی آگاہ ہو جو آدمی دوسروں سے چھپائے۔

باب: اللہ عزوجل کا (سورۂ طٰہٰ) میں ارشاد:

”اے نبی تو نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا ہے جب انہوں نے آگ دیکھی۔“ آخر آیت بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى، تک۔ اٰنَسْتُ کا معنی میں نے آگ دیکھی“ (تم یہاں ٹھہرو) میں اس میں سے ایک چنگاری تمہارے پاس لے آؤں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، مقدس کا معنی مبارک۔ طُوی اس وادی کا نام تھا جہاں اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ سِيرَتَهَا یعنی پہلی حالت پر۔ نُهٰى یعنی پرہیزگاری۔ بِمَلْكِنَا یعنی اپنے اختیار سے۔ هَوَى یعنی بدبخت ہوا۔ فَارِغًا یعنی موسیٰ کے سوا اور کوئی خیال دل میں نہ رہا۔ رِدْءًا یعنی فریادرس یا مددگار۔ يَبْطُشُ بِضَم طَا اور يَبْطِشُ بکسر طا دونوں طرح قرأت ہے۔ يَأْتَمِرُوْنَ یعنی مشورہ کرتے ہیں۔ رِدْءًا کے معنی مددگار۔ محاوروں میں بولا جاتا ہے قَدْ اَرْدَاتُه عَلٰى صَنْعَتِهٖ۔ یعنی اس کی اس کے کام میں مدد کردی۔ جِذْوَة یعنی لکڑی کا ایک موٹا ٹکڑا جس سے آگ کا شعلہ نہ نکلے (صرف اس کے منہ پر آگ روشن ہو) سَنَشُدُّ عَضُدَكَ یعنی تیری مدد کریں گے۔ جب تو کسی چیز کو زور دے گویا تو نے اس کو عَضُد بازو دیا۔ (یہ سب تفسیریں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں) اوروں نے کہا عُقْدَةٌ کا معنی یہ ہے کہ زبان سے کوئی حرف یہاں تک کہ ت یا ف بھی نہ نکل سکے۔ أَزْرِی یعنی پیٹھ فَيُسْحِتَكُمْ یعنی تم کو ہلاک کرے۔ مُثْلٰى، أَمْثَلَ کی مؤنث ہے۔ یعنی تمہارا دین خراب کرنا چاہتے ہیں۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ یعنی اچھی روش، اچھا طریقہ سنبھال۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا یعنی قطار باندھ کر آؤ۔ عرب لوگ کہتے ہیں آج تو صف میں گیا یا نہیں یعنی نماز کے مقام پر۔ فَأَوْجَسَ یعنی موسیٰ کا دل دھڑکنے لگا خِيْفَةً کی اصل خوفة تھی واؤ کو بوجہ کسرہ ماقبل کے ی سے بدل دیا گیا، فِيْ جُذُوعِ النَّخْلِ یعنی عَلٰى جُذُوعِ النَّخْلِ۔ خَطْبُكَ یعنی تیرا حال۔ مساس مصدر ہے

﴿فَأَوْجَسَ﴾ [طه:٦٧] أَضْمَرَ خَوْفًا، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ: ﴿خِيفَةً﴾ لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ عَلَى جُذُوْعِ ﴿خَطْبُكَ﴾ [طه:٩٥] بَالُكَ . ﴿مِسَاسَ﴾ [طه:٩٧] مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا ﴿لَنَنْسِفَنَّهُ﴾ لَنُذْرِيَنَّهُ . الضَّحَاءُ: الْحَرُّ . ﴿قُصِّيْهِ﴾ [القصص: ١١] اتَّبِعِيْ أَثَرَهُ، وَقَدْ يَكُوْنُ أَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ [يوسف: ٧٧] ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾[القصص:١١] عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنِ اجْتِنَابٍ وَاحِدٌ. قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿عَلَى قَدَرٍ﴾ [طه:٤٠] مَوْعِدٌ ﴿لَا تَنِيَا﴾ [طه:٤٢] لَا تَضْعُفَا ﴿مَكَانًا سُوًى﴾: مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ ﴿يَبَسًا﴾: يَابِسًا ﴿مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ الْحُلِيِّ الَّذِي اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ ﴿فَقَذَفْتُهَا﴾ أَلْقَيْتُهَا . ﴿أَلْقَى﴾ صَنَعَ . ﴿فَنَسِيَ﴾ [طه:٨٨] مُوْسَى، هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ ﴿أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ فِي الْعِجْلِ.

مَاسَه مساسا سے۔ لامساس یعنی تجھ کو کوئی نہ چھوئے، نہ تو کسی کو چھوئے۔ لَنَنْسِفَنَّه یعنی ہم اس کو راکھ کرکے دریا میں اڑا دیں گے۔ لَا تَضحی ضحی سے ہے یعنی گرمی۔ قُصِّیه یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، کبھی قص کا معنی کہنا اور بیان کرنا بھی آتا ہے۔ (سورۂ یوسف میں) اسی سے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ ہے۔ لفظ عَنْ جُنُبٍ اور عَنْ جَنَابَةٍ اور عَنْ اِجْتِنَابٍ سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی دور سے۔ مجاہد ؒ نے کہا عَلٰی قَدَرٍ یعنی وعدے پر۔ لَاتَنِیَا یعنی سستی نہ کرو۔ مَکَانًا سُوًی یعنی ان کے درمیان آدھوں آدھ پر یَبَسًا یعنی خشک۔ من زینة القوم یعنی زیور میں سے جو بنی اسرائیل نے فرعون والوں سے مانگ کر لئے تھے۔ فَقَذَفْتُهَا یعنی میں نے اس کو ڈال دیا۔ أَلْقَى یعنی بنایا۔ فَنَسِيَ اس کا مطلب یہ ہے کہ سامری اور اس کے لوگ کہتے ہیں کہ موسیٰ ؑ نے غلطی کی جو اس بچھڑے کو خدا نہ سمجھ کر دوسری جگہ چل دیا۔ أَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِم قَولًا۔ یعنی وہ بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ یہ گوسالے کے بارے میں (نازل ہوئی ہے)۔

تشریح: امام بخاری ؒ نے یہاں قرآن مجید کے بہت سے ان الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے جو مختلف آیات میں بہ سلسلہ ذکر موسیٰ ؑ وارد ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے موقع بہ موقع ان الفاظ کا سمجھنا بھی ضروری ہے اور ایسے شائقین کرام کے لئے بخاری شریف کے اس مقام سے بہترین روشنی مل سکے گی۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد اور عورت کو قرآن پاک اور بخاری شریف کا مطالعہ کرنے اور غور و تدبر کے ساتھ ان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ یہ بات ہر بھائی کو یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے سرسری مطالعہ کافی نہیں ہے۔ جو لوگ محض سرسری مطالعہ کرکے ان پاکیزہ علوم کے ماہر بننا چاہتے ہیں وہ ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث کو گہری نگاہ سے بار بار مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سچ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط﴾ (۲۹/ العنکبوت:۶۹) آیت مبارکہ کے مذکورہ مجاہدہ میں کتاب وسنت کا بنظر بصیرت گہرا مطالعہ کرنا بھی داخل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

٣٣٩٣۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ

(۳۳۹۳) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک ؓ نے اور ان سے حضرت مالک بن صعصعہ ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے

حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ، فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ: ((هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)). تَابَعَهُ ثَابِتٌ وَعَبَّادُ بْنُ أَبِي عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٣٢٠٧]

اس رات کے متعلق بیان کیا جس میں آپ کو معراج ہوا کہ جب آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں ہارون علیہ السلام سے ملے۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ "یہ ہارون علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے، فرمایا خوش آمدید، صالح بھائی اور صالح نبی۔" اس حدیث کو قتادہ کے ساتھ ثابت بنانی اور عباد بن ابی علی نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: بعض نسخوں میں اس مقام پر باب نمبر ۲۲ جو گزشتہ صفحات پر گزر رہا ہے بیان ہوا ہے۔ البتہ اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں ہوئی۔

بَابٌ:

باب:

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ [غافر: ٢٨]

"اور فرعون کے خاندان کے ایک مومن مرد (شمعان نامی) نے کہا جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔" اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مسرف کذاب" تک۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: (سورۂ طٰہٰ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى﴾ [طه: ٩]
﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾. [النساء: ١٧٤]

"اور کیا تجھ کو موسیٰ کا واقعہ معلوم ہوا ہے" اور (سورۂ نساء میں) "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا" (اللہ کا کلام کرنا برحق ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس میں کرید کرنا بدعت ہے)۔

٣٣٩٤- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي: ((رَأَيْتُ مُوسَى وَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَرَأَيْتُ عِيسَى، فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ، وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ بِهِ، ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَائَيْنِ، فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ، وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ: اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ. فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيلَ أَخَذْتَ الْفِطْرَةَ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ)).

(۳۳۹۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے بیان کیا، انہیں زہری نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس رات کی کیفیت بیان کی جس میں آپ کو معراج ہوا کہ "میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک دبلے پتلے سیدھے بالوں والے آدمی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوہ میں سے ہوں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا، وہ میانہ قد اور نہایت سرخ و سفید رنگ والے تھے۔ ایسے تروتازہ اور پاک وصاف کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر دو برتن میرے سامنے لائے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ دونوں چیزوں میں سے آپ کا جو جی چاہے پیجئے، میں نے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے پی گیا۔

[أطرافه في: ٣٤٣٧، ٤٧٠٩، ٥٥٧٦، ٥٦٠٣]
[مسلم: ٤٢٤؛ ترمذي: ٣١٣]

مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا (دودھ آدمی کی پیدائشی غذا ہے) اگر اسکے بجائے آپ نے شراب پی ہوتی تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔“

٣٣٩٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ ـ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ ـ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى)). وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيْهِ. [أطرافه في: ٣٤١٣، ٤٦٣٠، ٧٥٣٩] [مسلم: ٦١٦٠؛ ابوداود: ٤٦٦٩]

(۳۳۹۵) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے ابوالعالیہ نے بیان کیا اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کسی شخص کو یوں نہ کہنا چاہیے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔“ حضور ﷺ نے ان کا نام ان کے والد کی طرف منسوب کر کے لیا۔

٣٣٩٦۔ وَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ فَقَالَ: ((مُوْسَى آدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ)). وَقَالَ: ((عِيْسَى جَعْدٌ مَرْبُوْعٌ)). وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَذَكَرَ الدَّجَّالَ. [راجع: ٣٢٣٩]

(۳۳۹۶) اور نبی اکرم ﷺ نے شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام گندم گوں اور دراز قد تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قبیلہ شنوہ کے کوئی صاحب ہوں۔“ اور فرمایا: ”عیسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بال والے اور میانہ قد کے تھے۔“ اور حضور ﷺ نے داروغہ جہنم مالک کا بھی ذکر فرمایا اور دجال کا بھی۔

٣٣٩٧۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا ـ يَعْنِي عَاشُوْرَاءَ ـ فَقَالُوْا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ، وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسَى، وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ، فَصَامَ مُوْسَى شُكْرًا لِلّٰهِ. فَقَالَ: ((أَنَا أَوْلَى بِمُوْسَى مِنْهُمْ)). فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ. [راجع: ٢٠٠٤]

(۳۳۹۷) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر کے صاحبزادے (عبداللہ) نے اپنے والد سے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ایک دن یعنی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے۔ ان لوگوں (یہودیوں) نے بتایا کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی اور آل فرعون کو غرق کیا تھا۔ اس کے شکر میں موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں موسیٰ علیہ السلام کا ان سے زیادہ قریب ہوں۔“ چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرمایا۔

تشریح: ان جملہ مرویات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر وارد ہوا ہے۔ احادیث اور باب میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ دیگر امور مذکورہ ضمناً ذکر میں آ گئے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَo وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾. [اعراف: ١٤٢، ١٤٣] يُقَالُ: دَكَّهُ: زَلْزَلَهُ. ﴿فَدُكَّتَا﴾ [الحاقة: ١٤] فَدُكِكْنَ، جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ [الانبياء: ٣٠] وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. ﴿أُشْرِبُوا﴾ [البقرة: ٩٣] ثَوْبٌ مُشَرَّبٌ مَصْبُوغٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿انْبَجَسَتْ﴾: انفجرت ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ [الأعراف:١٧١] رفعنا.

باب: (سورۂ اعراف میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا پھر اس میں دس راتوں کا اور اضافہ کردیا اور اس طرح ان کے رب کی میعاد چالیس راتیں پوری کردیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری غیر موجودگی میں میری قوم میں میرے خلیفہ رہو۔ اور ان کے ساتھ نرم رویہ رکھنا اور مفسدوں کے راستے پر مت چلنا۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے ٹھہرائے ہوئے وقت پر (ایک چلہ کے) بعد آئے اور ان کے رب نے ان سے گفتگو کی تو انہوں نے عرض کیا میرے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے'' اللہ تعالیٰ کے آخر ارشاد وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ تک۔ عرب لوگ بولتے ہیں دَكَّهُ یعنی اسے ہلا دیا۔ اسی سے ہے (سورۂ حاقہ) میں فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً تثنیہ کا صیغہ اس طرح درست ہوا کہ یہاں پہاڑوں کو ایک چیز فرض کیا اور زمین کو ایک چیز، قاعدے کے موافق یوں ہونا تھا فَدُكِكْنَ بصیغہ جمع۔ اس کی مثال وہ ہے جو سورۂ انبیاء میں ہے ﴿إِنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ اور یوں نہیں فرمایا كُنَّ رَتْقًا بہ صیغہ جمع (حالانکہ قیاس یہی چاہتا تھا) رَتْقًا کے معنی جڑے ہوئے ملے ہوئے۔ أُشْرِبُوا (سورۂ بقرہ میں ہے) اس شرب سے نکلا ہے جو رنگنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے عرب لوگ کہتے ہیں ثَوْبٌ مُشَرَّبٌ یعنی رنگا ہوا کپڑا (سورۂ اعراف میں) نَتَقْنَا کا معنی ہم نے اٹھالیا۔

٣٣٩٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((النَّاسُ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي، أَمْ جُوزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ؟)) [راجع: ٢٤١٢]

(٣٣٩٨) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے ان کے والد یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے ہوں گے یا (بے ہوش ہی نہیں کئے گئے ہوں گے بلکہ) انہیں کو طور کی بے ہوشی کا بدلا ملا ہوگا۔''

٣٣٩٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْلَا بَنُوْ إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ)).

[راجع: ٣٣٣٠] [مسلم: ٣٦٤٨]

(۳۳۹۹) مجھ سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے بیان کیا، انہیں ہمام نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے (سلویٰ کا گوشت جمع کر کے نہ رکھتے) تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ اور اگر حوا نہ ہوتیں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے دغا نہ کرتیں) تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت کبھی نہ کرتی۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ گوشت جمع کرنے کی عادت بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی۔ پس گوشت سڑنا شروع ہو گیا۔ اگر یہ عادت اختیار نہ کی جاتی اور گوشت کو بروقت کھا لیا جاتا تو اس کے سڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام سے دغا نہ کرتیں تو ان کی بیٹیوں میں بھی یہ خو پیدا نہ ہوتی۔ اللہ پاک منکرین حدیث کو سمجھ دے کہ فہم حدیث کے لئے وہ عقل سلیم سے کام لیں۔

بَابُ طُوْفَانٍ مِنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ الطُّوْفَانُ

باب: سورۂ اعراف میں طوفان سے مراد سیلاب کا طوفان ہے بکثرت اموات کو بھی طوفان کہتے ہیں

الْقُمَّلُ: الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. ﴿حَقِيقٌ﴾ حَقٌّ. ﴿سُقِطَ﴾ كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ.

القمّل اس چیچڑی کو کہتے ہیں جو چھوٹی جوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ حَقِيقٌ بمعنی حق لازم سُقِطَ بمعنی نادم ہوا۔ جو شخص شرمندہ ہوتا ہے اس کے لئے عرب لوگ کہتے ہیں سُقِطَ فِي يَدِهِ تو (گویا) وہ اپنے ہاتھ میں گر پڑا۔

تشریح: یعنی کبھی ہاتھ کو دانتوں سے شدت غم میں کاٹتا ہے اور کبھی ہاتھ سے دوسری حرکتیں کرتا ہے جو غم والم کو ظاہر کرتی ہیں۔ سورۂ اعراف کی پوری آیت یہ ہے: ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۳۳) یعنی ہم نے فرعونیوں پر طوفان کا عذاب نازل کیا (ایک ہفتہ برابر پانی برستا رہا) اور ٹڈی دل بھیجا اور جوئیں اور مینڈک بکثرت پیدا ہو گئے اور خون کا عذاب نازل کیا جو ہماری قدرت کے کھلے ہوئے نشانات تھے۔ ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی وہ لوگ متکبر اور مجرم ہی بنے رہے۔ ان عذابوں کا ذکر تورات میں بھی آیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ دریائے نیل کا پانی لہو کی طرح ہو گیا تھا اور تمام مچھلیاں مر گئی تھیں (خروج) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ان ہی سے متعلق چند الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے۔

بَابُ حَدِيثِ الْخَضِرِ مَعَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ

باب: حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعات

٣٤٠٠ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَاللهِ بْنَ عَبْدِاللهِ، أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ

(۳۴۰۰) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حر بن قیس فزاری رضی اللہ عنہ سے صاحب موسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا۔ پھر حضرت ابی بن

مُوسَى، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ، فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي، هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لُقِيِّهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ: لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ. فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ، فَجُعِلَ لَهُ الْحُوتُ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ: إِذَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ، فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ. فَكَانَ يَتْبَعُ أَثَرَ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ. فَقَالَ مُوسَى: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ)). [راجع: ٧٤]

کعب رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اپنے ان ساتھی سے صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے جن سے ملاقات کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پوچھا تھا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ "موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا، کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو اس تمام زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ کیوں نہیں، ہمارا بندہ خضر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا تو انہیں مچھلی کو اس کی نشانی کے طور پر بتایا گیا اور کہا گیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے (تو جہاں گم ہوئی ہو وہاں) آ جانا وہیں ان سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام دریا میں (سفر کے دوران) مچھلی کی برابر نگرانی کرتے رہے۔ پھر ان سے ان کے رفیق سفر نے کہا کہ آپ نے خیال نہیں کیا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان نے اسے یاد رکھنے سے غافل رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی کی تو ہمیں تلاش ہے چنانچہ یہ بزرگ اسی راستے سے پیچھے کی طرف لوٹے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان دونوں کے ہی وہ حالات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔"

تشریح: قرآن مجید کی سورۂ کہف میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس ملاقات کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ بہت سے ظاہری امور قابل اعتراض نظر آ جاتے ہیں مگر ان کی حقیقت کھلنے پر ان کا حق ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے فتویٰ دینے میں ہر ہر پہلو پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ پاک علما و فقہا سب کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے بصیرت حاصل کریں۔ آمین

٣٤٠١۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ،

(۳۴۰۱) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا کہ مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف بکالی یہ کہتا ہے کہ موسیٰ، صاحب خضر بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے موسیٰ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دشمن خدا نے

إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ. فَقَالَ: كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ مُوسَى قَامَ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا. فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ. قَالَ لَهُ: بَلْ، لِي عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ. قَالَ: أَيْ رَبِّ! وَمَنْ لِي بِهِ؟ ـوَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: أَيْ رَبِّ! وَكَيْفَ لِي بِهِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ حُوتًا، فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ، حَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمَّ ـوَرُبَّمَا قَالَ: فَهُوَ ثَمَّهْ ـ فَأَخَذَ حُوتًا، فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوشَعُ ابْنُ نُونٍ، حَتَّى أَتَيَا الصَّخْرَةَ، وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَرَقَدَ مُوسَى، وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ، فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا، فَأَمْسَكَ اللَّهُ عَنِ الْحُوتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ، فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ. فَقَالَ هَكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ. فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلِهِمَا وَيَوْمَهُمَا، حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَائَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا. وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ. قَالَ لَهُ فَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا، فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَلَهُمَا عَجَبًا. قَالَ لَهُ مُوسَى: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا. رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا. حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِذَا

بالکل غلط بات کہی ہے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ ”موسیٰ بنی اسرائیل کو کھڑے ہوکر خطاب فرما رہے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ علم والا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ کیوں نہیں میرا ایک بندہ ہے جہاں دو دریا آ کر ملتے ہیں وہاں رہتا ہے اور تم سے زیادہ علم والا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے رب العالمین! میں ان سے کس طرح مل سکوں گا؟ سفیان نے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ ”اے رب! وَكَيْفَ لِي بِهِ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی پکڑ کر اسے اپنے تھیلے میں رکھ لینا، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس میرا وہ بندہ وہیں تم کو ملے گا۔ بعض دفعہ راوی نے (بجائے فَهُوَ ثَمَّ کے) فَهُوَ ثَمَّهْ کہا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لے لی اور اسے ایک تھیلے میں رکھ لیا۔ پھر وہ اور ایک ان کے رفیق سفر یوشع بن نون روانہ ہوئے، جب یہ چٹان پر پہنچے تو سر سے ٹیک لگالی، موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی اور مچھلی تڑپ کر نکلی اور دریا کے اندر چلی گئی اور اس نے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا اور وہ محراب کی طرح ہو گئی، انہوں نے واضح کیا کہ یوں محراب کی طرح۔ پھر یہ دونوں اس دن اور رات کے باقی حصے میں چلتے رہے، جب دوسرا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا کہ اب ہمارا کھانا لاؤ کیونکہ ہم اپنے اس سفر میں بہت تھک گئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت تک کوئی تھکان محسوس نہیں کی تھی جب تک وہ اس مقررہ جگہ سے آگے نہ بڑھ گئے جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ ان کے رفیق نے کہا کہ دیکھئے تو سہی جب ہم چٹان پر اترے تھے تو میں مچھلی (کے متعلق کہنا) آپ سے بھول گیا اور مجھے اس کی یاد سے شیطان نے غافل رکھا اور اس مچھلی نے تو وہیں (چٹان کے قریب) دریا میں اپنا راستہ عجیب طور پر بنا لیا تھا۔ مچھلی کو تو راستہ مل گیا اور یہ دونوں حیران تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی وہ جگہ تھی جس کی تلاش میں ہم نکلے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں اسی راستے سے پیچھے کی طرف واپس ہوئے اور جب اس

رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ، فَسَلَّمَ مُوْسَى، فَرَدَّ عَلَيْهِ. فَقَالَ: وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ. قَالَ: أَنَا مُوْسَى. قَالَ: مُوْسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. قَالَ: يَا مُوْسَى! إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ، عَلَّمَنِيهِ اللَّهُ لَا تَعْلَمُهُ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَّمَكُمُ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ. قَالَ: هَلْ أَتَّبِعُكَ؟ قَالَ: ﴿إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ٥ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿إِمْرًا﴾ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ، كَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمْ، فَعَرَفُوا الْخَضِرَ، فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ، فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ، فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ، فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ، قَالَ لَهُ الْخَضِرُ: يَا مُوْسَى! مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هَذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ. إِذْ أَخَذَ الْفَأْسَ فَنَزَعَ لَوْحًا، فَلَمْ يَفْجَأْ مُوْسَى إِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُّوْمِ. فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: مَا صَنَعْتَ؟ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ، عَمَدْتَ إِلَى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا. قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا. قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا، فَكَانَتِ الْأُوْلَى مِنْ مُوْسَى نِسْيَانًا. فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ

چٹان پر پہنچے تو وہاں ایک بزرگ اپنا سارا جسم ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے موجود تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا پھر کہا کہ تمہارے خطے میں سلام کا رواج کہاں سے آ گیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا، بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا کہ جی ہاں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم نافع سکھا دیں جو آپ کو سکھلایا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کا دیا ہوا ایک علم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم سکھایا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے۔ اسی طرح آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا ایک علم ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے اور واقعی آپ ان کاموں کے بارے میں صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِمراً" تک آخر موسیٰ اور خضر علیہما السلام دریا کے کنارے کنارے چلے۔ پھر ان کے قریب سے ایک کشتی گزری۔ ان حضرات نے کہا کہ انہیں بھی کشتی والے کشتی پر سوار کر لیں۔ کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کوئی مزدوری لئے بغیر ان کو سوار کر لیا۔ جب یہ حضرات اس پر سوار ہو گئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے بیٹھ کر اس نے پانی میں اپنی چونچ کو ایک یا دو مرتبہ ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! میرے اور آپ کے علم کی وجہ سے اللہ کے علم میں اتنی بھی کمی نہیں ہوئی جتنی اس چڑیا کے دریا میں چونچ مارنے سے دریا کے پانی میں کمی ہوئی ہوگی۔ اتنے میں خضر علیہ السلام نے کلہاڑی اٹھائی اور اسی کشتی میں سے ایک تختہ نکال لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو نظر اٹھائی تو وہ اپنی کلہاڑی سے تختہ نکال چکے تھے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ جن لوگوں نے ہمیں بغیر کسی اجرت کے سوار کر لیا انہیں کی کشتی پر آپ نے بری نظر ڈالی اور اسے چیر دیا کہ سارے کشتی والے ڈوب جائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے نہایت ناگوار کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (یہ بے صبری اپنے

الصِّبْيَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَلَعَهُ بِيَدِهِ هَكَذَا۔ وَأَوْمَى سُفْيَانُ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهُ يَقْطِفُ شَيْئًا۔ فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا. قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ: لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا. قَالَ: إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ، قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّيْ عُذْرًا. فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ مَائِلًا۔ أَوْمَى بِيَدِهِ هَكَذَا وَأَشَارَ سُفْيَانُ كَأَنَّهُ يَمْسَحُ شَيْئًا إِلَى فَوْقُ، فَلَمْ أَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا إِلَّا مَرَّةً۔ قَالَ: قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَ إِلَى حَائِطِهِمْ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا. قَالَ: هَذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ، سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَدِدْنَا أَنَّ مُوْسَى كَانَ صَبَرَ، فَقَصَّ اللَّهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا)) قَالَ: سُفْيَانُ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ مُوْسَى، لَوْ كَانَ صَبَرَ لَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا)). قَالَ: وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا، وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ. ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ: حَفِظْتَهُ قَبْلَ أَنْ تَسْمَعَهُ مِنْ عَمْرٍو، أَوْ تَحَفَّظْتَهُ مِنْ إِنْسَانٍ؟ فَقَالَ: مِمَّنْ

وعدہ کو بھول جانے کی وجہ سے ہوئی، اس لیے) آپ اس چیز کا مجھ سے مؤاخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا اور میرے معاملے میں تنگی نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر ہوئی تھی پھر جب دریائی سفر ختم ہوا تو ان کا گزر ایک بچے کے پاس سے ہوا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر اپنے ہاتھ سے (دھڑ سے) جدا کردیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے (جدا کرنے کی کیفیت بتانے کے لیے) اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑ رہے ہوں۔ اس پر حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ نے ایک جان کو ضائع کردیا۔ کسی دوسری جان کے بدلے میں بھی یہ نہیں تھا۔ بلاشبہ آپ نے ایک برا کام کیا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اچھا اس کے بعد اگر میں نے آپ سے کوئی بات پوچھی تو پھر آپ مجھے ساتھ نہ لے چلیے گا، بے شک آپ میرے بارے میں حد عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر یہ دونوں آگے بڑے اور جب ایک بستی میں پہنچے تو بستی والوں سے کہا کہ وہ انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر اس بستی میں انہیں ایک دیوار دکھائی دی جو بس گرنے ہی والی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا۔ سفیان نے (کیفیت بتانے کے لیے) اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز اوپر کی طرف پھیر رہے ہوں۔ میں نے سفیان سے "مَائلاً" کا لفظ صرف ایک مرتبہ سنا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ تو ایسے تھے کہ ہم ان کے یہاں آئے اور انہوں نے ہماری میزبانی سے بھی انکار کیا۔ پھر ان کی دیوار آپ نے ٹھیک کردی، اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت ان سے لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بس یہاں سے میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہوگئی جن باتوں پر آپ صبر نہیں کر سکے، میں ان کی تاویل و توجیہ آپ تم پر واضح کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہماری تو خواہش یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ تکوینی واقعات ہمارے لیے بیان کرتا۔" سفیان نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ حضرت موسیٰ پر رحم کرے، اگر انہوں نے صبر کیا ہوتا تو ان کے (مزید واقعات) ہمیں معلوم

أَتَحَفَّظُهُ؟ وَرَوَاهُ أَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِي سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ.

[راجع:٧٤]

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.

ہوتے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (جمہور کی قرأت وَرَائهم بجائے) "اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَاخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا" پڑھا ہے۔ اور وہ بچہ (جس کی حضرت خضر علیہ السلام نے جان لی تھی) کافر تھا اور اس کے والدین مؤمن تھے۔ پھر مجھ سے سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے دو مرتبہ سنی تھی اور انہیں سے (سن کر) یاد کی تھی۔ سفیان نے کسی سے پوچھا تھا کہ کیا یہ حدیث آپ نے عمرو بن دینار سے سننے سے پہلے ہی کسی دوسرے شخص سے سن کر (جس نے عمرو بن دینار سے سنی ہو) یاد کی تھی؟ یا (اس کے بجائے یہ جملہ کہا) "تَحَفَّظْتَهُ مِنْ اِنْسَانٍ" (شک علی بن عبداللہ کو تھا) تو سفیان نے کہا کہ دوسرے کسی شخص سے سن کر میں یاد کرتا، کیا اس حدیث کو عمرو بن دینار سے میرے سوا کسی اور نے بھی روایت کیا ہے؟ میں نے ان سے یہ حدیث دو یا تین مرتبہ سنی اور انہیں سے سن کر یاد کی۔

٣٤٠٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ أَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ)).

(٣٤٠٢) ہم سے محمد بن سعید اصبہانی نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خضر علیہ السلام کا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ وہ ایک سوکھی زمین (جہاں سبزی کا نام بھی نہ تھا) پر بیٹھے۔ لیکن جوں ہی وہ وہاں سے اٹھے تو وہ جگہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔"

تشریح: کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان بن قانع بن عابہ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔ وہ حضرات ابراہیم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے اور بھی مختلف روایات ہیں۔ بقول قسطلانی اکثر علما وصوفیا کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور محققین امت اہل حدیث نے کہا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان کے بیٹھنے سے زمین کا سرسبز ہونا ان کی کرامت تھی۔ اولیائے اللہ کی کرامت برحق ہے بشرطیکہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ من گھڑت نہ ہو مگر یہ کرامت محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہوتی ہے۔ اولیائے اللہ ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔ فروة بیضاء کی تفسیر میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الفروة قيل هى جلدة وجه الارض جلس عليها فانبتت وصارت خضرا وجاز فى الخضر فتح الخاء وكسرها واختلف فى نبوته قال الثعلبى كان فى زمن ابراهيم الخليل وقال الاكثرون انه حى موجود اليوم ...... الى اخر ...... كذا فى الكرمانى قال العينى والمطابقة من حديث ان الخضر مذكور فيه كذا فى الفتح۔"

روایت میں جس شخص نوفل بکالی کا ذکر ہے اہل دمشق سے ایک فاضل تھا اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ کعب احبار کا بھتیجا تھا، اس کا خیال تھا کہ صاحب خضر موسیٰ بن میشا ہیں جو توارت کی بنا پر رسول ہیں مگر صحیح بات یہی کہ صاحب خضر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ مجمع البحرین جس کا ذکر ہے وہ جگہ ہے جہاں بحر فارس اور بحر روم ملتے ہیں۔ مچھلی جو ناشتہ کے لئے ساتھ میں بھون کر رکھی گئی تھی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے ہمراہ لے کر صخرہ کے پاس

پہنچے تو وہاں آب حیات کا چشمہ تھا جس سے وہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات ظاہری حالات کی بنا پر تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب حقائق کا اظہار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بجز تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مزید تفصیلات کتب تفاسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

بَابٌ: قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا: حِطَّةٌ

باب: بنی اسرائیل کو کہا گیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوں: یا اللہ! ہم کو بخشش دے

٣٤٠٣۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ. فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ، وَقَالُوا: حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ)). [طرفاه في: ٤٤٧٩، ٤٦٤١]

[مسلم: ٧٥٢٣]

(۳۴۰۳) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام بن منبہ نے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ بیت المقدس میں سجدہ و رکوع کرتے ہوئے داخل ہوں اور یہ کہتے ہوئے کہ یا اللہ! ہم کو بخشش دے۔ لیکن انہوں نے اس کو الٹا کیا اور اپنے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے ”حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ“ (یعنی بالیوں میں دانے خوب ہوں) داخل ہوئے۔“

تشریح: پروردگار سے ٹھٹھا کے طور پر یہ کہنا شروع کیا تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے۔

٣٤٠٤۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ، وَمُحَمَّدٍ، وَخِلَاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيرًا، لَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ، إِسْتِحْيَاءً مِنْهُ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَقَالُوا: مَا يَسْتَتِرُ هَذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ، إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ وَإِمَّا آفَةٌ. وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوا بِمُوسَى فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ

(۳۴۰۴) مجھ سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، ان سے عوف بن ابو جمیلہ نے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری اور محمد بن سیرین اور خلاس بن عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”موسیٰ بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کی حیا کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے، وہ کیوں باز رہ سکتے تھے، ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ بدن چھپانے کا اہتمام صرف اس لئے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا کوڑھ ہے یا ان کے خصیتین بڑھے ہوئے ہیں یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ موسیٰ کی ان کی ہفوات سے پاکی دکھلائے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرنے کے لئے آئے اور ایک پتھر پر اپنے کپڑے (اتار کر) رکھ دیئے۔ پھر غسل شروع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو

مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ، فَجَعَلَ يَقُولُ: ثَوْبِي حَجَرُ، ثَوْبِي حَجَرُ، حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ، وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ، وَقَامَ الْحَجَرُ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ، وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ، فَوَاللَّهِ! إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾. [الأحزاب: ٦٩] [راجع: ٢٧٨]

کپڑے اٹھانے کے لئے بڑھے لیکن پتھران کے کپڑوں سمیت بھاگنے لگا۔ حضرت موسیٰ نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑے۔ یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرا کپڑا دے دے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے اور ان سب نے آپ کو ننگا دیکھ لیا، اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی تہمت سے ان کی برأت کردی۔ اب پتھر بھی رک گیا۔ اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پہنا۔ پھر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ خدا کی قسم اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ جگہ نشان پڑ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی، پھر ان کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری قرار دیا اور وہ اللہ کی بارگاہ میں بڑی شان والے اور عزت والے تھے۔'' میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

تشریح: حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ باب سے یہی مناسبت ہے۔ قرآن پاک کی آیت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى﴾ (۳۳/الاحزاب:۶۹) میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

٣٤٠٥ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ، سَمِعْتُ عَبْدَاللَّهِ قَالَ: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قَسْمًا، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ. فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَغَضِبَ حَتَّى رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ)). [راجع: ٣١٥٠] [مسلم: ٢٤٤٨]

(۳۴۰۵) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابووائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مال تقسیم کیا، ایک شخص نے کہا کہ یہ ایک ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کی رضا جوئی کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ میں نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ غصہ ہوئے اور میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر غصے کے آثار دیکھے۔ پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا۔''

تشریح: کہنے والا ایک منافق تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس منافق کی بکواس پر صبر کیا اور اس بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: اللہ پاک کا (سورۂ اعراف میں) فرمان:

﴿يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ﴾ [الأعراف: ١٣٨] ﴿مُتَبَّرٌ﴾ [الاعراف: ١٣٩] خُسْرَانٌ. ﴿وَلِيُتَبِّرُوا﴾

''وہ اپنے بتوں کی پوجا کر رہے تھے'' اور اسی سورت میں مُتَبَّرٌ کے معنی تباہی، نقصان۔ سورۂ بنی اسرائیل میں وَلِيُتَبِّرُوا کا معنی خراب کریں۔

[الاسراء: ۷] يُدَمِّرُوْا ﴿مَا عَلَوْا﴾ [الاسراء:۷] مَا غَلَبُوْا.

مَا عَلَوْا کا معنی جس جگہ حکومت پائیں، غالب ہوں۔

تشریح: سورۂ بنی اسرائیل کا لفظ ﴿ولیتبروا﴾ گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے متعلق نہ تھا مگر متبر اور اس کا مادہ ایک ہونے سے اس کو یہاں بیان کر دیا اور لفظ ما علوا، لیتبروا کے بعد سورۂ بنی اسرائیل میں مذکور تھا اس لئے اس کو بھی بیان کر دیا۔

٣٤٠٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَجْنِي الْكَبَاثَ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ، فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ)). قَالُوْا: أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ: ((وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا))

(۳۴۰۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر میں) پیلو کے پھل توڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا: "جو سیاہ ہوں انہیں توڑو، کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا حضور نے کبھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

[طرفه في:٥٤٥٣] [مسلم: ٥٣٤٩]

تشریح: اس حدیث میں چونکہ سب پیغمبروں کا ذکر ہے تو ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آ گئے بلکہ نسائی کی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ بکریاں ہر پیغمبر نے اس لیے چرائی ہیں کہ ان کے چرانے کے بعد پھر آدمیوں کے چرانے کا کام ان کو سونپا جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس لیے کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ نبوت اور پیغمبری اللہ کی عطا کردہ ہے جسے وہ اپنے ناتواں بندوں کو دیتا ہے یعنی چرواہوں کو، دنیا کے مغرور لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ "قال في الفتح والمناسب بقصص موسىٰ من جهة عموم قوله وهل من نبي الا وقد رعاها فدخل فيه موسىٰ"۔

بَابٌ: باب: (اللہ تعالیٰ کا سورۂ بقرہ میں فرمان)

﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ اَلْآيَةَ. [البقرة: ٦٧]

"وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو" آخر آیت تک۔

تشریح: اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مالدار تھا جس کی لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا۔ بھتیجے نے ورثہ اور لڑکی سے شادی کی طمع میں اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور لاش کو دوسری جگہ لے جا کر ڈال دیا۔ پھر صبح خود ہی شور وغل، رونا پیٹنا شروع کیا اور جہاں لاش کو ڈالا تھا وہاں کے رہنے والوں کے ذمہ اس خون کو لگایا۔ اہل محلہ اس قصہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لئے گئے۔ آپ نے یہ حکم فرمایا جو سورۂ بقرہ کی آیات مذکورہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہیں پائی لہٰذا آیات قرآن پر اشارہ کرنا کافی سمجھا۔ ان آیات میں مشکل الفاظ کی وضاحت بھی اسی سلسلہ میں ہے۔

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: ﴿عَوَانٌ﴾ النَّصَفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ. ﴿فَاقِعٌ﴾ [البقرة: ٦٩] صَافٍ. ﴿لَا ذَلُوْلٌ﴾ لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ، ﴿تُثِيرُ الْأَرْضَ﴾:

ابوالعالیہ نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) اَلْعَوَانُ نوجوان اور بوڑھے کے درمیان کے معنی میں ہے۔ فَاقِعٌ بمعنی صاف۔ لَا ذَلُوْلٌ یعنی جسے کام نے نڈھال اور لاغر نہ کر دیا ہو۔ تُثِيرُ الْاَرْضَ یعنی وہ اتنی کمزور نہ ہو کہ

لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ ﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ. ﴿لَا شِيَةَ﴾ بَيَاضٌ. ﴿صَفْرَاءُ﴾ [البقرة:٦٩] إِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ، وَيُقَالُ: صَفْرَاءُ، كَقَوْلِهِ: ﴿جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ [المرسلات: ٣٣] ﴿فَادَّارَأْتُمْ﴾ اخْتَلَفْتُمْ [البقرة: ٧٢]

زمین نہ جوت سکے اور نہ کھیتی باڑی کے کام کی ہو۔ مُسَلَّمَةٌ یعنی صحیح سالم اور عیوب سے پاک ہو۔ لَا شِيَةَ یعنی داغی (نہ ہو) صفراء اگر تم چاہو تو اس کے معنی سیاہ کے بھی ہو سکتے ہیں اور زرد کے بھی جیسے جمالة صفر میں ہے۔ فَادَّارَأْتُمْ بمعنی فَاخْتَلَفْتُمْ تم نے اختلاف کیا۔ مزید معلومات کے لئے ان مقامات قرآن کا مطالعہ ضروری ہے جہاں یہ الفاظ آئے ہیں۔

بَابُ وَفَاةِ مُوْسَى وَذِكْرُهُ بَعْدُ

باب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور ان کے بعد کے حالات کا بیان

٣٤٠٧ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوْسَى عليه السلام فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ: أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ. قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِ، فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ: أَيْ رَبِّ! ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ: فَالْآنَ. قَالَ: فَسَأَلَ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ)). قَالَ: وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. [راجع: ١٣٣٩]

(۳۴۰۷) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن طاؤس اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو بھیجا، جب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں چانٹا مارا (کیونکہ وہ انسان کی صورت میں آیا تھا) ملک الموت، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں واپس ہوئے اور عرض کیا کہ تو نے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس مجھے بھیجا جو موت کے لئے تیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنا ہاتھ کسی بیل کی پیٹھ پر رکھیں۔ ان کے ہاتھ میں جتنے بال اس کے آجائیں ان میں سے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عمر انہیں دی جائے گی (ملک الموت دوبارہ آئے اور اللہ تعالیٰ کا (فیصلہ سنایا) حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے اے رب! پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر موت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر ابھی کیوں نہ آجائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بیت المقدس سے مجھے اتنا قریب کردیا جائے کہ (جہاں ان کی قبر ہو وہاں سے) اگر کوئی پتھر پھینکنے والا پتھر پھینکے تو وہ بیت المقدس تک پہنچ سکے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں وہاں موجود ہوتا تو بیت المقدس میں، میں تمہیں ان کی قبر دکھاتا جو راستے کے کنارے پر ہے، ریت کے سرخ ٹیلے سے نیچے۔'' عبدالرزاق بن ہمام

نے بیان کیا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔

تشریح: ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس انسانی صورت میں آئے تھے۔ لہٰذا آدمی جان کر آپ نے ان کو طمانچہ مارا، یہ چیز عقل سے بعید نہیں ہے۔ مگر منکرین حدیث کو بہانہ چاہیے۔ انہوں نے اس حدیث کو بھی تختہ مشق بنایا ہے جو سراسر ان کی جہالت ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں موت ہی کو پسند کیا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ سے بھی آخر وقت میں یہی کہا گیا تھا آپ نے بھی رفیق اعلیٰ سے الحاق کے لئے دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بیت المقدس میں دفن ہونے کی دعا اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ کو بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ آپ کی قبر کو پوجنے لگ جائیں گے جیسا کہ مشرکین کا حال ہے کہ اپنے انبیا وصلحا کے مزارات کو عبادت گاہ بناتے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو بھی کعبہ شریف سے ڈھائی سو میل دور مدینہ طیبہ میں اللہ نے آرام گاہ نصیب فرمائی۔ اگر نبی کریم ﷺ مکۃ المکرمہ میں دفن ہوتے تو امت اسلامیہ کے جہال کی طرف سے بھی یہی خطرہ تھا۔ پھر بھی نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری قبر کو وثن (بت) نہ بنائیو کہ یہاں آکر پوجاپاٹ شروع کردیں۔ الحمد للہ نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آج تک مسلمان نما مشرکوں کو وہاں آپ کی قبر کی پوجا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

٣٤٠٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ، وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَدِاسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ. فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فِيْ قَسَمٍ يُقْسِمُ بِهِ. فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوْسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذَلِكَ يَدَهُ، فَلَطَمَ الْيَهُوْدِيَّ، فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ: ((**لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلَى مُوْسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ، فَإِذَا مُوْسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِيْ أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ**)).

(٣٤٠٨) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک شخص کا جھگڑا ہوا۔ مسلمان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا، قسم کھاتے ہوئے انہوں نے یہ کہا۔ اس پر یہودی نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے اور مسلمان کے جھگڑے کی آپ کو خبر دی، آپ نے اسی موقع پر فرمایا: ”مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیئے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا پھر دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آگئے یا انہیں اللہ عزوجل نے بے ہوش ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا۔“

[راجع: ٢٤١١] [مسلم: ٦١٥٤]

تشریح: یعنی مجھ کو دوسرے نبیوں پر اس طرح فضیلت نہ دو کہ ان کی توہین نکلے۔ یا یہ حکم اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ آپ جملہ

پیغمبروں سے افضل ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے سے فضیلت نہ دو جتنا شرع میں وارد ہوا ہے اتنا ہی کہو۔ حشر میں بے ہوش نہ ہونے والوں کا استثنا اس آیت میں ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ (۳۹/ الزمر: ۶۸) یعنی جس وقت صور پھونکا جائے گا تو سب اہل محشر بے ہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا وہ بے ہوش نہ ہوگا ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس استثنا میں شامل ہوں۔

٣٤٠٩ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((احْتَجَّ آدَمُ وَمُوْسَى فَقَالَ لَهُ مُوْسَى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوْسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ، ثُمَّ تَلُوْمُنِي عَلَى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ)). فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَحَجَّ آدَمُ مُوْسَى)) مَرَّتَيْنِ. [أطرافه في: ٤٧٣٦، ٤٧٣٨، ٦٦١٤، ٧٥١٥] [مسلم: ٦٧٤٢]

(۳۴۰۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام نے آپس میں بحث کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ آپ آدم ہیں جنہیں ان کی لغزش نے جنت سے نکالا۔ حضرت آدم علیہ السلام بولے اور آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے نوازا، پھر بھی آپ مجھے ایک ایسے معاملے پر ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے مقدر کر دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چن لیا اور پیغمبری عطا فرمائی۔ باب اور حدیث میں یہی وجہ مناسبت ہے۔

٣٤١٠ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمَنِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ: هَذَا مُوْسَى فِيْ قَوْمِهِ)). [أطرافه في: ٥٧٠٥، ٥٧٥٢، ٦٤٧٢، ٦٥٤١] [مسلم: ٥٢٧؛ ترمذي: ٢٤٤٦]

(۳۴۱۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حصین بن نمیر نے بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمٰن نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''میرے سامنے تمام امتیں لائی گئیں اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت آسمان کے کناروں پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر بتایا گیا کہ یہ اپنی قوم کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔''

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ

''اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا

فِرْعَوْنَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾. [التحريم: ١١، ١٢]

ہے“۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ“ تک۔

٣٤١١۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)). [أطرافه في: ٣٤٣٣، ٣٧٦٩، ٥٤١٨]

[مسلم: ٦٢٧٢؛ ترمذي: ١٨٣٤؛ نسائي: ٣٩٥٧؛ ابن ماجه: ٣٢٨٠]

(۳۴۱۱) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے مُرّہ ہمدانی نے اور ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں تو بہت سے کامل لوگ اٹھے لیکن عورتوں میں فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران علیہا السلام کے سوا اور کوئی کامل نہیں پیدا ہوئی، ہاں عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔“

تشریح: ثرید اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی اور شوربا ملا کر بنایا جاتا ہے۔ کمال سے مراد یہاں وہ کمال ہے جو ولایت سے بڑھ کر نبوت کے قریب پہنچا، مگر نبوت نہ ملی ہو۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ ولی تو بہت سی عورتیں گزری ہیں اور پیغمبر کوئی عورت نہیں گزری۔ اس پر اجماع ہے مگر اشعری نے کہا ہے کہ چھ عورتیں پیغمبر گزری ہیں، حوا، سارہ، موسیٰ کی والدہ، ہاجرہ، آسیہ اور مریم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى﴾ الْآيَةَ [القصص: ٧٦] ﴿لَتَنُوءُ﴾ لَتُثْقِلُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أُولِي الْقُوَّةِ﴾ لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ، يُقَالُ: الْفَرِحِينَ: الْمَرِحِينَ ﴿وَيْكَأَنَّ اللَّهَ﴾ [القصص: ٨٢] مِثْلُ: ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ.

”بے شک قارون، موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا“ (آیت میں) لَتَنُوءُ بمعنی لَتُثْقِل یعنی بھاری ہوتی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے أُولِي الْقُوَّةِ کی تفسیر میں کہا کہ اس کی کنجیوں کو لوگوں کی ایک طاقتور جماعت بھی نہ اٹھا پاتی تھی۔ الفَرِحِينَ بمعنی المَرِحِينَ اترانے والے وَيْكَأَنَّ، أَلَمْ تَرَ أَنَّ کی طرح ہے۔ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ، یعنی ”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں فراخی کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے۔“

تشریح: کہتے ہیں قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا مگر دنیاوی دولت میں مغرور ہو کر کافر ہو گیا۔ حالانکہ تورات کا عالم تھا مگر دنیاداری نے اسے اس حد تک گمراہ کر دیا کہ آخر نتیجہ وہ ہوا جو قرآن میں مذکور ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ [هود: ٨٤] إِلَى

”وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا“ سے اہل مدین مراد ہیں کیونکہ مدین

أَهْلِ مَدْيَنَ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ، وَمِثْلُهُ: ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ﴾ [يوسف:٨٢] : وَاسْأَلِ الْعِيْرَ يَعْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَأَهْلَ الْعِيرِ. ﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ [هود: ٩٢] لَمْ تَلْتَفِتُوْا إِلَيْهِ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ حَاجَتَهُ: ظَهَرَتْ حَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ: أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْوِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ. مَكَانَتُكُمْ وَمَكَانُكُمْ وَاحِدٌ. ﴿يَغْنَوْا﴾ [الأعراف: ٩٢] يَعِيْشُوْا ﴿تَأْسَ﴾[المائدة: ٢٦] تَحْزَنُ: ﴿آسَى﴾ [الأعراف: ٩٣] أَحْزَنُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ [هود: ٨٧] يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَيْكَةُ الْأَيْكَةُ. ﴿يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ [الشعراء: ١٨٩] إِظْلَالُ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ.

ایک شہر تھا بحر قلزم پر۔ اس کی مثال جیسے سورۂ یوسف میں فرمایا وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْأَلِ الْعِيْرَ یعنی بستی والوں سے اور قافلہ والوں سے پوچھ لے۔ ظهريا یعنی ادھر ادھر پھر کر نہیں دیکھتے۔ عرب لوگ جب ان کا کام نہ نکلے تو کہتے ہیں ظَهَرَتْ حَاجَتِی وَجَعَلْتَنِی ظِهْرِيًّا تو نے میرا کام پس پشت ڈال دیا، یا مجھ کو پس پشت کر دیا۔ ظہری اس جانور یا ظرف کو کہتے ہیں جس کو تو اپنی قوت بڑھانے کے لئے ساتھ رکھے مَكَانَتُكُمْ اور مَكَانُكُمْ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ لَمْ يَغْنَوا زندہ نہیں رہے تھے۔ وہاں بسے ہی نہ تھے (سورۂ مائدہ میں) فَلَاتَأْسَ رنجیدہ نہ ہو (سورۂ اعراف میں) اٰسَى رنجیدہ ہوں، غم کروں۔ امام حسن بصری نے کہا (سورۂ ہود میں) کافروں کا جو یہ قول نقل کیا: ﴿انَّكَ لَانْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ تو یہ کافروں نے ٹھٹھے کے طور پر کہا تھا۔ مجاہد نے کہا سورۂ شعراء میں ليكة سے مراد ايكة ہے یعنی جھاڑی میں۔ یوم الظلة یعنی جس دن عذاب ایک سائبان کی شکل میں نمودار ہوا (ابر میں سے آگ برسی)۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ [الصافات: ١٣٩، ١٤٢] قَالَ مُجَاهِدٌ: مُذْنِبٌ، أَلْمَشْحُوْنُ: أَلْمُوْقَرُ. ﴿فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾ الْآيَةَ: [الصافات: ١٤٣]﴿فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآءِ﴾بِوَجْهِ الْأَرْضِ. ﴿وَهُوَ سَقِيْمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِيْنَ﴾ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ أَصْلِ الدُّبَّاءِ وَنَحْوِهِ ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْيَزِيْدُوْنَ فَآمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِيْنٍ﴾. ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ كَظِيْمٌ [القلم: ٤٨] وَهُوَ مَغْمُوْمٌ.

باب: (یونس علیہ السلام کا بیان) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

''اور بے شک یونس علیہ السلام رسولوں میں سے تھے۔'' آخر آیت ''وَهُوَ مُلِيْم'' تک۔ مجاہد نے کہا مُلِيْم گنہگار، اَلْمَشْحُوْنَ بوجھل بھری ہوئی۔ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ آخر تک۔ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآء کا معنی روئے زمین يَقْطِيْن وہ درخت جو اپنی جڑ پر کھڑا نہیں رہتا جیسے کدو وغیرہ۔ وَاَرْسَلنَاه اِلى مَائَةِ اَلْفٍ أَوْيَزِيْدُوْنَ فَأَمِنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلى حِيْنٍ (سورۂ ن میں فرمایا) مَكْظُومٌ جو كَظِيْمٌ کے معنی میں ہے یعنی مغموم رنجیدہ۔

٣٤١٢۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ

(۳۴۱۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے

سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ؛ ح: وَحَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ)) زَادَ مُسَدَّدٌ: ((يُونُسَ بْنِ مَتَّى)).
[انظر: ٤٦٠٣، ٤٨٠٤]

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے اعمش نے بیان کیا (دوسری سند) ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابووائل نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص میرے متعلق یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں۔'' مسدد نے ''یونس بن متی علیہ السلام'' کا لفظ بڑھا کر روایت کیا۔

٣٤١٣۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى)). وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ. [راجع: ٣٣٩٥]

(۳۴۱۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابوالعالیہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ مجھے یونس بن متی سے بہتر قرار دے۔'' آپ نے ان کے والد کی طرف منسوب کر کے ان کا نام لیا تھا۔

تشریح: حضرت یونس علیہ السلام کو قرآن مجید نے ذوالنون یعنی مچھلی والا بھی کہا ہے جنہوں نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر آیت کریمہ: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (۲۱/الانبیاء: ۸۷) کا ورد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ باہر نکال لیا۔ اس آیت کریمہ کے ورد میں اب بھی یہی تاثیر ہے۔

٣٤١٤۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عَبْدِالْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: بَيْنَمَا يَهُودِيٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ أُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ. فَقَالَ: لَا وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَامَ، فَلَطَمَ وَجْهَهُ، وَقَالَ: تَقُولُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا؟ فَذَهَبَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبَا الْقَاسِمِ! إِنَّ لِي ذِمَّةً وَعَهْدًا، فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِي. فَقَالَ: ((لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟)) فَذَكَرَهُ، فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ،

(۳۴۱۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے، ان سے عبدالعزیز بن ابوسلمہ نے، ان سے عبداللہ بن فضل نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ لوگوں کو ایک یہودی اپنا سامان دکھا رہا تھا لیکن اسے اس کی جو قیمت لگائی گئی اس پر وہ راضی نہ تھا۔ اس لئے کہنے لگا کہ ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ یہ لفظ ایک انصاری صحابی نے سن لئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ ابھی ہم میں موجود ہیں اور تو اس طرح قسم کھاتا ہے کہ اس ذات قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ اس پر وہ یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، اے ابوالقاسم! میرا مسلمانوں کے ساتھ امن اور صلح کا عہد و پیمان ہے۔ پھر فلاں شخص کا کیا حال ہوگا جس نے میرے منہ پر چانٹا مارا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس صحابی سے دریافت فرمایا: ''تم نے اس کے منہ پر کیوں چانٹا مارا؟'' انہوں نے وجہ بیان کی تو آپ غصے ہو گئے اس قدر کہ غصے کے آثار چہرہ

فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوسَى آخِذٌ بِالْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِي أَحُوسِبَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّورِ أَمْ بُعِثَ قَبْلِي)). [راجع: ٢٤١١] [مسلم: ٦١٥١]

مبارک پر نمایاں ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے انبیا میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو، جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی، سوا ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا، لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ انہیں طور کی بے ہوشی کا بدلا دیا گیا ہو گا یا مجھ سے بھی پہلے ان کی بے ہوشی ختم کر دی گئی ہو گی۔''

٣٤١٥- ((وَلَا أَقُولُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى)). [اطرافه في: ٣٤١٦، ٤٦٠٤، ٤٦٣١، ٤٨٠٥]

(۳۴۱۵) ''اور میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی شخص حضرت یونس بن متی سے بہتر ہے۔''

٣٤١٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى)). [راجع: ٣٤١٥] [مسلم: ٦١٥٩]

(۳۴۱۶) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، انہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے سنا اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لئے یہ کہنا لائق نہیں کہ میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔''

تشریح: یعنی اپنی رائے اور عقل سے، کیونکہ فضیلت ایک مخفی امر ہے۔ اس کا اللہ کے علم پر چھوڑنا بہتر ہے مگر چونکہ دوسری حدیثوں میں اس کی صراحت آ گئی کہ نبی کریم ﷺ سب انبیا کے سردار ہیں، اس لئے آپ کو ان سے بہتر کہنا جائز ہوا مگر ادب کے ساتھ کہ دوسرے پیغمبروں کی توہین نہ ہو۔ (وحیدی)

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: اللہ پاک کا (سورۂ اعراف میں) فرمان:

﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ﴾ يَتَعَدَّوْنَ: يَتَجَاوَزُونَ: ﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ شَوَارِعَ ﴿وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ [الاعراف: ١٦٣، ١٦٦] بَئِيسٌ شَدِيدٌ

''ان یہودیوں سے اس بستی (ایلہ) کا حال پوچھ جو سمندر کے نزدیک تھی یہ لوگ ہفتہ کے دن زیادتی کرنے لگے۔'' ''شُرَّعًا'' یعنی شوارع، پانی پر تیرتی ہوئی۔ آخر آیت ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ تک۔ بئیس (کے معنی) شدید یعنی سخت۔

تشریح: ان بستی والوں نے حیلہ سازی سے کام لیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنا چھوڑا مگر اس دن مچھلیاں بکثرت آتیں اور یہ ان کو روک کر ایک جگہ گھیر رکھتے پھر دوسرے دنوں میں شکار کرتے۔ اسی حرکت کا آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ صد افسوس کہ مسلمانوں میں بھی ایسے فقہائے کرام پیدا ہو گئے

ہیں جنہوں نے کتاب الحیل یعنی حیلہ سازی کے مختلف طریقے بتلانے کے لئے کتابیں لکھ ڈالیں اور اس بارے میں یہودیوں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اللہ سب کو صراط مستقیم نصیب کرے۔ آمین"

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا﴾ [النساء: ١٦٣] الزُّبُرُ: الْكُتُبُ، وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ، وَ زَبَرْتُ: كَتَبْتُ. ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلاً يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ: سَبِّحِي مَعَهُ، ﴿وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ﴾ الدُّرُوْعَ، ﴿وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ الْمَسَامِيْرِ وَالْحِلَقِ، وَلَا تُدِقَّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ، وَلَا تُعَظِّمْ فَيَفْصِمَ، أَفْرِغْ: أَنْزِلْ بَسْطَةً: زِيَادَةً وَفَضْلاً.

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد

"اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔" اَلزُّبُر بمعنی اَلْکُتُبُ اس کا واحد زُبُور ہے۔ زَبَرْتُ بمعنی کَتَبْتُ میں نے لکھا۔ "اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے فضل دیا (اور ہم نے کہا تھا کہ) اے پہاڑ! ان کے ساتھ تسبیح پڑھا کر۔" مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ (أَوِّبِی مَعَه) کے معنی سَبِّحِی مَعَهُ ہے "اور پرندوں کو بھی ہم نے ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا اور لوہے کو ان کے لئے نرم کر دیا تھا کہ اس سے زرہیں بنائیں۔" سَابِغَاتٍ کے معنی دروع کے ہیں یعنی زرہیں۔ وَقَدِّرْ فِی السَّرْدِ کا معنی ہیں، اور بنانے میں ایک خاص انداز رکھ (یعنی زرہ کی) کیلوں اور حلقے کے بنانے میں۔ کیلوں کو اتنا باریک بھی نہ کر کہ ڈھیلی ہو جائیں اور نہ اتنی بڑی ہوں کہ حلقہ ٹوٹ جائے۔ اَفْرِغْ یعنی أَنْزِلْ ڈال دو اتار دو بَسْطَةً کے معنی زیادتی اور بزرگی کے ہیں۔

٣٤١٧۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْقُرْآنُ، فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجُ، فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ، وَلَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ)). رَوَاهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٠٧٣]

(٣٤١٧) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "داؤد علیہ السلام کے لئے قرآن (یعنی زبور) کی قرأت بہت آسان کر دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسی جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔"

اس کی روایت موسیٰ بن عقبہ نے کی، ان سے صفوان نے، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس قدر جلد زبور پڑھ لینا حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ لیکن اب عام مسلمانوں کے لئے قرآن کا ختم تین دن سے پہلے کرنا سنت کے خلاف ہے۔ جس نے قرآن پاک تین دن سے پہلے اور تین دن سے کم میں ختم کیا اس نے قرآن فہمی کا حق ادا نہیں کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سب بھائیوں میں پستہ قد تھے اس لئے لوگ ان کو بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ لیکن اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کے بھائیوں پر فضیلت دی اور ان پر زبور نازل فرمائی۔ اس طرح انجیل کا یہ فقرہ صحیح ہوا کہ جس پتھر کو معماروں نے خراب دیکھ کر پھینک دیا تھا، وہی محل کے کونے کا صدر نشین ہوا۔ حضرت

داود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لوہے کا کام بطور معجزہ عطا فرمایا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا اور وہ اس سے زرہیں اور مختلف سامان بناتے۔ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ حدیث شریف میں ان کے روزہ کی بھی تعریف کی گئی ہے اور قرآن مجید میں ان کی عبادت و ریاضت اور انابت الی اللہ کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

٣٤١٨ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، أَخْبَرَهُ وَأَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِالرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُوْلُ: وَاللَّهِ! لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنْتَ الَّذِي تَقُوْلُ: وَاللَّهِ! لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ؟)) قُلْتُ: قَدْ قُلْتُهُ قَالَ: ((إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ)). فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَارَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)). فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. يَارَسُوْلَ اللَّهِ! قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ)). قُلْتُ: إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْهُ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ. فَقَالَ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)) [راجع: ١١٣١]

(۳۴۱۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ میں نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم، جب تک میں زندہ رہوں گا، دن میں روزے رکھوں گا اور رات بھر عبادت کیا کروں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم جب تک زندہ رہوں گا دن بھر روزے رکھوں گا اور رات بھر عبادت کروں گا؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے یہ جملہ کہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم اسے نبھا نہیں سکو گے، اس لئے روزہ بھی رکھا کرو اور بغیر روزے کے بھی رہا کرو اور رات میں عبادت بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح روزہ کا یہ طریقہ بھی (ثواب کے اعتبار سے) زندگی بھر کے روزے جیسا ہو جائے گا۔'' میں نے کہا کہ میں اس سے افضل طریقہ کی طاقت رکھتا ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ نے اس پر فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن بغیر روزہ کے رہا کرو۔'' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی افضل طریقہ کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: ''پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن بغیر روزہ کے رہا کرو، حضرت داود علیہ السلام کے روزے کا طریقہ بھی یہی تھا اور یہی سب سے افضل طریقہ ہے۔'' میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں اس سے بھی افضل طریقے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''اس سے افضل اور کوئی طریق نہیں۔''

٣٤١٩ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ عَمْرٍو

(۳۴۱۹) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، کہا ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، ان سے ابوالعباس نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول

ابْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَمْ أُنَبَّأْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ)). فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ، صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ. أَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ)). قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُنِي قَالَ: مِسْعَرٌ يَعْنِي قُوَّةً. قَالَ: ((فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى)). [راجع: ١١٣١]

اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا میری یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر (روزانہ) روزہ رکھتے ہو؟'' میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن اگر تم اسی طرح کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور تمہارا جی اکتا جائے گا۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو کہ یہی (ثواب کے اعتبار سے) زندگی بھر کا روزہ ہے، یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) زندگی بھر کے روزے کی طرح ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ میں اپنے میں محسوس کرتا ہوں، مسعر نے بیان کیا کہ آپ کی مراد قوت سے تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کی طرح روزے رکھا کرو۔ وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہا کرتے تھے اور اگر دشمن سے مقابلہ کرتے تو میدان سے بھاگا نہیں کرتے تھے۔''

تشریح: احادیث مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باب سے یہی وجہ مطابقت ہے۔

بَابٌ: أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ

باب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے

وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَيَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا. قَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ: مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا.

وہ (ابتدائی) آدھی رات میں سویا کرتے اور ایک تہائی رات میں عبادت کیا کرتے تھے۔ پھر جب رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جاتا تو سویا کرتے۔ اسی طرح ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہا کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی کے متعلق کہا تھا کہ جب بھی سحر کے وقت میرے یہاں نبی کریم ﷺ موجود رہے تو سوئے ہوئے ہوتے تھے۔

٣٤٢٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، سَمِعَ عَبْدَاللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا

(٣٤٢٠) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عمرو بن اوس ثقفی نے، انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کا سب سے پسندیدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بغیر

وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ)). [راجع: ١١٣١]

روزے کے رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کی نماز کا طریقہ تھا، آپ آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی حصے میں عبادت کیا کرتے تھے، پھر بقیہ چھٹے حصے میں بھی سوتے تھے۔''

تشریح: حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ ہمیشہ روزہ رکھنے میں نفس کو روزے کی عادت ہو جاتی ہے اور عادت کی وجہ سے عبادت کے لئے جو مشقت ہونی چاہیے وہ باقی نہیں رہتی۔ حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات کے بعد اٹھ کر تہجد پڑھتے، پھر سو جاتے، پھر صبح کی نماز کے لئے اٹھتے۔ یہ اور زیادہ مشکل اور نفس پر زیادہ شاق ہے۔

بَابٌ:

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾. [ص: ١٧، ٢٠]

قَالَ مُجَاهِدٌ: الْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ، ﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ وَلَا تُسْرِفْ: ﴿وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ۝ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً﴾ يُقَالُ لِلْمَرْأَةِ: نَعْجَةٌ وَيُقَالُ لَهَا أَيْضًا: شَاةٌ، ﴿وَلِي نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا﴾ [ص: ٢٢، ٢٣] مِثْلُ: ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ [آل عمران: ٣٧] ضَمَّهَا ﴿وَعَزَّنِي﴾ غَلَبَنِي، صَارَ أَعَزَّ مِنِّي، أَعْزَزْتُهُ جَعَلْتُهُ عَزِيزًا ﴿فِي الْخِطَابِ﴾ يُقَالُ: الْمُحَاوَرَةُ. ﴿لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ﴾ الشُّرَكَاءِ ﴿فَتَنَّاهُ﴾: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اخْتَبَرْنَاهُ قَرَأَ عُمَرُ (فَتَّنَّاهُ) بِتَشْدِيدِ التَّاءِ ﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ﴾. [ص: ٢٤]

باب: (اللہ تعالیٰ کا سورۂ ص میں فرمان)

''ہمارے زوردار بندے داؤد کا ذکر کر، وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَفَصْلَ الْخِطَابِ'' تک (یعنی فیصلہ کرنے والی تقریر ہم نے انہیں عطا کی تھی)

مجاہد نے کہا کہ فَصْلَ الْخِطَابِ سے مراد فیصلے کی سوجھ بوجھ ہے۔ وَلَا تُشْطِطْ یعنی ''بے انصافی نہ کر اور ہمیں سیدھی راہ بتا، یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے نَعْجَةً (دنبیاں) ہیں۔'' عورت کے لئے بھی نَعْجَةٌ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نَعْجَة بکری کو بھی کہتے ہیں ''اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، سو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھ کو دے ڈال'' یہ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا کی طرح ہے، بمعنی ضَمَّهَا ''اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کر کے واقعی تجھ پر ظلم کیا اور اکثر ساجھی یوں ہی ایک دوسرے کے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''فَتَنَّاهُ'' تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (فَتَنَّاهُ کے معنی ہیں) ہم نے ان کا امتحان کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کی قرأت تاء کی تشدید کے ساتھ ''فتّناه'' کیا کرتے تھے ''سو انہوں نے اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کی اور وہ جھک پڑے اور رجوع ہوئے۔''

تشریح: بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک کم سو بیویاں رکھ کر پھر کسی کی حسین بیوی دیکھی۔ ان کے دل میں اس عورت کو حاصل کرنے کا خیال آیا۔ اللہ پاک نے اس خیال پر بھی ان کو ملامت کی اور دو فرشتوں کو مدعی اور مدعیٰ علیہ بنا کر ان ہی سے فیصلہ کرایا جو حق تھا۔ پہلے تو حضرت

داؤد علیہ السلام کو خیال نہ آیا۔ پھر سمجھ گئے کہ یہ سب میرے ہی حسب حال ہے۔ اس وقت خوف الٰہی سے روئے اور استغفار کیا۔ قسطلانی نے کہا کہ یہ جو بعض مفسرین نے داستان لکھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک عورت کے بال کھلے دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے تھے اور اس کے خاوند کو قتل کرا دیا، یہ سب جھوٹ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لے کر بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔

٣٤٢١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْعَوَّامَ بْنَ حَوْشَبٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَسْجُدُ فِي (صٓ)؟ فَقَرَأَ: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ حَتَّى أَتَى ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام: ٨٤، ٩٠] فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِمْ.

(٣٤٢١) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے سہل بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عوام سے سنا، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا میں سورۂ ص میں سجدہ کیا کروں؟ تو انہوں نے آیت: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ کی تلاوت کی ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ تک۔ نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کا حکم تھا۔

[أطرافه في: ٤٦٣٢، ٤٨٠٦، ٤٨٠٧]

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب التفسیر میں بھی نکالا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے سورۂ ص میں سجدہ کیا۔ ہمارے رسول کریم ﷺ کو جو اگلے رسولوں کی اقتدا کرنے کا حکم ہوا، اس کا مطلب یہ ہے کہ عقائد و اصول سب پیغمبروں کے ایک ہیں گو فروعات میں کسی قدر اختلاف ہے۔

٣٤٢٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَيْسَ (صٓ) مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ، وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا.

(٣٤٢٢) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سورۂ ص کا سجدہ ضروری نہیں، لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو اس سورت میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

[راجع: ١٠٦٩]۔

تشریح: گو حدیث اس باب سے تعلق نہیں رکھتی مگر سورۂ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کا بیان ہے اور اس میں سجدہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں ہے، اس مناسبت سے اس کو یہاں بیان کر دیا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ [ص: ٣٠] الرَّاجِعُ، الْمُنِيبُ، وَقَوْلِهِ: ﴿وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾ وَقَوْلِهِ: ﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ﴾ [البقرة: ١٠٢] وَقَوْلِهِ

”اور ہم نے داؤد کو سلیمان (بیٹا) عطا فرمایا، وہ بہت اچھا بندہ تھا، بہت ہی رجوع کرنے والا اور توجہ کرنے والا۔“ سلیمان کا یہ کہنا کہ ”مالک میرے مجھ کو ایسی بادشاہت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو۔“ اور سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور یہ لوگ پیچھے لگ گئے اس علم کے جو سلیمان کی بادشاہت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔“ اور سورۂ سبا میں فرمایا: ”(ہم

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ﴾ أَذَبْنَا لَهُ ﴿عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ الْحَدِيْدِ ﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ يَعْمَلُوْنَ لَهُ مَا يَشَآءُ مِنْ مَحَارِيْبَ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ: بُنْيَانٌ مَا دُوْنَ الْقُصُوْرِ ﴿وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَحِيَاضِ الْإِبِلِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ ﴿وَقُدُوْرٍ رَاسِيَاتٍ إِعْمَلُوْا الَ دَاوُدَ شُكْرًا وَ قَلِيْلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ﴿إِلَّادَآبَّةُ الْأَرْضِ﴾، الْأَرَضَةُ ﴿تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ﴾: عَصَاهُ: ﴿فَلَمَّا خَرَّ﴾ إِلَى ﴿الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ﴿حُبَّ الْخَيْلِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي﴾ مِنْ ذِكْرِ رَبِّي [ص: ٣٢] ﴿فَطَفِقَ مَسْحًا﴾ يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا ﴿الْأَصْفَادُ﴾ الْوِثَاقُ. قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الصَّافِنَاتُ﴾ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ إِحْدَى رِجْلَيْهِ حَتَّى تَكُوْنَ عَلَى طَرَفِ الْحَافِرِ. ﴿الْجِيَادُ﴾ السِّرَاعُ ﴿جَسَدًا﴾ شَيْطَانًا. ﴿رُخَاءً﴾ طَيِّبَةً، ﴿حَيْثُ أَصَابَ﴾ حَيْثُ شَاءَ. ﴿فَامْنُنْ﴾ أَعْطِ. ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ بِغَيْرِ حَرَجٍ.

نے) سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو (تابع) کر دیا کہ اس کی صبح کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور اس کی شام کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی۔" اور قطر یعنی ہم نے ان کے لئے لوہے کا چشمہ بہا دیا وَأَسَلْنَالَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ بمعنی وَأَذَبْنَالَهُ عَيْنَ الْحَدِيْد ہے "اور جنات میں کچھ وہ تھے جو ان کے آگے ان کے پروردگار کے حکم سے خوب کام کرتے تھے۔" آخر آیت من مَحَارِيْبَ تک۔ مجاہد نے کہا کہ مَحَارِيْبَ وہ عمارتیں جو محلوں سے کم ہوں تماثیل تصویریں اور لگن اور جواب یعنی حوض جیسے اونٹوں کے لئے حوض ہوا کرتے ہیں۔ "اور (بڑی بڑی) جمی ہوئی دیگیں" آیت اَلشَّكُوْرُ تک۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کی موت کا پتہ نہ دیا بجز ایک زمین کے کیڑے (دیمک) کے کہ وہ ان کے عصا کو کھاتا رہا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات نے جانا کہ وہ مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اَلْمُهِيْن تک "سلیمان کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا" فَطَفِقَ مَسْحًا الخ یعنی اس نے گھوڑوں کی ایال اور اگاڑی پچھاڑی کی رسیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ اَلْأَصْفَادُ بمعنی الْوَثَاقُ بیڑیاں زنجیریں۔ مجاہد نے کہا کہ اَلصَّافِنَاتُ، صَفَنَ الْفَرَسُ سے مشتق ہے، اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑا ایک پاؤں اٹھا کر کھر کی نوک پر کھڑا ہو جائے" اَلْجِيَادُ یعنی دوڑنے میں تیز۔ جَسَدًا بمعنی شیطان، (جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پہن کر ان کی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔) رخاء نرمی سے، خوشی سے۔ حَيْثُ أَصَابَ یعنی جہاں وہ جانا چاہتے فَامْنُنْ، أَعْطِ کے معنی میں ہے، جس کو چاہے دے۔ بغیر حساب بغیر کسی تکلیف کے، بے حرج۔

تشریح: ﴿فطفق﴾ الخ کی یہ تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ وہ گھوڑوں کا ملاحظہ فرمانے لگے۔ اکثر مفسرین نے یہ معنی کئے ہیں کہ ان کے پاؤں اور گردنیں تلوار سے کاٹنے لگے۔ چونکہ ان کے دیکھنے میں عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

٣٤٢٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ

(٣٤٢٣) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک سرکش جن کل رات میرے سامنے آ گیا تا کہ میری نماز خراب کر دے لیکن اللہ

لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلَاتِي، فَأَمْكَنَنِي اللَّهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبُطَهُ عَلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾. فَرَدَدْتُهُ خَاسِئًا)). عِفْرِيتٌ: مُتَمَرِّدٌ مِنْ إِنْسٍ أَوْ جَانٍّ، مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهُ الزَّبَانِيَةُ. [راجع: ٤٦١]

تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں کہ تم سب لوگ بھی دیکھ سکو۔ لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی کہ ”یا اللہ! مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو“ اس لئے میں نے اسے نامراد واپس کر دیا۔“ عفریت سرکش کے معنی میں ہے، خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

تشریح: روایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے، باب سے یہی مناسبت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا آیت: ﴿رب اغفرلی وھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی﴾ (۳۸/ ص:۳۵) میں مذکور ہے۔

٣٤٢٤۔ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ. فَلَمْ يَقُلْ، وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا إِحْدَى شِقَّيْهِ)). فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ: ((تِسْعِينَ)). وَهُوَ أَصَحُّ. [راجع: ٢٨١٩]

(۳۴۲۴) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے، ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا ان شاء اللہ، لیکن انہوں نے نہیں کہا۔ چنانچہ کسی بیوی کے یہاں بھی بچہ پیدا نہیں ہوا، صرف ایک کے یہاں ہوا اور اس کی بھی ایک جانب بیکار تھی۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ لیتے (تو سب کے یہاں بچے پیدا ہوتے) اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔“ شعیب اور ابن ابی الزناد نے (بجائے ستر کے) نوے کہا ہے اور یہی بیان زیادہ صحیح ہے۔

٣٤٢٥۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلًا قَالَ: ((الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ)). قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى)). قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ: ((أَرْبَعُوْنَ ثُمَّ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ،

(۳۴۲۵) مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم کو میرے والد نے خبر دی، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم تیمی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ فرمایا: ”مسجد حرام!“ میں نے سوال کیا، اس کے بعد کونسی؟ فرمایا: ”مسجد اقصیٰ۔“ میں نے سوال کیا اور ان دونوں کی تعمیر کا درمیانی فاصلہ کتنا تھا؟ فرمایا کہ ”چالیس سال۔“ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَالْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ)). [راجع: ٣٣٦٦]

فرمایا: ''جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے فوراً نماز پڑھ لو۔ تمہارے لئے تمام روئے زمین مسجد ہے۔''

تشریح: اس کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے جس کی بنا اول بہت قدیم ہے مگر بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بنایا۔ کعبہ شریف کی بھی بنا اول بہت قدیم ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تجدید فرمائی۔ ہر دو عمارتوں کی پہلی بنیادوں میں چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ اس طرح منکرین حدیث کا اعتراض بھی ہوا ہو گیا جو وہ اس حدیث پر وارد کرتے ہیں۔ امت میں گمراہ فرقے بہت پیدا ہوئے مگر منکرین حدیث نے ان تمام گمراہ فرقوں سے آگے قدم بڑھا کر بنیاد اسلام کو ڈھانے کی کوشش کی ہے۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾ (٩/التوبة: ٣٠)

٣٤٢٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ يَسْتَوْقِدُ نَارًا، فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِي النَّارِ)). [راجع: ٦٤٨٣]

(٣٤٢٦) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''میری اور تمام انسانوں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔ پھر پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔''

٣٤٢٧۔ وَقَالَ: ((وَكَانَتِ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ. وَقَالَتِ الْأُخْرَى: إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ. فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ، فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ. فَقَالَ: ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرَى: لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، هُوَ ابْنُهَا. فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى)). قَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ: وَاللَّهِ! إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، وَمَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ. [طرفه في: ٦٧٦٩] [نسائي: ٥٤١٧]

(٣٤٢٧) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ساتھ دونوں کے بچے تھے۔ اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک عورت کے بچے کو اٹھا لے گیا۔ ان دونوں میں سے ایک عورت نے کہا بھیڑیا تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے یہاں اپنا مقدمہ لے گئیں۔ آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد کے یہاں آئیں اور انہیں اس جھگڑے کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا چھری لاؤ۔ اس کے بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کے درمیان بانٹ دوں۔ چھوٹی عورت نے یہ سن کر کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ایسا نہ کیجئے، میں نے مان لیا کہ یہ اسی بڑی کا لڑکا ہے۔ اس پر سلیمان علیہ السلام نے اس چھوٹی کے حق میں فیصلہ کیا۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سکین کا لفظ اسی دن سنا، ورنہ ہم ہمیشہ (چھری کے لئے) مُدْیَہ کا لفظ بولا کرتے تھے۔

تشریح: ان جملہ احادیث مذکورہ میں ضمنی طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اسی لئے ان احادیث کو یہاں درج کیا گیا۔ باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ مزید تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

بَابُ: قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

باب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد (لقمان علیہ السلام کے متعلق)

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿عَظِيمٌ﴾ ﴿يَابُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ﴾ إِلَى: ﴿فَخُورٍ﴾. ﴿وَلَا تُصَعِّرْ﴾ [لقمان:١٨] الْإِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ.

”اور بیشک دی تھی ہم نے لقمان کو حکمت“ یعنی یہ کہا کہ اللہ کا شکر ادا کر آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ تک۔ لَا تُصَعِّرْ یعنی اپنا چہرہ نہ پھیر۔

تشریح: حضرت لقمان علیہ السلام اپنے زمانہ کے ایک دانا حکیم تھے، بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے فیض بھی حاصل کیا، جمہور کا قول یہی ہے کہ یہی ایک دانا حکیم تھے نبی نہ تھے۔ بعض لوگوں نے ان کو نبی کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

٣٤٢٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الأنعام: ٨٢] قَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ: أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ: ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ١٢] [راجع: ٣٢]

(۳۴۲۸) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہیں کی“ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا ”ہم میں ایسا کون ہوگا جس نے اپنے ایمان میں ظلم نہیں کیا ہوگا۔ کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ بے شک شرک ہی ظلم عظیم ہے۔“

تشریح: یہ روایت اوپر گزر چکی ہے۔ اس روایت میں گو حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے مگر چونکہ اس کے بعد والی روایت میں ہے اور یہ آیت حضرت لقمان علیہ السلام ہی کا قول ہے لہٰذا باب کی مناسبت ظاہر ہے۔

٣٤٢٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللَّهِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ فَقَالَ: ((لَيْسَ ذَلِكَ، إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ: ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾)). [راجع: ٣٢]

(۳۴۲۹) مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوٹ نہیں کی“ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بڑا شاق گزرا اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہوسکتا ہے جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوٹ نہ کی ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اس کا یہ مطلب نہیں، ظلم سے مراد آیت میں شرک ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا اسے نصیحت کرتے ہوئے اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، بے شک شرک بڑا ہی ظلم ہے۔“

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ

”اور ان کے سامنے بستی والوں کی مثال بیان کر جب ان کے پاس رسول

جَآءَ هَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ الآيَةَ. [يٰسين: ١٣]

قَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿فَعَزَّزْنَا﴾ شَدَّدْنَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿طَائِرُكُمْ﴾ مَصَائِبُكُمْ.

آئے"

فَعَزَّزْنَا کے معنی میں مجاہد نے کہا کہ ہم نے انہیں قوت پہنچائی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طَائِرُکُمْ کے معنی "تمہاری مصیبتیں" ہیں۔

تشریح: سورۂ یٰس کی ان آیات میں جن پیغمبروں کا ذکر ہے، یہ حضرت یحییٰ سے پہلے بھیجے گئے تھے، ان کا نام یوحنا اور بولس تھا، تیسرے کا نام شمعون تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں کوئی حدیث نہ لا سکے۔ کیونکہ اس بارے میں کوئی حدیث ان کی شرط کے مطابق نہ ملی ہوگی۔ ان پیغمبروں کی توحید و تبلیغ اور شہادت کا تذکرہ سورۂ یٰس میں مفصل موجود ہے۔ قریہ سے مراد شہر انطاکیہ ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: اللہ تعالیٰ کا فرمان (زکریا علیہ السلام کے متعلق)

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّاo إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّاo قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ [مريم: ٢، ٧] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِثْلًا. يُقَالُ: ﴿رَضِيًّا﴾ مَرْضِيًّا ﴿عُتِيًّا﴾ عَصِيًّا عَتَا يَعْتُوْ: ﴿قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُوْنُ لِي غُلَامٌ وَّكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًاوَّ قَدْبَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِعِتِيًّا﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ يُقَالُ: صَحِيْحًا، ﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَعَشِيًّا﴾ ﴿فَأَوْحَى﴾: فَأَشَارَ ﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ إِلَى ﴿وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ [مريم: ٧، ١٥] ﴿حَفِيًّا﴾ [مريم: ٤٧] لَطِيْفًا ﴿عَاقِرًا﴾ [مريم: ٥] الذَّكَرُوَ الْأُنْثَى سَوَآءٌ.

"(یہ) تیرے پروردگار کی رحمت (فرمانے) کا تذکرہ ہے اپنے بندے زکریا پر جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ پکارا، کہا اے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے۔" آیت ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ تک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رَضِیًّا، مَرْضِیًّا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عُتِیًّا بمعنی عَصِیًّا ہے۔ عَتَا یَعْتُوْ سے مشتق ہے۔ زکریا علیہ السلام بولے "اے پروردگار! میرے یہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا" آیت "ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا" تک۔ سَوِیًّا بمعنی صَحِیْحًا ہے۔ "پھر وہ اپنی قوم کے روبرو حجرہ میں سے برآمد ہوا اور اشارہ کیا کہ اللہ کی پاکی صبح و شام بیان کیا کرو۔" فَأَوْحٰی بمعنی فَأَشَارَ ہے۔ "اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط پکڑ" آیت "یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا" تک۔ حَفِیًّا بمعنی لَطِیْفًا. عَاقِرًا، مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے آتا ہے۔

تشریح: اسرائیلی نبیوں میں حضرت زکریا علیہ السلام کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش ان ہی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ان کو بطور معجزہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند رشید عطا فرمایا، ان آیات میں ان ہی کا ذکر ہے۔ ان آیات کے مشکل الفاظ کی بھی وضاحت یہاں پر کردی گئی۔ تفصیل کے لئے سورۂ مریم کا مطالعہ کرلیا جائے۔

٣٤٣٠۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامُ ابْنُ يَحْيَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

(٣٤٣٠) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس

عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ: ((ثُمَّ صَعِدَ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا خَلَصْتُ، فَإِذَا يَحْيَى وَعِيسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ. قَالَ: هَذَا يَحْيَى وَعِيسَى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا. فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)). [راجع: ٣٢٠٧]

بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے شب معراج کے متعلق بیان فرمایا: ''پھر آپ اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ پوچھا گیا، کون ہیں؟ کہا کہ جبرئیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمد (ﷺ) پوچھا گیا، کیا انہیں لانے کے لئے بھیجا گیا تھا، کہا کہ جی ہاں۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام وہاں موجود تھے۔ یہ دونوں نبی آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، دونوں نے جواب دیا اور کہا خوش آمدید نیک بھائی اور نیک نبی۔''

تشریح: روایت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت ایشاع دونوں ماں جائی بہنیں تھیں جن کی ماں کا حنہ نام ہے۔ مریم سریانی لفظ ہے جس کے معنی خادمہ کے ہیں۔ (کرمانی، فتح وغیرہ)

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیان میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا﴾ [مريم: ١٦] ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ﴾ [آل عمران: ٤٥] وَقَوْلِهِ: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [آل عمران: ٣٣، ٣٧] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: (وَآلَ عِمْرَانَ) الْمُؤْمِنِينَ مِنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَآلِ يَاسِينَ، وَآلِ مُحَمَّدٍ يَقُولُ: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ﴾ [آل عمران: ٦٨] وَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ، وَيُقَالُ: آلُ يَعْقُوبَ، أَهْلُ يَعْقُوبَ. فَإِذَا صَغَّرُوا آلَ رَدُّوهُ إِلَى الْأَصْلِ قَالُوا: أُهَيْلٌ.

''اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہوکر ایک شرقی مکان میں چلی گئیں'' (اور وہ وقت یاد کر) ''جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تجھ کو خوش خبری دے رہا ہے، اپنی طرف ایک کلمہ کی'' ''بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہان پر برگزیدہ بنایا'' آیت "يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" تک۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آل عمران سے مراد ایماندار لوگ ہیں جو عمران کی اولاد میں ہوں جیسے آل ابراہیم اور آل یٰسین اور آل محمد ﷺ سے بھی وہی لوگ مراد ہیں جو مومن ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک والے وہی لوگ ہیں جو ان کی راہ پر چلتے ہیں۔'' یعنی جو مومن موحد ہیں۔ آل کا لفظ اصل میں اہل تھا۔ آل یعقوب یعنی اہل یعقوب (ھاء کو ہمزہ سے بدل دیا) تصغیر میں پھر اصل کی طرف لے جاتے ہیں تب اہیل کہتے ہیں۔

تشریح: ﴿مکانا شرقیا﴾ کا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم ہیکل چھوڑ کر جہاں ان کی پرورش ہوئی اپنے آبائی وطن ناصرہ چلی گئیں یہ یروشلم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور باشندگان یروشلم کے لئے مشرق کا حکم رکھتا ہے۔ انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ وہ اس معاملے کا محل وقوع ناصرہ ہی بتلاتے ہیں۔ دیکھو کتاب لوقا۔

٣٤٣١۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَا مِنْ بَنِيْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا)). ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: ﴿وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾. [آل عمران: ٣٦] [طرفه في: ٣٢٨٦] [مسلم: ٦١٣٥]

(۳۴۳۱) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''ہر ایک بنی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے اور بچہ شیطان کے چھونے سے زور سے چیختا ہے۔ سوائے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے۔'' پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (اس کی وجہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ!) ''میں اسے (مریم کو) اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

بَابٌ:

باب: (اللہ تعالیٰ کا فرمان)

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ ۝ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۝ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ٤٢، ٤٤] يُقَالُ: يَكْفُلُ: يَضُمُّ، كَفَلَهَا: ضَمَّهَا، مُخَفَّفَةً لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا.

''اور (وہ وقت یاد کر) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے اور پلیدی سے پاک کیا ہے اور تجھ کو دنیا جہاں کی عورتوں کے مقابلہ میں برگزیدہ کیا۔ اے مریم! اپنے رب کی عبادت کرتی رہ اور سجدہ کرتی رہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ، یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم تیرے اوپر وحی کر رہے ہیں اور تو ان لوگوں کے پاس نہیں تھا جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو پالے اور تو نہ اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔'' یَكْفُلُ يَضُمُّ کے معنی میں بولتے ہیں، یعنی ملالے۔ كَفَلَهَا یعنی ضَمَّهَا ملالیا (بعض قرأتوں میں) تخفیف کے ساتھ ہے۔ یہ وہ کفالت ہے جو قرضوں وغیرہ میں کی جاتی ہے یعنی ضمانت وہ دوسرا معنی ہے۔

٣٤٣٢۔ حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ، عَنْ هِشَامٍ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ

(۳۴۳۲) مجھ سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، کہا ہم سے نضر نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، کہا مجھے میرے والد نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا، کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آنحضرت ﷺ فرما رہے

يَقُولُ: ((خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ، وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ)). [طرفه في: ٣٨١٥] [مسلم: ٦٢٧١]

تھے کہ "مریم بنت عمران (اپنے زمانہ) میں سب سے بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی سب سے بہترین خاتون حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) ہیں۔"

بَابُ قَوْلِهِ جَلَّ جَلَالُهُ:

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾ [آل عمران: ٤٥، ٤٧] يَبْشُرُكِ وَيُبَشِّرُكِ وَاحِدٌ. ﴿وَجِيهًا﴾ شَرِيفًا. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: الْمَسِيحُ: الصِّدِّيقُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْكَهْلُ: الْحَلِيمُ، وَالْأَكْمَهُ مَنْ يُبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: مَنْ يُولَدُ أَعْمَى.

باب: اللہ جل جلالہ کا (سورۂ آل عمران) میں فرمان:

"جب فرشتوں نے کہا اے مریم!" ﴿كُنْ فَيَكُونُ﴾ تک۔ يَبْشُرُكِ اور يُبَشِّرُكِ (مزید اور مجرد) دونوں کے ایک معنی ہیں۔ وَجِيهًا کا معنی شریف۔ ابراہیم نخعی نے کہا۔ مسیح صدیق کو کہتے ہیں۔ مجاہد نے کہا الْكَهْلُ کا معنی بردبار۔ اکمہ جو دن کو دیکھے، پر رات کو نہ دیکھے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اوروں نے کہا أَكْمَهَ کے معنی مادر زاد اندھے کے ہیں۔

تشریح: آیات مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے جو بغیر باپ کے محض اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے۔ جن نام نہاد مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس حقیقت سے انکار کیا ہے ان کا قول باطل ہے۔ قرآن پاک میں صاف موجود ہے: ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ (۳/آل عمران:۵۹) "صدق الله تعالىٰ امنابه وصدقنا۔ قوله المسيح الصديق قال الطبرى مراد ابراهيم بذالك ان الله مسحه فطهره من الذنوب فهو فعيل بمعنى مفعول ويقال سمى بذالك لانه كان لا يمسح ذاعاهة الابرئ وسمي الدجال به لانه يمسح الارض وقيل لكونه ممسوح العين۔" (فتح البارى)

٣٤٣٣۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ، كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ)). [راجع: ٣٤١١]

(۳۴۳۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے مرہ ہمدانی سے سنا۔ وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی۔ مردوں میں سے تو بہت سے کامل ہو گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا اور کوئی کامل پیدا نہیں ہوئی۔"

٣٤٣٤۔ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ

(۳۴۳۴) اور ابن وہب نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور

الْمُسَيَّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ، أَحْنَاهُ عَلَى طِفْلٍ، وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ)). يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى إِثْرِ ذَلِكَ: وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيرًا قَطُّ. تَابَعَهُ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفاه في: ٥٠٨٢، ٥٣٦٥] [مسلم: ٦٤٥٨]

ان سے حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ''اونٹ پر سوار ہونے والیوں (عربی خواتین) میں سب سے بہترین قریشی خواتین ہیں۔ اپنے بچے پر سب سے زیادہ محبت وشفقت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال واسباب کی سب سے بہتر نگران ومحافظ۔'' حضرت ابو ہریرہ ؓ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے تھے کہ مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئی تھیں۔ یونس کے ساتھ اس حدیث کو زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ:

باب: اللہ پاک کا سورۂ نساء میں فرمان:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [النساء: ١٧١] قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: ﴿كَلِمَتُهُ﴾ كُنْ فَكَانَ وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ أَحْيَاهُ فَجَعَلَهُ رُوحًا: ﴿وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ﴾.

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (سختی اور تشدد) نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی نسبت وہی بات کہو جو سچ ہے۔ مسیح عیسیٰ بن مریم ؑ تو بس اللہ کے ایک پیغمبر ہی ہیں اور اس کا ایک کلمہ جسے اللہ نے مریم تک پہنچا دیا اور ایک روح ہے اس کی طرف سے۔ پس اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس سے باز آجاؤ۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کا کارساز ہونا کافی ہے۔'' ابوعبید نے بیان کیا کہ کلمتہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو گیا اور دوسروں نے کہا کہ وروح منه سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا اور روح ڈالی، یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔

تشریح: نصاریٰ کے عقیدۂ تثلیث کی تردید ہے جو روح القدس اور مریم اور عیسیٰ تینوں کو ملا کر ایک خدا کے قائل ہیں۔ یہ ایسا باطل عقیدہ ہے جس پر عقل اور نقل سے صحیح دلیل پیش نہیں کی جاسکتی مگر عیسائی دنیا آج تک اس عقیدۂ فاسدہ پر جمی ہوئی ہے۔ آیت ﴿وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ﴾ (۴/النساء:۱۷۱) میں اسی عقیدۂ باطلہ کا ذکر ہے۔

٣٤٣٥۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا

(۳۴۳۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمیر بن ہانی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول

عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ، أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ، وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ)). قَالَ الْوَلِيْدُ: فَحَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ: ((مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ، أَيَّهَاشَاءَ)). [مسلم: ١٤٠]

ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچا دیا تھا اللہ نے مریم تک اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا (آخر) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔" ولید نے بیان کیا کہ مجھ سے ابن جابر نے بیان کیا، ان سے عمیر نے اور جنادہ نے اور اپنی روایت میں یہ زیادہ کیا "(ایسا شخص) جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے (داخل ہوگا)۔"

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ [مريم: ١٦] إِعْتَزَلَتْ نَبَذْنَاهُ أَلْقَيْنَاهُ. ﴿شَرْقِيًّا﴾ مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ، ﴿فَأَجَآءَهَا﴾ [مريم:٢٣] أَفْعَلُ مِنْ جِئْتُ، وَيُقَالُ أَلْجَأَهَا اضْطَرَّهَا ﴿تُسَاقِطْ﴾ [مريم:٢٥] تُسْقِطْ ﴿قَصِيًّا﴾ [مريم:٢٢] قَاصِيًا ﴿فَرِيًّا﴾ [مريم:٢٨] عَظِيْمًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَسْيًا لَمْ أَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ: النَّسِيُّ: الْحَقِيْرُ. وَقَالَ أَبُوْ وَائِلٍ: عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُوْنُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ: ﴿إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ وَقَالَ وَكِيْعٌ عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ: ﴿سَرِيًّا﴾ نَهَرٌ صَغِيْرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

باب: سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

"(اس) کتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک پورب رخ مکان میں چلی گئی۔" لفظ "اِنْتَبَذَتْ نَبَذَ" سے نکلا ہے جیسے حضرت یونس کے قصے میں فرمایا نَبَذْنَاہُ یعنی ہم نے ان کو ڈال دیا شَرْقِیًّا پورب (یعنی مسجد سے یا ان کے گھر سے پورب کی طرف) فَأَجَائَهَا کے معنی اس کو لاچار اور بے قرار کر دیا۔ "تُسَاقِط" گرے گا "قَصِیًّا" دور۔ "فَرِیًّا" بڑا یا برا۔ نَسْیًا ناچیز۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کہا۔ دوسروں نے کہا نسی کہتے حقیر چیز کو (یہ سدی سے منقول ہے) ابو وائل نے کہا کہ مریم یہ سمجھی کہ پرہیزگار وہی ہوتا ہے جو عقل مند ہوتا ہے۔ جب انہوں نے کہا (جبرئیل علیہ السلام کو ایک جوان مرد کی شکل میں دیکھ کر) "اگر تو پرہیزگار ہے اللہ سے ڈرتا ہے۔" وکیع نے اسرائیل سے نقل کیا، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے "سَرِیًّا" سریانی زبان میں چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔

٣٤٣٦۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى، وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: جُرَيْجٌ، يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ: أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي. فَقَالَتْ: اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوْهَ

(۳۴۳۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گود میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے بات نہیں کی۔ اول عیسیٰ علیہ السلام (دوسرے کا واقعہ یہ ہے کہ) بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھے، نام جریج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے انہیں پکارا۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اس پر ان کی والدہ نے (غصہ ہو کر) بددعا کی، اے اللہ! اس

الْمُومِسَاتِ. وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقِيلَ لَهَا: مِمَّنْ؟ فَقَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ. فَأَتَوْهُ فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ، وَأَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوْكَ يَا غُلَامُ! فَقَالَ: الرَّاعِيْ. قَالُوْا: نَبْنِيْ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ طِيْنٍ. وَكَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُوْ شَارَةٍ، فَقَالَتِ: اللَّهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ. فَتَرَكَ ثَدْيَهَا، فَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ . ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ)) قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَمَصُّ إِصْبَعَهُ: ((ثُمَّ مُرَّ بِأَمَةٍ فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هَذِهِ. فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا. فَقَالَتْ: لِمَ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، وَهَذِهِ الْأَمَةُ يَقُوْلُوْنَ: سَرَقْتِ زَنَيْتِ. وَلَمْ تَفْعَلْ)). [راجع: ١٢٠٦]

وقت تک اسے موت نہ آئے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ جریج اپنے عبادت خانے میں رہا کرتے تھے ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک فاحشہ عورت آئی اور ان سے بدکاری چاہی لیکن انہوں نے (اس کی خواہش پوری کرنے سے) انکار کیا۔ پھر ایک چرواہے کے پاس آئی اور اسے اپنے اوپر قابو دیدیا۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اس نے ان پر یہ تہمت دھری کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ ان کی قوم کے لوگ آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا، انہیں نیچے اتار کر لائے اور انہیں گالیاں دیں۔ پھر انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی، اس کے بعد بچے کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا ہے اس پر (ان کی قوم شرمندہ ہوئی اور) کہا کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے۔ لیکن انہوں کہا ہرگز نہیں، مٹی ہی کا بنے گا (تیسرا واقعہ) اور ایک بنی اسرائیل کی عورت تھی، اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ قریب سے ایک سوار نہایت عزت والا اور خوش پوش گزرا، اس عورت نے دعا کی، اے اللہ! میرے بچے کو بھی اسی جیسا بنا دے لیکن بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر اس کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگا۔“ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جیسے میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی چوس رہے ہیں (بچے کے دودھ پینے لگنے کی کیفیت بتلاتے وقت) پھر ایک باندی اس کے قریب سے لے جائی گئی (جسے اسکے مالک مار رہے تھے) تو اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے پھر اس کا پستان چھوڑ دیا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دے۔ اس عورت نے پوچھا۔ ایسا تو کیوں کہہ رہا ہے؟ بچے نے کہا کہ وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا اور اس باندی سے لوگ کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور زنا کیا حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔“

تشریح: وہ پاک دامن اللہ کی نیک بندی تھی۔ ان تینوں بچوں کے کلام کرنے کا تعلق صرف بنی اسرائیل سے ہے۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے بچوں نے بھی بچپن میں کلام کیا ہے۔

٣٤٣٧۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ؛ ح: وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ

(٣٤٣٧) مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے (دوسری سند) مجھ سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان

الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ لَقِيْتُ مُوْسَى. قَالَ: فَنَعَتَهُ. فَإِذَا رَجُلٌ. حَسِبْتُهُ قَالَ: مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ، كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ. قَالَ: وَلَقِيْتُ عِيْسَى. فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ. يَعْنِي الْحَمَّامَ. وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ، وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ، قَالَ: وَأُتِيْتُ بِإِنَائَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْآخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ، فَقِيْلَ لِيْ خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ. فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ. أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ. أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ)). [راجع: ٣٣٩٤]

کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس رات میری معراج ہوئی، میں نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ...... میرا خیال ہے کہ معمر نے کہا...... دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے قبیلہ شنوہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا بھی حلیہ بیان فرمایا کہ درمیانہ قد اور سرخ وسپید تھے، جیسے ابھی غسل خانہ سے باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی، اور میں ان کی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا کہ جو آپ کا جی چاہے لے لو۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا۔ اس پر مجھ سے کہا گیا کہ فطرت کی طرف آپ نے راہ پالی، یا فطرت کو آپ نے پالیا۔ اسکے بجائے اگر آپ شراب کا برتن لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔“

٣٤٣٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ عِيْسَى وَمُوْسَى وَإِبْرَاهِيْمَ، فَأَمَّا عِيْسَى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ، وَأَمَّا مُوْسَى فَآدَمُ جَسِيْمٌ سَبْطٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ)).

(۳۴۳۸) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی، کہا ہم کو عثمان بن مغیرہ نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھنگریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے موسیٰ علیہ السلام گندم گوں، دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا آدمی ہو۔“

تشریح: ((زط)) سوڈان کا ایک قبیلہ یا یہود کا، جہاں کے لوگ دبلے پتلے لمبے قد کے ہوتے ہیں۔ زط سے جاٹ کا لفظ بنا ہے جو ہندوستان کی ایک مشہور قوم جو ہندو اور مسلمان ہر دو مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ روایت میں عن مجاهد عن ابن عمر ناقلین کا سہو ہے اصل میں صحیح یہ ہے عن مجاهد عن ابن عباس۔

٣٤٣٩ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ، حَدَّثَنَا مُوْسَى، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَي النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، أَلَا إِنَّ الْمَسِيْحَ

(۳۴۳۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو ضمرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، لیکن دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ

الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ)). [راجع: ٣٠٥٧]

اٹھے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔''

٣٤٤٠۔ ((وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ، تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ، رَجِلُ الشَّعَرِ، يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ. ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ، يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ)). تَابَعَهُ عَبْدُاللَّهِ عَنْ نَافِعٍ. [أطرافه في: ٣٤٤١، ٥٩٠٢، ٦٩٩٩، ٧٠٢٦، ٧١٢٨] [راجع: ٣٤٣٩]

(۳۴۴۰) ''اور میں نے رات کعبہ کے پاس خواب میں ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو گندمی رنگ کے آدمیوں میں شکل کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل تھا۔ اس کے سر کے بال شانوں تک لٹک رہے تھے، سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے شانوں پر رکھے ہوئے وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا، سخت اور مڑے ہوئے بالوں والا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ اسے میں نے ابن قطن سے سب سے زیادہ شکل میں ملتا ہوا پایا، وہ بھی ایک شخص کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔'' اس روایت کی متابعت عبیداللہ نے نافع سے کی ہے۔

٣٤٤١۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ! مَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعِيسَى أَحْمَرُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ، يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: ابْنُ مَرْيَمَ، فَذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ، فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ، جَعْدُ الرَّأْسِ، أَعْوَرُ عَيْنِهِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا الدَّجَّالُ. وَأَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ)). قَالَ الزُّهْرِيُّ: رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي

(۳۴۴۱) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ سرخ تھے بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا: ''میں نے خواب میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اپنے کو دیکھا، اس وقت مجھے ایک صاحب نظر آئے جو گندمی رنگ لٹکے ہوئے بال والے تھے، دو آدمیوں کے درمیان ان کا سہارا لئے ہوئے اور سر سے پانی صاف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ ابن مریم علیہما السلام ہیں۔ اس پر انہیں غور سے دیکھا تو مجھے ایک اور شخص دکھائی دیا جو سرخ، موٹا، سر کے بال مڑے ہوئے اور داہنی آنکھ سے کانا تھا، اس کی آنکھ ایسی دکھائی دیتی تھی جیسے اٹھا ہوا انگور ہو، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس سے شکل وصورت میں ابن قطن بہت زیادہ مشابہ تھا۔ زہری نے کہا کہ یہ قبیلہ

الْجَاهِلِيَّةِ. [راجع: ٣٤٤٠]

خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت کے زمانہ میں مر گیا تھا۔

تشریح: جس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جعد کا لفظ آیا ہے تو اس کے معنی گھونگھریالے بال والے نہیں ہیں، ورنہ یہ حدیث اس کے مخالف ہوگی۔ اس لئے ہم نے جعد کے معنی اس حدیث میں گٹھے ہوئے جسم کے کئے ہیں اور مطابقت اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ خفیف گھونگھر بال تیل ڈالنے یا پانی سے بھگونے یا گفتگو کرنے سے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ (وحیدی)

٣٤٤٢ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ، وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ)). [طرفه في: ٣٤٤٣]

(۳۴۴۲) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں ابوسلمہ نے خبر دی اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ ''میں ابن مریم علیہما السلام سے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہوں انبیا علاتی بھائیوں کی طرح ہیں اور میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔''

تشریح: آپ ﷺ بھی پیغمبر وہ بھی پیغمبر، آپ کے اور ان کے بیچ میں دوسرا کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں آپ کی بشارت دی کہ میرے بعد تسلی دینے والا آئے گا اور وہ تم کو بہت سی باتیں بتلائے گا جو میں نے نہیں بتلائی کیونکہ وہ بھی وہیں سے علم حاصل کرے گا جہاں سے میں حاصل کرتا ہوں۔ ایک انجیل میں صاف نبی کریم ﷺ کا نام مذکور ہے لیکن نصاریٰ نے اس کو چھپا ڈالا۔ اس شرارت کا کوئی ٹھکانا ہے۔ کہتے ہیں کہ فارقلیط کے معنی بھی سراہا ہوا ہیں یعنی محمد (ﷺ)۔

٣٤٤٣ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى، وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ)). وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

[راجع: ٣٤٤٢]

(۳۴۴۳) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلیح بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیا علیہم السلام علاتی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے۔ لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔'' اور ابراہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تشریح: علاتی بھائی وہ جن کا باپ ایک ہو، ماں جدا جدا ہوں۔ اسی طرح جملہ انبیا کا دین ایک ہے اور فروعی مسائل جدا جدا ہیں۔

٣٤٤٤ـ ح: وَحَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ،

(۳۴۴۴) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے

حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَأَى عِيْسَى رَجُلاً يَسْرِقُ، فَقَالَ لَهُ: أَسَرَقْتَ؟ قَالَ: كَلَّاوَاللَّهِ! الَّذِيْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. فَقَالَ عِيْسَى: آمَنْتُ بِاللَّهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِيّ)). [مسلم: ٦١٣٧]

بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبردی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا پھر اس سے دریافت فرمایا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا کہ ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور میری آنکھوں کو دھوکا ہوا۔“

تشریح: یعنی مؤمن جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا جب اس نے قسم کھالی تو معلوم ہوا کہ وہ سچا ہے۔ آنکھ سے غلطی ممکن ہے مثلاً اس کے شبیہ کوئی دوسرا شخص ہو۔ یا درحقیقت اس کا فعل چوری نہ ہو۔ اس مال میں اس کا کوئی حق متعین ہو۔ بہت سے احتمال ہو سکتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ایسا کہنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ مؤمن کو مؤمن کی قسم پر ایسا بھروسا ہونا چاہیے جیسے آنکھ سے دیکھنے پر بلکہ اس سے زیادہ۔ بعض نے یہ کہا مطلب یہ تھا کہ قاضی کو اپنے علم اور مشاہدے پر حکم دینا درست نہیں جب تک باقاعدہ جرم کے لئے ثبوت مہیا نہ ہو جائے۔ (وحیدی)

٣٤٤٥۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللَّهِ ابْنُ عَبْدِاللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، وَلَكِنْ قُوْلُوْا: عَبْدُاللَّهِ وَرَسُوْلُهُ)). [راجع: ٢٤٦٢]

(۳۴۴۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبردی اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: ”مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“

تشریح: اللہ کے غلام، اللہ کے حبیب، اللہ کے خلیل، اشرف انبیا آپ کی تعریف کی حد یہی ہے۔ جب قرآن میں آپ کو اللہ کا بندہ فرمایا یہ آیت اتری ﴿قَامَ عَبْدُاللّٰهِ﴾ (۷۲/الجن:۱۹) تو آپ نہایت ہی خوش ہوئے اللہ کی عبودیت خالصہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ یہ جاہل کیا جانیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نعت یہی سمجھ رکھی ہے کہ آپ کو خدا بنا دیں یا خدا سے بھی ایک درجہ آگے چڑھا دیں۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾ (۱۸/الکہف:۵) (وحیدی)

٣٤٤٦۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ، أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ، أَنَّ رَجُلاً، مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ. فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَدَّبَ الرَّجُلُ أَمَتَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا، وَعَلَّمَهَا

(۳۴۴۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبردی، کہا ہم کو صالح بن حیی نے خبردی کہ خراسان کے ایک شخص نے شعبی سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابوہریرہ نے خبردی اور ان سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو اچھی طرح ادب سکھلائے اور پورے طور پر اسے دین کی تعلیم دے۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو

فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا، كَانَ لَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا آمَنَ بِعِيسَى ثُمَّ آمَنَ بِي، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ إِذَا اتَّقَى رَبَّهُ وَأَطَاعَ مَوَالِيَهُ، فَلَهُ أَجْرَانِ)). [راجع: ٩٧]

اسے دگنا ثواب ملتا ہے اور وہ شخص جو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا، پھر مجھ پر ایمان لایا تو اسے بھی دگنا ثواب ملتا ہے اور وہ غلام جو اپنے رب کا بھی ڈر رکھتا ہے اور اپنے آقا کی بھی اطاعت کرتا ہے تو اسے بھی دگنا ثواب ملتا ہے۔"

تشریح: خراسان کے نامعلوم شخص نے شعبی سے کہا کہ ہم لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر آدمی ام ولد کو آزاد کر کے پھر اس سے نکاح کرے تو ایسا ہے جیسے اپنی قربانی کے جانور پر سوار ہوا، تو امام شعبی نے یہ بیان کیا جو آگے مذکور ہے۔

٣٤٤٧ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تُحْشَرُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾. [الأنبياء: ١٠٤] فَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى إِبْرَاهِيمُ، ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِي ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ أَصْحَابِي فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾)). [المائدة: ١١٧، ١١٨] ذُكِرَ عَنْ أَبِي عَبْدِاللَّهِ عَنْ قَبِيصَةَ قَالَ: هُمُ الْمُرْتَدُّونَ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ أَبُو بَكْرٍ. [راجع: ٣٣٤٩]

(۳۴۴۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن نعمان نے، انہیں سعید بن جبیر نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(قیامت کے دن) تم لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی "جس طرح ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہماری جانب سے وعدہ ہے اور بیشک ہم اسے کرنے والے ہیں" پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ پھر میرے اصحاب کو دائیں (جنت کی) طرف لے جایا جائے گا۔ لیکن کچھ کو بائیں (جہنم کی) طرف لے جایا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو اسی وقت انہوں نے ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ میں اس وقت وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے کہا تھا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان کی نگرانی کرتا رہا لیکن جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے۔" آیت "العزیز الحکیم تک" محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ سے روایت ہے اور ان سے قبیصہ نے بیان کیا کہ یہ وہ مرتدین ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کفر اختیار کیا تھا اور جن سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔

تشریح: اور وہ اہل بدعت بھی دھتکار دیئے جائیں گے جنہوں نے قسم قسم کی بدعات سے اسلام کو مسخ کر ڈالا تھا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کو حوض کوثر سے روک دیا جائے گا۔ خود معلوم ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: "سحقا لمن غير بعدي دينا." "ان کے لئے دوری ہو جنہوں

نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا۔ ان جملہ احادیث مذکور میں کسی نہ کسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے ان کو یہاں لایا گیا اور یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

باب: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا آسمان سے اترنا

٣٤٤٨ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلاً، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْحَرْبَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾. [النساء: ١٥٩] [راجع: ٢٢٢٢]

(۳۴۴۸) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہوگا۔'' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ''اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔''

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے قریب جو یہود و نصاریٰ ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے زمانے میں نازل ہوں گے تو اس زمانے کے اہل کتاب ان کے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی منقول ہے۔

٣٤٤٩ـ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)). تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالْأَوْزَاعِيُّ. [راجع: ٢٢٢٢]

(۳۴۴۹) ہم سے ابن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام نافع نے اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہوگے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' اس روایت کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی۔

تشریح: آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ آیت قرآنی ﴿وان من اهل الكتاب...... ﴾ الخ۔ اس عقیدہ پر نص قطعی ہے اور احادیث صحیحہ اس بارے میں موجود ہیں۔ اس زمانہ آخر میں چند نیچری قسم کے لوگوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا اور پنجاب کے ایک شخص مرزا قادیانی نے اس انکار کو بہت کچھ اچھالا اور جملہ مسلمانان سلف و خلف کے خلاف ان کی موت کا عقیدۂ باطلہ مشہور کیا، جو صریح باطل ہے۔ کسی بھی راسخ الایمان مسلمان کو ایسے بدعقیدہ لوگوں کی ہفوات سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

باب: بنی اسرائیل کے واقعات کا بیان

٣٤٥٠ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: قَالَ عُقْبَةُ ابْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا، فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ، فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ، فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ)). [طرفه في: ٧١٣]

(۳۴۵۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک نے بیان کیا، ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا کہ عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ ؓ سے کہا، کیا آپ وہ حدیث ہم سے نہیں بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ”جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ آگ اور پانی دونوں ہوں گے لیکن لوگوں کو جو آگ دکھائی دے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور لوگوں کو جو ٹھنڈا پانی دکھائی دے گا تو وہ جلانے والی آگ ہوگی۔ اس لئے تم میں سے جو کوئی اس کے زمانے میں ہو تو اسے اس میں گرنا چاہیے جو آگ ہوگی۔ کیونکہ وہی انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔“

٣٤٥١ـ قَالَ حُذَيْفَةُ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِي مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ فَقِيلَ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: مَا أَعْلَمُ، قِيلَ لَهُ: انْظُرْ. قَالَ: مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيهِمْ، فَأُنْظِرُ الْمُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. فَأَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)). [راجع: ٢٠٧٧]

(۳۴۵۱) حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ”پہلے زمانے میں ایک شخص کے پاس ملک الموت ان کی روح قبض کرنے آئے تو ان سے پوچھا گیا کوئی اپنی نیکی تمہیں یاد ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں پڑتی، ان سے دوبارہ کہا گیا کہ یاد کرو! انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی اپنی نیکی یاد نہیں، سوا اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ خرید فروخت کیا کرتا تھا اور لین دین کیا کرتا تھا، جو لوگ خوشحال ہوتے انہیں تو میں (اپنا قرض وصول کرتے وقت) مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ ہاتھ والوں کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی پر جنت میں داخل کیا۔“

٣٤٥٢ـ قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصَى أَهْلَهُ إِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا كَثِيرًا وَأَوْقِدُوا فِيهِ نَارًا حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي، وَخَلَصَتْ إِلَى عَظْمِي، فَامْتَحَشَتْ، فَخُذُوهَا فَاطْحَنُوهَا، ثُمَّ انْظُرُوا يَوْمًا رَاحًا فَاذْرُوهُ فِي الْيَمِّ. فَفَعَلُوا، فَجَمَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى

(۳۴۵۲) اور حضرت حذیفہ ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ”ایک شخص کی موت کا جب وقت آ گیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو میرے لئے بہت ساری لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔

فَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذَلِكَ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ. فَغَفَرَ اللَّهُ لَهُ)). قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو: وَأَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ذَلِكَ، وَكَانَ نَبَّاشًا. [طرفاه في: ٣٤٧٩، ٦٤٨٠]

اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ تیرے ہی خوف سے اے اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔'' حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ یہ شخص کفن چور تھا۔

تشریح: شخص مذکور بنی اسرائیل سے تھا۔ باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ مردوں کو جلانا ایسے ہی غلط تصورات کا نتیجہ ہے جو خلاف فطرت ہے۔ انسان کی اصل مٹی سے ہے لہٰذا مرنے کے بعد اسے مٹی میں دفن کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔

٣٤٥٣، ٣٤٥٤۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللَّهِ: قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، وَيُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُاللَّهِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ قَالَا: لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ، فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ: ((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)). يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [راجع: ٤٣٥، ٤٣٦]

(۳۴۵۳،۵۴) مجھ سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو معمر اور یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، جب رسول اللہ ﷺ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ اپنی چادر چہرۂ مبارک پر بار بار ڈال لیتے پھر جب شدت بڑھتی تو اسے ہٹا دیتے تھے۔ حضور ﷺ نے اسی حالت میں فرمایا تھا: ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'' آنحضور ﷺ اس امت کو ان کے کئے سے ڈرانا چاہتے تھے۔

٣٤٥٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ)). قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ

(۳۴۵۵) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے فرات قزاز نے بیان کیا، انہوں نے ابوحازم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پانچ سال تک بیٹھا ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے انبیا ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آ موجود ہوتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو، بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے

عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ)). [مسلم: ٤٧٧٣، ٤٧٧٤؛ ابن ماجه: ٢٨٧١]

اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔“

تشریح: خلفا کی اطاعت کے ساتھ خلفا کو بھی ان کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے، ان کو اللہ کی عدالت میں سخت ترین رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا، آج نام نہاد جمہوریت کے دور میں کرسیوں پر آنے والے لوگوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں مگر کتنے کرسی نشین ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو سوچتے ہیں، ان کو صرف ووٹ مانگنے کے وقت کچھ یاد آتا ہے بعد میں سب بھول جاتے ہیں۔ الا ماشاء الله۔

٣٤٥٦۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ)). قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى قَالَ: ((فَمَنْ)).

(٣٤٥٦) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوغسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے حضرت ابوسعید ؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی ساہنہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔“ ہم نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ کی مراد پہلی امتوں سے یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”پھر کون ہوسکتا ہے؟“

[طرفه في: ٧٣٢٠] [مسلم: ٦٧٨١]

تشریح: آپ کا مطلب یہ تھا کہ تم اندھا دھند یہود اور نصاریٰ کی تقلید کرنے لگو گے، فکر اور تامل کا مادہ تم سے نکل جائے گا۔ ہمارے زمانے میں مسلمان ایسے ہی اندھے بن گئے ہیں، یہود ونصاریٰ نے جس طرح اپنے دین کو برباد کیا ان سے بھی بڑھ کر مسلمانوں نے بدعات ایجاد کر کے اسلام کا حلیہ مسخ کر دیا ہے، قبر پرستی، امام پرستی مسلمانوں کا شعار بن گئی ہیں، ان میں اس قدر فرقے پیدا ہو گئے کہ یہود ونصاریٰ سے آگے ان کا قدم ہے، شیعہ اور سنی ناموں سے جو تفریق ہوئی وہ تفریق در تفریق ہوتے ہوئے سینکڑوں فرقوں تک نوبت پہنچ چکی ہے، کتاب وسنت کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔

٣٤٥٧۔ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ، فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ. [راجع: ٦٠٣]

(٣٤٥٧) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان سے انس ؓ نے بیان کیا کہ (نماز کے لئے اعلان کے طریقے پر بحث کرتے وقت) صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا۔ لیکن بعض نے کہا کہ یہ تو یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے۔ آخر بلال ؓ کو حکم ہوا کہ اذان میں (کلمات) دو دو دفعہ کہیں اور تکبیر میں ایک ایک دفعہ۔

تشریح: عبادت کے لئے آگ جلا کر یا ناقوس بجا کر لوگوں کو بلانا آج بھی اکثر ادیان کا معمول ہے۔ اسلام نے اس طریقہ کو ناپسند کر کے اذان کا بہترین طریقہ جاری کیا جو پانچ اوقات فضائے آسمانی میں پکار کر کہی جاتی ہے، جس میں عقیدۂ توحید ورسالت کا وجد آور اعلان ہوتا ہے اور بہترین لفظوں میں مسلمانوں کو عبادت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ روایت میں یہود ونصاریٰ کا ذکر ہے یہی باب سے مناسبت ہے۔ روایت میں اکہری تکبیر کہنے کا ذکر صاف لفظوں میں موجود ہے، مگر اس زمانہ میں اکثر برادران ملت، اکہری تکبیر سن کر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں جو ان کی ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے،

اکہری تکبیر سنت نبوی ہے اس سے انکار ہرگز جائز نہیں ہے، اللہ پاک ہمارے محترم برادران کو توفیق دے کہ وہ ایسا غلط تعصب دلوں سے دور کردیں۔

٣٤٥٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ كَانَتْ تَكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ يَدَهُ فِيْ خَاصِرَتِهِ وَتَقُوْلُ: إِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهُ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

(۳۴۵۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابوالضحیٰ نے بیان کیا، ان سے مسروق نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے ہیں۔

اس روایت کی متابعت شعبہ نے اعمش سے کی ہے۔

تشریح: کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی عادت یہود کی تھی اور اس سے تکبر کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ناپسند قرار دیا گیا۔ ضمناً یہود کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

٣٤٥٩ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيْ أَجَلِ مَنْ خَلاَ مِنَ الْأُمَمِ، مَا بَيْنَ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ، عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالَ: أَلاَ فَأَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، أَلاَ لَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى، فَقَالُوْا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً، قَالَ اللَّهُ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ

(۳۴۵۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا زمانہ پچھلی امتوں کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت ہے، تمہاری مثال یہود ونصاریٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور لئے اور کہا کہ میرا کام آدھے دن تک کون ایک ایک قیراط کی اجرت پر کرے گا؟ یہود نے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرنا طے کرلیا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آدھے دن سے عصر کی نماز تک میرا کام کون شخص ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کرے گا۔ اب نصاریٰ ایک ایک قیراط کی مزدوری پر آدھے دن سے عصر کے وقت تک مزدوری کرنے پر تیار ہوگئے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کون شخص میرا کام کرے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں لوگ ہو جو دو دو قیراط کی مزدوری پر عصر سے سورج ڈوبنے تک کام کرو گے، تم آگاہ رہو کہ تمہاری مزدوری دگنی ہے۔ یہود ونصاریٰ اس فیصلہ پر غصہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہم کو کم ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔''

شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا. قَالَ: فَإِنَّهُ فَضْلِي أُعْطِيهِ مَنْ شِئْتُ)). [راجع: ٥٥٧]

تشریح: یہود ونصاریٰ اور مسلمان مذہبی دنیا کی یہ تین عظیم قومیں ہیں، جن کو آسمانی کتابیں دی گئی ہیں، ان کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں میں بھی الہام ربانی کا القا ہوا ہے مگر اب ان کی تاریخ مستند نہیں ہے۔ بہرحال یہ تین قومیں آج بھی دنیا میں اپنے قدیم دعاویٰ کے ساتھ موجود ہیں جن میں مسلمان قوم ایک ایسے دین کی علم بردار ہے جو ناسخ الادیان ہونے کا مدعی ہے، ان کو اللہ نے یہ فضیلت بخشی ہے کہ ہر نیک کام پر ان کو نہ صرف دوگنا بلکہ دس گناہ تک اجر ملتا ہے۔ حدیث میں یہی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ قیراط چار جو کے برابر وزن کو کہتے ہیں، بعض اعمال صالحہ کا ثواب دس سے بھی زیادہ کئی سو گنا تک ملتا ہے۔

٣٤٦٠ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ، حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ، فَجَمَّلُوْهَا فَبَاعُوْهَا)). تَابَعَهُ جَابِرٌ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ٢٢٢٣]

(۳۴۶۰) ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے طاؤس نے، ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فلاں کو تباہ کرے۔ انہیں کیا معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''یہود پر اللہ کی لعنت ہو، ان کے لئے چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا۔'' اس روایت کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

تشریح: ((فلانا)) سے مراد سمرہ بن جندب ہیں جنہوں نے کافروں سے جزیہ میں شراب وصول کر لی تھی اور اس کو بیچ کر اس کا پیسہ بیت المال کو روانہ کر دیا، سمرہ نے اپنی رائے سے یہ اجتہاد کیا تھا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں، انہوں نے یہ حدیث نہیں سنی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوئی سزا نہیں دی۔ (وحیدی)

٣٤٦١ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ ابْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ كَبْشَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)). [ترمذي: ٢٦٦٩]

(۳۴۶۱) ہم سے ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم کو اوزاعی نے خبر دی، کہا ہم سے حسان بن عطیہ نے بیان کیا، ان سے ابو کبشہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات تم بیان کر سکتے ہو، اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا تو اسے اپنے جہنم کے ٹھکانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔''

تشریح: واقعات بنی اسرائیل بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر اس خیال سے کہ نہ ان کی تصدیق ہو نہ تکذیب سوا ان کے جو صحیح سند سے ثابت ہوں۔

٣٤٦٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ

(۳۴۶۲) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا،

ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ)) [طرفه في: ٥٨٩٩]

ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”یہود ونصاریٰ (داڑھی وغیرہ) میں خضاب نہیں لگاتے، تم لوگ اس کے خلاف طریقہ اختیار کرو (یعنی خضاب لگایا کرو)۔“

تشریح: حدیث میں یہود ونصاریٰ کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے مہندی کا خضاب مراد ہے جسے داڑھی اور سر پر لگانا مسنون ہے، اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ یہود ونصاریٰ کی تہذیب کی بجائے اسلامی تہذیب، اسلامی طرز معاشرت اختیار کرنا ضروری ہے اور اندھا دھند ان کے مقلد بن کر ان کی بدترین تہذیب کو اختیار کرنا بڑی دنائت ہے مگر افسوس کہ آج بیشتر نام نہاد مسلمان اسی تہذب کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں، جن روایتوں میں ازالہ شیب یعنی سفید بالوں کے ازالہ کی نہی آئی ہے، وہ نہی سیاہ خضاب سے متعلق ہے جو منع ہے۔ مسلم شریف میں ہے: ” قال النبی غیروہ واجتنبوا السواد۔“ یعنی سفید بالوں کو متغیر کردو مگر سیاہ خضاب سے بچو۔ جو لوگ جانتے ہیں کہ ڈاڑھی بڑھانا اس لئے سنت ہے کہ یہ یہود کی تہذیب کی مخالفت کرنا ہے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ بالوں کا سفید ہی رکھنا بھی یہودی تہذیب ہے جیسا کہ یہاں بیان موجود ہے پھر اس تہذیب کی مخالفت میں مہندی کا خضاب کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ڈاڑھی کا بڑھانا ضروری ہے مگر اکثر مسلمان ہیں جو آدھی بات یاد رکھتے ہیں، آدھی کو بھول جاتے ہیں۔ بہرحال اسلامی تہذیب ایک مکمل بہترین تہذیب ہے، آج مغربیت کے فدائی اسلامی تہذیب چھوڑنے والے شکل صورت ولباس وغیرہ وغیرہ سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہیں جو ایسا لباس اپناتے ہوئے بھی جس کو پہن کر نہ آرام سے کھا سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں پھر اس لباس پر مگن ہیں۔

٣٤٦٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، وَمَا نَسِينَا مُنْذُ حَدَّثَنَا، وَمَا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ، فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ، قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)). [راجع: ١٣٦٤]

(۳۴۶۳) مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا مجھ سے حجاج نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے حسن نے، کہا ہم سے حضرت جندب بن عبداللہ نے اسی مسجد میں بیان کیا (حسن نے کہا کہ) انہوں نے جب ہم سے بیان کیا ہم اسے بھولے نہیں اور نہ ہمیں اس کا اندیشہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حدیث کی نسبت غلط کی ہوگی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”پچھلے زمانے میں ایک شخص (کے ہاتھ میں) زخم ہوگیا تھا اور اس سے بڑی تکلیف تھی، آخر اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خون بہنے لگا اور اسی سے وہ مرگیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے خود میرے پاس آنے میں جلدی کی اس لئے میں نے بھی جنت کو اس پر حرام کردیا۔“

تشریح: پچھلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر حدیث میں وارد ہوا ہے، یہی باب سے مناسبت ہے، حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ خودکشی کرنے والے پر جنت حرام ہے، ان جملہ احادیث میں اہل کتاب کا ذکر کسی نہ کسی طور پر بتایا ہے اسی لئے ان کو یہاں درج کیا گیا ہے۔

[بَابٌ:] حَدِيثُ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ

باب: بنی اسرائیل کے ایک کوڑھی اور ایک نابینا اور ایک گنجے کا بیان

٣٤٦٤۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ؛ح: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ:قَالَ: أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى بَدَأَ اللَّهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَأَتَى الأَبْرَصَ. فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ. قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ فَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا. فَقَالَ: أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ: الْإِبِلُ۔ أَوْ قَالَ: الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِي ذَلِكَ، إِنَّ الأَبْرَصَ وَالأَقْرَعَ، قَالَ: أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ، وَقَالَ: الآخَرُ الْبَقَرُ۔ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ. فَقَالَ: يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا. وَأَتَى الأَقْرَعَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعَرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ هَذَا عَنِّي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ: فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ، وَأُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ. فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلاً، وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا. وَأَتَى الأَعْمَى فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: يَرُدُّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي، فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ.

(۳۴۶۴) مجھ سے احمد بن اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن عاصم نے بیان کیا، ان سے ہمام نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن ابی حمزہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، انہیں ہمام نے خبر دی، ان سے اسحاق بن عبداللہ نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے خبر دی اور ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ”بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ! یا اس نے گائے کہی، اسحاق بن عبداللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ

قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ: الْغَنَمُ. فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا، فَأُنْتِجَ هَذَانِ، وَوَلَّدَ هَذَا، فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ إِبِلٍ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنْ غَنَمٍ. ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ، تَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي. فَقَالَ لَهُ: إِنَّ الْحُقُوقَ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ لَهُ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللَّهُ تَعَالَى فَقَالَ: لَقَدْ وَرِثْتُ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ. فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ، وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ: مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا، وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ السَّبِيلِ وَتَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي. وَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ بَصَرِي، وَفَقِيرًا فَأَغْنَانِي اللَّهُ، فَخُذْ مَا شِئْتَ، فَوَاللَّهِ! لَا أَحْمَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلَّهِ. فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ، فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ، فَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ)).

[طرفه في: ٦٦٥٣] [مسلم: ٧٤٣١]

پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ حقوق اور بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے۔ تم ایک فقیر اور قلاش تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے

کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔"

تشریح: آیت قرآنی: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ (۱۴/ابراہیم:۷) اگر میرا شکر کرو گے تو نعمت زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے، اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے بخوبی واضح ہے۔ روایت کے آخر میں نابینا کے الفاظ ((لا اجهدك)) منقول ہیں یعنی تو کتنی بھی بکریاں لے لے میں تجھ سے واپس نہیں مانگوں گا بعض نسخوں میں ((لاحمدك)) ہے پھر ترجمہ یوں ہوگا میں تیری تعریف اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک جو تجھے درکار ہے وہ اللہ کے نام پر نہ لے لے گا۔ انسان کی فطرت ہے وہ بہت جلد اپنی پہلی حالت کو بھول جاتا ہے، خاص طور پر مال و دولت والے جو بیشتر غریب ہوتے ہیں پھر وہ دولت مند بن جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ وہ پہلے کیا تھے۔ ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اللہ دولت دینے پر قادر ہے، وہ واپس لینے پر بھی اسی طرح قادر ہے اور یہ روزانہ ہوتا رہتا ہے دیکھنے کو نظر بصیرت درکار ہے۔

بَابٌ: قَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ:

﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ﴾ [الكهف: ٩] الْكِتَابُ. ﴿مَرْقُوْمٌ﴾ [المطففين: ٩] مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ ﴿رَبَطْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ﴾ [الكهف: ١٤] أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا ﴿شَطَطًا﴾ إِفْرَاطًا، الْوَصِيْدُ: الْفِنَاءُ وَجَمْعُهُ وَصَائِدُ، وَوُصُدٌ وَيُقَالُ: الْوَصِيْدُ: الْبَابُ ﴿مُؤْصَدَةٌ﴾ [البلد: ٢٠] مُطْبَقَةٌ، اصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ ﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ [الكهف: ١٩] أَحْيَيْنَاهُمْ ﴿أَزْكَى﴾: أَكْثَرُ رَيْعًا. فَضَرَبَ اللَّهُ عَلَى آذَانِهِمْ، فَنَامُوْا، ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ [الكهف: ٢٢] لَمْ يَسْتَبِنْ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ [الكهف: ١٧] تَتْرُكُهُمْ.

باب: (اصحاب کہف کا بیان)

سورۂ کہف میں اللہ نے فرمایا ہے "اے پیغمبر! کیا تو سمجھا کہ کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں عجیب تھے۔" کہف پہاڑ میں جو درہ ہو، رقیم کے معنی لکھی ہوئی کتاب، مرقوم کے معنی بھی لکھی ہوئی رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِم ہم نے ان کے دلوں میں صبر ڈالا، شَطَطًا ظلم اور زیادتی، وَصِیْدَ کے معنی لگن اور صحن، اس کی جمع وَصَائِد اور وُصُد آتی ہے، وصِیْد دروازے کو بھی کہتے ہیں (دہلیز) کو مُؤْصَدَةٌ جو سورۂ ہمزہ میں ہے یعنی بند دروازہ لگی ہوئی عرب لوگ کہتے ہیں۔ آصد الباب اور أَوْصَد الباب یعنی دروازہ بند کیا، بَعَثْنَا ہم نے ان کو زندہ کر دیا۔ أَزْكی یعنی زیادہ سونے والا یا پاکیزہ خوش مزایا ست۔ فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰی اٰذَانِهِم یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو سلا دیا، رَجْمًا بِالْغَيْبِ یعنی بے دلیل (محض گمان اٹکل پچو) مجاہد نے کہا تَقْرِضُهُمْ یعنی چھوڑ دیتا ہے، کترا جاتا ہے۔ سورۂ کہف میں ان جوانوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

تشریح: اس کا مفصل بیان کتاب التفسیر میں آئے گا، ان شاء اللہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب کہف کے باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید ان کو اپنی شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی، عبد بن حمید نے ان کا قصہ طول کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، مگر وہ موقوف ہے۔ رقیم وہ تختہ جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ (الحمد للہ کہ پارہ نمبر ۱۳ بھی خیریت کے ساتھ ختم ہوا)۔

بَابُ حَدِيْثِ الْغَارِ

باب: غار والوں کا قصہ

تشریح: پارہ نمبر ۱۳ کے خاتمہ پر اصحاب کہف کا واقعہ ذکر کیا گیا۔ اس لئے مناسب ہوا کہ پارہ نمبر ۱۴ کو غار والوں کے ذکر سے شروع کیا جائے۔ بعض علمانے آیت مبارکہ ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا......﴾ (۱۸/ الکہف: ۹) میں رقیم والوں سے یہ لوگ جن کا ذکر اس حدیث میں ہے مراد لئے، واقعہ بہت ہی عجیب ہے مگر: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ کے تحت قدرت الٰہی سے کچھ بعید بھی نہیں ہے۔ مزید

تفصیل آگے آ رہی ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: "عقب المصنف قصة اصحاب الكهف بحديث الغار اشارة الى ماوردانه قد قيل ان الرقيم المذكور فى قوله تعالى: ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ هو الغار الذى اصاب فيه الثلاثة ما اصابهم وذالك فيما اخرجه البزار والطبرانى باسناد حسن عن النعمان بن بشير انه مع النبى ﷺ يذكر الرقيم قال انطلق ثلاثة فكانوا فى كهف فوقع الجبل على باب الكهف فاوصد عليهم فذكر الحديث۔" (فتح البارى) یعنی امام بخاری ؒ نے اصحاب کہف کے ذکر کے بعد حدیث غار کا ذکر فرمایا جس میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ آیت کریمہ: ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ (۱۸/ الکہف: ۹) میں رقیم والوں سے وہ غار والے مراد ہیں جو تین تھے اور اچانک وہ پہاڑ کی چٹان گرنے سے اس مصیبت میں پھنس گئے تھے جیسا کہ بزار اور طبرانی نے سند حسن کے ساتھ نعمان بن بشیر ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ رقیم والوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ تین ساتھی چلے جا رہے تھے۔ وہ ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے کہ ان پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور ان کو وہاں بند ہونا پڑا پھر اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور وہاں سے ان کو نجات بخشی۔

٣٤٦٥۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عُبَيْدِاللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُوْنَ إِذْ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ، فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ، فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: إِنَّهُ وَاللَّهِ يَا هَؤُلَاءِ! لَا يُنْجِيْكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ، فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ. فَقَالَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ: أَللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِيْ أَجِيْرٌ عَمِلَ لِيْ عَلَى فَرَقٍ مِنْ أَرُزٍّ، فَذَهَبَ وَتَرَكَهُ، وَأَنِّيْ عَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، فَصَارَ مِنْ أَمْرِهِ أَنِّي اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا، وَأَنَّهُ أَتَانِيْ يَطْلُبُ أَجْرَهُ فَقُلْتُ لَهُ: اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ. فَسُقْهَا، فَقَالَ لِيْ: إِنَّمَا لِيْ عِنْدَكَ فَرَقٌ مِنْ أَرُزٍّ. فَقُلْتُ لَهُ: اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا مِنْ ذَلِكَ الْفَرَقِ، فَسَاقَهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ، فَفَرِّجْ عَنَّا. فَانْسَاخَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ. فَقَالَ الْآخَرُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ

(۳۴۶۵) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم کو علی بن مسہر نے خبر دی، انہیں عبیداللہ بن عمر نے، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر ؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پچھلے زمانے میں (بنی اسرائیل میں سے) تین آدمی کہیں راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش نے انہیں آلیا۔ وہ تینوں پہاڑ کے ایک کھوہ (غار) میں گھس گئے (جب وہ اندر چلے گئے) تو غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں یوں کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ہمیں اس مصیبت سے اب تو صرف سچائی ہی نجات دلائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہر شخص اپنے کسی ایسے عمل کو بیان کر کے دعا کرے جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کیا تھا۔ چنانچہ ایک نے اس طرح دعا کی، اے اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا جس نے ایک فرق (تین صاع) چاول کی مزدوری پر میرا کام کیا تھا لیکن وہ شخص (غصہ میں آ کر) چلا گیا اور اپنے چاول چھوڑ گیا۔ پھر میں نے اس ایک فرق چاول کو لیا اور اس کی کاشت کی۔ اس سے اتنا کچھ ہو گیا کہ میں نے پیداوار میں سے گائے بیل خرید لئے۔ اس کے بہت دن بعد وہی شخص مجھ سے اپنی مزدوری مانگنے آیا۔ میں نے کہا کہ یہ گائے بیل کھڑے ہیں، ان کو لے جا اس نے کہا کہ میرا تو صرف ایک فرق چاول تم پر ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے کہا یہ سب گائے بیل لے جا کیونکہ اسی ایک فرق کی آمدنی ہے۔ آخر وہ گائے بیل لے کر چلا گیا۔ پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ ایمانداری میں نے صرف تیرے ڈر سے کی تھی تو تو غار کا

تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، وَكُنْتُ آتِيهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِيْ فَأَبْطَأْتُ عَنْهُمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَأَهْلِي وَعِيَالِي يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ، وَكُنْتُ لَا أَسْقِيهِمْ حَتَّى يَشْرَبَ أَبَوَايَ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا، وَكَرِهْتُ أَنْ أَدَعَهُمَا، فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا، فَلَمْ أَزَلْ أَنْتَظِرُ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ، فَفَرِّجْ عَنَّا. فَانْسَاخَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ، حَتَّى نَظَرُوْا إِلَى السَّمَاءِ. فَقَالَ الْآخَرُ: أَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَأَنِّي رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَأَبَتْ إِلَّا أَنْ آتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ، فَطَلَبْتُهَا حَتَّى قَدَرْتُ، فَأَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهَا، فَأَمْكَنَتْنِي مِنْ نَفْسِهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا، قَالَتْ: إِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ. فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ الْمِائَةَ الدِّيْنَارَ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا. فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا)).

[راجع: ۲۲۱۵]

منہ کھول دے۔ چنانچہ اسی وقت وہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔ پھر دوسرے نے اس طرح دعا کی: اے اللہ! تجھے خوب معلوم ہے کہ میرے ماں باپ جب بوڑھے ہوگئے تو میں ان کی خدمت میں روزانہ رات میں اپنی بکریوں کا دودھ لاکر پلایا کرتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے میں دیر سے آیا تو وہ سو چکے تھے۔ ادھر میرے بیوی اور بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے لیکن میری عادت تھی کہ جب تک والدین کو دودھ نہ پلالوں، بیوی بچوں کو نہیں دیتا تھا مجھے انہیں بیدار کرنا بھی پسند نہیں تھا اور چھوڑنا بھی پسند نہ تھا (کیونکہ یہی ان کا شام کا کھانا تھا اور اس کے نہ پینے کی وجہ سے وہ کمزور ہو جاتے) پس میں ان کا وہیں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس اگر تیرے علم میں بھی میں نے یہ کام تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو تو ہماری مشکل دور کردے۔ اس وقت وہ پتھر کچھ اور ہٹ گیا اور اب آسمان نظر آنے لگا۔ پھر تیسرے شخص نے یوں دعا کی، اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں ایک بار اس سے صحبت کرنی چاہی، اس نے انکار کیا مگر اس شرط پر تیار ہوئی کہ میں اسے سو اشرفی لاکر دے دوں۔ میں نے یہ رقم حاصل کرنے کے لئے کوشش کی۔ آخر وہ مجھے مل گئی تو میں اس کے پاس آیا اور وہ رقم اس کے حوالے کردی۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جس میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ چکا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور مہر کو بغیر حق کے نہ توڑ۔ میں (یہ سنتے ہی) کھڑا ہوگیا اور سو اشرفی بھی واپس نہیں لی۔ پس اگر تیرے علم میں میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو تو ہماری مشکل آسان کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل دور کردی اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔"

تشریح: اس حدیث کے ذیل میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفيه فضل الاخلاص فى العمل وفضل برالوالدين وخدمتهما و ايثارهما على الولد والأهل وتحمل المشقة لاجلهما وقد استشكل تركه اولاده الصغار يبكون من الجوع طول ليلتهما مع قدرته على تسكين جوعهم فقيل كان فى شرعهم تقديم نفقة الأصل علىٰ غيرهم وقيل يحتمل ان بكائهم ليس عن الجوع وقد تقدم ما يرده وقيل لعلهم كانوا يطلبون زيادة على سد الرمق وهذا اولى وفيه فضل العفة والانكفاف عن الحرام مع القدرة وان ترك المعصية يمحو مقدمات طلبها وان التوبة تجب ما قبلها وفيه جواز الاجارة بالطعام المعلوم بين المتاجرين وفضل اداء الأمانة واثبات الكرامة للصالحين۔" (فتح البارى جلد ٦ صفحه ٦٣٣)

یعنی اس حدیث سے عمل میں اخلاص کی فضیلت ثابت ہوئی اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کی اور یہ کہ ماں باپ کی رضا جوئی کے لئے ہر ممکن مشقت کو برداشت کرنا اولاد کا فرض ہے۔ اس شخص نے اپنے بچوں کو رونے ہی دیا اور ان کو دودھ نہیں پلایا، اس کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کی شریعت کا حکم ہی یہ تھا کہ خرچ میں ماں باپ کو دوسروں پر مقدم رکھا جائے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان بچوں کو دودھ تھوڑا ہی پلایا گیا اس لئے وہ روتے رہے، اور اس حدیث سے پاکبازی کی بھی فضیلت ثابت ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ کرنے سے پہلی غلطیاں بھی معاف ہوجاتی ہیں اور اس سے یہ بھی جواز نکلا کہ مزدور کو طعام کی اجرت پر بھی مزدور رکھا جاسکتا ہے اور امانت کی ادائیگی کی بھی فضیلت ثابت ہوئی اور صالحین کی کرامتوں کا بھی اثبات ہوا کہ اللہ پاک نے ان صالح بندوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں اس پتھر کو چٹان کے منہ سے ہٹا دیا اور یہ لوگ وہاں سے نجات پا گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہم) نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ اصحاب کہف کے بعد حدیث غار کا ذکر فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ آیت قرآنی: ﴿ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ ﴾ (۱۸/ الکھف: ۹) میں رقیم سے یہی غار والے مراد ہیں جیسا کہ طبرانی اور بزار نے سند حسن کے ساتھ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، رقیم کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے ان تینوں شخصوں کا ذکر فرمایا جو ایک غار میں پناہ گزیں ہوگئے تھے اور جن پر پتھر کی چٹان گر گئی تھی اور اس غار کا منہ بند کردیا تھا۔ تینوں میں مزدوری پر زراعت کا کام کرانے والے کا ذکر ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس کا قصہ یوں مذکور ہے کہ میں نے کئی مزدور اس کی مزدوری ٹھہرا کر کام پر لگائے۔ ایک شخص دوپہر کو آیا میں نے اس کو آدھی مزدوری پر رکھا لیکن اس نے اتنا کام کیا جتنا اوروں نے سارے دن میں کیا تھا میں نے کہا کہ میں اس کو بھی سارے دن کی مزدوری دوں گا۔ اس پر پہلے مزدوروں میں سے ایک شخص غصے ہوا۔ میں نے کہا بھائی تجھے کیا مطلب ہے۔ تو اپنی مزدوری پوری لے لے۔ اس نے غصے میں اپنی مزدوری بھی نہیں لی اور چل دیا۔ پھر آگے وہ ہوا جو روایت میں مذکور ہے۔ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان تینوں میں افضل تیسرا شخص تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا شہوت آدمی پر بہت غلبہ کرتی ہے اور جو شخص سب سامان ہوتے ہوئے محض خوف الٰہی سے بدکاری سے باز رہ گیا اس کا درجہ صدیقین میں ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق اسی لئے فرمایا کہ انہوں نے زلیخا کے اصرار شدید پر بھی برا کام کرنا منظور نہیں کیا اور دنیا کی سخت تکلیف برداشت کی۔ ایسا شخص بموجب نص قرآنی جنتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ﴾ (۷۹/ النازعات ۴۰، ۴۱) یعنی جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات حرام سے روک لیا تو جنت اس کا ٹھکانا ہے۔ جعلنا اللہ منہم آمین۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کے لئے اعمال صالحہ کو پیش کرنا جائز طریقہ ہے اور دعاؤں میں بطور وسیلہ وفات شدہ بزرگوں کا نام لینا یہ درست نہیں ہے۔ اگر درست ہوتا تو یہ غار والے اپنے انبیا و اولیا کے ناموں سے دعا کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اعمال صالحہ کو ہی وسیلہ میں پیش کیا۔ اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرتے ہوئے ان لوگوں کو اپنی دعاؤں میں اپنے ولیوں پیروں اور بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں غور کرنا چاہیے کہ وہ ایسا عمل کر رہے ہیں جس کا کوئی ثبوت کتاب و سنت اور بزرگان اسلام سے نہیں ہے۔ آیت مبارکہ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ﴾ الآیۃ (۵/ المائدۃ: ۳۵) میں بھی وسیلہ سے اعمال صالحہ ہی مراد ہیں۔

بَابٌ

٣٤٦٦۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا إِذْ مَرَّ بِهَا رَاكِبٌ وَهِيَ تُرْضِعُهُ،

باب

(۳۴۶۶) ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ''ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک سوار (نامعلوم) ادھر سے گزرا، وہ اس وقت بھی بچے کو دودھ پلا رہی تھی (سوار کی شان دیکھ کر)

فَقَالَتْ: أَللّٰهُمَّ لَا تُمِتِ ابْنِيْ حَتَّى يَكُوْنَ مِثْلَ هَذَا. فَقَالَ: أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ. ثُمَّ رَجَعَ فِي الثَّدْيِ، وَمُرَّ بِامْرَأَةٍ تُجَرَّرُ وَيُلْعَبُ بِهَا فَقَالَتْ: أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا. فَقَالَ: أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا. فَقَالَ: أَمَّا الرَّاكِبُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ، وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَهَا: تَزْنِي. وَتَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ. وَيَقُوْلُوْنَ لَهَا: تَسْرِقُ، وَتَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ)). [راجع: ١٢٠٦]

عورت نے دعا کی اے اللہ! میرے بچے کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ اس سوار جیسا نہ ہو جائے۔ اسی وقت (بقدرتِ الٰہی) بچہ بول پڑا۔ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ کرنا۔ اور پھر وہ دودھ پینے لگا۔ اس کے بعد ایک (نامعلوم) عورت کو ادھر سے لے جایا گیا، اسے لے جانے والے اسے گھسیٹ رہے تھے اور اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ماں نے دعا کی، اے اللہ! میرے بچے کو اس عورت جیسا نہ کرنا، لیکن بچے نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنا دینا (پھر تو ماں نے پوچھا، ارے یہ کیا معاملہ ہے؟) اس بچے نے بتایا کہ سوار تو کافر و ظالم تھا اور عورت کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ تو زنا کراتی ہے تو وہ جواب دیتی حسبی اللّٰه (اللہ میرے لئے کافی ہے، وہ میری پاک دامنی جانتا ہے) لوگ کہتے کہ تو چوری کرتی تو وہ جواب دیتی حسبی اللّٰه (اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہ میری پاک دامنی جانتا ہے)۔

تشریح: شیر خوار بچے کا یہ کلام قدرت الٰہی کے تحت ہوا۔ بچے نے اس ظالم و کافر سوار سے اظہار بیزاری اور عورت مؤمنہ و مظلومہ سے اظہار ہمدردی کیا۔ اس میں ہمارے لئے بہت سے درس پوشیدہ ہیں۔ اس میں دین دار و متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے کہ وہ کبھی بھی دنیا داروں کے عیش و آرام اور ان کی ترقیات دنیوی سے اثر نہ لیں بلکہ سمجھیں کہ ان بد دینوں کے لئے یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے۔ ایک دن موت آئے گی اور یہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔ اسلام بڑی بھاری دولت ہے جو کبھی بھی زائل نہ ہوگی۔

٣٤٦٧۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ: قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ، إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ، فَغُفِرَ لَهَا بِهِ)).

[راجع: ٧٣٢١] [مسلم: ٥٨٦١]

(٣٤٦٧) ہم سے سعید بن تلید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے جریر بن حازم نے خبر دی، انہیں ایوب نے اور انہیں محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا: ”ایک کتا ایک کنویں کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا جیسے پیاس کی شدت سے اس کی جان نکل جانے والی ہو گئی کہ بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے اسے دیکھ لیا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر کتے کو پانی پلایا اور اس کی مغفرت اسی عمل کی وجہ سے ہو گئی۔“ (معلوم ہوا کہ جانور کو بھی پانی پلانے میں ثواب ہے۔ یہ خلوص کی برکت تھی کہ ایک نیکی سے وہ بدکار عورت بخش دی گئی)۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جانور کو بھی پانی پلانے میں ثواب ہے۔ یہ خلوص کی برکت تھی کہ ایک نیکی سے وہ بدکار عورت بخش دی گئی۔

٣٤٦٨۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ

(٣٤٦٨) ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن عبدالرحمٰن نے اور انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے سنا ایک سال جب وہ حج کے لئے گئے

سُفْيَانَ، عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ وَكَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ! أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ، وَيَقُولُ: ((إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ)). [أطرافه في: ٣٤٨٨، ٥٩٣٢، ٥٩٣٨] [مسلم: ٥٥٧٨، ٥٥٧٩؛ ابوداود: ٤١٦٧؛ ترمذي: ٢٧٨١؛ نسائي: ٥٢٦٠]

ہوئے تھے تو منبر نبوی پر کھڑے ہو کر انہوں نے پیشانی کے بالوں کا ایک گچھا لیا جو ان کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا: اے مدینہ والو! تمہارے علما کدھر گئے میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے اس طرح (بال جوڑنے) کی ممانعت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ "بنی اسرائیل پر بربادی اس وقت آئی جب (شریعت کے خلاف) ان کی عورتوں نے اس طرح بال سنوارنے شروع کر دیئے تھے۔"

تشریح: تمہارے علما کدھر گئے یعنی کیا تم کو منع کرنے والے علما ختم ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ منکرات پر لوگوں کو منع کرنا علما کا فرض ہے۔ دوسروں کے بال اپنے سر میں جوڑنا مراد ہے۔ دوسری حدیث میں ایسی عورت پر لعنت آئی ہے۔ معاویہ ؓ کا یہ خطبہ ۵۱ھ سے متعلق ہے۔ جب آپ اپنی خلافت میں آخری حج کرنے آئے تھے، اکثر علمائے صحابہ انتقال فرما چکے تھے۔ امیر معاویہ ؓ نے جہال کے ایسے افعال کو دیکھ کر یہ تاسف ظاہر فرمایا۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی یہ حرام تھا مگر ان کی عورتوں نے اس گناہ کا ارتکاب کیا اور ایسی ہی حرکتوں کی وجہ سے بنی اسرائیل تباہ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ محرمات کے عمومی ارتکاب سے قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان ؓ قریشی اور اموی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ حضرت معاویہ خود اور ان کے والد فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ یہ مؤلفۃ القلوب میں داخل تھے۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے مراسلات لکھنے کی خدمت ان کو سونپی گئی۔ اپنے بھائی یزید کے بعد شام کے حاکم مقرر ہوئے۔ حضرت عمر کے زمانہ سے وفات تک حاکم ہی رہے۔ یہ کل مدت بیس سال ہے۔ حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں تقریبا۴ سال اور حضرت عثمان ؓ کی پوری مدت خلافت اور حضرت علی ؓ کی پوری مدت خلافت اور ان کے بیٹے حضرت حسن ؓ کی مدت خلافت یہ کل بیس سال ہوئے۔ اس کے بعد حضرت حسن بن علی ؓ نے ۴۱ھ میں خلافت ان کے سپرد کر دی تو حکومت مکمل طور پر ان کو حاصل ہو گئی اور مکمل بیس سال تک زمانہ سلطنت ان کے ہاتھ میں رہی۔ بمقام دمشق رجب سنہ ۶۰ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آخر عمر میں لقوہ کی بیماری ہو گئی تھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کاش میں وادی ذی طویٰ میں قریش کا ایک آدمی ہوتا اور یہ حکومت وغیرہ کچھ نہ جانتا۔ ان کی زندگی میں بہت سے سیاسی انقلاب آتے جاتے رہے۔ انتقال سے پہلے ہی اپنے بیٹے یزید کو زمام حکومت سونپ کر سبکدوش ہو گئے تھے مگر یزید بعد میں ان کا کیسا جانشین ثابت ہوا یہ دنیائے اسلام جانتی ہے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت معاویہ ؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ہندہ بنت عتبہ عاقلہ خاتون تھیں۔ فتح مکہ کے دن دوسری عورتوں کے ساتھ انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی اور نہ چوری کرو گی تو ہندہ نے عرض کیا کہ میرے خاوند ابوسفیان ہاتھ روک کر خرچ کرتے ہیں جس سے تنگی لاحق ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس قدر لے لو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے حسب دستور کافی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اور زنا نہ کرو گی، تو ہندہ نے عرض کیا کہ آیا کوئی شریف عورت زنا کار ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو قتل نہ کرو گی تو ہندہ نے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے سب بچوں کو قتل کرا دیا۔ ہم نے تو چھوٹے بچوں کو پرورش کیا اور بڑے ہونے پر آپ نے ان کو بدر میں قتل کرا دیا۔ حضرت عمر ؓ کی خلافت کے زمانے میں وفات پائی۔ اسی روز حضرت ابو قحافہ ؓ ابوبکر ؓ کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔

٣٤٦٩۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللَّهِ

(۳۴۶۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم

قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ، وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ، فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)). [طرفه في: ٣٦٨٩]

سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے ابوسلمہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”گزشتہ امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔“ (لفظ محدث دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کے ولی کے دل میں ایک بات ڈال دی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ درجہ کامل طور پر حاصل تھا۔ کئی باتوں میں ان ہی کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی اس لئے آپ کو محدث کہا گیا)۔

تشریح: لفظ محدث دال کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کے ولی کے دل میں ایک بات ڈال دی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ درجہ کامل طور پر حاصل تھا۔ کئی باتوں میں ان ہی کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوئی اس لئے آپ کو محدث کہا گیا۔

٣٤٧٠ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ، فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ تَوْبَةٌ؟ قَالَ: لَا. فَقَتَلَهُ، فَجَعَلَ يَسْأَلُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا. فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي. وَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي. وَقَالَ: قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا. فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبُ بِشِبْرٍ، فَغُفِرَ لَهُ)). [مسلم: ٧٠٠٨، ٧٠١٠؛ ابن ماجه: ٢٦٢٦]

(٣٤٧٠) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان، ان سے شعبہ نے، ان سے قتادہ نے ان سے ابوصدیق ناجی بکر بن قیس نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا (نام نامعلوم) جس نے ننانوے خون ناحق کئے تھے پھر وہ (نادم ہوکر) مسئلہ پوچھنے نکلا۔ وہ ایک درویش کے پاس آیا اور اس سے پوچھا، کیا اس گناہ سے توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ درویش نے جواب دیا کہ نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس درویش کو بھی قتل کر دیا (اور سو خون پورے کر دیئے) پھر وہ (دوسروں سے) پوچھنے لگا۔ آخر اس کو ایک درویش نے بتایا کہ فلاں بستی میں چلا جا (وہ آدھے راستے بھی نہیں پہنچا تھا کہ) اس کی موت واقع ہوگئی۔ مرتے مرتے اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ آخر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں باہم جھگڑا ہوا۔ (کہ کون اسے لے جائے) لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نصرہ نامی بستی (جہاں وہ توبہ کے لئے جا رہا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش سے قریب ہوجائے اور دوسری بستی کو (جہاں سے وہ نکلا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہو جا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب دونوں کا فاصلہ دیکھو اور (جب ناپا تو) اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کے لئے جا رہا تھا) ایک بالشت نعش سے نزدیک پایا اس لئے وہ بخش دیا گیا۔

تشریح: جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اس کا نام نصرہ بتایا گیا ہے۔ وہاں ایک بڑا درویش رہتا تھا مگر وہ قاتل اس بستی میں پہنچنے سے پہلے راستے ہی

میں انتقال کرگیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرکے اللہ کی طرف رجوع ہو کر نکلا تھا۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا، اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو قاتل مؤمن کی توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے۔" قال عياض وفيه ان التوبة تنفع من القتل كما تنفع من سائر الذنوب۔" (فتح الباری) یعنی قتل ناحق سے توبہ کرنا ایسا ہی نفع بخش ہے جیسا کہ اور گناہوں سے۔

٣٤٧١ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً إِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا، إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ)). فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ! بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ. قَالَ: ((فَإِنِّي أُومِنُ بِهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ)) وَمَا هُمَا ثَمَّ ((وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمِهِ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ، فَطَلَبَ حَتَّى كَأَنَّهُ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ، فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: هَذَا اسْتَنْقَذَهَا مِنِّي فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ؟ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي)). فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ! ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ. قَالَ: ((فَإِنِّي أُومِنُ بِهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ)). وَمَا هُمَا ثَمَّ. حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

[راجع: ٢٣٢٤]

(٣٤٧١) ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے، ان سے ابوسلمہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "ایک شخص (بنی اسرائیل کا) اپنی گائے ہانکے لئے جارہا تھا کہ وہ اس پر سوار ہو گیا اور پھر اسے مارا۔ اس گائے نے (بقدرت الٰہی) کہا کہ ہم جانور سواری کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ ہماری پیدائش تو کھیتی کے لئے ہوئی ہے۔" لوگوں نے کہا سبحان اللہ! گائے بات کرتی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بھی۔" حالانکہ وہاں موجود بھی نہیں تھے۔ "اسی طرح ایک شخص اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے جانے لگا ریوڑ والا دوڑا اور اس نے بکری کو بھیڑیئے سے چھڑا لیا۔ اس پر بھیڑیا (بقدرت الٰہی) بولا، آج تو تم نے مجھ سے اسے چھڑا لیا لیکن درندوں والے دن میں (قرب قیامت) اسے کون بچائے گا جس دن میرے سوا اور کوئی اس کا چرواہا نہ ہوگا؟" لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "میں تو اس بات پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی۔" حالانکہ وہ دونوں اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور ہم سے علی بن عبداللہ مدینی نے کہا، ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے مسعر سے، انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کیا اور انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: نبی کریم ﷺ کو حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی قوت ایمانی پر یقین تھا۔ اسی لئے آپ نے ان کو اس پر ایمان لانے میں شریک فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے گائے کو اور بھیڑیئے کو کلام کرنے کی طاقت دے دی۔ اس میں دلیل ہے کہ جانوروں کا استعمال ان ہی کاموں کے لئے ہونا چاہیے جن میں بطور عادت وہ استعمال کیے جاتے رہتے ہیں۔ (فتح الباری)

٣٤٧٢- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي، إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ، وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ. وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ: إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا، فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِي: تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ أَحَدُهُمَا: لِي غُلَامٌ. وَقَالَ الْآخَرُ: لِي جَارِيَةٌ. قَالَ: أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ، وَتَصَدَّقَا)). [٢٣٦٥]

[مسلم: ٤٤٩٧]

(۳۴۷۲) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص نے دوسرے شخص سے مکان خریدا اور مکان کے خریدار کو اس مکان میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا جس سے وہ مکان اس نے خریدا تھا اس سے اس نے کہا بھائی گھڑا لے جا۔ کیونکہ میں نے تم سے گھر خریدا ہے سونا نہیں خریدا تھا لیکن پہلے مالک نے کہا کہ میں نے گھر کو ان تمام چیزوں سمیت تمہیں بیچ دیا تھا جو اس کے اندر موجود ہوں۔ یہ دونوں ایک تیسرے شخص کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے۔ فیصلہ کرنے والے نے ان سے پوچھا کیا تمہارے کوئی اولاد ہے؟ اس پر ایک نے کہا کہ میرے ایک لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے۔ فیصلہ کرنے والے نے ان سے کہا کہ لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور سونا انہیں پر خرچ کر دو اور خیرات بھی کر دو۔''

تشریح: قسطلانی رحمہ اللہ نے کہا کہ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی زمین بیچے پھر اس میں سے خزانہ نکلے تو وہ بائع ہی کا ہوگا جیسے گھر بیچے اس میں کچھ اسباب ہو تو وہ بائع ہی کو ملے گا مگر مشتری شرط کر لے تو دوسری بات ہے۔

٣٤٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَعَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَسْأَلُ، أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الطَّاعُوْنِ فَقَالَ أُسَامَةُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((الطَّاعُوْنُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ)). قَالَ أَبُو

(۳۴۷۳) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے محمد بن منکدر اور عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابوالنضر نے، ان سے عامر بن سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا اور انہوں نے (عامر نے) اپنے والد (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھتے سنا تھا کہ طاعون کے بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاعون ایک عذاب ہے جو پہلے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا یا آپ نے یہ فرمایا کہ ایک گزشتہ امت پر بھیجا گیا۔ اس لئے جب کسی جگہ کے متعلق تم سنو (کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے) تو وہاں نہ جاؤ۔ لیکن اگر کسی ایسی جگہ یہ وبا پھیل جائے جہاں تم پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔'' ابوالنضر نے کہا یعنی ''بھاگنے کے سوا اور

النَّضرِ: ((لَا يُخْرِجُكُمْ إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ)).

کوئی غرض نہ ہو تو مت نکلو۔"

[طرفاه في: ٥٧٢٨، ٦٩٧٤] [مسلم: ٥٧٧٢؛ ترمذي: ١٠٦٥]

تشریح: معلوم ہوا کہ تجارت سوداگری، جہاد یا دوسری غرضوں کے لئے طاعون زدہ مقامات سے نکلنا جائز ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ طاعون کے زمانے میں اپنے بیٹوں کو دیہات میں روانہ کر دیتے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا جب طاعون آئے تو پہاڑوں کی چوٹیوں میں پھیل جاؤ، شاید ان صحابہ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کو جا رہے تھے معلوم ہوا کہ وہاں طاعون ہے، واپس لوٹ آئے۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ طاعون میں پہلے شدید بخار ہوتا ہے پھر بغل یا گردن میں گلٹی نکلتی ہے اور آدمی مر جاتا ہے۔ طاعون کی موت شہادت ہے۔

٣٤٧٤ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَنِي: ((أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَأَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيدٍ)). [طرفاه في: ٥٧٣٤، ٦٦١٩]

(۳۴۷۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے داؤد بن ابی فرات نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن بریدہ نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن یعمر نے اور ان سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ "یہ ایک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنوں کے لئے رحمت بنا دیا ہے۔ اگر کسی شخص کی بستی میں طاعون پھیل جائے اور وہ صبر کے ساتھ خدا کی رحمت سے امید لگائے ہوئے وہیں ٹھہرا رہے کہ ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھا ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔"

٣٤٧٥ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا، أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ)). ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ

(۳۴۷۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ مخزومیہ خاتون (فاطمہ بنت اسود) جس نے (غزوۂ فتح کے موقع پر) چوری کر لی تھی، اس کے معاملہ نے قریش کو فکر میں ڈال دیا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ پر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کون کرے! آخر یہ طے پایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ کو بہت عزیز ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ کہا تو آپ نے فرمایا: "اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش

قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَأَيْمُ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا)). [راجع: ٢٦٤٨]

[مسلم: ٤٤١٠؛ ابوداود: ٤٣٧٣؛ ترمذي: ١٤٣٠؛ نسائي: ٤٩١٤؛ ابن ماجه: ٢٥٤٧]

کرتا ہے؟'' پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا (جس میں) آپ نے فرمایا: ''پچھلی بہت سی امتیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان کا کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔''

تشریح: اس حدیث کی شرح کتاب الحدود میں آئے گی۔ چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنا شریعت موسوی میں بھی تھا۔ جو کوئی اس سزا کو وحشیانہ بتائے وہ خود وحشی ہے اور جو کوئی مسلمان ہو کر اس سزا کو خلاف تہذیب کہے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (وحیدی) حضرت اسامہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے بڑے ہی چہیتے بچے تھے کیونکہ ان کے والد حضرت زید بن حارثہ ؓ کی پرورش رسول اللہ ﷺ نے کی تھی۔ یہاں تک کہ بعض لوگ ان کو رسول کریم ﷺ کا بیٹا سمجھتے اور اسی طرح پکارتے مگر آیت کریمہ: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ الخ (۳۳/الاحزاب:۵) نے ان کو اس طرح پکارنے سے منع کر دیا۔

٣٤٧٦۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ الْهِلَالِيَّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، قَرَأَ آيَةً وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ: ((كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ، وَلَا تَخْتَلِفُوْا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا)). [راجع: ٢٤١٠]

(۳۴۷۶) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک بن میسرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے نزال بن سبرہ ہلالی سے سنا اور ان سے عبداللہ بن مسعود ؓ نے بیان کیا کہ میں نے ایک صحابی (عمرو بن عاص) کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے سنا۔ وہی آیت نبی کریم ﷺ سے اس کے خلاف قرات کے ساتھ میں سن چکا تھا، اس لئے میں انہیں ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا لیکن میں نے آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر اس کی وجہ سے ناراضی کے آثار دیکھے۔ آپ نے فرمایا: ''تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ آپس میں اختلاف نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے لوگ اسی قسم کے جھگڑوں سے تباہ ہوگئے۔''

تشریح: یعنی قرآن مجید میں جو اختلاف قراءت ہے، اس میں ہر آدمی کو اختیار ہے جو قراءت چاہے وہ پڑھے۔ اس امر میں لڑنا جھگڑنا منع ہے۔ ایسے ہی فروعی اور قیاسی مسائل میں لڑنا جھگڑنا منع ہے اور خواہ مخواہ کسی کو قیاسی مسائل کے لئے مجبور کرنا کہ وہ صرف امام ابوحنیفہ ؒ یا صرف امام شافعی ؒ کے اجتہاد پر چلے یہ ناحق کا تحاکم، جبر اور ظلم ہے۔ (وحیدی)

٣٤٧٧۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِيْ، قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ، قَالَ عَبْدُاللّٰهِ: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَحْكِيْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ،

(۳۴۷۷) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے باپ حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے شقیق بن سلمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا میں گویا نبی کریم ﷺ کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ آپ بنی اسرائیل کے ایک نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ ان کی قوم نے انہیں مارا اور خون آلود کر دیا۔ لیکن وہ نبی

وَيَقُوْلُ: ((أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ)). [طرفه في: ٦٩٢٩] [مسلم: ٤٦٤٦، ٤٦٤٧؛ ابن ماجه: ٤٠٢٥]

خون صاف کرتے جاتے اور یہ دعا کرتے کہ ''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما۔ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

تشریح: کہتے ہیں کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے مگر اس صورت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بنی اسرائیل کے باب میں نہ لاتے تو ظاہر ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس حدیث سے نصیحت لیں، خصوصاً عالموں اور مولویوں کو جو دین کی باتیں بیان کرنے میں ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ کی راہ میں لوگوں کی طرف سے تکالیف برداشت کرنا پیغمبروں کی میراث ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: ''وقد ذكر مسلم بعد تخريج هذا الحديث حديث انه ﷺ قال في قصة احد كيف يفلح قوم دمواوجه نبيهم فانزل الله ﴿ليس لك من الامر شيء﴾ ومن ثم قال القرطبى ان النبى ﷺ الحاكى والمحكي كما سياتى واما النووى فقال هذا النبى الذى جرى له ماحكاه النبى ﷺ من المتقدمين وقد جرى لنبينا نحو ذالك يوم احد۔'' (فتح البارى) یعنی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کے بعد لکھا ہے کہ واقعہ احد پر جب کہ آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ہمارے نبی! آپ کو اس بارے میں مختار نہیں بنایا گیا یعنی قریب ہے کہ یہی لوگ ہدایت پا جائیں (جیسا کہ بعد میں ہوا) اس جگہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس واقعہ کے حاکی اور محکی خود نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ گویا آپ اپنے ہی متعلق یہ حکایت نقل فرما رہے ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ نے یہ کسی گزشتہ نبی ہی کی حکایت نقل فرمائی ہے اور ہمارے نبی محترم ﷺ کے ساتھ بھی جنگ احد میں یہی ماجرا گزرا، بہر حال اس حدیث سے بہت سے ایمان افروز نتائج نکلتے ہیں۔ مردان راہ الٰہی کا یہی طریقہ ہے کہ وہ جانی دشمنوں کو بھی دعائے خیر ہی سے یاد فرمایا کرتے ہیں۔ سچ ہے: ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ (۴۱/حم سجدۃ: ۳۵)

٣٤٧٨ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ: أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: خَيْرَ أَبٍ. قَالَ: فَإِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ثُمَّ اسْحَقُوْنِي ثُمَّ ذَرُوْنِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ. فَفَعَلُوْا، فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ قَالَ: مَخَافَتُكَ. فَتَلَقَّاهُ رَحْمَةً)) وَقَالَ مُعَاذٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه في: ٦٤٨١، ٧٥٠٨]

(۳۴۷۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے عقبہ بن عبد الغافر نے، ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے کہ ''گزشتہ امتوں میں ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے خوب دولت دی تھی۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا، میں تمہارے حق میں کیسا باپ ثابت ہوا؟ بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمارے بہترین باپ تھے۔ اس شخص نے کہا لیکن میں نے عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس لئے جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر میری ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور (راکھ کو) کسی سخت آندھی کے دن ہوا میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ پاک نے اسے جمع کیا اور پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس شخص نے عرض کیا کہ پروردگار تیرے ہی خوف سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے سایہ رحمت میں جگہ دی۔'' اس حدیث کو معاذ عنبری نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، انہوں نے عقبہ بن عبد الغافر سے سنا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے

اورانہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

٣٤٧٩ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: قَالَ عُقْبَةُ لِحُذَيْفَةَ أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: ((إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، لَمَّا أَيِسَ مِنَ الْحَيَاةِ، أَوْصَى أَهْلَهُ إِذَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا، ثُمَّ أَوْرُوْا نَارًا حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِيْ، وَخَلَصَتْ إِلَى عَظْمِيْ، فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا، فَذَرُّوْنِيْ فِي الْيَمِّ فِيْ يَوْمٍ حَارٍّ أَوْ رَاحٍ. فَجَمَعَهُ اللّٰهُ، فَقَالَ: لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ. فَغَفَرَ لَهُ)). قَالَ عُقْبَةُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ. حَدَّثَنَا مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ وَقَالَ: ((يَوْمٍ رَاحٍ)). [راجع: ٣٤٥٢]

(۳۴۷۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے، ان سے عبدالملک بن عمیر نے، ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا کہ عقبہ بن عمرو ابومسعود انصاری نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے جو حدیثیں سنی ہیں وہ آپ ہم سے کیوں بیان نہیں کرتے؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے سنا تھا کہ ”ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب ہوا اور وہ زندگی سے بالکل ناامید ہوگیا تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میری موت ہوجائے تو پہلے میرے لئے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور اس سے آگ جلانا۔ جب آگ میرے جسم کو خاکستر بنا چکے اور صرف ہڈیاں باقی رہ جائیں تو ہڈیوں کو پیس لینا اور کسی سخت گرمی کے دن میں یا (یوں فرمایا کہ) سخت ہوا کے دن میں مجھ کو ہوا میں اڑا دینا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کیا اور پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے کہا کہ تیرے ہی ڈر سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔“ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے یہ حدیث سنی ہے۔ ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک نے بیان کیا اور کہا کہ اس روایت میں فِی یَوْمٍ راح ہے (سوا شک کے) اس کے معنی بھی کسی تیز ہوا کے دن کے ہیں۔

تشریح: بعض روایتوں میں اس کو کفن چور بتلایا گیا ہے۔ بہرحال اس نے اپنے خیال باطل میں اخروی عذاب سے بچنے کے لیے یہ راستہ سوچا تھا مگر اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے اس راکھ کے ذرے ذرے کو جمع فرما کر اسے حساب کے لئے کھڑا کر دیا۔ ایسے توہمات باطلہ سراسر فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔

٣٤٨٠ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا. قَالَ: فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ)). [راجع: ٢٠٧٨]

(۳۴۸۰) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکروں کو اس نے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب تم کسی مفلس کو پاؤ (جو میرا قرض دار ہو) تو اسے معاف کر دیا کرو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملا تو اللہ نے اسے بخش دیا۔“

٣٤٨١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

(۳۴۸۱) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے

حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ، فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيَّ لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا. فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الْأَرْضَ، فَقَالَ: اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ. فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ: مُخَافَتُكَ يَا رَبِّ، فَغَفَرَ لَهُ ـ وَقَالَ غَيْرُهُ ـ خَشْيَتُكَ)). [طرفه في: ٧٥٠٦] [مسلم: ٦٩٨١، ٦٩٨٣؛ نسائي: ٢٠٧٨؛ ابن ماجه: ٤٢٥٥]

بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں حمید بن عبدالرحمن نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص بہت گناہ کیا کرتا تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں سے اس نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا پھر میری ہڈیوں کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے اتنا سخت عذاب کرے گا جو پہلے کسی کو بھی اس نے نہیں کیا ہوگا۔ جب وہ مر گیا تو (اس کی وصیت کے مطابق) اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ اگر ایک ذرہ بھی کہیں اس کے جسم کا ترے پاس ہے تو اسے جمع کر کے لا۔ زمین حکم بجا لائی اور وہ بندہ اب (اپنے رب کے سامنے) کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا، تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اے رب! تیرے ڈر کی وجہ سے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی۔“ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ نے اس حدیث میں لفظ خَشْيَتُكَ کے بدل مُخَافَتُكَ کہا ہے (دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہی ہے)۔

تشریح: حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الفاظ ((لئن قدر الله علی)) اس شخص نے غلبہ خوف و دہشت کی بنا پر زبان سے نکالے جب کہ وہ حالت غفلت اور نسیان میں تھا اسی لئے یہ الفاظ اس کے لئے قابل مؤاخذہ نہیں ہوئے۔

٣٤٨٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)).

[راجع: ٢٣٦٥] [مسلم: ٥٨٥٢]

(۳۴۸۲) ہم سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”(بنی اسرائیل کی) ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا جسے اس نے قید کر رکھا تھا جس سے وہ بلی مر گئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں گئی۔ جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھی تو اس نے اسے کھانے کے لئے کوئی چیز نہ دی، نہ پینے کے لئے اور نہ اس نے بلی کو چھوڑا ہی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔“

تشریح: بعض دیوبندی تراجم میں یہاں گھاس پھونس کا ترجمہ کیا گیا ہے جو غالباً لفظ حشاش حائے حطی کا ترجمہ ہے مگر مشاہدہ یہ ہے کہ بلی گھاس پھونس نہیں کھاتی۔ اس لئے یہاں لفظ حشاش بھی صحیح نہیں، اور یہ ترجمہ بھی۔ والله اعلم بالصواب۔

٣٤٨٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ زُهَيْرٍ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ،

(۳۴۸۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، ان سے زہیر نے، کہا ہم سے منصور نے بیان کیا، ان سے ربعی بن حراش نے، کہا ہم سے ابومسعود

حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُوْدٍ، عُقْبَةُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ، إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)).

عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں نے اگلے پیغمبروں کے کلام میں جو پایا ان میں یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو تو پھر جو جی چاہے کر۔"

[طرفاه في: ٣٤٨٤، ٦١٢٠] [ابوداود: ٤٧٩٧؛ ابن ماجه: ٤١٨٣]

٣٤٨٤ـ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلَى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)). [راجع: ٣٤٨٣]

(۳۴۸۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے ربعی بن حراش سے سنا، وہ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔"

تشریح: فارسی میں اس کا ترجمہ یوں ہے: بے حیا باش ہرچہ خواهی کن۔ مطلب یہ ہے کہ جب حیا شرم ہی نہ رہی ہو تو تمام برے کام شوق سے کرتا رہ۔ آخر ایک دن ضرور عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اس حدیث کی سند میں منصور کے سماع کی ربعی سے صراحت ہے۔ دوسرے افعل کی جگہ اصنع ہے۔ لہٰذا تکرار بے فائدہ نہیں ہے۔

٣٤٨٥ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ وَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)). تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفه في: ٥٧٩٠] [نسائي: ٥٣٤١]

(۳۴۸۵) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے خبر دی اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین سے گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا اور اب وہ قیامت تک یوں ہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔" یونس کے ساتھ اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن خالد نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس روایت میں قارون مراد ہے جس کے دھنسائے جانے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

٣٤٨٦ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

(۳۴۸۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہم (دنیا میں) تمام امتوں کے آخر میں آئے لیکن (قیامت کے دن) تمام امتوں

بَيْدَ كُلَّ أُمَّةٍ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ، فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ، فَغَدٌ لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى))۔ [راجع: ۲۳۸]

۳۴۸۷۔ ((عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمٌ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ))۔ [راجع: ۸۹۷]

۳۴۸۸۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ الْمَدِيْنَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا، فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ: مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ؟ وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمَّاهُ الزُّوْرَ۔ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعَرِ۔ تَابَعَهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ۔ [راجع: ۳۴۶۸] [مسلم: ۵۵۸۰، ۵۵۸۱]

سے آگے ہوں گے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں ملی اور یہی وہ (جمعہ کا) دن ہے جس کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ یہودیوں نے تو اسے اس کے دوسرے دن (ہفتہ کو) کرلیا اور نصاریٰ نے تیسرے دن (اتوار کو)''

(۳۴۸۷) ''پس ہر مسلمان کو ہفتے میں ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) تو اپنے جسم اور سر کو دھو لینا لازم ہے۔''

(۳۴۸۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مدینہ کے اپنے آخری سفر میں ہمیں خطاب فرمایا اور (خطبہ کے دوران) آپ نے بالوں کا ایک گچھا نکالا اور فرمایا، میں سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کے سوا اور کوئی اس طرح نہ کرتا ہوگا اور نبی کریم ﷺ نے اس طرح بال سنوارنے کا نام ''الزور'' (فریب وجھوٹ) رکھا ہے۔ آپ کی مراد، وصال فی الشعر، سے تھی۔ یعنی بالوں میں جوڑ لگانے سے تھی (جیسے اکثر عورتیں مصنوعی بالوں میں جوڑ کیا کرتی ہیں) آدم کے ساتھ اس حدیث کو غندر نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: عورت کا ایسے مصنوعی بالوں سے زینت کرنا منع ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پر کتاب الانبیاء کو ختم فرمادیا جس میں احادیث مرفوعہ اور مکررات اور تعلیقات وغیرہ مل کر سب کی تعداد دو سو نو احادیث ہیں۔ اہل علم تفصیل کے لئے فتح الباری کا مطالعہ فرمائیں۔

ABU UMAIMAH UWAIS

www.minhajusunat.com

DARUL ILM
PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

242, J.B.B. Marg, (Belasis Road),
Nagpada, Mumbai-8 (INDIA)
Tel,: (+91-22) 2308 8989, 2308 2231
fax :(+91-22) 2302 0482
E-mail : ilmpublication@yahoo.co.in